702

उर्दू संग्रह

पुस्तक का नाम तारीख यूनान कदीम
जिल्द अहारम प

लेखक प्रों मो॰ हारून खाँ शारवानी

प्रकाशन वर्ष 1936

आगत संख्या 702

7

702;U

Adolf Holms

History of Greece

vol IV

4.15

4(81-

पुस्तक सं० 2/5.2

आगत सं० 22122

तिथि०........

गुरुकुल पुस्तकालय कांगड़ी

70

سلسلۂ نصابیات علمیۂ جامعۂ عثمانیہ

تاریخ یونان قدیم

جلد چہارم

تالیف

پروفیسر اڈولف ہولم

ترجمہ

پروفیسر محمد ہارون خاں شروانی ایم اے (آکسن) بیرسٹر ایٹ لا

صدر شعبۂ تاریخ جامعۂ عثمانیہ - رفیق (فیلو) جامعۂ عثمانیہ

ممتحن جامعات علیگڈھ، پنجاب، ناگپور، بمبئی، مدراس

سنہ ۱۳۵۵ھ م سنہ ۱۳۴۶ف م سنہ ۱۹۳۶ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

702;U

पुस्तकालय

गुरुकुल कांगड़ी

یہ کتاب مسرز میکملن اینڈ کمپنی پبلشرز کی اجازت سے
جن کو حق اشاعت حاصل ہے اُردو میں ترجمہ کر کے
طبع و شایع کی گئی ہے۔

فہرست مضامین

تاریخ یونان قدیم (جلد چہارم)

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	دیباچہ	۱
۲	تمہید	۳
۳	یادداشت متعلق تمہید: سنہ ۳۲۳ ق م سے سنہ ۳۱۶ ق م تک کے مکمل عہد کا نام۔	۱۰
۴	باب اول۔ سکندر کے جانشینوں کے حالات یومنیس کی وفات تک۔	۱۷
۵	باب دوم۔ سکندر کے جانشینوں کے حالات سلیوکوس کی وفات تک (سنہ ۳۱۶ ق م تا سنہ ۲۸۰ ق م)	۶۵
۶	باب سوم۔ اس عہد کی ممتاز شخصیتیں۔	۱۰۷
۷	یادداشت۔	۱۴۱
۸	باب چہارم۔ کلٹ قوم کا حملہ:۔ ایشیائے کوچک کے جغرافی خصوصیات اور اس کی تاریخ۔	۱۴۳
۹	باب پنجم۔ دنیائے یونان کی سیاسی کیفیت تقریباً سنہ ۲۷۵ ق م میں۔	۱۶۳
۱۰	باب ششم۔ یونانیوں کا تمدن	۲۱۹
۱۱	باب ہفتم۔ اگاتھوکلیس	۲۵۳
۱۲	باب ہشتم۔ پرہوس، اٹلی اور سسلی میں۔	۲۶۶
۱۳	باب نہم۔ مشرقی ممالک اور یونان سنہ ق م سے سنہ ۲۴۶ ق م تک۔ شام اور مصر کے مابین آویزشیں۔ پرہوس کی وفات	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	انتی گونوس گوناتاس؛ جنگ خرمونڈیز۔	۲۸۰
۱۴	باب دہم۔ مشرق اور یونان سنہ ۲۴۶ ق م سے سنہ ۲۲۰ ق م تک۔ شام اور مصر کے مابین آویزشیں۔ یونان کی لیگیں۔ آراتوس؛ اگس؛ کلیومنیس؛ انتی گونوس دوسون۔	۳۲۲
۱۵	باب یازدہم۔ رومن اور یونانی سنہ ۲۲۰ ق م تک پہلی فنیقی جنگ۔	۳۷۵
۱۶	یادداشت۔	۳۸۱
۱۷	باب دوازدہم۔ دنیائے یونان تقریباً سنہ ۲۲۰ ق م میں (۱) دیار مغرب اور ارض یونان۔	۳۸۲
۱۸	یادداشت۔	۴۱۲
۱۹	باب سیزدہم۔ دنیائے یونان تقریباً سنہ ۲۲۰ ق م میں (۲) دیار مشرق۔	۴۱۴
۲۰	باب چہاردہم۔ دنیائے یونان، بالخصوص ملوکی درباروں میں۔ تہذیب و تمدن کی کیفیت (سنہ ۳۰۰ ق م) تا سنہ ۲۲۰ ق م)	۴۵۸
۲۱	یادداشت۔	۴۸۲
۲۲	باب پانزدہم۔ رومن عہد کی ابتدا۔ انطاکوس اور فیلقوس، لیگ والی جنگ، دوسری فنیقی جنگ، سرقوسہ؛ فلوپوئے من۔ سنہ ۲۲۰ ق م تا سنہ ۲۰۵ ق م)۔	۴۸۳
۲۳	باب شانزدہم۔ مشرقی معاملات؛ یونان؛ فیلقوس کی روما کے ہاتھوں شکست۔ سنہ ۲۰۵ ق م تا سنہ ۱۹۲ ق م۔	۵۰۸
۲۴	باب ہفدہم۔ رومنوں کی آویزش، انطاکوس؛ ایتولیوں اور غلاطیوں کے ساتھ سنہ ۱۹۲ ق م تا سنہ ۱۸۹ ق م۔	۵۳۰
۲۵	باب ہیژدہم۔ روما اور پرسیوس سنہ ۱۸۹ ق م تا سنہ ۱۶۸ ق م؛ مشرق تقریباً سنہ ۱۶۹ ق م میں۔	۵۵۵
۲۶	باب نوزدہم۔ تاراجی کورنتھ؛ دنیائے یونان، خصوصاً مشرق کی حالت	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	تقریباً سنہ ۲۰۱ ق م میں (سیاسی نقطۂ نظر سے)؛ سنہ ۱۶۸ ق م تا سنہ ۱۴۶ ق م۔	۵۹۹
۲۷	باب بستم۔ یونانی تمدن دوسری صدی ق م میں (۱) مصر (۲) شام۔	۶۳۸
۲۸	باب بست و یکم۔ یونانی تمدن دوسری صدی ق م میں (۳) پرگامم۔	۶۷۰
۲۹	باب بست و دوم۔ یونانی تمدن دوسری صدی ق م میں (۴) رھوڈز۔	۷۰۱
۳۰	باب بست و سوم۔ یونانی تمدن دوسری صدی ق م میں (۵) ایتھنز و دیلوس۔	۷۲۱
۳۱	باب بست و چہارم۔ یونان کے اثرات روما پر؛ پولی بیوس۔	۷۴۱
۳۲	باب بست و پنجم۔ ایشیا۔ سلطنت پرگامم پر روما کا قبضہ۔ مہرداد یوپاتور کا عروج کریمیہ کے یونانی سنہ ۱۴۶ ق م تا سنہ ۹۱ ق م۔	۷۵۵
۳۳	" " یادداشت۔	۷۷۰
۳۴	باب بست و ششم۔ مہرداد و سولا۔ سنہ ۹۱ ق م تا سنہ ۸۲ ق م۔	۷۷۳
۳۵	باب بست و ہفتم۔ مہرداد و دیگران، لوکولوس و پومپی کے خلاف۔ مہرداد کی موت سلطنت سلوکیان کا خاتمہ۔ سنہ ۸۳ ق م تا سنہ ۶۳ ق م۔	۷۹۱
۳۶	باب بست و ہشتم۔ پومپی، قیصر، کراسوس؛ فارسالوس۔ قیصر مصر میں۔ فلپی۔ انتونی و کلیوپاترہ۔ مصر کی سیاسی حیثیت۔ سنہ ۶۳ ق م تا سنہ ۳۰ ق م تک۔	۸۱۲
۳۷	" " " یادداشت؛ متعلق باب (۲۸)	۸۲۷
۳۸	باب بست و نہم:۔ ابتدائی قیصریۂ روما میں یونانیوں کی سیاسی کیفیت	۸۳۰
۳۹	تتمۂ کتاب:۔ اس عہد کے تمدن کی بابتہ چند خیالات (۱) ادبیات (۲) مملکت۔	۸۵۵
۴۰	تحریر مختتم۔ از مترجم اردو۔	۸۶۱
۴۱	فہرست اعلام۔	۱ تا ۲۲
۴۲	فہرست اصطلاحات	۲۳ تا ۲۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

اس جلد میں سکندر کی وفات سے جنگ اکتیوم تک یورپ کی اور بحیرۂ روم کے دوسری جانب کی یونانی زندگی اور یونانی فکر کا حال بیان کیا گیا ہے، اور میری دانست میں یہ پہلی مرتبہ ہے کہ کسی جلد میں اس کا مفصل ذکر کیا گیا ہو۔ اگر غور کیا جائے تو یہ اُس خیال کا گویا بدیہی نتیجہ ہے جس کے تحت سکندر کو تاریخ یونان ہی کا فرد قرار دیا گیا ہے، اور میری رائے یہ ہے کہ اگر گروٹ اس عظیم الشان فرمانروا کے ساتھ معاندانہ سلوک نہ کرتا اور اس کا ذکر اس قدر تامل کے ساتھ نہ کرتا تو وہ بھی اسی نتیجے پر پہنچتا۔ ابتدا میں میں نے چاہا تھا کہ میں سنہ ۱۴۶ ق م پر اپنے بیان کو ختم کر دوں لیکن خود میرے پیش کردہ حالات سے معلوم ہو جائے گا کہ میں اس سنہ سے آگے کیوں بڑھ گیا۔ زمانے اور فاصلے کی وسعت ہی کی وجہ سے ایک نہایت اہم نتیجہ برآمد ہوا، وہ یہ کہ اُس عہد کی دُنیائے یونان، بالخصوص اُس زمانے کے آزاد بلدیات کی شہری زندگی کا صحیح اندازہ ممکن ہو گیا۔ ساتھ ہی جہاں تک میرے معلومات کا تعلق ہے، اس وقت تک کسی نے روما اور یونانیوں

کے باہمی تعلقات کا صحیح اندازہ نہیں کیا۔ یہاں مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس موضوع پر میں اپنی رائے کی توثیق بعض نہایت ممتاز علماء کی آراء کی مخالفت کے بغیر نہیں کر سکا۔

اس کے علاوہ دوسرے امور کے اعتبار سے بھی اس جلد میں بہت سی نئی باتیں ملیں گی۔ میں نے ایشیائے کوچک کے معاملات پر خاص توجہ کی ہے، اور یہ زمانۂ حال کے خیالات کے عین مطابق ہے۔ پچیسویں باب سے ستائیسویں باب تک کے لئے رائناش Th. Reinach کی کتاب متھری داتیس یوپاتور "Mithridate Eupator" نے گویا میری رہبری کی ہے اس لئے کہ یہ کتاب تاریخ قدیم کی ان کتابوں میں سے ایک ہے جو صحیح معیار پر پوری اترتی ہوں، اور نہ صرف علمیت کے اعتبار سے ہی بلکہ سلاست بیان کے لحاظ سے بھی ایک ممتاز کتاب ہے۔ اس کے برخلاف میں نے اسکندریہ کی اہمیت کو مناسب حدود کے اندر محدود کر دیا ہے۔ آخر میں یہ بیان کرنا مناسب ہے کہ بادشاہوں اور رومنوں کی ماتحتی میں یونانیوں کو سواراجی اختیارات حاصل ہونا ایک اہم تاریخی واقعہ ہے، چنانچہ اس عہد قدیم کی مفصل تاریخ کا مطالعہ میرے نزدیک نہایت سودمند ثابت ہوگا۔

بہت سی باتیں ایسی بھی ہیں جن پر ذرا زیادہ مفصل تبصرہ کیا جا سکتا تھا، لیکن میری دانست میں سکندر کی وفات کے بعد کا زمانہ عروج یونان کے عہد سے زیادہ تفصیل کا مستحق نہیں تھا۔

تمہید

تاریخ یونان کی اس چوتھی اور آخری جلد میں یونانی مقدونوی عہد کا ذکر ہے جس میں ایک طرف تو بادشاہ اور دوسری طرف یونانی لیگیں ممتاز ہیں، اور یہ عہد سکندر کی وفات سے لے کر آخری مقدونوی ملوکیت کے الحاق سلطنت روما تک جاری رہتا ہے۔ یہ عہد وہ ہے جسے تاریخ یونان میں شامل کر کے کبھی بھی تبصرہ نہیں کیا گیا ہے، لیکن ساتھ ہی ہمارے نزدیک اس کا مفصل تذکرہ ہر آئین مناسب ہے۔ بلاشبہہ اس مضمون کو تاریخی اعتبار سے بیان کرنا کچھ آسان کام نہیں اسلئے کہ اس میں ہم ایسی سلطنتوں اور ملتوں سے دوچار ہوتے ہیں جو ایک دوسرے سے بالکلیہ آزاد تھیں اور ہمیں ایسے ممالک بھی ملتے ہیں جن میں یونانیوں کی آبادی صرف جزوی ہی تھی۔ خوش قسمتی سے یونانی تمدن نے، جس کا ان سب پر کم وبیش گہرا اثر پڑا تھا، ان میں ایک اندرونی توحّد کی کیفیت پیدا کردی تھی، اور دراصل اسی تمدن کے تدریجی انتشار کا تسلسل بیان کرنے میں عہد زیر بحث کی خوبصورتی نظر آتی ہے۔ لیکن اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہمارا واحد نصب العین

یہ ہوگا کہ اس عہد کے تہذیب و تمدن کی تاریخ بیان کریں اس لیے کہ تاریخ یونان کا تخیل اس اصول کے بالکل منافی ہے، اور واقعاً اس عہد میں بھی دُنیا ئے یونان کی سیاسی حیثیت برابر برقرار رہتی ہے۔ زمانۂ مابعد میں ایک عہد ایسا ضرور آیا جب اس مُلک کی سیاسی اہمیت کا آخر کار خاتمہ ہوگیا اور یونانیت صرف ایک سطحی قوت کا نام رہگیا، لیکن یہ عہد ہمارے حدود سے باہر ہوگا، چنانچہ سنہ ۳۰ ق م میں ہم نے اپنی کتاب ختم کردی ہے۔ بلاشبہہ اس کے بعد بھی بعض یونانی جمہوریتوں نے اپنی آزادی محفوظ رکھی، جن میں جزیرہ رھوڈز سب سے نمایاں ہے، لیکن ایسے خطے مستثنیات سے ہیں، اور حقیقت میں ممالک عالم کی سیاسی کیفیت ایسی ریاست کے وجود کی وجہ سے شمہ بھر بھی متاثر نہیں ہوئی جس کا سلطنت روما سے بجنسہ ویسا ہی تعلق تھا جیسا آجکل سان مارینو کا سلطنت اٹلی سے ہے۔ محض اسی قسم کے اسباب کی بناء پر ہم اس عہد کے آخری حصے پر زیادہ وقت صرف نہیں کریں گے۔ جب پومپی خاندان سلیوکوس کی لرزہ براندام سلطنت پر آخری کاری زخم لگاتا ہے تو ہماری تاریخی دلچسپی کا مرکز خود رومن سپہ سالار کے ذاتی خصائص رہجاتے ہیں، اور ان خصائص کا نہایت مشترح و بسیط تذکرہ کسی بھی تاریخ روما میں کافی وضاحت سے لکھا ہوا ملے گا۔ ہمارے نزدیک آخری کلیوپاترا کی حکومت کی اہمیت اس سے بھی کم ہے اور اس پر مفصل تبصرہ کرنا محض تضیع اوقات ہوگی۔ اس کے برعکس گو متھرے ڈاٹیس یوپاتور ایرانی الاصل تھا، لیکن تاریخ یونان کے مقاصد کے لیے اُس کا تمدن اور اُس کے حوصلے نہایت درجہ دلچسپ ہیں اسی لئے ہم نے اُس کے سوانح حیات کو ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ہم اس تصفیے کو دوسروں پر چھوڑتے ہیں کہ ہم نے سنہ ۳۲۳ ق م سے سنہ ۳۰ ق م تک کی اُن مملکتوں کے ارتقاء کا حال، جن میں یونانی

تمدن سرایت کئے ہوئے تھا، اور جو فتوحات مقدونیہ کی وجہ سے عدم سے وجود میں آئی تھیں، یا اُن فتوحات کے باوجود برابر اپنی اپنی جگہ قائم رہنے میں کامیاب ہوئی تھیں، اور اُن کے مختلف مسائل کا ذکر صحیح انداز سے کیا گیا ہے یا نہیں؛ کم از کم ہم تو یہ ضرور کہیں گے کہ ہم نے جس قسم کی کوشش کی ہے وہ ضرور کئے جانے کے قابل تھی۔

میں چاہتا ہوں کہ میں ناظرین کے سامنے اُن مدارج کا ذکر کروں جو میری دانست میں دُنیائے یونان کے ارتقا میں پیش آئے ہوں گے۔ میدان میں اُترتے ہی ہمارے سامنے سیاسی، قومی اور مرکزی قوتوں اور لہروں کا ایک بحرِ زخّار آجاتا ہے۔ سیاسیات میں ہمیں ملوکی اور جمہوری اصولوں کے مابین کشمکش کی کیفیت نظر آتی ہے، قومی آزادی اور حوصلوں کے سلسلے میں مشرق و مغرب دست و گریبان دکھائی دیتے ہیں، اور یہ تباین اس باہمی آویزش کے بالکل مطابق ہے جو میدانِ تہذیب و تمدن میں علی العموم نظر آتا ہے۔ پھر بہت سے اضلاع و رقبہ جات میں یونانی عناصر بالکل مرکب ہیں۔ یہ سب باتیں ہمیں ملحوظ رکھنا پڑیں گی۔ گو مختلف ممالک کے کسی ایک عہد میں ان سب باتوں میں یکسانی نہیں پائی جاتی، تاہم بعض قطعی اور معیّن لہریں ایسی ہیں جو عالمگیر طور پر نظر آتی ہیں اور ان کی وجہ سے ہر ایک تاریخی دور میں چند ایسے مخصوص امتیازات پائے جاتے ہیں جو سسلی سے دریائے سندھ تک تمام دُنیائے یونان میں ملتے ہیں۔ ان مشترک کیفیات کو پیشِ نظر رکھ کر میں نے سنہ ۳۲۳ ق م سے سنہ ۳۰ ق م تک کی تاریخ کو تین مختلف حصّوں میں تقسیم کیا ہے:-

(۱) یونانیوں کی بڑھتی ہوئی اہمیت، خصوصاً بین الاقوامی نقطۂ نظر سے سنہ ۳۲۳ ق م تا سنہ ۲۲۰ ق م۔ یہ عہد دیادوخی، پرصوس، اراتوس، اور کلیومنیس کا عہد ہے، اور اس کا ذکر پہلے باب سے چودھویں

باب تک کیا گیا ہے۔

(۲) یونانی امور میں رومنوں کی فیصلہ کن مداخلت، سنہ ۲۲۰ ق م سے۔ یہاں ہم تیتوس کونکتیوس، فلوپوئےمن، ایمیلیوس پولوس اور اور پولی بیوس جیسی ہستیوں سے دوچار ہوتے ہیں۔ باب ۱۵ تا باب ۲۴۔

(۳) سنہ ۴۹ ق م سے مشرق کی اہمیت کا احیاء۔ اس زمانے کا ممتاز ترین شخص متھری داتیس ہے، باب ۲۵ تا باب ۲۹۔

ذرا نظر غائر ڈالی جائے تو ہر عہد مفصلۂ بالا کے دو دو حصے کئے جا سکتے ہیں:۔

عہد (۱):۔ ۱۔ سکندر کے کارناموں کے باعث ملوکی اُصول کی اہمیت، از سنہ ۳۲۲ ق م تا سنہ ۲۸۰ ق م۔ سکندر کی وفات کے بعد یہ اُصول یونانیت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ ابواب ۱ تا ۳۔

۲۔ یونانی اصول آزادی کی طرف ردّ عمل۔ ایشیا میں غالویوں کے چھاپوں اور یورپی یونان میں لیگوں کے قیام کی وجہ سے اُسے فروغ پہنچتا ہے۔ تاہم یورپی یونان میں آزادی کی طرف جو میلان تھا اُس میں رُکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں اور مقدونیہ اس کا ایک حد تک خاتمہ کر دیتا ہے۔ سنہ ۲۸۰ ق م تا سنہ ۲۲۰ ق م۔ ابواب ۴ تا ۱۴۔

عہد (۲):۔ ۳۔ میدان سیاسیات میں رومن قوم مقدونیہ کے خلاف اُترتی ہے اور اپنے اثرات سے اُسے بے دخل کر کے یونانیوں کو آزاد چھوڑ دیتی ہے سنہ ۲۲۰ ق م تا سنہ ۱۹۷ ق م۔ انطاکوس سوم ایشیائے کوچک اور یونان میں مقدونوی ملوکی اصول کا احیاء کرنا چاہتا ہے

لیکن ناکام ہوتا ہے۔ اب رومن ایشیائے کوچک میں بھی اپنے قدم جما لیتے ہیں۔ ۱۹۷؁ ق م تا ۱۸۹؁ ق م۔ ابواب ۱۵ تا ۱۷۔

۴۔ مقدونیہ کے خلاف کشمکش کی وجہ سے رومنوں کو خود مختار یونانی ریاستوں کے خلاف بھی اُترنا پڑتا ہے، اور یہ ریاستیں فطرۃً ایسی قوم کے خلاف ہو جاتی ہیں جو انکی دانست میں مقدونیہ کا جانشین بننا چاہتی ہے۔ مشرق میں انطاکوس چہارم تمدن یونان کو پھیلاتا ہے لیکن اسے کہیں بھی زیادہ کامیابی نہیں ہوتی۔ ۱۸۹؁ ق م تا ۱۴۶؁ ق م۔ ابواب ۱۸ تا ۲۴۔

عہد (۳) :۔ ۵۔ سب سے پہلے تو مشرق میں ایک طرح کا سیاسی ردّ عمل رونما ہوتا ہے، لیکن یہ وہ مشرق ہے جو اس وقت تک برابر یونانی تہذیب و تمدن سے متاثر ہو رہا ہے اور دراصل صرف روما ہی کا مخالف ہے۔ لیکن فتح و نصرت کا سہرا آخر کار روما ہی کے سر رہتا ہے۔ ۱۴۶؁ ق م تا ۶۳؁ ق م۔ ابواب ۲۵ تا ۲۷۔

۶۔ یولیوس قیصر کے عالی شان کارہائے نمایاں کے بعد انتونی یہ کوشش کرتا ہے کہ یونانی دلدل کی متزلزل بنیادوں پر ایک یونانی مشرقی اور ازاں بعد ایک رومانی مشرقی سلطنت قائم کرے۔ لیکن اگسٹس کے زمانے میں روما از سر نو تمام متمدن مغربی دنیا کا مالک بن جاتا ہے اور عرصۂ دراز تک یونان محض معیار تمدن کے طور پر باقی رہتا ہے۔ ۶۳؁ ق م تا ۳۰؁ ق م۔ ابواب ۲۸ و ۲۹۔

الغرض جس زمانے کا اس جلد میں ذکر کیا گیا ہے اُس میں مختلف

قوّتوں کے عمل و ردّ عمل سے دوچار ہوتے ہیں اور ہمیں باہمی مناقشوں اور آویزشوں کے نتائج قلمبند کرنے پڑتے ہیں۔ پہلے، یعنی بالکلیہ یونانی عہد میں ملوکی اُصول کے عمل (حصّہ ۱، ابواب ۱ تا ۳) اور آزادی کے ردّ عمل (حصّہ ۲، ابواب ۴ تا ۱۴) کا سامنا ہوتا ہے؛ دوسرے یعنی رومن عہد روما کے عمل (حصّہ ۳، ابواب ۱۵ تا ۱۷) اور یونان کے ردّ عمل کی وجہ سے ممتاز ہے (حصّہ ۴ جس میں سیاسی نقطۂ نظر سے ابواب ۱۸ و ۱۹ میں اور ذہنی نقطۂ نظر سے ابواب ۲۰ تا ۲۴ میں بحث کی گئی ہے)؛ تیسرے یعنی مشرقی عہد میں مشرق کی کوششیں (حصّہ ۵ ابواب ۲۵ تا ۲۷) اور روما کی فاتحانہ مخالف کوشش نمایاں ہیں (حصّہ ۶ ابواب ۲۸ تا ۲۹۔)

اس دور میں ذہنی تمدّن کے ارتقاء کی روش ذرا زیادہ پیچیدہ ہے یعنی موضوع زیر بحث اور اُس کی ذہنی پیداوار کی شکلوں میں ہمیشہ تطابق نہیں ہوتا۔ سنہ ۲ ق م تک تو ادبیات ترقی پذیر ہیں، لیکن اُس وقت سے اس میں تنزّل کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور صُوَرِ ظاہری میں خاص طور پر بے ربطی نظر آتی ہے۔ جہاں تک ہم حکم لگانے کے اہل ہیں، پولی بیوس کی جو دوسری صدی ق م کے یونانی ادیبوں میں بہترین سمجھا جاتا ہے، زبان بھی ایسی اچھی نہیں ہے۔ بعض ادبی شاخوں میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ ہی منقطع ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ زمانہ ہر شعبۂ زندگی کے لئے نہایت ہی کشمکش کا زمانہ تھا۔ لیکن جب آخر کار مُہر لگ جاتی ہے، جب ہر شخص کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یونانی شہروں کی سیاسی اہمیت ہمیشہ کے لئے فنا ہو گئی ہے تو پھر یونانیوں کی ادبی زندگی کا از سرِ نو احیاء ہوتا ہے جس کے ساتھ ہی ظاہر صُوَرِ ادبی میں بھی یونانی کمال حاصل کر لیتے ہیں۔ لیکن ہم اس احیاء کا صرف سرسری ذکر ہی کریں گے اس لئے کہ یونانی ادبیات کی نئی بہار کا زمانہ دراصل

سلطنت روما کے عروج کا زمانہ ہے۔ سکندر کی وفات کے بعد فنون لطیفہ میں بڑی بھاری ترقی ہوئی اور اس میں ایشیائی یورپی یونان تک سے بازی لے گیا، تا آنکہ آخری صدی ق م میں یونان کے پرانے مرکز کو پھر وہی قدیم فوقیت حاصل ہو گئی۔ ان سب میدانوں میں سنہ ۳۲۳ ق م سے سنہ ۳۰ ق م تک کے مکمل عہد میں خطۂ یونان میں بڑی بھاری چلت پھرت نمایاں ہوتی ہے۔ اس مکمل دور کے نام کی بابت اس تمہید کے سلسلے میں جو یادداشت ناظرین کے سامنے پیش کی گئی ہے اسے دیکھنا چاہیئے۔

اب ہم مختلف واقعات کا ذکر کریں گے۔ ابتداء ہی میں ہمارے سامنے جو منظر آتا ہے اس میں تقریباً غیر محدود افراتفری نظر آتی ہے جو رفتہ رفتہ مستقلانہ صورت حال میں تبدیل ہوتی جاتی ہے۔

یادداشت متعلق تمہید

سنہ ۳۲۳ ق م سے سنہ ۳۰ ق م تک کے مکمّل عہد کا نام

کچھ عرصے تک الفاظ "ہیلے نسٹک" ("مائل بیونانیت") اور "ہیلے نزم" (یونانیت) عام طور پر استعمال کئے جاتے تھے، لیکن آجکل "عہد اسکندریہ" زیادہ مقبول معلوم ہوتا ہے۔ اوّل الذّکر الفاظ ڈرواۓسن کے استناد کی وجہ سے مروّج ہوئے تھے، لیکن گروٹ اپنی کتاب کے باب ۹۴ میں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہے اور اسی طرح سے بعض دوسرے مصنّف، مثلاً پوتئے Pottier بھی اسے پسند نہیں کرتے ("پختہ مٹّی کے مجسّمے" Sta tuettes de terre cuite، پیرس سنہ ۱۸۹۰ء صفحہ ۱۱۵) ہمارے نزدیک "ہیلے نسٹک" اور "ہیلے نزم" کے الفاظ درست نہیں ہیں اس لئے کہ Hellenistikos سرے سے یونانی زبان کا لفظ ہی نہیں، اور Hellenismos کے معنے تمدّن یونانی کے ہیں، اور ظاہر ہے کہ ہیلے نزم یعنی "یونانیت" کی تاریخ سے محض اُس زمانے کی تاریخ مراد نہیں ہو سکتی جس سے پہلے بھی صدی ہا صدی تک یونانیت اپنی مکمّل حالت میں مروّج تھی۔ الغرض اب اس عہد کے لئے "ہیلے نزم" کا لفظ جو صرف و نحو کے اعتبار سے درست ہے،

استعمال نہیں کیا جاتا، لیکن دوسرا لفظ یعنی "ہیلے نسٹک" جس کا یونانی زبان میں پتا نہیں، قائم رکھا گیا ہے، اور اس سے مراد اُن عناصر سے لی جاتی ہے جو اصل میں یونانی ہیں لیکن جن پر بربری اثرات پڑے ہیں، چنانچہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس سے سکندر کے بعد کا یونانی تمدن مراد لیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر اس لفظ کی غلط تشکیل کو نظر انداز بھی کیا جائے تاہم اُس کے مفروضہ معنے اُس زمانے کی زندگی کے مظاہروں کے مطابق نہیں۔ سکندر کے بعد یونانی ادبیات پر تو بربری اثرات بہت کم پڑے، فنون لطیفہ پر اس سے بھی کم اور ایتھنزی زندگی اور خصائص بالکلیہ ان اثرات سے آزاد رہے۔ الغرض سکندر کے بعد کے یونانی تمدن کو "یونانی کے بجائے "مائل بہ یونانیت" کہنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، اور صحیح معنے میں دیکھا جائے تو "ہیلے نسٹک" کے لفظ کا انطباق صرف ایسے ممالک کے تمدّن پر کیا جا سکتا ہے (جیسے مُلک شام) جن میں ایسا یونانی تمدّن رائج تھا جو بربری کھوٹ سے بھرا ہوا تھا اور ظاہر ہے کہ دمشق کے کسی باشندے کا تمدّن اُس کے زمانے میں یونانی تمدّن کا معیار نہیں قرار دیا جا سکتا۔ شیورر Schueret اپنی کتاب "تاریخ قوم یہود" Geschichte des juedischer Volkes ۲، ۲۶ میں بالکل ٹھیک کہتا ہے کہ "مائل بہ یونانیت" تمدّن یونانی تمدّن کے خلاف اس لاملکی تمدّن کا نام ہے جس نے جملہ غیر قوملکی تمدنوں کے عملی عناصر کو جذب کر لیا ہو۔ اس خیال کے مطابق اراتوس یا پولی بیوس، ابی قوروس یا مناندر، یا پرگاموم کے حاشیے کا تعمیر کار، ان میں سے کوئی بھی محض "مائل بہ یونانیت" نہیں کہا جا سکتا اسلئے کہ ان میں سے ہر ایک کامل یونانی ہے۔ ان باتوں کے تحت لفظ "ہیلے نسٹک" کی ساخت پر اُس کی تردید یا تائید کا دار و مدار ہے، حقیقت یہ ہے کہ جس طرح یونانی زبان میں لفظ "اٹیکس تیکوس" Attikistikos ("مائل بہ اٹیکائیت") یا "آرخائستیکوس" Archaistikos

(''مائل بہ قدامت'') نہیں ملتے اسی طرح اس میں لفظ ہیلے نستکوس Hellenistikos کا بھی پتا نہیں، حالانکہ اس زبان میں الفاظ ''ہیلے نستی'' Hellenisti ''یونانی روش کے مطابق'') ''اٹیکستی'' Attikisti (''اٹیکائی زبان میں'') اور ''آرخائستی'' Archaisti ملتے ہیں اور اگر لفظ ''آرخائستک'' سے اس چیز کا مفہوم ادا ہو سکتا ہے جو جدید ہو سکیگی جس میں قدامت کا بھی کوئی پہلو ہو تو پھر جس وقت لفظ ہیلے نسٹک یہ صرف یونانی انجیل Septuagint کے لئے جس کے الفاظ اور موضوع دونوں نیم بربری ہیں صحیح معنے میں استعمال نہیں کیا جاتا اسلئے کہ تھیوکرتیوس جیسے ''مائل بہ یونانیت'' سمجھا جاتا ہے اتنا ہی یونانی تھا جیسے یوری پڈیس، اور فنون لطیفہ، ادبیات اور سیاسی زندگی میں جتنی بھی ممتاز ہستیاں ہو گزری ہیں سب کی یہی کیفیت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ''ہیلے نستی کوس'' ایک دوسرے لفظ ''ہیلے نستیز'' Hellenistes سے بنا ہے جس سے مراد ایک ایسی یہودی سے لی جاتی ہے جو یونانی بولتا ہو، لیکن مناسب یہی ہوتا کہ یہ لفظ مستشرقین کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے اس لئے کہ کم از کم تاریخ یونان میں یہ نہایت ہی مغالطہ آمیز ہے۔ ڈروائے سن کی کتاب میں لفظ ''ہیلے نسموس'' اور جلد ۲ و ۳ کے مخصوص ابواب کے ناموں کے مابین باہمی تضاد معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ ان ابواب کی سرخیاں اور نفس مضمون ایک دوسرے کے بالکل مطابق ہیں اور ڈروائے سن محض فرمانروایان عہد کے حالات بیان کرتا ہے؛ لیکن اس نے اپنے موضوع کا عام نام جو ''یونانیت'' Hellenismus رکھا ہے اس کے بموجب اُسے اس زمانے کے تمدن (یا کم از کم اسکندریہ کی تہذیب) کا حال بیان کرنا چاہئیے تھا، لیکن اس کی تاریخ سے اور اس لفظ کے مفہوم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لفظ ''ہیلے نزم'' کے معانی میں جو تنوع پایا جاتا ہے وہ اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے

کہ شہنشاہ یولیان اسے اور بت پرستی کو مترادف سمجھتا تھا۔ دیکھو بواسی اے "بت پرستی کا خاتمہ" Boissier : Le fin du Paganisme ۱، ۹۳۔

بعض موّرخوں کی رائے یہ ہے کہ سنہ ۳۲۳ ق م کے بعد کے واقعات کی توہین لفظ "ہیلے نسٹک" سے نہیں کرنی چاہیے، چنانچہ ایسے لوگ جیسے کرسٹ Chrish و سوزے میل Susemihl اس عہد کو "اسکندروی" کا لقب دیتے ہیں۔ منجملہ دوسروں کے فولکمان Volkman نے پاؤلی کی "محیط المحیط" Pauly's R. E. ۱، ۴۴۷ میں اس کے سبب پر بحث کی ہے؛ وہ کہتا ہے کہ اسکندریہ نے اس عہد کی ذہنی ترقی میں ایک خاص امتیاز حاصل کیا۔ لیکن ہمارے نزدیک اس استدلال میں ایک بڑا بھاری مغالطہ ہے؛ اور خود فولکمان تسلیم کرتا ہے کہ اسکندریہ نے فلسفہ، خطابت اور تاریخ نویسی میں ترقی نہیں کی اور علی العموم عروض و قافیہ کی صرف ایک شاخ میں اُس نے مہارت پیدا کی تھی، اور اس کے علاوہ صرف علوم فطری اور صرف و نحو کے میدان میں کچھ کمال نظر آتا تھا۔ الغرض اگر دوسرے مقامات کے لوگوں نے بعض ایسے شعبہ جات علوم میں کمال حاصل کیا تھا جن کا اسکندریہ میں نشو و نما نہیں ہو سکا تو پھر ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اسکندریہ رہبر تھا اور اس عہد کو اسی کے ساتھ منسوب ہونا چاہیے؟ سردری تاتک کا اسکندریہ سے اس قدر کم لگاؤ ہے کہ سنوی تسلسل کے برخلاف کرسٹ اس کا ذکر "عہد اسکندروی" کے بعد کرتا ہے۔ اسی طرح پولی بیوس کے پاس کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جسے "اسکندروی" کہا جا سکے، اور اسکندریہ کے اہم ترین شاعر یعنی تھیوکریتوس کا اس شہر سے بہت کم اندرونی تعلق نظر آتا ہے۔ الغرض ہم اس خیال پر قائم ہیں کہ اسکندریہ کی اہمیت میں بہت کچھ مبالغہ آمیزی کی گئی ہے، اور اس شہر میں جس شاخ علمی میں ترقی کی گئی وہ خالص حکمیات کی شاخ تھی۔ ظاہر ہے کہ سنہ ۳۲۳ ق م سے سنہ ۳۰ ق م تک

حکمیات ہی یونانی زندگی کا واحد معیار نہیں قرار دیا جا سکتا، چنانچہ اس عہد کو ”عہد اسکندروی“ قرار دینا کسی طرح مناسب معلوم نہیں ہوتا ہمارے نزدیک اس لفظ کے استرداد کی ایک خاص وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ عہد زیر بحث کے جو خصائص تھے اُن کا اس کی وجہ سے صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اسکندریہ صرف حکمیات ہی کا نہیں بلکہ ملوکی اُصول کا بھی گویا قائم مقام ہے اور اس اُصول کی ترویج کا گویا مرکز ہے۔ اگر اس عہد میں اس اُصول کا ہر جگہ بول بالا ہوتا اور ظاہر ہی میں نہیں بلکہ اندرونی کیفیات میں بھی ملوکی اُصول کو فروغ ہوتا تو بھی ہم اس عہد کو اسکندروی کہہ سکتے تھے۔ لیکن واقعہ اس سے مختلف ہے۔ عین اسی زمانے میں جمہوری اور ملوکی اصول کے مابین مناقشے کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اس میں جمہوری اُصول کو تھوڑی بہت کامیابی حاصل ہوتی ہے تا آنکہ آخر کار یہی ملوکیت کو مغلوب کر لیتا ہے۔ علاوہ ازیں اس زمانے میں ملوکی اُصول کا راستہ دُنیا کی مادّی حیثیت کی طرف یعنی قوت و اقتدار اور عیش و آرام کی طرف لے جاتا ہے۔ اگر جمہوریتوں کا بھی میلان اسی طرف ہوتا تو پھر ہم شائد اس عہد کو ”اسکندروی“ کا لقب دیتے، اور فولکمان کو تو یقین ہے کہ ہر جگہ مادّیت ہی غالب تھی۔ لیکن یہ بھی مغالطہ ہے، اور اصلی واقعہ یہ ہے کہ آزادی کی عالی منشی جو جمہوری یونانیوں میں پائی جاتی تھی وہ اسکندریہ کے ملوکی میلانات کا مقابلہ کرتی ہے، اور ان میلانات کا سنہ ۳۰ ق م جیسے بعید زمانے میں ہی خاتمہ ہو جاتا ہے، چنانچہ اس نقطۂ نظر سے بھی اس عہد کو اسکندریہ کی طرف منسوب کرنا کسی طرح ٹھیک نہیں اور اس سے غلط انتاج ہونا یقینی اور لابدی ہے۔ نیز دیکھو اسی کتاب کا باب ۱۴، حاشیہ ۱۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس عہد کا کیا نام رکھا جائے۔ ہم اسے ”عہد مقدونوی“ کہیں تو مناسب ہوگا۔ ہم اس امر سے

واقف ہیں کہ سکندر کے جانشینوں کی عین خواہش تھی کہ وہ مقدونوی بن کر رہیں۔ انتی گونس سوم اپنے آپ کو مقدونوی کہتا ہے (دیکھو ڈٹن برگر ۲۰۵) اور یہی کیفیت بطالسہ کی بھی تھی (پیؤسانیاس ۱۰۱، ۷) ہمارے نزدیک یہ نام اس نام سے جس پر ابھی بحث کی گئی ہے بہتر ہے اس لئے کہ اس میں ہم قابل وفریس سلیپو کوسیون کو شامل کر سکتے ہیں؛ لیکن یہاں بھی مشکل یہ پیش آتی ہے کہ اس سے بھی صرف ایک ہی میلان یعنی ملوکیت سے مراد لی جاسکتی ہے درآنحالیکہ اس عہد کی خصوصیات سے یہ ہے کہ اس میں یونان میں وقتی اور مستقل لیگیں قائم ہوئیں، چنانچہ اس عہد کا نام بادشاہوں اور لیگوں کا عہد قرار دیا جاسکتا ہے، یا ہم اسے "یونانی مقدونوی سلسلۂ ممالک" کا عہد کہہ سکتے ہیں۔ بہر حال جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے اُسے میں چند الفاظ میں یوں ادا کروں گا:۔ اگر ۳۲۳ق م سے ۳۰ ق م تک کے زمانے کی یونانی زندگی کی خصوصیات میں حکمیات، درباری شاعری، فنون صنعتی، مطلق العنانی، اور بدکاری ممتاز و نمایاں سمجھی جائیں تو اس کو "اسکندر ری" کہنا بیجا نہ ہوگا؛ لیکن اگر اس جلد کے استدلال کے مطابق اُس عہد کے یونانیوں میں اب بھی فلسفہ، قومی شاعری، فنون واقعی، محنت وکاوش، سواراج، اور اخلاق کی بہتری کی کوشش پائی جاتی ہے تو پھر اسے "یونانی مقدونوی" عہد یا "بادشاہوں اور لیگوں کا عہد کہا جانا چاہیئے۔

مہافی اپنی کتاب "مسائل تاریخ یونان Mahaffy: Problems in Greek History (لندن، ۱۸۹۲ء) اسے "یونان بعد عہد سکندری" کہتا ہے لیکن یہ نام جرمن زبان میں بڑا انوکھا معلوم ہوتا ہے۔

۱۴۶ق م سے ایک ارتقائی دور کا آغاز ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے بعد روما جلد جلد یونانی مقدونوی ریاستوں کو ہضم

کرلیتا ہے۔

میں ابواب ۱ و ۲ کے اسناد تفصیل سے بیان نہیں کرسکتا، اور ناظرین کو ڈرواے سن اور نیزے Niese کی کتابوں کو دیکھنا چاہیئے جو اپنی صحت اور تکمیل کے لئے ممتاز ہیں، بلکہ اس کی بجائے میں نے صرف چند اہم واقعات کے انتخاب پر اکتفا کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ یونان قدیم

جلد چہارم

باب اوّل

سکندر کے جانشینوں کے حالات یومنیس کی وفات تک

سکندر کی موت اُس کی ساختہ پرداختہ سلطنت کے لئے نہایت ہی بے وقت ثابت ہوئی۔ اُس کی ہمیشہ یہ کوشش رہی تھی کہ اُس کے مختلف حصّوں کو ایک دوسرے کے ساتھ بالکل مربوط و مخلوط کردے، لیکن اس میں کامیابی کے لئے وقت اور محنت دونوں درکار تھے، اور اگر بالفرض اُس کی عمر اُس کے ساتھ وفا بھی کرتی تاہم یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ اُسے پوری کامیابی حاصل ہو ہی جائیگی۔ پہلے یورپ کو دیکھیئے: یہاں اگر یونانی قوم کو نظر انداز کردیا جاے جو مجبوراً اسکندر کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئی تھی، تو مقدونیہ باقی رہ جاتا ہے جس میں تھریس کے مختلف النوّع باشندوں کا اضافہ کردیا گیا تھا۔ اب ایشیا اور افریقہ آیئے جہاں ایک چھوڑ پانچ ایسے مرکز موجود تھے جنھیں اپنی اپنی تہذیب و تمدّن میں کمال حاصل تھا، یعنی ایشیائے کوچک، جس کے بیشتر حصّے میں یونانی تمدّن رائج تھا،

فنیقیہ، شام، بابل و اشور جو سامی تمدّن کے گہوارے تھے، مدیہ ایران اور باختر جو آریائی تمدّن کے مولد و مسکن تھے، پنجاب جو ہندی تمدّن سے متاثّر تھا اور مصر جہاں خود اُس کا تمدّن سرایت کئے ہوئے تھا۔ ان سب مرکزوں کے علاوہ ایسی قومیں بھی نظر آتی تھیں جو یونانیوں، سامیوں اور آریائیوں سے ملتی جُلتی ضرور تھیں لیکن جن کا اُن سے براہ راست کوئی تعلق نہیں تھا، جیسے لیکیہ، لیدیہ افروجیہ اور کلیکیہ کے باشندے۔ اب سوال یہ تھا کہ وہ اندرونی توحد، جس کے بدون اس وسیع سلطنت کا استحکام ناممکن تھا، کیسے قائم ہوسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی سلطنت جو اتنے مختلف النّوع حصّوں سے مرکّب ہو، محض بیرونی اثرات کی بناء پر قائم نہیں رہ سکتی بلکہ اس کے لئے بعض اخلاقی عناصر کا وجود لازمی تھا۔ پھر دوسرا سوال یہ تھا کہ آیا ان سب مختلف النّوع تمدّنوں میں سے کسی ایک کا بول بالا ہونے والا ہے یا ہر ایک اپنے اپنے حلقے میں انفرادی طور پر اثر پذیر رہیگا؛ پھر کیا یہ ممکن تھا کہ اِن میں چند تمدّنوں کو ایک دوسرے کیساتھ بالکلیہ مخلوط کر دیا جائے؟ اگر سکندر زندہ رہتا تو شائد وہ ارسطا طالیس اور اپنے دوسرے یونانی صلاح کاروں کے مشورے سے عملی سیاسیات سے اُن پیچیدہ مسائل کو حل کر لیتا، بشرطیکہ اُنھیں اُن کے سلجھاؤ کا خیال ہوتا۔ واقعہ یہ ہے کہ اُس کے ہمنشینوں میں صرف سلیوکوس ہی ایسا شخص تھا جسے ان کی اہمیت کا اندازہ تھا، اور اُس کے جانشینوں میں سب سے کم عمر اور خود اُسکے برابر تھا۔

لیکن سکندر کی وفات کے بعد ہی بہت جلد اُس کی سلطنت کے حصّے بخرے ہو گئے اور اس کے حل کی مطلق کوشش نہیں کی گئی۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس سلطنت کی تقسیم اندرونی بغاوتوں اور شورشوں کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ اس کا شیرازہ محض اُن لوگوں کی باہمی نزاعات اور خود غرضانہ کارروائیوں کی وجہ سے بکھرا جو

اُس کی سلطنت کے گویا مالک بن بیٹھے تھے۔ اس کے مرنے پر نہ تو کوئی اسکا رشتہ دار ایسا تھا جو ہر دلعزیز ہو اور نہ تخت و تاج کا کوئی مناسب وارث ہی تھا، چنانچہ اُس کی تمام میراث اُس کے سپہ سالاروں ہی کے ہاتھ لگی۔ روشنک حاملہ ضرور تھی، لیکن اگر اُس کے اولاد نرینہ بھی ہوئی تاہم اُس بچّے کی تخت نشینی تک ایک بڑا زمانہ گزر جائے گا، اور اس دوران میں انتظامات کا تعین کرنے کا بار سپہ سالاروں کے کندھوں پر پڑا۔ ان سپہ سالاروں کی کیفیت یہ تھی کہ پچھلی مہمّات میں لاثانی فتح حاصل ہونے کے باعث وہ اپنی قابلیت میں بہت کچھ مبالغہ کرنے لگے تھے اور اُن کیلئے ایک دوسرے کے ساتھ تعامل کرنا بالکل ناممکن ہوگیا تھا؛ دوسرے کسی کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ سکندر اس قدر جلد مر جائے گا، چنانچہ وہ خود بھی اس کام کی تکمیل کرنے کے لئے تیّار نہ تھے جسے اتمام کو پہنچانا اس درجہ ضروری تھا۔ بلاشبہ ابتداء میں تو ان میں سے کسی سلطنت کے ٹکڑے کرنے کا خیال بھی نہ ہوا ہوگا، لیکن جو چیز اس سے بھی زیادہ بعید از قیاس تھی وہ یہ کہ اُسے خود سکندر کے اُصول پر چلایا جائے۔ گو ان سپہ سالاروں میں سے بعض ضرور ایسے تھے جو مرنے والے بادشاہ کے اُصول کو خوب سمجھے ہوئے تھے، لیکن کوئی ایسا نہ تھا جس کا دوسروں پر اثر ہوتا۔ سکندر فاتح بھی تھا اور منتظم بھی؛ اب علاوہ چند مستثنیات کے فتح کا دروازہ تو بالکل بند ہوگیا، لیکن تنظیم کا سوال، جو ابھی آدھا ہی سلجھنے پایا تھا، وہاں کا وہیں رہنے دیا گیا، بلکہ اس کے برعکس ہر سپہ سالار کا فوری اور مخصوص مقصد یہ ہوگیا کہ خود اپنا حلقۂ اقتدار پیدا کرے اور اُسے خود اپنی تدبیروں کا آماجگاہ بنائے۔

لیکن جو مسئلہ فوری توجّہ کے قابل تھا اور جو ہر شخص کے پیش نظر تھا وہ یہی تھا کہ سلطنت کا کام کیسے انصرام کو پہنچے گا، اور اس

باب ا

بارے میں جو امور قرار پائے اُن کے نفاذ میں بے حد تعجیل سے کام لیا گیا۔ اعیانیت پسند سواروں کے ساتھ متفق ہو کر چھ سربرآوردہ سپہ سالاروں یعنی پردکاس، لیوناتوس، بطلیموس، لیسی ماخوس، فیثون اور ارسطونوؤس نے یہ طے کیا کہ اگر روشنک کے بیٹا پیدا ہوا تو اُس کی تولیت کے فرائض کو ایشیا میں پردکاس اور لیوناتوس، اور یورپ میں انتی پاتر اور کراتیروس ادا کریں گے، لیکن انھوں نے غالباً کسی فوری انتظام کی بابت اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا نہ تھا جو کسی دوسرے کی ماتحتی اختیار کرنا پسند کرتا، اور ہر ایک سمجھتا تھا کہ بالآخر اُسی کا اثر دوسروں کے اثرات پر فائق ہو جائے گا۔ پھر سوال یہ تھا کہ آیا مذکورۂ بالا تصفیہ آئندہ کے لئے کافی ہوگا؟ ممکن ہے کہ آئندہ سرے سے کوئی بادشاہ نہ ہو، اور ہو بھی تو کسی قسم کی متحدہ حکومت کے انتظام کا ذکر بھی نہیں تھا بلکہ اندازہ یہی تھا کہ اس کی بجائے سپہ سالاروں کی ایک اعیانی جماعت برسرِ اقتدار ہوگی اور یہ بھی ممکن تھا شائد خود سلطنت ہی کے حصے بخرے کر دئے جائیں۔ اس آخری طرزِ کار کی مخالفت مقدونوی پیدل جتھے نے کی جو نسبتاً کم تر اعیانیت پسند اور زیادہ تر ملوکیت پرست تھے، اور انکی خواہش تھی کہ خانوادۂ فیلقوس کا کوئی رکن فوراً تخت نشین ہو جائے۔ انکی نظر فی الحال سکندر کے ایک علاتی بھائی ارھیدائیوس پر پڑتی تھی جو نیم خبطی سا تھا اور جس نے سکندر کی تخت نشینی سے پہلے کی سیاسی گروہ بندیوں میں تھوڑا بہت حصہ لیا تھا۔ نیم خبطی ہی سہی لیکن ارھیدائیوس کے تخت پر بیٹھنے سے ایک طرح کا امکان تھا کہ تمام سلطنت متفق رہیگی۔ بہرحال ان مختلف النوع خیالات و دعاوی کی وجہ سے سکندر کی لاش پر ایک نہایت ہی بدنما جھگڑا پیدا ہو گیا۔ سپہ سالاروں نے ایک سربرآوردہ مقدونوی مسمی میلیاگروس کو جتھے سے بات چیت

3/.42 (4)

22522

باب

702

کرنے کے لئے بھیجا، لیکن وہ خود اُس کا ہمنوا بن گیا اور اگر یومنیس مفاہمت نہ کرا دیتا تو ایک شدید جنگ ہو جاتی۔ یومنیس سکندر کا وزیر رہ چکا تھا جس کی وجہ سے اُس کے ذہن میں توحدِ سلطنت کا خیال دوسروں کی بہ نسبت زیادہ تھا اور اپنے ساتھیوں کے برخلاف وہ خود کسی رتبے کا خواہاں نہیں تھا۔ بلاشبہ اس چالاک یونانی سے مقدونوی دل سے نفرت کرتے تھے، لیکن وہ وقتی طور پر اُس کی تحریک سے متّفق ہو گئے۔ جس قرارداد پر فریقین متّفق ہوئے اُس میں جتھے کی خواہشات کا لحاظ رکھا گیا چنانچہ ارھیدایوس فیلقوس کے خطاب سے سربرآرائے مسند شاہی ہو گیا اور پردکاس کو خلیارخ کی حیثیت سے اعلیٰ ترین سیاسی و فوجی اختیارات حاصل ہوئے۔ عوام کا خیال تھا کہ اپنے بسترِ مرگ پر سکندر نے اپنی مہر کی انگوٹھی اُسے دے کر انصرامِ سلطنت گویا اُس کے سپرد کر دیا ہے۔ چونکہ زمامِ حکومت اس طرح ایک شخصِ واحد کے قبضے میں آ گئی اس طرح یہ قرارداد فی الجملہ سپہ سالاروں کی تحریک سے بہتر تھی۔ نئے خلیارخ نے سب سے پہلے تو میلیاگروس کا کام تمام کیا اور اس کے بعد اپنے ساتھیوں کو نئے انتظام سے مطمئن کرنے کی کوشش کی[1] اس نے

---

[1] پیتادیوس کی ایک غلطی کی وجہ سے سکندر اصغر کو بھی ائے گوس کہتے تھے[2] دیکھو ڈرواسے سن ۲، ۱/۱۳۔

پردکاس نے سکندر کی یادداشتوں سے اُس کی تجاویز متعلق جنگ، مذہب و تمدّن کا اعلان کیا لیکن فوج نے اُسے منظور نہیں کیا۔ دیودورس[3] ۱۸، ۴۔

سکندر کی موت سے تھوڑے عرصے پہلے ارسطاطالیس نے اُسکے سیاسی خیالات پر اثر ڈالنے کی کوشش کی، اور نسن **Nissen** کا خیال ہے

पुस्तकालय
गुरुकुल कांगड़ी

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ("ارسطاطالیس کی سیاسی تحریریں" Die Staatsschriften des Aristoteles; Rhein. Mus. سنہ ۱۸۹۲ء ص ۱۶۱/۲۰۶) کہ یہ کتاب "ایتھنزی دولت عامہ" Athenaion politeia سے ظاہر ہوتا ہے جو سنہ ۳۲۳ ق م کے اوائل میں شائع ہوئی تھی۔ گمان کیا جاتا ہے کہ ارسطاطالیس کی خواہش تھی کہ سکندر یونانی "پولس" یا شہری مملکت کو ایک عظیم الشّان آزاد مملکت کا مرکز بنا دے۔

عہدوں اور صوبوں کی تقسیم:۔ ڈرواسے سن ۲، ۱، ۱۳ وغیرہ؛ رائیخے: "سکندر کی موت کے بعد واقعات بابل" Aem Reiche: De rebus post Al. Mortis Babyl. gestis سنہ ۱۸۸۷ء؛ بالخصوص سانتو: "صوبوں کی تقسیم سکندر کی وفات کے بعد" Szanto: Die Ueberlieferung der Satrapienviertel nach Al. Tode جریدہ اثاریات وغیرہ آسٹریا Arch.-epig. Mittheil aus Desterreich ۱۵، ۱۔ باوجودیکہ ہمارے پاس اس واقعے کے چھ بیانات دیودوروس، جسٹن، کرتیوس، آرین، دیکسی پوس اور اوروزیوس کے قلم سے موجود ہیں، تاہم بہت سے امور ایسے ہیں جن میں ابھی تک وضاحت کی ضرورت ہے، اور ان میں پردکاس کا خطاب "محافظ سلطنت" بھی شامل ہے۔ ڈرواسے سن (۲، ۱، ۲۳) کا خیال ہے کہ اُس کا خطاب "منتظم مطلق العنان" تھا اور یہ وہی خطاب ہے جو اُس کے جانشین انتی پاتر کو دیا گیا (دیودوروس ۱۸، ۳۹)۔ دیودوروس (۱۸، ۲) اسے "منتظم سلطنت" کہتا ہے، اور دیکسی پوس "سرپرستی سلطنت" اور "قیادت سلطنت" کراتیروس کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اس لقب کا صحیح مطلب ظاہر کرنے کے لئے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بطلیموس چہارم کی صغر سنی کے ایام میں اگاتھوکلیس اور سوسی بیوس، جو اُس کی جگہ مصر پر حکومت کرتے ہیں، انھیں پولی بیوس (۵، ۶۳) "قائمین سلطنت" کا لقب دیتا ہے۔ دیودوروس ۱۸، ۳ میں پردکاس کی طرف "سیادت کُلّی"

کی طرف ایک قسم کا اشارہ تھا) اپنی جگہ سلیوکوس کو خیلیارخی کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ منسوب کی جاتی ہے، جس سے وضاحت نہیں ہوتی۔ ان سب باتوں سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ نہ صرف لقب بلکہ پردکاس کے مناصب کا بھی پورے طور پر تعیّن نہیں ہوا تھا، اور یہ کیفیت حالات و واقعات کے بالکل مطابق تھی۔ واقعی بادشاہ بھی اپنے اقتدار کا مظاہرہ حتی الامکان اپنے افعال سے کرتے تھے اور یہی حالت اُن کے قائم مقاموں کی تھی۔ لیکن اس موقع پر ابہام کے دو اسباب تھے۔ اوّل تو ایسے عہدہ داروں کے اختیارات کا تعیّن کرنا مشکل تھا جن میں آپس میں اختلاف ہو اس لئے کہ یہ سب عہدہ دار ایک ایسے نظام کے تحت مقرر کئے گئے تھے جس کا نفاذ اب ہونے والا تھا؛ دوسرے فریقین میں سے کسی کی خواہش نہ تھی کہ ابھی فی الفور اختیارات و مناصب کا صحیح تعیّن ہو جائے۔ یہ بمنزلہ ایک عارضی صلح کے تھا جسے ہر شخص جلد از جلد موقع پاکر توڑنے کے لئے تیّار تھا، اور اسی لئے اہم ترین امور کو تاریکی میں رکھا گیا تھا، چنانچہ یہ بالکل ممکن تھا کہ مقدونوی لشکر کی سپہ سالاری کی بابت تنازعات پیدا ہو جائیں چونکہ اقتدارِ اعلیٰ کا دارومدار مقدونوی لشکر پر تھا، ہر ایک سپہ سالار، "ایپی ملی تیس" استراتےگوس یا صوبہ دار صرف اسی حد تک صاحبِ اقتدار تھا جس حد تک فوج اُس کے احکام کی تابع تھی۔ صورتِ حال تقریباً ویسی ہی تھی جیسی جرمانیوں کے ترکِ وطن کے زمانے میں۔

انتی گونوس کی حیثیت بہت اہم اس لئے تھی کہ وہ ایسے صوبے پر حکمران تھا جہاں پہنچ کر راستے پھٹتے تھے اور اندرونِ ایشیا کو جاتے تھے، اور اس طرح ایشیا اور مقدونیہ کے باہمی رسل و رسائل کی کنجی اُسی کے قبضے میں تھی۔ یہ طے پایا تھا کہ فیلقوس ارھیدایوس اپنی شادی پکسوداروس والیٔ کاریہ کی بیٹی سے کرے گا، لیکن پھر سکندر کی نگاہ اُس پر پڑ گئی، اور بالآخر اُس نے ایک ایرانی سے نکاح کر لیا؛ ڈروائے سن ۱، ۱، ۹۶-

باب ا عہدے پر فائز کیا جس کا جائزہ لیتے ہی موخّر الذّکر نے انتی پاتر کے بیٹے کاساندر کو اپنا شریک مقرر کیا۔ اسی طرح دوسرے سرداروں کو مختلف صوبے سپرد کر کے خوش کیا گیا، اور وہ نہ صرف پہلے کی بہ نسبت زیادہ آزاد ہو گئے بلکہ کم از کم فی الوقت پردکاس ان کا سدراہ بھی نہیں رہا۔ بطلیموس نے مصر مانگا اور یہ صوبہ اُسے مل گیا۔ اُس نے پردکاس کی تحریک تقسیم صوبہ جات کی اسی لئے تائید کی تھی کہ یہ صوبہ جس کا انتظام نسبتہً آسان تھا، اُسے مل جائے۔ وہ اپنے اکثر ساتھیوں سے زیادہ عقلمند تھا، چنانچہ اُس نے کبھی تمام سلطنت یا اُس کے بیشتر حصّے پر دانت نہیں جمائے۔ اسی طرح شام پر لاؤمیدون، کلیکیہ پر فلوتاس، افریقیۂ عظمیٰ پر انتی گونوس (جو اس حصّے پر پہلے ہی سے قابض تھا)، ہیلیس پونتی افروجیہ پر لیوناتوس، تھریس پر لیزی ماخوس، اور کاپادوسیہ و پفلاگونیہ پر یومنیس (جو پردِکاس کے ساتھیوں میں سے تھا) فائز ہوئے۔ ابھی تک مُلک کاپادوسیہ وہاں کے ملکی حکمران آریاراتھیس ہی کے قبضے میں تھا، اور سلطنت میں اُس کا الحاق کرنا ابھی باقی تھا۔ مقدونیہ خاص انتی پاتر کو دیا گیا، نیز یونان کی نگرانی کا کام بھی سپرد کیا گیا اور کراتیروس کو "محافظ سلطنت" کا خطاب دیا گیا۔ سلطنت کا مشرقی حصّہ پہلے کی طرح پرانے صوبہ داروں ہی کے متعلق رہا۔ سکندر کی موت پر جو کچھ لشکر میدان میں تھا وہ سب پردکاس کی اعلیٰ ترین کمان میں دے دیا گیا، لیکن ساتھ ہی مختلف مقدونوی سپہ سالاروں کو بھی فوجی دستے حوالے کئے گئے، اور وہ

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ عہدوں کی تقسیم کے لئے دیکھو نیز ے ا، ۱۹۵/۱۹۹ نوآبادیوں کے قیام اور بت خانوں کی تعمیر کا خیال سکندر کے دل میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن اب اسے برآئندہ کر دیا گیا؛ (دیکھو ڈرواسے سن، ۱۹۸)۔

اس قدر تعداد میں کہ شائد خود سکندر اس کا روادار نہ ہوتا۔ ان دستوں کے قیام کی وجہ سے وہ قدیم ایرانی صوبہ داروں کے مماثل ہو گئے، لیکن اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو توحّد کے اُصول سے گریز اس سے بھی زائد تھا اس لئے کہ یہ صوبہ دار مقدونوی تھے جو مقدونوی سپاہیوں کی گویا افسری کرتے تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ مقدونوی لشکر کی کمیان کی تقسیم گویا سلطنت ہی کی تقسیم کا پیش خیمہ تھا، اور اس میں کسی قسم کا توحّد قائم کرنے سے پہلے ضرورت اس بات کی تھی کہ نئے صوبہ داروں کے اختیارات میں کمی کی جائے۔

اسی دوران میں روشنک کے بطن سے (جس نے اس سے پہلے سکندر کی دوسری بیوی یعنی دارا کی بیٹی استاتیرہ کو جان سے مروا ڈالا تھا) ایک فرزند تولد ہوا جس کی بادشاہی کا فوراً اعلان کر دیا گیا، اور جسے سکندر کے نام سے شاہ فیلقوس کے بازو میں جگہ ملی۔ یہ بالکل بیّن تھا کہ ایک نیم خبطی اور ایک شیر خوار بچّہ ایسی سلطنت پر کسی طرح حکومت نہیں کر سکتے تھے جس میں سیکڑوں مختلف عناصر پائے جاتے ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سکندر کے جنازے کے آخری رسوم میں ان ہی سب واقعات کے باعث سخت تعویق ہوئی تھی۔

سکندر کی وفات سے یونانیوں کو موقع ہاتھ آیا اور اُنھوں نے مشرق اور مغرب دونوں میں بغاوت کر دی۔ سب سے پہلے تو مشرق میں اُن بیس ہزار پیدل سپاہ نے، جسے سکندر نے جیحون و سیحون کے کنارے پر آباد کیا تھا، علم بلند کر دیا اور مغرب کی طرف اپنے وطن مالوف کی طرف چل دئے۔ اس پر پردکاس نے اُن کے مقابلے کے لئے فیثون کو روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ اُن میں سے ہر ایک متنفّس کو قتل کر دے۔ اس نے باغیوں کو

شکست تو دے دی لیکن اُن کے قتل عام سے باز آیا۔ تاہم اسی اثناء میں جب وہ اُن کی جان بچانے والا ہی تھا، مقدونوی سپاہی اُن پر ٹوٹ پڑے اور ان میں سے ایک ایک کو قتل کر ڈالا تاکہ مال غنیمت پر حسب دلخواہ قبضہ ہو سکے ؎

اس سے بھی زیادہ خطرناک خود دیار یونان میں یونانیوں کی بغاوت تھی، جس میں ایتھنز اور ایتولیہ نے بہترین عناصر کی سرکردگی کی۔ سکندر کے حکم سے جو جلاوطن شہری واپس آئے تھے اُنکی واپسی کی وجہ سے انھیں دو مملکتوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچتا تھا، اور یہی دو ایسی تھیں جنھیں آزادی کا احساس نسبتہً زیادہ تھا، گو اس احساس کے اسباب جداگانہ تھے۔ ایتھنز تو اس لئے آزادی کا دلدادہ تھا کہ ابھی تک اُسے اپنی پرانی عظمت کی یاد تازہ تھی اور وہی یونان میں سب سے زیادہ متمدن مملکت گنی جاتی تھی، اور ایتولی ابھی تک نیم بربری تھے، چنانچہ وہ کسی کا دست نگر رہنا پسند نہیں کرتے تھے۔ الغرض سکندر کی موت کے بعد یونانیوں کی عام حالت کچھ ایسی مایوس کن نہیں تھی، اور ایتھنز کے پاس جو وسائل جنگی تھے وہ پچھلے چند سال سے کہیں بہتر تھے۔ ایک ایتھنزی مسمی لیوس تھنیس یونانی اجیر سپاہیوں کے ایک بڑے لشکر کو ایشیا سے یورپ لایا اور راستے میں اُسے راس تینے نا روم لے گیا جو اس قسم کے جانبازوں کا ہمیشہ سے آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ یہاں پہنچ کر اُس نے اپنی خدمات اپنے وطن مالوف کے سامنے مقدونیہ کے خلاف فوج کشی کے لئے پیش کیں۔ اُدھر ایتھنز ہارپالوس کے پسماندہ روپے کے ذریعے سے، جس کی واپسی کا

؎ باھتز میں یونانیوں کی بغاوت؛ ڈروائے سن ۲، ۱، ۲ھ؛ نیز ے، ۱، ۱۹۹، ۲۰۰۔

باب ۱

ابھی تک کوئی سوال نہیں اُٹھایا گیا تھا، اجیر سپاہی بآسانی مہیا کر سکتا تھا، گو اس رقم کی مقدار کچھ ایسی زیادہ نہ تھی ۔ الغرض آٹھ ہزار تجربہ کار سپاہی فوج میں بھرتی ہو گئے جنھیں لیوس تھنیس ایتولیہ ہو کر لے گیا ۔ ایتولیہ میں اُسے سات ہزار اور مل گئے اور اب متحدہ افواج نے مقدونیہ کے خلاف تھرموپلی کا رُخ کیا ۔

اس کے علاوہ ایتھنزیوں نے تمام یونانیوں کو دعوت دی کہ وہ مسلح ہو کر آزادی کے علم کے نیچے جمع ہوں ۔ ابتدا میں تو بہت سے شمالی یونانیوں نے اس کے جواب میں لبیک کہا ۔ چونکہ انتی پاتر کے لشکر کی تعداد صرف پندرہ ہزار تھی اس لئے یونانیوں کو کامیابی کی تھوڑی بہت امید تھی، اور یہی وجہ تھی کہ اس جنگ کو "جنگ یونان" کہنا کچھ ایسا نامناسب نہیں تھا ۔ انتی پاتر کو امید تھی کہ اُسے کراتیروس کی پوری مدد ملے گی، لیکن موخر الذکر ابھی تک ایشیا ہی میں تھا (جلد ۳، باب ۲۶) ۔ انتی پاتر کی قوت کا تمام و کمال دارومدار اُس کے بڑے اور وافر خزانہ و وسائل پر تھا، بہرحال ابتدا میں تو سب باتیں حسب دلخواہ طے پائیں ۔ بیوتی مقدونیہ کے ہمنوا تھے، چنانچہ اُنھوں نے ساڑھے پانچ ہزار شہریوں اور دو ہزار اجیر سپاہیوں کی فوج کو لے کر اُن کی مدد سے ایتھنزیوں کو شمال کی طرف پیشقدمی کرنے سے روک دیا ۔ لیکن لیوس تھنیس فوراً تھرموپلی سے نکل کر اُن پر ٹوٹ پڑا اور انھیں پلاٹیہ کے میدان میں شکست دے دی ۔ اس کے بعد تھرموپلی کے درے پر انتی پاتر کی مختصر فوج کو تھسالوی سواروں کی دغا کی وجہ سے ایتھنزیوں کے ہاتھوں پھر شکست پہنچی اور انتی پاتر کو قلعۂ لامیہ میں، جو سپرخیوس کی وادی میں واقع تھا، پناہ گزین ہونا پڑا ۔ اُس نے اس قلعے کی نہایت ہی قابلیت کے ساتھ حفاظت کی اور ابتداء میں اپنے حریفوں کو شمال کی طرف بڑھنے سے روک دیا ۔ اسوقت

تک یونانیوں کو ہر جگہ کامیابی ہی کامیابی ہوئی تھی، اور اب اُنھیں یہ خیال پیدا ہوا کہ اپنے اُن ہموطنوں کو بھی بغاوت میں شمول کی ترغیب دی جائے جنھوں نے اس وقت تک اس تحریک میں کوئی حصہ نہیں لیا ہے۔ اوّل تو ایتھنزی سفیروں نے کوشش کی کہ پیلوپونیزی ان کے ساتھ مل جائیں، اور جلا وطن دیموس تھنیس کی تائید سے اُنھیں اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی۔ لیکن پیلوپونیزیوں نے زبانی جمع خرچ کے علاوہ عملاً کچھ نہیں کیا، اور جنگ خیرونیہ کی طرح اُنھوں نے اپنی شکل بھی نہیں دکھائی۔ شائد اس کی وجہ یہ تھی کہ آکرو کورنتھوس کا مقدونوی دستہ اُنھیں ایک خوفناک سدِّ راہ معلوم ہوتا تھا۔ لیوس تھنیس نے متواتر چھاپوں کے ذریعے سے لامیہ پر قبضہ کرنا چاہا، لیکن نہ صرف اُسے کامیابی ہی حاصل نہیں ہوئی بلکہ وہ خود بھی میدان کارزار میں کام آیا۔ اس کے بعد بجائے اس کے کہ ایتھنزی فوکیون کو، جو واقعاً اس عہدے کے لئے مناسب ترین شخص تھا، اُس کا جانشین مقرر کرتے، اُنھوں نے ایک دوسرے شہری مسمّی انتی فلیوس کو سپہ سالار مقرر کیا اور ساتھ ہی دیموس تھنیس کو بھی جلا وطنی سے واپس بُلا لیا۔ جس وقت یہ خطاب ساحل ایتھنز پر اُترا ہے تو اسے نہایت ہی جوش و خروش سے خوش آمدید کیا گیا، اور چونکہ ابھی تک اُس کا جرمانہ ادا نہیں ہوا تھا اس لئے قرار پایا کہ زیوس سوتر کی قربان گاہ کی تزئین پر جو روپیہ خرچ ہوا ہے وہ اسی کے متعلق قرار دیا جائے۔ لیکن اس کے بعد یونانیوں کو جنگ میں کامیابی نہیں ہوئی۔ انتی پاتر نے پروکاس کی ہدایت کے بموجب کاپادوسیہ یومنیس کے لئے فتح کرنے کے بجائے لامیہ پر حربہ کرنا مناسب سمجھا، اور اب اُس کی مدد کے لئے لیوناتوس بھی آگیا۔ لیکن وہ پہلے ہی حملے میں

باب ۱

مقتول ہوا۔ اب انتی پاتر نے فوراً ہی اُس کے سپاہیوں کو اپنی ماتحتی میں لے لیا، اور اپنی قوّت میں اس جدید اضافے کی وجہ سے وہ خیال کرنے لگا کہ وہ لامیہ کے محاصرے اور تھسلی و مقدونیہ کے میدانوں دونوں کے لئے تیّار ہے۔ اب کراتیروس بھی انتی پاتر کے کیمپ میں آگیا، چنانچہ متّحدہ افواج کی تعداد دشمن کے لشکر سے بڑھ گئی، اور یہ سب مل کر کرانون کے مقام پر یونانیوں پر ٹوٹ پڑے۔ اس لڑائی میں یونانیوں کے طرفدار تھسالوی سوارے نے مقدونوی سوارے کو شکست دی، لیکن آخرکار مقدونوی حصے نے یونانیوں کو نیچا دکھا دیا (سنہ ۳۲۲ ق م)۔ اس میں شبہ نہیں کہ یونانیوں کے لئے یہ ایک بڑی روک تھی۔ لیکن اس کا بدل ناممکن نہیں تھا، اور یونانیوں کی مایوسی کی اب بھی کوئی وجہ نہیں تھی۔ لیکن اُنھوں نے یہی مناسب سمجھا کہ فریق ثانی سے صلح کے لئے گفت و شنود کی ابتدا کریں، اور جب انتی پاتر نے کمال ہوشیاری سے یہ اعلان کیا کہ وہ یونانیوں کی کسی لیگ کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ اس کی بجائے وہ ہر یونانی ریاست سے فرداً فرداً گفتگو کرنے کے لئے تیّار ہے، تو لیگ کا خاتمہ کر دیا گیا اور مختلف دستوں نے اپنے اپنے گھر کی راہ لی۔ الغرض تھسلی کا مقدونیہ میں الحاق کر دیا گیا، اور ایتھنز نے بھی دوسری ریاستوں کی طرح علیحدہ گفتگو شروع کر دی۔

اسی دوران میں مقدونوی بیڑے نے دریائے اخے لاؤس کے دہانے پر ایخی نادائے کے قریب شکست دی اور رھامنوس آکر لنگر ڈال دیا جس کی وجہ سے ایتھنزی اور بھی زیادہ خوف زدہ ہو گئے۔ الغرض ایتھنزیوں نے فوکیون کو سفارت پر روانہ کیا، اور دوسری سفارت میں اکادمی کے صدر زینوکراتیس ساکن خالکدون نے بھی، جس کی عزّت مقدونوی بھی

کرتے تھے، حصہ لیا۔ انتی پاتر کی شرائط نہایت سخت تھیں، یعنی یہ کہ ایتھنز، مقدونیہ کے مخالف فریق کے رہبروں کو مقدونیہ کے حوالے کر دیں اور اپنے دستور میں مقدونیہ کی مرضی کے مطابق تبدیلیاں کر دیں۔ آخر کار ایتھنز کو ہتھیار ڈال دینے پڑے، لیکن جن مدبّروں کو انتی پاتر نے طلب کیا تھا وہ سب کے سب فرار ہو گئے۔ ستمبر ۳۲۲؁ ق م میں مقدونوی سفیروں نے مونی خیہ کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ خود ایتھنزیوں نے فرار شدہ شہریوں کو سزائے موت کا مستحق قرار دیا، اور انتی پاتر نے ان کی تجویز کی تعمیل کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔ ان میں سے بعض (مثلاً ہی پیریدیس) ائی گینا کے حرم ایاکوس میں گرفتار ہوئے اور انکا بمقام کلیونائے کام تمام کر دیا گیا۔ ڈیموس تھنیس کالوریہ بھاگ گیا، جہاں اُس کا تعاقب ایک ایکٹر آرخیاس ساکن تھوری نے کیا جو انتی پاتر کا معتمد علیہ تھا، اور اُس نے دھمکیاں دے کر اور وعدہ وعید کر کے یہ سمجھایا کہ مناسب یہی ہے کہ وہ اس کے ساتھ چلے۔ ڈیموس تھنیس نے اوّل تو اُسے اُس کے کمال کے بیکار ضائع جانے کے طعنے دئے اور پھر آخر الامر زہر کھا کر خودکشی کر لی۔ الغرض اس طرح اُن لوگوں کو چُن چُن کر، جنھوں نے آزادی کے احساس کو زندہ رکھا تھا، راستے میں سے ہٹا دیا گیا، اور مقدونیہ کی مخالفت کا جذبہ بالکلّیہ مردہ کر دیا گیا۔ اب جبکہ نہ فیلقوس باقی تھا نہ سکندر، جو تہذیب و تمدّن کی نشر و اشاعت کرتے، یہی لوگ ایک نہایت قابل تعریف کام انجام دے رہے تھے۔ انتی پاتر نے دستور ایتھنز میں یہ تبدیلیاں کرنی چاہئیں کہ حقوق شہریت آئندہ صرف اُنھیں ایتھنزیوں کو حاصل رہیں جو بیس مینائے یعنی دو ہزار درہم کی جائداد پر قابض ہوں، اور اس تبدیلی کو دستور ایتھنز کے احیاء کا لقب دیا گیا۔ ان لوگوں میں سے، جن کے حقوق سلب

کئے گئے تھے، بہت سے تھریس چلے گئے۔ اپنے خارجی مقبوضات میں سے ایتھنز کو اوروپوس، امبروس اور ساموس چھوڑ دینے پڑے، اور اُن کے حقدار مالکوں نے آکر اُن پر قبضہ کرلیا۔ ایتھنز خود لیمنوس پر برابر قابض رہا۔ الغرض یونانیوں کی فن حرب میں وہ مہارت کام نہیں آئی جو انھیں سنین ماضیہ میں حاصل ہوگئی تھی اور ہمارے نزدیک اس ناکامی کا اصلی باعث فوجی ناقابلیت نہیں بلکہ سیاسی نااہلیت تھی۔ اُن کے اتحاد و اتفاق کا طمطراق ایک واحد حملے کی تاب بھی نہ لاسکا تھا اور مقدونیہ کے قابل ترین دشمن راستے میں سے ہٹا دئے گئے تھے۔ انتی پاتر کو یہ خیال ضرور ہوا ہوگا کہ اگر میرے ممتاز مخالفوں کا خاتمہ کردیا گیا تو میں محفوظ و مامون ہو جاؤں گا، چنانچہ اب فاتحوں نے اپنے اتحاد کو باہمی مناکحت و ازدواج کے ذریعے سے مستحکم کرلیا یعنی کراتیروس نے انتی پاتر کی لڑکی فیلہ سے شادی کرلی۔[۳۹]

---

[۳۹] جنگ لامیہ؛ ڈرواۓسن، ۲، ۱، ۹۴ وغیرہ؛ کرافٹ Krafft. پاؤلی کی محیط المحیط جلد ۴، ۲۴۷ تا ۴۷ میں؛ شیفر: "جنگ لامیہ Schaeffer; Der lamische Krieg" گیسن، سنہ ۱۸۸۶ء۔ نیز دیکھو ہرمان: "مملکت قدیمہ" اشاعت ٹومزر Thumser } ۱۳۴؛ شیفر: "دیموس تھنیس"، ۳، ۳۵۱/۳۹۶۔

ایتھنزیوں کا خود دارانہ حکم، جس کی اہمیت کا ڈرواۓسن بھی اندازہ کرتا ہے؛ دیودوروس ۱۸، ۱۰۔ نیز مقابلہ کرو "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" C. I. Att. جلد ۲، ۱۸۴۔

لیوس تھنیس ایتھنزی تھا؛ دیودوروس ۱۸، ۹۔ اب سے کچھ مدت پہلے عام خیال یہ تھا کہ یہ وہی لیوس تھنیس ہے جو فن خطابت اور فن سپہ سالاری میں ممتاز تھا اور جو سنہ ۳۶۱ ق م میں مقدونیہ بھاگ گیا تھا (شیفر: "دیموس تھنیس" ۱، ۱۳۳)، لیکن اب اس خیال کا کوئی پیرو نہیں رہا، اور یہاں ہمیں یہ بھی یاد

ایتولیہ والوں نے ابھی تک اطاعت قبول نہیں کی تھی؛ چنانچہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ رکھنا چاہیئے کہ ۳۶۱؁ ق م کا سپہ سالار شائد اب ۳۲۲؁ ق م میں اتنا بڈھا ہوتا کہ وہ جنگ لامیہ میں کوئی ممتاز حصّہ بمشکل لے سکتا؛ دیکھو شیفر: ”دیموس تھنیس“ ۳، ۳۷۵۔ لیکن اس میں بھی شبہہ نہیں کہ فوکیون بھی ۴۰۲؁ ق م کے قریب ہی پیدا ہوا تھا اور ۳۲۲؁ میں وہ بہت معمر تھا؛ تاہم لیوس تھنیس کے بعد فوکیون اُس کا جانشین مقرر ہوا؛ چنانچہ ممکن ہے کہ ۳۲۲؁ ق م والا لیوس تھنیس وہی ہو جس کا ذکر ۳۶۱؁ ق م میں پڑھنے میں آتا ہے۔

ہی پریوس کا خطبہ جو اُس نے لیوس تھنیس اور اس کے ساتھیوں کے جنازے پر پڑھا تھا؛ شیفر: ”دیموس تھنیس“ ۳، ۳۷۵۔

دیموس تھنیس کی وفات؛ شیفر: ”دیموس تھنیس“ ۳، ۳۹۴۔ وہ ۱۶ مِیانیپسیون، اولمپیاد ۱۱۴، ۳ یعنی ۱۲؍ اکتوبر ۳۲۲؁ ق م کو مرا۔ اُس نے اپنے طویل سیاسی زندگی میں فیلقوس کی جس شدّت کے ساتھ مخالفت کی اس کی وجہ سے ایتھنز اور اُس کے حلیفوں کی عزّت ہمعصروں اور زمانۂ مابعد کے موّرخوں کے دل میں پیدا ہو گئی، چنانچہ اُس کا وطن اس کے ساتھ جو کچھ نہ کرتا تھوڑا تھا، گو یہ بھی ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض مرتبہ وہ نہایت لغو کارروائیاں کر کے اپنے شہر کو بدنام کرنے میں بھی کسر نہیں چھوڑتا تھا۔ لیکن ہمارے نزدیک اُس کی مقدونیہ کی آخری مخالفت ہر آئین تعریف کے قابل ہے۔ انتی پاتر کے ساتھ جنگ، وہ انتی پاتر جس کا مقصد بالکلیہ وہی تھا جو دیموس تھنیس بالکل غلط فیلقوس کے ساتھ منسوب کیا کرتا تھا، یعنی ایتھنز کی تسخیر، یہ جنگ نہ صرف انصاف کے مطابق اور مدح سرائی کے قابل تھی بلکہ اس جنگ میں کامیابی کی بھی امید تھی؛ اور اس جنگ میں دیموس تھنیس نے جو بھی کوششیں کیں اُن سے اُس کی زندگی کا اختتام نہایت قابل تعریف انداز سے ہوا۔ بڑے بڑے سیاست دانوں،

اب اُن کی باری آئی؛ لیکن ایشیائی معاملات اور سپہ سالاروں کے مابین سیادت کے مسئلے کے الجھاؤ نے ہر شخص کی توجہ مبذول کرلی تھی، ذی اقتدار لوگوں کے درمیان جو جھگڑے خفتہ تھے وہ اب بیدار ہوگئے۔ پردکاس چاہتا تھا کہ سلطنت کی وحدت کے اُصول پر زور دے جس کا وہ گویا قایم مقام تھا، لیکن اُس کے دوسرے ساتھی اسے پسند نہیں کرتے تھے، چنانچہ اُس کے اور اُن صوبہ داروں کے مابین اختلافات پیدا ہوگئے جنھوں نے اپنے اپنے صوبوں میں تقریباً آزاد حکومت قائم کرلی تھی اور محافظ سلطنت کے لئے صِرف عام نگرانی کا شعبہ چھوڑ دیا تھا۔ اپنی خودمختاری میں سب سے زیادہ غلو انتی گونوس والیٔ افروجیہ اور بطلیموس والیٔ مصر کو تھا۔ ان میں سے اوّل الذکر نے کاپادوسیہ کو فتح کرنے کے لئے فوج مہیّا کرنے سے قطعاً انکار کردیا، چنانچہ یومنیس پہلے سے بھی زیادہ پردکاس کا دوست اور ہمنوا بن گیا اور اُس نے پردکاس کو بہت سی ایسی باتیں بتائیں جو لیوناتوس نے اُسے راز میں بتائی تھیں۔ اب انتی پاتر کو معلوم ہوا کہ لیوناتوس صِرف اسی لئے یورپ نہیں گیا تھا کہ انتی پاتر نے اس سے مدد چاہی تھی بلکہ واقعہ یہ تھا کہ سکندر والیٔ اپیائروس کی بیوہ یعنی سکندر اعظم کی بہن کلیوپاترا نے (جو سیاسیات میں حصّہ لینے کی دل سے خواہاں تھی) اُسے شادی کا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ جیسے اوکونل، گلیڈسٹن اور دیموس تھنیس کے انفرادی افعال ہمیشہ اعلیٰ ترین نہیں ہوتے، اور جب کبھی وہ اپنے معیار سے گرجائیں تو ہمیں انکی تخریب کا پورا پورا حق حاصل ہے؛ لیکن دیموس تھنیس جیسا شخص اپنی زندگی کا خاتمہ ایسے انداز سے کرتا ہے جو اُسکے تمام پیشتر و افعال کے مطابق ہے، توپھر ہم اُسکی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اُس نے ایک اعلیٰ مطمح نظر کی قربان گاہ پر اپنے آپ کو چڑھادیا۔

باب ۱

پیام بھیجا تھا۔ یہ وہ باتیں تھیں جو لیوناتاس نے کاپادوسیہ کی فتح میں مدد نہ دینے کے عذر کے طور پر یومنیس کو راز میں بتائی تھیں۔ اس کے بعد بجائے اس کے کہ لیوناتوس یومنیس کی براہ راست یا بالواسطہ مدد کرتا، وہ تھوڑے سے سپاہی اور بہت سا روپیہ لے کر پردکاس کے پاس بھاگ گیا، اور اُس نے واقعات کا صحیح اندازہ کرکے یہ فرض کرلیا کہ اگر پردکاس کو کلیوپاترا اور لیوناتوس کے راز و نیاز کا علم ہوگیا تو اُسے بہت کچھ مدد مل سکے گی اس لئے کہ جو شخص بھی کلیوپاترا کا شوہر ہوگا اُس کی اہمیت میں معتدبہ اضافہ ہوجائے گا۔ بہرحال پردکاس یہ قصہ سُن کر یومنیس کا دل سے ممنون ہوگیا اور اس کے بعد ہر بات میں اُس کی رائے لینے لگا۔ اس اتحاد کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں نے مل کر اریارتھیس شاہ کلیکیہ کو مغلوب کرلیا جس کے بعد (۳۲۲ء ق م میں) یومنیس پردکاس کے ساتھ کلیکیہ میں رہ پڑا۔ لیوناتوس کی موت کے بعد پردکاس نے انتی گونوس کو مقدونیوں کی عدالت کے سامنے حاضر ہونے کا حکم دیا (جس سے مُراد دراصل خود پردکاس کی فوج کے سامنے انتی گونوس کی حاضری سے تھی) تاکہ وہ اپنی حرکات کا جواب دے؛ ساتھ ہی افروجیہ کا راستہ صاف کرنے کی غرض سے اُس نے لارانده اور ازاورا کے شہروں پر قبضہ کرلیا جو اُس وقت تک آزاد تھے۔ اس کے بعد وہ اس سے بھی زیادہ پیچیدہ امور طے کرنے کے لئے تیار ہوا جس کی وجہ سے مقدونیوں کے مابین تنازعات پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئے۔

اس وقت تک جملہ امور کا دار و مدار سپہ سالاروں ہی پر تھا، جو ہمیشہ ایک دوسرے سے پرخاش رکھتے تھے اور کسی دوسرے نواح سے ان میں سے کسی کو مدد نہیں ملی تھی لیکن

اب خاندان شاہی میدان سیاسیات پر دوبارہ نمودار ہوتا ہے۔ باب
واقعہ یہ ہے کہ اگر اس خاندان کے افراد اب بھی خاموش رہتے تو یہ یقیناً نہایت تحیر آفریں ہوتا۔ اس طرف پہلا قدم کلیوپاترا نے اُس وقت بڑھایا جب اُس نے لیوناتوس کو شادی کا پیام دیا، اور اس میں شبہہ نہیں کہ اولمپیاس نے بھی اس طرف ضرور اشارہ کیا ہوگا۔ لیوناتوس کی موت کے بعد یہ بوڑھی ملکہ میدان سیاسیات میں علی الاعلان نمودار ہوتی ہے اور اب کلیوپاترا کو پردکاس کے سامنے پیش کرتی ہے۔ اس سے ذرا پہلے پردکاس نے انتی پاترا کی بیٹی نقیہ کے ساتھ شادی کی تھی، لیکن ظاہر ہے کہ یہ دوسرے نکاح کے منافی نہیں ہو سکتی تھی اور اولمپیاس پردکاس کے فائدے ہی کو ملحوظ رکھنے پر مجبور تھی۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ اس مسئلے کو طے کرے، اُسے ایک اور اشکال کا سدباب کرنا ضروری تھا۔ خاندان شاہی کی بیگمات میں اولمپیاس اور کلیوپاترا سے زیادہ کوئی حوصلہ مند نہ تھی۔ فیلقوس کی بیٹی سی نانہ جو ایمن تاس کی بیوی تھی اور جو موخر الذکر کے باپ پردکاس کی موت کے بعد ۳۵۹ ق م میں دعویدار تخت و تاج ہو سکتی تھی، اپنی بیٹی یوریدیس کا فیلقوس ارحیدایوس کے ساتھ نکاح کر کے اُسے ملکۂ مقدونیہ بنانا چاہتی تھی، اور اگر اُس کی چال چل جاتی تو اس کا رتبہ اولمپیاس کی بیٹی سے پردکاس کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد بھی بڑھا ہوا ہوتا۔ ظاہر ہے کہ پردکاس اس مناکحت کے خلاف تھا، اس لئے کہ فیلقوس جیسے نیم خبطی بادشاہ کا ایک چالاک عورت کے ساتھ شادی کرنا خالی از خطرہ نہ تھا۔ الغرض جب سینانہ یوریدیس کو لے کر فوج سمیت تھریس میں ہو کر ایشیا آئی تو پردکاس نے اپنے بھائی الکتاس سے اس پر حملہ کرا دیا اور اُس نے سینانہ کے ٹکڑے اڑا دئے۔ لیکن اس کی کامیابی کا

باب۱ اس جگہ خاتمہ ہوگیا، اور اُس کے سپاہیوں نے اُسے مجبور کیا کہ وہ یوریدیس اور بادشاہ کی مناکحت میں مانع نہ ہو۔ بہر حال اسکے بعد اُس نے خود بھی اپنے نکاح کا معاملہ آگے بڑھایا اور فوراً کلیوپاترا سے نکاح کرلیا جو اُس وقت سارڈس میں مقیم تھی۔ اُس کی دوسری منکوحہ یعنی انتی پاتر کی بیٹی اب اپنے مائکے چلی گئی۔

ان سب واقعات نے مقدونیوں کے باہمی تنازعات میں اور بھی اضافہ کردیا۔ سپہ سالاروں کے جھگڑوں کی شدّت خاندان شاہی کے جھگڑوں کی وجہ سے بڑھ گئی، اور اگر بالفرض اوّل الذکر میں کمی بھی ہوگئی ہوتی تو ثانی الذکر انھیں المضاعف کرنے کے لئے بالکل کافی تھے۔ خاندان شاہی میں اولمپیاس اور یوریدکیس، جو دو مختلف شاخوں کی قائم مقام تھیں، ایک دوسری کی نہایت سختی کے ساتھ مدّمقابل بنی ہوئی تھیں۔ سپہ سالاروں میں پردکاس یومنیس کے علاوہ سب ہی کا مخالف تھا۔ اب پردکاس نے اولمپیاس کے ساتھ رشتہ پیدا کرلیا، اور یوریدیس ارھی دایوس کی بیوی بن گئی۔ ابتداء میں تو ان باتوں کی وجہ سے پردکاس کی حیثیت میں، جس نے سینانہ کو نوک شمشیر سے علیحدہ کردیا تھا، اس قدر اضافہ ہوگیا کہ انتی گونوس اکھاڑے سے نکل آیا اور اولمپیاس کے مخالف انتی پاتر کے پاس بھاگ گیا۔ انکا دوسرا نتیجہ یہ ہوا کہ پردکاس کو اپنی کامیابی کا پہلے سے زیادہ یقین ہوگیا، اور وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ جس طرح اُس نے اپنے ایک مدّمقابل کا خاتمہ کردیا تھا اسی طرح وہ اپنے دوسرے حریف کو بھی انجام کو پہنچائے گا۔ بطلیموس، صوبہ دار مصر، اتنا ذی اقتدار ہوگیا تھا کہ اُس نے سرنہ تک کو محض اپنے قوّت بازو سے فتح کرلیا تھا، چنانچہ اُس کی سرکوبی بھی لازم تھی۔ لیکن چونکہ عقلمند بطلیموس نے انتی گونوس سے بھی کم شکایت کا موقع دیا تھا

باب ۱

اس لئے اُس پر فوج کشی کرنے کا بہانہ ڈھونڈھنا نہایت دشوار تھا، اور پردکاس کو اپنے دل سے ایک شکایت ایجاد کرنی پڑی۔ اگر وہ بطلیموس پر حملہ کرنے اور اُس کا خاتمہ کرنے پر تُلا نہ بیٹھا ہوتا تو یہ اُس کی عقل و فراست پر ایک طرح کا دھبّہ ہوتا۔ اس بات کا باتفاق رائے تصفیہ ہو چکا تھا کہ سکندر کی لاش کو زیوس عمون کے نخلستان میں دفن کیا جائے، جو بطلیموس کے صوبے میں واقع تھا، اور اب بطلیموس نے اس معاملے کو اتنا آگے بڑھایا کہ آخر کار لاش مصر میں آ ہی گئی۔ اس پر پردکاس کہنے لگا کہ اسطرح بطلیموس کو اپنے دوسرے ساتھیوں پر تفوق حاصل ہو گیا ہے، اس لئے کہ وہ مُلک جس میں سکندر مدفون ہو، اور اُس کا صوبہ دار، دونوں کی حیثیت تمام دوسرے ملکوں اور صوبہ داروں سے زیادہ ہو جائے گی اور یہ ظاہر کیا کہ فوج بھی اُسی کی ہمرائے ہے۔ ساتھ ہی اُس نے بطلیموس کے خلاف دوسری شکایات کا اعلان بھی کیا اور بالآخر رسمی طور پر فوج کے سامنے استغاثہ دائر کیا۔ ممکن ہے کہ اس کا خیال ہو کہ بطلیموس اس استغاثے کے جواب میں حاضر نہ آئے اور اس طرح اپنی مشکلات میں اضافہ کر دے، لیکن اس توقع کے خلاف بطلیموس آیا اور اُس کا جواب سُن کر فوج نے اُسے قطعاً بے گناہ قرار دیا۔ اس پر پردکاس نے از راہ حماقت یہ خیال کیا کہ اسی فوج کو لے کر مصر فتح کر لینا مشکل نہیں، چنانچہ ایشیائے کوچک یومنیس کے سپرد کر کے وہ خود دریائے نیل کی طرف بڑھ گیا۔ اس سے ایک عجیب و غریب کیفیت پیدا ہوئی، یعنی یہ کہ یومنیس نے تو اپنا کام بحسن و خوبی انجام دیا لیکن پردکاس کو ناکامی ہوئی اور آخر کار خود اپنے ساتھیوں کے ہاتھوں مقتول ہوا۔[۵۴]

---

[۵۴] پردکاس کے آخری کام اور جانبازیاں؛ ڈرواے سن ۲، ۱، $\frac{۸۹}{۱۳۹}$ ۔

باب ۱

یومنیس پر مغرب کی جانب سے انتی پاتر و کراتیروس نے اور مشرق کی طرف سے ارمنستان کے صوبہ دار نیو بطلیموس نے حملہ کر دیا۔ اُس نے سب سے پہلے تو نیو بطلیموس کو شکست دی، جس پر اُسے انتی پاتر و کراتیروس کے پاس پناہ لینی پڑی۔ اس کے بعد اُنھوں نے یہ انتظام کیا کہ انتی پاتر تو کلیکیہ روانہ ہوا اور کراتیروس یومنیس سے لڑنے کے لئے نیو بطلیموس کے ساتھ آگے کو بڑھے جس سے اصلی مقصد یہ تھا کہ کاردیہ والے کا قلع قمع تنہا کراتیروس بغیر انتی پاتر کی مدد کے کرے۔ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ اگر یومنیس کے مقدونوی سپاہیوں کو معلوم ہو جاتا کہ ہر دلعزیز کراتیروس اُس کی مخالفت کر رہا ہے تو وہ اپنے کماندار کو وہاں کا وہیں چھوڑ دیتے، چنانچہ یومنیس نے برابر اپنی فوج سے یہ چھپائے رکھا کہ اُنکا مدمقابل کون ہے۔ فریقین میں جو فیصلہ کن جنگ ہوئی اُس میں یومنیس کا سوارہ مظفر و منصور رہا، اور گو اُس کے دشمن کا مقدونوی جتھے کی کمر ٹوٹ نہ سکی تاہم کراتیروس اور نیو بطلیموس دونوں لڑائی میں کام آئے اور میدان آخر کار یومنیس ہی کے ہاتھ رہا۔ جتھا جواب بے سرا رہ گیا تھا، پردکاس سے جا ملا اور اُس کی وفاداری کا وعدہ کر لیا۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ لارندہ و ازوراکی تسخیر: دیودوروس ۱۸، ۲۲: ان کے محل وقوع کے لئے دیکھو سٹیریٹ کے "مہم و لف" کے لئے کیپرٹ کا نقشہ، بوسش، ۵۵۵ تا ۵۵۸ء۔ نیز دیکھو نیزے، ۱، ۲۱۴ تا ۲۲۳۔ ھ Arr. Succ. ۲۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ بطلیموس نے فوج کے تصفیے کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ سکندر کا دفن نیزے، ۱، ۲۱۷۔ اُس کی لاش کو بجائے زیوس عمون کے میم فیس لائے اور یہاں سے اسکندریہ لے گئے۔

تری پارادی سوس کے انتظامات: دیودوروس ۱۸، ۳۹ بمقابلہ کروسانتو کا رسالہ جس کا حوالہ حاشیہ ۱ میں دیا گیا ہے، جسکے بموجب جملہ ایشیائی صوبوں کی حالت وہی ہوگی جو ایرانی صوبوں کی تھی۔

لیکن اس سے مقدونیوں کا واحد مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو ایک مشکل سے نکال لیں، اور جب خطرہ فرو ہو گیا تو وہ نکل کر سیدھے انتی پاتر کی طرف چل دئیے۔ ان تمام واقعات سے یونانیوں کو نظر آ گیا کہ اگر اُنھیں مسلسل فتوحات حاصل نہیں ہوئیں تو ان کا کیا حشر ہوتا ہے۔

لیکن مصر میں نتیجہ بالکل خلاف امید نکلا۔ یہاں پردکاس خود اپنے بل بوتے پر لڑائیاں لڑ رہا تھا۔ جب بطلیموس خطِ دریائے نیل کی نہایت فراست اور بہادری سے حفاظت کر رہا تھا تو پردکاس اپنے سپاہیوں کی قوت کو بیکار جمع کر کے اپنے سپاہیوں کی قوت کو زائل کر رہا تھا، اور آخر کار خود اُسی کے افسروں نے، جن میں سلیوکوس بھی شامل تھا، اُسے قتل کر دیا! اب مقدونوی فوج سب کی سب بطلیموس کی مطیع ہو گئی، اور اگر اُن کی چلتی تو اُسے یقیناً متولی سلطنت کا رتبہ حاصل ہو جاتا۔ لیکن اُس نے یہ خطرناک عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور اپنی جگہ دو شخصوں کی سفارش کی، یعنی فیثون ساکن مدیہ کی اور سپہ سالار ارھی دائیوس کی، چنانچہ اب ان دونوں کو مشترکا متولی سلطنت بنایا گیا۔ اب تولیت محض برائے بیت رہ گئی، اور یومنیس کی فتوحات بالکل بے کار ثابت ہوئیں، اس لئے کہ بغیر کسی مقدونوی کی صیانت کے یہ کاردیہ والا کسی شمار و قطار میں نہیں تھا۔ آخر کار ۳۲۱ ؁ ق م میں اُس کے اور پردکاس کے بعض دوستوں کے خلاف سزائے موت کا حکم سنا دیا گیا۔ بعض خلفشاروں کے بعد، جس کی بانی مبانی یوریدائیس تھی، فیثون اور ارھی دائیوس کی جگہ مُلک شام میں معمّر انتی پاتر متولی بنایا گیا، اور وہ اور انتی گونوس دونوں اُسی مُلک کی طرف روانہ ہوئے۔ گو انتی پاتر یوری دیس کے دشمن کا

دشمن تھا، لیکن اس بیچین عورت نے، جس نے اپنے افعال سے یہ دکھا دیا تھا کہ اُس میں سیاسی قابلیت اتنی نہیں تھی جتنا سیاسیات کا شوق، اُسے تقریباً معزول کر دیا۔ لیکن انتی گونوس کی مدد سے وہ اپنے نئے عہدے سے برابر چمٹا رہا اور آخر کار منقدونوی جتھے نے اُس کے تقرر کی توثیق کر دی۔

سنہ ۳۲۰ ق م میں تری پارادیسوس میں اعزازوں اور ولایتوں کی جدید تقسیم کی گئی، اور اس تقسیم میں سب سے نتیجہ خیز بات یہ ہوئی کہ بابل سلیوکوس کو تفویض کیا گیا۔ علاوہ ازیں انتی گونوس سپہ سالار بنایا گیا، کاساندر خلیارخ رہا، انتی گنیس آرگیراس پدائے کے جیش کے کماندار کو مُلک سوس ملا، نکانور کو کاپادوسیہ، فیثون کو مدیہ کا صوبہ اور شرقی صوبوں کی کمان تفویض ہوئی۔ اس تقسیم کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب علاوہ مختلف صوبہ داروں کے اور تمام سلطنت کے منتظم کے ایک خلیارخ، ایک سپہ سالار، ایک سپہ سالار صوبجات شرقی، ایک کماندار جیش کا اضافہ ہوا، جن میں سے خلیارخ کے سوائے ہر ایک کے متعلق ایک ایک صوبے کا انتظام بھی رکھا گیا۔ اس سے کریلے اور نیم چڑھے کی مثل صادق آگئی، اس لئے کہ اب جدید مسئلۂ زیر بحث یہ ہو گیا کہ سپہ سالاروں کو صوبہ داروں کے خلاف اور صوبہ داروں کو خلیارخ کے خلاف کیا کیا حقوق حاصل ہوں گے؛ ظاہر ہے کہ ان دونوں سوالوں کا جواب صرف میدان جنگ ہی میں دیا جا سکتا تھا۔ انتی پاتر اس افراتفری کے اضافہ کرنے میں ممد نہیں ہوا، بلکہ اُس کے طرز عمل کو خود اُس کے میلانات اور پردکاس کے حالات نے گویا متعیّن کیا۔ اگر پردکاس نے اپنی تولیت کے زمانے میں بہت کچھ جلت پھرت دکھائی تھی، تو معمر انتی پاتر اس کا بالکل عکس ثابت ہوا تھا، اور اُس نے

باب ۱

اُن سب توقعات کو گویا پورا کر دکھایا تھا جو اُس کے تقرر کے وقت اُس کے ساتھ وابستہ کی گئی تھیں۔ اُس نے اپنی توجہ کلیّۃً مقدونیہ اور یونان پر مبذول رکھی، اور ایشیا کے لئے کچھ نہیں کیا۔ وہ اس بات سے اچھی طرح سے واقف تھا کہ اب سکندر کی موت کے بعد اُس کی عظیم الشان سلطنت کے قیام کی اس سے بھی کم امید تھی جتنی اُس کی زندگی کے دوران میں۔

صرف ایک شخص نے اس سلطنت کے بقا کی کوشش کی، اور یہ یومنیس تھا۔[۵] یومنیس دراصل اُس نظام سے باہر تھا جو سپہ سالاروں نے تیّار کیا تھا۔ اُسے سزائے موت کا مستحق گردانا گیا ہو، لیکن اُس پر قابو پانا دوسری بات تھی، اور یہ کچھ آسان کام نہیں تھا۔ اگر پرڈکاس کے تمام پیرو اُس کا حکم مان لیتے تو میدان یقیناً اُس کے ہاتھ رہتا، اس لئے کہ اُس نے اپنے افعال سے یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ سکندر کے سب سے عقلمند جانشینوں میں سے ہے۔ لیکن کسی نے کھلے دل سے اس کی مدد نہیں کی، اور بالآخر اُس کا زوال یقینی ہو گیا۔ اُسکے لئے سب سے مشکل کام یہ تھا کہ مقدونوی سپاہیوں کو مقدونوی سپہ سالاروں

---

[۵] یومنیس؛ نیزے، ۱، ۲۲۵/۲۳ نورا کے محل وقوع کا (جس کا نام استرابو کے نزدیک نیرواسوس پڑ گیا) ابھی تک تعین نہیں ہوا۔ ہملٹن اور سٹیریٹ (: ''سفرنامہ'' Starret: Journey ''بوسٹن، ۱۸۸۸ء صفحہ ۳۲۲۔ یہ زنجبار کلیسی کے بلند تر قلّے کا نام ہے جو ارگایوس نامی پہاڑ کے جنوب و مغرب میں واقع ہے؛ لیکن ریمزے Ramsay کے نزدیک یہ ذرا زیادہ مغرب میں ہوگا As Min. ۳۰۸، اور اس انتاج میں اس کا دار و مدار استرابو ۱۲، ۵۳۷ پر ہے۔

انتی گونوس الکتاس کو پسیدیا میں نیچا دکھاتا ہے؛ نیزے، ۱، ۲۳۱۔

یومنیس نورا سے فرار ہوتا ہے؛ ایضاً ۲۳۸۔

کے خلاف لڑائے، چنانچہ اُنھوں نے اُسے بہت سے مواقع پر دغا دی اور آخر کار اُنھیں کے فریب سے اُس کا کام تمام ہوا۔ اُس نے اپنے قدم ایشیا میں اُس وقت تک جمائے رکھے جبتک کہ انتی گونوس سپولوندیس کو، جو یومنیس کے سوارے کا ایک افسر تھا، رشوت نہ دے دی چنانچہ عین لڑائی کے ہنگامے میں وہ انتی گونوس کی طرف چلا گیا جس کی وجہ سے (سنہ ۳۲ ق م میں) یومنیس کو شکست ہو گئی۔ یومنیس نے ارمنستان بھاگ جانے کی کوشش کی، لیکن اس کا راستہ روک دیا گیا اور وہ لیکاؤنیہ اور کاپادوسیہ کے درمیان نورا نامی ناقابل تسخیر قلعے میں پناہ لینے پر مجبور ہوا۔ یہاں انتی گونوس نے اُس سے گفت و شنود شروع کی، لیکن باہمی مفاہمت کی کوئی شکل نظر نہیں آئی۔ انتی گونوس کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر غالباً یومنیس انتی پاتر کے پاس چلے جانے کو ترجیح دیتا تھا، اور اسی مقصد کے حصول کے لئے اُس نے ہیئرونی موس ساکن کاریہ کو یورپ روانہ کیا۔ اسی دوران میں ایشیا میں حالات و واقعات نے مستقل صورت اختیار کرنی شروع کر دی یعنی انتی گونوس نے پسیدیا اور بطلیموس نے شام پر قبضہ کر لیا۔ الغرض اگر یومنیس کے خاتمے کو نظر انداز کر لیا جائے تو اُس وقت ایشیا اور یورپ دونوں میں تھوڑا بہت امن و امان پیدا ہوا ہی تھا کہ سنہ ۳۱۹ ق م میں انتی پاتر کی موت کی وجہ سے بساط سیاست میں از سر نو پیچیدگیاں پیدا ہو گئیں[۶]۔

---

[۶] انتی پاتر کا اختتام؛ ڈروائسن ۲، ۱، ۷، ۱؛ نیز ۱، ۲۳۴۔ کاساندر کے حکم سے دیمادیس کا قتل؛ نیز ۱، ۲۳۳۔ اپنے بعد انتی پاتر نے جانشینی کا کیا انتظام کیا؛ دیودورس ۱۸، ۴۸۔ معلوم ہوتا ہے کہ "ولی شاہی" کا رتبہ "متولئ سلطنت" سے کم تھا۔ دونوں نا اہل بادشاہوں کی ولایت کا کام

باب ۱

انتی پاتر نے اپنے بیٹے یعنی خلیارخ کاساندر کو اپنا جانشین مقرر کرنے کی بجائے اپنے ایک پرانے فوجی ساتھی کو نامزد کیا جس کا نام پولیس پرخون یا پولی پرخون تھا، اور جو مقدونیہ کے مغربی صوبے یعنی تیم فایہ کا باشندہ تھا۔ ظاہر ہے کہ اس سے نام نہاد مرکزی اقتدار میں مزید کمی پیدا ہو گئی۔ انتی پاتر کو تمام مقدونوی قوم وقعت کی نظر سے دیکھتی تھی، اور اگر وہ چاہتا تو مرکزی انتظام کے لئے بہت کچھ کر جاتا؛ لیکن پولیس پرخون کا مقدونیہ سے باہر مطلق کسی قسم کا اثر نہیں تھا، اور مقدونیہ میں بھی اسے بہت کم لوگ مانتے تھے۔ انتی پاتر کو یقیناً اس قسم کی صورت حال کا علم ہو گیا۔ کاساندر اپنی توہین و تذلیل کا خار کھائے ہوئے تھا، لہذا وہ اپنے باپ کے مرتے ہی انتی گونوس کے پاس چلا گیا تاکہ ایشیا میں بیٹھ کر اپنے حریف پولیس پرخون کی مخالفت کرے۔ یہ گویا ایک نئی ہڈی تھی جو سپہ سالاروں اور مقدونیوں کے سامنے پھینک دی گئی تھی۔ پولیس پرخون نے اپنے چاروں طرف مدد کے لئے دیکھا، اور کہیں کہیں سے اسے مدد مل بھی گئی۔ سب سے پہلے تو اس نے یونانیوں کے سامنے ہاتھ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ پولیس پرخون کے سپرد ہوا؛ لیکن اس "ولی" کے فرائض خود اسی پر چھوڑ دئے گئے، اور یہ ویسے بھی فطرتاً مناسب تھا کہ جس کسی کو اس کے کام میں عملی دلچسپی نہ ہو وہ اس کی طرف مطلق توجہ نہ کرے۔

فوکیون کا خاتمہ: ڈرواے سن ۲۰، ۱؛ ۲۱، ۱۴ وغیرہ جہاں پلوٹارک کی "حیات فوکیون" ۳۲ وغیرہ کا اتباع کیا گیا ہے؛ دیودورس ۱۸، ۶۴/۶۷؛ نیپوس: "پولی اے نوس ۳" Ael. V. H. ۳، ۴۷۔ نیز مقابلہ کرو ہرمان ٹومزر: "مملکت قدیمہ" ج ۴، ۱۳۴، اور رینز ۱، ۳۴، ۲۴۔

فوکیون حق پرست مدبروں کیلئے گویا ایک نمونہ تھا اور ہر طرح کی فضول خرچی کا بڑا نقاد تھا؛ لیکن اس میں انسانوں کا رہبر بننے کی قابلیت نہیں تھی۔

باب ۱

پھیلایا۔ یونانیوں کے ساتھ سکندر کے جانشینوں نے اتنا بُرا سلوک کیا تھا کہ اُب انھیں پولیس پرخون بسا غنیمت معلوم ہوا، گو اس وقت تک اس نے اُن سے محض وعدے وعید ہی کئے تھے شاہ فیلقوس کے نام سے پولیس پرخون نے اعلان کیا کہ یونانی اپنے اُن پرانے دستوروں کو ازسرنو رائج کرسکتے ہیں جو سکندر کے زمانے میں نافذ تھے؛ اس کے علاوہ جلاوطنوں کو واپس آنے کی اجازت مل گئی اور ایتھنز سے ساموس کے الحاق کا وعدہ کرلیا گیا اس طرح اُس نے گویا ہر فریق کو خوش رکھنے کی کوشش کی، اور یہ اسے خیال بھی پیدا نہیں ہوا کہ اُس کے مختلف وعدے ایک دوسرے کے موافق ہیں یا متنافر۔ چونکہ کاساندر عدیدی دساتیر کی طرف مائل تھا اس لئے اس اعلان میں گویا عمومیوں ہی کو مخاطب کیا گیا تھا، اور ہم عنقریب دیکھیں گے کہ آخر اس کا کیا نتیجہ نکلا۔ اس کے بعد وہ اولمپیاس کی طرف متوجہ ہوا، جو اس وقت اپیائروس میں سکونت پذیر تھی، اور اس طرح اُس نے پردکاس کے قدم بہ قدم چلنے کی کوشش کی۔ اولمپیاس اور انتی پاتر کی کبھی نہیں بنی تھی، اور اسی لئے اس کے واسطے کاساندر کے مخالفوں کا ساتھ دینا ضروری تھا بجنسہٖ یہی ہوا۔ بہرحال پولیس پرخون کو جو مدد یونانیوں اور اولمپیاس کی طرف سے دی گئی وہ اُس کے کسی کام نہیں آئی۔ یونانی اس بات کو اچھی طرح سے جانتے تھے کہ وہ دوسرے مقدونیوں سے زیادہ ان کا دوست نہیں ہے؛ رہی اولمپیاس، تو اُس کے پاس اوّل تو سرے سے مادی قوت تھی ہی نہیں، دوسرے اگر پولیس پرخون کی وجہ سے وہ گمنامی سے نکل بھی آتی تو اُسے یوریدیس کی علانیہ مخالفت کے واسطے تیار رہنا پڑے گا۔ یہ بالکل ناممکن معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شخص ایکطرف تو اولمپیاس کی رہبری قبول کرے اور دوسری جانب خود یوریدیس

کے شوہر کے نام سے حکومت بھی کرے، جو دونوں بادشاہوں میں اکیلا صحیح الدماغ سمجھا جا سکتا تھا۔ ہم عنقریب دیکھیں گے کہ اس تجربے کو سخت ناکامی ہوئی۔ لیکن فی الفور تو اولمپیاس کی مداخلت کی وجہ سے اس ملک (یعنی ایشیا) میں تھوڑی بہت تبدیلی ہوئی جہاں پولیس پرخون کی مادی قوت کا اثر نہیں تھا۔ یہاں اولمپیاس اُس کے اور یومنیس کے مابین مفاہمت کرنے کیلئے بیچ میں پڑ گئی۔ ان دونوں نے بہادر یومنیس سے کہا کہ تم یورپ میں پولیس پرخون کی مدد کرو، ورنہ ایشیا میں انتی گونوس کے خلاف شاہ فیلقوس اور شاہ سکندر کی پشت پناہی کرو۔ اس کے ساتھ ہی جیش خاص یعنی آرگی راس پداسے کی کمان اور خزانۂ عامرہ کے خرچ کرنے کا اختیار (جو اُس وقت تک کلیکیہ کے پہاڑی قلعہ کینوا میں تھا) اُس کے تفویض کیا گیا۔ کاردیہ والے کے لئے یہ اختیار گویا چھپر پھاڑ کر آئے اور ان سے اُسے وہ سب باتیں حاصل ہو گئیں جو وہ انتی پاتر سے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ آیا اُسے ان شرائط کا علم نورا ہی میں ہو گیا تھا یا نہیں، لیکن وہ وہیں مقیم تھا کہ اُس کے پاس اُس کے دوست ہیرونیموس کے ذریعے سے انتی گونوس سے مزید گفت و شنود شروع ہوئی جس کے ذریعے سے اُسے یہ علم ہوا کہ انتی پاتر کی موت کے بعد سیاسی بساط میں متعدد تبدیلیاں ہو گئی ہیں۔ اُس نے جزوی ترمیمات کے بعد جملہ شرائط منظور کر لیں، جس پر اُسے نورا سے نکلنے کی اجازت مل گئی۔ یہاں سے نکلنے کے بعد اُس نے اعلان کر دیا کہ وہ ایشیا میں حقوق شاہانہ کی حفاظت کرے گا، اور چونکہ اولمپیاس اور پولیس پرخون کے باہمی مخالفے نے ارگیراس پدائے پر یقیناً اثر ڈالا ہو گا اس لئے انھوں نے اب یومنیس کو اپنا سردار تسلیم کر لیا۔ اب اُسے لازم تھا کہ اپنی قسمت کو مضبوطی

باب ا

کے ساتھ پکڑے رہے اور جیش کی مشتبہ وفاداری کو مستقل شکل دے دے۔ اس میں اُس نے بڑی بڑی ترکیبیں چلائیں۔ اُس نے اپنے عہدہ داروں سے کہا کہ سکندر اُس کے پاس خواب میں آیا ہے اور اُس نے خواہش ظاہر کی ہے کہ وہی برابر سپہ سالار بنا رہے۔ اس لئے اُس نے ہدایت کی کہ ایک خیمہ آویزاں کیا جائے اور اُس پر ایک سنہری تخت رکھ کر اُس پر شاہی اعزاز و مراتب کے نشانات رکھ دئے جائیں تاکہ فوج والے ہر صبح کو اس ڈیرے میں جاکر سکندر کے نام کا ہَوَن کریں اور اُسکے روحانی اثرات کے تحت اپنے جملہ امور انجام کو پہنچائیں۔ سپاہیوں نے اُس کی ہدایت کو منظور کر لیا اور کچھ مدت تک برابر اُس پر عمل کرتے رہے۔ ساتھ ہی روز بروز اُن کے دل پر خودیومنیس کی قابلیت کا اثر بڑھتا گیا، اور ابتداءمیں اُنھوں نے دل کھول کر اس بے غرض، عقلمند اور ملنسار سپہ سالار کا کہنا مانا۔ اُس نے ایک لشکر بھی جمع کر لیا۔ انتی گونوس نے چاہا کہ اُسکے سپاہیوں کو اُس سے برگشتہ کر دے، لیکن وہ اُن کے بیچ میں آیا اور اعلان کیا کہ بھائیو، میری جان تمھارے قبضے میں ہے، لیکن مجھے تم سے ذرہ برابر بھی خوف نہیں۔ اس کا سپاہیوں پر بہت برا اثر پڑا اور کم از کم فی الوقت تو وہ برابر اُس کے وفادار ہی رہے (سنہ ۳۱۸ ق م)۔

اسی اثناءمیں یورپ میں عجیب و غریب واقعات رونما ہو رہے تھے۔ پولیس پرخون کے اعلان سے ایتھنز میں شورش کی سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ اعیانی حکومت کا دارومدار، جو فوکیوں کی سرکردگی میں تھی، نکانور اور اُس کے کاساندری جیش پر تھا جو مونی خیا میں مقیم تھا؛ لیکن خاص ایتھنز میں ایک بھی غیر ملکی سپاہی نہیں تھا، جس کی وجہ سے پولیس پرخون کے اعلان کی وجہ سے

جو ہیجان پیدا ہوا تھا اُس کا اظہار ممکن تھا، بالخصوص اُس وقت جب اُس کا بیٹا سکندر ایتھنز کے قریب پہنچا۔ اب نکانور نے پرائیوس پر بھی قبضہ کر لیا، اور چونکہ عام خیال کے بموجب فوکیون کو اُسے باز رکھنا چاہئے تھا اس لئے اُس کی (یعنی فوکیون کی) حیثیت میں پہلے سے بھی زیادہ زوال آگیا۔ اُسے عہدۂ استراتی گوس سے ہٹا دیا گیا، اور وہ خود سکندر کے پاس چلا گیا جس نے اُسے اپنے باپ کے پاس تھرموپلی کے قریب فاری گائے کے مقام کو روانہ کر دیا۔ یہاں ایتھنز کے عمومی گروہ کی طرف سے سفارت بھی آئی، اور شاہ فیلقوس کے روبرو سفیروں اور فوکیون کے درمیان جو مکالمہ ہوا اس کے بعد ستولی نے فوکیون اور اُس کے دوستوں کو پابجولاں جواب دہی کے لئے ایتھنز بھیج دیا۔ یہاں پہنچ کر لوگوں نے اس بوڑھے سپہ سالار کو سزائے موت کا مستحق گردانا، اور (۳۱۸ سنہ ق م) میں اُسے زہر کا پیالہ پینا پڑا۔ اُس شخص کی موت، جس نے اپنی تمام عمر شہر کی وفاداری اور خدمت میں صرف کر دی تھی، اور جس کی عمر اب اسّی سال سے متجاوز تھی، ایتھنز کے نام پر ایک نہایت ہی بدنما داغ ہے۔ اس سے قاتلوں کو بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا، اس لئے کہ کاساندر نے ایتھنز کا پیچھا اب بھی نہیں چھوڑا۔ اُس نے اٹیکا آ کر پولیس پرخون کو ایتھنز کے بندرگاہ پر قبضہ کرنے سے روک دیا۔ پولیس پرخون نے سمجھا کہ شائد اُسے پیلوپونیز میں زیادہ کامیابی حاصل ہو سکے، لیکن یہاں میگالوپولس کی عدیدی حکومت نے اُسے شہ دے دی اور اس کے علاوہ اُس کے بیڑے کو نکانور کی سیادت میں انتی گونوس اور کاساندر نے بیزنطہ کے قریب شکست دے دی۔ آخر پولیس پرخون کی یہ حالت ہو گئی کہ اُس نے یہی غنیمت سمجھا کہ وہ مغربی مقدونیہ میں دشمن کے خلاف قدم جمائے رکھے؛ ایتھنز

ازسرِنو کاساندر کے اقتدار میں آگیا، جس نے فوراً نکانور کو، جسے وہ خطرناک سمجھتا تھا، موت کے گھاٹ اُتارا اور اس کے بعد مشّائی فلسفی دیمتریوس ساکن فالیرون کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے خود مقدونیہ کی راہ لی۔ (سنہ ۳۱۷ ق م) دیمتریوس نے بالکل ایک عقلمند دُنیا دار کی حیثیت سے اپنے مادّی فائدے، شہر کے مفاد اور اپنے آقا کی سود و بہبود کو پیشِ نظر رکھ کر دس سال تک حکمرانی کی۔ ہم بہت جلد پھر اُس کی طرف رجوع ہوں گے[ـہ]

خاندانِ شاہی میں ایسے مرد تو نہ تھے جو ایک دوسرے کے مدِمقابل بنتے، لیکن اس قبیلے کی عورتوں کی باہمی حسد کی وجہ سے سرزمین یورپ میں اُس کا بالکل خاتمہ ہوگیا، اور اس کے دعاوی کے آخری پشت پناہ کے خاتمے کی وجہ سے ایشیا میں بھی اُس کا نشان باقی نہ رہا۔ اولمپیاس اور یوری دیس کا برتاؤ بجنسہٖ اس قسم کا تھا جیسے فریڈے گنڈے اور برون ہلڈ نے کیا تھا، اور یہ دونوں اُن سے بہت کچھ مشابہ تھے۔ یوری دیس نے فطرتاً پولیس پرخون اور اولمپیاس کی باہمی مخالفت کے خلاف اپنے غصّے کا اظہار کیا؛ پولیس پرخون کو وہ ایک بیکار شخص سمجھتی تھی

[ـہ] میں نے دیمتریوس کی حکومت پر باب ۲ میں بحث کی ہے۔ رسمی طور پر اس کا ایتھنزیوں ہی نے انتخاب کیا تھا؛ "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" C I.A. ۲، ۵۸۴ = ہکس ۱۳۹؛ مقابلہ کرو دیو دوروس ۱۸، ۷۴۔ کیوہلر کے خیال میں اس کا خطاب "ایپی ستاتیس" یا "پروستاتیس" تھا۔ دوسون نے براخی لاس کو اسپارٹا پر مامور کیا تھا؛ اس کا خطاب پولی بیوس ۲۰، ۵ کے نزدیک "ایپی ستاتیس" تھا۔ دیودوروس (۱۸، ۷۴؛ ۲۰، ۴۵) دیمتریوس کو "ایپی میلی تیس" یعنی "منتظم" قرار دیتا ہے۔

باب

اور اُس کا خیال تھا کہ اُس میں کوئی کام انجام دینے کا مطلق مادہ نہیں ہے۔ وہ جاکر کاساندر سے مل گئی جس نے ایتھنز میں اپنی قابلیت کا ثبوت دیا تھا اور اُسے فیلقوس سے متولی سلطنت مقرر کرادیا۔ اس کا گمان تھا کہ اُس کے ہاتھ میں اب تک ترپ کا پتہ موجود ہے جسے کھیل کر وہ بازی لیجائیگی۔ متولی سلطنت مقرر کرنے کا یہ تیسرا طریقہ تھا، اس لئے کہ پردکاس اور انتی پاتر کو تو فوج نے مقرر کیا تھا، پولیس پرخون کو انتی پاتر نے، اور اب کاساندر کے تقرر کا باعث نیم خبطی بادشاہ اور اُس کی بیوی تھے! معلوم ہوتا ہے کہ اپنی مسلسل چالوں کے ذریعے سے یوریدیس نے سب ہی کو اپنے آپ سے متنفر کر دیا تھا، اور ان سب میں سب سے زیادہ متنفر کاساندر تھا۔ پہلے تو یوری دیس نے انتی پاتر کے خلاف سازش کی تھی، اس کے بعد پولیس پرخون کی مدد قبول کر لی تھی، جو کاساندر کا دشمن تھا، اور موخر الذکر کو معلوم تھا کہ اگر وہ اب پھر کاساندر کی طرف متوجہ ہوئی تو پھر وہ اتنی ہی جلد اُس سے برگشتہ بھی ہو سکتی ہے، چنانچہ کاساندر بھی اُس کا رہین منت نہیں تھا۔ جب تک کاساندر مقدونیہ میں رہا، اُس وقت تک وہ بالکل محفوظ تھی، لیکن جب وہ پھر یونان کی طرف گیا اور تھبز کا از سر نو احیا کیا اور مشرق میں اپنی سیادت کا سکہ بٹھایا، اور جب اُدھر نیم ایپائروسی پولیس پرخون اور اُس کے پیرو مغرب میں اپنا حکم چلا رہے تھے تو یوریدیس کی کی قسمت پر مُہر لگ گئی اور اُس کا خاتمہ قریب آگیا۔ اولمپیاس ایپائروس سے مقدونیہ آئی اور یوری دیس ایک فوج لے کر اُس سے لڑنے کے لئے نکلی۔ لیکن کوئی ایسا وفادار مقدونوی ملنا ناممکن تھا جو سکندر کی والدہ پر اپنے ہتھیار اُٹھائے، بالخصوص جب حکم دینے والی ایک عورت ہو۔ الغرض جتنے سپاہی تھے

باب ۱ وہ سب کے سب اولمپیاس کی طرف چلے گئے، اور اُن کی مدد سے اُس نے فیلقوس اور یوری دیس دونوں پر طرح طرح کے عذاب نازل کیے اور آخر کار فیلقوس کو تو تیروں کا نشانہ بنایا۔ جب یوریدیس اُس کی سختیوں اور شدّت تعب سے تنگ آیا تو اُسے بھی اجازت مل گئی کہ وہ خود اپنے گلے میں پھانسی ڈال کر خودکشی کرے! اولمپیاس خاص طور پر کاساندر اور اُس کے خاندان سے متنفر تھی اور اسے اس کا یقین تھا کہ اُس کے بیٹے یعنی سکندر اعظم کو کاساندر کے بھائی ئیولاس نے زہر دے کے مار ڈالا تھا۔ اب اُسے اس کا یقین ہو گیا کہ اس بدمعاش خاندان سے انتقام لینے کا وقت آگیا ہے۔ لیکن کاساندر کے مقدونیہ واپس آتے ہی اولمپیاس کی قوّت کا خاتمہ ہو گیا۔ اوّل تو کاساندر نے اس عورت کا پیدنا میں محاصرہ کر لیا۔ رفتہ رفتہ اولمپیاس کا سامان ختم ہو گیا تو اُس نے جہاز پر بیٹھ کر فرار ہونا چاہا، لیکن وہ جہاز جس میں اولمپیاس روانہ ہونے والی تھی اُسے کاساندر کے حکم سے علیحدہ کر دیا گیا، اور آخر کار (۳۱۶ ق م میں) اُسے اطاعت قبول کرنی پڑی۔ کاساندر نے اُس کی جان بخشی کا وعدہ کر لیا تھا، لیکن اُس کے اشارے سے اُس کے مقتول دوستوں کے رشتہ داروں نے یہ چال چلی کہ اُنھوں نے اُس بوڑھی ملکہ کا مواخذہ کیا، جس پر فوج نے اُس کی سزائے موت کا حکم سنا دیا۔ لیکن کوئی سپاہی ایسا نہ تھا جو سکندر کی ماں کو جان سے مارنے کے لئے تیار ہوتا، اس لئے جو مستغیث تھے خود اُنھوں نے یہ فرض اپنے ذمے لے کر اُسے سنگسار کر دیا۔ حال ہی میں روشنک اور اولمپیاس کے درمیان سمجھوتہ ہو گیا تھا، چنانچہ کاساندر نے اُسے اور شاہ سکندر دونوں کو نظر بند کر دیا۔ اس کے بعد اُسنے فیلقوس کی ایک بیٹی تھسالونیس سے نکاح کر لیا اور اس طرح وہ

خود بھی تخت مقدونیہ کا دعویدار بن گیا۔

تقریباً اسی زمانے میں، جب سکندر کی والدہ کو یورپ میں سنگسار کر دیا گیا تھا، اُس کے وفادار وزیر کا ایشیا میں کام تمام کر دیا گیا۔ کچھ مدت تک اُس نے مختلف صوبہ داروں کی پشت پناہی کر کے اپنا اقتدار قائم رکھا تھا۔ فیثون اپنے اقتدار کو صوبہ داروں کے برطرف کرنے میں صرف کر رہا تھا، اور یومنیس نے اس موقع کو غنیمت جان کر اُن کے موافق مداخلت شروع کر دی۔ صورت حال نے کچھ عجب پلٹا کھایا تھا، یعنی مرکزی عائلہ کا قائم مقام صوبہ داروں کے اقتدار کو قائم رکھنا چاہتا تھا۔ اس میں ئی یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح سے سلطنت کی وحدت کو قائم رکھا جائے، جس وحدت کے دشمن صوبہ دار نہ تھے بلکہ سپہ سالار تھے۔ یومنیس نے ایک لشکر جمع کیا جس میں سکندر کے دوست یعنی پیوکستاس کی ایک خاص حیثیت تھی۔ اس کے خلاف انتی گونس اور سلیوکوس نکلے۔ فریقین میں نہایت سخت آویزشیں ہوئیں؛ میدان کارزار مُلک سوس سے فارس کو منتقل ہو گیا، اور علی العموم یومنیس ہی کو کامیابی رہی لیکن ایک موقع پر جب انتی گونس کے سپاہی اُس کے کمپوں کی لوٹ مار کر رہے تھے، اور جیش خاص یعنی آرگی راس پیدائے کا تمام سامان تقریباً لٹ چکا تھا، تو اسی رسالے نے دشمن کو پیام بھیجا کہ اگر ان کا سامان چھوڑ دیا جائے تو وہ اپنے سپہ سالار کو اُس کے حوالے کر دیں گے۔ اس پر اُن کا سامان فوراً چھوڑ دیا گیا، اور ساتھ ہی ساتھ پیوکستاس بھی دشمن سے جا ملا۔ جیسا یومنیس انتی گونس کے قبضے میں آ گیا تو اُس کے حکم سے اول الذکر کو قتل کر دیا گیا۔ اور اسطرح اعیانی مقدونیوں کا کاردیہ کے ہیچ ذات سے پیچھا چھوٹا جس کی قابلیت اور فراست کی وجہ سے اُنھیں نیچا دیکھنا پڑا تھا۔ اب

مقدونوی محض اپنے وسائل کو کام میں لاکر ایک دوسرے پر وار کرنے کے لئے آزاد تھے۔ سب سے پہلے تو تماشاگاہ سے غدار غائب ہوتے ہیں، یعنی پیوکستاس کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے، اور جیش آرگی راس پیدا ئے کی برخاستگی عمل میں آئی ہے۔ زمانۂ مابعد میں پریتوری جیش، "ینی عسکری" اور "مملوک" بھی عین اُسوقت برخاست کئے گئے تھے جب اُن کی قوت ضرورت سے زائد بڑھ گئی تھی۔ اب حلیفوں کی باری آئی۔ انتی گونوس کسی مدمقابل کا روادار نہیں تھا، چنانچہ اُس نے فیشون پر غداری کا الزام لگایا اور اُسے موت کے گھاٹ اُتروایا اور یہ دیکھ کر سلیوکوس بھی فرار ہو گیا۔[ث]

یومنیس کی موت سے اتحاد سلطنت اور سکندر کے قدرتی جانشینوں کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے فنا ہو گیا، اور اب شاہی خاندان میں جو افراتفری پھیل گئی تھی اُس کے اعتبار سے کسی قسم کی کوشش بالکل بے سود تھی۔ یہ ظاہر تھا کہ شیرخوار سکندر کا بہت جلد خاتمہ کر دیا جائے گا، اور خالی تخت و تاج کسی جیتے جاگتے بادشاہ کی جگہ نہیں لے سکتا تھا۔ لیکن اگر یومنیس کو سکندر کا واحد جانشین

[ث] ۵ یومنیس کے آخری ایام ڈروائسن ۲، ۱، ۲۵۳/۳۲۴؛ نیز ۲، ۱ب، ۲۵۸/۲۷۔ جغرافیے کیلئے دیکھو شپیگل: "قدیمیات ایران" Spiegel: Eranische Alterthumsk ۳، ۱۲/۲۰ ضلع گابیئہ کی بابت، جس کا صرف استرابو ۱۶، ۵، ۴، ۷ میں ذکر ہے، شپیگل صرف رالنسن کے اس قول کا حوالہ دیتا ہے کہ یہ مُلک سوسس میں "مال امیر" کے قریب تھا۔ گادامرگا (یا جو بھی اس مقام کا نام ہو؛ دیودورس ۱۹، ۳۲، ۳۷) اصفہان کے قریب تھا (شپیگل، ۳، ۱۹)۔ شپیگل کا خیال ہے کہ آخری لڑائی ریگستان کے قریب ہوئی ہوگی جہاں انتی گونوس سے لڑنے کے لئے یومنیس گیا تھا۔

باب

بننے کی آرزو تھی بھی اور اُس میں وہ ناکام ہوا، تو یہ لازم نہیں آتا تھا کوئی مقدونی بھی سکندر کی جانشینی نہیں کر سکے گا۔ انتی گونوس اس میں کوشاں تھا، اور جب اُس نے سلیوکوس، فیثون، اور پیوکستاس کو کوڑے کی طرح جھاڑ دیا تو اُس نے اپنے مقصد کے حصول میں پہلا قدم بڑھایا۔ اب صوبہ دار افروجیہ کے حوصلے، جو سپہ سالار ایشیا بھی بن گیا تھا، باقی تمام سپہ سالاروں کے سامنے عیاں ہو گئے، اور یہ ایک فطری امر تھا کہ جسطرح سے ہو سکے وہ اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرے۔ انتی گونوس کی مزید حوصلہ مندانہ جانبازیاں، اُس کی موت اور اُس کے بعد جو "جانشینان" سکندر باقی رہے تھے، اُن کے حالات ہم آئندہ باب میں بیان کریں گے۔

یادداشت متعلق باب (۱)

باب ۱ تا ۵، یعنی ۳۲۳؁ ق م سے تقریباً ۲۸۰؁ ق م تک کے اسناد:۔ اُس عہد و نیز اُن عہدوں کی تاریخ کا جن کا اس جلد میں ذکر ہے، واحد مسلسل بیان یوستی نوس Justinus میں ہے جو اپنی تصنیف کی تیرھویں کتاب ۱۳ میں ۳۲۳؁ ق م سے ۳۲۱؁ ق م تک، کتاب ۱۴ میں ۳۱۶؁ ق م تک، کتاب ۱۵ میں ۳۰۱؁ ق م تک، کتاب ۱۶ میں ۲۸۵؁ ق م تک، کتاب ۱۷ میں ۲۸۰؁ ق م تک کا ذکر کرتا ہے اور کتاب ۱۸ سے کتاب ۲۲ تک دیار مغرب کا بیان کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی تروگوس کے متعلقہ کتابوں کی تمہیدوں میں بھی مسلسل بیانات ملتے ہیں۔ یوستی نوس کا مقصد یہ تھا کہ موثر زبان میں سنسنی خیز واقعات کا اعادہ کرے، اور اقتباسات کی صحت یا عدم صحت کی اُسے مطلق پروا نہ تھی۔ ڈرواے سن کو بعض مرتبہ اُس پر بڑا غصہ آتا ہے۔ اُس کی ایک دلخوش کن خصوصیت یہ ہے کہ وہ لیسی ماخوس اور سلیوکوس جیسے بادشاہوں اور سرنہ جیسے شہروں دونوں کے متعلق افسانہ جات سے بحث کرتا ہے۔ جیسا گٹشمٹ Gutschmidt رسالہ Rhein. Mus. ۳۷، ۱۸۹۲ء میں کہتا ہے، تروگوس نے اگسٹس

یادداشت متعلق باب

کے ایک ہمعصر یعنی تماگنیس کی تحریروں سے استفادہ حاصل کیا ہے، جس کی بابت واخسموتھ Wachsmuth نے رسالہ Rhein. Mus. ۴۶، سنہ ۱۸۹۱ء میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ تروگوس کی بابت قدیم رسالوں میں سے ہیرن Heeren کا رسالہ بھی ہے، جو فروچر Frotscher کی اشاعت یوستی نوس جلد ۱ میں طبع ہوا ہے۔ تماگنیس نے عموماً بادشاہوں کا ذکر کیا ہے، اور اس میں شبہہ نہیں کہ اُس نے اُنہیں نسل کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے۔ ان کے علاوہ تروگوس کا دارومدار ایفوروس، تھیوپومپوس، تمایوس، فیلارخوس، پولی بیوس اور پوسی دونیوس پر بھی ہے، لیکن ممکن ہے کہ تاریخ عالم کا عام نقشہ اُسی کے ذہن سے نکلا ہو۔ وہ ہمیشہ تاریخ عامہ کے اہم واقعات کو چُن لیتا تھا، اور بربری اقوام کو نظرانداز نہیں کرتا تھا۔ دیکھو شانتز: "تاریخ ادبیات روما" Schanz, Geschichte der roem. Litt. میونخ، سنہ ۱۸۹۲ء ج ۲ ص ۳۲۸/۳۳۱۔ شانتز واخسموتھ کی رائے کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے کہ تروگوس نے کسی یونانی کتاب کو، جس میں تاریخ عالم پر بحث تھی، اپنے پیش نظر رکھ لیا ہوگا، اس لئے کہ جب وہ حیوانیات پر بحث کرتا ہے تو دوسروں کے خیالات کو محض جمع کر لینے پر اکتفا کر لیتا ہے؛ لیکن ہمارے نزدیک شانتز ذرا راستے سے ہٹ گیا ہے، اس لئے کہ یہ بالکل ممکن ہے کہ میدان موالید ثلاثہ میں کوئی شخص محض نقّال ہو؛ لیکن میدان تاریخ میں اُس کی بالکل علیحدہ شخصی حیثیت ہو۔ ایسے لوگ بہت کم ملیں گے جنھیں ہر شعبۂ علم میں کمال حاصل ہو۔

اپنی کتاب ۱۸ میں دیودوروس سنہ ۳۱۸ ق م تک، کتاب ۱۹ میں سنہ ۳۱۱ ق م تک اور کتاب ۲۰ میں سنہ ۳۰۱ ق م تک جاتا ہے۔ اُسکی کتاب کے باقی ماندہ حصّوں کے محض اجزاء باقی ہیں، لیکن ہم جانتے ہیں کہ کتاب ۲۱ میں سنہ ۲۸۳ ق م تک کا ذکر تھا، اُس کی اور

یادداشت متعلق باب ۱

پلوٹارک کے بنیادی استاد ایک ہی ہیں، یعنی ہیئے رونی موس و دورس۔ نیز دیکھو متاقب، الباب ۹ و ۱۵۔

پلوٹارک کی سوانح عمریات یومنیس، دیمتریوس اور پرھوس کا تعلق اس عہد سے ہے، اور ساتھ ہی اس کے "اخلاقیات" Moralia میں بھی بہت کچھ مواد موجود ہے۔ اوّل الذکر کیلئے منجملہ دیگر کتب کے دیکھو ا، شوبرٹ: "یومنیس، دیمتریوس و پرھوس کی سوانح عمریوں کے ماخذ"، A. Schubert: Die Quellen Plutarchs in der Lebensb. des Eum. Dem und P Jahrb. f. class. Phil. لائپزگ سنہ ۱۸۷۸ء، جریدۂ لسانیات قدیم تتمہ ۱۰۔ "بطور ایک علمی مصنف اور عمدہ جذبات والے شخص کے" (دیکھو فون ولاموو تز میولینڈورف: انتی گونوس ساکن کاریستوس V. Willamowitz Moellendorff : Antig V. Karystos ۲۱۰)

پلوٹارک نے اپنی اسناد کی لفظاً لفظاً نقل نہیں کی۔ دیکھو بالا۔

کورنیلیوس نیپوس کی حیات یومنیس کا اسی عہد سے تعلق ہے؛ دیکھو نپرڈے لوپوس Nipperday Lupus کی اشاعت۔

فوتیوس Photius میں آرین اور میم نون کے اقتباسات دیئے ہوئے ہیں۔ آرین نے سکندر کے بعد کے زمانے پر دس ۱۰ کتابیں لکھی تھیں۔ ڈیڈوٹ Didot نے اپنی "آرین" میں فوتیوس کے صفحہ ۹۲ کو چھاپا ہے۔ اس کتاب میں انتی پاتر کے یورپ واپس آنے، یعنی سنہ ۳۲۰ ق م تک کا بیان ہے۔ رائیتزن شٹائن Reitzenstein نے اس کا ایک جزو ویٹیکان کے مسودے سے لے کر Ber. Phil. Abhandlung ۳ میں شائع کیا ہے؛ مقابلہ کرو کیوہلر: روداد اکاڈمی برلن Sitzung Berl. Akad. سنہ ۱۸۹۰ء صفحہ ۵۵۷؛ سنہ ۱۸۹۱ء صفحہ ۳۶۷۔

میم نون ساکن ہرقلیہ نے بھی، جو غالباً دوسری صدی عیسوی

یادداشت متعلق باب

کے ابتدا میں تھا، ہرقلیہ کی ایک تاریخ لکھی ہے۔ .Phot. cod میں کتاب ۹ تا ۱۶ (سنہ ۳۶۴ تا سنہ ۴۶ ق م) کے اقتباسات مندرج ہیں، اور یہ منجملہ دوسرے امور کے لی زیماخوس اور گالی کے حالات کے لئے نہایت کارآمد ہیں؛ میولر: "اجزائے تاریخ یونان" Mueller: Frag. H. Gr ۳ $\frac{۵۲۵}{۵۸۵}$ فوتیوس Cod ۸۲ میں دیکسی پوس کی کتاب "مابعد سکندر" (تیسری صدی عیسوی) کا ایک جزو ہے؛ میولر، ۳، ۶۶۷ وغیرہ۔ مقابلہ کرو ڈرواے سن ۲، ۱، ۶۴۔ دیکسی پوس کا دارومدار کلیۃً آرین پر ہے۔

مفصلۂ بالا مصنفوں کے بیانات کی بنیاد مفصلۂ ذیل اسناد پر ہے جو واقعات کے ہمعصر تھے:۔ ہیئے رونی موس ساکن کاردیہ، جس نے دیودوروس ۱۸، ۴۲ کے مطابق "جانشینان سکندر کی تاریخ لکھی" اور جس نے دیونی سیوس ساکن ہالی کارناسوس کے نزدیک "تذکرۂ تابعین سکندر" مرتب کیا تھا۔ مقابلہ کرو سوزے میل: "تاریخ ادبیات یونان" Susemuhl: Gesch. der Griech. Litt جلد ۱، ۵۶۰ تا ۵۶۳ و ۵۷۰، میولر، ۲، ۴۵ وغیرہ۔ ہیئے رونی موس یومنیس کا ہموطن تھا اور ابتدا میں اُس کا ملازم بھی تھا؛ لیکن اُسکی موت کے بعد وہ انتی گونوس، پولیورکتیس اور گوناتاس کی ملازمت میں شریک ہوگیا۔ ہمیں اس کا یقین ہے کہ اُس نے سنہ ۲۷۲ ق م تک کے واقعات قلمبند کئے تھے۔ پوسانیاس (۱، ۹، ۸) کے نزدیک وہ غیرجانبدار نہیں تھا، لیکن اب عام طور پر اُس پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

دوُرس ساکن ساموس، جس کی بابت مشہور تھا کہ وہ الکبیادیس کی اولاد سے ہے؛ یہ سنہ ۳۴۰ ق م کے قریب پیدا ہوا اور کچھ مدت تک ساموس کا خودسر رہا۔ منجملہ دیگر تصانیف کے اُس کی "تواریخ" بھی ہے جو تیئیس جلدوں میں منقسم ہے اور جسمیں

یادداشت متعلق باب ۱

سنہ ۳۷۰ق م سے کم از کم سنہ ۲۸۱ق م تک کے حالات لکھے ہیں۔ مقابلہ کرو سوزے میل ۱، ۵۸۵/۵۹۲، جس کے حوالوں پر شوبرٹ کی کتاب ”ماخذ پلوٹارک“ Schubert: Ueber die Quellen Plutarchs اور اُس کی ”اگاتھوکلیس“ کا اضافہ کرنا چاہیے (دیکھو نیچے باب)؛ میولر ۲، ۴۶۶۔

اگاتھارخیدیس ساکن کنیدوس نے، جو ایک اچھا جغرافیہ داں تھا، واقعات سے ذرا گریز کیا۔ اس نے بھی سکندر کے جانشینوں کا ذکر اپنی تاریخی تصانیف میں کیا۔ دیکھو سوزے میل ۱، ۶۸۵/۶۹۲؛ میولر ۳، ۱۹۰/۱۹۷۔

ایتھنز کے لئے ”فال گو“ فلوخوروس کی ”اٹیکائی“ تصنیف اہم تھی۔ اُس کو گوناتاس نے جان سے مروا ڈالا؛ سوزے میل ۱، ۵۹۴، ۵۹۹۔ نیز دیکھو کراتیروس کی تصنیف، جو گوناتاس کا علاتی بھائی تھا؛ سوزے میل ۱، ۵۹۹/۶۰۲۔ دوسری مخصوص تاریخوں میں سے دیمتریوس ساکن بیزنطہ، جس میں گالاتائے کا ذکر دیکھا جائے، اور نیمفس ساکن ہرقلیہ، اس شہر اور جانشینان سکندر کے لئے دونوں کے واسطے دیکھو سوزے میل ۱، ۶۲۰۔

اسناد کے متعلق جملہ امور کے لئے دیکھو واخسموتھ: ”تمہید میدان تاریخ یونان“ Wachsmuth: Einlietung in das Stadium der alten Geschichte لائپزگ سنہ ۱۸۹۵ء جس میں (مثلاً) دیودوروس پر ایک عمیق نقادانہ نظر ڈالی گئی ہے۔

دیوجانس لیرتیوس نے یونانی قوم کے ممتاز ادیبوں کے حالات جو لکھے ہیں وہ بھی اہم ہیں۔ اُس کی تصانیف کے لئے دیکھو فون ولاموونز: ”انتی گونوس ساکن کاروستوس“ برلن ۱۸۸۱ء۔ Von Willamowitz: Antigonos V. Karystos سوزے میل Susemihl نے اپنی کتاب ”تاریخ ادبیات یونان در زمانۂ اسکندری“

یادداشت متعلق بابل

Gesch. der griechischen Litteratur in der Alexandrinerzeit دو جلد، لائیپزگ سنہ ۱۸۹۱ء ۱۸۹۲ء

بہت سے نوشتے مشہور و معروف مجموعوں میں اور بعض مختلف رسالوں میں شائع ہوئے ہیں اور اُن کے اقتباسات ہکس کے کتابچہ Hick's Manual اور ڈٹن برگر کی " دلائل" Dittenbereer : Sylloge میں دئے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد کھدائیاں ہوئیں جن سے ہماری معلومات میں اضافہ ہوگیا ہے۔ تمثیلاً پرگامم کی کھدائی کو لیجئے "نوشتہ جات پرگامم" Inschriften Von Pergamum جیسے فرنیکل Fraenkel نے شائع کیا ہے، جلد ۱، برلن سنہ ۱۸۹۰ء۔ اس کے ساتھ ان نوشتوں کی ایک نہایت عمدہ تفسیر بھی ہے۔ اس کے ساتھ ہی مختلف لوگوں نے ان ممالک میں محض تحقیقات کی خاطر سفر کئے ہیں۔ ان میں سے مفصلۂ ذیل ممتاز ہیں:- سٹیریٹ: ایشیائے کوچک میں نوشتیاتی سیاحت Sterret: An Epigraphical Journey Asia Minor، بوسٹن سنہ ۱۸۸۸ء: ایشیائے کوچک میں وُلف کی مہم The wolf Expedition to Asia Minor بوسٹن سنہ ۱۸۸۸ء؛ ان سے بہت سی معلومات کا اضافہ ہوتا ہے۔ پیٹن اور ہکس Paton and Hicks کی کتاب "نوشتہ جات کوس Inscuption of Cos. (آکسفرڈ سنہ ۱۸۹۱ء) میں علم نوشتہ جات اور تاریخ کے ادغام میں ایک قابل قدر کوشش کی گئی ہے۔

اس جلد میں میں ناظرین کی توجہ اکثر سکوں کی طرف مبذول کروں گا۔ علم مسکوکیات پر مفصلۂ ذیل کتابوں کا ذکر مناسب ہوگا:- نوادر خانہ برطانیہ کے نفیس مجموعوں کی حال کی شائع شدہ فہرستیں، برلن کے مجموعوں کی فہرست اور پیرس کے مجموعے کی فہرست، جلد ۱: بابلون: "ملوک شام" Babelon, Rois De Syrie

یادداشت متعلق باب

سنہ ۱۸۹۰ء؛ سکندر اور لی زی ماخوس کے سکوں پر ل۔ میولر کی تصانیف کوپن ہاگن سنہ ۱۸۵۵ء؛ امہوف، سکس، ر ائناش اور بابیلون کی تحریریں مختلف جرائد میں، دوسرے علماء کے مضامین اور ہیڈ: "تاریخ سکہ جات" Head: Historia Numorum آکسفرڈ سنہ ۱۸۸۷ء۔ اس عہد کی بابت معلومات میں ان سیاحتوں سے بہت کچھ اضافہ ہوا ہے جو علماء نے ان ممالک میں کیے۔ ہم نوشتہ جات کے سلسلے میں ان کا ذکر کر چکے ہیں۔ یونانی قدیمیات کے شعبے میں سنہ ۱۸۸۳ء سے سنہ ۱۸۹۰ء تک جو اکتشافات ہوئے ہیں ان پر ر ائناش Sal. Reinach: نے اپنی کتاب "وقائع مشرقیہ" Chroniques d'Orient میں بحث کی ہے (پیرس سنہ ۱۸۹۱ء)۔

عہد زیر بحث میں سب سے اہم کتاب ڈروائے سن کی قابل تعریف "تاریخ یونانیت" Droysen: Geschichte des Hellenismus ہے، جس کی جلد ۲ جانشینان سکندر اور جلد ۳ تابعین Epigoni کے لئے مختص ہے (گوٹا سنہ ۱۸۷۸ء) ڈروائے سن صرف سنہ ۲۲۰ ق م تک جاتا ہے؛ مثلاً مقابلہ کرو جلد ۳، ۱، ۱۹۱، ۴ حاشیۂ اول۔ میں باب ۹ کے حواشی میں اس کے نفیس طرز استدلال پر بحث کروں گا۔ یہاں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس نے بادشاہیوں کی تاریخ لکھنے کا جو طریقہ اختیار کیا ہے اس کی وجہ سے وہ اس قسم کی تاریخ دنیائے یونان لکھنے پر قادر نہیں ہو سکا ہے جیسی میں لکھ رہا ہوں، گو اسی قسم کی تاریخ لکھنے کی اس میں بدرجۂ اتم قابلیت تھی۔ وہ اپنے طریقے کے مطابق غیر معروف یا قابل نفرت افراد کے کاموں پر، جن کا سیاسیات پر اثر پڑا، بہت کچھ ٹھٹھکا ہے، لیکن اس نے مشکل سے ان اہم ذہنی تحریکات کا حوالہ بھی دیا ہے جن کی اہمیت کا اسے پورا اندازہ تھا (مقابلہ کرو ۳، ۱، ۳۳۵۔ اور اس جلد کا باب ۱۰، حاشیۂ ۴)، مثلاً وہ تحریک جس کی وجہ سے

یادداشت متعلق باب ۱

مسالک رواقیین کی ابتدا ہوئی حکمرانوں اور اُن کے خدّام کی طرف اس میلان کی وجہ یہ ہے کہ (جیسا ہم باب ۲، حاشیہ ۸ میں دیکھیں گے) اس نے اہم ترین جمہوریتوں میں سے ایک، یعنی ایتھنز کے شہریوں کو عادلانہ نظر سے نہیں دیکھا۔ ہم اس کتاب کی جلد ۳ میں دیکھ چکے ہیں کہ پانچویں صدی ق م کے ایتھنزیوں سے بھی مورخوں نے اچھا سلوک نہیں کیا، اور یہی وجہ ہے کہ ڈروائے سن کے زمانے سے دیادوخی اور ایپی گونی کے جمہوریت پسند معاصرین کی طرف برابر بے انصافی کا برتاؤ کیا جا رہا ہے۔ اس نقطۂ نظر سے چل کر ڈروائے سن اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ سکندر کے عہد کے بعد بھی تاجدار ہی تاریخ کا اہم ترین عنصر ہیں، چنانچہ اس نے اپنی تمامتر توجہ اُن کی سازشوں کے سلجھاؤ پر، اور اپنی قابلیت اُن کے حالات بیان کرنے پر صرف کی۔ اصل میں سکندر کی جو اہمیت تھی اُس کی وجہ سے وہ سمجھا کہ اُس کے جانشین بھی اُتنے ہی اہم ہوں گے، چنانچہ اس عالی منش ذہنی تموّج کو، جن کا اُسے بالکل صحیح اندازہ تھا، اُس نے ثانوی حیثیت دے دی۔ اغلب امر یہ ہے کہ جیسا جیسا زمانۂ زیر بحث گزرتا گیا اور تاجدار اخلاقی اعتبار سے بیکار اور سیاسی اعتبار سے غیر اہم ہوتے گئے، ویسے ہی اُسے صحیح حالات کا احساس ہوتا گیا اور آخرکار باوجود سیاسی تاریخ کی طرف اس کا میلان ہونے کے اُس نے اپنی تاریخ ایک خاص نقطے پر آکر ختم کر دی۔ دیکھو اُس کا ایک نہایت ہی قابل لحاظ فقرہ جسے باب ۱، حاشیہ ۴ میں نقل کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص ڈروائے سن کی پیروی کر کے سکندر کے بعد کے یونان کی تاریخ کو تاجداروں کی تاریخ کا مترادف قرار دے وہ مشکل سے ۲۲۰ ق م کے بعد کے زمانے تک بڑھ سکتا ہے، اس لئے کہ اُس کے بعد سرزمین یونان کے سیاسیات اور حربیات کا ایک اور

یادداشت متعلق باب

ہیرو بن جاتا ہے، یعنی روما۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈروائے سن کی کڑی مومسین میں مل جاتی ہے۔ اس کے برعکس وہ جو میرے ساتھ متفق ہیں اور سمجھتے ہیں کہ سنہ ۳۲۳ ق م کے بعد بھی تاریخ یونان کا موضوع یونانی قوم ہی ہے، جو مسالیہ سے مشرق بعید تک کے ممالک تک پھیلی ہوئی ہے اور جس کی سیاسی تنظیم ہر ملک میں تقریباً یکساں ہے، وہ اس کو تسلیم کریں گے کہ میری یہ کوشش کہ اس قوم کی سلطنت روما میں انجذاب کے وقت تک کی تاریخ لکھی جائے، حق بجانب ہے، اور اگر اُن کی دانست میں یہ کوشش (جو اپنی نوع کی پہلی ہے) نہایت ہی ناقص رہ گئی ہے، تو امید ہے کہ وہ میرے ساتھ نامہربانی کا سلوک نہیں کریں گے۔ تاریخ تمدن پر جسے ڈروائے سن بالکل چھوڑ دیتا ہے، مہافی نے اپنی کتاب "یونانی زندگی اور فکر" Mahaffy: Greek life & thought سنہ ۱۸۸۷ء میں بحث کی ہے جو سنہ ۳۲۳ ق م سے سنہ ۱۴۶ ق م تک کی تاریخ ہے۔ دیکھو اُسکی کتاب "سلطنت سکندر" The Empire of Alexander لندن سنہ ۱۸۸۷ء؛ نیز "سلطنت بطالسہ" The Empire of the Ptolernies لندن سنہ ۱۸۹۵ء جو ایک نہایت ہی نفیس کتاب ہے۔

دیوریوئی: "تاریخ اہل یونان" Duruy: Histoire des Grecs جلد ۳،

شپیگل: "قدیمیات ایران" Spiegel: Eran. Alterthumkunde جلد ۳۔ لائپزگ سنہ ۱۸۷۸ء؛ نیز نیزے: "تاریخ ریاستہائے یونان و مقدونیہ" Benedict Nicse: Geschichte der Griechen und Makedonischen Staaten جلد ۱، گوٹا سنہ ۱۸۹۳ء، ص ۱۹۰ / ۲۱۶۔

کلنٹن و ہرتزبرگ کی تصانیف کے لئے دیکھو تحت باب ۹۔

یادداشت متعلق باب

شوارکز: "عمومیت" Schvarcz: Die Demokratie جلد ۱، لائپزگ، ۱۸۸۲ء۔ پیولھمان Poelhman (میولر کا کتابچہ جلد ۳) مختصر اور پُر معلومات ہے۔

اس جلد کے مکمّل معلومات کے لئے دیکھو وسووا Wissowa کی جدید اشاعت پاؤلی: "محیط المحیط" Pauly R E مضامین انتی گونوس، انطاکوس، انتی پاتر، ایپانوس، اراتوس، آریوس، ارسطیون، اریانوس، وغیرہ۔

حال کے نقشہ جات میں اہم ترین کیپرٹ Kiepert کے نقشے ہیں، بالخصوص اُس کا "مغربی ایشیائے کوچک کا مخصوص نقشہ" Spezialkarte vom westlichen Kleinasien برلن ۱۸۹۱ء؛ اس میں ۱۵ نقشے ہیں، اور ساتھ ہی مختلف سیاحتوں کے راستوں کے لئے بھی نقشے دیئے ہوئے ہیں، مثلاً کاپادوسیہ کا نقشہ سٹیریٹ کے راستے کے لئے، پام فیلیہ، پسیدیہ اور لیکاؤنیہ کا نقشہ وُلف کے سیاحت نامے کے لئے۔

امہوف بلومر کی کتاب: "یونانی اور نیم یونانی اقوام کے سکّوں پر تصاویر" Imhoof Blumer: Portraetokepfe auf ant. Muenzen hellen. und hellenisirter Voelker لائپزگ ۱۸۸۵ء۔

سکندر نے ایک سلطنت قائم کی تھی، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارے دل میں سلطنت کی جو تصویر کھنچی ہوئی ہے، یعنی وہ جس کے حدود معیّن ہوں اور جس کی اہمیت ملکی ہو، اس سے یونانی آشنا نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یونانی زبان میں سلطنت کیلئے کوئی لفظ نہیں ملتا۔ اُن کے یہاں الفاظ "آرخے" اور "بازی لیہ" ضرور ہیں، لیکن ان سے مراد ایک شخص یا کسی مخصوص شہر کی حکومت

یادداشت متعلق باب ۱

سکے ہیں۔ وہ زمانۂ مابعد تک ہیں، یعنی عہد بیزنطہ میں بھی، اس مفہوم سے گریز کرتے ہیں۔ اُس زمانے میں ہم ایسے الفاظ سے دوچار ہوتے ہیں جیسے "پرسلیکا"، "روائیکا"، "رومن دولت عامہ" اسی طرح سلطنت کے حصّوں یعنی صوبوں کے لئے یونانی میں کوئی لفظ نہیں تھا۔ دیودوروس (۱۸) بھی اُنھیں "ساتراپی" کہتا ہے، دیون کاسیوس (۱۵، ۱۲) ایتھنے یعنی قبیلہ۔ "ایپرخورائی" یعنی مُلک اور "تھے ماتا" بھی ملتے ہیں۔ ان سب باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یونانی اس تخیّل سے واقف نہ تھے کہ کوئی بڑا ملک کسی ایک واحد حکومت کے ماتحت رہ سکتا ہے، اور درحقیقت اُن کے نزدیک سب سے اہم اور ممتاز ادارات انفرادی سیاسی مجموعے، شہر، قبیلے (پولس، ایتھنوس) تھے۔ میں نے بار بار اس کتاب میں اس واقعے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ انتظامی مرکزیت دراصل زمانۂ حال کی ایجاد ہے۔

باب دوم

سکندر کے جانشینوں کے حالات سلیوکوس کی وفات تک

سنہ ۳۱۶ ق م تا سنہ ۲۸ ق م

انٹی گونوس کے پرانے رفیق کار اُس کی حرص و آز اور اُسکی درشت مزاجی کی وجہ سے اُس کے خلاف ہوگئے۔ جب اُس نے سلیوکوس کو جلاوطن کیا تو وہ بطلیموس کے دربار میں پناہ گزیں ہوگیا جہاں سے اُس نے اپنے حریف کے خلاف بے چینی پھیلانی شروع کی۔ بطلیموس، لیزی ماخوس ساکن تھریس اور کاساندر نے انٹی گونوس سے یہ کہلا بھیجا کہ یومنیس کی شکست سے جو فوائد حاصل ہوئے ہیں اُن کے تم تنہا مستحق نہیں ہو بلکہ ہم بھی اُس کے حقدار ہیں۔ یہ پیغام سن کر انٹی گونوس نے یہ جواب دیا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں بطلیموس کے خلاف فوج کشی کروں اس لئے کہ اُس نے سلیوکوس کو اپنے یہاں پناہ دینے سے میرے اقتدار کو ٹھیس

باب ۲

لگائی ہے۔ اصل میں انتی گونوس کا مقصد یہ تھا کہ ایک بیڑا آراستہ کر کے اپنے مخالفوں کو بالکل بے یار و مددگار کر دے اور اس کے بعد شام بابلہ ممکن ہو تو مصر کو زیر کرے، چنانچہ اُس نے اپنے اس طرز کار کو لشکر کے ایک بڑے اجتماع کے سامنے پیش کیا جو پولیس پرخون کے بیٹے سکندر کے اعزاز میں ہوا تھا، اور اسی اجتماع کے روبرو موخر الذکر نے کاساندر کے خلاف استغاثہ بھی دائر کیا۔ انتی گونوس نے فوج سے کہا کہ وہ کاساندر سے شاہ سکندر کی حوالگی کا مطالبہ کریں، اور اگر وہ اس سے انکار کرے تو پھر اُسے دشمن سلطنت قرار دیا جائے؛ رہے یونانی، تو وہ سب کے سب آزادی کے مستحق تھے[1] فوج نے

---

[1] پولیس پرخون کی طرف سے یونانیوں کی آزادی کا اعلان؛ دیودوروس ۱۸، ۵٦ (ڈرواۓ سن ۲، ۱ $\frac{۱۸۸}{۲۱۱}$)؛ انتی گونوس کی طرف سے؛ دیودوروس ۱۹، ٦۱ (ڈرواۓ سن ۲، ۲، ۱۱)؛ بطلیموس کی طرف سے؛ دیودوروس ۱۹، ٦۲ (ڈرواۓ سن ۲، ۲، ۱۵)؛ کاساندر، بطلیموس، لیزی ماخوس اور اور انتی گونوس کی طرف سے متفقہ طور پر (۳۱۱ ق م)؛ دیودوروس ۱۰۵۔ ان سب اعلانات کے ذریعے سے ایشیا اور یونان دونوں کے یونانی بلدیات کی آزادی تسلیم کی گئی (۱۹، ٦۱)۔ پولی بیوس ۵، ۹۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ "ہیلے نیس" جمہوریت پسند یونانیوں کو کہتے تھے، برخلاف بازی لئیس کے جو جمہوریتوں کے شہری نہ تھے، خواہ وہ کہیں بھی رہیں۔ میرے نزدیک گیبلر Gaelbler کی رائے (ایریتھرائے (19 Erethriai غلط ہے کہ اس سے ملک یونان مراد تھی، اور نیزے مجھ سے متفق ہے (۱، ۲۷۷، حاشیہ ۲)۔ ان اعلانات کے ذریعے سے تمام یونانیوں کو "آزاد" اور "خود مختار" تسلیم کر لیا گیا (۱۹، ٦۱)؛ اور جہاں تک اصول کا تعلق ہے، یہ صورت حال برابر رومن سلطنت کے زمانے تک جاری رہی۔ ظاہر ہے کہ واقعات

فوراً ان تحریکات کے مطابق قراردادیں منظور کیں چنانچہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اس نظریئے کے مطابق نہ تھے، اور خود اس نظریئے سے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ پہلا سوال تو یہ تھا کہ یونانی قوم کا ظاہری معیار کیا تھا؟ بلاشبہ یورپ میں یا ایشیا کے اُن شہروں میں جو ابی دوس، ایفی سوس کی طرح قدیم الایام سے یونانی چلے آتے تھے کسی قسم کے شک و شبہہ کی گنجائش نہ تھی؛ لیکن یہ حکم کاؤنوس، سیلگے، سولی وغیرہ پر نہیں لگایا جا سکتا تھا اور جب کبھی ایسے بلدیات نے خودمختاری اور آزادی کی غرض سے یونانی ہونے کا دعویٰ کیا تو بادشاہ نے ہمیشہ اُنھیں یہ جواب دیا کہ تم بربری ہو اور تمھیں ہمارے حکم کے ماتحت رہنا پڑے گا، چنانچہ اُنھیں ہمیشہ اپنا سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ پھر اُن شہروں کی حیثیت کیا تھی جو بادشاہوں نے آباد کر کے اپنے ناموں سے اُنھیں معنون کیا تھا؟ خود بادشاہوں کا خیال تھا کہ یہ شہر اُن شہروں سے بالکل علٰحدہ ہیں انھیں یونانی ہونے کی وجہ سے قانوناً آزاد ہونے کا حق ہے۔ لیکن یہاں کے باشندوں نے بھی اسی طرح سے اپنے یونانی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ واضح ہو کہ ان شہروں میں ان کے مؤسسوں کی پوجا ہونے کی وجہ سے یہ خواہی نخواہی خاندان شاہی کے دست نگر سمجھے جاتے تھے، گو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے باشندے بھی تو یونانی ہی تھے، اور ان میں بھی خودمختاری کی ویسی ہی خواہش تھی جیسی دوسرے یونانیوں میں؛ اُن کے اس جذبے کو اس درجہ ترقی ہوئی کہ اس عہد کے اختتام پر جس پر ہم تبصرہ کر رہے ہیں، ان کی کوشش سے سلطنت شامیہ شہری جمہوریتوں کی شکل میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی (دیکھو ابواب ۵، ۲۰ وغیرہ)۔ علاوہ ازیں آج بھی ایسے ملکوں کی مثالیں ملتی ہیں جو خودمختار بھی ہوں اور کسی دوسری مملکت کے دست نگر بھی، جیسے عہدنامہ برلن کے بعد بلغاریہ، جو برائے نام باب عالی کے ماتحت تھا لیکن فی الواقع آزاد تھا۔ دوسری صدی ق م کے اختتام پر انطاکیہ، لاؤدیسیہ وغیرہ کا

انتی گونوس نے شمال اور جنوب میں جنگ شروع کردی۔ شہر صور کے علاوہ فنیقیہ کے کسی شہر نے اس کی مطلق مدافعت نہیں کی، اور اس شہر کے سوائے تمام ملک آسانی سے اس کے قبضے میں آ گیا۔ ایشیائے کوچک میں اس نے اپنے بھتیجے بطلیموس کو اپنا قائم مقام مقرر کیا، اور اس محاذ میں اس کے اور مصری بیڑے کے مابین، جس کا ناخدار سلیوکوس تھا، مڈبھیڑ ہوئی جس میں اسے نیچا دیکھنا نہیں پڑا۔[٢] خاص ارض یونان میں

بقیۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ شاہان سوریہ کے ساتھ بالکل اسی قسم کا تعلق تھا، چنانچہ یہ حکم لگایا جاسکتا ہے کہ قدیم یونانی شہر تو "خود مختار بھی ہیں" اور "نگرانی سے آزاد بھی" لیکن وہ بلدیات جن کی تاسیس بادشاہوں نے کی وہ "خود مختاری" اور "نگرانی سے آزادی" دونوں کی کوشش کرتے ہیں اور بہ نسبت قدیم بلدیات کے انھیں "خود مختاری" نسبتہً زیادہ حاصل ہو جاتی ہے۔ ان امور سے ہم یونانی بادشاہوں کے متعلق یونانیوں کے جو خیالات تھے ان کا اندازہ کرسکتے ہیں اور یہ امر تاریخ میں نہایت اہم ہے۔ یونانیوں کے نزدیک بادشاہوں کی مطلق کوئی قانونی حیثیت نہیں تھی۔ "پولس" یا "شہر" کے اندر تو بادشاہ کی مطلق کوئی حیثیت نہیں تھی، اور اس سے باہر اس کی وہی حیثیت تھی جس کا مختلف عہد ناموں کے ذریعے سے تعین ہوا تھا۔ ملکی اقتدار کا خیال یونانیوں سے بہت بعید ہے۔ نیز دیکھو پیول مان Poehlmann کی کتاب "بنیادی اصول" Grundzuege صفحہ ۴۵۲۔

[٢] پوسانیاس ۱، ٦ میں بطلیموس اول کے متعلق بہت کچھ مواد ہے۔ انتی گونوس کے بھتیجے بطلیموس کے لیے، جو پہلے تو کاساندر اور پھر اپنے ہمنام فرمانروائے مصر کے پاس بھاگ جاتا ہے، اور جسے مصر کا حکمران آخر ٹھکانے لگا دیتا ہے، دیکھو نوشتہ مندرجہ "مجموعۂ نوشتہ جات اٹکیا" C. I. A.

باب ۲

میں پولیپرخون کو برابر میدان جنگ میں فتح ہوتی رہی تا آنکہ خود اس کا بیٹا اس سے علیحدہ ہو کر کاسانڈر سے مل گیا (۳۱۵ ق م) اب بطلیموس نے بھی جو انٹی گونوس سے اپنے آپ کو کچھ کم نہیں سمجھتا تھا، یونان کی آزادی کا اعلان کر دیا، گو ان دونوں آزادی دہندوں کو اس کی شمہ بھر بھی پروا نہیں تھی ۳۱۴ ق م کے واقعات میں یہ بیان کرنا کافی معلوم ہوتا ہے کہ انٹی گونوس نے پندرہ مہینے کے محاصرے کے بعد آخر کار شہر صور کو بھی فتح کر لیا، اور ادھر ایشیائے کوچک اور یونان دونوں میں برابر جنگ جاری رہی جس میں کبھی ایک فریق کا اور کبھی دوسرے کا پلڑا جھکا رہا ۳۱۳ ق م میں بھی صورت حال میں کچھ زیادہ تبدیلی نہیں ہوئی اور اسی سال میں سب سے نمایاں واقعہ یہ تھا کہ انٹی گونوس نے جو بیڑا روانہ کیا تھا اس نے جزیرۂ یوبیہ پہنچ کر اس کا ایک حصہ فتح کر لیا، ادھر بطلیموس نے مصر پر اپنے پاؤں جمائے اور قبرص کو بھی تسخیر کر لیا ۳۱۲ ق م میں انٹی گونوس کے بھتیجے نے خالکس اور وسطی یونان کے ایک حصے پر قبضہ کر لیا۔ بطلیموس ایک بڑا لشکر لے کر غازہ گیا اور وہاں پہنچ کر انٹی گونوس کے بیٹے دیمتریوس کو شکست دے دی جس کی وجہ سے جنگ کی بساط میں گونہ تبدیلی پیدا ہو گئی۔ ادھر بطلیموس نے فینیقیہ پر قبضہ کر کے سلیوکوس کو آٹھ سو پیدل اور دو سو سوار لے کر بابل کی طرف روانہ کیا۔ راستے میں اس کی چھوٹی سی فوج میں ہر لمحہ اضافہ ہوتا گیا اور آخر کار بابل پہنچ کر یہ اس شہر پر قابض ہو گیا اس کے بعد اس نے مدیہ کے صوبہ دار نکانور کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ جلد ۲، صفحہ ۲۶۶ = ہکس Hieks ۱۴۱ مع حواشی — ۳۱۵ ق م سے ۳۱۲ ق م تک کے لئے دیکھو نیز Niese ۲۷۳/۲۹۲

شکست دی جس کی وجہ سے اُس کی فتوحات پہلے سے زیادہ مستحکم ہو گئیں۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ غالباً اُسے اس وقت نہیں بلکہ اُس کے بہت بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ اپنی حکومت کی ابتدا فتح بابل سے قرار دے اور اسی واقعے سے جدید سنہ سلیوکوسی کی ابتدا ٹھہرائے[۳۵] لیکن بطلیموس کو دیمتریوس کے ہاتھوں شام کے شہر میوس کے قریب زک پہنچی جس کے بعد انتی گونس اور اُس کا بیٹا اس کی بجائے فنیقیہ پر قابض ہو گئے۔ چونکہ انتی گونس کو مصر پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں تھی اور ساتھ ہی وہ ایک ضرب ضرور لگانا چاہتا تھا اس لئے اُس نے اپنے بیٹے کو نباطیوں کے ملک پر چڑھائی کرنے کے لئے روانہ کیا جو عرب الحجر میں آباد تھے۔ اس سے صرف یہی نتیجہ نکلا کہ یہ قوم بظاہر مغلوب ہو گئی۔ اُدھر ۳۱۱ق م میں انتی گونس نے سلیوکوس کو بابل سے نکال باہر کیا۔ اب ہمارے کان یک بیک ایک صلحنامے کی آواز سے آشنا ہوتے ہیں جو ۳۱۱ق م ہی میں کاساندر، بطلیموس و لیزی ماخوس اور دوسری جانب انتی گونس کے مابین ہونا بتایا جاتا ہے، جس میں یہ طے پایا کہ روشنک کے بیٹے سکندر کے سن بلوغ تک یورپ میں کاساندر ستراتی گوس کے فرائض انجام دے، لیزی ماخوس تھریس پر حکومت کرے، بطلیموس مصر، لیبیہ و عرب کا والی ہو اور انتی گونس کے سپرد تمام ایشیائے کوچک کر دی جائے؛ رہے یونانی، تو انہیں آزادی مل جانی چاہیے۔ اس صلحنامے میں دو چیزیں مبہم ہیں: ایک تو یہ کہ آخر یہ ہوا کیسے، اور دوسرے آیا اس کی جملہ شرائط کا ہمیں علم بھی ہے؟ پھر سلیوکوس کی بابت آخر کیا طے پایا؟ کیا اُس کا اس وثیقے میں واقعاً کوئی ذکر نہ تھا؟ کیا بطلیموس نے اُسے لٹکتے میں

---

[۳۵] سلیوکیہی سنہ کی ابتدا یکم اکتوبر ۳۱۲ ق م (اولمپیاد ۱۱۷، ۱)؛ ڈارودے سن ۲، ۲، ۱۵؛ بابلون: "شاہان سوریہ"؛ Babelon: Rois de Syrie صفحہ ۱۷۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خاندان سلیوکوس کے اقتدار کے اسباب میں سے یہ بھی تھا کہ بطلیموس نے سلیوکوس کی مدد کی تھی۔ اس سنہ کو سب سے پہلے فینقی ہی کام میں لائے۔

باب۲ چھوڑ دیا؟ ہمارے نزدیک بطلیموس کے لئے یہ ناممکن نہ تھا کہ وہ سلیوکوس سے کنارہ کشی اختیار کرے[۵۴]

اس صلح نامے کے اسباب و شرائط پر تاریکی کا پردہ پڑا ہونے کے ساتھ یہ بھی بغایت مشتبہ و مشکوک ہے کہ آخر اُسے کس بہانے سے اور کب توڑ اگیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ سنہ ۳۱۰ ق م میں بھی جاری ہے، اور ہم سے کہا جاتا ہے کہ بطلیموس والیٔ مصر نے کلیکیہ کے بعض اضلاع انتی گونوس سے فتح کر لئے اور ساتھ ہی کاساندر اور لیزی ماخوس والے شہروں کو اپنی مدد کے لئے طلب کیا۔ سنہ ۳۱۲ ق م کے صلح نامے کے بعد کاساندر نے روشنک اور اُس کے بیٹے سکندر دونوں کا کام تمام کر دیا، لیکن چونکہ اس حکمران کی زندگی اور اُس کے اوصاف کی طرف کسی کی بھی توجہ نہیں تھی اس لئے ان دونوں کے قتل کا کسی پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا۔ سکندر کے خاندان کا ایک دوسرا فرد ہرقل ولد بارسینہ تھا جو سکندر اصغر کے برابر صحیح النسب نہیں تھا؛ اب اُسے پولیس پرخون پرگاموم کی گوشہ نشینی سے میدان کارزار میں کھینچ لایا اور اُسے سلطنت کا جائز وارث ہونے کا اعلان کر کے بظاہر اُس کے لئے ایک معتدبہ لشکر جمع کیا جس میں شرکت کے لئے ایتولیہ والوں نے بھی اپنا ایک رسالہ بھیجا؛ لیکن ہرقل کی ترقی ہی اُس کے خاتمے کا پیش خیمہ تھی؛ اس لئے کہ چند ہی روز بعد پولیس پرخون نے اُس کے ذریعے سے کاساندر سے

---

[۵۴] سنہ ۳۱۱ ق م والے صلح نامے میں سلیوکوس کا مطلق ذکر نہیں؛ دیودوروس ۱۹، ۱۰۵۔ دیودوروس کے بیان میں ۲۰، ۵۳ (یعنی سنہ ۳۰۶ ق م) تک سلیوکوس کا اس کے بعد ذکر نہیں آتا جہاں اُس کی بابت کہا گیا ہے کہ ”حال ہی میں اُسے صوبہ دار مقرر کیا گیا تھا“ لیکن ہمارے نزدیک اس سے سنہ ۳۱۲ ق م سے و نیز دیودوروس کے بیان متعلق ۱۹، ۱۰۰ سے مراد ہوگی۔ دیودوروس ۱۹، ۱۰۵ میں جنگ کا حال بیان کرتے کرتے کچھ اور بیان کرنے لگتا ہے لیکن سنہ ۳۱۰ ق م (۲۰، ۱۹) میں اسی موضوع کی طرف پھر آتا ہے۔

باب ۲

چند مراعات حاصل کیں، اور اس سے نہ صرف پیلوپونیز کی سیادت بلکہ تمام سلطنت کی حکومت کا وعدہ اس شرط پر کیا کہ وہ ہرقل کو راستے سے ہٹا دے گا۔ اس شرط کو پولیس پرخون نے ۳۰۹؁ ق م میں پورا کر دکھایا، جس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کاساندر نے بھی اپنے وعدے کا ایک جزو پورا کر دیا۔ اس کے بعد کم از کم ہمیں اس کی اطلاع نہیں پہنچی کہ اُس نے پولیس پرخون کا خاتمہ بھی ساتھ ہی ساتھ کر دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ متولیِ سلطنت تماشا گاہ تاریخ سے بلا کسی قسم کا نشان چھوڑے ہوئے خود سلطنت کے اختتام سے صرف دو سال پیشتر غائب ہو جاتا ہے۔

۳۰۹؁ ق م میں بطلیموس کو مزید کامیابی ہوئی، یعنی اُس نے جنوب و مغربی ایشیائے کوچک میں زانتھوس، کاؤنوس اور فاسےلس پر قبضہ کر کے اپنی حکومت کو مستحکم کر لیا۔ اُس نے میندوس سے اندروس گیا، جا کر اسے "آزاد" کرتا ہوا بحری راستے سے یونان پہنچا جہاں کراتےسی پولس نے ۳۰۸؁ ق م میں کورنتھ و سکیون اُس کے حوالے کر دئیے۔ ابتدا میں تو اس کا یہ ارادہ تھا کہ چند دوسرے یونانی شہروں کو بھی "آزاد" کرائے لیکن کچھ ہی زمانہ گزرنے پایا تھا کہ اُس نے یہی بہتر سمجھا کہ کاساندر سے صلح کر لے اور ان دونوں میں یہ قرار پایا کہ جو کچھ جس کے پاس ہے اُسے وہ اپنے ہی قبضے میں رکھے[۵] اس کے برعکس اُسے اپنی دوسری تدبیریں، جس سے تھوڑا بہت فائدہ مقصود تھا، ناکامی ہوئی۔ سکندر کی بہن کلیوپاترا کی، جس نے سارڈس کو اپنا مسکن بنا لیا تھا، یہ خواہش تھی کہ بطلیموس سے

---

[۵] بطلیموس و کاساندر کے مابین صلحنامہ، دیودورس ۲۰، ۳۷۔

باب ۲ نکاح کرے۔ اس سے پہلے بھی اُس نے اپنا عقد کرنے کی کوشش کی تھی (دیکھو اوپر، باب ۱) لیکن اس میں اُسے کامیابی نہیں ہوئی تھی؛ اب اُسے پھر خیال پیدا ہوا کہ کسی حکمراں ہی سے عقد کرنا چاہیے؛ اور ادھر خود بطلیموس نے ایسے معاقدے کو خود اپنے حق میں مفید و کارآمد سمجھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے کلیوپاترا سارڈس سے جانا چاہتی تھی لیکن اُسے انتی گونوس نے باز رکھا، اور اس کے چند ہی روز بعد کچھ عورتوں نے اُس کا کام تمام کر دیا جنھیں انتی گونوس نے کافی سزا دی اور حکم دیا کہ مقتولہ کا جنازہ نہایت شان و شوکت سے اٹھایا جائے۔

یہاں تو بطلیموس کو ناکامی ہوئی، لیکن ادھر افریقہ میں اُسے سرنہ کی تسخیر کی وجہ سے گویا اس زک کا بدل مل گیا۔ سنہ ۳۱۲ ق م میں اُس کے مقرر کردہ صوبہ دار نے بغاوت کر دی تھی، لیکن اگاتھوکلیس نے باغی صوبہ دار کا کام تمام کر دیا تھا، اور اب بطلیموس کے سوتیلے بیٹے ماگاس نے اُس کی طرف سے از سر نو سرنہ پر قبضہ کر لیا[۵۶] (دیکھو ابواب ۵ و ۷)۔ گویا اُس وقت یعنی سنہ ۳۰۸ ق م کے قریب صورت حال کچھ اس نوع کی تھی کہ بطلیموس سرنہ، قبرص، اجزائے لکیہ و کاریہ، کوس، اندردس، سکیون و کورنتھ پر قابض ہونے کی وجہ سے طاقتور بن گیا تھا؛ کاساندر مقدونیہ کا حاکم تھا اور اُسے اپیائرس میں کسی قسم کی مخالفت سے دوچار ہونا نہیں پڑا تھا۔ دوسرے اب بھی اس کے قبضے میں یوبیہ، تھیبز، ایتھنز، میگالوپولس تھے[۵۷]

---

[۵۶] سرنہ پر ماگاس کا قبضہ سنہ ۳۰۸ ق م میں ہوا۔ Suid. "دیمٹریوس" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماگاس نے سنہ ۳۰۸ ق م سے سنہ ۲۵۸ ق م تک حکومت کی ہوگی۔

[۵۷] مقدونیوں نے ایتولیہ کے خلاف اکارنانیہ کو، بیوتیہ کے خلاف تھیبز کو اور آرکیڈیا کے خلاف میگالوپولس کو مدد دی؛ ڈروائے سن ۲، ۲، ۱۰۳/۱۰۴ —

باب۲

لیزی ماخوس نے اپنے قبضۂ ہیلیس پونٹ کو کاردیہ کے مشرق میں لیزی ماخیہ کی آبادکاری کر کے مستحکم کر لیا تھا۔ ان تینوں حکمرانوں کے خلاف انتی گونوس بالکل یکہ و تنہا تھا، اور ساتھ ہی اُسے اپنے عقب میں بھی خطرہ لگا ہوا تھا، اس لئے کہ سلیوکوس نے بابل پر از سر نو قبضہ کر لیا تھا، چنانچہ اُسے اس کی ضرورت پیش آئی کہ وہ کوئی ایسا فعل کرے جس سے بلاد یونان میں ایک قسم کی سنسنی پیدا ہو جائے، اور اس نے یہ خیال جمایا کہ ایتھنز پر حملہ کرنا چاہئے جو یونان کا گویا ایک طرح کا مرکز بنا ہوا تھا۔ ہم پڑھ چکے ہیں کہ یہاں کاساندر کے قائم مقام

---

۵۸ سنہ ۳۰۰ ق م میں یونانیوں کی جو ذہنی و اخلاقی حالت تھی اُسے ڈروائے سن نے مفصلۂ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے (۲، ۲، ۱۰۲): "عوام الناس مفلوک الحال تھے، ان میں اخلاق کی خوبو نہ تھی، وہ اپنے معبودوں اور اپنے ملک کی طرف سے بالکل بے پروا تھے اور اُن کی اُٹھتی ہوئی نسل کو اُس زمانے کے محبوب و مرغوب فلسفیوں نے بگاڑ دیا تھا"۔ ہمارے نزدیک اس مقولے کا کوئی حصہ بھی درست نہیں ہے۔ پہلے حصے کی عدم صحت کا ثبوت اس موقع پر نہیں دیا جا سکتا، اور اس قسم کے کلیہ آمیز حکم کی تردید کرنے میں ہمیشہ مشکل پڑتی ہے۔ لیکن میرے بیان کا ایک ایک لفظ ڈروائے سن کے خیال کی تردید سمجھنا چاہئے۔ ڈروائے سن کے فقرے کا دوسرا حصہ جو فلسفیوں کے خراب اثرات سے متعلق ہے، اُس میں تھوڑی بہت قطعیت ہونے کی وجہ سے اُس پر بحث کی جا سکتی ہے۔ یہاں ہمیں فرض کرنا پڑتا ہے کہ ڈروائے سن کی مراد "رواقیوں" کے مرکز یعنی ستوا کی تاسیس سے پہلے کے زمانے سے ہوگی اس لئے کہ اس مسلک کی تاسیس کے بعد "بگاڑنے" کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ حکم اس سے پہلے کے زمانے پر بھی نہیں لگایا جا سکتا۔ ہمارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ

باب ۲

کی حیثیت سے دیمتریوس ساکن فالیروم حاکم تھا؛ اُس نے اپنی دہ سالہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ اکاڈمیوں، مشائیوں، کلبیوں اور میگاریوں نے اُس زمانے کے نوجوانوں کو بگاڑا تھا؟ ہمارا تو یہ خیال ہے کہ اگر ڈرواۓ سن کے پیش نظر کوئی وزنی وجہ نہ ہوتی تو اُسے ہرگز اس قسم کا حکم نہیں لگانا چاہیے تھا، مگر مفصلہ ذیل امور سے معلوم ہوگا کہ یہ خیالات محض ذاتی جذبات پر مبنی تھے۔ وہ آگے بڑھ کر چند دوسرے عجیب خیالات کا اظہار کرتا ہے؛ صفحہ ۱۰۳ پر وہ ایشیائی جزائری یونان کو، "جو جماعتی خود مختاری کے قعر میں جا پھنسے تھے" یہ نسبت بد اخلاق آزاد یونان کے کہیں بہتر تھے۔ لیکن یہ واقعے کے خلاف ہے کہ ایشیا اور جزائر کے یونانی "جماعتی آزادی" کے قعر میں جا پھنسے تھے۔ قانونی اعتبار سے وہ اُتنے ہی آزاد تھے جتنا خود ایتھنز اور واقعاً بھی اُنھیں اُس سے کچھ کم آزادی حاصل نہیں تھی، بلکہ ان میں سے بعض نے تو میدان سیاسیات میں اُتنے ہی اعلیٰ و ارفع فرائض انجام دئے جیسے ایتھنز نے۔ یہاں ہم صرف ابی دوس (ڈرواۓ سن ۲، ۲، ۲۰۱ و ۲۱۱) اور رھوڈز کا ذکر کافی سمجھتے ہیں۔ اگر یہاں کے باشندے ایتھنزیوں سے زیادہ خوش تھے تو اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ ان کی چلت پھرت محض جماعتی جدوجہد تک محدود تھی، لیکن ہماری نقطۂ نظر سے ڈرواۓ سن کا مطلب اس وقت بالکل سمجھ میں نہیں آتا جب وہ یہ کہتا ہے کہ دیار مغرب میں صورت حال اس سے بہت بہتر تھی، اگاتھوکلیس کی فرماں روائی میں سسلی والے چین و اطمینان سے زندگی بسر کرتے تھے، اور "اپنی منتظم اور عاقلانہ انتظام کی وجہ سے تارنتوم کے طرز عمل سے چھوٹے چھوٹے شہروں کی تائید و پشت پناہی ظاہر ہوتی ہے"۔ واقعہ یہ ہے کہ عیش پسند تارنتوم دوسروں کو مدد دینا تو کجا، خود اپنا بچاؤ بھی نہیں کرسکتا تھا، اور یکے بعد دیگرے کبھی کسی ایپائروسی اور کبھی کسی اسپارٹی کو اُسے بلانا پڑتا تھا؛ رہا سسلی، تو ہمیں اگاتھوکلیس کے عہد میں اس جزیرے میں شمہ بھر بھی خوشی و خرمی کا پتا نہیں چلتا۔ میرا خیال ہے کہ میں نے ان خیالات کے

حکومت کے دوران میں شہر کی دولت وثروت میں ضرور اضافہ کیا، لیکن خود اپنی خرابیٔ اخلاق کی وجہ سے شہر والوں کے خصائل کو پست کردیا، اور اُس پر طرفہ یہ کہ ایک حقیقی خودسر کا روپ بھر کر جاسوسوں اور خفیہ عمال کے ذریعے سے اُن کے عیش وعشرت کو سختی کے ساتھ دبانے کی کوشش کی۔ لیکن شہریوں نے اُس کی حکومت کے ساتھ روادارانہ برتاؤ کیا، بلکہ بعض تو واقعی اُس سے خوش تھے؛ لیکن وہ ایتھنزی جنھیں پرانی روایات کی یاد تازہ تھی وہ اپنے محبوب ومالوف شہر کو اس قعر میں دیکھ کر شرمسار ہوتے تھے جس میں وہ گر گیا تھا، اور وہ ایسے شخص کا حکم ماننے کو اول درجے کی ذلت ونکبت سمجھتے تھے جس نے اس وقت تک میدان جنگ میں کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا تھا اور جو خود اپنی رائے پر عمل کرنے کی بجائے کاساندر کا حکم ماننے پر مجبور تھا[۹] ان کا خیال تھا کہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ بے بنیاد ہونے کا ثبوت دے دیا ہے، اور میرے نزدیک یہ محض لکھنے والے کے ذاتی جذبات سے زیادہ کسی چیز پر مبنی نہیں ہیں، اس لئے کہ اوّل تو ان کا پیش کرنے والا اوّل درجے کے علماء سے ہے، اور دوسرے اُن کو غلط ثابت کرکے میں نے ایک اور بات کو صاف کردیا ہے، وہ یہ کہ جس زمین پر ان خیالات کا نشوونما ہوتا ہے یعنی اس یونان کی بداخلاقی جو واقعاً آزادی کی جدوجہد میں لگا ہوا ہے، اس زمین کا وجود دراصل محض تخیل سے باہر نہیں ہے۔ نیز دیکھو حواشی باب ۶۔

[۹] دیمتریوس ساکن فالیروم کے لئے مقابلہ کرو وہ تحریرات جن کا ہرمان ٹومسرا
”مملکت قدیمہ“ Hermann-Thumser: Staatsalt ۱۳۵ میں ذکر ہے۔
اس شخص کو شوارکز: ”عمومیت“ Schwarez: Die Demokratie لائپزگ
۱۸۸۲ء) اور ون ولاموو تز: ”انتی گونوس ساکن کاریستوس“ Willamowitz:
Antigonos von Karystos صفحہ ۱۸۴) نے بہت کچھ بڑھا دیا ہے۔

اگر وہ کسی طرح اپنی کھوئی ہوئی آزادی حاصل کرلیں تو ایسی حالت میں

بقیۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ولاموو تز کہتا ہے کہ دیمتریوس نے ملک کو محفوظ کیا، اس میں امن و امان رائج کیا، فرقہ وارانہ آزادی کی کیفیت سے کام چلانے کا صحیح راستہ بتایا، یہی وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے لڑکوں کی تعلیم کو مملکت کا فرض قرار دیا اور "ایفی بیا کو سرکاری ادارہ بنا دیا"۔ جب سے ارسطاطالیس کی کتاب "دستور ایتھنز" دستیاب ہوئی ہے اُس وقت سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ایفی بیا کو دیمتریوس نے سرکاری جامہ پہنایا، اس لئے کہ سنہ ۳۲۳ جیسے بعید زمانے میں بھی ایفی بیا کی یہی نوعیت تھی۔ فون ولاموو تز کہتا ہے کہ دیمتریوس ہی نے مدارس فلسفہ میں تعلیم کے آزادانہ پیرائے کو مستحکم کردیا۔ لیکن یہ واقعے کے خلاف ہے اس لئے کہ کسی غیر ملکی حکمران کا ایک عہدہ دار ایتھنز کے کسی ادارے کو بھی مستحکم نہیں کرسکتا تھا، اس میں شبہ نہیں کہ اُس نے آزادی تعلیم کی حفاظت ضرور کی لیکن اس کی بنیاد اور اس کا استحکام محض ایتھنز والوں کے صحیح جذبات پر منحصر تھا۔ اسی طرح یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اُسی نے امن و امان قائم کیا، اس لئے کہ یہ دیمتریوس جیسے عہدہ دار پر منحصر نہیں تھا بلکہ اس کا دارومدار اُس کے آقا اور ہمعصر حکمرانوں پر تھا۔ ممکن ہے کہ اُس کے عہد میں ایتھنز میں امن و امان رہا ہو، یہاں تک کہ اُس میں کسی قسم کا اختلال پیدا نہیں کیا۔ ناٹک کے مقابلوں کی از سر نو تنظیم بھی اسی کے ساتھ منسوب کی جاتی ہے (کیوہلر Koehler ۲، ۲۳۵؛ میولر: "تماشا گاہ قدیم" Mueller: Buehnen Alterthum, ۲۲) دیمتریوس نے ضرور سنہ ۳۰۹ ق م میں عید دیونی سیس کی صدارت کی، اور کچھ عرصے کے بعد ہم ادارۂ اگونو تھیٹریا ("نگرانی لعب") سے دوچار ہوتے ہیں، چنانچہ ممکن ہے کہ یہ تبدیلی اسی نے کی ہو۔ لیکن ان دونوں ادارات کے درمیان جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ خوریگیا تو ایک "لٹی تورگیا" یا خدمت عامہ سمجھی جاتی تھی اور اگونو تھیٹریا کی نوعیت ایک عہدے کی تھی۔ اس جدت کا سبب یہ تھا کہ

باب ۲ انھیں اپنے معبودوں کا شکر گزار ہونے کا موقع مل جائے گا، اور

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ مختلف عیدوں اور تہواروں کے موقعوں پر کافی اشخاص چندہ دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے، لیکن چونکہ یہ عیدیں بہر نوع منعقد ہونی ضرور تھیں اس لئے خود عموم نے خورگیا کو اپنے سر لے لیا اور ایک نگران لعب (”اگونوتھیٹیس“) کو مقرر کیا جو ایک ذمہ دار عہدہ دار ہوتا تھا تاکہ وہ مختلف مدارج کی نگرانی کرے۔ اس سے وہ صورت حال یاد آتی ہے جس کا الزام پولوس پر لگایا گیا تھا (جلد ۳، باب ۱۵، حاشیۂ ۵)، اور اب مملکت کو اسی طرح روپیہ مہیا کرنا پڑتا تھا، درانحالیکہ اب دیمتریوس کے عہد میں صرف مرفہ الحال شہریوں کو رائے دہی کا حق باقی رہ گیا تھا۔ چنانچہ اگر اس طبقے کے سر سے عیدوں اور تہواروں کے اخراجات برداشت کرنے کا بار ہٹا لیا گیا اور اُن کی بجائے اس کا بار خزانۂ عامرہ پر ڈالا گیا تو اس سے مرفہ الحال طبقے کی طرف صریح میلان ظاہر ہوتا ہے، اور ہمیں یہ سُن کر تعجب نہیں ہوتا کہ اس منظورِ نظر طبقے نے ایک قدم آگے بڑھا کر یہ طے کیا کہ اُن کے مربی اور سرپرست کے ۳۶۰ مجسمے نصب کئے جائیں، اور اس کا خرچہ خزانۂ عامرہ سے دلایا جائے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ حال میں اس تمام قصے کو بالکل دوسرا جامہ پہنانے کی کوشش کی گئی ہے اور دیمتریوس اور مرفہ الحال طبقے کو سراہا گیا ہے۔ یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ مملکت پر نہیں بلکہ اس ”نگران لعب“ پر جملہ اخراجات کی ذمہ داری عائد ہوتی تھی، اور اس مفروضے کی تائید میں ایتھنزیوں کی وہ تجویز عوام میں پیش کی جاتی ہے جو فیلی دیس کے لئے منظور کی گئی تھی (”مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا C I.A ۲، ۳۱۴ = ڈٹن برگر ۱۴۳)“ جس میں اس شخص کی اس لئے تعریف و توصیف کی گئی تھی کہ اُسنے ”خود اپنی جیب سے“ اس وقت بہت روپیہ خرچ کیا تھا جب وہ ”نگران لعب“ تھا۔ اس نقطۂ نظر سے اخراجات کا بار خزانۂ عامرہ پر مطلق نہیں پڑتا تھا۔ لیکن ہماری رائے میں یہ درست نہیں ہے؛ دیکھو ڈٹن برگر ۱۲۱، اور ہرمان تومزر Hermann-Thumser. ۱۲۱،

اگر بیرونی حکمرانوں کے طرز عمل کی تائید ضروری سمجھی گئی تو کم از کم یہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ۔ اوّل تو یہ مفروضہ پایۂ ثبوت ہی کو نہیں پہنچا، اور دوسرے یہ فی نفسہٖ ناممکنات سے ہے، اور یہ ایسی بات ہے جو اس سے پہلے کسی کے ذہن میں نہیں آئی ۔ فیلی دیس کے اعزاز سے کوئی ثبوت نہیں ملتا، اس لیئے کہ اُس کا اعزاز محض اس لیئے کیا گیا کہ اُس نے یہ روپیہ خود اپنی جیب سے خرچ کیا تھا جس پر وہ مجبور نہیں تھا ۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس کے عہدے کی ذمہ داری ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ رقوم عامہ کے خرچ کا وہ ذمہ دار تھا، اور درحقیقت اُس نے صرف یہ کیا کہ اس رقم میں خود اپنی جیب سے اضافہ کر دیا ۔ اور پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ عموم کے خوریگیا سے معنی یہی ہیں کہ عموم پر روپیہ ادا کرنے کا فرض عائد ہوتا ہے ۔ لیکن، جیسا اوپر کہہ چکا ہوں یہ مفروضہ ناممکنات سے بھی ہے، اس لیئے کہ ایک ایسی مملکت جس میں ایک آدھ درجن ایسے لوگ نہ نکلیں جو اپنی جیب سے سنگیتیوں کی اجرت دے سکیں تو وہ ہر سال ایک شخص واحد کو کیسے ترغیب دے سکتی ہے کہ وہ اس رقم کو جو پہلے دس بارہ لوگوں کی جیبوں سے نکلتی تھی، خود اپنی جیب سے نکال دے ۔ ہم یہ نتیجہ نکالنے پر حق بجانب ہیں کہ اگونوتھیز یا نگران لعب کے عہدے کے قیام کی وجہ سے اخراجات عید کا بار خزانۂ عامرہ پر پڑ گیا، اور اگر دیمتریوس ہی نے یہ تبدیلی کی تھی تو اُسے اچھی طرح سے اس کا علم ہوگا کہ اس سے کس طبقے کو فائدہ پہنچتا ہے، اور مرفہ الحال طبقہ اپنے فوائد کو خوب اچھی طرح سے پہچانتا تھا ۔ لیکن دیمتریوس نے اظہار سنجیدگی کی بہت کوشش کی ۔ اُس نے اعداد و شمار کے خیال کو ترقی دی Atth. ۶، ۶۷۲؛ بیلوخ: "مردم شماری" Beloch: Bevoelkerung صفحہ ۴ و ۵۷ ۔ اُسے "نگرانہائے قانون" Nomophylakes کا تقرر کیا اور Sync. ۲۷۳، ۳ میں تو اُسے "تیسرا ایتھنزی مقنن" گردانا گیا ہے ۔ اس کی خواہش تھی کہ لوگ اُسے سولون اصغر سمجھیں ۔ اُس نے خاص طور پر مقبروں کے خرچ تعمیر کو محدود کرنے کی کوشش کی (سسرو Cicero: De Legg, ۲، ۶۶)

حکمراں شاہ مقدونیہ سے کہیں زیادہ دور اُفتادہ اور ان سے بدرجہا کم ظالم تھے،

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ جس کی وجہ سے فنونِ لطیفہ کو معتد بہ نقصان پہنچا؛ دیکھو "جریدۂ لسانیات برلن" Berl. Phil. Woch. سنہ ۱۸۹۲ء، صفحہ ۴۴۸ ۔

سسرو کہتا ہے کہ اس مقصد کے لئے اُس نے ایک اور عہدہ دار مقرر کیا، جس سے دیمتریوس کے عہدوں میں اضافہ کرنے کی خصوصیت کا اظہار ہوتا ہے۔ سسرو De off. ۲، ۶۰ میں فارقلیس کو اُس لئے بُرا بھلا کہتا ہے کہ اُس نے "اسقدر روپیہ پارتھے نون کا صدر دروازہ بنانے میں صرف کر دیا تھا" جس سے دیمتریوس کا مبلغ نظر صاف ظاہر ہو جاتا ہے؛ اور اس پہ وہ نہایت اطمینان سے خود اپنے ۳۶۰ مجسموں کی تنصیب کی قرارداد کو تسلیم کر لیتا ہے! ظاہر ہے کہ اس مصرف میں روپیہ خرچ کرنا ایک بالکل دوسری بات تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُسے اس واقعے کا، جو اکثر یونانیوں کے لئے اظہر من الشمس تھا، اندازہ ہی نہ تھا کہ ایتھنز کی عظمت دو جذبات پر مبنی تھی، ایک تو آزادی سے عشق اور دوسرے خوبصورتی سے محبت۔ کہا جاتا ہے کہ اُس کے عہد حکومت میں ایتھنزی غیر ملکیوں کا خیال پہلے سے بہت کم کرتے تھے، لیکن اس کی اصلی وجہ یہ تھی کہ جس قدر بھی چاپلوسی ممکن تھی وہ خود اپنی ہی کراتا تھا۔ بحیثیت ذی علم ہونے کے اُس میں قابلیت کی کمی تھی، اور اگر یہ امر واقعہ ہے کہ وہی نوادر خانۂ اسکندریہ کا موسس تھا تو اُس کی عظمت میں کس کو کلام ہو سکتا ہے؛ لیکن کسی دوسرے لحاظ سے اُس کی شخصیت میں غلو نہیں پایا جاتا۔ اُسے تین چیزیں مرغوب تھیں؛ علم و عیش تو اپنے لئے اور سخت ترین تادیب غربا کے واسطے۔ وہ ایک ایسا متمدن دُنیا دار تھا جو گویا معاشرے کے محافظ کا روپ بھرے ہوئے تھا، اور یہ وہ نوع ہے جس کی مثالیں ہمارے زمانے میں بہت سی ہیں۔

لیکرگوس کی زندگی سے غیر ملکی بادشاہ کے اس بد اخلاق قائم مقام سے ایک قسم کا تباین سامنے آتا ہے۔ لیکرگوس خوبصورت اور نبیل کا گویا پجاری تھا، اور اُس کے ساتھ ایک اوّل درجے کا عملی جمہوری مدبر تھا جس نے ایتھنز میں اپنی

چنانچہ ایسی حالت میں اُنھیں اس کا موقع ملنا آسان تھا کہ وہ اپنی قرار دادوں کو پورا اپنے طریقے سے منظور کرلیں۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب دیمتریوس ولد انتی گونوس، جو اپنے ہمنام ساکن فالیروم کی طرح بہادر، ہوشیار اور قابل شخص تھا، راس سونیوم کے قریب سنہ ۳۰۷ ق م میں ایک بڑا بیڑا، روپیہ اور سپاہی لیے کر نمودار ہوا، اور سنتریوں کی اس غلطی کی وجہ سے کہ انھوں نے اُسکے جہازوں کو مصری جہاز سمجھا، وہ پیرائیوس میں پچیس کشتیوں سمیت لنگر انداز ہوگیا تو اُسے وہاں کے لوگوں نے نہایت گرمجوشی سے خوش آمدید کہا۔[10] چند چھوٹی موٹی مڈبھیڑوں کے بعد دیمتریوس ساکن فالیروم نے اس سے لوگوں کی حفاظت کرنے کے لئے استدعا کی اور خود اس کے بعد اپنے وطن واپس چلا گیا۔ انتی گونوس کے بیٹے نے میگارا اور قلعۂ مونی خیہ، جس پر مقدونوی قابض تھے، مسخر کرلیا، اور ستمبر سنہ ۳۰۷ ق م میں وہ ایتھنز میں بصد حشم و خدم داخل ہوگیا۔ اُس نے شہریوں سے وعدہ کیا کہ میں جہاز بنانے کے لئے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ مہربانی آمیز عہد کے آثار چھوڑ گیا ہے۔ اس کے لئے دیکھو دیور باخ: "خطابت لیکرگوس" Duerrbach : L'Orateur Lycurgue پیرس، سنہ ۱۸۹۰ء؛ کرتیوس: "تاریخ بلدیۂ ایتھنز" E. Curtius : Die Stadtgeschichte von Athen برلن سنہ ۱۸۹۱ء، صفحہ ۲۱۳ وغیرہ و صفحہ ۲۲۵ وغیرہ۔

[10] دیمتریوس پولیورکیتیس الکبیادیس کی طرح بیس جہاز لے کر پرائیوس آتا ہے (پولیائینوس ۴، ۷، ۶)۔

ایتھنزیوں کی طرف سے انتی گونوس و دیمتریوس کی عزت؛ واخسموت: "بلدیۂ ایتھنز" Wachsmuth: Stadt Athen ۱، ۶۱۲/۶۱۳۔

قبیلوں کا مختصر بیان؛ ہرمان ٹومرز ۱۳۰۔

باب ۲

لکڑی اور کھانے کے لیے اناج کا انتظام کروں گا۔ اس کے بعد کاساندر کے پیرووں کا مواخذہ کیا گیا، لیکن حکم صرف اُنھیں کے خلاف سنایا گیا جو غائب تھے؛ اور ان سب کو رہا کر دیا گیا جو حاضر تھے جن میں سے ایک مشہور شاعر مناندر بھی تھا۔ لیکن اگر لوگوں نے انتقام لینے میں اعتدال دکھایا تو ساتھ ہی اپنے بچانے والے اور اس کے والد کی اطاعت پذیری میں وہ حد سے بہت تجاوز کر گئے۔ انکے اعزاز میں دو جدید قبیلے یعنی انتی گونس و دیمتریاس بنائے گئے؛ نیز دیمتریوس کے نام پر مہینے کا ایک دن اور ایک میلا موسوم کیا گیا اور انتی گونس و دیمتریوس دونوں کو بادشاہ اور معبود کے خطابات پیش کیے گئے۔ غرض آزاد شدہ ایتھنزیوں نے تقریباً اُتنے ہی غلامانہ انداز سے سپہ سالار دیمتریوس کے ساتھ برتاؤ کیا جتنا حلقہ بگوش ایتھنزیوں نے دیمتریوس ساکن فالیروم کے ساتھ کیا تھا، اور یہ حکمران یونان کے سب سے زیادہ علمی مرکز میں اتنے ہی آرام واطمینان کے ساتھ رہنے لگا جتنا کوئی فلسفی رہتا۔ ایتھنز کی آزادی کا بجنسہ وہی نتیجہ نکلا جو انتی گونس سمجھے ہوئے تھا۔ اس کی وجہ سے کاساندر کا اقتدار اتنی بُری نظروں سے دیکھا جانے لگا کہ ایپی دورس والوں نے ہمت کر کے اُس کے آلۂ کار شاہ الکےتاس کو جان سے مار ڈالا، اور اُسکے بھتیجے یعنی ایاکداس کے بیٹے پرھوس کو تخت پر بٹھا دیا۔ اگر انتی گونس دیمتریوس کو نہ بلا لیتا تو اس کی وجہ سے سرزمین یونان میں جگہ جگہ انقلاب رونما ہو جاتا۔ لیکن انتی گونس کی خواہش تھی کہ وہ بطلیموس کے خلاف، جو قبرص میں ایک بڑا لشکر جمع کر رہا تھا، کارروائی کرے۔ دیمتریوس نے رھوڈز والوں سے مصر کے خلاف محالفے کے لیے کہا، لیکن اُنھوں نے غیر جانبدار رہنے کا اعلان کر دیا، اور دیمتریوس نے اپنے دل میں یہ ٹھان لیا کہ موقع ملنے پر وہ اُن کی سرکوبی میں کسر نہیں اُٹھا رکھے گا۔

باب ۲

اس کے بعد اس نے سالامس کا محاصرہ کیا، جس پر بطلیموس کا بھائی مینے لاؤس قابض تھا۔ اب خود بطلیموس ایک بہت بڑا بیڑا لے کر آموجود ہوا۔ دیمتریوس نے اُسے شکست فاحش دی، یعنی چالیس جہازوں کو تو گرفتار کیا، اسی سے زیادہ ڈبو دیے، آٹھ ہزار سے زیادہ سپاہی جو ایک سو باربرداری کے جہازوں پر تھے قید کیے اور بیشمار مال غنیمت پر قبضہ کیا۔ ان قیدیوں میں سے ایک بانسری نواز لامیہ نامی بھی تھی جو بہت جلد فاتح کی منظور نظر بن گئی۔ جب مینے لاؤس نے سالامس کی کنجیاں فاتحوں کے حوالے کر دیے پر تمام قبرص نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اُس وقت انتی گونوس دریائے اورونتیس کے دہانے پر پڑا ہوا تھا۔ یہاں دیمتریوس کا فرستادہ ارسطودیموس ساکن ملطہ جہاز پر سے اترا اور اُسے "شاہ انتی گونوس" کہہ کر مبارکباد دی، جس پر ہر کس و ناکس ہمزبان ہو کر "شاہ انتی گونوس زندہ باد" چلا اُٹھے اور تمام جنگل ان کے فلک شگاف نعروں سے گونج اُٹھا۔ انتی گونوس نے "شاہ" دیمتریوس کا شکریہ ادا کیا۔ اصل میں وہ یہ چاہتا تھا کہ اس طرح سکندر کی سی مطلق العنان حکومت کو اپنے ملک میں رواج دے، لیکن اُس کے حریف اسے سخت ناپسند کرتے تھے، اور بطلیموس، سلیوکوس، لیزی ماخوس اور کاساندریس سے ہر ایک بادشاہ بن بیٹھا جب نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب ہرقلیہ جیسے چھوٹے سے شہر کے خودسر دیونی سیوس نے بھی خطاب شاہی اختیار کیا تو محسوس ہونے لگا کہ اب سکندر کی سلطنت کا بالکل ہی خاتمہ ہونے کو ہے[۱۱۵]

---

[۱۱۵] دیمتریوس ۱۲۰۰ زرہ بکتر ایتھنز روانہ کرتا ہے؛ ڈروائے سن ۲، ۲، ۱۳۵۔ اسی مؤلف کا خیال ہے (۱۴۱) کہ اُسی زمانے میں پفلاگونیا، پونتوس اور اتروپینے نے بھی شاہی خطاب اختیار کئے ہوں گے۔ ان ممالک کی بابت جو کچھ اُس نے کہا ہے وہ بھی قابل مطالعہ ہے۔ سکّوں سے اس کا پتا لگتا ہے کہ انتی گونوس اور

انتی گونوس بہت کچھ کر چکا تھا، لیکن ابھی ایک نہایت ضروری چیز، یعنی مصر کی فتح باقی تھی، اور اس کی تکمیل کے لئے اس نے ایک بیڑا اور ایک عالی شان لشکر لے کر دریائے نیل کی پیلوزیوم والی شاخ کی طرف بھیجا جس کے بائیں کنارے پر بطلیموس کا قبضہ تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اس وقت تک راستہ روکے رہے جبتک دیمتریوس مغرب کی طرف اتر کر مصریوں کے عقب میں حملہ نہ کر دے۔ لیکن طوفان کے باعث دیمتریوس اپنے جہازوں پر سے نہیں اتر سکا اور اسے اپنی فوج کی طرف چلا جانا پڑا۔ اس زک کے بعد انتی گونوس کو چار و ناچار اپنے قدم موڑ دینے پڑے۔ یہ سچ ہے کہ وہ اپنی زندگی کے دن پرڈکاس کی طرح ختم کرنے نہیں چاہتا تھا، لیکن اتنے ترک و احتشام کے ساتھ تیاری کے بعد حملہ تک نہ کرنا کچھ زیادہ خوش آئند نہ تھا۔ (سنہ ۳۰۶ ق م)۔

بہر نہج اب اس کی یہ خواہش تھی کہ کسی دوسری جگہ اسے کچھ نہ کچھ معاوضہ مل جائے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ رھوڈز والوں نے اسکے ساتھ مصر کے خلاف تعاون کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا، اور گو وہ علی العموم اس کے ساتھ اچھی طرح سے پیش آتے تھے، مگر بطلیموس کے خلاف ہتھیار اٹھانے پر وہ اس لئے راضی نہیں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ دیمتریوس کی سلطنتیں ایک دوسرے سے ممتاز تھیں۔ ہیڈ Head "تاریخ مسکوکیات" H.N. صفحہ ۲۰۱ و صفحہ ۲۰۲۔ جو درہموں کے ایک طرف نشستہ یا استادہ پوسیڈون کی جو شبیہ ہے وہ نہایت نفیس ہے۔ دیمتریوس پولیورکیتیس کے سونے اور چاندی کے سکوں پر ساموتھریس کی فتحمند دیبی کے مجسمے کی جو اس وقت نوادر خانہ لوور میں ہے، نقل ہے۔ ہیڈ، "تاریخ مسکوکیات" ۲۰۲، شبیہ ۱۴۳۔ نیز دیکھو باب ۲۱، عقب۔

مصر پر حملے کے لئے، نیز سے Niese جلد ۱ ص ۳۲۲ — ۳۲۴

باب ۷۵

ہوتے تھے کہ اُن کا اقتدار اور اُن کی ثروت دونوں اسکندریہ کیساتھ تجارت کرنے پر منحصر تھی[۱۲]۔ اب انتی گونوس نے یہ تہیہ کر لیا کہ اُنھیں اس انکار کی خاطر خواہ سزا دے گا۔ اس کا خیال تھا کہ جزیرے والوں کو حلیف مشکل سے مل سکیں گے چنانچہ وہ بآسانی تمام اُنھیں مغلوب کر لے گا۔ اس میں شبہہ نہیں کہ رھوڈزیوں کو حلیف نہیں ملے لیکن باوجود اس کے بھی وہ اُنھیں مغلوب نہیں کر سکا۔ دیمتریوس ایک پُرشکوہ بیڑا لے کر جس میں دو سو جنگی جہاز، ایک سو ستر ۱۷۰ باربرداری کے جہاز ایک ہزار بحری قزاقی کی کشتیاں اور تجارتی جہاز تھے، رھوڈز کے مقابل بندرگاہ لوریما پہنچا، اور وہاں سے پھر ایک مرتبہ جزیرے والوں سے کہلا بھیجا کہ وہ مصر کے خلاف مخالفہ کرنے کے لئے تیار ہوں تو آئیں۔ اس پر کچھ گفت و شنود ہوئی اور وہ راضی بھی ہو گئے۔ لیکن جب دیمتریوس نے ایک سو سربرآوردہ شہریوں کو بطور یرغمال کے طلب کیا اور ساتھ ہی اس کا اعلان کیا کہ وہ اپنے جنگی جہاز خاص بندرگاہ رھوڈز میں لیجائیگا تو اُنھیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ وہ اُنھیں کلّیتہً مغلوب کرنے کا خواہاں ہے، چنانچہ اُنھوں نے آخر تک مدافعت کرنے کی ٹھان لی۔ یہ سُن کر دیمتریوس نے شہر کا محاصرہ کر لیا، اور یہ محاصرہ اپنی اس خصوصیت کی وجہ سے تاریخ یونان میں ممتاز ہے کہ اسمیں حملہ آوروں نے اپنا کام نہایت دانائی سے انجام دینے کی کوشش کی اور محصورین

---

[۱۲] محاصرۂ رھوڈز: دیودورس ۲۰، $\frac{۸۱}{۸۷}$ (سنہ ۳۰۵ ق م)؛ $\frac{۹۱}{۱۰۰}$ (سنہ ۳۰۴ ق م)؛ ڈرواسن ۲، ۲، $\frac{۱۵۳}{۱۷۴}$؛ ہیز ۱۷، ۱، ۳۳۳، حاشیہ ۱؛ ٹور: "رھوڈز بزمانہ قدیمہ" Torr. Rhodes in ancient times کیمبرج، ۱۸۸۵ء ص $\frac{۵۴}{۵۸}$؛ نقشۂ رھوڈز: کیپرٹ: "ہیلاس" Kiepert:Hellas، نقشۂ ۸، جزیرے کا نقشہ، کیپرٹ: "مغربی ایشیائے کوچک" Kiepert: Westl. Kleinas. ۱۵- نیز دیکھو باب ۲۲ حاشیہ ۱-

بھی اسی جانبازی اور شدت کے ساتھ مدافعت کرتے رہے۔ یہ محاصرہ سنہ ۳۰۵ ق م سے سنہ ۳۰۴ ق م تک برابر جاری رہا۔ رھوڈزیوں کی کیفیت اس لئے اور بھی ناقابل اطمینان تھی کہ اُن کے جنگی بیڑے کے کمزور ہونے کی وجہ سے دیمتریوس کو سمندر پر تفوق حاصل تھا۔ لیکن وہ پیدائشی ملّاح ہونے کی وجہ سے تنہا جہازوں کو اِدھر اُدھر لئے پھرتے تھے، چنانچہ محض فن جہازرانی میں یکتا ہونے کی وجہ سے وہ کاساندر، لیزی ماخوس اور بطلیموس کے پاس پیام بھیجنے میں کامیاب ہوگئے۔ اُنھوں نے ان فرمانرواؤں سے کہلوایا کہ وہ بڑی مشکل میں آپھنسے ہیں اور انھیں امداد کی شدید ضرورت ہے۔ اس کے جواب میں اُنھیں ہرطرف سے اطمینان بخش جواب ملے، لیکن خاطرخواہ امداد کہیں سے بھی نہیں آئی۔ آخرکار اُنھیں اطراف بلدہ سے بھی دست برداری دے دینی پڑی۔ ہمیں یہ دیکھنے سے بڑا تعجب ہوتا ہے کہ اُن کے پاس صرف سات ہزار جنگجو، چھ ہزار شہری اور ایک ہزار کاریگر تھے اور ان کے علاوہ اُنھوں نے غلاموں کو بھی مسلح کرلیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اتنے کم سپاہی صرف ایک مختصر رقبے ہی کے لئے بکارآمد ہوسکتے تھے۔ شہریوں میں جوش کا یہ عالم تھا کہ عورتوں نے نہایت جرأت اور ہمت کرنے میں صرف مردوں کے دل ہی نہیں بڑھائے بلکہ فصیل پر لڑائی میں بھی اُن کی مدد کی۔ پہلے تو دیمتریوس نے سمندر کی طرف سے حملہ کیا تاکہ وہ بندرگاہ پر قبضہ کرکے شہر میں بآسانی داخل ہوسکے۔ اُس نے بیرونی بندرگاہ کو مسخر کرلیا لیکن اندرونی حصے پر وہ قبضہ نہیں کرسکا اور آخرکار اُسے بیرونی حصے سے بھی دست بردار ہوجانا پڑا۔ اس کے بعد اُس نے خشکی کی طرف سے حملہ کیا اور اس میں محاصرے کی وہ سب ترکیبیں چلیں جن کا اُنھیں علم تھا۔ اُس کی جنگی کلوں میں سب سے غیرمعمولی ایک کل مسمی ہیلے پولس تھی جو ۵۰ قدم طویل ۵۰ قدم عریض اور

۱۵۰ قدم اونچا ایک منارہ تھا جو آٹھ عظیم الشان پہیوں پہ ہر طرف گھومتا تھا اور جس کے گھمانے کے لئے ۳۴۰۰ لوگ درکار ہوتے تھے۔ اس منارے کی نو منزلیں تھیں جو ہر طرح کے آلات حرب سے معمور تھیں۔ ہیلے پولس کے علاوہ سرنگیں لگانے کے چار مسقف آلے تھے اور دو عظیم الشان منجنیق ایک سو نوّے قدم لمبے جن میں سے ہر ایک کو کام میں لگانے کے لئے ایک ایک ہزار آدمیوں کی ضرورت ہوتی تھی، فصیل پر حملہ کرنے کے لئے حاضر تھے۔ یہ سب آلے کام میں لائے گئے اور دیواروں کے برج اور مختلف حصے گرنے لگے، لیکن جو حصہ گرا اس کے عقب میں ایک جدید دیوار نظر آئی جو رھوڈزیوں نے نہایت سرعت سے بنائی تھی۔ در اصل اُنھوں نے احتیاطاً خود اس جدید دیوار کے پیچھے ایک تیسری دیوار بھی تعمیر کی تھی تاکہ اگر یہ بھی گر جائے تو بھی کچھ مضائقہ نہ ہو۔ اُنھوں نے چھوٹی چھوٹی بحری مہمات کے ذریعے سے دشمن کو بہت کچھ نقصان پہنچایا۔ اُن کے حلیف حکمرانوں نے اُن کی مدد کے لئے اناج روانہ کیا، اور بطلیموس نے تو ڈیڑھ ہزار سپاہیوں کی کمک بھی روانہ کی۔ ایک موقع پر دیمتریوس شہر پر قبضہ کرتے کرتے رہ گیا۔ ہوا یہ کہ اُس کی فوج کی ایک پلٹن فصیل کے ایک سوراخ میں ہو کر تماشاگاہ میں گھس کر وہاں ایستادہ ہو گئی۔ فوج کی اس کامیابی پر جو بحران ہوا اگر اُس میں دیوار کی مدافعت چھوڑ کر رھوڈزی تماشاگاہ کی حفاظت میں لگ جاتے تو ممکن ہے کہ دیوار پر دھاوا بول کر دیمتریوس اُس پر قبضہ کر لیتا؛ لیکن اُنھوں نے تادیب کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور صرف اُتنے ہی سپاہیوں کو تماشاگاہ کی طرف بھیجا جتنوں کی وہاں قطعی ضرورت تھی، اور اُن کے ذریعے سے ان گھس آنیوالوں کو بھگا کر آخر کار اُنھیں شدید نقصان کیساتھ پسپائی پر مجبور کر دیا۔ رھوڈز از سر نو محفوظ ہو گیا، لیکن حالات کچھ اس قسم کے تھے کہ مثل دوسرے

باب ۲

قلعوں کے جن پر ایک بڑا بھاری جری لشکر حملہ کر رہا ہو، رھوڈز کا بھی خاتمہ ہو جاتا اگر انتی گونوس نے محض ظاہری اطاعت قبول کر کے محاصرہ اُٹھا لینے کا حکم نہ دے دیا ہوتا۔ اصل میں ایتولیوں اور ایتھنزیوں پر کاساندر دباؤ ڈال رہا تھا۔ بہر حال رھوڈزی تھوڑی بہت مراعات حاصل کر کے "جان بچی اور لاکھوں پائے" کے مصداق خوش ہو گئے اُنھوں نے انتی گونوس کے ساتھ محالفے کا اعلان کر دیا، لیکن ساتھ ہی بطلیموس کے ساتھ تعلقات کو آپس کے شرائط سے مستثنیٰ کر دیا اور مزید براں یہ شرط کر لی کہ اُن کے شہر میں بادشاہ کا کوئی دستہ مقیم نہیں رہے گا۔ وہ ایک سو شہری یرغمال کی طور پر دینے کے لئے ضرور تیار ہو گئے، لیکن ان میں سے ایک بھی سربرآوردہ نہیں تھا۔ یہ صلحنامہ جس پر سنہ ۳۰۴ ق م میں دستخط ہوئے، رھوڈزیوں کی عاقلانہ اور بے زعمانہ انداز کے بالکل مطابق تھا، اور اس میں جو اُصول مدنظر تھا وہ یہی تھا کہ اُصولی معاملات میں تو آزادی قائم رہے لیکن فروعات میں سر تسلیم خم کر لیا جائے۔ انتی گونوس کے لئے یہ عہد نامہ ایک طرح کی شکست کے مترادف تھا۔ رھوڈز ان حکمرانوں کا جنھوں نے اُس کی پریشانی کے زمانے میں مدد دی تھی، بالکل اسی طرح مرہونِ منت ہوا جیسے اگر بجائے خود اُس کی قوتِ بازو کے اُنھوں نے اسے بچایا ہوتا۔ جب رھوڈزیوں نے زیوس عمون سے استفسار کیا کہ آیا انھیں شاہ بطلیموس کی عزت کسی دیوتا کی طرح کرنی چاہیے تو وہاں سے اُس کا جواب اثبات میں ملا۔ انھوں نے ایک مقدس ایوان کو اُس کے نام پر معنون کیا، اُس کے اعزاز میں بھجن گائے اور اُسے "سوتر" یا "محافظ" کا لقب دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان واقعات کے بعد رھوڈز کی غیر جانبداری مسلم ہو گئی[۱۳]

---

[۱۳] رھوڈزیوں نے بطلیموس کے اعزاز میں جو کچھ کیا اُس سے اس قسم کے افعال کی

اسی دوران میں کاساندر نے یوبیہ و بیوتیہ تسخیر کرلیا تھا، اور اب

باب۲

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ۔ صحیح قیمت اور معانی کا اندازہ لگانے میں آسانی ہوتی ہے، اور اسی طرح کے مواقع ایتھنزیوں کا طرزِ عمل ہماری سمجھ میں آجاتا ہے ۔ یہ امر اسلئے اور بھی زیادہ اہم ہے کہ علی العموم ایتھنزیوں کو اخلاقی نقطۂ نظر سے برا بھلا کہا جاتا ہے کہ وہ بعض مرتبہ غیر ملکیوں کی بہت کچھ تعظیم و تکریم کرتے تھے ۔ لیکن ہمیں معلوم ہے کہ رھوڈزیوں میں اُس وقت بھی اتنی تنومندی موجود تھی جتنی کسی انسان میں ممکن ہے اور اسی وجہ سے وہ ۳۰۵ ق م اور ۳۰۴ ق م اس قدر شدت کے ساتھ مدافعت کر سکے ۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب ایتھنزی کسی غیر ملکی حکمران کو بین الاقوامی خوش خلقی کے اصول کے تحت معبود کا رتبہ دیتے تھے تو یہ اُن کے مذہب میں انحطاط کی ضرور دلیل ہے لیکن اس سے اُن کے عشقِ آزادی میں کسی قسم کی کمی ثابت نہیں ہوتی؛ اور بجنسہٖ یہی حکم ایتھنزیوں پر اُس وقت عائد کیا جا سکتا ہے ۔ جب اُنھوں نے دیمتریوس اور انتی گونوس کو اپنا معبود قرار دیا ۔ ہماری دانست میں اس سے کہیں بدتر اُن کا یہ فعل تھا کہ اُنھوں نے ایک بھائی شہری کے اعزاز میں سیکڑوں مجسمے نصب کرا دئے ہمیں یہ امر نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ ہمارے زمانے میں بھی اس اصول کا اتباع کیا جاتا ہے اور غیر ملکی بادشاہ کی عزت و توقیر میں مبالغہ آمیزی سے کام لیا جاتا ہے ۔ لیساندر کے زمانے سے یہ بین الاقوامی خوش خلقی کا معمول سمجھا جاتا تھا کہ کسی بڑے غیر ملکی کو دیوتا کا رتبہ دیا جائے اور کوئنک تیتیوس فلامی نیوس کے نام سے یونانیوں میں بہت سے بت خانے معنون کئے گئے تھے (ہومسن، ۲، ۷/۱)۔ نیز دیکھو حاشیہ ۱۴؛ باب ۳؛ باب ۴ حاشیہ ۱؛ باب ۱۳، حاشیہ ۳۔

آجکل بھی یونانی اپنے ہم وطنوں سے زیادہ غیر ملکیوں کی رعایت کرتے ہیں، دیکھو مہافی: "مسائل تاریخ یونان" Mahaffy: Problems in Greek History صفحہ ۸۰: ۔ "آج بھی یونانی صاف طور پر اس کا اعلان کرتے ہیں کہ وہ کبھی یہ گوارا نہیں کریں گے کہ کوئی یونانی اُن کا بادشاہ بن جائے اس لئے کہ آزادی اور مساوات

دیمتریوس نے بھی یونان کا رُخ کیا۔ لیکن کاساندر کو موسم خزاں ۳۰۸ سنہ ق م میں اپنی جدید فتوحات سے دست بردار ہونا پڑا۔ یہ نوعمر فاتح یہاں سے ایتھنز گیا تاکہ موسم سرما عیش و عشرت اور آرام سے بسر کرے۔ ۳۰۳ سنہ ق م میں اُس نے پیلوپونیز اور اکروکوانتھوس فتح کیا، سکیون کو مستحکم کیا (جس کے بعد کچھ مدت کے لئے اس شہر کا نام دیمتریاس پڑ گیا) اور کورنتھ کی کانگریس نے اُسے "سپہ دار یونانیاں" کا خطاب پیش کیا۔ ساتھ ہی اُسے کورسائرا پر قبضہ حاصل ہو گیا جس پر اسپارٹی کلیومینیس نہایت بُری طور پر حکومت کر رہا تھا، اور لیوکاس پر بھی اُسی کی حکومت ہو گئی۔ ۳۰۴-۳۰۳ سنہ ق م کا موسم سرما اُس نے حسب معمول ایتھنز ہی میں بسر کیا، جہاں کے باشندوں نے اُس کی اور اُن لوگوں کی جو اُس کے منظور نظر تھے وفاشعاری کی وجہ سے اپنے آپ کو پہلے سے بھی زیادہ ذلیل کیا۔ اس کے بعد اُس نے خود مقدونیہ کو اپنا ہدف بنایا، لیکن یہاں اُسے ایک نئے مخالفے سے مقابلہ کرنا پڑا، جس میں کاساندر، لیزی ماخوس، بطلیموس اور سلیوکوس شامل تھے[۱۱۵]

بقیۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کا تقاضا ہی یہ ہے کہ وہ خود اپنے میں سے کسی کو اس قدر اعلیٰ درجے پر نہ پہنچائیں۔" ہم اس امر پر متعاقب بحث کریں گے کہ کس طرح یونانی اپنے اندرونی معاملات میں بھی غیر ملکیوں کو پنچ مقرر کرتے تھے۔ مقابلہ کرو بیور لیئے: "سکندر اور اُس کے جانشینوں کے الوہی اعزاز" Aem Beurlier: De divinis honoribus quos accep Alex. et suce. ejus) پیرس ۱۸۹۰ء۔

[۱۱۵] دیودوروس ۲۰، ۲-۱۰۲۔ اسی طرح سکیون والے اتالوس کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں؛ پولی بیوس ۱۸ (۱۷) ۱۶۔ فون ولاموونز کا خیال بالکل درست ہے ("انتی گونوس والیٔ کارستوس" Von Willamonvitz: Ant. v. Kar. ۱۹) کہ وہ چار سالہ جنگ جس کا ذکر نقلی پلوٹارک کی کتاب "دس مقرروں کی سوانح عمری" میں ہے

باب۷

سلیوکوس نے دریائے سندھ کے کناروں پر جو ملک تھا اُسے پانچ سو جنگی ہاتھیوں کے معاوضے میں مہاراجہ چندر گپت کو (جو دریائے گنگ سے دریائے سندھ تک کا مالک تھا) دے دیا۔ اس دادوستد کی وجہ سے اُسے اپنی مشرقی سرحد کی طرف سے اطمینان ہوگیا، اور ساتھ ہی اُس کے پاس ہاتھیوں کی اتنی بڑی ٹولی آگئی جو ممکن ہے کہ جنگ کا پانسہ پلٹ دے۔ اب وہ باطمینان تمام اپنے پرانے حریف انتی گونوس کے خلاف کمربستہ ہوگیا۔ اس مہم کی ابتدا لیزی ماخوس نے کی۔ اُس نے شہر لیزی ماخیہ سے ہیلیس پونٹ کو عبور کیا، اور ابی دوس پر ناکام حملہ کرنے کے بعد جنوب و مشرقی سمت میں اندرونِ مُلک کی طرف پھرا جہاں اُس نے انتی گونوس کے قلعۂ سی نادہ پر قبضہ کرلیا جس میں خزانہ بھرا ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ اس نواح میں صرف سار دس ہی ایسا مقام رہ گیا جس پر انتی گونوس کا پرچم لہراتا ہو۔ اب انتی گونوس شام سے ایشیائے کوچک کی طرف چلا، اور کوشش کی کہ کھلے میدان میں، جہاں اُسے کامیابی کی پوری امید تھی، جنگ آزما ہو۔ لیکن اُس کا چالاک دشمن پیترا بدل کر الگ ہوگیا تاکہ سلیوکوس کے آنے تک یوں ہی پڑا رہے۔ ادھر لیزی ماخوس نے ہرقلیہ کے اہم شہر پر

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ دراصل سنہ ۳۰۳ ق م سے پہلے ہوئی تھی؛ گو اس خیال کی تائید کلنٹن Clinton کرتا ہے، ڈروائے سن کو اس سے اختلاف ہے۔ دیکھو اڈیک Radek: "نقلی پلوٹارک کی مولفہ سوانح عمریوں میں دو نوشتوں کی اصلیت"

Ueber die Echtheit Zweier Urk. in ps. Plut. Bioi, etc.

مطالعات واقعات، سنہ ۱۹۰۱ء جس میں اس جنگ کو سنہ ۳۰۱-۳۰۲ ق م میں بتایا گیا ہے۔ ہرمان ٹومزر Hermann Thumser ۱۳۵؛ نیزے Niese ۱، ۳۳۳، حاشیہ ۱۔ لیکن دیکھو سچاکاریو کا مضمون: "جریدۂ لسانیات" سنہ ۱۸۹۱ء صفحہ ۱۴۸ Stschakarew in Phil. Woch

باب ۲

قبضہ کر لیا، جس کی ستولیہ یعنی شاہ دیونی سیوس کی بیوہ اماسترس نے اُس کے ساتھ نکاح کر لیا۔ بطلیموس بھی میدان میں کود کر شام کے ایک حصے پر قابض ہو گیا تھا جہاں اُس نے یہ ظاہر کیا کہ سلیوکوس یا اور لیزی ماخوس کو شکست ہو گئی ہے، اور شام میں فوجی دستے چھوڑ کر مصر کی راہ لی۔ سنہ ۳۰۲ ق م میں دیمتریوس تھسلی گیا اور اُدھر سے اُس سے جنگ آزما ہونے کی خاطر کاساندر بھی اس طرف بڑھا، لیکن لڑائی ہونے ہی کو تھی کہ دیمتریوس کو اُس کے باپ نے واپس بلا لیا اور اُسے کاساندر کے ساتھ صلح کرنی پڑی۔ ہمیں اس صلحنامے کی شرائط کا صرف یہ علم ہے کہ اس میں بھی پہلے کی طرح یونانیوں کی آزادی کا راگ گایا گیا۔ دیمتریوس کی مہم ابتدا ہی سے کامیاب رہی۔ وہ یہاں سے ایشیا گیا، جہاں اُس نے افی سوس اور بعض ہیلیس پونٹ کے شہروں کو فتح کیا اور لیزی ماخوس کے عقب میں موسم سرما بسر کرنے کے لئے پڑاؤ ڈال دیا۔ اُدھر اپیائروس میں کاساندر نے پرھوس کی جگہ ایک دوسرے مولوسی شاہزادے نیو بطلیموس کو تخت پر بٹھایا جو کلیوپاترا کا بھتیجا اور اولمپیاس کے رشتے سے اس کا پوتا بھی تھا، اور ساتھ ہی اُس نے ایشیا کو بھی کمک روانہ کی۔ یہ سب جھگڑا آخرکار سنہ ۳۰۱ ق م میں میدان اپسوس کی فیصلہ کن لڑائی میں طے ہوا۔ یہ مقام اُس جگہ واقع تھا جہاں انتی گونوس نے تینتیس سال مسلسل حکمرانی کی تھی۔ اس لڑائی میں حلیف اپنے ہاتھیوں کی وجہ سے دیمتریوس کو انتی گونس اور لشکر سے علیحدہ کرنے اور موخر الذکر کو مکمل شکست دینے میں کامیاب ہو گئے۔ خود انتی گونوس لڑائی میں کام آیا، اور دیمتریوس پانچ ہزار پیادوں اور چار ہزار سواروں کو ساتھ لے کر افی سوس بھاگ گیا۔[15]

---

[15] سناده (قصبۂ جفوت) کے لئے دیکھو حواشی باب ۱۳۔ اپسوس زمانۂ مابعد کے

انتی گونوس کی سلطنت کا تو خاتمہ ہوگیا، لیکن کیا یہ ممکن نہ تھا کہ
باب ۲ دیمتریوس ایک نئی سلطنت کی بنیاد ڈالے؟ اب بھی اُس کے پاس جہازوں کا جو بیڑا تھا وہ سمندر کا گویا مالک تھا، وہ اب بھی صور، سیدا، قبرص، بعض جزائر ایجئین، کورنتھ جیسے اہم شہر اور جنوبی تھسلی پر قابض تھا۔ اگر ان مقامات کے علاوہ وہ کسی طرح سے ایتھنز پر بھی قدم جمائے رہے تو پھر ایک ذی اقتدار حکمران بننے میں مطلق کوئی کسر باقی نہیں رہے گی اس لئے کہ اس گئے گذرے زمانے میں بھی ایک شہر ایتھنز کا نام سیکڑوں سپاہیوں کے ناموں کے مماثل سمجھا جاتا تھا لیکن خود ایتھنزیوں کی یہ خواہش نہیں تھی کہ وہ دیمتریوس کی قوت میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ شہر جولیدیہ کی جگہ جسے آج کل چائی کہتے ہیں، واقع تھا؛ کیپرٹ: مغربی ایشیائے کوچک Kiepert Westl Klein. ۹؛ یا ممکن ہے کہ موجودہ سکلی کے محل وقوع پر اس جگہ ہو (ریمزے A. M. ۴۳۴) جہاں اندرون ایشیا سے آئی ہوئی دو سڑکیں ایک تو قدیم شاہراہ شمالی اور دوسری قافلوں کی سڑک ایک دوسرے سے ملتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انتی گونس یہ چاہتا تھا کہ ان دونوں سڑکوں پر سے جو لشکر آئیں وہ ایک دوسرے سے ملنے نہ پائیں، لیکن وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوا۔

اس میدان کی اہمیت کیلئے دیکھو رادے: "لدیہ" Radet; Lydie صفحہ ۳، معلوم ہوتا ہے کہ سلیوکوس شمال و مغرب سے آکر انتی گونوس کے پڑاؤ کے شمال میں لیزی ماخوس سے آکر مل گیا ہوگا۔

جنگ کے بعد شام کے متعلق کاساندر، لیزی ماخوس اور سلیوکوس نے جو سمجھوتہ کیا اُس کے لئے دیکھو پولی بیوس ۵، ۶۷۔ سلیوکوس کو بیشک سب سے بڑا حصّہ ملا، لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ بھولنا نہیں چاہیئے اس فتح کا دار و مدار بہت بڑی حد تک اُسی کی امداد پر تھا۔ ہمارے نزدیک اُس نے شام پر براہ راست حملہ کرنیکی جگہ بابل سے کاپادوسیا و افروجیہ میں ہوکر اس میدان میں آنا جس کا انتخاب لیزی ماخوس اور انتی گونوس نے کیا تھا، بہت بڑی دور اندیشی اور حربی چال پر مبنی تھا۔

باب ۲ اضافے کا باعث ہوں، چنانچہ اُنھوں نے اُس سے یہ کہلوا بھیجا کہ آئندہ وہ بادشاہوں اور حکمرانوں کے باہمی مناقشوں میں بالکل غیر جانبدار رہیں گے۔ ساتھ ہی رھوڈز کی حکمت عملی اُنھیں کچھ پسند سی آگئی۔ ڈیمیتریوس نے اُس کے اس طرزِ عمل کو بہت ہی احسان فراموشی پر محمول کیا۔ وہ بھی سکندر کی طرح ایتھنز کو مرکزِ عالم سمجھے ہوئے تھا، لیکن وہ اس رمز سے آگاہ نہ تھا کہ اس زوال کے عہد میں بھی یونانی اپنی آزادی کو سیاسی زندگی کا جزو لاینفک سمجھتے تھے۔

بہرحال فاتحوں، یعنی لیزی ماخوس اور سلیوکوس نے مفتوحہ علاقوں کو آپس میں تقسیم کرلیا۔ اس تقسیم میں سلیوکوس کو نسبتہً زیادہ علاقہ ملا، یعنی فروجیہ تک ایشیا، جس میں سے صرف کلیکیہ کاساندر کے بھائی پلستارخوس کے لئے وقف رہی۔ کاساندر کو سلطنت یورپ کے استحکام پر مطمئن ہونا پڑا۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ مُلک شام بطلیموس کو نہیں بلکہ سلیوکوس ہی کو ملے گا اس لئے کہ بطلیموس نے انتی گونوس کے خلاف کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا تھا۔ لیکن اس انتظام کی وجہ سے پیچیدگیاں اور بھی زیادہ بڑھ گئیں۔ شمالی ایشیائے کوچک میں زیوئے تیس والی بتھی نیہ، اریاراتھیس والی کاپادوسیہ، متھراداتیس والی پفلاگونیہ و پونتوس (افشین) پہلے سے بھی زیادہ آزاد و خودمختار ہوگئے تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ممالک میں قدیم ایرانی دستور العمل کیطرف میلان پیدا ہو چلا تھا، اور اس میلان میں ایک خاص وجہ سے اور بھی زیادہ تحریک پیدا ہوگئی، وہ یہ کہ کاپادوسیہ و پونتوس کے حکمراں اپنے آپ کو امرا و شرفائے ایران کا جانشین سمجھتے تھے۔

سلیوکوس کو جو علاقہ ملا تھا وہ باقی دونوں کے علاقے سے اسقدر وسیع تھا کہ یہ دونوں اُس سے حسد کرنے لگے اور بہت جلد اُس کے خلاف متحد و متفق ہوگئے، اور اس اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ ایک خاندانی معاقدے کے ذریعے سے ہوا یعنی لیزی ماخوس نے بطلیموس

کی بیٹی ارسی نوئے کے ساتھ شادی کرلی۔ اس مناکحت کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلیوکوس نے دیمتریوس کے ساتھ، جو سمندر اور جزائر کا فرمانروا تھا، صلح کرلی، اور اُس کی بیٹی ستراتونیکا کے ساتھ عقد کرلیا۔ یہ سب سن کر دیمتریوس کلیکیہ میں لنگر انداز ہوا اور کیندہ کے شاہی خزانے کے مابقی پر قبضہ کرلیا[۱۶]۔ لیکن سلیوکوس اور دیمتریوس کے عہد و تعلق دیرپا نہیں ثابت ہوئے۔ دیمتریوس نے اپنے جدید خسر سے کہا کہ وہ کلیکیہ یا صور کو اُس کے حوالے کردے، جس کا جواب اُسے نفی میں ملا۔ اس کے بعد دیمتریوس نے بطلیموس کی بیٹی بطلیماس کے ساتھ بھی نکاح کرلیا۔ لیکن فی الوقت لڑائی صرف یونان ہی میں شروع ہوئی۔ ہوا یہ کہ ۲۹۷ ق م میں کاساندر کے انتقال پر پہلے تو اُس کا کمزور بیٹا فیلقوس اور اُس کے بعد اُس کا دوسرا بیٹا انیتی پاتر تخت نشین ہوا۔ اس زمانے میں ایتھنز میں دو عمومی رہبر تھے: ایک تو دیموس تھنیس کا بھتیجا دیموخاریس، جس کی تعریف و توصیف کے طومار باندھے جاتے تھے، اور جو اپنے جمہوری جذبات پر ہمیشہ تفاخر کرنے کے ساتھ ہی مقدونیہ کے سامنے دست استمداد بڑھانے میں مطلق مضائقہ نہیں سمجھتا تھا؛ اور

---

[۱۶] دیمتریوس کلیکیہ بلکہ شاید لیکیہ اور کاریہ کو فتح کرلیتا ہے؛ دلاموو تز ۱۹۸۔
نوشتوں کے ذریعے سے اُسی عہد کے دوسرے واقعات کی تفصیل؛
ہکس ۱۵۱؛ "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" ۲، ۱۹۷؛ ہکس ۱۵۳
سوئیداس و ملالوس کے نزدیک کیندا اور انازربہ ایک ہی مقام کے دو نام ہیں؛ سترابو کہتا ہے کہ یہ مارسوس کے قریب انخیالے کے اوپر ایک قلعہ تھا (۱۴، ۵، ۶۷۲)؛ دیکھو ڈروائے سن ۲، ۱، ۱۹۸؛ نیز دیکھو مضمون "انازربہ" پاؤلی کے محیط المحیط ۱، ۱، ۱۶۹۹ میں۔ کلیکیہ کی اس وادی میں بہت سی ایسی چوٹیاں ہیں جن پر بآسانی قلعے بن سکتے ہیں۔

دوسرے لاخاریس جس نے دیمتریوس کے اٹیکا آنے اور ایلیوسس ورھامنوس پر قابض ہونے کے بعد ایتھنز پر قبضہ کر لیا تھا، اور شاید اس لئے کہ اُس نے محصورین میں ایک نہایت سخت تادیبی کیفیت قائم کی، اُسے خودسر کہہ کر مورد ملامت بنایا گیا۔ ایتھنز کو آخرکار بھوکا مار کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا گیا، اور فاتح نے نہایت اطمینان سے الزامات کی بوچھار اپنے "پیارے ایتھنزیوں" پر سے ہٹا کر اُس خودسر کی طرف منتقل کر دی۔ شہریوں نے اُس پر مرحبا واہ واہ کے نعروں کے ساتھ موبی خیہ اور پرائیوس تحفتہً اُس کے حوالے کر دئے جن پر اُس نے پہلے ہی سے قبضہ کر رکھا تھا، اور اس طرح انھوں نے گویا ظاہری رکھ رکھاؤ کو قائم رہنے دیا[7] (سنہ ۲۹۴ ق م)۔

الغرض دیمتریوس ایکمرتبہ پھر ایتھنز کا مالک بن گیا، اور اب اس شہر کو مرکز بنا کر اس نے تمام دیار یونان کی فتح کی تیاریاں شروع کر دیں۔ پیلوپونیز میں اسپارٹا نے نہایت شدت کے ساتھ اُس کی مخالفت کی، اور جواب کے طور پر اسپارٹیوں نے آرکیڈیا پر حملہ کر دیا۔ دیمتریوس اُن سے جنگ آزما ہوا اور انھیں شکست دے دی۔ لیکن فوراً ہی اپنے قدم پلٹا کر سید ھا مقدونیہ میں گھس گیا۔ یہاں اُسے بہت کچھ منافع کی امید تھی، اور چونکہ اُسے ایشیا میں بڑے بڑے نقصانات اُٹھانے پڑے تھے اس لئے یہ اُسکے لئے ضروری بھی تھا۔ لیزی ماخوس و سلیوکوس نے ایشیائے کوچک کے شہروں پر، اور بطلیموس نے قبرص پر قبضہ کر رکھا تھا، اور صرف سالامس ہی ایسا مقام تھا جس پر اُس کی طرف سے اُس کی

---

[7] دیموخاریس و لاخاریس کے لئے دیکھو باب ۳۔ بہار سنہ ۲۹۴ ق م میں ایتھنز اور دیمتریوس کے مابین صلح؛ فون ولاموو تز، ۲۳۷۔

بیوی فیلہ مدافعت کر رہی تھی۔ اب واقعات مقدونیہ کی وجہ سے اُسے باب۲ یہ موقع مل گیا کہ جو کچھ اُس نے کھویا ہے اُس کا معاوضہ یورپ میں حاصل کرے۔ تھسالونیکہ جو فیلقوس کی بیٹی تھی، اپنے فرزند سکندر سے بہت محبت کرتی تھی، چنانچہ انتی پاتر اور اس سکندر کے درمیان جھگڑا ہوا تھا اور انتی پاتر نے تھسالونیکہ کو ملک عدم پہنچا دیا تھا۔

سکندر دیمتریوس سے مدد کا خواہاں ہوا، لیکن چونکہ موٴخر الذّکر فی الفور مدد کرنے سے معذور تھا اسی وجہ سے وہ بھاگ گیا جہاں پرھوس حال ہی میں مصر سے کمک لے کر آیا تھا۔ ابتدا میں تو پرھوس اور نیوبطلیموس دونوں مل کر متولّی سلطنت بنے تھے، لیکن جب اُس نے دیکھا کہ اُس کا چچازاد بھائی اُس کا کام تمام کر دینا چاہتا ہے تو وہ فوراً ایک وار میں اپنے حریف کو تلوار کے گھاٹ اُتار کر خود بلاشرکت غیرے ایپائرُوس کا بادشاہ بن بیٹھا۔ انتی پاتر اپنے خسر لیزی ماخوس کے پاس گیا لیکن پھر اپنے بھائی (سکندر) کے ساتھ اُس کا ملاپ ہو گیا۔

اب دیمتریوس مقدونیہ آتا ہے اور اُس کا آنا سکندر کے لئے نہایت بے وقت ثابت ہوتا ہے اس میں شبہہ نہیں کہ خود سکندر اُس کے آنے کا باعث ہوا تھا لیکن اب وہ اُس کے آنے سے خوش نہ تھا اور اُس کی عین خواہش یہ تھی کہ وہ کسی طرح سے واپس چلا جائے۔ آخر کار اُس نے سوچا کہ اس سے چارہ کار نہیں کہ اُس زمانے کے حکمرانوں کی عام عادت کے مطابق اُس کا خاتمہ کر دے، لیکن دیمتریوس کو اس کی ہوا لگ گئی، اور پہلا وار اُسی نے کر کے سکندر ہی کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد وہ مقدونوی اخیانیوں کی دوستی کا دم بھرنے لگا، اور انھیں خوش رکھنے کے لئے اُس نے اُن تمام امور کو شمار کیا جن کے باعث خاندان انتی پاتر نے فیلقوس و سکندر کو نقصان پہنچایا تھا۔ بہرحال دیمتریوس کی خداداد قابلیت سے مرعوب ہو کر اہل مقدونیہ نے اُسے ۲۹۴؁ ق م میں

باب ۲ اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا۔

لیکن اُس کے لئے یہ بعید تھا کہ وہ اپنے مقبوضات سے امن و امان اور خاموشی کے ساتھ استفادہ حاصل کیا کرے اس لئے کہ فطرتاً اُسے ہر روز نت نئے رزمگاہ کی ضرورت تھی۔ پہلا مُلک جس کی طرف اُس نے اب اپنی توجّہ مبذول کی، وہ یونان تھا۔ لاخاریس شہر ایتھنز میں رہتا تھا، اور اس شہر سے دیمتریوس سے مخالفت تھی، چنانچہ اُس نے اُس کو مغلوب کرنے کی غرض سے ہٹنے رونیموس ساکن سکاردیہ کو بیوتیہ کا صوبہ دار مقرّر کیا۔ اُدھر ایتھنز میں یہ تدبیر سوچی گئی کہ کسی طرح پرائیوس کے مقدونوی لشکر کو زیر کیا جائے، لیکن اس تدبیر کا قبل از وقت انکشاف ہوجانیکے باعث دیمتریوس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ خاص شہر کے اندر میوز خانے میں پڑاؤ ڈال دے۔ بات یہ ہے کہ گیتائی قوم نے لیزی ماخوس کو گرفتار کرلیا تھا جس کی وجہ سے دیمتریوس کے کام میں بہت کچھ سہولت ہوگئی تھی، اور گو کچھ مدّت کے بعد لیزی ماخوس آزاد ہوگیا، لیکن فوجی نقطۂ نظر سے شاہ تھریس کی اب کوئی اہمیت باقی نہیں رہی تھی۔ اُدھر بیوتیہ نے از سرِ نو بغاوت کردی لیکن یہ فرو کردی گئی، اور دیمتریوس کے بیٹے انتی گونوس گوناتاس کے بیچ میں پڑ جانے کی وجہ سے بادشاہ نے باغیوں کے ساتھ لطف و کرم کا برتاؤ کیا۔ اب یونان میں صرف اسپارٹا و ایتولیہ ہی ایسے خطّے باقی رہ گئے تھے جو دیمتریوس کے ماتحت نہ ہوں، اور چونکہ ایتولیہ کے قبضے میں دیلفی کی جملہ شاہراہیں تھیں اس لئے دیمتریوس نے اس بہانے سے سنہ ۲۹۰ ق م کا فیثوی تہوار ایتھنز میں منایا۔ رفتہ رفتہ دیمتریوس کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔ اگاتھوکلیس والئ سرقوسہ اور اُس کی بیٹی لاناسہ نے، جو پرھوس کی بیوی تھی، اُس کے ساتھ سیاسی تعلقات پیدا کرلئے (دیکھو باب ۷، عقب)؛ نیز اُس نے انتیوم کے گرفتار شدہ بحری قزاقوں کو روما واپس

باب

کر دیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس شہر کی سیاسی اہمیت سے بخوبی واقف تھا۔[۱۸] اس کے لئے مسلسل جنگ لابُد اور لازمی تھی، لیکن انھیں حکومت کرنے کی مطلق قابلیت نہیں تھی۔ اُس نے مقدونیہ کے ساتھ نہایت سختی اور شدت کا برتاؤ کیا، اور جب پرہوس نے مقدونیہ پر حملہ کیا تو دیمتریوس نے اُسے فرار ہونے پر مجبور کیا۔ اُس نے کوہ پیلیون کے دامن میں شہر دیمتریاس جو قائم کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے کس قدر جغرافی معلومات تھی، اس لئے کہ اس شہر سے وہ ہمیشہ یوبیہ و یونان کو جا سکتا تھا اور بندرگاہ فیتوتس سے کام لے سکتا تھا۔ اُس کا آخری خیال یہ تھا کہ اُس کے لئے پرہوس کے ساتھ مصالحہ کرنا مفید مطلب ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ دونوں حکمرانوں میں بےچینی اور حوصلہ مندی کوٹ کوٹ کر بھری تھی اور یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ مولوسی حکمران تو دیار مغربی پر اور مقدونی فرمانروا مشرقی ملکوں پر حکومت کرے تو مناسب ہے۔ الغرض دونوں کے مابین ایک عہدنامے پر دستخط ہوئے اور اس کے بعد دیمتریوس نے ایشیا پر حملہ کرنے کے لئے نہایت وسیع تیاریاں شروع کر دیں۔[۱۹] ظاہر ہے کہ یہ اپنے حلیفوں کیلئے یہ سب باعث خلفشار تھا، اس لئے کہ یہ سب، مثلاً لیزی ماخوس، سلیوکوس اور بطلیموس ایک دوسرے سے کچھ اچھا سلوک نہیں کرتے تھے، اور تیرہ برس پہلے انھیں انتی گونس کے خلاف جو اتحاد قائم کرنا پڑا تھا اُس کی یاد اُن کے دلوں میں تازہ ہو گئی۔ ان تاجداروں کے علاوہ بیزنطہ، کیزیکوس اور رھوڈز کی آزاد ریاستیں بھی دیمتریوس کے مخالف تھیں اس لئے کہ بظاہر اگر اُسے کامیابی حاصل ہو گئی تو یہ

---

[۱۸] سترابو، ۲، ۳۲؛ نیز ے، ۱، ۱، ۳۷۔

[۱۹] جنوبی تھسلی میں دیمتریوس کی تیاریوں اور یہاں سے جو مہم جانے والی تھی اُس سے مینوسی روایات کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ دیکھو فون ولاموو تز، ۲۰۳۔

باب ۲

سمندر پر آزادانہ آمد و رفت ناممکن ہو جائے گی۔ (۲۸۸ ق م)۔ اس کے مخالفوں نے ایک تدبیر ایسی سوچی کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے، وہ یہ کہ انھوں نے پرھوس کو اس کی مخالفت پر آمادہ کیا، چنانچہ شاہ اپائروس ان کی باتوں میں آگیا اور اس نے دیمتریوس سے دست کشی اختیار کر لی۔ موخرالذکر ابھی تھریس کے خلاف فوج کشی کر کے اپنے بیٹے انتی گونوس گوناتاس کو یونان روانہ کر ہی چکا تھا کہ اسے خبر ملی کہ پرھوس نے مقدونیہ پر حملہ کر کے شہر برویا پر قبضہ کر لیا ہے اور ادھر ایک مصری بیڑا یونانی سمندر میں گشت لگا رہا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ سیدھا پرھوس کے مقابلے کے لئے چلا۔ لیکن تصفیۂ معاملات کے لئے کسی لڑائی کی ضرورت ہی نہ تھی اس لئے کہ مسلسل ہمّوں اور چال بازیوں سے تنگ آکر مقدونوی پرھوس کی طرف چلے گئے۔ الغرض دیمتریوس کو فرار ہونا پڑا اور وہ یونان میں انتی گونوس سے جا ملا۔ ظاہر ہے کہ اس کی حیثیت کچھ ایسی زیادہ مایوس کن نہیں تھی، لیکن بہت سے لوگ اسے درحقیقت مایوس کن سمجھتے تھے، چنانچہ اس کی بیوی فیلہ، جس سے وہ کئی مرتبہ پہلے اپنی بے اعتنائی کا اظہار کر چکا تھا، اپنے شوہر کی مشکلات اور شومیٔ قسمت سے اس درجہ متاثر ہوئی کہ آخر اس نے زہر کھا کر خودکشی کر لی۔ پرھوس اب شاہ مقدونیہ بن گیا، لیکن وہ اس ملک پر بلا شرکت غیرے حکمرانی نہیں کر سکا بلکہ اسے اس کا ایک حصہ لیزی ماخوس کے حوالے کرنا پڑا، جس نے جملہ دعاوی کا گویا خاتمہ کرنے کے لئے انتی پاتر کے آخری زندہ جانشین یعنی خود اپنے داماد انتی پاتر کو جان سے مروا ڈالا۔ ایتھنزیوں نے اس جدید صورت حال سے نہایت جرأت اور فراست کے ساتھ کام نکالا، یعنی انھوں نے تھیوفراستوس کے دوست اولمپیودوروس کی سیادت میں میوز خانے پر دھاوا کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ بلا شبہ اس پر

خود دیمتریوس نے بڑھ کر ایتھنزیوں کو دق کرنا شروع کیا، لیکن (پلوٹارک بابیل
کی روایت کے بموجب) اُس نے فلسفی کراتیس کے کہنے سے محاصرہ اُٹھا لیا۔ اصل واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے طرز عمل پر پرھوس کے آنے کا ضرور اثر پڑا ہوگا۔ آخر کار پرھوس اور دیمتریوس کے مابین ایک سمجھوتا ہو گیا لیکن اس سمجھوتے کی شرائط کا ہمیں علم نہیں؛ اغلب امر یہ ہے کہ اپائروس کے بادشاہ نے دیمتریوس کو یونان کا بادشاہ تسلیم کر لیا ہوگا۔ لیکن بے چین بادشاہ کو تشفی نہیں ہوئی، بلکہ اُس نے اپنی پرانی تجویز کے مطابق لیزی ماخوس سے ایشیا واپس لینے کی دل میں ٹھانی۔ ملطہ پہنچنے پر دز اول خوش کرنے کے لئے اُس نے فیلہ بنت بطلیموس کی بھانجی بطلیمائس کے ساتھ، جو اُس سے پہلے سے منسوب تھی، نکاح کر لیا، اور اس کے بعد وہ اندرون ایشیائے کوچک کی طرف چل دیا۔ یہ واقعہ ۲۸۶ ق م کا ہے[۲۱]۔ یہ امر تعجب آفریں ہے اس لئے

---

[۲۰] کراتیس کا بیچ میں پڑنا؛ فون ولاموو تز ۲۰۷/۲۰۸ ۔ معلوم ہوتا ہے کہ پرائیوس پر دیمتریوس ہی کا قبضہ رہا۔ اودولیون ساکن پائیونیہ اور سپارتوکوس ساکن بوسفوروس نے ایتھنز کی تائید کی تھی؛ ہکس Hicks ۱۵۷؛ فون ولاموو تز ۲۰۶ ۔ ان واقعات کے لئے دیکھو ہیران ٹو ہزر ج ۱۳۵، جہاں تمام حوالے دئے ہوئے ہیں۔

[۲۱] دیمتریوس نے اندرون ایشیائے کوچک کی طرف جو چلا ہے، تو اس سے بہت سے ایسے مسائل پیش آتے ہیں جن پر زمانۂ حال کے مورخوں نے کافی توجہ نہیں کی ہے، اور خود ڈروائے سن نے بھی محض پلوٹارک کے بیان کو ذرا موثر پیرائے میں بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے لیکن اس بیان کے بعض عجیب حصوں کی توجیہ نہیں کی۔ پلوٹارک Dem ۴۶ میں کہتا ہے کہ "اب وہ پیچھے کی طرف مڑا" جس کے بعد وہ طرسوس پہنچ جاتا ہے؛ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سے پہلے دیمتریوس آخر کہاں تھا؟ شائد وہ میدان کلیکیہ میں پہنچ گیا ہو۔ جب ڈروائے سن اس مہم کا خاکہ بیان کرتا ہے تو اس مسئلے کو نہیں چھیڑتا۔ پھر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر دیمتریوس کہاں جانا

باب ۲ کہ اب جبکہ وہ مقدونیہ پر قابض نہیں رہا تھا اُس کا تعلق بہ نسبت خشکی کے سمندر سے کہیں زیادہ بڑھ کر تھا، لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ اُس کا اصلی ارادہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ چاہتا تھا؟ کیا واقعی ارمنستان جانا چاہتا تھا؟ اور پھر وہ اس مُلک تک کیوں نہیں پہنچا؟ ڈروائے سن ۲، ۲، ۳۰۵ کے نزدیک وہ اپنی خواہش کے خلاف سیدھی راہ سے ہٹا دیا گیا، اور یہی کم وبیش پلوٹارک کی رائے بھی ہے جو بایں الفاظ یہ کہتا ہے کہ اُس کے سپاہیوں نے ارمنستان کی طرف بڑھنے سے انکار کر دیا۔ لیکن ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ ابتداء ہی سے دیمتریوس کلیکیہ ہی جانا چاہتا تھا اس لیئے کہ اوّل تو اُس کا بیڑا یونان سے کمک لے کر اُسے پہنچا سکتا تھا اور دوسرے وہ اپنے داماد سے اس مُلک کو فتح کر سکتا تھا۔ اگر واقعی اُس کی یہی خواہش تھی تو اس کے لیئے اُسے مکمل راز میں رکھنا ضروری تھا تاکہ لوگوں کے دلوں سے شک وشبہہ بالکل دور ہو جائے اور اُس کے لیئے یہی بہتر تھا کہ دُنیا سمجھے کہ وہ مجبوراً کلیکیہ جا رہا ہے۔ اس کے برعکس یہ بھی ناممکن نہ تھا کہ وہ واقعی ارمنستان یا مدیہ جانا چاہتا ہو۔ ہمارے نزدیک ایک واقعہ ایسا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ مہم ایسی سیتہانہ نہ تھی جیسی وہ ظاہر ہوتی ہے۔ دیمتریوس نے متھراداتیس کی جان بچائی تھی، وہی متھراداتیس جو اب کتس تیس کے لقب سے پونتوس کے تخت پر بیٹھا تھا، اور بلاشبہہ اپنے نواح میں نہایت قوی اور ذی اختیار تھا۔ اب جو سڑک ارمنستان و مدیہ جاتی تھی وہ پونتوس کے پایۂ تخت کو مانا میں ہو کر گزرتی تھی، چنانچہ اگر دیمتریوس ارمنستان و مدیہ میں اپنی قسمت لڑانا چاہتا تھا تو اُسے متھراداتیس کی مدد لینی ضروری اور لازمی تھی، اور اس تدبیر کے حصول کے دوران میں دیمتریوس نے ضرور اپنے پرانے دوست کی مدد پر اپنے زعم میں تکیہ کیا ہوگا۔ ممکن ہے کہ اُس کے سپاہیوں نے اس قدر دور اُفتادہ مہم میں حصّہ لینے سے انکار کر دیا ہو اور اسی وجہ سے اُسے اپنے قدم پلٹانے پڑے ہوں؛ مگر یہ بھی تو ممکن ہے کہ جب وہ کچھ دور بلکہ شائد کاپادوسیہ پہنچ گیا تو اُس وقت اُسے یہ اطلاع ملی کہ متھراداتیس خواہ مجبوراً اور نہ از خود اس کی مدد کرنے سے گریز کر رہا ہے، اور یہ سُن کر وہ سیدھا کلیکیہ کو چلا گیا۔ اس کا ہمیں پورے طور پر علم نہیں کہ وہ کہاں تک پہنچا تھا؛

باب ۲

یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے ارمنستان پہنچ جائے۔ بہر حال بجائے اپنی منزل مقصود کے وہ کسی نہ کسی طرح سے کلیکیہ پہنچ گیا جہاں اُسے سلیوکوس سے مقابلہ کرنا پڑا اور آخرکار سوائے ہتھیار ڈالنے کے اُس کے پاس کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا۔ لیکن دیمتریوس کے لئے یہ بالکل نا ممکن تھا کہ وہ اپنی زندگی کے باقی ماندہ ایام خاموشی سے گزار دے۔ چنانچہ اُس نے لڑائی از سر نو شروع کر دی اور ضلع حلب میں جسے اُس زمانے میں کارھس تس یا کہتے تھے، جا گھسا۔ دونوں فرماں رواؤں کے درمیان لڑائی ہوتے ہوتے بچ گئی، لیکن سلیوکوس فریق ثانی کی فوج کے روبرو گیا اور ایک تقریر کر کے اُسے اپنے سے ملا لیا۔ اب سلیوکوس کی نظر میں دیمتریوس کا اتنا ہی رتبہ باقی رہ گیا تھا جتنا دو سال پیشتر پرھوس سے آدیزش کے زمانے میں، اور اُس میں دوسروں کو اپنی طرف کھینچنے کی مطلق قابلیت نہیں رہی تھی۔ الغرض بہت جلد، یعنی ۲۸۶ء ق م میں اُسے پھر ہتھیار ڈال دینے پڑے۔ اُسے دریائے اورونتیس کے کنارے شہر اپامیا لے گئے جہاں اُس نے اپنی زندگی کے باقی ماندہ دن شراب و کباب میں گزارے، اور آخرکار ۲۸۳ء ق م میں اُس نے راہی عدم کو لبیک کہا۔ لوگوں نے سلیوکوس پر یہ الزام رکھا کہ اُس نے آہستہ آہستہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ پلوٹارک دریائے لیکوس سے کوچ کی بابت کوئی قطعی بات بیان نہیں کرتا، اور نہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ کون سا دریائے لیکوس مراد ہے۔ میں نے ان امور کو اس لئے بیان کیا ہے کہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ ڈروائے سن کے بعد بھی جانشینان سکندر کی بابت بعض ایسے امور ہیں جو مفصل بحث کے محتاج ہیں۔ لیکن ان پر تفصیل سے بحث کرنا ہمارا کام نہیں۔ سلیوکوس کا سانڈ خانہ اپامیا میں واقع تھا اور یہی وجہ تھی کہ دیمتریوس کا وہاں دل لگ گیا اس لئے کہ وہ یہاں جتنا چاہتا گھوڑے پر سوار ہوتا۔ یہ بھی ایسی بات جس کا اب تک لحاظ نہیں کیا گیا۔

سنزیت کا عدم تعین؛ ڈروائے سن ۲، ۳، ۳۱۰۔

باب۲ اپنے حریف کا خون چوس لیا ہے، درانحالیکہ اُس میں سر سے کسی قسم کی شرارت کی اہلیت ہی باقی نہیں رہی تھی۔ یہ واقعہ ہے کہ دیمتریوس نے اپنے قوائے ذہنیہ و قوائے جسمانیہ دونوں کا ستیاناس کردیا تھا۔ پرھوس بھی جس نے اُسے مقدونیہ سے نکالا تھا، زیادہ مدت تک اس مُلک کو اپنے قبضے میں نہیں رکھ سکا اس لئے کہ اُسی زمانے میں لیزی ماخوس اُسے شکست دے کر مقدونیہ و تھسلی کے بڑے حصّے پر قابض ہو گیا۔

الغرض سنہ ۲۸۵ ق م میں تماشاگاہِ یونان پر صرف تین ذی اقتدار حکمران باقی رہ گئے تھے، یعنی لیزی ماخوس، سلیوکوس اور بطلیموس، جن میں سے موخرالذکر کی عمر تو ۸۲ برس کی ہو گئی تھی، لیزی ماخوس کی ۸۰ برس کی اور سلیوکوس کی ۶۸ سال کی۔ بطلیموس نے تو ان واقعات کے بہت جلد بعد معاملات دنیوی سے کنارہ کش ہو کر اپنی سلطنت اپنے چھوٹے بیٹے یعنی ۳۰ سالہ بطلیموس فلادیلفوس کے سپرد کردی اور اس طرح اپنے بڑے بیٹے بطلیموس کیرانوس کو جس کی عمر ۳۰ سال کی تھی محجوب الارث قرار دیا۔ اس پر کیرانوس فوراً لیزی ماخوس کی طرف چلا گیا۔ اُس سے لیزی ماخوس سے عزیزدارانہ تعلقات پہلے ہی سے تھے، یعنی لیزی ماخوس کے بیٹے اگاتھوکلیس اُس کی حقیقی بہن لیساندرہ کا شوہر تھا اور خود لیزی ماخوس بطلیموس اکبر کی دوسری بیٹی ارسی نوئے سے منسوب تھا۔ لیکن کیرانوس کے آنے سے خاندان لیزی ماخوس کا ستارہ گہنا گیا۔ اُس نے آرسی نوئے سے سازش کر کے اگاتھوکلیس کی اُس کے باپ کے سامنے شکایت کی جس پر باپ نے بیٹے کو پہلے تو قید کیا اور پھر اُس کا کام تمام ہی کرا دیا۔ اس نے بادشاہ کو بڑا بھاری نقصان پہنچا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب فلیتارُوس ساکن تیوس جو قلعۂ پرگامم میں لیزی ماخوس کے نو ہزار تالنت کی حفاظت پر مامور تھا، اس سے برگشتہ ہو گیا تھا، اور یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ وہ آئندہ سے

باب ۲

سلیوکوس کے ساتھ جا ملے گا، اس نے ہارپالوس کے قدم بہ قدم چل کر یہ روپیہ خود اپنی جیب میں رکھ لیا تھا۔ کیرانوس بھی خود لیزی ماخوس کی نظر سے گر گیا اور سلیوکوس کی طرف چلا گیا، جسکے دربار میں لیزی ماخوس کا بیٹا سکندر بھی موجود تھا۔ اب خود اپنے ہی کرتوت کی وجہ سے لیزی ماخوس بالکل بے یار و مددگار ہو گیا، اور گو اُس نے اپنی بیٹی ارسی نوئے کو بطلیموس فلا دیلفوس کے پاس نکاح کی غرض سے روانہ کیا، لیکن اس سے اُسے کوئی سیاسی فائدہ نہیں ہوا۔ سلیوکوس اُس سے جنگ آزما ہوا، ہیلیس پونتی افروجیہ کے میدان کورون میں لیزی ماخوس کو شکست ہوئی اور ساتھ ہی اُس کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ (۲۸۱ ق م) ۲۲ھ

تھریس و مقدونیہ دونوں پر سلیوکوس ہی کا قبضہ تھا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی خواہش یہ تھی کہ وہ اپنی زندگی کے آخری ایام اپنے وطن مالوف مقدونیہ کے بادشاہ کی حیثیت سے بسر کرے، جس کی یاد اُس نے ایشیا میں مقدونئے شہر آباد کر کے تازہ کی تھی۔ غالباً اسی غرض سے وہ یورپ کی طرف چلا لیکن جب وہ لیزی ماخیہ پہنچا تو کیرانوس نے اُسے قتل کر دیا، اور اپنی انتہائی سراسیمگی کی حالت میں فوج نے اُسے اپنا حکمران تسلیم کر لیا (۲۸۱ ق م)۔ اس کے بعد کیرانوس آگے بڑھا اور تھریس و مقدونیہ پر بھی قابض ہو گیا۔ اُدھر ایشیا میں سلیوکوس کے بیٹے انطاکوس نے بہت سوں کو اپنا جانبدار بنا لیا، اور فلے تائروس نے سلیوکوس کی نعش کو، جسے اُس نے کیرانوس سے خرید لیا تھا، انطاکوس کے پاس روانہ کر دیا۔ انتی گونوس اُس

۲۲ھ جنگ "میدان کورون" میں لڑی گئی Porph.Eust.Sch. ۱، ۳، ۲۳- لیکن
اس وقت تک عین محل وقوع کا تعین نہیں ہوا ہے App.Syr. ۶۲ کے نزدیک
یہ مقام "افروجیہ میں ہیلیس پونت کے قریب" تھا۔ پرگامم کیلئے دیکھو ابواب ۵، ۱۳، ۲۱-

باب ۱۵ قابل نہ تھا کہ سرزمین یونان کو کیرانوس کی مخالفت کے لئے میدان کارزار بنائے۔ ممکن ہے کہ یہ ہوس جنگ آزما ہوتا، لیکن عین اُسی زمانے میں اپائروس کا یہ بادشاہ تارنتوم کی طلب پر اٹلی کی مہم سر کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا اور تینوں حکمران یعنی کیرانوس، انطاکوس اور انتی گونوس اُسے روپے، جہاز اور فوج سے اُس کی مدد کر رہے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ سب کے سب اُس کے چلے جانے سے بہت ہی خوش تھے[۲۳]۔

اپنی حکومت کی بنیاد مضبوط کرنے کی غرض سے کیرانوس نے اپنی بہن ارسی نوئے کے ساتھ، جس سے مل کر اُس نے اگاتھوکلیس کا حال ہی میں خاتمہ کیا تھا، خود نکاح کر لیا! اور اس طرح اُس کے بھانجے، جو شاید تھریس کے دعویدار ہو جاتے، اُس کے قابو میں آ گئے، جنھیں اُس نے خود اُن کی ماں کے روبرو قتل کر ڈالا! یہ واقعات ۲۸۰ ق م کے ہیں۔

اب جبکہ ایک اور اہم واقعہ ظہور میں آنے والا ہے تو ہم یہاں ذرا توقف کرتے ہیں اور ایک خاص نقطۂ نظر سے اُس عہد کی خصوصیات بیان کرتے ہیں۔

---

[۲۳] انتی گونوس ایتولیوں کا حلیف تھا۔ ۲۸۰ ق م میں آریوس والیٔ اسپارٹا نے یک بیک اُن کے خلاف فوجکشی کی لیکن اُسے پسپا ہونا پڑا۔ ہمیں اس کا علم نہیں کہ در پردہ کس قسم کی پیچیدگیاں تھیں جو اس حرکت کا باعث ہوئیں۔ پولمان Poehlmann کا خیال ہے کہ مصر نے اسپارٹا کو بھڑکایا ہوگا۔ دیکھو باب ۱۲، حاشیہ ۷۔

باب سوم

اِس عہد کی ممتاز شخصیتیں

سنہ ۳۲۳ ق م سے سنہ ۲۸۰ ق م تک کا زمانہ بڑے بھاری اختلال کا زمانہ ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب وہ سلطنت جو طرح طرح کے مصائب جھیل چکی تھی اور اب گویا حالت نزع میں گرفتار تھی، آخر کار متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ہو جاتی ہے جن میں سے سب سے نمایاں ریاستیں خالص یونانی ہیں، اور جن ملکوں کو سکندر نے فتح کیا تھا اُن میں یونانی تہذیب و تمدن کا بول بالا ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس چہل سالہ مدت میں، جن کے حالات ہم نے نہایت ہی اختصار کے ساتھ بیان کئے ہیں، یونانی تمدن کا انتشار اُن کا نمایاں ترین واقعہ نہیں قرار دیا جا سکتا، بلکہ اگر ہم دیکھیں تو اُس عہد کا سب سے زیادہ قابل لحاظ واقعہ یہ ہے کہ اس میں فرد کو پہلی مرتبہ وہ اہمیت دی گئی جو اُسے قدیم زمانے میں حاصل نہیں تھی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اُس زمانے میں چند ممتاز افراد کی خواہش، ارادہ اور مفاد ہر چیز کا محور بن گیا ہے، اور گو اقوام کی خواہشات اور فوائد کا بعض مرتبہ ضرور لحاظ رکھا جاتا ہے، لیکن علی العموم اُسے مطلق پیش نظر نہیں رکھا

باب ۳ جاتا۔ اس عہد کے حکمرانوں کی حیثیت پرانے سورماؤں کی سی ہے، اور عوام الناس قدیم الایام کی طرح معاملات عامّہ میں نہایت ہی ثانوی حصّہ لیتے ہیں۔ صرف دو ملکوں، یعنی یونان اور ایشیائے کوچک میں قوم کچھ آگے بڑھتی ہے، لیکن اُسے شاذ و نادر ہی کامیابی حاصل ہوتی ہے، گو ایک مرتبہ رھوڈز میں اُس کی کامیابی نہایت غیر معمولی ہے لیکن ہماری دانست میں وہ مصنّف غلطی پر ہیں جو کہتے ہیں کہ قوم میں وہ پہلی سی مردانگی باقی نہیں رہی تھی[1]

جو اشخاص صف اوّل میں آتے ہیں وہ ایک معنی کر کے "خودساختہ" کہلائے جا سکتے ہیں، اس لئے کہ اُنھیں جو رتبہ حاصل ہوا وہ اُن کے حسب نسب کی وجہ سے نہیں بلکہ اُن کی ذاتی قابلیت کی وجہ سے حاصل ہوا تھا۔ لیکن ہمیں اُن کے عروج کی کیفیت کو غلط معنے پہنا کر یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ اپنے عروج سے بے خبر تھے۔ سکندر کے جانشینوں کی نپولین کے مارشلوں سے تشبیہ دی جاتی ہے؛ گو اس میں حقیقت کا تھوڑا بہت عنصر ضرور ہے، لیکن جو واقعی فرق ہے وہ بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ نپولین خود ایک "نو دولتا" تھا، اور اُس کے قابل ترین مارشلوں میں سے ایک بھٹیارے کا، دوسرا خدمتگار کا اور تیسرا اسائیس کا لڑکا تھا۔ اس کے برعکس سکندر پوتڑوں کا شہزادہ تھا اور اُس کے اکثر سپہ سالار مُلک کے بہترین خاندانوں کے رُکن تھے۔ لیکن اپنے سردار کی موت کے بعد جو کچھ رتبہ انھیں حاصل ہوا وہ خود اپنی ذاتی قابلیت کی وجہ سے تھا، اور چونکہ ان میں آپس میں ہمیشہ نفاق و شقاق برپا رہتا تھا اس لئے انھیں اپنا درجہ قائم رکھنا اور بھی زیادہ کٹھن ہو گیا تھا۔ یہ ایک ایسا تنازع للبقا تھا جس میں صرف

---

[1] عام معلومات کے لئے دیکھو ڈرواے سن خاکہ ہائے خصائص، و نیز مہافی: "زندگی و فکر" Mahaffy :-Life and thought باب ۳ و ۴۔

باب ۳

اعلیٰ ترین خصائص کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ فی نفسہ اس واقعے سے کہ دو مشہور بادشاہ یعنی لیزی ماخوس و انٹی گونوس اپنے بڑھاپے میں میدان جنگ میں لڑتے ہوئے مارے گئے اس زمانے کی جرأت اور بہادری کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے خصائص میں ایک قابل ذکر خصوصیت یہ ہے کہ اُن کی زندگی پر مذہب کا کوئی خاص اثر نہیں تھا، جس کی وجہ یہ تھی کہ یونانی مذہب کا دارومدار یا تو محض رسوم پر تھا ورنہ اُسکی حیثیت سیاسی تھی؛ چونکہ مذہب خارجی اعمال پر مشتمل تھا اسلئے اُس کا اخلاق انسانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا، اور چونکہ اُس کا تعلق براہ راست مملکت سے تھا اس لئے بادشاہ اُس سے جیسا جی چاہے کام لے سکتے تھے، اور اُن کے اس فعل سے خود اُصول مذہب پر کچھ زیادہ اثر نہیں پڑتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان واقعات سے تین سو سال بعد تک کسی نئے مذہب کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی، گو اس ابتدائی زمانے ہی میں یونانیوں نے زندہ انسانوں کو معبودوں کے زمرے میں رکھ کر اپنے مذہب کی قدر و قیمت کا خاتمہ کر دیا تھا۔

الغرض، مذہب جیسا کچھ بھی تھا، اُس سے لوگوں کی معاشرتی حالت میں مطلق کچھ فرق پیدا نہیں ہوا، بلکہ اس سے صرف یہی ہوا کہ حکمرانوں کی خود غرضی میں اضافہ ہو گیا، اور اُنھوں نے اپنا حسب و نسب، علامات اور خوابوں کی تعبیروں کے ذریعے سے اپنے غرض و مطلب کے حصول کی کوشش کی۔ چونکہ عوام الناس کے عقائد اب بھی راسخ تھے اس لئے اس قسم کی اوہام پرستی کے مظاہروں سے اُن کا کام نکل آتا تھا۔ مثلاً سلیوکوس نے اپنا الوہی نسب ثابت کرنے کی کوشش کی، اور یومنیس نے (ذرا انکسار کے ساتھ!) اپنی الوہی ماموریت جتائی۔ جب کبھی سکندر کے

باب

جانشین سپہ سالاروں اور بادشاہوں نے حسب حال انسانی طرز عمل اختیار کیا، تو یہ یا تو ذاتی اغراض کے لئے ورنہ اپنے فلسفیانہ عقائد کی بنا پر، اور ہمیں ان کا ممنون ہونا چاہیئے اس لئے کہ یہ عہد جانبازیوں کے واسطے اس قدر مفید مطلب تھا کہ محض فوری فائدے کو اپنے طرز عمل کا واحد معیار بنانے سے گریز کرنے کیلئے بڑی بھاری اخلاقی قوت کی ضرورت تھی۔

ان میں جو لوگ ذی اثر کہے جا سکتے ہیں وہ سب کے سب مقدونی ہیں، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے اوصاف میں تشدد کا عنصر غالب ہے۔ لیکن یونانی تمدن نے شاہ فیلقوس تک کے مصاحبوں میں گھر کر لیا تھا، اور یہ بھی اپنے روزمرہ کی بود و باش میں بعض یونانی طریقوں پر بالالتزام عمل کرتے ہیں۔ ان قاعدوں کی ترویج عین اس زمانے میں ہوئی اور اسے یونانی تعلیم و تربیت کا نتیجہ سمجھنا چاہیئے۔ مثال کے طور پر حکمرانوں کے باہمی میل جول کے طرز کو لیجئے جس میں بہت کچھ ادب و لحاظ مد نظر رکھا جاتا تھا، اور یہی ادب و لحاظ بعد میں چل کر جملہ دیار یورپ میں رواج پا گیا۔ لیکن جب ہم بیرونی سطح سے ذرا نیچے اترتے ہیں تو پھر ہم بربریت ہی بربریت سے دوچار ہوتے ہیں، اور اس کے ضمن میں یہ فرمانروا مرووِنجی فرنگیوں سے کچھ بہتر ثابت نہیں ہوتے۔ اس سے بھی زیادہ ہم رنگی اس عہد اور اطالوی نشاۃ جدیدہ میں پائی جاتی ہے، جہاں غایت سنگدلانہ خود غرضی پر تمدن کا صرف ہلکا سا خول چڑھ گیا تھا۔

فرد کی بڑھتی ہوئی اہمیت کا ایک مظاہرہ عورتوں کی حیثیت سے ہوتا ہے جو عہد زیر بحث میں معاملات عامّہ میں ممتاز حصّہ لیتی ہیں، اور اس سے بھی نشاۃ ثانیہ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

اس باب کے باقی ماندہ حصے میں ہم "جانشینان سکندر" میں سے

باب ۳

ممتاز ترین کا حال بیان کریں گے اور اُن کے "چند تابعین" کا ذکر کرتے ہوئے بعض جمہوریتوں اور چند غیر معمولی عورتوں سے ناظرین کو شناسا کرائیں گے ے

ے دیادوخی اور ایپی گونی ("جانشین" و "تابعین") کے الفاظ ہیئے رونی موس ساکن کارڈیہ ہی نے ان معنی میں استعمال کئے تھے، دیکھو بالا، یادداشت باب ۱؛ نیز مطالعہ کرو ڈرو ائے سن ۱/۳؛ اوزے نر؛ "کنیدوس کا چٹکلہ" Usener: Epigramm von Knidos صفحہ ۳۶ - اصل میں "ایپی گونی" تھبز کے ساتھ حملہ آوروں کے بیٹوں کا نام تھا، اور سنہ ۲۲۰ ق م کے افراد کو یہ نام دینا دراصل ڈرو ائے سن کا کام ہے۔ دیودوروس تیسری صدی ق م کے وسط کے حالات بیان کرتے ہوئے یہ لفظ استعمال نہیں کرتا۔

ان کے علاوہ دوسرے "تابعین" کے لئے دیکھو عقب، باب ۱۵، حاشیہ ۳۔

جانشینانِ سکندر اور اُن کے "تابعین" دونوں نے اس رتبے کو مستحکم کرنے کی جان توڑ کوششیں کیں جنھیں اُنھوں نے بزورِ شمشیر حاصل کیا تھا۔ اوّل تو یہ اُصول قائم کیا گیا کہ منصب "بادشاہی" ورثہ کے علاوہ دوسرے طریقوں سے بھی حاصل ہو سکتا ہے، اور قابل ترین اشخاص اس کے اہل ہوتے ہیں (دیکھو کوہلرز "روداد اکاڈمی برلن" Kochler Sitzungsber Berl. Akad. سنہ ۱۸۹۱ء، ۲۶ فروری)۔ انتی گونوس، کاساندر وغیرہ نے اپنے دعاوی کو اسی اصول پر مبنی کیا اور اپنے افعال کو حق بجانب ٹھہرایا۔ لیکن چونکہ کسی خاص فرد کی قابلیت مشتبہ ہوتی تھی اس لئے "بادشاہ" کے علاوہ دوسرے خطابات نکالے گئے اور یہ خطابات اُس زمانے کے حالات کا اس وجہ سے جزو لاینفک ہو گئے کہ ناقابل حکمرانوں کی تعداد میں روز افزوں ترقی ہو رہی تھی۔ لیکن یہ حوصلہ مند افراد کے لئے کافی نہیں تھا، چنانچہ موروثی حق کو پھر کھینچ لایا گیا اور اس پر خانہ ساز الوہی حقوق کا اضافہ بھی کیا گیا۔ بادشاہ یا تو فیلقوس پدرِ سکندر کی

باب ۳

سب سے پہلے ہم دو شخصوں، یعنی پرڈکاس[۵۳] اور کراتیروس کو نظر انداز کئے دیتے ہیں، اس لئے کہ پرڈکاس نے تو بہت ہی کم دن چین سے حکومت کی، اور گو وہ قابل ہو لیکن اپنی انتہائی منکسر المزاجی کی وجہ سے وہ تمام سلطنت پر حکومت کرنے کا اہل ثابت نہیں ہوا، اور کراتیروس بے وقت وفات پا گیا۔ ان دونوں کے بعد پہلا نمبر انتی پاتر کا آتا ہے[۵۴] جو دیادوخی یا جانشینان سکندر میں سب سے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ نسل سے تھے جیسے بطلیموس، ورنہ مقدونوی خاندان شاہی کے دوسرے ارکان تھے، جیسے انتی گونوس کے جانشین (پولی بیوس ۵، ۱۰؛ بطالسہ، ساتیروس، حصہ ۲۱، میولر، ۳، ۱۶۵)؛ اور بعض کو معبودوں کی نسل سے سمجھا جاتا تھا (مثلاً سلیوکوسی)، اور بعض مرتبہ دونوں اہلیتیں یعنی ذاتی قابلیت اور الوہی حقوق دونوں کو ملانے کی کوشش کی جاتی تھی (جیسے یوہے میروس نے کیا؛ دیکھو باب ۶)۔ اگر خود زیوس ایک خوش قسمت بادشاہ تھا تو پھر کاساندر کو حقدار حکمران بننے میں کیا امر مانع ہو سکتا تھا؟۔

پولی بیوس (۱۲، ۸) نے سکندر کے سپہ سالاروں کی تعریف و توصیف کی ہے، لیکن اس نے لفظ "اسی کی طرح" جو استعمال کئے ہیں وہ درست نہیں اس لئے کہ خود وہی دوسرے یاروں میں سکندر کو ان سب سے زیادہ قابل بتاتا ہے۔

مہافی ("زندگی" صفحہ ۶۷) نے بھی سکندر کے مارشلوں اور دیادوخی کے درمیان مماثلت دکھائی ہے۔

[۵۳] پرڈکاس؛ پلوٹارک Al. Virt. ۱۱، ۲ میں اسکے بعض نہایت نفیس الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔

[۵۴] فون ولامووتز (Ant V. Kar ۱۸۵) انتی پاتر کو "نبیل" کا لقب دیتا ہے۔ وہ بطلیموس کی طرح نہایت چالاک تھا، اور ملوکیت کی اہمیت یا خود اپنے اقتدار کی طرف سے اسے کوئی شکوک نہیں تھے؛ اور اسی وجہ سے اس کی شخصیت کا نسبتۂ اچھا اثر پڑتا ہے۔ وہ سکندر کے دعاوی الوہیت کا مخالف تھا۔

باب ۳

معمر تھا۔ ۳۱۹ قم میں اپنی موت کے وقت اُس کی عمر اسّی برس کی تھی، اس لئے جس وقت سکندر نے ایشیا کی طرف قدم بڑھایا ہے اُس وقت وہ ۶۳ سال کا اور تخت نشینی فیلقوس کے وقت ۴۰ سال کا ہوگا۔ انتی پاتر پرانے طرز کا مقدونوی تھا، اور اُسے یونانی تمدن یا عام فتوحات کی حکمت عملی ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی، بلکہ اُسے ایشیا کی بجائے اپنے وطن مالوف مقدونیہ کی زیادہ پروا تھی وہ مبالغہ آمیزی یا غلو کو بالکل پسند نہیں کرتا تھا، چنانچہ جب سکندر کے غیاب میں یہ یوروپی حصہ جات سلطنت پر حکومت کرتا تھا تو اپنی بے لطف طبیعت کی وجہ سے اُسے بار بار اولمپیاس سے جھگڑے مول لینے پڑے۔ وہ اپنے مُلک کے دشمنوں کو سزا دینے میں ذرا دریغ نہیں کرتا تھا، اور اُس کے بُرے سلوک کی بدیہی مثال وہ برتاؤ ہے جو اُس نے جنگ لامیہ کے بعد ایتھنزی محبان وطن کے ساتھ روا رکھا۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ خود غرض تھا یا کہ اُس نے اپنے خاندان والوں کو غیر معمولی فائدہ پہنچایا تھا، اگر ایسا ہوتا تو وہ اپنا جانشین اپنے بیٹے کاساندر کی بجائے ایک معمر شخص پولیس پرخون کو کیوں مقرر کرتا۔

عمر کے اعتبار سے دوسرا نمبر انتی گونوس کا ہے[۵] جس کے باپ کا نام فیلقوس تھا اور جو ۳۸۲ ق م میں پیدا ہوا تھا، چنانچہ وہ شاہ فیلقوس سے عمر میں بڑا اور دیموس تھنیس کا ہم عمر تھا۔ اسنے اپنی عملی زندگی نسبتہً دیر میں شروع کی سب سے پہلے اسے سکندر نے افروجیہ کا صوبہ دار مقرر کیا، اور چونکہ یہ صوبہ ایشیائے کوچک کے وسطی صحرا کے مغرب میں واقع تھا اور مشرق کی دو شاہراہیں یہیں سے چلتی تھیں (دیکھو باب ۲) اس لیے یہ بہت ہی اہم صوبہ تھا۔ بہرحال سکندر کی وفات تک انتی گونوس اس اہم عہدہ پر فائز رہا، لیکن اس نے مہمات ایشیا میں کوئی

---

[۵] انتی گونوس۔ اس کا حسب نسب، ڈروائے سن ۱، ۲، ۱۰، ۱، ۱۱، ۸۷، مقابلہ کرو Ael. V. H. ۱۲، ۱۳

باب ۳

قابل قدر حصہ نہیں لیا، اور سکندر کی وفات کے بعد تک یعنی ۶۲ برس کی عمر تک وہ سیاسیات کی صف اوّل میں نہیں آیا۔ وہ بھاری بھر کم ضرور تھا لیکن یک چشم تھا جس کی وجہ سے اسے لوگ "غلطان چشم" کہتے تھے۔ انتی گونوس بڑا ہوشیار اور با اصول شخص تھا اور روپیہ جمع کرنے میں مشاق تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی سالانہ آمدنی گیارہ ہزار تالنت تھی، اور اُس کے خزانے کا اندازہ ۳۵ ہزار تالنت کیا گیا ہے۔

وہ حاضر جواب تھا، اور بہت سی کہاوتیں اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ وہ خوش خلق ضرور تھا، لیکن اگر کوئی اُس کے یک چشم ہونے پر ہنسی اڑاتا تو وہ اس کا روادار نہ ہوتا، چنانچہ جب خیوس کے سوفسطائی تھیوکریٹوس نے اس کی تضحیک کی تو اسے اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑا۔ بہ نسبت سپہ سالاری کے انتی گونوس کو تنظیم کا زیادہ ملکہ تھا۔ اُس نے یومنیس کو لڑ کر نہیں بلکہ دغا فریب سے مغلوب کیا۔ مصر کے خلاف اُس نے کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا، اور ہمارا خیال ہے کہ وہ لیزی ماخوس و سلیوکوس کے چنگل میں صرف اسی وجہ سے پھنس گیا کہ اس نے ان پر علٰحدہ علٰحدہ حملے نہیں کئے۔ اسے اپنے بیٹے دمتریوس پر مکمل اعتماد تھا، اور ان دونوں کے باہمی تعلقات نہایت اچھے تھے۔ جنگ ایپسوس کے واقعات سے اس اعتماد کا پتا لگتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُس میں ذہنی اطمینان کا کس قدر مادہ تھا۔ کہتے ہیں کہ اس معرکے میں جب دشمن اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھا تو اُس کے مصاحبوں نے اُس سے کہا کہ جہاں پناہ! غنیم آپ کی طرف بڑھ رہا ہے، اُس نے معاً جواب دیا کہ

باب۳

بڑھنے دو، میرا بیٹا مجھے آکر بچا لے گا، اور اسی انتظار میں اُس نے لڑکر جان دے دی! یہ افروجیہ میں اپنا نام چھوڑ کر مرا؛ لکھا ہے کہ اُس کی موت کے بعد کسی نے ایک کسان کو زمین کھودتے دیکھا اور پوچھا کہ بھائی کیا کر رہے ہو تو اُس نے جواب دیا کہ میں انتی گونوس کو ڈھونڈ رہا ہوں!۔

انتی گونوس کے بعد بطلیموس کو لیجئے جو ارسی نوئے اور طبقۂ ادنیٰ کے ایک شخص مسمّی لاگوس کا بیٹا تھا[۵۶]، گو عام طور پر یہ مشہور تھا کہ وہ خود شاہ فیلقوس کے نطفے سے پیدا ہوئے اور اگر ہم مختلف تاریخوں پر غور کریں تو یہ استدلال بعید از قیاس معلوم نہیں ہوتا۔ وہ ۳۶۷ ق م میں پیدا ہوا تھا۔ وہ بہادر، تنومند، قابل اعتماد اور سکندر کا وفا شعار ملازم تھا۔ اسی نے بیسوس کو قید کیا تھا۔ اُس نے مصر کی حقیقی اہمیت کا اندازہ کرکے سکندر کی موت کے بعد ہی اُس پر قبضہ کر لیا، اور کبھی مکمل سلطنت پر قبضہ کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لایا، جس سے اُس کی زیرکی اور ہوشیاری کا ثبوت ملتا ہے۔ فرمانروائے مصر کی حیثیت سے اُس نے پہلے تو پردِکاس اور اسکے بعد انتی گونوس

---

[۵۶] بطلیموس۔ کلیس Cless نے پاؤلی کی "محیط" Pauly's R. E. ۱، ۶ ۱۷۹/۱۹ میں اس کا پورا حال لکھا ہے۔ خطاب "محافظ"، پوسانیاس ۱، ۸، ۶ (رھوڈزیوں کی شکرگزاری)؛ Arr. ۶، ۱۱، ۸ (جہاں یہ غلط بیانی کی گئی ہے کہ یہ خطاب سکندر کے چھڑانے کی وجہ سے ملا تھا)؛ ب ۳۶۱/۲۶ ق م میں اس خطاب سکا اُس کے بیٹے نے اعلان کرایا؛ فہرست نوادر خانۂ برطانیہ، "بطلیموس" صفحہ XXXX مقابلہ کرو کیوہلر: "روداد اکادمیہ برلن، فروری ۱۸۹۱ء۔ پ گارڈنر "ابواب جدید" صفحہ ۵۲ ۔ ۴۳ میں کہتا ہے کہ بطلیموس اوّل سے زیادہ منصف مزاج حکمراں مشکل سے ملیگا؛ لیکن مجھے اُس کے انصاف کی کوئی خاص مثال نہیں ملی۔

باب ۳

و دیمتریوس کی جو مقاومت کی اس سے اُس کی ہمت اور تدبیر کا اندازہ ہوتا ہے۔ اُس نے کتابیں تصنیف کر کے علمی میدان میں بھی اپنا نام پیدا کیا، چنانچہ اُس کی تاریخ سکندر اعظم اُس کے ہم عصروں میں بہت مقبول تھی۔ اُس نے فلادیلفوس کے حق میں تخت سے دست برداری دے کر اپنی بے غرضی کا ثبوت دیا اور اس واقعے کے دو سال بعد، یعنی سنہ ۲۸۳ ق م میں ۸۳ برس کی عمر پاکر راہیِ مُلکِ عدم ہوا۔ سکندر کے جانشینوں نے جو شاہی خاندان قائم کئے اُن میں سب سے طویل خاندان بطلیموس ہی کا تھا جس نے مصر پر تقریباً تین سو برس حکومت کی، جس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ اُس کے بانی نے جو طرز حکومت قائم کیا تھا وہ مُلک کے حسب حال تھا۔

لیزی ماخوس، جو اگاتھوکلیس ساکن تھسلی کا بیٹا تھا، سنہ ۳۶۱ ق م میں پیدا ہوا تھا؎ وہ بادشاہ کے جیش حفاظت کا رکن تھا، اور

؎ لیزی ماخوس: کلیس Cless کا مضمون پاؤلی کی "محیط" میں ۴، ۱۳۰۳: اسکے متعلق جو واقعات ہیں وہ پوسانیاس ۱، ۹، ۱۰ میں ملیں گے۔ وہ سکندر کے سررشتے کا ایک بہادر رکن تھا۔ اسے تھریس کا جائزہ دار بنایا گیا، اور اس حیثیت سے اُسے سات سال تک بربریوں سے جنگ آزمائی کرنی پڑی جن میں سے سب سے ممتاز اودریسی سیوتھیس سوم تھا، اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ سنہ ۳۱۵ ق م تک انتی گونس کے مدمقابل کی حیثیت سے فرقی آویزشوں میں شریک نہیں ہوتا۔ دیودورس ۱۹، ۷۷، کے مطابق وہ بیزنطیوں کو انتی گونس کے ساتھ ملنے سے باز رکھتا ہے۔ جنگ اپسوس کے بعد اُس نے جو ہوشیاری دکھائی اُسکے لئے دیکھو کلیس، ۱۳۰۶/۱۳۰۹

شہر لیزی ماخیہ نے جسے اب ہگزاملی کہتے ہیں، ہمسایہ کاردیہ کی جگہ لے لی۔ یہ شہر سطح سمندر سے تقریباً ۶۰۰ فٹ بلند تھا اور بحر تھریس اور

باب ۳

نہ صرف فطرتاً بہادر تھا بلکہ تدبیر جنگی میں بھی کامل تھا۔ اُسنے انتی گونوس کے ساتھ جنگ کے دوران میں کسی فیصلہ کن معرکے سے گریز کر کے اپنی سپہ سالارانہ قابلیت کا ثبوت دیا اور چونکہ انتی گونوس کی فوج اُس کی فوج سے زیادہ تھی اس لئے سلیوکوس کے آنے تک وہ اپنے حریف سے دست و گریبان نہیں ہوا۔ وہ ایک نفیس خطے پر قابض تھا جس میں تھریس و ایشیائے کوچک کا ایک حصّہ شامل تھا، اور ساتھ ہی اُس نے اپنے خزانے میں ایک بڑی رقم جمع کر لی تھی جس کا غاروفی لاکس کے موقع پر مضحکہ اُڑایا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ہیلیس پونت دونوں سے اس کا فاصلہ مساوی تھا۔ درآنحالیکہ کاردیہ کا تعلق صرف بحر تھریس سے تھا، ہیلیس پونت سے نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ایشیا کی اہمیت پہلے سے بہت بڑھ گئی تھی۔

پلوٹارک: "دیموس تھنیس" ۲۵ میں لیزیماخوس کو "گازو فی لاکس" کا لقب دیا ہے۔ پرگامم میں نو ہزار تالنت کا خزانہ تھا (جسے فلے تائروس نے غبن کر لیا)؛ پولی اے نوس (۴، ۹، ۴) نے سار دس میں بھی اس فرماں روا کے ایک خزانے کا ذکر کیا ہے اور استرابو (۷، ۳۱۹) سے تری زس (تھریس) میں ایک اور خزانے کا پتا چلتا ہے۔

لیزی ماخوس نے بھی نیہ کے شہر انتی گونیہ کا نام بدل کر اپنی بیوی کے نام پر نقیہ رکھا۔ اس کے علاوہ اس نے کئی شہر آباد بھی کئے؛ ان کے لئے دیکھو کون۔ "قدیم بلدیات کے محل وقوع" Kuhn : Enstehung der Staedte der Alten لائپزگ ۱۸۷۸ء، ص $\frac{۳۳۵}{۳۶۴}$ ۔

لیزی ماخوس فلسفیوں کو نکال باہر کرتا ہے Ath ۱۳، ۶۱۰۔

ل، میولر کے کتابچہ ۳، ۴۴۴ میں پیولمان Poehlman نے ٹھیک کہا ہے کہ لیزی ماخوس کے سکّوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جن شہروں نے انھیں رائج کیا وہ اس کے دست نگر ہوں گے، بلکہ صرف اس خاص نوع کے سکّوں کی مقبولیت کا پتا لگتا ہے۔

لیزی ماخوس کے لئے دیکھو نیز Niese ۱، $\frac{۳۹۶}{۳۹۹}$ ۔

باب ۳ گیا۔ انتی گونوس اور سلیوکوس کی طرح اُس نے نئے شہر آباد کرنے کی اہمیت تسلیم کی، چنانچہ اُس نے ہیلیس پونٹ پر لیزی ماخیہ آباد کیا اور سمرنا کی از سر نو تعمیر کا حکم دیا۔ وہ فطرتاً جلّاب زر تھا، اور جب اُس نے ایشیائے کوچک کے کنارے کے شہروں میں اپنے سکوں کی نقل مروّج دیکھی ہوگی تو اُسے ضرور اطمینان ہوا ہوگا۔ لیکن امتدادِ زمانہ سے اُس کی طبیعت میں تنگ خیالی ہی نہیں بلکہ کمینہ پن بھی آتا گیا جس کی وجہ سے آخر کار خود اُس کا کام تمام ہو گیا۔ اُس نے خود لکھ کر ایک خط پرھوس کو بھیجا اور اُسے دھوکے میں ڈالنے کے لئے یہ ظاہر کرایا کہ یہ خط بطلیموس کے پاس سے آیا ہے؛ اُس نے سلیوکوس کو دو ہزار تالنت اس شرط پر دینے کا وعدہ کیا کہ وہ دیمتریوس کا خاتمہ کر دے گا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے پرانے ساتھی سے کس قدر کم واقف تھا۔ اُس نے کیرانوس کی باتوں کا یقین کر کے اپنے نہایت ہی قابل بیٹے اگاتھکلیس کو جان سے مروا ڈالا، اور مقدونیہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے اپنے داماد انتی پاتر کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے مظالم کی وجہ سے اس کے ساتھیوں نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا، اور جب وہ میدانِ جنگ میں مارا گیا ہے تو سوائے ایک جاندار کے کسی نے اُس کی لاش کی طرف التفات نہ کیا، اور وہ جاندار اُس کا کتّا تھا۔

سلیوکوس، جو لاؤدیکے اور سپہ سالار انطاکوس کا (یا جیسا اُس کے خوشامدی کہتے تھے، اپولو کا) بیٹا تھا، ۳۵۳ ق م میں پیدا ہوا[۵]۔ سلیوکوس بڑا طاقتور شخص تھا، اور قصہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ

---

[۵] سلیوکوس کلیس، پاؤلی، ۱، ۶، $\frac{۹۲۳}{۹۳۶}$؛ بابلون: "شاہان سوریہ" Babelon: Rois de Syrie صفحہ iii۔۱۱۱ صفحہ XXXIX — جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، اس لنگر میں جس کا تعلق اپولو سے فرض کیا جاتا ہے (جسٹن، ۱۵، ۴)

بابـ

اُس نے خود سکندر کے سامنے ایک جنگلی سانڈ کو نیچا دکھایا تھا۔ وہ پردکاس کے اثر کی وجہ سے خلیارخ مقرر ہوا تھا۔ لیکن وہ وقت بھی آیا جب اُس نے خود پردکاس کے خون میں اپنے ہاتھ رنگنے سے گریز نہیں کیا۔ وہ زیرک اور مستقل مزاج تھا، اور لوگ اُسے سکندر کے سپہ سالاروں میں بہترین تصوّر کرتے تھے۔ ساتھ ہی اُس میں اعلیٰ درجے کی انتظامی قابلیت بھی تھی۔ اُسنے شہر آباد کئے، کاشتکاری، افزائش نسل اسپاں، تجارت اور فنون لطیفہ سب ہی کی سرپرستی کی اور سب ہی کو فروغ دیا۔ انطاکوس کی بیماری کے قصّے سے، جس کی طرف ہم ناظرین کی توجہّ عنقریب مبذول کریں گے، اُس کی اچھی خصلت کا اظہار ہوتا ہے، اور

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اور اپولو میں کوئی تعلّق نہیں۔ بابل کے سکّوں پر پہلی مرتبہ لنگر کی شکل جو بنائی جاتی ہے وہ اُس وقت جب سلیوکوس صوبہ دار مازائیوس کے جانشین کی حیثیت سے وہاں سکّے ڈھالتا ہے۔ مقابلہ کرو App. Syr ۵۶ کا فقرہ (جسے بابلون Babelon نے نقل کیا ہے) جس کے مطابق سلیوکوس کی ماں کو لنگر والی انگوٹھی ملتی ہے جسے سلیوکوس نے دریائے فرات کے قریب گما دیا تھا، اور اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ اُس کی قسمت میں اس دریا کی حکومت لکھی ہے۔ مجھے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دریا کا تعلق بابل سے ہوگا۔

افسانے؛ جسٹن ۱۵، ۴۔ انمیں سے بعض لیزی ماخوس کے افسانوں کے مطابق ہیں؛ سلیوکوس ایک سانڈ پر غلبہ پاتا ہے (App. Syr ۵۶)، لیزی ماخوس ایک شیر کو مغلوب کرتا ہے (جسٹن ۱۵، ۳)؛ دونوں کے سروں پر اتفاقاً کپڑا باندھ دیا جاتا ہے، اور اُسے آئندہ ملوکیت کی نشانی سمجھا جاتا ہے سکوں پر سلیوکوس کی نشانی سینگوں والا گھوڑا ہے۔ بابلون جن شبیہوں کو سلیوکوس کی بتاتا ہے اُنکے سینگ بھی ہیں اور پر بھی۔ سکندر کی طرح سلیوکوس ایتھنز پر تحائف کی بوچھار کرتا ہے؛ کرتیوس: بلدی تاریخ Curtius : Stadtgesch ۲۴۲-

باب ۱۲ اُس میں جو فطری شرافت تھی اُس کا اندازہ اس واقعے سے کیا جا سکتا ہے کہ جب اُس نے میدان میں لیزی ماخوس کو نیچا دکھایا ہے تو اُس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اپنی زندگی کے آخری ایّام اپنے وطن مالوف مقدونیہ میں کاٹنے کی اجازت دی جائے۔ اُسے کیرالوس نے جو دھوکا دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی ذہنیت کی سطح اس قابل نفرت شخص کی ذہنی سطح سے کہیں ارفع و اعلیٰ تھی۔

جن لوگوں کا ہمیں بیان کرنا ہے اُن میں صرف یومنیس ہی ایسا ہے جو نسلاً یونانی تھا۔ وہ کاردیہ کا باشندہ تھا، اور تقریباً سنہ ۳۶۲ ق م میں پیدا ہوا تھا۔ سکندر کے عہد میں وہ ایک ذی اثر عہدے پر ضرور ممتاز تھا، لیکن اُس کے رتبے کو ہم درخشاں نہیں کہہ سکتے۔ (دیکھو جلد ۳، باب ۲،) نہ اُس زمانے میں اُسے ایک قابل سپاہی سمجھا جاتا تھا، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ سکندر کی موت تک اُسکی سپاہیانہ قابلیت خفتہ ہی رہی لیکن اس واقعے کے بعد اُس نے اپنے آپ کو عمدہ سپاہی، اور دور اندیش سپہ سالار اور آزمودہ کار مدبر ثابت کر دکھایا۔ وہ اس فن سے واقف تھا کہ سپاہیوں کے احساسات کو کس طرح سے کام میں لانا چاہیئے اور ان پر کس طرح اثر ڈالنا چاہیئے، اور یہ اُس کے سکندر والے خیمے کو نصب کرنے کے واقعے سے ظاہر ہوتا ہے۔ جب انتی گونس نے اُسے نیچا دکھانا چاہا تو اُسے اس کے لئے مکر و فریب کرنا پڑا۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس نے تو خود سلطنت کے اُصول اور خاندان شاہی کی پشت پناہی کر کے اپنے راستے میں گویا کانٹے بو لئے۔ اگر وہ دوسروں کی تحریکات کو سنتا، جو اُسے اپنا جانبدار بنانا چاہتے تھے تو شائد اُس کی جان بچ جاتی۔ اخلاقی اعتبار سے وہ بہترین مقدونیوں، جیسے سلیوکوس، بطلیموس اور انتی گونس سے کچھ کم نہ تھا، اور سپہ سالار و مدبر کی حیثیت سے بطلیموس و انتی گونس کا کم از کم ہم مرتبہ ضرور تھا، بلکہ شائد انتی گونس سے تو بڑھا ہی ہوا تھا۔ اُس پر اختلافی

زمانے میں اُس کی ہستی یونانیوں کے لئے قابل فخر تھی۔ دوسرے سپہ سالاروں کے برخلاف اُس کی بدقسمتی یہ تھی کہ قوم اُس کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ تھی، درآنحالیکہ اُس کے دوسرے ساتھی محض اپنا مقدونوی حسب نسب جتلا کر ملک کے ہر حصے سے اپنے ہمنوا جمع کر سکتے تھے۔ اس آخری بڑے یونانی سپہ سالار نے اپنے آپ کو ایسے مقصد سے وابستہ کر کے جو نصف ناکام ہو چکا تھا، اور اُس پر خود اپنی قربانی چڑھا کر یہ ثابت کر دیا کہ یونانیوں میں اب بھی مطمحیت اور وفاداری کی روح باقی ہے، اور اب بھی وہ مقدونیوں پر سبقت لئے ہوئے ہیں۔ چونکہ آجکل یونانی خصائص کے ساتھ تعصب کا برتاؤ کیا جاتا ہے اس لئے ہمیں ناظرین کی توجہ اس خاص بات کی طرف مبذول کرنی ضروری تھی۔

سکندر کے جانشینوں کے بعد ہم اُن کے تابعین کیطرف متوجہ ہوتے ہیں، اور ان دونوں کے درمیان کاساندر بمنزلہ ایک کڑی کے ہے[۵]۔ کاساندر انتی پاتر کا بیٹا تھا۔ وہ تقریباً ۳۵۵؁ ق م میں پیدا ہوا اور اس طرح سلیوکوس کا کم و بیش ہم عمر تھا۔ وہ فطرتاً درشت مزاج اور ضدی واقع ہوا تھا۔ ایشیا جانے کے بعد

---

[۵] کاساندر۔ فون ولامووتز کے نزدیک وہ ہر کام ٹھنڈے دل سے اور سمجھ کر کرتا تھا لیکن Arr. 7. 27. اور پلوٹارک: "سکندر" ۷۴ کے مطابق وہ جوشیلا تھا، اور اُس کے جذبات مشکل سے قابو میں آتے تھے، اور بعض مرتبہ واقعات کے گزر جانے کے بعد بھی وہ اپنے آپے سے باہر ہو جاتا تھا۔ اُسکی رعایا کے لئے یہ قسمت کی بات تھی کہ اُسکی حکومت کبھی مستحکم نہیں ہوئی، گو فون ولامووتز کا خیال ہے کہ وہ بادشاہ رہتا تو کلٹی قوم اتنا نقصان نہ پہنچاتی لیکن ہمیں یہ باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ وہ اُسکی مدافعت کیرانوس سے زیادہ کر سکتا، اور ہم عام نقطۂ نظر سے کہہ سکتے ہیں کہ اس زمانے کے دوسرے حکمرانوں کیطرح اس فرمانروا کی موت سے ملک کو کوئی زیادہ نقصان نہیں پہنچا۔

باب ۳

اُس کے ساتھ سکندر نے اچھا برتاؤ نہیں کیا، اور اُس کی حکومت کے اختتام پر بھی اُس کا طریقہ کچھ اچھا نہیں رہا، جس کی وجہ سے جب تک وہ زندہ رہا برابر اُس کے دل میں بادشاہ کی طرف غیظ و غضب کی آگ بھڑکتی رہی، اور بادشاہ کی موت کے بعد اُس نے شاہی خاندان سے انتقام لیا۔ اُس کے اور اولمپیاس کے باہمی تعلّقات پہلے ہی سے خراب تھے، چنانچہ موخرالذّکر نے اپنے حریف کے خاندان کے ساتھ بھی بہت برا سلوک کیا۔ یہی وجہ تھی کہ اُس نے اولمپیاس، سکندر اصغر اور اُس کی ماں روشنک کو جان سے مروا ڈالا، اور پولیس پرخولن کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ سکندر کے دوسرے بیٹے ہرقل کا بھی خاتمہ کردے۔ وہ ۲۹۷ ق م میں دق سے مرگیا۔ اُس کے بڑے بیٹے میں تو باپ کا کمزور نظام جسمانی گویا عود کر آیا تھا، اور باقی جو اولاد تھی اُس میں انتی پاتر کی سردمہری اور تدبیر، جو کاساندر میں سخت گیری اور تشدّد کی صفت میں منقلب ہوگئی تھی، اب ادنیٰ درجے کے ظلم و ستم کی شکل میں تبدیل ہوگئی۔ بڑا بیٹا فیلقوس تو چار مہینے سلطنت کرنے کے بعد وفات پاگیا، باقی دو میں سے انتی پاتر نے تو اپنی ماں ہی کو قتل کرادیا اور اس کے بعد اپنے خسر لیزی ماخوس کے حکم سے اپنے جرم کی پاداش کو پہنچا؛ تیسرا بیٹا سکندر چاہتا تھا کہ دیمیتریوس کو مروا ڈالے لیکن موقع پاکر دیمیتریوس ہی نے اُس کا کام تمام کر ڈالا۔ اس طرح انتی پاتر کے خاندان کا صفایا ہوگیا، اور اس کے خاتمے سے مقدونیہ کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا۔

جس طرح کاساندر میں انتی پاتر کے تمام خصائل اپنی پوری شدّت اور ابتری کی حالت میں موجود تھے اسی طرح دیمیتریوس میں انتی گونوس کی عادتیں مبالغہ آمیزی کے ساتھ بھری تھیں، لیکن

باب ۳ فرق صرف یہ ہے کہ اُس میں انتی گونوس کی خودغرضی یا اُس کی عمدہ صفات کا شائبہ بھی نہ تھا[۱۵] وہ ایک خوبرو جوان تھا۔ اُس کی تدبیریں عظیم الشان تھیں، وہ اپنے دشمنوں، مثلاً بطلیموس، کے ساتھ شجیعانہ برتاؤ پسند کرتا تھا، اور اپنے دوستوں، مثلاً متھراداتیس، کے ساتھ ایثار کرتا تھا اور جو کچھ کرتا تھا سوچ بچار کرکے کرتا تھا۔ وہ طبعاً آرام طلب تھا، لیکن صرف اُس وقت عیش و عشرت میں مبتلا ہوتا تھا جب اُسے تفکرات نہ ہوتے اور اطمینان چین کیساتھ زندگی بسر کر سکتا۔ اُسے نہ صرف اپنے ذاتی رکھ رکھاؤ بلکہ فوجی

---

[۱۵] دیمتریوس۔ اس دلچسپ شخص کا ہمدردانہ خاکہ فون ولاموو تز ۸۷ ا میں ملیگا۔ مقابلہ کرو ہرمان تومزر: ”مملکت قدیم“ Hermann Thumser : Staat salt

{۱۳۵- اس کا افسوس ہے کہ واقعات کے جلد جلد پیش آنے کی وجہ سے دیمتریوس کو کافی تعلیم نہیں ملی، لیکن اس کے بغیر بھی وہ کیا بلحاظ انسان کے اور کیا بلحاظ مدبر کے الکبیادیس سے کہیں برتر ہے، گو ان دونوں میں بہت سے خصائص مشترک ہیں۔ وہ اگر کسی کا ہمنوا ہو جاتا تو اُس کے ساتھ ہمیشہ شجیعانہ اور وفادارانہ برتاؤ کرتا، اور اس کے برعکس اگر ہم الکبیادیس کو دیکھیں تو ان صفات کے فقدان کی وجہ سے اس کا اثر ہمارے دلوں پر نہایت بُرا ہوتا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ دیمتریوس کے اخلاقی توازن میں بھی خامی پیدا ہو گئی، مثلاً دیکھو پلوٹارک ”دیمتریوس“ ۳۴ میں جہاں اس کی بہ نسبت اس کے بیٹے میں جذبہ انسانیت زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ باپ تو اپنی زندگی کے اختتام پر ایشیائے کوچک میں سرفروشانہ مہم سر کرتا ہے، اور بیٹا یونانی صوبوں پر اس قدر خاموشی کے ساتھ حکومت کرتا ہے کہ اگر بعد میں وہ یونان کو فتح مقدونیہ کا مرکز نہ بناتا تو شائد کسی کو معلوم بھی نہ ہوتا کہ وہ یونان پر قابض ہے۔ تاریخ یونان کے نقطۂ نظر سے دیمتریوس کو ایتھنز کے ساتھ جو لگاؤ اور اُنس تھا اس کی وجہ سے اُس کی اہمیت کچھ کم نہیں ہے۔

باب ۳ تیاریوں میں بھی ظاہری بناوٹ کی طرف رجحان تھا، مثلاً کہیں محاصرہ کر رہا ہو تو اُس کا سب سے بڑا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اپنی قوّت کا مظاہرہ بڑے پیمانے پر کرے، چنانچہ جب اُسے رھوڈز کے محاصرے میں ناکامی ہوئی تو اُس نے یہ سوچ کر اپنے ضمیر کو اطمینان دے لیا کہ خیر اِس سے پہلے کسی نے ایسے محاصرے کی ہمت ہی نہیں کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اُس نے رھوڈزیوں کو ہیلے پولس تحفتہً دے کر شہر والوں کی کامیابی پر گویا مہر ثبت کر دی۔ اس کا لقب "پولیورکی ٹیس" یعنی "محاصرہ کن" مشہور ہو گیا" اور یہ بالکل درست بھی تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ سپہسالاری میں وہ اپنے باپ سے کچھ بہتر نہیں تھا۔ امتداد زمانہ سے اس کے نقائص بڑھتے ہی گئے، اور اپنے تلوّن کی وجہ سے وہ مُلک پر اطمینان سے حکومت کرنے کے قابل نہیں رہا بادشاہ مقدونیہ بننے کے بعد اُس کا مقصد یہ ہو گیا کہ حکمران کے بے کیف فرائض کا بوجھ اُٹھائے بغیر شاہی تزک و احتشام کے ساتھ رہے۔ اس کے پاس جو درخواستیں آتی تھیں اُنھیں وہ پانی میں پھینک دیتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی وہ خوش خلق بھی تھا، چنانچہ اُس کے خلق کی ایک مثال لکھی ہے کہ ایک مرتبہ جب ایک بڑھیا نے اُسے بُرا بھلا کہا تو وہ فوراً اپنے فرائض منصبی پورے کرنے کے لئے تیار ہو گیا اور کچھ مدّت تک اچھی طرح سے حکومت کرنے لگا۔ اُس نے بہت سی باتوں میں سکندر اعظم کا اتّباع کیا، مثلاً اُس کی طرح اسے بھی ایتھنز سے عشق تھا، جہاں وہ بار بار جاتا تھا، گو اُس کا یہ جانا صرف ذہنی ارتفاع کے لئے نہیں تھا، اور جیسے سکندر نے گرانی کوس کے مال غنیمت سے ایتھنز کو زرہ بکتر روانہ کئے تھے اسی طرح اس نے بھی سالامس سے روانہ کئے۔ بعض کے نزدیک وہ بہ نسبت سکندر کے الکبیادیس سے زیادہ مشابہ تھا، یہ نہیں تو کم از کم اُس کے پرائیوس میں اُترنے اور اُس کی خانگی زندگی سے ہمیں الکبیادیس

باب ۳

کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ بلاشبہ وہ اتنا اچھا سیاست داں نہ تھا جیسا الکبیادیس، لیکن وہ اُس سے کہیں زیادہ عالی ہمت اور خوش خلق تھا۔ الکبیادیس کے برخلاف اُس نے اپنے آپ کو مغلوب ہو جانے دیا اور یہی بس اُس کا خاتمہ تھا۔ ہمارے نزدیک اُس نے ایتھنزیوں کے ساتھ جو برتاؤ کیا وہ اُسے نہایت ناشکرانہ معلوم ہوا ہو۔ وہ باپ بھی اچھا تھا اور بیٹا بھی اور اس خود غرضانہ عہد میں یہ ایک نہایت ہی قابل تعریف بات تھی۔ وہ ۳۳۶ ق م میں پیدا ہوا تھا اور صرف ۵۳ برس کی عمر میں ۲۸۳ ق م میں مرگیا۔ کچھ عرصے کے لئے وہ سمندر کا مالک اور بحری ڈاکوؤں کا حکمران بن گیا تھا، اور جب اُسے اپنے ہتھیار ڈال دینے پڑے تو اُس نے ملک میں لوٹ مار کا پیشہ اختیار کر لیا۔ اس زمانے میں انفرادیت کو جو عروج حاصل ہوا تھا اس کا پورا اظہار دیمتریوس میں ہو گیا، اور اُس کے افعال میں بہ نسبت اپنے حریفوں کے انانیت کے اظہار میں جو کمی نظر آتی ہے اس کی وجہ سے اُس نے گویا اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری۔ واقعہ یہ ہے کہ زمانے کی کچھ اس قسم کی حالت ہو گئی تھی کہ بے مقصد شخص خواہ کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو، کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ دیمتریوس اپنے زمانے کا گویا سرفروش مبارز تھا اور اریوستو کے اسلوب میں کسی رزمیہ تالیف کا آسانی سے موضوع بن سکتا تھا۔ اُس کی صفات کے مدنظر اگر ہم اُسے پیر نابالغ کا لقب دیں تو یہ غلط نہ ہوگا۔

ہم بطلیموس اوّل کے بیٹے اور جانشین کا حال کچھ دیر بعد بیان کریں گے۔ وہ انطاکوس ولد سلیوکس کی طرح (جس کا متعاقب ذکر کیا جائے گا) میدان جنگ میں کارہائے نمایاں کا اتنا اہل نہ تھا جتنا کسی متمدن ملک پر امن و امان سے حکومت کرنے کا۔ وہ تابعی" مشہور ہے، لیکن ایک دوسرے، شائد صحیح تر معنی میں لغت کا جہاں تک اعتبار ہے "تابعین" یعنی فرزندان جانشینان سکندر

باب

ہیں، جنھوں نے اپنے آباء کا کام جاری رکھا، ہمیں بطلیموس کیرانوس کو شریک کرنا چاہیئے[لہ] اُس کے باپ نے اُس کے خصائل کا صحیح اندازہ کرکے اُس سے تخت سے محروم کر دیا۔ فضائے تاریخ میں کیرانوس مصر چھوڑنے کے بعد ہی نمودار ہوتا ہے۔ اُس وقت اُس کی عمر تیس سال کی ہوگی۔ اس کے افعال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس قسم کا شخص تھا۔ وہ لیزی ماخوس کے پاس بھاگ جاتا ہے، جس کی بیوی خود اُس کی بہن ارسی نوئے تھی۔ اس بہن سے ناجائز تعلق پیدا کر لیتا ہے تاکہ بادشاہ کے بیٹے کو انجام کو پہنچا سکے، آخر اس بیٹے کا خاتمہ کر دیتا ہے، پھر سلیوکوس کے پاس بھاگ جاتا ہے اور اُس کا بھی خاتمہ کرکے اپنے آپ کو مقدونیہ و تھریس کا مالک بنا لیتا ہے، خود اپنی ماں جائی بہن ارسی نوئے سے نکاح کر لیتا ہے، اور اُس کے بچوں، یعنی اپنے بھانجوں کو اُس کے روبرو صرف اس لئے مار ڈالتا ہے کہ وہ تھریس کے جائز وارث ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ غالیوں نے ۲۷۹ ق م میں اُسے نشانۂ تیغ بنایا، اور ہم اس نتیجے پر خواہی نخواہی پہنچتے ہیں کہ غالیوں کا حملہ بے فائدہ نہیں ثابت ہوا۔ ہمیں یہ سوچ کر تھرتھری آتی ہے کہ دوران قیام مصر میں اس بدبخت نے کیا کیا نہ کیا ہوگا کہ اُس کے باپ نے فلادیلفوس کی کی والدہ کی خوشامد اور درخواست کو مان کر کیرانوس کو محروم الارث کر دیا۔

[لہ] بطلیموس کیرانوس۔ ڈرو ائے سن نے اپنی کتاب ۲، ۲، ۳۳۹ میں جسٹینوس کا اس لفاظانہ فقرے کا مکمل ترجمہ کر دیا ہے جس میں اُس نے ارسی نوئے کے بچوں کے قتل کا حال بیان کیا ہے، (۲۴، ۲، ۳) اور اس سے اُس عہد کے اشخاص پر زبردست روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ ہمارے نزدیک جسٹینوس میں اس قسم کی جو تفصیل مندرج ہے اُس کی وقعت لفاظی سے زیادہ نہیں۔

پولیس پرخون کے خصائل کا بیان کرنے کے لئے جو معلومات درکار ہیں اُتنے پر ہم حاوی نہیں ہیں، اور پرھوس کا ذکر متعاقب کیا جائے گا۔

جمہوریت پسند مدبروں میں ہم یہاں صرف ایتھنزیوں کا شمار کر سکتے ہیں[۱۲]۔ دیموس تھنیس اور فوکیون کا اس عہد سے کوئی تعلق نہیں اس لئے کہ ان دونوں کی زندگی کے صرف آخری ایام اس عہد میں آتے ہیں، اور یہی کیفیت ہی پریدیس کی ہے۔ بلاشبہہ دیمادیس جنگ خیئرونیہ تک سیاسیات کی صف اوّل میں نہیں آتا، لیکن اس کے بعد وہ نسبتہً گمنام زندگی بسر کرنے کے بعد تماشا گاہ سے غائب ہو جاتا ہے۔ دیموس تھنیس کا بھتیجا دیموخاریس کا نام آجتک اس توصیفی تحریک کی وجہ سے جو اُس کے بیٹے لاخیس نے کی تھی، اُس وقت تک محو نہیں ہوا۔ اس تحریک میں اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اُس نے صرف جمہوریہ کی خدمت کی، اور ساتھ ہی کمال سادگی سے اس کا بھی اعادہ کیا گیا ہے کہ اُس نے ایتھنز کے لئے شاہان مقدونیہ سے روپیہ حاصل کیا۔ تمائیوس نے اُس کی بُرائی اور پولی بیوس نے اُس کی تعریف کی ہے، لیکن موخر الذکر کی تعریف کرنے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اُس کی موافقت میں اُسے کسی خاص واقعے کا علم ہو گا۔

ایتھنزیوں اور دیمتریوس کی باہمی جنگ کے دوران میں لاخاریس نے اپنے آپ کو خودسر بنا لیا تھا لیکن جو الزامات اُس کے سر تھوپے جاتے ہیں اُن کا وہ ہمارے نزدیک مستحق نہیں تھا۔ بلاشبہہ اُس پر خزانے کی چوری کا الزام لگایا جاتا ہے، لیکن اس کے برعکس یہ بھی واقعہ ہے کہ اُس نے محصور شہر میں مسلسل تادیبی کیفیت قائم رکھی اور زمانۂ قحط میں موٹا کھایا، جس کی

---

[۱۲] جمہوری مدبر، ہرمان ٹومرزی ۵ ۱۳۵ - فون ولامووتز ۱۸۹ ا میں بہت اچھا بیان ملیگا - پولی بیوس نے ۶، ۱۲، ۱۳ میں جو دیموخاریس کو سراہا ہے اُس سے اُسکی مدبرانہ صفات پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

باب ۳۲ وجہ سے اُس کی تعریف کرنا حق بحقدار رسید کا مصداق ہوگا۔

دیمتریوس ساکن فالیروم کو مدبر کہنا درست نہیں، بلکہ وہ دراصل ایک عالم اور دُنیادار شخص تھا جسنے ایتھنز کے انتظام کے زمانے میں اپنی قابلیت کا سکّہ جما دیا تھا۔

عورتوں میں[۱۱۵] سب سے پہلے شاہی خاندان کی خاتونوں کا شمار

---

[۱۱۵] خواتین خانوادۂ شاہی:-

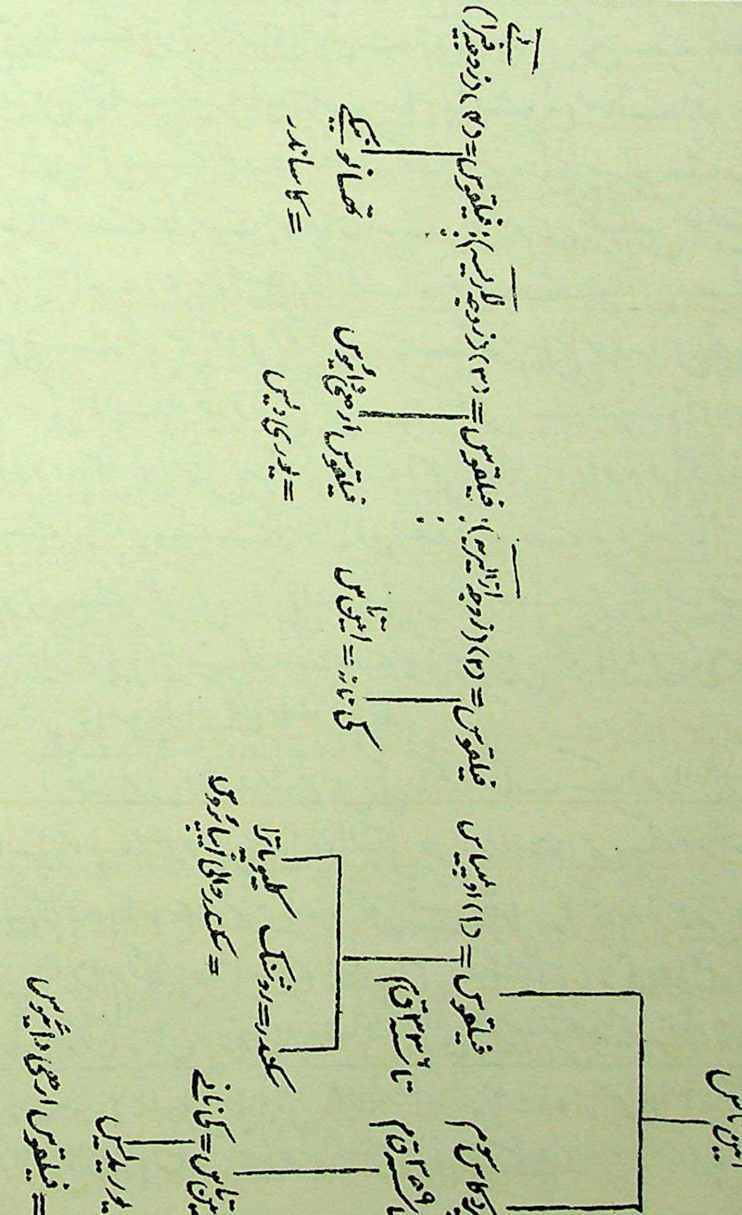
ایین تاس
پردکاس سوم تا سنہ ۳۵۹ ق م
فیلقوس تا سنہ ۳۳۶ ق م
فیلقوس = (۱) اولمپیاس
فیلقوس = (۲) (زوجہ اتالیریہ)
فیلقوس = (۳) (زوجہ لاریسہ)
فیلقوس = (۴) (زوجہ فیرا ئی)
ایین تاس = کی نانے
یوریدیس
= فیلقوس ارھی دائیوس
سکندر = روشنک کلیوپاترا
= سکندر والی اپیائروس
کی نانہ = ایین تاس
فیلقوس ارھی دائیوس
= یوری دیس
تھسا لونیکے
= کاساندر

کیا جائے گا، اور ان میں پہلا نمبر اُس شیطان صفت ملکہ اولمپیاس کا ہے۔ اس ملکہ کو اپنی زندگی میں، بچپن سے موت تک کیا کیا تجربے نہ ہوئے ہوں گے! اُس کا شوہر اُس سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے، پھر اُس کے بیٹے کی لاثانی کامیابیوں کی ابتدا ہوتی ہے، جس سے اولمپیاس کو اس وجہ سے کوئی خاص مسرت نہیں ہوتی کہ وہ خود مقدونیہ پر حکومت کرنا چاہتی تھی اور ظاہر ہے کہ یہ انتی پاتر کو پسند نہیں تھا۔ پھر سکندر اپنی نوجوانی ہی میں مرجاتا ہے، جس سے اولمپیاس کی سب خوشیوں پر گویا پانی پھر جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے میکے یعنی اپیائروس چلی جاتی ہے، لیکن وہاں قیام کرنیکی بجائے وہ پھر واپس مقدونیہ آکر یہاں مظالم کی بوچھار کرتی ہے، اور آخر کار نہایت ہی بھیانک طریقے سے ماری جاتی ہے۔ وہ ایک ایسی ہستی ہے جس کے سامنے تنقید کا منہ بالکل بند ہو جاتا ہے۔

اولمپیاس کی سی جبلت بھرت کینانہ اور یوریدیس میں بھی تھی۔ ان عورتوں کی بابت اس کتاب کے پہلے باب میں کافی لکھا جا چکا ہے۔ کینانہ ایک دلیر، تند آور عورت تھی، چنانچہ جب الیریہ کیساتھ جنگ ہوئی تو اُس نے ملکۂ الیریہ کو، جو لڑائی میں شریک تھی خود اپنے ہاتھ سے تہ تیغ کیا۔ الکیتاس برادر پردکاس کو ایسے مقدونوی مشکل سے مل سکتے تھے جو فیلقوس کی بیٹی پر وار کرنے پر راضی ہوتے۔ کینانہ

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ ڈروائے سن (۲، ۲، ۲۰۷) کہتا ہے کہ جب اتاسترسس نے لیزی ماخوس سے نکاح کیا ہے اُس وقت وہ "بزرگی" کی حد کو پہنچ گئی تھی لیکن اس کے باوجود اُس نے بادشاہ کو "شیشے میں اُتار لیا"۔ حقیقت یہ ہے کہ اس ہوشیار بادشاہ کو تو مالدار شہر ہرقلیہ نے شیشے میں اُتارا تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ اُس زمانے کے فرمانرواؤں کو آجکل صرف اعلیٰ خصائل کا حامل ہی نہیں بلکہ اس قدر جذبات والا سمجھا جاتا ہے کہ انھیں راسین کے دردیوں کے اشخاص سے مطابقت دی جاتی ہے۔

باب ۳ اور اُس کی بیٹی یوریدیس کے مابین، جس نے نیم مجنوں بادشاہ کیساتھ تعلق کر کے سیاسی اثر پیدا کیا، بہت کچھ مماثلت پائی جاتی ہے۔

تھسالونیکے، جو فیلقوس کی فیرائے والی بیوی کے بطن سے پیدا تھی، کاساندر کی ملکہ بنی۔ کاساندر نے یہ رشتہ اس لئے پیدا کیا کہ اُس کے خیال کے مطابق اُس کی وجہ سے مقدونوی اُسکی عزت کرنے لگیں گے۔ اس ملکہ نے تھرما کا نام بدل کر اپنے نام پر تھسالونیکا رکھا جو اب سالونیکا کے نام سے مشہور ہے۔ اُس کے زمانے میں جو باہمی تنازعات ہوئے اُن سب میں اُس نے حصہ لیا، اور چونکہ اُس کے بیٹے انتی پاتر کو یہ پسند نہ تھا کہ وہ اُس کے بھائی سکندر کی ہم نوائی کرے اس لئے اُس نے اپنی ماں پر ہاتھ صاف کیا اور اُسے جان سے مار ڈالا۔

اس سے ذرا پہلے، یعنی ۳۰۸ ق م میں فیلقوس کی ایک دوسری بیٹی کلیوپاترا کا (جو اولمپیاس کی بیٹی تھی) خاتمہ ہو چکا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُسے اپنی ماں کے بہیمی جذبات میں سے بہت زیادہ ورثے میں ملے ہوں گے، اس لئے کہ جب وہ اپنے ماموں سکندر والئ ایپائروس کی بیوہ ہوئی، اور لیوناتوس و پرڈکاس دونوں کی قبل از وقت موت کی وجہ سے نکاح نہ کرسکنے کی وجہ سے اپنی دیرینہ خواہش پوری نہ کرسکی تو لیزی ماخوس و کاساندر کے نکاح کے پیاموں کو ٹھکرا کر وہ سارڈیس چلی گئی تاکہ اپنی زندگی کے باقی ماندہ ایام وہیں گزار دے۔ وہاں اُسے خیال پیدا ہوا کہ بطلیموس کیساتھ نکاح کرنا چاہئے، لیکن قبل اس کے کہ وہ ایسا کرسکے، انتی گونوس نے (حسب تفصیل بالا) اُسے مُلکِ عدم پہنچا دیا۔

ہمیں رُوشنک کی بابت جو کچھ کہنا تھا ہم اس سے پہلے ہی کہہ چکے ہیں۔

فیلہ دختر انتی پاتر کے حالات سے انسانی دلچسپی موجزن ہوتی ہے۔

باب ۳

اُس نے پہلے کراتیروس اور اُس کے بعد پولیور کیتیس سے شادی کی ۔ اُس نے اپنے ممتاز شوہر کی بے شمار لغزشوں کو نظر انداز کر دیا اور جب اُس نے دیکھا کہ وہ اپنا پرانا رتبہ قائم نہیں رکھ سکا تو سنہ ۲۸۹ ق م میں اپنے آپ کو ہلاک کر دیا ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس واقعے سے ایک سال بعد دیمتریوس اسی فیلہ کی بھانجی بطلیمائس کے ساتھ جو بطلیموس اور یوریدیکیس کی بیٹی ہے، بصد تزک و احتشام نکاح کر لیتا ہے، اور اس شان و شوکت سے اُس عہد و نیز اس شخص کے خصائص کا صحیح اندازہ ہوتا ہے ۔ فیلہ اور دیمتریوس کا بیٹا وہ عقلمند اور قابل انتی گونوس گوناتاس تھا جس نے بعد میں تاریخ یونان میں نام پیدا کیا؛ اور کراتیروس کے نطفے سے اُس کے جو بیٹا ہوا وہ مورخ کراتیروس ہے ۔

معلوم ہوتا ہے کہ ارسی نوئے جو بطلیموس اوّل کی بیٹی تھی، نہایت ہوشیار اور سازشی طبیعت کی عورت ہوگی ۔ اسکی شادی لیزی ماخوس سے ہوئی تھی ۔ اُس نے اپنے سوتیلے بھائی کیرانوس سے مل کر اپنے سوتیلے بیٹے اگاتھوکلیس کو مار ڈالا اور اس کے بعد خود اپنے بھائی کیرانوس سے نکاح کر کے اُسے شیر کر دیا تا آنکہ اسنے خود اُس کے بچّوں کو جان سے مار ڈالا ۔ اس وقت تک اُس نے اس کا کافی ثبوت دیا تھا کہ وہ سازشوں کے معاملے میں یکتا ہے، لیکن اپنی زندگی کے آخری ایام میں اُس نے اپنی دور اندیشی کا بھی ثبوت دے دیا ۔ وہ مصر گئی اور وہاں اپنے حقیقی بھائی بطلیموس دوم کی بیوی بن کر اُس پر پورا قابو حاصل کر لیا ۔* اس عورت کا حقیقی تعلق زمانۂ مابعد سے ہے ۔

---

* [خدا جانے حقیقی بھائی کی بیوی بننا کس حد تک دور اندیشی پر دلالت کرتا ہے! مترجم اردو]

کراتے سی پولس، جو پولیس پرخون کے بیٹے سکندر کی بیوی تھی، بڑی تنومند اور زبردست عورت تھی۔ جب اس کا شوہر سنہ ۳۱۴ ق م میں قتل ہوا، اور شہر سکیون، جو اُس کے قلمرو میں شامل تھا، باغی ہوگیا، تو وہ خود ایک فوج لے کر گئی اور باغیوں کو شکست دے کر ان میں سے تیس کو سولی دے دی۔ اس کے بعد اُسنے پاترے کو اپنا مسکن بنالیا۔ ایک مرتبہ اُس کے ساتھ ملاقات کے دوران میں دیمتریوس گرفتار ہونے سے بال بال بچ گیا۔

اماسترس ایک معزز ایرانی بیگم تھی جس کی شادی سپاہیوں کی اُس عظیم الشان مجلس مناکحت میں کراتیروس کے ساتھ ہوئی تھی جو سکندر اعظم نے منعقد کی تھی۔ کچھ مدت کے بعد کراتیروس نے اُسے دیونی سیوس والیٔ ہرقلیہ کے حوالے کردیا، اور اس جدید معاقدے کی وجہ سے اُس کا رتبہ اتنا بڑھا کہ گو وہ صرف چھوٹے ہی سے رقبے پر حکومت کرتا تھا، لیکن اُسے بجائے خودسر کے لقب شاہی اختیار کرنے کی ہمت ہوگئی۔ دیونی سیوس کی موت کے بعد سن رسیدہ اماسترس نے لیزی ماخوس کے ساتھ نکاح کرلیا، اور اپنے شوہر کے دل میں گھر پیدا کرلیا۔ لیکن باوجود اس عزت کے جو لیزی ماخوس اپنی نئی منکوحہ کی کرتا تھا، ان دونوں نے ایک دوسرے سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور لیزی ماخوس نے ارسی نوئے سے نکاح کرلیا، جس کے بعد اماسترس ہرقلیہ چلی گئی، جہاں بالآخر خود اُسی کے دو بیٹوں یعنی کلیارخوس اور اوک تھیریس نے اُسے جان سے مار ڈالا۔ جب لیزی ماخوس نے اس واقعے کو سنا تو اسنے پلٹ کر ان دونوں مادر کشوں کو قتل کردیا۔ اس ایرانی خاتون کی پرورش آزادی کی فضا میں نہیں ہوئی تھی، اور یہی وجہ تھی کہ اُسنے اپنی دو طلاقوں کو نہایت خاموشی کے ساتھ برداشت کیا۔ اسکے برعکس روشنک کو، جس کا نشوونما سجتاریہ کے پہاڑی قلعوں میں ہوا تھا،

اپنی مدد خود کرتی آتی تھی، چنانچہ اُس نے اپنی سوکن یعنی سکندر کی دوسری بیوی کا خاتمہ کرکے ہی آرام لیا۔

اگر ہم اُس عہد کے متعلق صحیح اندازہ لگانے کے لئے واقعات متذکرۂ بالا سے نتائج اخذ کرنا چاہیں، تو نظرِ غائر دوڑانے سے معلوم ہوگا کہ اس میں بڑے بڑے تضاد و تبائن موجود ہیں، اور گھپ اندھیرے کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں روشنی کی جھلک بھی معلوم دیتی ہے۔ تاریکی اور نکبت تو ہر چہار طرف چھائی ہی ہوئی ہے۔ جہاں ذاتی اغراض آجاتے ہیں وہاں دوسروں کی جان کی مطلق پروا نہیں کی جاتی۔ اگر اس عہد کے بہترین اشخاص کے کرتوت ایسے ہوں تو بدترین کا تو کیا ہی ذکر ہے! ممکن ہے کہ انتی گونوس نے کچھ سوچنے کے بعد سیاسی ضرورت کی وجہ سے اپنے قیدی یومنیس کا خاتمہ کر دیا ہو، لیکن ساردس میں کلیوپاترا کے قتل کی مطلق ضرورت نہیں تھی۔ بطلیموس نے نکوکلیس شاہزادہ ساردس اور بطلیموس برادرزادۂ انتی گونوس کو خودکشی پر اس لئے مجبور کیا کہ اُس کے نزدیک یہ علم بغاوت بلند کرنا چاہتے تھے۔ خود سلیوکوس نے پردِکاس کے خون میں اپنے ہاتھ رنگے۔ اپولودوروس ساکن کاساندریہ ایک ظالم و سفاک خودسر کی مثال پیش کرتا ہے۔ ارگی راس پدائے کے طرزِ عمل سے جنھوں نے یومنیس کو صرف اپنے اطمینانِ خاطر کی وجہ سے اس کے دشمنوں کے حوالے کر دیا، انتہائی دغابازی کی مثال معلوم ہوتی ہے۔ اس عہد کا تاریک ترین پہلو یہ ہے کہ والدین اولاد کے اور اولاد والدین کی دشمن نظر آتے ہیں۔ لیزی ماخوس اپنے بیٹے اگاتھوکلیس کو جان سے مار ڈالتا ہے، کلیارخوس اور اوکساتھریس ساکنان ہرقلیہ اپنی حقیقی ماں اماسترس کا خاتمہ کر دیتے ہیں، انتی پاتر شاہ مقدونیہ اپنی ماں تھسالونیکے کو مُلکِ عدم پہنچاتا ہے۔ بہیمی جذبات کے اس اندوہناک

مظاہرے کا خوش آئند تباین انتی گونوس کے اہل خاندان کے باہمی تعلّقات سے نظر آتا ہے۔ اُس کے اور دیمتریوس کے درمیان مکمّل اعتماد ہے اور باپ اپنے بیٹے پر پورا اعتبار کرتا ہے۔ جنگ ایسوس میں اپنی موت سے چند لمحے قبل تک اسے اس کا یقین ہے کہ اُس کا بیٹا اُسے دشمن کے نرغے سے نکال لے گا۔ دیمتریوس اس کے لئے ہمیشہ تیّار رہتا ہے کہ جو کچھ بھی وہ کرے اپنے باپ کے حکم کے مطابق کرے اور خود اپنی ذاتی غرض مطلب کی پروا نہیں کرتا۔ اسی طرح سلیوکوس اور اپنے بیٹے انطاکوس کے درمیان بھی پورا اعتبار و اعتماد تھا۔ اس کے متعلّق ایک قصہ مشہور ہے، جس میں وثنیات کی جھلک معلوم ہوتی ہے کہ جب انطاکوس بیمار ہوا تو حکیم ایرازستراتوس نے یہ تشخیص کی کہ اُس کے مرض کا اصلی باعث اُس کا اپنی سوتیلی ماں ستراتونیس کے ساتھ عشق ہے، جو دیمتریوس و فیلہ کی بیٹی تھی۔ جب اُس نے سلیوکوس سے یہ حال بیان کیا تو اُس نے فوراً اپنی بیوی کو اپنے بیٹے کے سپرد کر دیا اور ساتھ ہی اُسے اپنی سلطنت کے مشرقی حصّے کا صوبہ دار بنا دیا[لہ] مقدونیہ، شام اور مصر کی تاریخ میں ایسے اتّفاق و اتحاد کی مثالیں کم نظر آتی ہیں ٭ یہاں بھی مطلق العنانی کے بُرے نتیجے پیدا ہوتے ہیں، اور آخر میں ان خاندانوں کا اور بی تھینیہ، کاپادوسیہ اور پونتوس کے حکمرانوں کا جو حشر ہوتا ہے اس سے وہ اپنی انتہائی خود غرضی اور بد اخلاقی کی وجہ سے

[لہ] سلیوکوس و انطاکوس Sus ۱،۹۹۷ ـ پرسی گارڈنر: "ابواب جدید" صفحہ ۴۵۴ ۔

٭ [لیکن کیا ایسا اتّفاق قابل رشک ہے، جس کے تحت باپ اپنی بیوی کو اپنے بیٹے کے حوالے کر دے ! مترجم اُردو] ۔

باب ۳

پورے طور پر مستحق تھے۔ صرف پرگامُم ہی ایسی سلطنت ہے جہاں کے حکمرانوں میں یونانی خون کافی مقدار میں دوڑتا تھا اور جہاں کے فرمانرواؤں کا طرز عمل ان بربری ریاستوں سے ذرا بہتر ہے۔

اس تاریک عہد کی تاریخ کا ذرہ زیادہ دل خوش کُن پہلو یہ ہے کہ کم از کم بہتر قسم کے فرماں روا اپنے دشمنوں سے بُرا سلوک روا نہیں رکھتے۔ فیلقوس اور سکندر دونوں نے ایتھنز کیساتھ عمدہ برتاؤ کر کے آئندہ کے لئے ایک مثال قائم کردی تھی۔ انکے جانشینوں میں سے بطلیموس اور دیمتریوس نے برابر یہ سلسلہ قائم رکھا، اور موخرالذکر اپنے باپ کے قدم بقدم چلا۔ ۳۱۲ء ق م میں جنگ غازہ کے بعد بطلیموس نے قیدیوں، خدمتگاروں اور گرفتار شدہ اسباب کو دیمتریوس کے پاس یہ کہہ کر واپس بھیج دیا کہ نوجوان سپہ سالار نے جو ہمت و جرأت دکھائی ہے اُس کی مبارکباد دینا اور کہنا یہ سب تمہارا ہے اس لئے تم ہی کو مبارک ہو؛ اور اسی سال میں جنگ میوس کے بعد، جس میں دیمتریوس کو فتح ہوئی تھی، اُس نے یہی سلوک بطلیموس والوں کے ساتھ کیا، اور سپہ سالار کلیس کو، جسے اُس نے گرفتار کرلیا تھا، شاہ مصر کے پاس واپس کردیا۔ اسی طرح محاصرۂ رھوڈز کے وقت فریقین نے ایک دوسرے کا بہتر خیال رکھا، اور ایک طرف تو رھوڈزیوں نے انتی گونوس اور دیمتریوس کے مجسموں کو ویسا کا ویسا ہی رہنے دیا اور دوسری جانب دیمتریوس نے رھوڈزیوں کو سلام کہلوایا اور ہیلے پولس انہیں تحفۃً نذر کردیا۔ اسی قسم کے خیال کی ایک دوسری مثال یہ بھی ہے کہ رھوڈز کا وہ حصہ جس میں پروتوگینس نامی نقاش رہتا تھا، صرف اسی کی وجہ سے نذر آتش نہیں کیا گیا، حالانکہ اس کا جلا دینا محاصرہ کرنے والوں کے مفید مطلب ہوتا۔

باب ۱۳

مناکحت کے مسئلے میں فرمانروا فیلقوس کا اتباع کرکے جتنی چاہے شادیاں کرتے ہیں؛ فرق صرف اتنا ہے کہ جہاں فیلقوس صرف اپنی ذاتی خواہش سے عورتوں کو محل میں داخل کرتا تھا وہاں سکندر کے جانشین سیاسی اغراض بھی ملحوظ رکھتے ہیں، اور کبھی خانوادۂ شاہی سے کبھی دوسرے دیادوخیوں کے خاندانوں سے سلسلۂ مناکحت قائم کرتے ہیں۔ یہ معاقدے دراصل باہمی تعلقات کا گویا مظاہرہ ہیں، اور وہ صرف اُسی وقت تک باقی رہتی ہیں جب تک تعلقات اچھے رہتے ہیں، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ شاہزادیاں اپنے شوہروں اور سسرالیوں کو برابر تبدیل کرتی رہتی ہیں، اور اپنی قسمت اچھی سمجھتی ہیں اگر شکر رنجی کی صورت میں اُنھیں طلاق ہی دیجائے، جان سے نہ مارا جائے۔ دیمتریوس پولیورکی تیس نے جو شادیاں کیں وہ محض اس لئے کہ وہ صرف ایک بیوی پر اکتفا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ سوتیلے بھائی بہنوں میں اکثر نقیض رہتے ہیں۔ رہا بہن بھائیوں کی باہمی مناکحت کا مسئلہ، تو اس کی مثالیں قدیم مصر کی تاریخ میں بھی ملتی ہیں*

یورپ اور ایشیا دونوں کی سلطنتوں کی افواج میں اجیر سپاہیوں کی اہمیت بڑھتی جاتی ہے[۱۵]، اور صورت حال تقریباً

---

* تعجب ہے کہ فاضل مصنف نے ایسی کریہ رسم کو جس کے پڑھنے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اس طرح سرسری طور پر بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے [مترجم اردو]

[۱۵] مقدونوی فوج۔ مسلح قوم کی سکندر کے زمانے میں بڑی اہمیت تھی اور نہ صرف وہ بادشاہ کی پشت پناہ تھی بلکہ اُس کا بادشاہ پر اثر بھی تھا، اُسنے بادشاہ کو واپسی پر مجبور کیا، مقدونیوں کو یک جدّی تسلیم کرایا، اور پرانے سپاہیوں کو واپسی کی اجازت دلوائی۔ سکندر اعظم کی موت کے بعد بھی صورت حال میں مدت دراز تک تبدیلی نہیں ہوئی، اور فوج بادشاہ کی

وہی ہوتی جاتی ہے جو سکندر سے پہلے تھی۔ پھر بحری قزّاقی عام ہے۔

بقیۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ - پشت و پناہ بنی رہی، لیکن بعض مرتبہ اُس کی آقا بھی بنجاتی تھی - وہی تھی جس نے ارھی دایوس کو تخت پہ بٹھایا، جس نے پردکاس کی خواہش کے خلاف بطلیموس کو بری کیا، جس نے پردکاس کے قتل کی تائید کی؛ یومنیس فریب کی سب چالیں چل کر ہی اُس پہ حاوی ہو سکا، مگر بہت ہی جلد وہ اُس سے باغی ہو گئی - لیکن ارگی راس پدے کے متکبرانہ برتاؤ سے فرماں رواؤں کو یقین ہوگیا کہ آئندہ اُن کے لئے مقدونوی سپاہیوں پر زیادہ انحصار کرنا ٹھیک نہیں - پھر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جتنے غاصب فرماں روا تھے اُن کے دعاوی کی حیثیت بالکل مساوی تھی، اور خود مقدونیہ میں فوج کبھی ایک کی پشت پناہی کرتی تھی کبھی دوسرے کی، چنانچہ دیادوخی اس نتیجے پر پہنچے کہ اُن کے لئے اجیر سپاہی بھی وقت پر کام آسکتے ہیں - حقیقی تناسب یہ تھا کہ ''عمومی بادشاہ: عمومی فوج:: غاصب فرماں روا: اجیر سپاہی'' بدیں اسباب قومی فوج کی اہمیت مقدونیہ میں بہت کم ہو جاتی ہے، اور خود انتی گونوس کے جانشینوں کا بھی اپنی بیرونی مہمات میں اجیر سپاہیوں پر ہی دار و مدار ہے۔

اجیر سپاہیوں میں ہر ایک نسل کے افراد موجود تھے - یونانیوں میں سب سے زیادہ اجیر سپاہی کریٹ اور ایتولیہ کے تھے، اور انھیں میں سے اجیروں تے اکثر سپہ سالار بھی نکلتے تھے - کریٹیوں کے لئے دیکھو پولی بیوس ۸، ۱۸، ۴۱ ایتولیوں سے خاصکر مصر میں، اکثر ملاقی ہوتے ہیں - پھر بربری اقوام کے لوگ مثلاً تھریسی (پولی بیوس ۵، ۶۵) اور کیلٹ تھریس اور ایشیا سے آتے تھے مقابلہ کرو ل، شیوالیر: ''یونانی اجیر سپاہی'' L. Chevalier : Die griech Soeldnerheeic لیسٹ ویراگ، سنہ ۱۸۶۰ء - اجیر سپاہیوں اور اُن کے مالکوں کے باہمی تعلقات کے لئے دیکھو وہ دلچسپ نوشتہ جو فرینکل Fraen Kel نمبر ۱۳ میں دیا ہوا ہے - نیز مقابلہ کرو پولی بیوس ۱۳۱، ۳ انھیں قوموں کے افراد، خصوصاً یونانی، اور یونانیوں میں کریٹی اور

باب ۳ اور یہ قزّاق اور اجیر سپاہی اکثر ایک ہی ہوتے ہیں جو موقع و محل کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - ایتولی بحری قزّاقی میں حصّہ لیتے تھے - وہ "قزّاق" (یا جیسے بعض مرتبہ انھیں موسوم کیا تھا) "بحری رہزنائی" یا "سمندر پہ کوشاں" بنجاتے تھے - اجیر سپاہیوں اور بحری قزّاقی کے باہمی تعلق کے لئے دیکھو استرابو ۱۰، ۷، ۴ - بے روزگار سپاہی جن کے پاس کچھ روپیہ جمع ہو جاتا تھا، ایک جہاز خرید کر بحری قزّاقی کرنے لگتے اور وقت آنے پر پھر فوج میں بھرتی ہو جاتے پادشاہوں کے بڑے بڑے سپہ سالار ان قزّاقوں کے سردار بن جاتے تھے، جیسے امینیاس جسے پرھوس کے مقابلے کے لئے انتی گونوس نے بھیجا تھا (ڈرواے سن ۳، ۱، ۲۱۲)؛ اُس نے کاساندریہ کے خلاف جو مہم سر کی اُس کے لئے دیکھو ڈرواے سن ۳، ۱، ۱۹۹ - دیکھو باب ۵ - اس واقعے کے لئے کہ مقدونیہ کی طرف سے بھی بحری قزّاقی کو مدد پہنچی - پولیورکیتیس نے سنہ ۳۰۵ ق م میں ان قزّاقوں کو رھوڈز کے خلاف روانہ کیا - بطلیموس اوّل نے بھی انطاکوس اوّل کے خلاف بحری قزّاقوں سے کام لیا؛ پوسانیاس ۱، ۷ - فیلقوس پنجم شاہ مقدونیہ کا دوست دیمتریوس ساکن فاروس بحری قزّاقی کرتا ہے؛ پولی بیوس ۴، ۱۶، ۱۹ - قزّاقوں کا سردار نکاندر انطاکوس سوم کے امیر البحر پولیکسینیداس کی سرکردگی میں رھوڈزیوں سے لڑتا ہے؛ لیوی ۳۷، ۱۱ - مقابلہ کرو شٹائن: "بحری قزّاقی زمانہ قدیمہ میں" Stein: Ueber Piraterie im Alterthum سنہ ۱۸۹۱ء؛ اور کومپاریتی: "گورتینا کے قوانین کی" Comparetti: Commentary on the laws of Gortyna جدول ۵، ۲۲۵، لنچائی کی مجلس علمیہ کی مجلد عمارات قدیمہ، جلد ۳ Monumenti antichi dis Accad. dei Lincei An. V. Kar بعض مملکتیں اور افراد دوسرے کاروبار کے طور پر بحری قزّاقی کرتی ہیں - ایتولی، پولی بیوس ۴، ۶ جہاں حال کے زمانے کے ان بحر قزّاقوں سے مماثلت پائی جاتی ہے - جو اپنی مملکتوں کے اشارے سے بحری قزّاقی کرتے پھرتے ہوں - فیلقوس کی

کے اعتبار سے اپنا پیشہ بدلتے رہتے ہیں۔

یہ عجیب وغریب بات ہے کہ وحدت سلطنت کی آخری نشانی یہ ہے کہ بہت سے قلعوں میں خزانہ جمع ہے، جسے متحد سلطنت کی مِلک سمجھاتا ہے اور جسے بادشاہ بننے کے بعد بھی مختلف سپہ سالار ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ ان قلعوں میں ایک کیندا بھی تھا جو کلیکیہ میں واقع تھا۔ اس میں سنہ ۳۰۲ ق م تک

بقیۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ بحری قزاقی جلد ۳، باب ۱۵، حاشیہ ۷۔ اگاتھوکلیس اقوام یافی گی اور پیوکیتی سے بحری قزاقی کے لئے محالفہ کرلیتا ہے۔ دیودوروس ۲۱، ۴۔ نابیس ساکن اسپارٹا؛ پولی بیوس ۱۳، ۸؛ فیلقوس ۵؛ پولی بیوس ۱۸، ۴، ۵؛ فیلقوس پنجم نے تو یہ ہمت کی تھی کہ "بدکاری" اور "مخالفت قانون" کے نام پر قربان گاہیں بنائیں، اور اُدھر اُسکے آقا نے اعلان کیا کہ میں صرف دیوتاؤں سے ڈرتا ہوں! دیکھو باب ۱۶ حاشیہ ۴۔

تیسری صدی ق م میں ایشیائے کوچک کا جنوبی ساحل، جو بعد میں بحری قزاقی کا آماجگاہ بن جاتا ہے؛ اس قدر پیش پیش نہیں ہے، اس لئے کہ مصر کی بڑھتی ہوئی طاقت نے انھیں زیادہ نقصان نہیں پہنچانے دیا۔ نیز رومیوں اور انطاکوس کے درمیان جو صلح نامہ ہوا تھا اس کے نتائج کیلئے دیکھو ابواب ۱۷ و ۱۹، حاشیہ ۱۰۔

ہمارے زمانے میں بحری قزاقی کے آزاد شہروں کے اخلاق پر جو برا اثر پڑا اُسمیں مبالغہ کیا جاتا ہے۔ بلاشبہ اجیر سپاہیوں کے سردار شاہی درباروں میں ٹھسک سے چلتے تھے اور اجیر سپاہی شہروں میں چکر لگاتے تھے، لیکن ہمارے نزدیک آزاد بلدیات کی حالت جداگانہ تھی؛ اور ایتھنز میں تو جہاں ذہنی ارتفاع کی بہت قدر کیجاتی تھی، اُنکا سامنے پڑنا بھی مشکل تھا، یہی کیفیت رہوڈز کی تھی جہاں لوگ بیرونی تزئین کے خواہاں تھے۔ ایتولی اور کریٹی بہت کچھ مال غنیمت اپنے ساتھ گھر لاتے تھے۔

باب ۳

خزانہ موجود تھا، جس کے مابقی ۱۲۰۰ تالنت پر سنہ ۳۱۷ ق م میں ڈیمیٹریوس قبضہ کرلیتا ہے۔ اس زمانے میں ہر شخص روپیہ جمع کرتا ہے۔ لیزی ماخوس کا خزانہ پرگامم میں تھا، اور ہم دیکھیں گے کہ زمانۂ مابعد میں متھرادائیس نے پونتوس میں ۵۷ جگہ خزانے جمع کئے۔

یادداشت

اس عہد کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے ہمیں سکندر اور اسکے جانشینوں کے مابین جو فرق ہے اُسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے؛ نہ سکندر کی بے مثل عظمت کی وجہ سے اُس کے جانشینوں کی طرف غیر معمولی خوبیاں منسوب کرنی چاہئیں نہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ ان کے ذریعے سے یونان کو کوئی خاص فائدہ پہنچا۔ سکندر کی ایسی ذات تھی جس نے یونان کے لئے ایک جدید عہد کی بنیاد ڈالی، اور ساتھ ہی ہمارے نزدیک وہ انسانیت کا اچھا خاصا نمونہ تھا؛ اس کے برعکس دیادوخی انانیت پرست تھے، جنھوں نے ظاہری امور تک ہیں اس نمونے کی نقالی کی۔ ہم صرف اسلئے اُنھیں اپنے دماغ میں جگہ دیتے ہیں کہ اُنھوں نے تمدن کی پشت پناہی کی، بالخصوص سلیوکوسیوں نے یونانی شہری زندگی کو فروغ دیا، جس کی وجہ سے آزادی اور تمدن کو بھی فائدہ پہنچا۔ بطلیموسیوں نے حکمیات کو فروغ دیا، لیکن ان کا رتبہ سلیوکوسیوں سے ذرا کم ہے۔ انتی گونوسیوں کا نمبر سب سے کمتر ہے۔ میں نے جلد ۳ باب ۲۷ میں اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اس قوم یونان کی تاریخ میں جو،

نمایاں طور پر ایک جمہوریت پسند قوم تھی، سکندر کا وہی رتبہ ہے جو بہترین خود سروں کا تھا، اس لئے کہ اپنے اعلیٰ و ارفع جوش کے ساتھ اُس نے یونانیوں کو بربریوں کے تفوّق سے نجات دی اور ایک بڑے رقبے میں یونانی تہذیب و تمدّن کو معزّز و مفتخر کیا۔ اسی آخری بات پر ہمیں اُس کے جانشینوں پر اپنے حکم کو مبنی کرنا پڑے گا۔ جہاں تک اُنھوں نے ایشیا اور مصر میں یونانی تمدّن کو فروغ پہنچایا۔ وہاں تک ہم اُن کی تعریف کریں گے، لیکن میرے نزدیک یہ امر خارج از بحث ہے کہ اُنھوں نے یونان قدیم کو کسی قسم کا فائدہ پہنچایا ہو۔

باب چہارم

کلٹ قوم کا حملہ

ایشیائے کوچک کے جغرافی خصوصیات اور اُس کی تاریخ

اس معاشرے کو، جس کا واحد مقصد عیش وعشرت اور طلب اقتدار تھا، اور جس کی بنیاد خودغرضی پر تھی، ایک سخت سزا ملنے والی تھی، اور عنقریب مقدونیہ ویونان دونوں پر ایک ایسی قوم حملہ کرنے والی تھی جو مقدونیوں سے بدرجہا سخت گیر تھی۔ لیکن اس حملے کا اثر توقعات کے مطابق نہیں ہوا، طوفان آیا اور نکل گیا، اور یونانی مقدونوی دنیا پھر اپنے پرانے ڈھرّے پر چلتی رہی؛ غالوی قبیلوں نے جو حملہ کیا اس سے اُن کو کوئی مستقل نقصان نہیں پہنچایا[1]

---

[1] یونان اور ایشیائے کوچک میں کلٹ؛ اسناد: پوسانیاس، ۱، ۴، ۱۰، ۱۹، ۲۳؛ کلٹ یونان میں؛ مقابلہ کرو فون ولاموو تز "انتی گونوس ساکن سکاریستوس" V. Will. An. V. Kar. ۲۲۳- اقسمٹ کے نزدیک (جس کے لئے دیکھو عقب)

باب

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ۔ پوسانیاس کے بیان کے مآخذ اٹیکائی مصنّف ہیں جن کے بیانات ممکن ہے کہ اُس تک تمائیوس کے ذریعے سے پہنچے ہوں، اور یہی کیفیت دیودورس اور جسٹینوس کی بھی ہے ۔ دیودورس ۲۲، ۴، ۹؛ جسٹینوس ۲۴، ۲، $\frac{۴}{۸}$؛ ۲۵، ۲، ۱، ۲، Prol. ۲۴؛ جسٹی نوس نے یورپ اور ایشیا کے کلٹوں کا ذکر ہے؛ لیوی ۳۸، ۱۶ میں صرف ایشیائی کلٹوں کا بیان ہے ۔ میم نون ۱۹ (مُیولر ۳، ۵۳۵) میں مُلک کے تینوں قبائل کے مابین تقسیم کا بالکل جداگانہ بیان ہے ۔

زمانۂ حال کے مؤلف: پاؤلی کی "محیط" جلد ۳ ص $\frac{۶۰۲}{۶۰۶}$ میں ہُوشٹارک کا مضمون Galli، جہاں ویرنسڈورف Wernsdorff تیئری Thierry وغیرہ کی تصانیف کے اقتباسات دیئے ہوئے ہیں ۱۰ ۔ شمٹ "مآخذ قدماء برائے بیانات حملہ جات کلٹ" W. A. Sehmidt : De font. vet. auctor. in enarrandis enped. a Gallis برلن ۱۸۳۶ء؛ مضامین تاریخ قدیم Abh. z. alten Gesch ۔ رٹر: "جغرافیہ" Ritter: Erdkunde ۱۸، $\frac{۵۹۷}{۶۱۰}$ ۔ ڈروائے سن ۲، ۲، $\frac{۳۴۰}{۳۵۸}$؛ ۳، ۱، ۸۵، ۸۶

ڈروائے سن کا خیال ہے کہ حکمرانوں کے باہمی جھگڑوں کے درمیان کلٹ حملہ محض ایک وقفہ سمجھنا چاہیئے، چنانچہ وہ اس کے واقعات و نتائج کے ساتھ پورے طور پر انصاف نہیں کر سکتا ۔ ہمارے نزدیک کلٹوں کے ایشیائی حملے کی واقعی اہمیت اُن کے اس سے مشہورتر اور دلچسپ حملۂ اٹلی سے بہت زیادہ ہے ۔ شیوالیر: "غالویوں کا حملہ یونان پر" Chevalier : Die Einælle der Gallier in Griechenland پراگ ۱۸۵۳ء؛ "ایشیائے کوچک میں غالوی" Gallier in Kleinaseen پراگ ۱۸۵۳ء ۔ واخسموت: "کلٹوں کی ڈیلفی کے مقام پر شکست" Waehsmuth : die Niederlage der Kelten vor Delphi جریدۂ تاریخی Histor zaitschreft

باب ۴

کچھ صدی پہلے مشرق سے مغرب کی طرف چلے گئے تھے اور وہاں پہنچ کر غالیہ و برطانیہ پر قابض ہو گئے تھے۔ لیکن پانچویں صدی ق م ہی میں اُن کی اکّا دکّا ٹولیوں نے دوبارہ مشرق کا راستہ اختیار کیا، اور وہاں سے جنوب کی طرف چل دیئے۔ ان میں سے بعض تو کوہ الپ کو عبور کر کے وادئ پو میں آ گئے اور بعض اس پہاڑ کے شمالی علاقوں کو قطع کر کے دریائے ڈینوب کے وسطی علاقوں میں پھیل گئے۔ اوّل الذکر گروہ نے سنہ ۳۹۰ ق م میں وسطی اٹلی اور خاص شہر روما کو فتح کرنے کی کوشش کی، لیکن ثانی الذکر گروہ اپنے مساکن سے سو سال بعد تک نہیں چلے، اور جب وہ مشرق کی طرف آئے تو مقدونیہ اور یونان جیسے متمدّن ممالک کے لیئے نہایت خطرناک ثابت ہوئے۔ اٹلی میں اس قوم کو دو جگہ زک پہنچی تھی، ایک تو سنہ ۲۸۳ ق م میں سنیونیوں کے ہاتھ اور دوسرے جھیل وادئ مونیوم کے مقام پر، جہاں

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ جریدۂ تاریخی، Histor Zeitschrift جلد ۱۰۔ مقابلہ کرو اُن کاغذات کا جو انقرہ و پرگامم کی عمارتوں کے اکتشاف و تفہیم کے بعد منضبط ہوئے ہیں، جن میں سے پرگامم کے متعلّقہ کاغذات کے اقتباسات باب ۲۱ میں مذکور ہیں۔ گالاتیہ کے متعلق، مقابلہ کرو خاص کر پرو، گیوم و دیلبے: "گالاتیہ میں آثاری جستجو" Perrot, Guillaume et Delbet: Explor archeol de la Galatie پیرس سنہ ۱۸۶۳ء، ۲ جلد، ہومان: Humann und وپخشٹائن: "ایشیائے کوچک و شمالی شام میں سیاحت" Puchstein: Reisen in Kleinas. u. Nordsyrien برلن سنہ ۱۸۹۰ء۔ نیز دیکھو عقب، باب ۱۳، حاشیہ ۴، باب ۲۱ حاشیہ ۴ (سکّہ جات الفی سوس) الفی سوس کے سلسلے میں کریتوس نے بت خانے کا جو تعلّق دکھایا ہے اور سمرنا کی تشبیہ دونوں کو خیال میں رکھنا چاہیئے۔

باب ۲

غالوی اور اٹیروری متحد تھے، رومنوں کے ہاتھ، اور جو غالوی وہاں سے بھاگ یونان آئے ہوں گے اُن کی وجہ سے یہاں کے غالویوں کو بہت مدد پہنچی ہوگی۔ جب مشرقی غالویوں کے ساتھ یہ شکست خوردہ اطالوی غالوی بھی مل گئے تو انھیں یہ محسوس ہونے لگا کہ جس ملک میں وہ آباد ہیں وہ اُن کی ضروریات کے لئے نہایت ہی مختصر ہے

اٹلی اور جزیرہ نمائے بلقان میں آکر بھی غالویوں کی بےچینی اور جنگ جویانہ خصائل میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ گلہ بانی کو کاشتکاری پر ترجیح دیتے تھے، تزک و احتشام اور مال غنیمت کے دل سے شائق تھے، اور جو کچھ ملتا تھا اُسے فوراً ہی خرچ کر دیتے تھے۔ اُن کی تدبیروں میں یونانیوں اور مقدونیوں کی سی ہوشیاری نہیں تھی، اور جب اُن کا غنیم سے مقابلہ ہوتا تھا تو وہ پورے زور کے ساتھ اُس پر حربہ کر بیٹھتے تھے۔ اگر ہم فروسیت کے معنی شجاعت اور حب تزک کے لیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اُن کے خصائل میں فروسیانہ عنصر بھی شامل تھا، لیکن اُن میں وہ لطیف جذبات بالکل مفقود تھے جو فروسیت کی گویا جان ہیں۔ یہ جزیرہ نمائے بلقان آکر بہت سے مقدونیوں اور اپیائروسیوں، مثلاً دیمتریوس اور پرھوس سے دوچار ہوتے ہیں، اور جب ہم دونوں فریق کا مقابلہ کرتے ہیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ان کے مقابلے میں حملہ آوروں کی مبارزیت نہایت ہی ادنیٰ قسم کی تھی۔

سنہ ۳۰۰ ق م ہی میں بلقانی علاقوں میں حرکت شروع ہوگئی تھی، اور کلٹوں نے دریائے مارگوس یا موراوہ کے کناروں پر (جو دریائے ڈینیوب کا معاون ہے) اور زنجیرہ اور بیلوس پر جو ایجئن سے کچھ زیادہ دور نہ تھا، اپنی بستیاں آباد کر لی تھیں۔ لیکن سنہ ۲۸۰ ق م میں وہ اور آگے بڑھے۔ اُنھوں نے دیکھا کہ یونانی مقدونوی دنیا اپنے

باب ۴

آپس کے جھگڑوں ٹنٹوں کی وجہ سے اپنی تمام تر قوّت صرف کر رہی ہے، اور اس نتیجے پر پہنچے کہ اُن کی جیسی زور دار اور جری قوم آسانی کیساتھ اُن کا خاتمہ کر دے گی۔ یہ سوچ کر وہ جنوبی اور مشرقی سمت کی طرف چل دیئے۔

مقدونیہ و یونان کے کلٹی حملے، اُن کی ترقّی، اور ایشیائے کوچک میں اُن کے آباد ہونے کے واقعات کو قدما نے نہایت ناقص انداز سے منضبط کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہمارے پاس کسی قدیم مصنّف کے قلم سے نکلی ہوئی ایسی کوئی مسلسل تصنیف نہیں ہے، اور اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ ہم کسی ایسے شخص سے دوچار نہیں ہوتے جس نے کلٹوں کی مخالفت میں کوئی کار نمایاں انجام دیا ہو اور جس کی سوانح عمری میں اس قوم کے حالات بیان کئے گئے ہوں جب وہ مقدونیہ اور یونان پہنچے تو پرہوس اٹلی میں مصروف پیکار تھا اور ایشیائے کوچک میں آئے تو دیمتریوس کو مرے ہوئے کئی سال گزر چکے تھے۔ یہ دونوں باتیں اُن کے مفید مطلب تھیں اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ اگر دیمتریوس زندہ ہوتا تو ان بدیسیوں کے کچلنے کا مسئلہ اُس کے لئے اتنا ہی پسندیدہ ہوتا جیسے رچرڈ ”شیر دل“ کا مسلمانوں کے خلاف جنگ ہائے صلیبی میں لڑنا۔ باقی جن فرماں رواؤں نے اُن کی واقعی مخالفت کی وہ ایسے بڑے بہادر نہ تھے۔ انتی گونوس گوناتاس نے چند واقعات سے فائدہ اٹھا کر انمیں سے بعض کو ضرور شکست دی؛ ہم اُن کارروائیوں سے واقف نہیں جو انطاکوس سوتر نے اُن کے خلاف کیں، اور اگر اتالوسیوں نے غالویوں کے خلاف شمشیر برہنہ نہ کی ہوتی اور خود علوم و فنون کے عاشق نہ ہوتے تو شائد ان حملہ آوروں کی بابت واحد واقعہ ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ وہ زمانۂ مابعد میں ایشیائے کوچک کے ایک حصّے پر قابض تھے۔ یونانی جمہوریتوں نے ان کے خلاف جو کچھ

باب ۲

جدّ و جہد کی اُس کا پتا ہمیں افسانوں سے لگتا ہے۔ ان سب باتوں سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ہمیں غالویوں کے حملۂ یونان کی بابت بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں، حالانکہ ایشیائے کوچک میں انھوں نے جس مقام پر نوآبادی قائم کی وہ تاریخ عالم کا ایک نہایت ہی اہم موقع ہے جس کی اہمیت کا اس وقت تک کافی اندازہ نہیں کیا گیا۔ بہر حال جو کچھ بھی ہمیں معلوم ہے اُس کا پتا مفصلۂ ذیل بیان سے لگے گا۔

۲۷۹؁ ق م میں کلٹوں نے اپنے تھریسی مساکن چھوڑ دئے اور تین ٹولیوں میں منقسم ہوگئے۔ ایک ٹولی تو کیرے تھریوس کی ماتحتی میں تھریسیوں اور تراہی بالیوں کے خلاف، دوسری برینوس و آکی خوریوس کی سیادت میں مُلک پیونیہ کی طرف اور تیسری بولکیوس کی نگرانی میں مقدونیہ و الیریہ کی جانب چلی۔ ان میں سے اس آخری ٹولی نے کیرانوس کو گرفتار کردیا اور اُسے قتل کرکے اُسکا سر نیزے پر آویزاں کردیا۔ اس شخص کی موت سے، جس کا خوف ہر شخص پر طاری تھا، اور باوجود اپنی بدطینتی کے نہایت بہادر مشہور تھا، مقدونیہ میں بڑا بھاری خلفشار پھیل گیا، اور اس کے بعد اس کے مُلک میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جو مُلک کی رہبری کا اہل ہوتا۔ بے حال و بے جان مقدونیہ پر جو کلٹوں کے حملوں کے لئے گویا وقف تھا، کیرانوس کا بھائی میلیاگر، کاساندر کا بھتیجا انتی پاتر، اور سوس تھنیس نامی ایک سپہ سالار نے باری باری سے حکومت کی۔ ۲۷۸؁ ق م میں کلٹوں نے پھر ایک بڑی مہم سر کی۔ ان میں سے ایک حصّے کو لے کر تو لیونوریوس اور لوتاریوس کی سرکردگی میں مشرق کی طرف چلے، اور اُن کا بیشتر حصّہ برینوس اور اکی خوریوس کی سیادت میں جنوب کا رخ کرکے تھسلی کو تاراج کرتے ہوئے تھرموپلی پہنچا۔ اسی مقام پر یونانیوں نے ان کی کچھ

باب ۴ مدافعت کی، اور افسانوی بیانات کے بموجب یہاں یونانیوں نے جنگ ہائے ایران کے سے شجاعانہ کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ یہاں دشمن نے زرکسنز کے حملے کی طرح پہاڑوں پر ہو کر کوچ کرنے سے یونانیوں کو اپنے عقب میں لے لیا اور اُسی طرح یونانیوں کو ایک ایتھنزی بیڑے نے بچایا۔ علاوہ ایتھنزیوں، بیوتیوں، فوکسیوں اور کچھ مقدونیوں کے ایتولیوں نے بھی تھرموپلی پر بربری حملہ آوروں کی مدافعت کیلئے کچھ فوج روانہ کی تھی۔ جب سپاہیوں نے سنا کہ خود اُن کے ملک ایتولیہ پر کلٹوں نے حملہ کر کے شہر کالیوم کو تاراج کر دیا ہے، تو وہ اس درے پر سے گھر کی طرف چل دئے۔ ایتولیوں اور حملہ آوروں کے مابین نہایت ہی گھمسان جنگ ہوئی، چنانچہ جتنے لوگوں نے اس ملک پر حملہ کیا تھا اُس میں سے صرف نصف تعداد بچ کر نکلی۔ برینوس اور اُس کے ساتھیوں نے تھرموپلی سے دیلفی کی راہ لی، لیکن یہاں کے زلزلوں اور زمین کے سمندر میں پھسل جانے کی وجہ سے وہ ہراساں ہو گئے، بعض تو قتل ہوئے، اور قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ باقیوں نے ایک روز رات کے وقت پاگل پن کے دورے میں ایک دوسرے کا خاتمہ کر دیا، اور جو اس خون ریزی سے بچ نکلے وہ واپس شمال کیطرف چل دئے۔ برینوس بھی زخمی ہو گیا تھا اور چونکہ اُسے اب زندگی کی تمنا نہیں تھی اس لئے اُس نے شراب میں زہر ملا کر پی لیا اور اسطرح اپنی جان دے دی۔ یہ تو وہ قصہ ہے جو یونانیوں میں مشہور تھا، لیکن واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لٹیرے مال غنیمت لے کر تھریس واپس چلے گئے ہوں گے۔

ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس تمام قصے میں ایک طرح کا رزمیہ عنصر پایا جاتا ہے، اور جب ہم غالویوں کی مزید ترقی پر نظر ڈالتے ہیں تو صورت حال بالکل اُسی نوع کی نظر آتی ہے جیسے جنگ ٹروائے کے بعد یونانیوں کی تھی۔ ہمیں اس عہد کی بابت صرف جزوی معلومات

حاصل ہیں۔ کہتے ہیں کہ کلٹوں کے گروہ نے بلقان میں ایک سلطنت قائم کی جس کا صدر مقام تیلس تھا؛ ایک دوسرا گروہ تھریسی خرسونیز میں لیزی ماخیہ کے قریب انتی گونوس گوناتاس کے مقابل آیا؛ لیکن وہاں ۲۷۷ ق م[۲] میں اُسے شکست فاحش ملی۔ اس کارنمایاں کی وجہ سے گوناتاس مقدونیوں میں اس قدر مقبول ہوگیا کہ دوسرے مناسب رہبروں کے فقدان کی حالت میں اُنھوں نے اُسی کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا۔ لیکن ہم دیکھیں گے کہ اُس کا یہ زور بہت دن تک قائم نہیں رہا۔[۳] کلٹوں کا میلان اب بھی خانہ بدوشی کی طرف تھا، اور وہ اب پروپونتس اور بوسفورس میں لیونورس اور لوتاریوس کی سیادت میں بھرے ہوئے تھے۔ بیزنطہ کو اچھی طرح سے ویران و برباد کرکے اُنھوں نے ایشیا میں جانے کا تہیہ کیا جہاں لوٹ مار کے مواقع اس سے کہیں بہتر تھے۔ اس میں وہ اوّل تو خود اپنی کوشش کی وجہ سے، مگر زیادہ تر نکومدیس شاہ بتھی نیہ کی مدد سے کامیاب ہوئے۔ نکومدیس اپنے بھائیوں کے ساتھ خانہ جنگی میں مبتلا تھا۔ چنانچہ اُس نے ۲۷۸ ق م میں پہلے تو اُن کے ساتھ ایک عہدنامہ کیا اور پھر اُنھیں اپنے ملک میں بُلا لیا۔ یہ عہدنامہ میمنون میں مذکور ہے، اور اُس کے ذریعے سے فریقین نے یہ طے کیا کہ نکومدیس اور اُس کے جانشینوں سے کلٹوں کی ہمیشہ دوستی رہیگی، اور اُس کی مرضی کے بدون وہ کسی دوسرے کی ملازمت اختیار نہیں کریں گے، لیکن ضرورت پڑے تو وہ بیزنطہ

---

[۲] لیزی ماخیہ کے مقام پر ۲۷۷ ق م میں گوناتاس کی کامیابی؛ جسٹی نوس ۲۵، ۲؛ Diog. La. ۲، ۱۴۱ — اس کے بعد اُس نے ایسے سکّے ڈھالے جن پر پان دیوتا کی شبیہہ تھی؛ امہوف: "سکّہ جات یونان" Imhoof: Mon. Gr. ۱۲۸، حاشیہ، ۱؛ وزنیز: "کنیدوس والا چٹکلہ" Usener: Epigramm von Knidos ۳۷۔

خالکدون، ہرقلیہ، تیانہ اور کیوس والوں کو مدد پہنچا سکیں گے۔ اس عہدنامے پر سترہ سرداروں نے دستخط کئے۔ ہم اس بات سے واقف ہیں کہ اس پر عمل ہوتا رہا، اور نہ صرف سلطنت بیتھی نیہ قائم رہی بلکہ بہت سے شہر بھی مامون رہے۔ ہم جانتے ہیں کہ بیزنطہ پر زمانۂ مابعد میں غالویوں نے مظالم ڈھائے، لیکن یہ یوروپی غالوی تھے۔ جو لوگ ایشیا جاکر بسے انھیں دوسری قوموں کی اراضی کو دل بھر کر لوٹ مار کرنے کی اجازت دی گئی اور سال ہا سال انھوں نے اس اجازت سے تاحد امکان فائدہ اُٹھایا۔ اسی زمانے میں اُن کے اور اُن کی عورتوں کے آباد ہونے کے لئے اُنھیں وہ اراضی مل گئی جو بعد میں چل کر گالاتیہ کا حصّہ بن گئی، اور اُنھوں نے اس اراضی کو اپنا مرکز بنا کر چاروں طرف کے مُلک پر خوب چھاپے مارے۔ انھوں نے اپنے تین قبیلے بنائے تھے جنھوں نے ایک ایک حصّۂ مُلک اپنے لئے مختص کر لیا تھا، یعنی تروکمیوں نے ہیلیس پونٹ، تولستوبوئیوں نے ایونیہ اور تکتوساگیوں نے اندرون مُلک کا علاقہ۔ علاوہ ازیں جس نے اُنھیں نوکر رکھنا چاہا اُسکی ملازمت میں یہ شامل ہو گئے، اور انطاکوس ہیئے راکس جیسے حکمرانوں کے کم و بیش آزاد حلیفوں کے طور پر اُن کے دشمنوں کے مقابلے میں لڑے[43] رفتہ رفتہ

---

[43] کلٹ سرنہ کے خلاف بطلیموس کو مدد دیتے ہیں، ڈروائے سن ۲، ۲، ۲۰۰، پرھوس اور اُس کے "مدمقابل" دیمتریوس کی خدمت میں، ڈروائے سن ۳، ۱، ۲۰۳؛ دیمتریوس کے پاس، دیکھو عقب، باب ۹؛ اپولودوروس ساکن کاساندریہ کے پاس، ڈروائے سن ۳، ۱، ۱۹۹؛ تقریباً سنہ ۲۰۰ ق م میں مصر میں، پولی بیوس ۵، ۶۵؛ زمانۂ مابعد میں ایشیائے کوچک کے حکمرانوں کے پاس، رے ناش: "متھرادائیس" Reinach: Mithrid- ۲۸، ۲۶۴- بیزنطہ یوروپی غالویوں کا باجگزار بننے پر مجبور رہتا ہے، دیکھو عقب باب ۱۳-

باب ۴ (خصوصاً شاہان پرگامم کی شکست کی وجہ سے) ان کی چلت پھرت اس علاقے میں محدود ہوگئی جسے انھوں نے اپنا مسکن بنالیا تھا، یا یوں کہو کہ جس کے قبضے کے لئے اُن سے کہا گیا تھا اور جس پر اُن کے قبضے کو ایشیائے کوچک کے فرماں رواؤں، بالخصوص سلیوکوسیوں اور شاہان کاپادوسیہ و پونتوس نے زمانۂ مابعد میں تسلیم کرلیا تھا۔ یہ وہ مُلک تھا جو بالائی سنگاریوس اور وسطی ہالیس کے کناروں پر واقع تھا۔ یہ مرتفع تھا، اس میں درختوں کی کمی تھی، جنوبی علاقہ اکثر صحرائی اور زمین نمکین تھی، جو بہ نسبت کاشتکاری کے چراگاہ کے لئے زیادہ موزوں تھی۔ یہاں تولستوبوئی پیسونوس کے قریب، تکتوساگیس انگورہ کے نواح میں، اور تروکمی مشرق میں تادیوم کے قریب آباد ہوگئے[۵۴] عام طور پر انھیں گالاتی کہتے تھے۔ لیکن زمانۂ مابعد میں رومن انھیں غالوی یونانی کہہ کر پکارنے لگے۔ ہم اس قوم کے سیاسی ادارات کا ذکر تیرھویں باب میں کریں گے۔

اس قوم کی کامیابی کا واقعی سبب اُس کے خصائص ہیں۔ یہ جنوب کی طرف مقدونیہ اور سسلی میں ہوکر جو گزرے تو اس کی اصلی وجہ یہ تھی کہ ان ممالک میں شہروں کی تعداد نسبتہً کم تھی، انھوں نے کیرونوس کو جو شکست دی اور اُسے قتل کیا اس کی وجہ سے اُن سے ہر شخص بے حد خوف کھاتا رہتا تھا اور کوئی مرد ایسا نہ تھا جو کھلے میدان میں اُن سے رزم آزمائی کرسکتا۔ خود وہ کبھی شہروں پر حملہ نہیں کرتے تھے، جس کا اصلی راز یہ تھا کہ خود اپنے بچاؤ کے لئے

---

[۵۴] تادیوم کے محل وقوع کی بابت میرے نزدیک کیپرٹ اور ریمزے ٹھیک ہیں اور ہرشفیلڈ غلط۔ دیکھو رسے ناش Chron. d'or ۴ (۲) ۹۸۔ پرگامم والے تولستوبوئیوں کو تولستواگی کہتے تھے دیکھو فرینکل: "مکتوبات" Fraenkel: Inschr، صفحہ ۲۴۔

باب ۴

اُن کے پاس لکڑی کی ڈھالوں کے سوائے کچھ نہ تھا۔ ان تمام اسباب کی وجہ سے وہ کھلے میدان پر ٹڈی دل کی طرح چھا گئے لیکن جوں ہی وہ یونان کے شہروں اور پہاڑی زنجیروں تک پہنچے، اور بالخصوص جب اُنھیں درۂ تھرموپلی میں ہو کر گزرنے میں دقت پیش آئی تو اُن کی قوّت کا بس خاتمہ ہو گیا، اور وہ کوہ ایتہ کے شہر ہرقلیہ پر بھی حملہ نہ کر سکے۔ اُنھوں نے صرف ایک شہر یعنی کالیوم پر قبضہ کیا جو نہایت ہی مختصر آبادی تھی، اور یہاں والوں پر نہایت ہی ظالمانہ برتاؤ کیا، اس لئے کہ اُنھیں اس پہاڑی علاقے میں کھانے کو کچھ نہیں ملا تھا، اور بھوکے بھیڑیوں کی طرح جو کچھ اُن کے سامنے آیا بس اُسی پر لوٹ پڑے۔ آخرکار جب اُن کے لئے کچھ بھی باقی نہیں رہا تو وہ شمال کی طرف واپس چلے گئے۔

جزیرہ نمائے بلقان اور ایشیائے کوچک میں کلٹوں کی تاریخ کو تین عہدوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلے تو بحیثیت ایک قوم کے وہ بڑی بڑی فتوحات کی کوشش کرتے ہیں، لیکن اس میں وہ ناکام رہتے ہیں اور اُنھیں ایشیائے کوچک کے صرف ایک حصے پر قناعت کرنی پڑتی ہے۔ یہ عہد نہایت مختصر ہے اور تقریباً ۲۷۵ ق م میں ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد ایک طرف تو وہ خود اپنے مُلک کو مرکز بنا کر ہر چہار طرف چھاپے مارتے رہتے ہیں اور دوسری جانب غیر ملکی حکمرانوں کی ملازمت میں تھوڑی یا بہت تعداد میں شامل ہو کر اپنی دولت میں اضافہ کرتے ہیں۔ ہمیں وہ یورپ، افریقہ، ایشیا تینوں برِاعظموں میں نظر آتے ہیں؛ ہم اُنھیں پرھوس اور اُس کے دشمن دیمتریوس دونوں کی فوج میں دیکھتے ہیں، اور وہ مقدونیہ و ایشیائے کوچک اور مصر تینوں ملکوں کے درباروں

باب ۲

میں دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن ان سب باتوں کی وجہ سے اُنکی تعداد میں روز بروز کمی ہوتی جاتی ہے۔ وہ اکثر غدر کردیتے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں تلوار کے گھاٹ اُتار دئے جاتے ہیں۔ اب ان کی تاریخ کا تیسرا دور شروع ہوتا ہے، اور وہ دوسری اور پہلی صدی ق م میں اپنے افروجی اور کاپادوسی حدبوں کے کم وبیش بے چین نواسیوں کے روپ میں نظر آتے ہیں۔ الغرض ان کی اہمیت رفتہ رفتہ کم ہوتی جاتی ہے۔ ایک بات اس وقت تک علی العموم نظر انداز کردی گئی ہے، وہ یہ کہ ان کا محض اس مُلک میں آباد رہنا ہی ایک طرح پر کافی اہم ہے، اور یہ اُسی وقت سمجھ میں آسکتا ہے جب ہم ایشیائے کوچک کی ساخت پر غور کریں[۵]

---

[۵] ایشیائے کوچک کی ساخت؛ رٹر: "جغرافیہ" Ritter: Erdkunde ۱۸، ۳ وغیرہ، ۶۱ وغیرہ (جہاں وسطی سطح مرتفع اور اُس میں گزرنے کی مشکلات کا ذکر کیا گیا ہے)۔ رٹر کی دو جلدوں میں وہ تمام مواد جمع کر دیا گیا ہے جسکی بابت سنہ ۱۸۵۸ء تک معلومات حاصل تھیں، لیکن ان میں مغربی ڈھلاؤ کا ذکر نہیں۔ ان ڈھلاؤں سے بعض کا ذکر رادے کی کتاب: "مملک لیدیہ اور دُنیائے یونان بزمانہ مرمنادیاں" Radet: La Lydie et le monde grec au temps des Mermnades (پیرس، سنہ ۱۸۹۳ء) میں تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ایشیائے کوچک کے قدیم جغرافئے کے لئے کیپرٹ: "کتاب درسی" Kiepert: Lehrbuch ۸۹ وغیرہ؛ لولنگ کا مضمون اے میولر جلد ۳ میں Lolling in A. Mueller جہاں ادبی حوالے دئے ہوئے ہیں؛ ریمزے: "ایشیائے کوچک کا تاریخی جغرافیہ" Ramsay: Historical Geography of Asia Minor لندن سنہ ۱۸۹۰ء۔ دراصل یہ آخری کتاب ایشیائے کوچک کا تاریخی جغرافیہ نہیں بلکہ اس ملک کی جغرافی تحقیقات کا ایک نفیس ذخیرہ ہے، اور یہ ایسی چیز ہے جو کسی طالب حقیقت کے مطالعے کے لئے

باب ۴

ایشیائے کوچک ایک ایسی سطح مرتفع ہے جس کے چاروں طرف کوہستانی زنجیرے ہیں اور وسط میں ایک میدان ہے، اور اگر اس واقعے کو نظرانداز کر دیا جائے کہ اُس کے تین طرف سمندر ہے اور اُس کے بہترین اور زرخیزترین قطعے ساحل کے محاذ میں ہیں تو اس کا مقابلہ سرزمین ایران کے ساتھ کیا جا سکتا ہے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ بیحد ضروری ہے؛ لیکن بغیر عمدہ نقشوں کے (جیسے کیپرٹ کے نقشے ہیں) اس سے خاطرخواہ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ خود ریمزے نے اپنی کتاب میں نقشے دئے ہیں لیکن یہ اس وجہ سے بیکار ہیں کہ ان میں نہ تو خطوط کنٹور ہیں اور نہ زمانۂ حال کے نام۔ اس کتاب کی تعریف کرنا آسان ہے، اس کا مطالعہ مشکل۔ مقابلہ کرو مفصّل بیان جو گ. ہرشفیلڈ نے برلن کے ہفتہ وار جریدۂ لسانیات G. Hirschfeld, in Ber Phil. Woch سنہ ۱۸۹۱ء میں دیا ہے۔ شائد اسی وقت کی وجہ سے ایک چیز پر اس وقت تک غور نہیں کیا گیا وہ یہ کہ ریمزے نے ایک طرف تو ایرانی شاہراہ کی طرف اس قدر توجہ کی ہے لیکن ساتھ ہی ہیروڈوٹس ۵، ۵۲ میں کلیکیہ کے "حدود" کا بالکل غلط اندازہ کیا ہے، اور اسی وجہ سے "راہ شاہی" کے خطوط غلط کھینچے ہیں، جس کی وجہ سے وہ کیپرٹ سے ناقص تر ہے۔ نیز دیکھو متعاقب، باب ۵ حاشیہ ۹۔ مقابلہ کرو "کتابچۂ ایشیائے کوچک" ماورائے قفقاز، ایران وغیرہ" جو زیرادارت میجر جنرل سر چارلس ولسن (لندن، مرے، سنہ ۱۸۹۵ء) شائع ہوئی ہے اور جسکی تیاری میں ہوگرتھ اور ریمزے نے تعامل کیا ہے۔ اس کتاب میں جو نفیس نقشے اور دو اشارے دئے ہوئے ہیں اُنکی وجہ سے یہ کتاب ریمزے کی کتاب کا ایک لطیف تتمہ بنجاتی ہے اور اسکی مدد سے یہ آخری کتاب کا آسانی کے ساتھ مطالعہ کیا جا سکتا ہے بدیں سبب میں نے اسکی ضرورت نہیں سمجھی کہ ہر قدیم شہر کے لئے کتابچے کے اقتباسات دوں۔ پہلے اشارے میں تمام قدیم نام دئے ہوئے ہیں اسلئے یہ بیکار ہوتا۔ ہمارے نزدیک اسوقت ایشیائے کوچک کے جغرافئے کے مطالعے کیواسطے سر چارلس ولسن کی کتاب سے بہتر کسی چیز سے مدد نہیں مل سکتی۔

باب ۴ اس کی ابتدا ار دریائے فرات کے مغرب میں ایک پہاڑی مُلک سے ہوتی ہے، جس میں سے مختلف دریا نکل کر تین مختلف سمندروں میں جا گرتے ہیں، یعنی اگامپسس، ہالیس اور ایرس بحیرۂ اسود میں، پیراموس اور ساروس بحیرۂ روم میں، اور بعض ندیاں دریائے فرات کے ذریعے سے بحر ہند میں۔ اس پہاڑی علاقے سے زنجیرۂ انٹی توروس شمال و مشرق سے جنوب و مغرب کی طرف ان دو چشموں کے درمیان میں ہو کر جاتا ہے جو مل کر دریائے سارس بن جاتے ہیں۔ انٹی توروس کے مغرب میں کوہ توروس آتا ہے جس کا رخ بھی اسی طرح جنوب و مشرق کی طرف کو ہے، اور اس کے بعد یہ مغرب کی طرف گھوم کر حدبِ ایشیائے کوچک کی جنوبی سرحد بن جاتا ہے۔ اس حدب کے شمالی حصّے میں ایک زنجیرہ واقع ہے جس کا کوئی خاص نام نہیں اور جو اتنا بلند بھی نہیں ہے جتنا توروس؛ اسی میں ہو کر وہ دریا نکلتے ہیں جو اندرونی حدب میں ہو کر جاری ہوتے ہیں۔ یہ حدب شمال اور مغرب کی طرف جھکا ہوا ہے جس کے باعث جو دریا شمال کی طرف نہیں بہتے اُن کا رخ مغرب کی جانب ہے۔ یہ فطری طور پر کئی حصّوں میں منقسم ہیں جن کے چار بڑے بڑے خطّے سمجھنے چاہئیں؛ ایک ذرا بڑا مغرب کی طرف اور تین ذرا چھوٹے چھوٹے مشرق کی جانب یہ تین مفصلۂ ذیل ہیں: اوّل تو کاپادوسیہ کی سطح مرتفع، جو قدیم جوالا مکھی کوہ ارگائیوس کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے، اور جس کا رقبہ تقریباً ۱۵۰ مربع میل اور اوسط اونچائی سطح سمندر سے ۳۸۰۰ فٹ ہے؛ دوسرے اس کے شمال و مشرق میں میدان ہالیس جو بعد میں کاپادوسیہ اور پونتوس کی سلطنتوں میں منقسم ہو گیا، اور جس کا رقبہ بھی خطّۂ اوّل کے برابر اور اونچائی ۳۵۰۰ فٹ ہے؛ تیسرے شمال و مغرب میں گلاتیہ کی سطح مرتفع جو دریائے ہالیس کے مشرق تک جاتی ہے

باب ۴

اور جو ترہ کمیوں کا مسکن تھا؛ یہ بھی سطح سمندر سے تقریباً ۳۵۰۰ فٹ بلند ہے۔ گالاتیہ کا مغربی حصہ جو دریائے ہالیس کے بائیں جانب ہے، ذرا زیادہ پہاڑی ہے اور یہ چوتھے حدب کے قریب ہی واقع ہے۔ اس چوتھے خطے کا رقبہ تقریباً ۷۰۰ مربع میل ہے، اور یہ جنوب و مشرق سے شمال و مغرب کی طرف یعنی کلیکی توروس سے تقریباً بتھی نیہ کی سرحد تک ایک طرف اور کوہستان گالاتیہ تک دوسری طرف جاتا ہے، اور اسی میں دریائے سانگاریوس کے بالائی حصے پر تولستو بولی اور تکتو ساگی اقوام کا مسکن تھا۔ اس سطح مرتفع کو اکثر حدب لیکاؤنیہ یا حدب قونیہ ("اکونیوم") کہتے ہیں۔ اس کے مغربی جانب پہاڑوں کا ایک زنجیرہ ہے جو اسے دور قبوں سے علیحدہ کر دیتا ہے، یعنی ایک طرف جنوب میں پسیدیہ اور ازدریہ کی بلند وادیوں سے جن میں عمیق جھیلیں پائی جاتی ہیں، اور دوسری طرف شمال میں میاندر اور ہرموس کے پندھاروں سے، یعنی اُن حصّوں سے جن کا مدت دراز تک یونان کے ساتھ گہرا تعلق رہا تھا۔ مشرق میں ٹٹہ کی بڑی نمکین جھیل ہے۔ یہ حدب جو سمندر سے اوسطاً ۳۲۰۰ فٹ بلند ہے، بنجر اور بے درخت زمین سے بھرا ہے، اور موسم گرما میں پانی نہ ہونے کی وجہ سے بیابان بنا رہتا ہے، لیکن موسم سرما میں اُس پر مویشی ہی مویشی نظر آتے ہیں۔ مذکورۂ بالا زنجیرے کے دامن میں ایک پرانی کاروانی سڑک شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی طرف جاتی ہے اور کلیکیہ اور لیدیہ کو ایک دوسرے سے ملاتی ہے۔ یہ سڑک جن علاقوں میں ہو کر گزرتی ہے وہ آباد نہیں اور چونکہ گرمیوں میں پانی کا نشان بھی نہیں ہوتا اس لئے اُس پر ہو کر صرف جاڑوں ہی میں گزر سکتے ہیں۔ لیکن باوجودیکہ یہ آباد نہیں تاہم یہ ناخوشگوار بھی نہیں ہیں اس لئے کہ اُن میں کوئی ایسی فطری رکاوٹیں نہیں ملتیں

باب ۴

جو علی العموم پہاڑی علاقوں میں نظر آتی ہیں۔ ساتھ ہی یہ تنہا مسافر کے لئے خالی از خطرہ بھی نہیں ہے۔ چاروں طرف کا مُلک ایک طرح کا صحرا ہے، اور قرب وجوار کے حصوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیتا ہے۔ ان قطعوں پر صرف وہی قافلے گزر سکتے ہیں جنھوں نے اپنی حفاظت کا سامان کر لیا ہو، اور صرف وہی سلطنت اُن کی حفاظت کر سکتی ہے جو قوّت والی اور ذی اقتدار ہو۔ فتحمند اقوام کے راستے میں یہ خطے حائل ہوتے ہیں اس لئے کہ اُن میں کافی غذا کا بندوبست نہیں ہو سکتا۔ سلطنت ایران یقیناً ایک نہایت قوی سلطنت تھی، لیکن یہ سڑک افروجیہ ولیدیہ کے سرکاری کاموں کے لئے استعمال نہیں کی جاتی تھی، بلکہ سرکاری کاروبار ایک دوسری شمالی سڑک کے ذریعے سے انجام دئے جاتے تھے جو منبع میاندر سے تقریباً خط مستقیم پر پیسی نوس اور انگورہ کو، اور وہاں سے گالاتیہ کی سطح مرتفع سے پتیریہ (بوغاز کوئی) کو، اور وہاں سے مشرقی سمت میں کومانا (پونتوس) کو جاتی تھی۔ اس آخری مقام سے اس کی دو شاخیں ہو جاتی تھیں، ایک ارمنستان کی طرف جاتی تھی اور دوسری دریائے فرات کی جانب۔ یہ راستہ شمال کی طرف ایشیائے کوچک کے وسطی حصّے کا دور کرتا ہوا اُن مقامات سے ہو کر نکلتا تھا جو نسبتہً آباد تھے۔

اسی مُلک کے ایک حصّے پر گالاتائے قابض ہو گئے۔ تمدّن کے پُرانے مراکز، مثلاً پیسی نوس جہاں "اُمّ الآلہہ" کی پوجا کی جاتی تھی، انگورہ و پتیریہ جہاں پہاڑی مجسّمے کندہ تھے، سب کے سب اُن کے قبضے میں آ گئے۔ تیسری صدی ق م کے بیشتر حصّے میں اُن میں اور اُن کے متمدّن ہمسایوں میں آویزش ہوئی۔ ہمارے پاس یہ فرض کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ ایونی یونانیوں اور کلیکیہ

باب ۱۲

وشام کے مقدونیوں کے درمیان اُن کے مُلک میں ہو کر امن و امان سے آمد و رفت اور رسل و رسائل ممکن تھے: لہٰذا ہم حکم لگا سکتے ہیں کہ ایشیا میں جو گالاتائے آباد ہوئے انھیں کی وجہ سے ایشیائے کوچک دو سیاسی حصّوں میں منقسم ہو گیا، اور انھیں کی وجہ سے یونانیوں اور مقدونیوں نے جنوبی راستہ اختیار کیا تھا۔ اس جنوبی راستے پر جو شہر آباد ہوئے اُن کے ناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان واقعات کے بعد میں آباد کئے گئے ہوں گے، جیسے نیسہ، انطاکیہ لاؤدیکیہ، اپامیا، پولیہ، فیلومیلیوم، لاؤدیکیہ کاتا کیکومینے وغیرہ، درانحالیکہ شمالی شہروں کے ناموں سے اُن کی قدامت عیاں ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جنوبی شاہراہ کے دونوں طرف شہروں کے آباد ہونے میں بہت مدت لگ گئی ہوگی، اور یہ بھی کہ عہدی قوام کے دوران میں صرف مسلح آدمیوں کے بڑے بڑے قافلے ہی اس راستے پر ہو کر امن و امان سے گزر سکتے تھے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ایشیائے کوچک کی یہ تقسیم عام تہذیب و تمدّن کے منشار کے مطابق تھی یا مخالف۔ ہماری رائے یہ ہے کہ یہ اُس کے مخالف نہیں تھی۔ خاندان سلیوکوس کے حکمران شہری مملکتوں کو پسند کرتے ہوں گے۔ لیکن امتداد زمانہ سے اُن کا میلان مطلق العنانی کی طرف ہو گیا ہو گا؛ ساتھ ہی ساتھ ان بادشاہوں کو جس قسم کی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا اس سے شہری آبادی کو فروغ پہنچا ہو گا۔ ان ریاستوں کے باہمی تعلقات کے ختم ہو جانے کی وجہ سے جو ایشیائے کوچک کے وسط میں واقع تھیں، ان میں سے ہر ایک خود اپنے اُصول کے مطابق ترقی کرنے کے قابل ہو گئی، اور ہم دیکھتے ہیں کہ کاپادوسیہ اور پونتوس میں یونانی قوم امن و امان کے ساتھ ترقی کرتی رہی۔ گالاتائے

کے تعلّقات شاہان بتھی نیہ کے ساتھ نہایت اچھے تھے۔ یہ بادشاہ نسلاً تو بربری تھے، لیکن ان میں یونانیت سرایت کئے ہوئے تھی، اور یہ ہمسایہ یونانی شہروں کے ساتھ دوستانہ طریق برتتے تھے، جیسا اُن کے اور گالاتائے کے باہمی عہد نامے کے ذریعے سے ظاہر ہوتا ہے۔ گالاتائے کے آنے سے یہ فائدہ ہوا کہ اُنھوں نے ایک طرح سے قدیم زمانے کے سبب سے اہم بحری راستے کو آزاد کر دیا۔ جب یہ راستہ بطلیموس کیرونوس کے قبضے میں تھا تو یہ خطرہ پیدا ہو چلا تھا کہ اُس کے ذریعے سے ہمسایہ اور بعید یونانی آزاد ریاستوں کو حلقہ بگوش بنایا جائیگا۔ جب یہ ناممکن ہوگیا کہ ایسی بڑی سلطنت قائم کی جائے جسمیں بیزنطہ اور اسکے مقابل کا ایشیائے کوچک کا ساحل دونوں شامل ہوں تو پھر بیزنطہ ہرقلیہ، کیزی کوس اور ابی دوس آزاد رہنے میں کوئی مضائقہ نہ تھا، اور بحیرہ اسود کے ساحلوں کیساتھ تجارت کو بھی آزادی رہ سکتی تھی۔ گالاتیوں کو عقب کے ملک میں آباد ہونے کی اجازت دیکر اور غالویوں سے جو عہد نامے ہوں اُن میں تجارتی بلدیات کو شامل کر کے ممکن تھا کہ شاہان بتھی نیہ یہ دعویٰ کر سکیں کہ خواہ غیر شعوری طور پر ہی سہی، اُنھوں نے بہرحال اس نواح میں آزادی کو محفوظ رکھا ہے۔ بجنسہٖ اسی قسم کے اثرات ساحلی علاقے پر مصری اقتدار کے مستحکم ہونے کے پڑے تھے، اور یہ استحکام بھی غالویوں کے حملۂ ایشیائے کوچک کی وجہ سے ہی ممکن ہوگیا تھا (اس کی بابت مفصلۂ ذیل ذکر متعاقب کیا جائے گا)۔ اس نواح میں بطالسہ مالک نہیں بلکہ ایک طرح پر محافظ و نگران تھے۔ رھوڈز کے ساتھ اُن کے جو تعلّقات تھے اُن کی وجہ سے اس نگرانی کا بلدی آزادی پر بہت اچھا اثر پڑا جو خاص طور پر تجارتی معاملات پر بہت گہرا تھا۔

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بربری غالوی اسی طرح سے ایشیا میں بند

تھے جیسے کوئی بیرونی نامیاتی یا غیر نامیاتی جوہر کسی زندہ جسم میں چلا جائے اور وہاں بالکلیہ مقیّد ہو جانے کی وجہ سے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے۔ محبس کا دروازہ کھلا اور قیدی نکلا، لیکن انجام کار میں یہ غالوی ایشیائے کوچک کی آبادی کے ساتھ بالکل گھل مل گئے

جس طرح چارلس اعظم کی سلطنت پر نارمنوں، اسلافیوں اور ہنوں نے جو حملے کیے اُن سے ثابت ہو گیا کہ اب اس سلطنت کا اصل وجود باقی نہیں رہا گو بظاہر یہ سلطنت برابر قائم تھی، اسی طرح سے غالوی حملے کی وجہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ اب سلطنت سکندری میں مطلق جان باقی نہیں ہے۔ جب ہم اس خاص پہلو پر غور کرتے ہیں تو یہ بات نہایت قابل لحاظ معلوم ہوتی ہے کہ غالوی حملہ آوروں کو سکندر اعظم کے ملک میں ناکامی نہیں ہوئی بلکہ یونان میں، جو محض دوسرے درجے کا ماتحت ملک بن کر تھا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اُس کا خاص سبب یہ تھا کہ یہ بربری شہروں پر حملہ کرنے کے اہل نہ تھے، لیکن ساتھ ہی اس سے مختلف بلدیات کی اہمیت کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ نیز دیمتریوس نے رھوڈز پر جو حملہ کیا اس سے بھی اُن کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ دیمتریوس نے جملہ مروّجہ آلہ جات حرب کو کام میں لا کر اس شہر کو مسخّر کرنے کی کوشش کی، لیکن اس میں وہ صرف اس لئے ناکام ہوا کہ رھوڈز کے شہریوں نے اُس کی مدافعت کی جان توڑ کوشش کی۔ الغرض سکندر کے عہد کے بعد بھی شہری آزادی کے عناصر قدیم اقوام کی حفاظت کی ناقابل شکست ضمانت کے ساتھ ہی یہ اس مملکتی انظم کا ایک اہم جزو بھی بنے رہے جن کی تاریخ سے ہم آئندہ چند صدیوں میں دوچار ہوں گے۔ سکندر کی مہمّات کا جو نتیجہ نکلا وہ یہ تھا کہ متعدّد مملکتیں قائم ہو گئیں جن پر یونانیت

باب ۲

کا غلبہ تھا، اور جن کا ذہنی اعتبار سے ایک دوسرے کے ساتھ تعلق تھا۔ ان واقعات کو سمجھنے کے لئے جنھیں ہم تحریر میں لائیں گے اس کی ضرورت ہے کہ ۲۷۵ ق م میں جو اہم مملکتیں نظر آتی ہیں اُن کی بابت معلومات بہم پہنچائیں، چنانچہ یہ معلومات آیندہ باب میں ناظرین کے سامنے پیش کی جائیں گی[۶]

---

[۶] میں نے کلٹوں کے حملوں اور مہموں اور حکمرانوں کی کامیابیوں کی بابت جو نقطۂ نظر اختیار کیا ہے وہ دوسروں کے نقطۂ نظر سے مختلف ہے۔ حکمرانوں کی کامیابیوں کی بابت ڈُروائے سن حسب ذیل رائے کا اظہار کرتا ہے: ”اگر ان جنگلی بہائم سے یونان کو ان حرکات سے بچانا مقصود تھا جو اُن سے ایشیائے کوچک میں سرزد ہوئیں تو پھر اسی کو ایسے طاقتور مقدونیہ کی ضرورت تھی جو اُسے قلعے کی طرح محفوظ رکھ سکے، اور انتی گونوس فاتح لیزی ماخیہ ہی ایسا شخص تھا جو بربریوں کی مدافعت کرسکتا تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ قدیم وقائع میں کہیں انتی گونوس کے اس کارنمایاں کا تذکرہ نہیں ملتا، بلکہ ان میں صرف اس کا ذکر سننے میں آتا ہے کہ اُس نے کس طرح کاساندریہ میں اپولودوروس کی قوت کا خاتمہ کیا۔“ الغرض خود ڈُروائے سن تسلیم کرتا ہے کہ انتی گونوس کے بربریوں سے یونان کو محفوظ رکھنے کا کہیں بھی تذکرہ نہیں ملتا؛ لیکن اُس کے نزدیک اُس کے کام اور لیزی ماخیہ اور کاساندریہ کی کامیابیاں اتنی اہم ہیں کہ وہ اُس کے سر یونان کی حفاظت کا سہرا رکھتا ہے،

باب پنجم

دنیائے یونان کی سیاسی کیفیت تقریباً ۲۷۵ ق م میں

سپہ داران سکندری کے تماشا گاہِ دُنیا سے چلے جانے کے بعد ایک بڑی حد تک قدیم حالات از سر نو عود کر آئے، یعنی سیاسی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ گو قدما اس کی بابت ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالتے۔ لیکن اگر ہم غور کریں تو انتی گونس نے لیزی ماخیہ میں بہت کم اور کاساندریہ میں کچھ بھی نہیں کر دکھایا۔ لیزی ماخیہ میں غالویوں پر وہ یک بیک ٹوٹ پڑتا ہے؛ (جسٹی نوس ۲۵، ۲؛ مقابلہ کرو Diog. La. ۲، ۱۴۰، اور ڈروائے سن ۳، ۱، ۱۹۳) - مکر و فریب اور ذرا سی خوش قسمتی سے اس قسم کی کامیابی آسانی سے ہو سکتی ہے؛ لیکن اس طرح کا فاتح جنگی اعتبار سے سورما نہیں کہا جا سکتا اس قسم کی چالبازی تاریخ کے درخشاں جنگی کامیابیوں میں شمار نہیں کی جا سکتی۔ رہا کاساندریہ، سو اُسے تو اُس نے نہیں بلکہ اُس کے خفیہ مددگار امینیاس نے مسخّر کیا تھا، اور وہ بھی چال چل کر؛ پولی اے نوس ۴، ۶، ۱۸۔ ان سب

باب ۵ اعتبار سے ایشیا اور یورپ ایک دوسرے سے پھر علیحدہ ہو گئے اور

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ معرکوں سے غالوی مقدونیہ و یونان پر حملہ کرنے سے باز نہیں رکھے جا سکتے تھے۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ واپس نہیں آئے، لیکن اسکی وجہ ایک تو یہ تھی کہ تھرموپلی کے مقام پر اُن کی مدافعت اچھی طرح سے ہوئی تھی، اور دوسرے ایسے مُلک میں جو شہروں سے بھرا ہوا تھا اُنھیں کھانے کے لئے کیا مل سکتا تھا، اور تیسرے ان میں سے بہت سوں کے ایشیا وغیرہ چلے جانے کی وجہ سے وہ کمزور ہو گئے تھے۔ اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ غالویوں کو یونان سے باہر رکھنے کا سہرا حوادث زمانہ اور یونانیوں کی شجاعت کے سر رکھنا چاہیئے نہ کہ مقدونوی بادشاہوں کے سر۔ اصل میں اس مورخ نے یونانیوں کے کارناموں کو نظرانداز اور مقدونوی بادشاہوں کے ایسے کارناموں کو سراہا ہے جن کا ذکر تک نہیں، تو اس کی وجہ وہی بے بنیاد مفروضہ ہے کہ اُس عہد کے جمہوریت پسند نالائق ہو گئے تھے اور اُنکی توانائی میں کمی پیدا ہو گئی تھی۔ پولی بیوس ۹، ۳۵ میں اکارنانی لیزی کوس کہتا ہے کہ مقدونیہ کے ہاتھوں یونان کی حفاظت اس واقعے سے سمجھ میں آتی ہے کہ جب کیرونوس کی موت کے بعد غالویوں کو مقدونیوں کا ڈر نہیں رہا تو وہ فوراً یونان پر ٹوٹ پڑے"۔ اس سے ہم قطعی نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ مقدونیوں نے تہذیب و تمدن کو غالویوں سے بچانے کے لئے کچھ بھی نہیں کیا۔ لیزی کوس کو کیرونوس کے جانشینوں کی کسی کامیابی کا قطعی علم نہیں ورنہ وہ اس کا ضرور ذکر کرتا۔ الغرض اُس نے جو استدلال کیا ہے وہ اسی طرح کا ہے کہ اگر ڈاکو کسی گاؤں پر حملہ کریں تو گاؤں والوں کی حفاظت دراصل وہ پہلا سپاہی کرتا ہے جو اُن سے سب سے پہلے برسرپیکار ہوتا ہے، دراںحالیکہ یہ گاؤں والے خود اپنی قوّت سے چند ڈاکوؤں کو مار ڈالتے ہیں اور باقی کو بھگا دیتے ہیں۔ اگر ہم یہ استدلال تسلیم کریں تو مقدونیوں کے پرانے اور نئے مداحوں کو برسرحق ماننا پڑے گا۔ ساتھ ہی یہ واقعہ ہے کہ مقدونوی بادشاہوں

باب۵

مصر سلطنت ایران کے زمانے سے بھی زیادہ (جس کی جگہ اب خاندان سلیوکوس نے لے لی تھی) ایشیا سے آزاد ہو گیا۔ لیکن دراصل ہر چیز میں ایک بدیہی فرق پیدا ہو چکا تھا، اس لئے کہ مصر میں اب ایک یونانی خاندان حکمران تھا اور سلطنت سلیوکوس کی بنیاد یونانی مقدونوی قومیت پر تھی جس میں یونانی عنصر کو تفوق حاصل تھا، چنانچہ بیرونی منفردیت کے پردے میں اب پہلے سے زیادہ اندرونی توحد کی کیفیت تھی۔ ہم مختلف مملکتوں کے اس ڈھیلے ڈھالے مجموعے کے مختلف حصّوں کا بیان کریں گے اور ان میں سب سے پہلے یوروپی مملکتوں کو لیں گے۔

مقدونیہ میں، جو ایشیا کے فاتحوں کا جنم بھوم تھا، باوجود قابل لوگوں کے ملک سے چلے جانے کے اب بھی بہت کچھ قوت و جرأت باقی تھی، اور کلٹوں کے حملے کے کوئی مستقل آثار باقی نہیں رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس ملک میں جو لوگ باقی تھے اُن میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ نے ایتھنزیوں سے زیادہ کر دکھایا، لیکن اسکے کئی اسباب ہیں، مثلاً مقدونیوں کا واقعی میلان، امینیاس جیسے شخص کے تعلقات، جس نے بے شمار اجیر سپاہیوں کو اُن کے لئے مہیّا کیا، اور اس اُصول کا بے تحاشا انطباق کہ جنگ کو اپنی ضروریات خود مہیّا کرنی ہوں گی۔ اگر ایک خود مختار مملکت چاہتی بھی تو بھی وہ ایسے حرکات نہ کر سکتی اسلئے کہ اس قسم کا طرز عمل آزادی کے اُصول کے منافی ہوتا۔

ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ غالوی ایسے گئے گزرے بربری نہ تھے جیسا فرض کر لیا جاتا ہے۔ مسالیہ سے دوسری صدی ق م کی ابتدا تک اُن کے تعلقات جاری تھے؛ ”مکتوبۂ لمپساکوس“ Inschrift von Lampsacos روداد ایتھنز Athen

Mittthail ، تتمۂ تا صفحۂ ۹۶ ، جس کا اقتباس ڈون نے اپنی کتاب ”کوہ الپ کے دروں کا استعمال“ “Duhn: Benutzung der Alpenpaesse 38. not.”

“Heidelb:Jahrb. II” میں کیا ہے۔

باب ۵

بھی بہت سے جری اور بہادر ہوں گے۔ ہم اس بات سے واقف ہیں کہ لشکر سکندری کے سپاہی مقدونیہ واپس جانے کے دل سے خواہاں تھے، اور اپنی قوت کے انتہائی عروج کے زمانے میں بھی اپنے اپنے گھروں کی واپسی میں زور دینے میں باک نہیں کرتے تھے۔ علی العموم مقدونیوں اور اُن کے حکمرانوں کے مابین جو تعلقات تھے وہ بالکل قدیم وضع کے تھے۔ اُن کا فطری میلان ملوکیت کی طرف تھا، اور اُنھیں اکثر مدعیان تخت و تاج کے موافق یا مخالف فیصلہ کرنا پڑتا تھا، جس کی وجہ سے بعض مرتبہ وہ واقعی صاحب تخت کی مخالفت کرنے میں بھی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے، اور جب خانوادۂ سکندری کا بالکل صفایا ہوگیا اُس وقت یہ صورت حال پہلے سے بھی زیادہ عام ہوگئی۔ اُنھوں نے اُس وقت تک پرھوس کا حکم مانا جب تک وہ قابلیت کیساتھ حکومت کرتا رہا، اور انتی گونوس کے سامنے اس لئے سر تسلیم خم کیا کہ اُس کی قابلیت پرھوس سے بھی زیادہ مسلّمہ تھی، گو اسکے علاوہ معلوم ہوتا ہے کہ تیجے نوس کی عزیز داری کی وجہ سے بھی انتی گونوس کو پیش کیا گیا تھا۔ مقدونیہ کی اندرونی حالت میں بھی کوئی بیّن فرق پیدا نہیں ہوا۔ اب بھی دیہاتی زندگی کو قدیم زمانے کی طرح تفوّق حاصل تھا اور چونکہ مقدونیہ میں شہروں کے ذریعے سے یونانی تمدن کے انتشار سے کوئی خاص فائدہ متصوّر نہ تھا اس لئے نئے شہر بہت کم آباد کئے گئے تھے۔ مقدونیہ کا پائے تخت اب بھی پیلا ہی تھا لیکن ممتاز ترین بلدیات میں اس کا شمار نہیں ہوتا تھا۔ مقدونیہ کا اثر تھریس، ایپائروس، تھسلی اور یونان میں پھیلا ہوا تھا۔ اگر کبھی مقدونیہ کے فرماں روا کی یہ خواہش ہوتی کہ مشرق، شمال اور مغرب کے حملہ آوروں کی طرف سے اپنے ملک کو بچائے رکھے اور ساتھ ہی ارض یونان پر بھی اثر ڈالے، تو

باب ۵

اس کی ضرورت تھی کہ وہ وسائل ملکی کی خاص نگرانی رکھے، خصوصاً اس لئے کہ مشرقی حکمرانوں کے برخلاف اس کا ملک متموّل نہیں تھا۔ اس کے اقتدار کا دار و مدار اس کی رعایا کی تنومندی اور قوّت پر تھا، چنانچہ فوجی خدمت لازمی تھی، اور پہلے کی طرح مقدونوی جتھا اب بھی ایک خوفناک آلۂ حرب بنا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ انتی گونوس کی خدمت میں اجیر سپاہی بھی تھے، لیکن اغلب امر یہ ہے کہ بجائے باضابطہ مشاہرے کے انھیں خانگی بحری قزاقی کے ذریعے پیٹ بھرنے کی اجازت دیدی جاتی تھی[1]

اگر لیزی ماخوس کا ستارہ بلند رہتا تو شائد تھریس اپنی تہذیب و تمدّن کو قائم رکھ سکتا، لیکن اب یہ کم و بیش بربریت لئے ہوئے قوموں، مثلاً تھریسیوں، کلٹوں، گیتاؤں وغیرہ کا مسکن بن گیا تھا، جن کے خلاف ساحلی آزاد یونانی ریاستوں کو اپنا سر بچانے میں مشکل پیش آتی تھی۔ ان ریاستوں کا سرگروہ شہر بیزنطہ تھا جس نے فیلقوس

---

[1] کاساندر نے مفصلۂ ذیل مزید شہر آباد کئے: - کاساندریہ، اولینتھوس کی جگہ؛ اورانوپولس راس آتھوس پر جسے الگزارخوس برادر کاساندر نے بسایا؛ تھسالونیکے تھرمے کی جگہ۔ مقابلہ کرو ڈرواے سن ۲، ۱، ۲۵۰، اور تھسالونیکے کے واسطے تافل Tafel کا بسیط مضمون "تھسالونیکے" De Thessalonica برلن ۱۸۳۹ء۔ لیکن بہت جلد مقدونیہ کے بادشاہوں نے شہر آباد کرنا چھوڑ دیا۔ انتی گونوس گوناتاس کے لئے ڈرواے سن ۳، ۱، ۸۷ وغیرہ؛ فون ولاموو تز: "انتی گونوس ساکن کاریستوس" von Willam. Antig. v. Karystos ۲۱۱ وغیرہ ۲۶۰۰ (مدّت سلطنت)۔

لیوی ۴۲، ۵۲ کہتا ہے کہ عالمگیر فوجی خدمت "ان لوگوں پر لازم تھی جو تدبیر جنگ میں تربیت یافتہ ہوں" ڈرواے سن ۳، ۱، ۹۰۔ زراعتی فصل کے موقع پر فوج کی برخاستگی (پولی بیوس ۴، ۶۶) سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فوج قومیت کا رنگ لئے ہوئے تھی۔

باب ۵ کے حملوں کی نہایت شدت سے مدافعت کی تھی، اور جہاں باوجود پہلے ہی سی مرفہ الحالی کے عیش و عشرت میں کمی اور آزادی کے جذبے میں بیشی پیدا ہو گئی تھی۔ اس قسم کے ملک میں کسی متمدن بادشاہ کے لئے شہروں کا وجود اتنا اہم تھا کہ لیزی ماخوس نے چند بلدیات آباد کر کے اپنا نام چار دانگ عالم میں مشہور کر دیا۔ اس کی سلطنت میں ایشیائے کوچک کا ایک حصہ بھی شامل تھا، اور اُس کی قوت کا دارومدار اسی حصے پر تھا، اس لئے کہ محض یوروپی تھریس، جو شمال میں غیر محفوظ اور چاروں طرف سے بربری اقوام کے حملوں کے لئے کھلا ہوا ہو وہ مستقل طور پر ویسے بھی آزاد و مرفہ الحال نہیں رہ سکتا، اور اس وقت تو بیزنطہ بھی اُس کے قبضے میں نہیں تھا۔ الغرض لیزی ماخوس کی موت پر سلطنت تھریس کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ ملک آزادی کے لئے اس قدر ناموزوں تھا کہ بہت جلد مصر، اور آخر میں دور دراز شہر ایتولیہ کا اُس پر اثر ہی نہیں بلکہ اس کے بعض حصّوں پر قبضہ بھی ہو گیا۔ ہمارے نزدیک یہ صورت حال تمدّن کے لئے فی الجملہ مفید ہی تھی، اس لئے کہ اب ایجئن اور بحیرۂ اسود کے مابین بحری شاہراہ پر ایسی جمہوریتوں اور چھوٹی چھوٹی مملکتوں کا ایک سلسلہ قائم ہو گیا تھا جنھیں تجارت میں مداخلت کی مطلق اہلیت نہیں تھی [۲]

مقدونیہ کے شمال میں دردانی آباد تھے، اور مغرب میں الیریائیوں کا ملک تھا جنھوں نے مقدونیہ کو چین سے نہیں بیٹھنے دیا [۳]

ذرا جنوب میں ساحل اڈریاٹک پر ایپائروس آتا ہے جس کے

---

[۲] تھریس۔ لیزی ماخوس کے لئے حواشی باب ۳ دیکھے جائیں۔ فریک Frick نے ایک نفیس مضمون لکھا ہے جو پاؤلی ۱، ۲، ۲۶۰۱ وغیرہ میں مندرج ہے۔

[۳] دردانی۔ دیکھو ڈروائے سن ۳، ۱، ۸۸؛ کیمبرٹ، ج ۶ ۲۹۹۔ اس زمانے میں دردانیوں پر شاہ مونونیوس حکمران تھا جس کے دیراکی نوع کے سکّے موجود ہیں؛ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" Head, H. N. ۲۶۷۔

باب ۵

قبیلے (جو تھیوپومپوس کے نزدیک ۱۴۵ تھے)، عہد زیر بحث میں متحد تھے۔ اس کے مغربی و جنوبی حصے میں اضلاع خاؤنیہ و تھسپروتیہ، اور اُس کے شمال و مشرقی گوشے میں ضلع مولوسس تھا۔ یہ سب قبیلے مولوسی شاہ پرھوس کے ماتحت تھے جس کے کارناموں کا متعاقب ذکر کیا جائے گا۔ پرھوس نے اپنا صدر مقام شہر امبریسیہ کو بنایا جسے سکندر ولد کاساندر نے اُس کے حوالے کر دیا تھا۔ ایپائروس والے اپنے ہمسایہ مقدونیوں کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتے تھے۴۔

اپنے اندرونی معاملات میں مُلک تھسلی آزاد تھا، لیکن سیاسی اعتبار سے غالباً اس کی اب بھی وہی کیفیت تھی جو فیلقوس کے عہد میں تھی۔ یعنی اُس پر مقدونوی اثر فائق تھا، اور اس کا قلعہ دیمتریاس جسے دیمتریوس نے تعمیر کیا تھا، اب بھی مقدونیوں کے قبضے میں تھا۔ ساتھ ہی یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تھسلی میں ایک فریق ایسا بھی تھا جو مقدونوی تفوّق کے مخالف تھا۵۔

وسطی یونان میں دو مملکتیں یعنی ایتھنز اور ایتولیہ ممتاز تھیں۔ سنہ ۲۸۶ ق م میں ایتھنزیوں نے اولیمپیودوروس کی سرکردگی میں میوزخانے پر، جس پر مقدونوی علم بلند تھا، حملہ کر کے قبضہ کر لیا، اور اس طرح خارجی دباؤ سے آزاد ہو گیا۔ سنہ ۲۷۹ ق م میں ایتھنزیوں نے غالویوں کے خلاف فوج اور بیڑے دونوں کے ذریعے سے نہایت زور کے ساتھ مدافعت کی تھی۔ ان کے اور ایتولیہ کے باہمی تعلّقات ۴۰ سال پیشتر سے نہایت دوستانہ تھے، جب دونوں نے ہمزبان

---

۴ ایپائروس۔ ڈروائے سن، ۳، ۱، ۹۴: امبریسیہ پرھوس کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ مرلیکر Merleker نے اسی مُلک، خاندان اور باشندوں پر متعدد مضامین لکھے ہیں جو کیونگزبرگ سے سنہ ۱۸۴۴ء، سنہ ۱۸۴۲ء اور سنہ ۱۸۵۲ء میں شائع ہوئے ہیں۔

۵ تھسلی۔ ڈروائے سن، ۳، ۱، ۹۲؛ ہرتزبرگ Hertzbug ۱، ۱۰۸۔

ہو کر باوجود سکندر کے صریح احکام کے ساموس اور اوئے نیادائے کو مقدونیوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ دیکھو جلد ۳، صفحہ ۳۶۵)[۵۶] ہم باب ۱۲ میں ایتولیہ کا مفصل ذکر کریں گے، یہاں یہ کہنا کافی ہے کہ اُن کے قبضے میں خلیج الوس اور بیوتی سرحد تک تمام وسطی یونان تھا۔ وہی درہ تھرموپلی اور "لیگ ہمسائگان" پر قابو یافتہ تھے، اور کلٹ قوم کی مدافعت کر کے اُنھوں نے موخر الذکر کی بڑی بھاری خدمت انجام دی تھی۔ ایتولیوں کے بعد لیگ کی مجلس میں ایتھنز کا اقتدار سب سے زیادہ تھا۔ ایتھنز وایتولیہ نے غالیوں سے محفوظ رہنے کی یادگار کے طور پر ایک نئی عید سوتیریہ قائم کر کے لیگ کے انتشار تمدن کے کام میں خاص دلچسپی لی۔ اس عید کو تمام دیار یونان میں دلچسپی کی نظر سے

---

[۵۶] ایتھنز۔ ڈروائے سن ۳، ۱، ۹۵) جس رائے کا اظہار کرتا ہے اُس سے ایتھنز کی حالت زبون معلوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ میوز خانے کی تسخیر کے بعد کچھ مدت کیلئے پرائیوس میں ایک مقدونوی لشکر مقیم رہا ہو (ڈروائے سن ۲، ۲، ۲، ۳۰۲، ۳۰۳، ۲، ۲۶، واخسموت ۱، ۶۱۹، ۶۲۰۔ چونکہ خود ایتھنز آزاد تھا، اسلئے ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ اُسکا سکہ بھی چلتا ہوگا، لیکن اس رائے سے ہیڈ متفق نہیں ہے (”تاریخ مسکوکیات“ ۳۱۲) اس لئے کہ اُس کے نزدیک سنہ ۳۲۲ ق م سے سنہ ۲۲۰ ق م تک سکہ سازی کا اختیار نہیں تھا۔ یہ عیاں ہے کہ آزادی کے زمانے میں بھی ایتھنز کو سکہ سازی پر کوئی مجبور نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے کہ بہت سے آزاد شہر ایسے تھے جن میں سرے سے ٹکسال ہی کا وجود نہیں تھا۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایتھنز کے سکے دور دراز مقامات میں چلتے تھے، اور نہایت مقبول تھے چنانچہ اغلب امر یہ ہے کہ جب اُسے آزادی حاصل ہوگئی ہوگی تو اُس نے ضرور سکے بنائے ہوں گے۔ ہمارے نزدیک سنہ ۳۲۲ ق م سے سنہ ۲۲۰ ق م تک کے زمانے میں ایتھنز کا سکہ سازی کو روک دینا قرین قیاس نہیں ہے۔

دیکھا گیا اور ہر جگہ اس خاص دن ناٹک کے کھیل ہونے لگے۔ یہی وجہ ہے کہ اس امفکتیونی انجمن نے دیونی سیوس کے نقاشوں کو خاص اپنی نگرانی میں لے لیا۔ اب گویا امفکتیونی لیگ میں مقدونیہ کی جگہ ایتولیہ نے لے لی تھی اور اس طرح مقدونیہ کو یونان پر مادی اور روحانی جو مواقع تھے وہ جاتے رہے تھے۔

اب اگر وہ وسطی یونان پر حملہ کرنا چاہتا تو اس کے لئے درۂ تھرموپلی کو عبور کرنا محال ہو جاتا، بلکہ وہاں پہنچنے کے لئے اسے یوبیہ ہو کر جانا پڑتا جہاں کے بلدیات خالکس و کاریستوس اس کے قبضے میں تھے۔ پھر اس کے لئے کوئی ایسا طریقہ باقی نہیں رہا تھا کہ مذہبی سردار کی حیثیت سے وہ یونان کے نام سے کوئی قراردادیں منظور کر سکے۔ نیز اسے آزاد یونان کے ساتھ کوئی اندرونی تعلق بھی باقی نہیں رہا تھا۔ ان سب باتوں پر نظر ڈال کر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ایتولیوں نے امفکتیونی لیگ کو جو از سر نو منظم کیا تو اس کے لئے وہ تمام یونان کے شکریئے کے مستحق تھے۔ ہم اس سے واقف ہیں کہ ایتولیوں اور اکارنانیوں میں ازلی دشمنی تھی جس کی وجہ سے اکارنانیوں کا فطری میلان مقدونیہ کی جانب تھا چنانچہ سنہ ۳۱۴ ق م میں انھوں نے کاساندر کی صلاح سے چند بڑے بڑے شہروں میں، جن میں سے ایک ستراتوس بھی تھا، اپنے آپ کو مرتکز کر لیا۔ سنہ ۳۱۶ ق م میں کاساندر نے تھیبز کی آزادی کا احیا کر کے بیوتیہ کے ایک حصے کو مقدونیہ کا ہمنوا بنا لیا تھا، گو اسی میلان کا نتیجہ یہ نکلا کہ باقی سب بیوتی مخالفین مقدونیہ کی صف میں شامل ہو گئے۔ اس ضمن میں آخری بات یہ بھی ہے کہ لاخاریس نے تھیبز ہی میں پناہ لی تھی، اور یہی شہر دیمتریوس پولیورکیتیس کے خلاف نہایت بہادری سے لڑا تھا۔[شہ]

[شہ] ایتولی۔ ڈروائے سن ۳، ۱، ۷۹ تا ۹۹؛ نیز متعاقب، حواشی باب ۱۲۔

باب ۵

پیلوپونیز پر مقدونیہ کا کم از کم اتنا اثر ضرور تھا جتنا وسطی یونان پر تھا، اور اُس نے اپنی قوت و اقتدار کا مظاہرہ اکرو کورنتھوس کی قلعہ بندی کر کے کیا۔ اس کے طرفدار کورنتھ، سکیون، آرگوس، مسینیہ، ایلس اور آرکیڈیا کا ایک حصّہ تھا جس میں میگالوپولس بھی شامل تھا، لیکن دوسری طرف تقریباً سنہ ۲۸۰ ق م میں اکائیہ نے آزادی کا راگ الاپنا شروع کر دیا۔ مقدونیہ مختلف شہروں میں اپنے اثر کو خودسر مقرر کر کے مستحکم کر رہا تھا۔ اس قسم کے وسیع الاثر سیاسیات میں اسپارٹا کو کسی قسم کی مداخلت کرنا پسند نہیں تھا، اور اسی لئے اُس نے اپنی حیثیت بالکل آزادانہ رکھی تھی۔ سنہ ۲۹۵ ق م میں اُسنے دیمتریوس کے خلاف اور اس کے بعد انتی گونوس گوناتاس کے خلاف ہتھیار اُٹھائے، اور الولودوروس والئ کاساندریہ کی پشت پناہی کی۔ اُسنے کلیومنیوس کی سرکردگی میں انتی گونوس کے خلاف بہت کچھ سرگرمی دکھائی جس کا ذکر اس کتاب کے نویں باب میں کیا جائے گا۔ ہم اسی باب میں یہ بھی دیکھیں گے کہ کم از کم ایک موقع پر اسپارٹا کلیومنیوس کے ہم مقابل آریوس کی ماتحتی میں انتی گونوس گوناتاس کا طرفدار بن گیا۔ اُس زمانے میں لقونیہ کو بھی اہمیت حاصل ہوتی ہے، اس لئے کہ عمّال سلطنت کی اجازت سے اُس کے جنوبی حصّے خصوصاً راس تینارم میں ہر طرح کے لوگ اکٹھے ہوتے رہتے تھے اور حکومت اُن سے جو چاہتی خدمت لیتی رہتی تھی۔ ہم ناظرین کی توجّہ اس طرف کئی مرتبہ مبذول کر چکے ہیں۔ یہی کیفیت جزیرہ کریٹ کی بھی ہے جہاں کی جمہوریتوں کو مکمل آزادی حاصل تھی۔ ان ممالک کے تعلقات مصر و سریہ سے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اختلاط اکارنانیہ، دیودوروس ۱۹، ۶۷؛ بوسولٹ ۲، ۷۵۔
بیوتیہ۔ ڈرواسےن ۳، ۱، ۹۳ تا ۹۵؛ زمانۂ مابعد پولی بیوس ۲۰، ۴ تا ۶؛
بوسولٹ ۱، ۱، ۲۶۳۔

باب ۵

نہایت اچھے ہیں، اور یہی کیفیت ایتولیہ کی بھی ہے جسے اجیر سپاہیوں اور بحری لڑائی کی طرف خاص میلان تھا۵۸

اگر ہم مقدونیہ کے اثر کا اندازہ کرنا چاہیں تو ہمیں شمال سے جنوب کی طرف دو ترچھے خطوط کھینچنے پڑیں گے۔ شمال و مشرق سے جنوب و مغرب کی طرف آؤ تو مقدونیہ کے حلقۂ اثر میں یوبیہ، بیوتیہ، کورنتھ، سکیون، آرگوس، جنوبی آرکیڈیا اور مسینیہ شامل نظر آئیں گے؛ اس کے مغرب میں ایتولیہ مع دیلفی و تھرموپلی کے آزاد تھے، لیکن اکارنانیہ از سر نو مقدونیہ کا ہمنوا بن گیا ہے۔ اس کے مشرق میں ایتھنز و اسپارٹا مقدونیہ کے ماتحت نہیں اور ان مقامات پر اب مصر اپنا اثر قائم کرنا چاہتا ہے۔

جزائر مدترین میں مقدونیہ و مصر کے اثرات ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہیں، لیکن آخر کار مصر ہی کو تفوق حاصل ہوتا ہے گو بعد میں جزیرے والے اپنی ایک متحدہ جمہوریہ قائم کر لیتے ہیں (دیکھو باب ۲۳)۔

ہم یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہیں کہ یونانیوں کی عام کیفیت کو کسی حالت میں مایوسانہ نہیں کہا جا سکتا۔ اور چونکہ مقدونیہ کی

---

۵۸ اسپارٹا۔ ڈرواۓ سن ۳، ۱، ۲۰۰۔ کلیونی موس نے مصر کا ساتھ دیا اور انتی گونیوسیوں کی مخالفت کی۔ اٹلی سے واپسی پر اس نے کورسائرا فتح کیا، لیکن تقریباً ۳۰۲ ق م میں اسے دیمتریوس نے نکال دیا؛ ڈرواۓ سن ۲، ۲، ۱۹۰۔ بعد ازاں وہ دیمتریوس کے دشمن لاخاریس کی معیت میں ایتھنز پہنچا۔ اس کے بعد اس نے انتی گونوسیوں کے خلاف اسپارٹا کے ساتھ اور پھر مصر کے حلیف پرھوس کے ساتھ سازش کی۔ کلیونی موس کا مد مقابل آریوس تھا، جس کے مشتبہ طرز عمل کے لئے دیکھو یادداشت ہائے متعلق باب ۹۔

کریٹ کے لئے دیکھو ستر ابو ۱۰، ۴۷۷۔

حالت کچھ قابل رشک نہ تھی اس لئے اگر ان میں ذرا زیادہ سیاسی اتفاق ہوتا تو وہ غالباً اپنے کندھوں سے مقدونوی جوا اتار کر پھینک دیتے۔

اب ایشیا کی طرف آئیے[9] ہم یہاں کی سب سے زیادہ اہم

---

[9] ایشیائے کوچک کا جغرافیہ۔ دیکھو حواشی باب ۴۔ لولنگ Lolling نے ا' میولر A. Mueller ۳، ۲۴۹ میں قدیم تصانیف کا ملخص پیش کر دیا ہے، لیکن اس کے بعد حال ہی میں ایشیائے کوچک کی تحقیقات میں بڑی بھاری ترقی ہوئی ہے؛ لولنگ نے اس کا بھی خاکہ دے دیا ہے (۱، ۱، ۹۴۹ وغیرہ) اور رئناش Reinach نے بھی اپنی کتاب ”وقائع مشرقی“ Chroniques L'Orient میں جو ابتداءً جریدۂ آثاریات Revue Archeologique میں چھپی تھی اور اب ایک علیحدہ مجلّد کی شکل میں شائع ہوئی ہے، اس کا مفصل بیان کیا ہے۔ اس میدان میں ہر سال مزید ترقی ہوتی ہے۔ سنین حال میں مفصلۂ ذیل علماء میدان تحقیقات ایشیائے کوچک میں ممتاز ہیں: گ۔ ہرشفیلڈ G. Hirschfeld بین دورف Benndorf، نی مان Niemann، لانکورونسکی Lanckoronski پیٹرسن Petersen، پاتون Paton (کاریہ ولکیہ، پمفیلیہ، پسیدیہ) ہومان Humann، پخشتائن Puchstein (گالاتیہ، کوماگینے) ریمزے Ramsay، ہوگرتھ Hogarth (بالخصوص افروجیہ)، سٹیریٹ Sterreth (وسطی و جنوبی ایشیائے کوچک)، بنٹ Bent، ہیبرڈے Heberdey، ولہلم Wilhelm (کلیکیہ)؛ نیز فابریکیوس Fabricius، وینےفیلٹ Winnefelth، یودائخ Judeich، کلارک Clarke، کولڈوے Koldeway، شُخہارٹ Schuchhardt، ہلر فون گیرٹنگن Hiller von Geartingen، پیرس Paris، گارڈنر E. Gardner، رادے Raidet، دیورباخ Duerbach، فوژیر Fougeres وغیرہ۔ اس فہرست میں ارض ٹرواٹے اور پرگامم کے محققوں کے نام شامل نہیں کئے گئے۔ جنوبی ایشیائے کوچک پر زیادہ تر

باب ۵

مملکت شام سے شروع کریں گے، وہ مملکت جس نے سکندر کے ایشیائی مقبوضات پر حکومت کرنے کا دعویٰ کیا، گو اس دعوے کی کوئی صحیح بنیاد عرفاً یا قانوناً نہیں تھی۔ بہرنہج اس مملکت نے انطاکوس اعظم کے عہد حکومت میں ہیلیس پونت سے لے کر ہندوستان تک ہی نہیں بلکہ یوروپی یونان میں بھی مداخلت کی اور یہ مداخلت اس وقت تک برابر ہوتی رہی جب تک سلیوکوس کے جانشینوں کو یہ محسوس نہ ہونے لگا کہ اس دعوے کو وہ منوا نہیں سکتے۔ اس عہد میں جس کا اس وقت ذکر کیا جا رہا ہے (یعنی تقریباً ۲۷۵؁ ق م میں) سلیوکیوں کی سلطنت کی (جسے سلطنت سوریہ بھی کہتے تھے) وہ اہمیت نہیں رہی تھی جو اُسے سلیوکوس اوّل کے عہد میں حاصل تھی۔ سلیوکوس "فاتح" نے اس سلطنت کو منظم کیا تھا چنانچہ اب اس کی ضرورت ہے کہ ہم ازسرنو اُس کی زندگی کی طرف رجوع ہوں۔

اس نے بہت جلد یہ صحیح اندازہ کر لیا کہ ایشیا کے سرحدی علاقوں پر بادشاہت کا کھیل کھیلنے کے بجائے یہ بدرجہا بہتر ہے کہ یہاں اُس کے سچے اور واقعی حلیف پیدا ہو جائیں۔ ۳۱۷؁ ق م میں یودےموس نے پوروس کو قتل کر دیا تھا، اور اس کے بعد خود اس قاتل کو انتی گونوس نے مار ڈالا تھا۔ اس پر چندرگپت بادشاہ ہندوستان نے (جسے یونانی ساندرکوتوس کہتے تھے) ملک سندھ کے محاذی علاقوں پر

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ آسٹریا والوں نے کام کیا ہے۔ بہترین نقشے کیپرٹ Kiepert کے ہیں جنہیں خود اُسکی اشاعتوں کے نقشے وغیرہ وہ نقشے شامل ہیں جو دوسرے مصنفوں کے سفرناموں کیلئے اُسنے تیار کئے۔ نیز مقابلہ کرو فائیگل "ایشیائے کوچک میں آثاریات کے لئے تحقیقاتی سفرنامے" Feigl: Archæolog. Forschungsreisen in Kleinasien

آسٹری جریدہ ماہواری متعلق دیار مشرقی Oeterreich Monatsch Orient سال ۱۸، نمبر ۶ و ۷

باب ۵ قبضہ کرلیا تھا، اور جزیرہ نمائے گجرات سے دہانۂ دریائے گنگ تک اپنی سلطنت قائم کرلی۔ پہلے تو سلیوکوس نے اُس سے لڑائی ٹھانی، لیکن پھر اُس کے ساتھ صلح کرنے پر مجبور ہو کر دریائے سندھ کے مُلک سے اپنے قدم پلٹا لئے جس کے معاوضے میں حکمران ہند نے اُسے وہ ہاتھی نذر کئے جن کی وجہ سے میدان اپسوس اُسکے ہاتھ رہا (دیکھو باب ۲)۔ اُس نے اپنا سفیر میگاس تھنیس چندر گپت کے پائے تخت پاٹلی پتر بھیجا، جس کے ذریعے سے دونوں حکمرانوں کے مابین خوشگوار تعلقات قائم ہوگئے۔ یہی وہ میگاس تھنیس ہے جس نے ہندوستان کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس کے بعض اجزاء ہم تک بھی پہنچے ہیں۔ سکندر نے غایت عقلمندی کے ساتھ بہت سے یونانیوں کو اس سرحدی علاقے میں لاکر آباد کر دیا تھا چنانچہ یہ آبادکار تہذیب و تمدن یونان کے مستقل مرکز بنے رہے۔ واضح ہو کہ عام کلیئے کے مطابق، سرحدی علاقوں میں آباد ہونے کی وجہ سے ان یونانیوں کو اندرون مُلک کے باشندوں سے زیادہ اختیارات حاصل تھے۔ جنگ اپسوس کے بعد سلیوکوس نے اپنا پائے تخت بابل سے اپنے آباد کردہ انطاکیہ بدریائے اورونتیس کو منتقل کر دیا اس لئے کہ شائد وہ بحیرۂ روم کے قریب رہنا پسند کرتا تھا، ورنہ جغرافی اعتبار سے تو انطاکیہ کے بجائے جو دریائے اورونتیس پر تھا سلیوکیہ کو جو سمندر پر واقع تھا، مستقر بنانا بیکار سا معلوم ہوتا ہے، بالخصوص اس لئے کہ انطاکیہ کو کبھی بھی زیادہ اہمیت نصیب نہیں ہوئی، لیکن سلیوکوس کا خیال تھا کہ ساحل بحر پر صدر مقام محفوظ نہیں رہے گا، اور ہوا بھی یہی کہ سلیوکیہ مدت دراز تک بطالسہ مصر کے قبضے میں رہا۔ بہر حال اس نے ایک ایسے مقام کا انتخاب کیا جو ساحل سے قریب ہی ایک زرخیز رقبے میں واقع تھا۔ ہم ذرا تفصیل سے انطاکیہ کا تذکرہ اس کتاب کے اکیسویں باب

باب ۳

یں کریں گے اور یہاں صرف اس بات پر اکتفا کریں گے کہ شہر انطاکیہ سلطنت سوریہ کی گویا ایک ظاہری علامت تھی۔ سمندر کے قریب ساحل سے ذرا ہٹ کر، جنگل کے قریب لیکن اتنا نہیں کہ اُسے قافلے والے اپنا جائے روانگی بنالیں۔ یہ شہر اُسی سلطنت کے گویا مماثل تھا جس کا پائے تخت ہونے کا اُسے فخر حاصل تھا، اور جو واقعاً فوج اور بیڑے کا باضابطہ مرکز نہیں تھا اس لئے کہ دونوں محکمے تو بالکل مصنوعی تھے۔ یہ شہر یونانیوں کا شہر تھا، اور اس سلطنت کا مالہٗ و ماعلیہ یہی تھا کہ مشرق میں یونانی اُصول پر ایک مملکت قائم کی جائے۔ انطاکیہ کے محل وقوع پر بحث کرتے وقت یہ یاد رکھنا مفید ہوگا کہ فینقیہ اور کیلوسوریہ دونوں کے اکثر حصص پر مصر کی عملداری تھی چنانچہ اُس زمانے میں انطاکیہ اکثر محض ایک سرحدی شہر بنا رہا۔ باوجود ان تمام باتوں کے سلیوکوس ضرور اس نتیجے پر پہنچا ہوگا کہ یہ ایک منتشر سلطنت کا پائے تخت ہے اور اس کا محل وقوع ایسا ہے جس میں اس اعتبار سے کم سے کم خامیاں نظر آتی ہیں۔

یہ واقعہ ہے کہ اپنا پائے تخت مغرب کی طرف منتقل کرنے سے بادشاہ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اندرونِ مُلک سے اپنا اثر اُٹھالے۔ اُس نے مُلک کی سیاسی تنظیم کچھ اس طرح سے کی کہ مرکزی حکومت کو اندرونی معاملات ایشیا میں سکندر کے زمانے سے بھی زیادہ مداخلت کرنے کا اختیار تھا۔ اُس نے اپنی سلطنت کو ۷۳ ستراپیوں میں منقسم کیا۔ گو ہم وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ اُس کی سلطنت کا رقبہ کیا تھا، لیکن ہمیں یہ ضرور معلوم ہے کہ قدیم ایرانی صوبوں کو سکندر نے چھ چھ جدید صوبوں میں تقسیم کیا تاکہ صوبہ داروں کے اختیارات محدود ہو جائیں، اور پرانے صوبوں کو اس اندرونی تواحد سے محروم کیا جائے جس کے باعث ان میں بغاوت اور خلفشار آسانی سے پیدا ہونے کا احتمال رہتا تھا۔ اس جدید تقسیم

باب ۵

میں بھی وہی اُصول مدنظر تھے جو فرانس کے مختلف ڈپارٹمنٹوں میں تقسیم تھے۔ مرکزی حکومت کی تنظیم طبقۂ محبان شاہی کے قیام سے سمجھ میں آسکتی ہے، اور یہ طبقہ نہ صرف یہاں بلکہ مقدونیہ، مصر اور ملوکیتوں میں بھی غالباً موجود تھا۔ ان ہی عائد شاہی پر "مجلس مملکت" مشتمل تھی، اور ہر محکمۂ سلطنت کا ایک ایک نگران مقرر ہوتا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سلیوکوس نے ایشیا میں بہت سے شہر آباد کرکے (جن کی تعداد ایک مورخ نے ۷۵ لکھی ہے) ایشیا کو یونانی قالب میں ڈھالنے کے طرز عمل کو جاری رکھنے کی کوشش کی۔ ایپان کا بیان ہے کہ اُس نے اپنے باپ کے نام پر ۱۶ انطاکیہ، اپنی ماں کے نام پر ۵ لاؤدکیے، خود اپنے نام پر ۹ سلیوکیے اور اپنی بیویوں کے ناموں پر تین اپامیے اور ایک ستراتونی کیہ آباد کئے۔ ان کے علاوہ دوسرے جو شہر اُس نے آباد کئے اُن کے نام یونانی یا مقدونوی شہروں کے یا اپنی مہموں کے ورنہ خود سکندر کے نام پر رکھے۔ امیانوس کہتا ہے کہ نیل و فرات کے درمیان اُس نے جن گاؤں کی توسیع کرکے شہر بسائے اُن کے اصلی نام مؤلف کے زمانے میں جدید ناموں کے ساتھ زبان زدِ خاص و عام تھے۔ لیکن جس ضلع پر اُس کی نظر سب سے زیادہ تھی اور جس میں اُس نے یہ نوآبادیاں قائم کیں وہ کلیکیہ کے جنوب و مشرق اور کوماگینے کے جنوب میں بالائی شام کا ملک تھا جس کا نام سلیوکس رکھا گیا اور جسے سب سے پہلے اسی حکمران کے عہد میں اہمیت حاصل ہوئی۔ یہاں اُس نے چار بڑے بڑے شہر آباد کئے، یعنی انطاکیہ، سلیوکیہ، اپامیہ اور لاؤدیکیہ جنہیں گویا اس کے خاندان کے باضابطہ قائم مقام سمجھنا چاہیئے۔ استرابو اس ضلع کو "تتراپلس" یا "چوبلدیہ" کہتا ہے۔ دوسری صدی ق م میں، یعنی اسکندر بالاس سے انطاکوس ہفتم تک ان چار شہروں میں جو سکے ڈھالے گئے اُن پر الفاظ "ادیلفون دیمون" یعنی بلدیات متحالف "کندہ ہیں۔ اگر ہم

سلیوکوس کے باقی ماندہ شہروں کا کچھ اندازہ بیان کرنے کی کوشش کریں تو ہمیں مفصلۂ ذیل شہر ملیں گے: اوّل تو اورونتیس اور فرات کے درمیان شہر اور ویوس جسے نکاتور کا آباد کردہ بتایا جاتا ہے؛ یہ شہر مقدونوی شہر اور دیوس کے نام پر موسوم ہے جہاں سلیوکوس پیدا ہوا تھا۔ دریائے فرات پر اُس مقام پر جہاں مشرقی شاہراہ اس دریا سے ملتی ہے اُس نے زیوگما اور اُس کے مقابل مغربی کنارے پر اپامیا اور اس کے قریب ہی سلیوکیہ آباد کیا۔ زیوگما کے جنوب میں بامبیکے ہیراپولس ایک قدیم شہر تھا جسے سلیوکوس نے اب دوبارہ آباد کیا۔ اس کے قریب ہی دریائے فرات پر ایک جدید اسفی پولس بھی بسایا گیا۔ ہم اس نواح کے شہر نکاتورس کے محل وقوع سے واقف نہیں ہیں۔ ضلع کیرستیکے میں (جس کا نام مقدونوی شہر کیرھوس کے نام پر رکھا گیا تھا، زنجیرۂ اما نوس، اور فرات کے درمیان شہر بیرویہ تھا جو آجکل حلب کہلاتا ہے، اور اسے بھی نکاتور ہی نے آباد کیا تھا۔ اُس نے دجلہ اور فرات کے درمیان ضلع آرتھا میں ایدیسہ کا شہر بسایا جو از منۂ وسطیٰ میں چار دانگ عالم میں مشہور رہا۔ ہم اُس کے شہر سلیوکیہ کی طرف، جو دریائے دجلہ کے کنارے پر تھا، ناظرین کی توجہ اس کتاب کے بیسویں باب میں مبذول کریں گے، لیکن یہاں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اُس بعید زمانے میں بھی یہ شہر نہایت وسیع اور اس کی شہرت درخشاں تھی۔ میدیہ میں اُس نے شہر رھاگائے کا نام بدل کر یوروپوس رکھ دیا، پارتھیا میں اُس نے ساکیوپے اور ہکاتومپی لوس آباد کئے اور موخر الذکر کو اُس نے اُس حصۂ ملک کا صدر مقام بنایا۔ شام کے مغرب میں دریائے سالی کادنوس پر سلیوکیہ اور زنجیرۂ توروس پر اپامیا دامیہ کی بنیاد بھی نکاتور ہی نے ڈالی تھی۔ سلیوکوس کے اکثر بلدیات جن کا ذکر ہم سنتے ہیں، بحیرۂ روم اور مدیہ کے درمیان واقع

باب ۵

تھے۔ اُس کی خواہش یہ تھی کہ اورونتیس کے دہانے سے لے کر بابل تک کا ملک اُسی کے مکمل قبضۂ اقتدار میں ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سلطنت شام کے بلدیات کی حیثیت کیا تھی۔ یونان میں بلدیہ کا مفہوم یہ تھا کہ وہ اندرونی انتظامات میں خود مختار ہو، چنانچہ یہ سب شہر خود مختار تھے۔ اسی طرح ہمسایہ فنیقی شہر بھی، جنھیں یونانیوں کے ورود سے پہلے ہی سے اندرونی خود مختاری حاصل تھی، ان کے لئے بمنزلہ نمونہ کے تھے، اور مشرق کی تاریخ مابعد سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ ان میں سے بہت سے بلدیات ایسے تھے جنھیں سکّہ سازی کا اختیار حاصل تھا۔ ہم یہ قطعی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ آیا دیگر حصص عالم کے ساتھ وہ براہ راست تعلّقات رکھ سکتے تھے یا نہیں۔ بہت سے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی اخلاقی اہمیت بہت بڑی تھی۔ مثلاً انطاکوس سوم کے عہد میں مدّعی تخت و تاج اکائیوس نے ان سے مدد طلب کی تھی۔ لیکن ہمیں اس بات کا علم نہیں کہ اُنھیں شام کی فوج میں جدا جدا رسالے بھیجنے کی آزادی حاصل تھی یا نہیں، گو یہ ہم ضرور کہہ سکتے ہیں کہ وہ اضلاع جن میں یونانی زیادہ تعداد میں آباد تھے، اس فوج میں ایک قابل قدر حصّہ لیتے تھے جس کی مثال کے طور پر ہم کارہستائیوں کا ذکر کریں گے جن کے رسالے بالکل علیحدہ تھے۔ ظاہر ہے کہ بہت سے حصّہ جات مُلک ویسے بھی تھے جن کے باشندے اپنا انتظام بلدی نمونے پر نہیں کرتے تھے، بلکہ وہ ایشیا کے معمول کے مطابق شیوخ قبائل کے ماتحت سلطنت کے باجگزار تھے۔ ان میں سے بعض ممالک ایشیائی تمدّن کی صفِ اوّل میں تھے۔ آخر میں یونانی عنصر کو شہروں میں فروغ حاصل ہوتا ہے، اور یونانی زندگی کی ترقی اس واقعے سے عیاں ہے کہ مُلک شام تقریباً کلّیۃً شہری رقبہ جات میں منقسم ہو جاتا ہے۔

شام کے حکمرانوں اور شہریوں نے جو عظیم الشان خزانے معمور کئے یہ دولت دراصل تجارت سے پیدا ہوئی تھی۔ اس معنی کر کے بھی سلیوکوس کی سلطنت بابل و ایران کی صحیح جانشین سمجھی جا سکتی ہے ان بادشاہوں نے قدیم ایشیائی شاہراہوں کو قائم رکھتے ہوئے نئی شاہراہیں تعمیر کرنے کی کوشش کی، چنانچہ سلیوکوس نکاتور نے سلیوکیہ بدریائے دجلہ پر بحیرۂ روم اور ہندوستان کی باہمی تجارت کا ایک مرکز قائم کیا (دیکھو باب ۱۲)، اور ساتھ ہی یہ بھی پیش نظر رکھا کہ بحیرۂ خزر اور بحیرۂ اسود کے درمیانی راستے کو بھی کام میں لائے۔ اُسنے پتروکلیس کو، جو مدبر ہونے کے ساتھ ہی ساتھ عالم بھی تھا، اس نواح میں بھیجا، چنانچہ وہ بحیرۂ خزر کے شمال کی طرف رُخ کر کے اُن مقامات تک چلا گیا جہاں اس سے پہلے دوسرا کوئی فرد بشر نہیں گیا تھا۔ اُس نے اپنی اس سیاحت کی بابت ہمارے لئے ایک کتاب بھی چھوڑی ہے۔ اس مہم سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیوکوس اب تک اپنے آپ کو بحیرۂ خزر کے جنوبی ساحلوں کا مالک تصور کرتا تھا، گو بحیرۂ اسود کے جنوب میں اس کا اقتدار صفر کے برابر تھا۔ نلہ باب ۵

نلہ سلطنت سلیوکیان۔ زمانۂ حال کے محققوں میں سے خاص طور پر قابل ذکر کلیس Cless ہے جس نے پاؤلی کے "محیط" .Pauly's R. E میں مضامین لکھے ہیں۔ گو جنوبی شام یا "کیلا سوریہ" جس میں ابتدا میں جولیبان و انتی لیبان کی درمیانی وادی اور پھر تمام جنوبی شام شامل تھا، اس سلطنت سے اکثر و بیشتر بے تعلق اور سلطنت بطالسہ کا ایک جزو تھا، تاہم اُسے علی العموم "سلطنت شام" ہی کا لقب دیا جاتا تھا۔ آل سلیوکوس کا تعلق ہندوستان سے: سترابو ۱۵، ۲، ۹: ۷؛ ڈرواے سن ۳، ۱، ۸، ۷؛ زیلو سے میعول Susem، ۵۴۷/۵۵۲ بہتر صوبے، اپیان: "سوریہ" App. Sy ۶۲؛ سلطنت پارتھیا کی تقسیم کا اُصول اغلباً شام سے لیا گیا تھا۔ دیکھو متعاقب، باب ۱۹۔

اس کے برعکس مغربی ایشیائے کوچک پر سلیوکیوں نے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ شاہان مقدونیہ کا دربار "اولے" پولی بیئس ۱۸، ۵۵۔ حکمران کے قریب "دوستان شاہی"؛ پولی بیوس ۵، ۲۲؛ لیوی ۳۰، ۴۲؛ ان میں سے بعض کو "دوستان اعلیٰ" کہتے تھے؛ مصر کے ابتدائی زمانے میں بھی "شاہی دوست" اور "منظور نظر دوست" تھے؛ ایرمان: "مصر" Erman. Aegypten ۱، ۱۱۰۔ مقابلہ کرو اِسپیتا: "مقدونیہ میں دوستان شاہی" Spitta: De amicorum in regno Macedon. cond. برلن ۱۸۷۵ء۔ زمانۂ مابعد میں رومن شہنشاہوں کے بھی اسی نوع کے "دوست" ملتے ہیں۔ "رشتہ داران شاہی" کلیس، پاؤلی ۶، ۱، ۲۳۱ میں اس زمانے میں ان ملوکیتوں میں اس وقت تک سوریناس جیسے وزیر کا ذکر نہیں جو بعد میں پارتھیا میں وزیر اعظم تھا (شپیگل: "ایران قدیم" Spiegel: Eran. Alter ۲، ۱۰۴)؛ تاہم نوشتوں اور مصنفوں کے اجزا سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیوکیان کی سلطنت اور پرگامم میں وزیر اعظم کو "سربراہ کار امور" کہتے تھے (فرینکل: "نوشتہ جات" Fraenkel: Inschr. ۱، ۱۰)۔ دیکھو عقب، باب ۲۷، حاشیہ ۱۔ یہاں لفظ "باضابطہ" کا اضافہ کرنا چاہیے۔ اسی طرح متھرادائیس کے وزیر جنگ کا خطاب "سربراہ کار قوت"۔ مقدونیہ، شام، پرگامم، پونتوس کے حکمرانوں کے "اعزہ" (فرینکل: "نوشتۂ پرگامون" F: Inschr. Von. Pergamon، حاشیہ نمبر ۱۷۹)۔

بعض صوبہ داروں کو "ستراپ" اور بعض کو "ایپارخ" (پریفکٹ) کہتے تھے، لیکن بعض جگہ انھیں استراتےگوئی کا لقب بھی دیا گیا ہے؛ پولی بیوس ۵، ۴۶؛ ڈرواسے سنی ۳، ۱، ۶۵۔ بعض مرتبہ ہم سلطنت کے کسی بڑے رقبے کے "نائب شاہ" سے بھی دوچار ہوتے ہیں جیسے انطاکوس اوّل جو مشرق میں واقعتاً بادشاہ تھا، اور ایشیائے کوچک میں اکائیوس۔

تخت شاہی پر وارث کے تعین کا مسئلہ کہ وہ مرنے والے حکمراں کا بیٹا ہو یا بھائی، واقعات و حالات کے تحت طے ہوتا تھا۔ سلیوکوس اوّل نے

صرف قبضہ ہی نہیں کرنا چاہا بلکہ یہ کوشش کی کہ اُس پر اُن کا حق ملکیت بھی باب

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ جو شہر آباد کئے، دیکھو اپیان: "سوریہ" ۵۷، Amm. Marc. ۱۴، ۸۵؛ پیوسانیاس کہتا ہے کہ ان کی تعداد ۷۵ تھی۔ ملالاس کے قریب دمشق؛ میولر Fr. ۴۳، ۷۰، ۴؛ مقابلہ کرو ڈرواۓ سن ۳، ۲، ۴۴ ۲۵۔

سلیوکس" استرابو، ۱۶، ۷۵۰، تترا پولس، ایضاً ۷۴۹۔

زیوگما، اپامیا اور سلیوکیہ؛ ڈرواۓ سن ۳، ۲، ۳۰۶۔ اور دیس، استیفان ساکن بیزنطہ، بیرویہ (ڈرواۓ سن ۳، ۲، ۲۸۰) یعنی حلب اس وقت بھی ایران و ہندوستان کے سیدھے راستے پر ایک خوشحال شہر ہے؛ بیڈیکر: "فلسطین" ۴۰۵۔ سلطنت کے انتزاع کے وقت یعنی تقریباً سنہ ق م میں بیرویہ و ہرقلیہ کا خود سر دیونی سیوس تھا؛ استرابو، ۱۶، ۷۵۱۔ ہیئے راپولس (موجودہ ملنبج؛ بیڈیکر: "فلسطین"، ۴۰۵) اور نکاتورس؛ ڈرواۓ سن ۲۸۹، ۲۹۰۔ امفی پولس ایضاً ۳۰۹۔ ایدیسہ، ایضاً ۳۱۱؛ بابلون "شاہان سوریہ" Babelon: Rois de Syrie صفحہ CIII

میں نے باب ۲۰ کے حواشی میں دجلہ والے شہر سلیوکیہ کا ذکر کیا ہے، جسے بابلی نوشتے "ملوکی شہر" کا لقب دیتے ہیں؛ "جریدۂ اشوریات" Zeitschrift fuer Assyriologie جلد ۷، ۲۳۲۔ سلیوکس کی بنیاد کے موقع پر موبدوں کی مخالفت، اپیان: "سوریہ" ۵۶۔

یوردیوس، وغیرہ؛ ڈرواۓ سن، ۳۱۹-۳۲۱۔

سلیوکس بدریاۓ کالی کادنوس، اپامیا، دامیہ؛ ڈرواۓ سن ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۴۷؛ و نیز اسی کتاب کے ابواب ۱۳ و ۲۰۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دیمتریوس اول (سنہ ۱۶۲/۱۵۰ ق م) انطاکیہ سے باہر ایک قلعے میں رہتا تھا، اس لئے کہ اُسے شہر والوں کی طرف سے اطمینان نہیں تھا؛ اس سے شہروں کی خودمختاری کا اندازہ ہوتا ہے۔ مصر میں ایسی کوئی مثال دیکھنے میں نہیں آتی

پولی بیوس، ۵، ۵۰، میں مذکور ہے کہ ضلع کیرموس کے ۶ ہزار سپاہی شاہی قوت کا

باش ماں لیا جائے ۔ یہاں بھی یہ ضرور مستثنیات سے تھا اس لئے کہ

لقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ۔ ایک بہت بڑا عنصر تھے ۔ شامی فوج کی ترکیب پولی بیوس ۵، ۹، ۷ نے جنگ رافیہ سے پہلے شامی فوج کی ترکیب کی پولی بیوس ۵، ۹، ۷ میں جو تفصیل دی ہوئی ہے اُس سے سمجھ میں آتی ہے ۔ یہاں ہم بیس ہزار سپاہیوں کا جو اغلباً مقدونوی تھے، ایک جتھا پاتے ہیں جن کے ساتھ سلطنت کے دس ہزار سپاہی جو مقدونوی اُصول پر مسلح ہیں، ۲۵۰۰ کریٹی اور ایک انبوہ بربریوں کا ہے جو مفصلۂ بالا سپاہیوں سے تعداد میں کم ہے ۔ ضلع کیرھوس میں بیرویہ، کیرھوس، ہیراپولس بامبی کے تھے ۔ اس ضلع کے علاوہ شام کے تین اور اضلاع کے یونانی مقدونوی نام تھے، (۱) حلب کے جنوب میں خالکدیس جس کا صدر مقام خالکس (موجودہ قنصرین) تھا؛ بیڈیکر: "فلسطین" ۴۱۰ ۔ (۲) خالکدین، صدر مقام خالکس (لیبان پر) جسے اب انجر کہتے ہیں (بیڈیکر: "فلسطین" ۳۰۵) اور جو دمشق سے بیروت تک کی سڑک پر واقع ہے ۔ (۳) سلیوکس جس کا ذکر اس سے پہلے کیا جا چکا ہے ۔ ان اضلاع کے علاوہ بہت سے یونانی چار دیگر رقبہ جات میں آباد تھے؛ (۱) کوماگینی، مستقر ساموساتا دریائے فرات پر؛ دیکھو باب ۲۷ (۲) کیلوسوریہ (۳) تراخونی تس، جو جھیل جنسارتھ کے مشرق میں جبل حوران کا نام ہے؛ اس ضلع میں اس وقت تک سلطنت شام کے زمانے کے پتھر کے بیشمار مکانات ہیں؛ (۴) دیکاپولس؛ مقابلہ کرو پلینی ۵، ۴، ۷؛ شیورر: "تاریخ قوم یہود" Schuerer: Gesch. der fud Volkes ۲، ۳، ۸ وغیرہ ۔ یہ دریائے اردن کے مشرق میں تھا اور اسی میں شہر گیراسا آباد تھا؛ بیڈیکر: ۱۸۱ ۔ گدارا، بیڈیکر ۱۹۸؛ فلادیلفیہ (رباط عمون)، بیڈیکر ۱۸۷، و متعاقب، باب ۹، حاشیہ ۲، باب ۲۰، حاشیہ ۱۷ ۔ ان میں سے اضلاع ۲ لغایت ۴ مدت تک بطالسہ کے قبضے میں رہے، لیکن اس کا کوئی خاص اثر نہیں پڑا اس لئے کہ مصر سے باہر بطالسہ یونان کی آزادی کے مخالف نہیں تھے ۔ ہمسایہ عراق عربی میں صوبہ جات اوزرد کینے و میگدونیا کو بھی یونانی صوبے سمجھتا تھا، اور یہی حال سلیوکیہ بدریائے دجلہ کا بھی تھا ۔

باب ۵ انھوں نے کبھی اس ملک پر رسمی دعوے نہیں کیا، اور چونکہ اس

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ سسرو کی تحریر "بنام دوستاں" ad famil. CIC ۱۲، ۱۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ شامی شہروں میں یونانی ترقی کر رہے تھے۔ اس میں کاسیوس لکھتا ہے کہ دولابیلا نے طرطوس و دولابیلا سے ٹھیک وقت پر بظاہر ایک یونانی لشکر مجتمع کر لیا۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہروں میں ایک منتظم شہری فوج ہوگی۔ نیز دیکھو باب ۲۹، حاشیہ ۸؛ گارڈنر؛ "ابواب جدید" صفحہ ۲۳۶۔

ایشیائے کوچک اور شام کے ان شہروں کی بابت جنھیں مقدس و مامون کہا گیا ہے، دیکھو متعاقب، باب ۱۸۔

بائلون CXLIV, CXII, CXI یہ ٹھیک فرض کر لیتا ہے کہ انطاکیہ بدریائے اورونتیس وغیرہ دوسرے اسی نام کے شہروں کے باشندوں کو خاص خاص حقوق حاصل تھے؛ دیکھو متعاقب، باب ۱۸۔

جب جرمانی اقوام نے رومن سلطنت پر حملہ کیا ہے تو انھوں نے یہ قاعدہ مقرر کرایا کہ کسی ملک کے بیرونی باشندے خود اپنے ہی قوانین کے تحت رہیں گے، اور بجنسہ یہی قاعدہ سکندر اور اس کے جانشینوں کے عہد میں جاری تھا، بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ اس کا رواج زمانۂ قدیم میں برابر تقریباً ہر جگہ تھا۔

اکائیوس بلدیات سے مدد کا طلبگار ہوتا ہے؛ پولی بیوس ۵، ۷۰۔ شام میں یونانی تمدن کے پھیلنے کی بابت نیولڈیکے Noeldeke اور متائس Mitteis کے خیالات موخر الذکر کی کتاب "قانون سلطنت وقانون قومی" Reichsreeht und Volksrecht، لائپزگ، ۱۹۱، صفحہ ۲۶ وغیرہ میں دیکھنے چاہئیں۔ متائس یہ ثابت کرتا ہے کہ ضابطۂ ہیئے رابولس میں جو شامی قوانین منضبط ہیں اُس کی بنیاد قانون یونان پر تھی۔

اصلی شامیوں کو شخصی محصول ادا کرنا ہوتا تھا؛ متائس صفحہ ۲۷۔

تجارتی راستے؛ ڈروائے سن ۳، ۱، ۳، ۷؛ گارڈنر: "ابواب جدید" ۲۳۷۔

باب ۵ ملک کے خصائص میں یونانیت کا عنصر غالب تھا۔ اس لئے ہمیں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - پیتروکلیس کے لئے زوسے میل Susemihl ص ۶۵۷/۶۵۹ - سلطنت شام میں تمدن، ڈرواسے سن ۳۳، ۱، ۵، ۷۷، متعاقب باب ۲۰- سکہ جات: - پرسی گارڈنر: "فہرست سکہ جات شاہان شام بنوادر خانۂ برطانیہ" ۱۸۷۸ء - ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۶۳۷ وغیرہ؛ اس کی بابت خاص طور پر بابلون: "شاہان سوریہ" Babelon: Rois de Syrie، پیرس ۱۸۹۰ء دیکھنا چاہئے۔ بابلون اپنی تمہید میں تحقیقات ماقبل سے کام نکالتا ہے اور اس کی توضیح کرتا ہے، نیز دیکھو اسی کی کتاب: "امور مختلفہ متعلق مسکوکیات" Mélanges Num ismatiques پیرس ۱۸۹۳ء، ص ۱۲۴/۱۲۹ - بابلون یہ دلچسپ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ "بعل ترز اور شیر والے ستاتر جن پر یونانی حروف میں جو طغرا یا علامتیں کندہ ہیں، مجموعی حیثیت سے ان سکوں کے قائم مقام ہیں جو سکندری عہدہ داروں نے، کیا بحیثیت صوبہ داروں کے" اور کیا بحیثیت سپہ سالاروں کے ۳۰۶ ق م سے (یعنی اس تاریخ سے پہلے جب ان میں سے بعض نے چتر شاہی اختیار کیا، بنائے تھے، بدیں سبب حروف ANT سے جو بعض سکوں پر منقوش ہیں (جن کے لئے دیکھو امہوف: "سکہ جات یونان" Imhoof: Monnaies grecques ص ۳۷۶/۳۷۸) مراد انتی گونوس سے اور ۵ سے مراد دیمتریوس سے ہوگی - سلیوکوس اور دوسرے جانشینان سکندر کے سکوں میں خود سکندر کا اتباع کیا گیا ہے - نام نہاد سکہ جات سکندر (جلد ۳ باب ۲۷، حاشیۂ ۱۲) کی برابر تسکیک جاری رہی، اور صرف لواحقے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ تسکیک دراصل کس نے کرائی تھی - مقابلہ کرو میولر: "سکہ جات سکندر اعظم" Mueller: Numismatique d'Alex le Grand کوپن ہاگن ۱۸۵۵ء- مثلاً جن پر بنی سے انھیں کاساندر کے ساتھ، جن پر عقاب بنا ہے انھیں بطلیموس کے ساتھ جن پر شیر کا نصف دھڑ بنا ہے وہ لیزی ماخوس کے ساتھ اور جن پر گھوڑا بنا ہے وہ سلیوکوس کے ساتھ منسوب کئے جاتے ہیں؛ انتی پاتر، یومنیس، اور انتی گونوس کے علامات کا ابھی تک اکتشاف نہیں ہوا - جب

باب ۵

اس سے خاص دلچسپی ہے۔ اس میں ضلع اولمپیوس اور دریائے هین واکوس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ جانشینان سکندر نے لقب شاہی اختیار کرلیا (بالخصوص سنہ ۳۰۶ ق م کے بعد) تو یہ تبدیلی کردی گئی کہ بجائے نشستہ زیوس کے "سکندری" سکوں پر ایستادہ پالاس نظر آتی ہے اور ان سکوں پر مختلف حکمراں اپنے اپنے نشانات ڈال دیتے ہیں۔ زاں بعد انطاکوس اول اپولو کی شبیہ کو شام میں مروج کرتا ہے۔ سلطنت سلیوکوس کے سکوں کی بابت یہ کہتا ہے کہ بہ نسبت دوسری سلطنتوں کے اُن کے نوشتوں میں زیادہ تنوع پایا جاتا ہے، اور اس ضمن میں بطالسی سکوں سے اس کا خاص تبائن نظر آتا ہے۔ یہ تبائن دراصل ان دونوں سلطنتوں کے خصائص کے تبائن کی وجہ سے ہے۔ یہ سکے مخصوص طور پر یونان کی پیداوار ہیں، لیکن اپنے ہمسایوں سے بالکل خلاف سلطنت بطالسہ میں علاوہ خاندان شاہی کے مشکل سے کوئی یونانی عنصر نظر آتا ہے۔ اس کے برعکس سلطنت شام میں ہم متعدد یونانی بستیوں سے دوچار ہوتے ہیں، اور خود حکمران یونانی تمدن کو پھیلانے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خاندان شاہی کے قیام کے بعد بھی یہاں کے سکوں میں اس قدر یونانیت غالب نظر آتی ہے جیسی جانشینان سکندر میں سے کسی کی حکومت میں نہیں پائی جاتی۔

سلیوکوس نے بابل پر سنہ ۳۲۱ ق م میں قبضہ کیا، اور ابتدا میں اُس نے وہی سکہ جاری رکھا جسے مازائیوس نے جاری کیا تھا اور اُس کی لنگر کی علامت کو اختیار کرلیا جو اُس کے خاندان کا مخصوص نشان رہا (دیکھو فوق باب ۳، حاشیہ ۸) سنہ ۳۰۶ ق م تک اُس نے اپنے نام سے سکے نہیں ڈھلوائے۔ سینگوں والے سکے بھی اُسی کے ہیں، اور ان میں سے کسی میں تو اُس کے اپنے سر پر، کسی میں اُس کی خود پر اور کسی میں ہاتھی پر سینگ نظر آتا ہے۔ ان سکوں کے لئے دیکھو بابلوں XXXV تا XXXIX سینگ سے مراد قوت ہے اور معبودوں میں اُسے دیونی سیوس کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے۔ سینگ دار گھوڑے سے بوکے فالوس کی یاد تازہ ہوتی ہے جس کے نام پر سلیوکوس کی سلطنت کا شہر

باب ۸

بالائی حصّے کا ملک دریائے پارتھے نیوس تک جو تیوس اور اماسترس کے درمیان بحیرۂ اسود میں جاگرتا ہے، شامل تھا۔ اس مملکت کا قلب وہ ملک ہے جو بالائی سنگاریوس کے کناروں پر آباد ہے۔ اس میں بوسفورس کا ایشیائی کنارہ مع خالکدون کے، اور دوسرے قدیم و جدید بلدیات بھی شامل تھے جن کی طرف ہم ناظرین کی مزید توجّہ متعاقب

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ بوکے فالا موسوم کیا گیا تھا۔ ہاتھیوں کی مدد سے جنگِ اپسوس سلیوکوس کے ہاتھ آیا اور انطاکوس اول نے غالویوں کو نیچا دکھایا۔ سلیوکوس کا لقب "سردار پیلان" تھا (پلوٹارک: "دیموس تھنیس ۲۵")۔ انطاکیہ میں ایک "ہشت دروازہ برائے پیلان" کا ذکر سننے میں آتا ہے جسے دیوکلی تیان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے (بابلون XXVIII) سلیوکوس کے دوسرے سکّوں پر جو شبیہیں بنی تھیں اُن کے لئے دیکھو بابلون۔ اپولو کی رسوم کی بابت یہ امر قابل لحاظ ہے کہ سنہ ۳۰۰ ق م ہی میں واخنے کو معنون کیا گیا، سلیوکوس اور ستراتونیکے نے دیلوس تحائف بھیجے، لیکن ناف پر بیٹھی ہوئی اپولو کی تصویر سب سے پہلے انطاکوس اوّل نے رائج کی تھی۔ اس کے بعد انطاکوس چہارم نے عبادت زیوس کا احیاء کیا سلیوکوس کے ٹکسالوں کے لئے دیکھو بابلون XXXV تا XXXIX

سکندر کے جانشینوں میں سلیوکوس سب سے کم عمر تھا اور خود سکندر سے بھی چھوٹا تھا، اور وہی ایک تھا جس نے سکندر کے تمدنی طرزِ عمل کو سمجھا تھا اور پسند کیا تھا۔ میں اُسے سکندر کا ایک وفادار چیلہ سمجھتا ہوں۔

ڈروائے سن اسے تسلیم نہیں کرتا کہ سلیوکوس نکاتور نے اندرون ایشیا کوئی شہر آباد کیا ہو لیکن رادے Radet اپنی کتاب "نوآبادیات" De Colon. ۵۰ میں اس کی طرف لاؤدیسیہ کاتاکومینے اور تیاتیرا (مع مفصّلات کے) منسوب کرتا ہے۔ لاؤدیکیہ کی بابت کافی معلومات حاصل نہیں ہیں۔ تیاتیرا کی بابت شٹنت بیزانطیوس St. Byz. کا پارہ بلاشبہہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ دیکھو متعاقب باب ۱۳، حاشیہ ۷۔

باب ۵

مبذول کریں گے۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ بتھی نیہ کے فرماں روا بنی نوعِ انسانی کے لئے کوئی نمونہ تھے، بلکہ اس کے برعکس بعض تو طبعاً نہایت ہی رذیل تھے؛ لیکن فی الجملہ اُنھوں نے بہت سے دوسرے حکمرانوں، مثلاً فیلقوس ماقبل آخر شاہ مقدونیہ سے کم نقصان پہنچایا، اس لئے کہ ان میں اتنی عقل ضرور تھی کہ اپنے عمق کا صحیح اندازہ کر سکیں اور اس سے آگے نہ بڑھیں؛ چنانچہ محض اپنی حدِ پرواز کے اندازے کی وجہ سے وہ بے کار ظلم و ستم پسند نہیں کرتے تھے۔ دوسرے اُنھوں نے اپنے قلمرو کے یونانی بلدیات کو کافی آزادی دے دی تھی۔ ایجئن اور بحیرۂ اسود کے مابین جو نہایت اہم تجارت ہوتی تھی اُس میں اُنھوں نے کبھی مداخلت نہیں کی، خواہ اس لئے کہ وہ اُس کے اہل نہ تھے، ورنہ اس لئے کہ اُنھوں نے اس کی کبھی خواہش نہیں کی۔ اُنکے تعلقات جمہوریۂ ہرقلیہ کے ساتھ اچھے خاصے تھے۔ ہم باب ۱۳ میں بتھی نیہ کا دوبارہ ذکر کریں گے اور ساتھ ہی پرگامم کے واقعات بھی پیش کریں گے جس کے ساتھ کیزی کوس کے وہی تعلقات تھے جو ہرقلیہ کے بتھی نیہ کے ساتھ تھے یعنی دونوں شہر آزاد تھے لیکن ساتھ ہی اپنی ہمسایہ مملکتوں کے دوست اور حلیف تھے۔ اتالوس اوّل کی ملکہ اپولونس، جو یومنیس دوم اور اتالوس دوم کی ماں تھی، کیزی کوس ہی کی رہنے والی تھی[11]

---

[11] بتھی نیہ۔ اس کا سنہ مروجہ، رائناش: "متھراداتیس ۲۸۳"؛ ہوموسن کے نزدیک ۲۹۷ سنہ ق م؛ ریمزے As. Min. ۲۸۳/۲۸۲ سنہ ق م۔ تاریخ بتھی نیہ، کلنٹن Clinton, F. H. ۲، ۲۰۴ وغیرہ۔

ہرقلیہ۔ اسناد: سیمنون (دیکھو بالا حواشی باب ۱)؛ جسٹن ۱۶، ۳ تا ۵؛ پولسبرو: "معاملات ہرقلیہ" Polsberw. rebus Heracl. سنہ ۱۸۳۳ء؛ کیمل: "معاملات ہرقلیہ"

اب ہم ایشیائے کوچک کے اہم ترین قدیم بلدیات کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور یہاں پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انھیں اب کس قسم کی آزادی حاصل تھی۔ اس پر غور کرنے کے وقت یہ نامناسب ہوگا کہ ہم زمانۂ حالیہ کے خیالات سے متاثر ہوں۔ آجکل تو ہمارے پاس ایک ایسا قانون بین الاقوام ہے جو چند مسلّمہ مملکتی عہد ناموں پر مبنی ہے، اور جس کی وجہ سے مختلف مملکتوں کی نوعیت مستقل ادارات کی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اگر کوئی مملکت ایسی ہوتی ہے جس کی واقعی حالت و کیفیت کو دوسری مملکتیں تسلیم نہیں کرتیں تو پھر اس میں لازمی بےچینی ہوتی ہے، اور کبھی کبھی اُس کے مادّی تعلقات پر بھی اس کا اثر

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ Kaemmel: Heracleotica سنہ ۱۸۶۹ء؛ شنائیڈرورت: "ہرقلیہ" Schneiderwirth: Heraklea ۱۸۸۲/۱۸۸۴ء؛ فون ولاموووتز: انتی گونوس ساکن کارستوس صفحہ ۱۵۵۔

بطلیموس اول کا بھتیجا بطلیموس خالکدون اور استاکوس کی آزادی تسلیم کر لیتا ہے؛ ڈروائے سن ۲، ۱۵/۲۔

نکومیدیس اول کیوس کو بیزنطہ اور ہرقلیہ کے ساتھ ساتھ وصیت کی رو سے مختار بناتا ہے، چنانچہ وہ آزاد ہو جاتا ہے؛ دیکھو عقب باب ۹۔

کیزی کوس۔ مارکوارٹ: "کیزی کوس" Marquardt: Cyzicus برلن سنہ ۱۸۳۶ء؛ ہیڈ: "تاریخ سکوکیات" ۴۵۴۔

اپولونیا کے لئے دیکھو فرنیکل: "نوشتہ جات پرگامم" Fraenkel: Zu den Inschriften von Perg. نمبر ۱۶۰، ۱۶۹؛ کیوپ: "جریدہ تاریخ ازمنہ" Koep Beil. Z. All. Zeit سنہ ۱۸۹۲ء، یکم اپریل۔

کیزی کوس اور اٹالوسیوں کے تعلقات مابعد، فرنیکل نمبر ۲۴۸۔

پرگامم کے لئے دیکھو عقب، باب ۱۰، حاشیہ ۲؛ باب ۱۳، اور خاص طور سے باب ۲۱۔

باب ۵

پڑتا ہے۔ قدیم زمانے کی صورت حال بالکل جداگانہ تھی۔ اُس وقت قانون بین الاقوام کی بناء واقعی حالات و واقعات پر تھی اور علی العموم اس کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی کہ کسی مملکت کے وجود کو دوسری مملکتیں بایں الفاظ تسلیم کریں۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جہاں تک مختلف مملکتوں کی یونانی حیثیت کا تعلق ہے، ہر مملکت کی اساس اور بنیاد بجنسہٖ اسی اُصول پر تھی۔ یونانی مختلف شہری بستیوں پر مشتمل تھے، اور ہر شہری بستی لازماً خود مختار ہی نہیں تھی بلکہ دوسرے بھی اُسے خود مختار تسلیم کرتے تھے۔ وہ اپنے تمام حرکات و سکنات کی خود ہی ذمہ دار تھے، ان بلدیات پر غیر ملکی اثرات بھی پڑتے تھے، لیکن ان اثرات سے اُن کی خود مختارانہ حیثیت میں مطلق کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا تھا، اور اثر کے دوران میں بھی شہر کی حیثیت خود مختارانہ ہوتی تھی، چنانچہ ایسی حالت میں بھی کہ کوئی غیر ملکی جیش اُس پر قابض ہو، وہ برابر دوسروں سے عہد نامہ کرنے اور تعلقات رکھنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ اُس عہد میں کسی بلدیہ کا دستور سیاسی کبھی کسی دوسری مملکت نے معطل نہیں کیا، اور حقیقت یہ ہے کہ غیر ملکی ہمیشہ ایک خاص حد تک دباؤ ڈالنے پر اکتفا کرتے تھے۔ علاوہ بریں مستقل سفارتوں کے فقدان کی وجہ سے بھی منفرد مملکتوں کی آزادی مستحکم تھی، اور دنیا کو کسی مملکت کے دستور سیاسی کی داخلی تبدیلی کا بعض مرتبہ علم بھی نہیں ہوتا نہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ کس حد تک ایک مملکت جو نظریۃً آزاد ہو، کسی خاص موقع اور وقت پر کس حد تک دوسرے کسی کی دست نگر تھی۔ ہر ملت جو پیش پیش ہو سکتی تھی اُس کی قدر کی جاتی تھی، اور ساتھ ہی کسی مملکت کی آزادی کے سلب کرنے میں آجکل جس قسم کی مشکلات پیدا ہوتی ہیں (جیسے کراکاؤ والے معاملے میں ہوئیں) وہ اُس زمانے میں نہیں ہوتی تھیں۔ اس کے برعکس مادی مشکلات بہت زیادہ تھیں، اس لئے کہ ہر ملت کو آزادی کا گویا

باب ۵

حق حاصل تھا، اور یہی کیفیت شہریوں کی بھی تھی، کہ خود مختار رہیں یا دوبارہ خود مختار ہو جائیں۔

انھیں امور کے باعث یہ طے کرنا ممکن نہیں کہ ایشیائے کوچک کے کون کون سے شہر آزاد تھے اور کون سے نہیں۔ قانوناً تو تمام قدیم یونانی شہر آزاد ہی تھے، لیکن واقعاً مکمّل آزادی ہمیشہ اُن کی قسمت میں نہیں لکھی تھی۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کوئی شہر جسے کسی بادشاہ نے آزاد کر دیا ہو اور اس کا نام اپنے نام پر یا اپنے کسی فردِ خاندان کے نام پر رکھ دیا ہو وہ واقعتاً یونانی کہلانے کا اور روایتی طریق پر خود مختار ہونے کا مستحق تھا یا نہیں، اس لئے کہ اُس کی یونانیت اور خود مختاری دونوں واقعات و حوادث پر منحصر تھے۔

یہاں کے ممتاز ترین بلدیات مفصلۂ ذیل تھے: شمال میں لمپساکوس جو اپنے حسین اور خوبصورت سکّوں کے لئے مشہور تھا، اور ابی دوس جس کا محلِ وقوع ہیلیس پونت کے تنگ ترین موقع پر ہونے کی وجہ سے اہم تھا، اور جس نے سنہ ۳۰۲ ق م میں لیزی ماخوس کے خلاف، اور اس سے بھی زیادہ شدّت کے ساتھ سنہ ۲۰۰ ق م میں فیلقوس شاہ مقدونیہ کے خلاف جرأت و ہمت دکھائی تھی۔ ان شہروں اور بیزنطہ کی وجہ سے بحیرۂ اسود کا راستہ صاف ہو گیا تھا۔ ان کے بعد سمرنا کا نمبر آتا ہے۔ الیاتیس کی تاخت کے بعد اسکا بلدی مرتبہ جاتا رہا تھا اور اُس کی حیثیت چند قریوں کے مجموعے سے زیادہ نہیں رہی تھی۔ لیکن انتی گونوس نے اُس کے بلدیات کا احیاء کر دیا تھا اور لیزی ماخوس نے اُس کی تزئین کر کے اُس میں چار چاند لگا دئے تھے۔ ہمیں ایک کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسری صدی ق م کے وسط میں وہ از سر نو ایک اہم شہر بن گیا تھا اور اس سے ہماری اس رائے کی تائید ہوتی ہے کہ اُس وقت بھی جب کسی شہر پر کسی غیر بادشاہ کا اثر ہوتا تھا یہ شہر رعایا کی لفظ سے نہیں بلکہ حلیف اور دوست کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ بلاشبہہ اس قسم کے کمزور دوستوں کے ساتھ

ذی اقتدار حکمران اچھا برتاؤ نہیں کرتے تھے۔ اس کی ایک مثال اُس فرمان سے ملتی ہے جو انٹی گونوس نے تیوسیوں کو لیبے دوس اور تیوس کے سیاسی اتحاد اور لیبے دوس والوں کے نقل مکان کی بابت بھیجا تھا۔ ایونیہ کا اہم ترین شہر ایفی سوس تھا، لیکن یہ کبھی بیرونی اثرات سے آزاد نہیں رہا اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ پہلے تو یہ سلیوکیوں کی اور پھر مصر کی سیادت میں آگیا تھا۔ مزید تفصیلات کے لئے حاشیہ دیکھا جائے۔ جزائر کو لیجئے تو خیوس ساموس سے زیادہ آزاد ہے اس لئے کہ موخر الذکر مصر کا ماتحت نظر آتا ہے۔ کوس بھی کم و بیش ساموس ہی کی طرح خانوادۂ بطالسہ کا ماتحت تھا۔ یہاں رھوڈز کا ذکر نہیں کیا جائے گا؛ یہ جزیرہ بالکل آزاد تھا اور ہمیں اس کی طرف اکثر توجہ کرنی پڑے گی (دیکھو بالخصوص باب ۲۲) رھوڈز و مصر دونوں کے اقتدار کی وجہ سے کاریہ، لیدیہ اور پمفیلیہ کو بیرونی دنیا میں اپنا نام پیدا کرنے کا مشکل سے کوئی موقع باقی رہا، لیکن ان کے باشندے بیرونی دنیا کی صرف اس حد تک پروا کرتے تھے جب تک اُس سے تعلقات کی وجہ سے اُن کی جیبیں بھری جاتی ہوں۔ یہ سب، اور بالخصوص کاریہ اور پمفیلیہ والے تاجروں، اجیر سپاہیوں اور بحری قزاقوں کا پیشہ کرتے تھے[۱۲]

---

[۱۲] ایشیائے کوچک کے بلدیات کا محل وقوع؛ دیکھو بالا، باب ۲، حاشیہ ۱۔

آجکل کے زمانے میں اُس عہد کے بلدیات کا سیاسی رتبہ دریافت کرنے میں بہت کچھ تحقیقات سے کام لیا جاتا ہے۔ خواہ یہ بلدیات خود مختار ہوں یا نہ ہوں؛ دیکھو گیبلر؛ "اریتھرائے" Gaebler: Erythrae، ۱۷، ۲۰، ۲۲، وغیرہ دوسرے مورخوں کی تصانیف۔ لیکن باوجود ان مورخوں کی محنت کے اُنھوں نے کوئی قطعی معلومات بہم نہیں پہنچائیں۔ ہمیں قانونی حیثیت کی بجائے

آخر میں ہمیں اس امر پر دوبارہ زور دینا ہے کہ سلیوکیوں نے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ واقعی سیاسی رتبے سے بحث ہوتی ہے، اور اکثر محض الفاظ کو واقعات کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ مثالاً ص ۱۷/۱۸ پر گیبلر کہتا ہے کہ انتی پاتر کی موت پر صوبہ داروں نے "آزاد بلدیات کو زیر کرنا اور لشکروں کے ذریعے سے انھیں دست نگر رکھنا شروع کیا" لیکن اس دوران میں انتی گونوس اٹھتا ہے جو یونانیوں کا "نجات دہندہ" ہے، اور "وہ بلدیات کو از سر نو آزاد کر کے اُن کی حفاظت کے لئے اُن میں لشکر چھوڑ دیتا ہے"۔ گیبلر نے اپنے اس خیال کی تائید میں دیودوروس ۵۲۱،۸ کا حوالہ دیا ہے اور گو ہمیں نے دیودوروس کسی جگہ اسکا شائبہ بھی نہیں پایا، تاہم اگر بالفرض یہ سب درست بھی ہو، تو "اس نجات دہندہ" اور "ظالم حکمران میں" کوئی فرق باقی نہیں رہتا، اس لئے کہ لشکر تو لشکر ہی ہے، اور لشکر کے ذریعے سے آزادی ملنے کا مطلب ظلم و ستم کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ہم خواہی نخواہی اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ بلدیات کی سیاسی حیثیت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ بادشاہوں نے بلدیات پر جتنے چاہے مظالم ڈھائے اور وہی لفّاظی، تو اس سے کچھ جاتا تھوڑا ہی ہے۔ رادے ("آبادکار" Radet: De Coloniis پیرس ۱۸۹۲ء صفحہ ۸۲ وغیرہ) کہتا ہے کہ قاعدہ یہ تھا کہ اندرونی معاملات میں یہ بلدئے خود مختار تھے، لیکن سپہ سالاروں اور کمانداروں کے ذریعے سے معاملات کی نگرانی کی جاتی تھی، اور یہ محاصل بھی وصول کرتے تھے۔ باشندوں کی وفاداری میں مذہب ممد و معاون ہوتا تھا، فہو ہذا: (۱) خود بلدئے کے بانی کی یا اسکی جسکے نام پر یہ موسوم ہوتا تھا، پوجا کی جاتی تھی، جیسے انطاکوس، لاؤدیکے، اور ریتھی سوس (۲)، سکندر اور زندہ مردہ حکمرانوں کی پوجا کی جاتی تھی؛ اور اُن کے پجاری مخصوص ہوتے تھے؛ سلیوکوس کے "مقدّر" کو بھی معبود قرار دیا جاتا تھا (رادے ۷۸)۔ رادے (صفحۂ ۱۷) اس تنازع کا بھی حوالہ دیتا ہے جو شہر مگنیشیہ میں یونانی "باشندوں" اور "سپاہیوں" کے درمیان برپا ہوا تھا۔ اس قسم کے معاملات میں بے حد تنوع نظر آتا تھا۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ حکمرانان پرگامم کی حیثیت دلچسپ ہے؛ ابتدا میں وہ ایک آزاد یونانی نوآبادی تھی۔ یہاں کے بادشاہوں کے لئے دیکھو فرنیکل: کتبہ نمبر ۵؛ و نیز مضمون سوبودا Swoboda، ۱۸۹۱ء Rh. Mus میں۔ پرگامم کے کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے بادشاہ عموم کی خود مختاری کا پاس کرتے تھے، لیکن اس کی قرار دادوں ستراے گی اور ایستولی مقرر کر کے طرح طرح کے اثرات ڈالتے رہتے تھے۔ دیکھو فرنیکل ۱۸۔

لیمپساکوس کے لئے ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات"، ۴۵۸۔

الی ندوس لیزی ماخوس کے خلاف نہایت بہادری سے لڑتا ہے؛ ڈروائے سن ۲۰۱، ۲۱۱؛ اسی طرح فیلقوس پنجم کے خلاف بھی ہتھیار اٹھاتا ہے؛ دیکھو عقب باب ۱۶۔

سمرنا؛ دیکھو کوان Kuhn "قیام مملکت ہائے قدما" Entsteh. der Staedte der Alten لائپزگ ۱۸۷۸ء، ص ۳۲۹/۳۲۲۔ اسی مقام پر لیزی ماخوس کے قائم کئے ہوئے دوسرے شہروں کا ذکر بھی مل جائے گا۔ سمرنا و مگنیشیا کے باہمی تعلقات، "مجموعۂ نوشتہ جات یونان" C.I.G. ۳۱۳۷ = ہکس Hicks ۱۷۶ = ڈٹن برگر ۱۷۱۔

تیوس و لیبے دوس؛ لبا واڈنگٹن "ایشیائے کوچک" Lebas-Waddington ۸۶ = ہکس ۱۴۹ = ڈٹن برگر ۱۲۶؛ ہم دیکھتے ہیں کہ اختلاط باہمی ایسا آسان کام نہ تھا۔

ایریتھرائے کے لئے گیبلر کی کتاب دیکھنی چاہئے۔

عام طور پر ایونیائی شہروں کے لئے دیکھو ہیڈ: "فہرست سکہ جات نوادر خانۂ برطانیہ" مد ایونیہ XLVI XLVIII ایفی سوس؛ باب ۱۳ و ۱۷ و ہیڈ کی کتاب "ایفی سوس کے سکوں کا سنوی تسلسل" Of the chronological sequence of the coins of Ephesas، لندن

باب ۵ اُس کے کام کو جاری رکھا۔ بلاشبہہ یہ طرز عمل نہایت نفیس تھا،

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ سنہ ۱۸۹۶ء، تاریخ امور میں ہیڈ زیادہ تر ڈرواے سن کا اتباع کرتا ہے۔ جملہ واقعات صاف نہیں ہیں، لیکن اسی سبب سے کہ شہر بالکلیہ آزاد نہیں تھا، اس کی تاریخ نہایت دلچسپ ہے۔ سنہ ۳۰۲ ق م کے بعد ایفی سوس پر پہلے لیزی ماخوس کا اور پھر دیمتریوس کا قبضہ ہوا، لیکن آخر کار پھر اُس پر ہی دوبارہ لیزی ماخوس قابض ہو گیا اور اُس نے اس کا نام بدل کر اپنی بیوی ارسی نوا کے نام پر رکھ دیا اور اُس کی حکومت اپنے بیٹے اگا تھوکلیس کے سپرد کر دی۔ ہیڈ کہتا ہے ("ایونیہ" صفحہ XLVI کہ ارسی نوئے کے موقتی نام سے ایفی سوس نے اٹیکائی اٹھاوبولیاں اور تانبے کے سکّے ڈھالے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُسنے یوری دیسیہ کے نام سے بھی تانبے کے سکّے لیزی ماخوس کی ایک بیٹی یوریدیس کے اعزاز میں ڈھالے" (تصویر نمبر ۱۰، ۷)۔ لیزی ماخوس کی موت کے بعد ایفی سوس آزاد ہو گیا لیکن اُس پر یکے بعد دیگرے سلیوکوس، انطاکوس اوّل اور مصر کے اثرات پڑے؛ دیکھو فیلارخوس Ath. ۱۳، ۵۹۳۔ اس کے بعد جو زمانہ آتا ہے اُس کی تاریخ کی بابت ہیڈ اور بابلون میں اتفاق رائے نہیں اسلئے کہ ہیڈ کے نزدیک اُس عہد میں سلیوکیوں کا مطلق کوئی اثر نہیں اور سنہ ۲۵۸ ق تک میں مصری طرز عمل سے متاثر ہو جاتا ہے، بابلون LXXIII یہ دکھاتا ہے کہ یوزے بیوس ۱، ۲۵۱ کے مطابق انطاکوس دوم کا سنہ ۲۴۶ ق م میں ایفی سوس میں انتقال ہوا، چنانچہ مستقل مصری اثر اس سنہ کے بعد ہی شروع ہوا ہوگا، اور اُس کی ابتدا سلیوکوس اور انطاکوس ہیئے راکس کے باہمی تنازعے سے ہوئی ہوگی۔ ان اسباب کی بنا پر بابلون کو کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ شہد کی مکھی والے سلیو کی سکّوں کو کیوں ہیئے راکس کی طرف منسوب نہ کیا جائے۔ جب ایفی سوس بطالسی اثرات کا پھر تابع ہوا تو اُس نے از سر نو رھوڈزی معیار کے سکّے بنائے (ہیڈ: "ایونیہ" XLVII بطلیموس یوئرگی تیس کی بیوی بیری نیس دوم کی ایک طلائی اٹھ درھمی بھی ایفی سوس میں ڈھالی گئی۔ ایفی سوس اور رھوڈز کے

لیکن اس کی تکمیل اُن لوگوں کے لئے نہایت دشوار تھی جن میں سکندر کی نقل کرنے کی اُمنگ تو ہو لیکن اُس کی سی قابلیت نہ تھی۔ یہ فرمانروا چاہتے تھے کہ اسی طرزِ عمل کے ساتھ ہی ساتھ مطلق العنان بادشاہ بھی بن جائیں درانحالیکہ (ایشیائیوں کے برخلاف) یونانیوں کا رجحان غلامانہ حکمبرداری کی طرف تھا نہ ان میں اُس کی فطری اہلیت تھی اسی وجہ سے سلیوکیوں کو بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جس کا نتیجہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ تعلّقات نہایت دیرینہ تھے (دیکھو جلد ۳ باب ۳، حاشیہ ۱۱)؛ چنانچہ جس وقت اُس نے سلیوکی جوا اپنے کندھے سے اُتار پھینکا اور بطالسہ کا وفادار حلیف بن گیا اُس وقت اُس نے اپنے سکّوں کو از سرِ نو رھوڈز کے معیار پر بنایا اس لئے کہ رھوڈز بھی اُس وقت مصر کے محالفے میں شامل تھا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب ایفی سوس مشرق کے اہم ترین بندرگاہوں میں سے ایک بن گیا۔ اس واقعہ سے کہ گو ایفی سوس کلّیۃً آزاد نہ تھا تاہم اپنے سکّے بناتا تھا، یہ معلوم ہوتا ہے کہ خودمختاری کے معنے میں بہت کچھ بست وکشاد کی گنجائش تھی۔ نیز دیکھو عقب، باب ۱۳، حاشیہ ۲، باب ۲۱۔ حاشیہ ۴، جہاں ایفی سوس کے سکّوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ کرتیوس نے بت خانے کے تعلّق کا جو ذکر کیا ہے اور سمرنا کی تشبیہ کا بھی لحاظ رکھنا چاہیئے۔

ساموس۔ ساموس اور پری اینے کے جھگڑے میں لیزی ماخوس کا تصفیہ؛ "مجموعۂ نوشتہ جات یونان" C.I.G ۲۱۵۶ = ہکس ۱۵۲۔

کوس۔ مقابلہ کرو پیٹن وہکس: "نوشتہ جات کوس" Paton & Hicks: The Inscr. ، اکسفرڈ ۱۸۹۱ء جس میں کوس کی مفصل تاریخ دی ہوئی ہے۔ لارفیلڈ: "جریدۂ ہفتہ وار لسانیات" Berl. Phil. Woch. ۱۸۹۲ء نمبر ۲۲ و ۲۳۔ اور انتی گونوس کے خط کا جو اقتباس دیا ہوا ہے (ڈٹن برگر) متحدہ تیوسون و لیبے دوس میں کوس ہی کے قوانین رائج تھے۔ بطلیموس فلادیلفوس کوس ہی میں پیدا ہوا تھا۔

رھوڈز کیلئے دیکھو عقب، باب ۲۲؛ کرمیہ کے لئے باب ۲۵۔

باب ۵

یہ ہوا کہ انھیں خود اپنی ہی غلطیوں کی وجہ سے اپنے اقتدار کو خیرباد کہہ دینا پڑا۔ اُدھر شہری زندگی کو برابر فروغ ہوتا گیا تا آنکہ تمام سلطنت چھوٹے چھوٹے شہری رقبوں میں منقسم ہو گئی۔

ہم اقصائے شمال یعنی کریمیہ کے یونانیوں کا ذکر ایک خاص موقع یعنی باب ۲۵ تک ملتوی کرتے ہیں، اور اس وقت مصر کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

مصر میں جو صورت حال تھی وہ شام اور ایشیائے کوچک کی کیفیت سے بالکل جداگانہ تھی۔ مصری حکمرانوں کا کام نسبتہً آسان تھا۔ حکومت کی داغ بیل ایک ایسے شخص نے ڈالی تھی جو بہادر ہونے کے ساتھ ہی ساتھ مدبر بھی تھا اور جس نے حکومت کے کل پرزوں کو ملک کی کیفیات کے حسب حال ڈھالا جس کی وجہ سے یہ تقریباً خود بخود چلنے لگے۔ اس سہولت کے تین اسباب تھے: اوّل تو ملک کی حیثیت، دوسرے اُس کی ساخت اور تیسرے مصریوں کے فطری خصائص۔ یہ تینوں باتیں اپنی اپنی حد تک بالکل لاثانی تھیں اور اگر مصری حکومت کا مقابلہ باقی ماندہ اُن حکومتوں سے کیا جائے جو سکندر کے بعد پیدا ہوئیں تو ہمارے نزدیک اس کا ثانی ہرگز نہیں نظر آئے گا۔

مصر کے محل وقوع میں خاص بات یہ ہے کہ وہ چاروں طرف صحراؤں اور سمندروں سے گھرا ہوا ہے اور کوئی بیرونی جانب سے اُس میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اُسے طرح طرح کی دشواریوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے؛ نیز چونکہ ساحل نہایت ہی چھوٹا ہے اس لئے ملک کی حفاظت نسبتہً آسانی سے کی جا سکتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ ملک شاہراہ تجارت میں واقع ہے۔ ملک کی قدرتی کیفیت ہے کہ فطرت کے ایک کلیے کی وجہ سے زرخیزی میں کبھی کمی نہیں ہو سکتی۔ اس کے باشندوں کی طرز بود و باش بھی ہمیشہ سادہ رہی ہے اور وہ فطرتاً مسکین ہیں لیکن ساتھ ہی انھیں اپنی بات کی پچ ہوتی ہے اور

باب۵

کام میں مہارت پیدا کرنا اُن کا شیوہ ہے۔ ان سب خصائص کی وجہ سے ہوشیار حکمرانوں کو اپنے آپ کو دولتمند بنانے کے خاص مواقع حاصل ہوتے ہیں، اور وہ ایسے دشمن سے اپنے مُلک کا بچاؤ بھی کر سکتے ہیں جو بہت زیادہ طاقتور نہ ہو۔ الغرض حکومت سمجھدار افراد پر مشتمل ہو تو مُلک مرفہ الحال بن سکتا ہے، اور اس کے خاندان شاہی کو نہ نام کی کمی ہو سکتی ہے نہ عیش و عشرت کی۔

بطلیموس نے جن اُصول پر حکومت مصر کو مبنی کیا اور جنھیں اُس کے اُن جانشینوں نے جاری رکھا جو عیش و عشرت میں مبتلا نہیں ہوئے تھے اور حکومت کی تھوڑی بہت پروا کرتے تھے، وہ اُصول سکندر اور سلیوکوسیوں دونوں کے اُصول سے مختلف ہوں، لیکن مصری رسم و رواج اور مُلک و اہل مُلک کے حسب حال تھے۔ سب سے پہلا اُصول تو یہ تھا کہ بادشاہ کی حفاظت کے لئے ضرورت نہ ہو تو کسی قسم کی تبدیلی کی حاجت نہیں۔ ساتھ ہی مُلکی انتظامات اور مذہب کو ہاتھ بھی نہیں لگایا گیا۔ ممکن تھا کہ مصریوں کا بغاوت کی طرف میلان ہو، چنانچہ اسے روکنے کے لئے اجیر سپاہیوں کا ایک لشکر رکھا گیا تھا جس میں مقدونوی، یونانی، کلٹی اور دوسری قوموں کے افراد شامل تھے۔ اُن کے سپرد اندرونی امن و امان ہی نہیں بلکہ یہ خارجی مہمات میں بھی بغایت کار آمد تھے۔ ظاہر ہے کہ اس فوج کا وہ حصّہ جو اُس کا مرکز سمجھنا چاہیئے اور جس پر بطالسہ پورا اعتبار کرتے تھے، مقدونوی جماعت تھی، گو بعد میں اُس میں کریٹی جیسے پیشہ ور سپاہیوں کو بڑے بڑے عہدے بھی مل گئے اور امتداد زمانہ سے ہر مُلک کے انبوہ جوق جوق اس میں آکر شامل ہو گئے۔ آخر میں جب خارجی لڑائیاں مسدود ہو گئیں تو اجیر سپاہیوں سے صرف لوگوں کو قابو میں رکھنے کا کام لیا جانے لگا۔

ملک کے انتظام کے لئے تینوں بڑے صوبوں کیلئے ایک ایک ایپی ستراتی گوس اور ہر ضلع پر ایک ایک ستراتی گوس مقرر تھا، اور ان عہدہ داروں میں سے ایپی ستراتی گوس بہت کم مصری ہوتے تھے۔ شاہی بیڑا دریائے نیل پر چکر لگایا کرتا تھا۔ چونکہ ملک کا آباد خطہ دریا کے کناروں ہی پہ واقع تھا، اور کہیں دس میل سے زیادہ چوڑا نہ تھا، اور چونکہ نیل ہی ملک کی سب سے بڑی شاہراہ تھی، اس لئے تمام ملک ایک ایسے شہر کے مماثل تھا جس میں صرف ایک ہی چوڑی سڑک ہو اور جہاں آسانی کے ساتھ کوتوالی کا انتظام ممکن ہو۔ ساتھ ہی ساتھ کم از کم ابتدا میں شاہان بطالسہ نے اس کا خاص لحاظ رکھا تھا کہ حکومت کی خرابی کے باعث ملک میں ابتری نہ پڑنے پائے، چنانچہ اُنھوں نے جو انتظام کیا وہ ایرانی انتظامات سے کہیں بہتر تھا اور اس میں ملک والوں کے خصائص اور دیرینہ تعصبات کا خاص لحاظ رکھا گیا تھا۔ اُنھوں نے ایرانی زمانے کے محاصل میں کمی بیشی نہیں کی، اور اب بھی لوگ پہلے کی طرح اراضی پر محاصل عائد کرتے تھے۔ مذہبی عمائد کی حالت تو عہد ایران سے بھی بہتر تھی۔ ان سب اسباب کی بنا پر مصری علی العموم حکومت جدیدہ کے بدل ممنون تھے۔ اراضی صرف خاص، جاگیریں، کانیں اور کارخانے بادشاہ کی ذات کے لئے مخصوص تھے۔ ملک کی پیداوار میں اناج کا نمبر سب سے پہلے آتا تھا اور اُسے یونان، سسلی اور اٹلی کو بھیجا جاتا تھا اور اُس عہد میں مصر کی وہی حیثیت تھی جو بطالسہ کی آمد سے پہلے بحیرۂ اسود کی تھی۔ علاوہ ازیں سوتی کپڑوں اور شیشہ آلات کے لئے بھی یہ ملک مشہور تھا۔

ہندوستان و عربستان سے جو اشیاء یورپ جاتی تھیں تو ان میں سے اکثر مصر ہو کر گزرتی تھیں۔ اُن کا راستہ یا تو بحر احمر میں سے

دریائے نیل کو نہر نیخوس ہو کر تھا جس کی مرمت ایرانیوں نے نہیں تو بطالسہ نے ضرور کی تھی؛ باقی ماندہ اشیاء کو میوس ہورموس، لیوکوس لیمین (حالیہ قصیر) یا بحر احمر کے مغربی کنارے پر بیرے نیس پر اُتار لیا جاتا تھا اور وہاں سے پہاڑوں پر ہو کر دریائے نیل کے شہر قبطوس میں لے آتے تھے اور دریا کے راستے سے اسکندریہ پہنچا دیتے تھے جہاں سے وہ مال سیدھا بحیرۂ روم کے کسی دوسرے بندرگاہ کو چلا جاتا تھا۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس تجارت کا کس قدر منافع سے خزانۂ شاہی متمتع ہوتا تھا، لیکن ہمیں اس کا علم ہے کہ اناج کی تجارت کا بیشتر حصّہ اُن ہی کے قبضے میں جاتا ہوگا۔ اس لیے کہ فی الواقع انھیں جتنے اناج کی ضرورت ہوتی اُتنا وہ آسانی سے حاصل کر سکتے تھے۔ اُنھوں نے ابی دوس کے قریب بطلیمائس (جس کا دستور استرابو کے بیان کے بموجب یونانی تھا)، فیوم میں ارسی نوے اور بحر احمر پر بیری نیس کے علاوہ مُلک بھر میں مشکل سے کوئی یونانی شہر قائم کیا ہوگا، لیکن اُس میں شبہ نہیں کہ اِن شہروں کے علاوہ مُلک کے دوسرے حصّوں میں بھی یونانی آباد تھے۔ بطالسہ کا پایۂ تخت اسکندریہ تھا جس کا ذکر ہم اس کتاب کے باب ۱۴ میں کریں گے، اور چونکہ یہ دریائے نیل کے مقدّس چشمے پر نہیں تھا اس وجہ سے مصری اُس کی غیر ملکی کیفیت کی زیادہ پروا نہیں کرتے تھے۔ اس شہر کے محل وقوع کی وجہ سے بطالسہ آسانی کے ساتھ دوسرے ممالک سے تعلقات پیدا کر سکتے تھے۔ مصریوں کو کسی قسم کے سیاسی حقوق حاصل نہیں تھے، اور سلیوکیوں کے برخلاف بطالسہ نے کبھی یہ کوشش نہیں کی کہ مصریوں کو یونانیت کے سانچے میں ڈھال دیں۔ یہ فعل بغایت عاقلانہ تھا، ورنہ اگر وہ اس کوشش میں رہتے تو انھیں یقیناً ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا۔ یہ قاعدہ تھا کہ یونانی اصول پر نشو و نما ہونے کے بعد مصریوں کی طرح آسانی سے مطیع و منقاد مشکل سے

باب ۵

ہو سکتا تھا، اور اگر یونانی تمدن کے ساتھ ساتھ ملک میں ایسے فلسفی نظر نہیں آئے جو مصریوں کو خودسری کے اصول سمجھائیں (اور یہ تیسری صدی ق م میں قطعاً ناممکن تھا) تو ایسی حالت میں بطالسہ کو یونانیت سے کیا فائدہ تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ یونانی تمدن اُن لوگوں کے لئے جنھوں نے مصر میں اُس کے ماحول میں نشو ونما پایاتا، افادیت اور مسرت کا ماخذ تھا؛ افادیت کا اس لئے کہ بطالسہ اس مسئلے سے بخوبی واقف تھے کہ علم سے قوّت حاصل ہوتی ہے؛ اور مسرت کا اس واسطے کہ یونانی ہمیشہ مصری جیسے تمدنوں کو تعجب کی نظر سے دیکھتے تھے لیکن اس پر اُنھیں رشک و حسد کبھی نہیں ہوتا تھا، گو یہ ضرور ہے کہ مصری فنون لطیفہ کے علو اور اس کی شان سے یہ متحیر ہونے سے باز نہیں رہتے تھے؛ رہے مصری علوم، تو وہ تو بالواسطہ بھی حاصل کئے جاسکتے تھے۔ مختصر یہ کہ بطالسہ کے لئے مصر بمنزلہ ایک بڑی جاگیر کے تھا جس سے حتی الامکان بیش از بیش فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہو اور جہاں کے باشندوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا صرف اس لئے مناسب ہو کہ جتنا زیادہ وہ محنت کریں گے اتنا ہی فائدہ اُن کے ذریعے سے حکمران کو پہنچے گا۔ بطالسہ مصری حکومت کو انفرادی حقوق کے زاویۂ نگاہ سے دیکھتے تھے، اور اُنھوں نے اس مُلک میں وہی طرز عمل جاری رکھا تھا جو مدت سے ولندیزیوں کا اُن کے مشرقی مقبوضات میں چلا آتا ہے۔ اسکندریہ گویا ایک مُلک غیر میں ایک یونانی مقدونوی نوآبادی تھی ہم اسکندری تمدن پر بعد میں بحث کریں گے اور دیکھیں گے کہ کس طرح یہ شہر جو ابتدا میں صرف یونانی درباری تمدن کا مرکز تھا، رفتہ رفتہ مشرق اور مغرب کے تمدنوں کا ایک نقطۂ لمس بن گیا۔ مصر کی جاگیری حیثیت سے اسکندریہ میں یونانیوں کی حیثیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس شہر میں اُنھیں کوئی خاص حقوق حاصل نہیں تھے بلکہ اُنھیں محض

باب ۵

مخصوص امتیازات پر قناعت کرنی پڑتی تھی، مثلاً یہ امتیاز کہ اُنھیں چابک سے نہیں بلکہ لکڑی سے سزا دی جائے گی۔ ہم مصر میں یہودیوں کی اہمیت پر متعاقب بحث کریں گے۔

بطالسہ نے اپنی مصری جاگیر کے منافع سے دوسرے ممالک میں اپنے قدم جما کر اُن سے وہ اشیاء حاصل کیں جو اُن کی حکومت کی حفاظت اور نمود کے لئے ضروری تھیں لیکن جو اُس ملک میں دستیاب نہیں ہوتی تھیں۔ اگر ہم تاریخ مصر کے چند ابتدائی عہدوں کو نظر انداز کریں تو ہم اِس نتیجے پر پہنچیں گے کہ صرف عہد بطالسہ ہی میں مصر ایک بڑے پیمانے پر سیاسیات عالم میں حصہ لینے لگتا ہے، گو وہ یہ حصہ زیادہ تر جنگی مہمات کے ذریعے سے لیتا ہے۔ انیسویں صدی عیسوی میں محمد علی پاشا اور ابراہیم پاشا نے جو اِس قسم کی کوشش کی تھی وہ قطعاً ناکام ہوئی۔ سکندر کے بعد جو مملکتیں قائم ہوئیں اُن میں ممتاز حصہ لینے کے لئے بطالسہ کو تین چیزوں یعنی روپیہ، سپاہی اور اسلحہ کی ضرورت تھی۔ روپیہ تو مصری اراضی اور مصری تجارت سے حاصل ہو سکتا تھا؛ اجیر سپاہی بخوشی وہاں جانے کے لئے تیار تھے جہاں اُنھیں اچھی تنخواہیں ملیں خواہ مصر میں ہو یا کہیں اور، لیکن اسلحہ، جہاز اور ملاح ایسی آسانی سے مہیا نہیں ہو سکتے تھے بلکہ ان کی کان بیرونی مصری مقبوضات خصوصاً فنیقیہ اور قبرص تھے، نیز یہ وہ مقامات تھے جن سے بہ نسبت اسکندریہ کے معاملات یونان پر آسانی سے نظر ڈالی جا سکتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ فرمانروایان مصر نے ان دو مقامات کو و نیز سمرنہ کو اُسی طرح تھوڑی بہت اندرونی آزادی دے رکھی تھی جیسے ازمنہ وسطیٰ میں وینس نے اپنے اقلیمی مقبوضات کو[۱۳]

---

[۱۳] مصر۔ متائس کی کتاب “سلطنت روما کے مشرقی صوبوں میں سلطنت اور افراد کے متعلقہ قوانین” Reichsrecht und Volksrecht in dem oestl. Prov. roem. Keiserreichs

باب ۵ سیرینہ ابتداء میں مصر کے ساتھ وابستہ تھا۔ اس ملک میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ (لائپزگ سنہ ۱۸۹۱ء) میں ص ۳۵ / ۳۹ پر اسناد کا نہایت نفیس ملخص و اقتباسات اور اکتشافات و پاپیروسوں کی فہرست دی ہوئی ہے۔ یہاں میں صرف چند امور بیان کرنے پر اکتفا کروں گا۔ شارپ: "تاریخ مصر" S. Sharpe: Gesch. Aegyptens ترجمہ یولوویچ Jolowicz مع حواشی گتشمٹ Gutschmidt، لائپزگ، سنہ ۱۸۶۲ء۔ لیپسیوس: "مصر قدیم کا کتابچۂ شاہی" Lepsius: Koenigsbuch der alten Aegypter برلن سنہ ۱۸۵۸ء؛ اسی مؤلف کی کتاب "تاریخ بطالسہ کے لئے مصری عمارتوں کی تحقیقات" Ergebnisse der ægy ptischen Denkm Ptolemær gesch.، مجلس علمیہ برلن، سنہ ۱۸۵۲ء؛ کلیس Cless پاؤلی کی محیط Pulys R. E. ۶، ۱، ۱۶۹؛ وغیرہ میں خصوصاً ۲۲۵ / ۲۳۵ پر؛ کلنٹن: "یونانی جنتری" Clinton: Fasti Hell ۲، ۳۸۳ / ۴۰۹: ہیوبرٹ: "تاریخ بطالسہ کا سنوی تسلسل" Hubert: Obs. Chronol. in Ptolem Hist سنہ ۱۸۵۷ء؛ مضامین لمبروسو Lambroso "مصر قدیم کے معاشی مسائل" Economie Politique de l'Egypte sous les Lagidos، ٹیورن سنہ ۱۸۷۰ء؛ "تحقیقات اسکندری" Ricerche allessandrin سنہ ۱۸۷۱ء؛ "مصر بزمانۂ حکومت یونان و روما" L. Egitto al tempo dei Græci edei Romani، روما سنہ ۱۸۸۲ء؛ بیڈیکر: "مصر" Baedeker : Aegypten، دو جلد۔

اپنی کتاب "مصر شناسی" Aegypt ologie. (لائپزگ سنہ ۱۸۹۱ء کے صفحہ ۴۸۹ پر) بروگش Brugsch لکھتا ہے کہ عہد بطالسہ کے لئے تاریخی اسناد بت خانوں کی دیواریں، پتھروں کے نوشتے، سیرا پیوم کے نوشتے اور یونانی پاپیروس ہیں، "جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر مواد ہمارے پاس محقق و متجسس کے لئے موجود پڑا ہوا ہے" اس ذخیرے میں برابر اضافہ ہی ہوتا رہا ہے خصوصاً آج کے زمانے میں جب فلنڈرز پٹری بہت سے پاپیروس لاکر انگلستان میں تحقیق کا ایک باب کھول دیا ہے اور انھیں سیس Sayce اور مہافی Mahaffy. نے ان کا مطالعہ کیا ہے۔ فیوم میں

آبپاشی کے وسائل نہایت عمدہ تھے اور اُسکی زمین زرخیز تھی۔ اُسکے

بقیہٗ حاشیہٗ صفحہٗ گزشتہ۔ تیل الجروب میں جو ممیائی کے صندوق ہیں اُن پران سپاہیوں کے وصیّت نامے ہیں جو شاہی عطیّات کی وجہ سے زمیندار بن گئے تھے، اور ساتھ ہی کچھ کاروباری نوشتے بھی ہیں (بیڈیکر ۲، ۱۳؛ پٹری: ''مصر میں دہ سالہ کھدائیاں'' Flinders Petre : Ten years' diggings in Egypt لندن ۱۸۹۳ء ص ۱۲۸/۱۳۸) - مہافی کی اشاعت ''فلنڈرز پٹری والے پاپیری مع ترجمہ توضیح وغیرہ'' ڈبلن، شاہی ایرستانی اکادمی، ۱۸۹۱ء - ۱۸۹۲ء کی لندن والی کانگریس مستشرقین میں مہافی نے موضوع ''پٹری والے پاپیری سے مصریات کو نفع'' پر ایک مضمون پڑھا۔ مہافی کے آخرترین اکتشافات میں سے ایک سپاہی کا ایک خط ہے جس میں شام کی جنگ کا حال بیان کیا گیا ہے، دیکھو تحت، باب ۱۰، یادداشت ۱۔

اجیر سپاہیوں کی فوج؛ پولی بیوس ۵، ۶۵/۲؛ ۸، ۱۸، ۳۴، ۱۲۴، ۱۱۔

مالیات پر ڈرواۓ سن نے اپنی کتاب ''مالیات بطالسہ'' Droysen: Zum Finanz wesen der Ptol. برلن ۱۸۸۲ء میں بحث کی ہے۔

عادلوں کے دورے ٹکلیس ۶، ۱، ۲۳۲؛ پ۔ گارڈنر: ''ابواب جدید'' صفحہ ۲۲۶ و ۲۸۴؛ متائس ۸۴ وغیرہ؛ مصری و یونانی قانونی ضابطوں کا مقابلہ اور مصر میں ایک طرح کے ''قانون اقوام'' کی ترویج، متائس ۵۰،

بطلیموس اوّل کا بیان مہافی نے اپنی کتاب ''خاندان بطالسہ'' ص ۱۹/۱۱۱ میں کیا ہے۔ م۔ ل۔ سٹراک M. I. Strock نے اپنی کتاب ''خاندان بطالسہ'' Die Dynastie der Ptolemaeer برلن ۱۸۹۷ء میں اس خاندان کے سنویت اور حسب نسب پر نہایت باریک بحث کی ہے۔

بطالسہ کے خطابات پر گٹشمٹ Gutschmidt نے مکتوبات مختصر Schriften ۴، ۷۰۱ وغیرہ میں بحث کی ہے۔

ملوکیت بطالسہ کی ایک سطحی تصویر موم سن نے اپنی کتاب

بلدیات پہلے تو خاندان باتوس کے ماتحت تھے، لیکن رفتہ رفتہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ "تاریخ روما" .Mommsen R. G جلد ۵ صفحہ ۵۵۹ میں کھینچی ہے۔ وہ اس ملوکیت کا مقابلہ فریڈرک اعظم کی حکومت سے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ رائج الوقت نظام کے مطابق ایک ایسے بادشاہ کی ضرورت تھی جو روزمرہ کے انتظامات میں حصہ لے" اور "یہ حکمران اپنا خطاب، "محسن الملک" مقرر کرنے میں حق بجانب تھے"۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ علاوہ بطلیموس اوّل کے کسی دوسرے حکمران نے امید کے مطابق روزمرہ کا کام کبھی انجام نہیں دیا، اور اگر بطلیموس دوم کی جبلت پھرت فریڈرک کے پائے کی ہوتی تو وہ سستی و کاہلی کا ایسا شکار ہرگز نہ ہوتا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ خود یہ محسوس کرتا تھا کہ میری زندگی نہایت ہی بے کیف ہے۔ بطلیموس سوم کا خطاب "محسن" اوّل تھا لیکن اس خطاب سے اور اس کے اجداد کے خطابات "پدر پسند" اور "مادر پسند" سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صاحبِ خطاب کس درجہ لغو گو اور گستاخ تھے اور اُن کے مصاحب کس درجہ مطیع و منقاد تھے، چنانچہ یہ "محسن الملک" اپنے آخری زمانے میں اپنی بے پروائی اور عیش پرستی کی وجہ سے بدنام تھا اور عام طور پر کسی دوسرے مشرقی مطلق العنان سے کچھ کم نہ تھا (پولی بیوس ۵، ۳۴)۔ دیکھو کلیس ۶، ۱، ۲۰۸۔ جہاں تک فرائض منصبی کا تعلق ہے دوسرے بطالسہ کی بابت کم گوئی ہی مناسب ہے۔ بدترین بطالسہ میں سے بدترین وہ "پیٹو" "محسن الملک" سوم تھا جس کا مختصر ذکر باب ۱۹ میں کیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان سے تو آنالوسی حکمران ہی کو "محسن" کا خطاب زیادہ شایان تھا دیکھو فرنیکل: "نوشتہ جات پرگامم" ۱، ۲۱۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ "تمام رعایا کے مفاد کے لئے انتظام ملکی کا وجود" بطالسہ کی ہی خصوصیت تھی، جن کی حکومت ۳۰۰ سال تک جاری رہی، بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی ایسا حکمران تھا جو اُس کا لحاظ کرتا تھا تو وہ بطلیموس اوّل تھا جس نے تقریباً ۲۳ سال تک بطور ایک

یہ آزاد ہو گئے اور اپنے اقتدار میں وسعت پیدا کر لی۔ انھوں نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ بادشاہ کے حکومت کی، اور اُس کے لئے بھی یہ بات طے شدہ نہیں سمجھنی چاہیے کہ اُس کی حکومت کا مقصد اعلیٰ رعایا ہی کا مفاد تھا یا نہیں۔ علی العموم ایک ایسی حکومت، جسے محکوموں کے مفاد کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے، زمانۂ حال ہی کی پیداوار ہے اور ازمنۂ قدیمہ میں نہیں پائی جاتی، بلکہ یونان و روما میں تو "حکومت" جیسی چیز مشکل سے نظر آتی تھی۔ لیکن بطالسہ کے زمانے کی حکومت مصر جو اس وقت زیر بحث ہے، دراصل قدیم فراعنہ کے اُصول پر مبنی تھی۔ مصر پر جن مؤرخوں نے قلم اُٹھایا ہے اُن میں سے ایک (جو اپنی انصاف پسندی کی وجہ سے ممتاز ہے) یعنی ارمان Erman (مصر قدیم، ۱۴۸) کہتا ہے کہ "مصر ہی میں نہیں بلکہ مشرق کے ہر مُلک میں حکومت کا مقصد صرف فرمانروا کا مفاد ہوتا ہے۔" تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا بطلیموس اوّل اس صورت حال کو تبدیل کرنا چاہتا تھا یا نہیں اور اگر تبدیل کرنا چاہتا تھا تو اُسے اس کی قوت بھی حاصل تھی؟ کیا وہ چاہتا تھا کہ مصریوں کو ایسے انداز سے خوش رکھے جو اُن کے فہم سے بالاتر ہو؟ سکندر کی وفات پر، جب مصر کی صوبہ داری پر اُس نے قبضہ کیا ہے تو اُس کی عمر ۴۴ سال کی تھی۔ وہ ہمیشہ اپنے فوجی اور سپاہیانہ فرائض کے ادا کرنے کی فکر میں رہتا تھا، اور اُسے کبھی خیال بھی نہیں گزرتا ہوگا کہ اپنے ابنائے جنس کو خوش رکھنے کی کوشش کرے؛ اور اب اُس کا فوری مقصد صرف یہ تھا کہ کسی طرح سے اس مُلک میں اپنے مخالفوں سے بالاتر رہے۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا اور آخر ۶۱ سال کی عمر میں بادشاہ مصر بن گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا اس عمر میں اُس نے اپنی فطرت میں تبدیلی کر دی ہوگی؟ اُس کی کامیابی کا راز یہ تھا کہ وہ قدیم فراعنۂ مصر کے ڈھنگ پر حکومت کرتا تھا اور اُن کی طرح امن و امان قائم رکھتا اور مذہبی پیشوایان دینی کے کام میں مداخلت نہیں کرتا تھا۔ پھر ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ خاندان بطالسہ میں بطلیموس اوّل بہترین حکمران تھا، اور اس کے بعد جو حکمران ہوئے اُنھوں نے

سکندر کے ساتھ تعلقات پیدا کر لئے تھے اور اپنے ملک کی

بقیۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اس سے بھی کم اصول فریڈرک اعظم پر حکومت کی اور اس کا مقصد حیات صرف یہی رہ گیا کہ اپنی زندگی عیش و عشرت میں کاٹیں۔ اگر ہم عام حکم لگانا چاہیں تو ہم یہ کہیں گے کہ بطالسہ کا تدبّر نیپلز کے آخری چار بوربوں حکمرانوں کے تدبّر کی طرح تھا۔ ان کی طرح انھوں نے بھی دیسی پادریوں اور غیر ملکی اجیر سپاہیوں پر تکیہ کیا اور ان دونوں کو بڑے بڑے استحقاقات دے کر خود جو چاہا کرتے رہے۔ میں نے بطالسہ کی بابت جس رائے کا اظہار کیا ہے اُس کا مخالف مہافی Mahaffy کہتا ہے کہ بطالسہ نے حکومت کے میدان نیز علوم و فنون کی سرپرستی میں بہت کچھ امتیاز حاصل کیا؛ اس کے لئے دیکھو خاص طور پر اتناج، صفحہ ۴۸۶۔

بہت سے ایسے نوشتے ہیں جن سے اپنی رعایا کی طرف بطالسہ کے خیالات کا اظہار ہوتا ہے؛ مثلاً صوبہ دار بطلیموس اول کے اعزاز میں ایک حکم، بروگش: "جریدۂ زبان مصری" Zeitschrift fuer ægypt. Sprache جلد ۹، ۱۸۷۱ء؛ واخسموت Rhein Mus جلد ۲۶؛ بیڈیکرا، ۳۱۸ (نوادر خانۂ قاہرہ میں لوح دیا دوخی) جہاں کے نوشتے سے معلوم ہوتا ہے کہ حکمرانوں کو مصری مذہب کا سرگروہ سمجھا جاتا تھا؛ بطلیموس دوم وارسی نوئے کی لوح، دیکھو متعاقب باب ۹ حاشیہ ۲؛ اسی نوادر خانے میں بطلیموس سوم کا "تانسی پتھر" جسے احکام کانوپوس بھی کہتے ہیں، بیڈیکرا، ۳۳۴؛ آخر میں، مشہور آفاق بطلیموس سوم کے عہد کا روزیتہ والا پتھر، بیڈیکرا، ۲۷۶۔ پہلے تین بطالسہ کی بابت کہا جاتا ہے کہ اُنھوں نے وہ مصری باقیات مصر واپس پہنچا دئے جو ایشیا چلے گئے تھے؛ اس کے لئے دیکھو عقب باب ۹، حاشیہ ۲، باب ۱۰، حاشیہ ۱۔

اس خیال کی وجہ سے کہ سکندر نکتانے بوس دوم کا بیٹا تھا، مصریوں نے یونانی مقدونوی حکومت کے ساتھ رواداری برتی۔

مہافی (پٹری پاپیروس، ۱۶) یہ فرض کر لیتا ہے کہ بطلیموس دوم نے

بہترین پیداوار کے طور پر تین سو جنگی گھوڑے اور گھوڑوں کی پانچ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ بہ نسبت مصری تمدّن کے یونانی تمدن کی زیادہ تائید کی۔

نیز دیکھو ا۔ میر E. Meyer کے مختصر اور چبھتے ہوئے خیالات جن کا اُس نے اپنی کتاب "تاریخ مصر قدیم" Gesch des alten Aeg. (برلن، ۱۸۸۷ء، صفحہ ۳۹۷ وغیرہ) میں اظہار کیا ہے۔

بحر احمر کے ساتھ تجارت: "قبطوس، استرابو، ۱۷، ۱، ۸۱۵، بیڈیکر ۲، ۱۱۲؛ بیری نیس، استرابو ۱۷، ۱، ۸۱۵؛ بیڈیکر ۲، ۸۸؛ قُصَیر، بیڈیکر ۲، ۸۷۔ یہ گارڈنر ("ابواب جدید" ۴۳۷) کہتا ہے کہ "ہرپالوس نے موسمی ہواؤں کے روش کا اکتشاف کیا یا اُنھیں ازسرِ نو دریافت کیا، چنانچہ مناسب موسموں پر اُن بندرگاہوں سے جو بطالسہ نے بحر احمر پر بنالی تھیں مصری بیڑے نکلتے تھے اور ملیباری ساحل کے ساتھ تجارت میں مشغول ہوجاتے تھے۔"

بطلیمائس، استرابو، ۱۷، ۱، ۸۱۳؛ بیڈیکر ۲، ۵۷۔ الرسی نوئے، استرابو ۱۷، ۸۰۹؛ بیڈیکر ۲، ۸؛ لیکن دیکھو مہافی: "سلطنت بطالسہ" Mahaffy: Empire of the Ptolemies صفحہ ۸۱۔ ابتدائی بطالسہ تجارت کا بڑا لحاظ رکھتے تھے۔

سکّہ جات۔ "فہرست سکّہ جات یونانی، بطالسہ"، مولّفہ (سٹوئرٹ پول R. Stuart Poole: Cat. of Gr. Coins, Ptol. ، لندن ۱۸۸۳ء)۔

اندرونی تجارت کے لئے مصر صرف سونے اور تانبے کے سکّے استعمال کرتا ہے، اور چاندی کے سکّے صرف بیرونی تجارت کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ یہ چاندی کے سکّے ابتداء میں فنیقیہ میں، اور جب یہ مُلک نکل گیا تو قبرص میں مسکوک ہوتے تھے۔ ۳۰۵ ق م سے پہلے بطلیموس اسکندری سکّے اور اس کے بعد خود اپنے نام سے سکّے بناتا تھا۔ انواع: ایک طرف بطلیموس کا سر، دوسری طرف بجلی پر عقاب۔ بطلیموس دوم کے ابتدائی سکّے اپنے باپ کے ہی طرز پر تھے (واضح ہو کہ اُس کا باپ اُس وقت تک بقید حیات تھا)۔ نیز دیکھو گارڈنر:

باب ۵ ٹولیاں تحفۃً دی تھیں۔ سکندر کے انتقال کے بعد سرنہ میں اختلافات رونما ہوئے جس میں اسپارٹی تھبرون نے مداخلت کی۔ یہ وہ شخص تھا جس نے کریٹ میں ہرپالوس کو قتل کیا تھا، اور اس کے اجیر سپاہیوں اور اُس کے باقی ماندہ خزانے پر قبضہ کر لیا تھا۔ ہوا یہ کہ بعض جلاوطن سرنویوں نے تھبرون سے مداخلت کی درخواست کی، جس پر اُس نے سرنہ جا کر وہاں کے باشندوں کو بزورِ شمشیر اپنا مطیع کیا اور اپنے ہمراہیوں کو

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ "ابواب جدید" صفحہ ۲۲۶۔

بطلیموسی مطابق الغنانی اس درجہ غیر یونانی تھی کہ عہد بطالسہ میں مصر کے کسی شہر میں سکے مسکوک نہیں ہوئے؛ رومیوں نے مصر میں متعدد اقسام کے سکے ڈھالے جیسے اسکندریہ کے سکے اور صوبہ داری سکے۔ نوکراتس کا واحد سکہ جو ٹیری کو ملا تھا اُسے ہیڈ (تاریخ مسکوکیات، ۷۱۸) ۳۲۲ ق م سے ۳۰۵ ق م تک کے زمانے کی طرف منسوب کرتا ہے۔ نوکراتس کی حیثیت مخصوص تھی؛ یہ ایک نہایت قدیم غیر ملکی نو آبادی تھی اور اُس کا دستور ایک خاص قسم کا اور مسالیہ کے طرز کا تھا؛ ہم جانتے ہیں کہ فوکیہ نے نوکراتس کی آباد کاری میں مدد دی تھی۔ جانشینان سکندر اور تابعین کے خطابوں کے لئے سرقوسہ میں غالباً نظیر موجود تھی، جہاں ۴۸۰ ق م میں گیلون کو "محسن الملک" اور "محافظ الملک" کا خطاب دیا جانا (دیودورس ۱۱، ۲۶) بیان کیا جاتا ہے۔

بید اندازی میں جو فرق تھا (مومسن ۵، ۵۶۱، جہاں Philon in Flacc. ۱۰ کا اتباع کیا گیا ہے) اُسے ایک بطلیموسی درباری عالم دونوں اقوام کے روایتی خصوصیات پر محمول کر کے اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ یہ ایک واقعی مستحفظی رواج تھا اس لئے کہ فراعنہ کوڑے کو اور اسپارٹی لکڑی کو استعمال کرتے تھے ایک ایسی سزا جس پر اعتراض کرنے کے لئے کوئی تمسطاکلیس موجود نہیں تھا؛ اُسے اسکندریہ کا اِکّا دُکّا یونانی "الوہی حکمران" کے کسی عہدہ دار کے ہاتھ سے برداشت کرنا بعید از قیاس نہیں تھا۔

بندرگاہ ایولونیہ تاخت و تاراج کرنے کی اجازت دے دی۔ اس پر سرنوی سخت متنفر ہوئے اور کریٹی سے سکلیس کی مدد سے، جسے تھبرون نے اپنے عہدے سے برخاست کر دیا تھا، اور جو تھبرون ہی کی وضع کا شخص تھا، لڑائی لڑنے پر کمربستہ ہو گئے۔ تھبرون نے تیئے ناروم سے ڈھائی ہزار آدمی مہیا کیئے اور جنگ میں کامیابی حاصل کی۔ واضح ہو کہ تیئے ناروم کے اجیر سپاہیوں کو لاؤس تھنیس ابھی حال میں جنگ لامیہ لے گیا تھا، لیکن کچھ مدت کے بعد ہزاروں اجیر پھر وہاں جمع ہو گئے۔

سرنہ کی حالت اب بہت بری تھی، چنانچہ بہت سے باشندوں نے بطلیموس والی مصر سے مدد کی التجا کی، لہذا ۳۲۲؁ ق م کے قریب اُس نے پیلا کے ایک مقدونوی اوفیلاس کو فوج لے کر سرنہ روانہ کیا۔ اوفیلاس نے تھبرون کو شکست دے دی، اُسے توخیرا میں گرفتار کیا اور ایولونیہ لے جا کر اُسے صلیب پر چڑھا دیا۔ لیکن اس کے باوجود بیشتر سرنویوں نے اوفیلاس کو شہر میں گھسنے کی اجازت نہیں دی جس کی وجہ سے خود بطلیموس کو آ کر انھیں بذات خاص زیر کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ الغرض تقریباً ۳۲۱؁ ق م میں سرنہ پر مصر کا قبضہ ہو گیا۔ ۳۱۳؁ ق م میں (بلاشبہ انتی گونوس کے کہنے سے) سرنوی مصریوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے لیکن اُنھیں مغلوب ہونا پڑا، لیکن ۳۱۲؁ ق م میں خود اوفیلاس نے بطلیموس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور اپنی حالت کو بہتر بنانے کے لئے اگاتھوکلیس کی اس تحریک کو منظور کر لیا کہ وہ قرطاجنہ کے خلاف مہم سر کرے، لیکن سرنہ سے کچھ دور خود اگاتھوکلیس نے اُسے قتل کر دیا۔ اب بطلیموس پھر سرنہ پر قابض ہو گیا اور اُس کی حکومت اپنے سوتیلے بیٹے ماگاس کے سپرد کر دی۔ یہ شخص سرنہ کا حاکم بن گیا، اور پہلے تو بحیثیت ایک صوبہ دار کے حکومت کی لیکن بعد میں بطلیموس اوّل کے بعد اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا، جس کی وجہ سے ۲۷۵؁ ق م کے قریب

باب

بطلیموس دوم کا سرنہ پر مطلق قابو نہیں رہا۔ لیکن اب واقعات نے پلٹا کھایا اور اس کے بعد اکثر و بیشتر سرنہ بطالسہ کے قبضے میں خواہ "حق ثانویت" کے تحت یا کسی اور شکل میں رہا لیکن مختلف جمہوریتوں کو تھوڑی بہت اندرونی آزادی حاصل رہی[۳۷]

مصر کے لئے قبرص سرنہ سے بھی زیادہ اہم تھا، اور اُسے سرنہ کے برابر آزادی حاصل نہیں تھی۔ سکندر کے عہد میں دونوں کا رتبہ مساوی تھا، اور جب سکندر نے صور پر چڑھائی کی ہے تو سرنہ نے اُس کی مدد کی تھی۔ جب انتی گونوس اور اُس کے مخالفوں میں جھگڑا ہوا تو وہ کبھی انتی گونوس کے ساتھ اور کبھی بطلیموس کے ساتھ نظر آیا (۳۰۵ ق م) لیکن بالآخر شاہ مصر ہی کو غلبہ حاصل ہوگیا۔ لیکن ۳۱۳ ق م میں قبرصیوں نے سرنہ کی طرح مصر کے خلاف علم بغاوت بلند کردیا، لیکن بطلیموس نے سرنویوں کی طرح انھیں بھی کچل کر نکوکریون ساکن سالامس کو وہاں کا صوبہ دار مقرر کردیا۔ لیکن ۳۰۶ ق م میں دیمتریوس نظر آتا ہے، بطلیموس کو مشہور جنگ سالامس میں نیچا دکھاتا ہے اور جنگ اِپسوس کے بعد

---

[۳۷] سرنہ۔ سرنہ و سکندر، دیودوروس ۱۷، ۴۹۔ سرنہ پر مصر کا قبضہ، ڈروائے سن ۲/۱، ۱۰۵۔

بطلیموس کے خلاف بغاوت فرو کردی جاتی ہے؛ اوفیلاس کی صوبہ داری؛ ڈروائے سن ۲/۲، ۳۵؛ اوفیلاس کی بغاوت؛ ڈروائے سن ۲/۲، ۹۱۔

ماگاس کے مفصل حالات؛ ڈروائے سن ۳، ۲، ۴، ۹۴؛ مقابلہ کرو کیوپ: "بطلیموس اوّل کی جنگ ہائے شام" Koepp: Die syrischen Kriege der ersten Ptol., Rhein. Mus. (۱۸۸۴ء)۔

۳۹ سکہ جات میولر "سکہ جات آفریقہ قدیمہ" Mueller: Numism. de l'ancienne Afrique "ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۷۲۵، وغیرہ، خصوصاً ۷۳۲ "فہرست سکہ جات بطالسہ بہ نوادر خانہ برطانیہ" Cat. Br. Mus. Ptol. ابالوں: "مسکوکیات" ۱، ۲۳، ۳۴۔

باب ۵

بھی برابر ۲۹۴ق م تک قابض رہتا ہے۔ اس کے بعد بطلیموس از سرِ نو اُس پر قبضہ کر لیتا ہے، اور جزیرے پر ایک ستراتی گوس مقرر کر دیتا ہے جس کا واحد کام یہ ہے کہ خراج جمع کر کے اسکندریہ روانہ کر دیا کرے۔ اسی زمانے میں قبرص بھی خانوادہ مصریہ کے گویا حقد ارِ "ثانویت" کا میدان بن گیا۔ مصر کے لیئے یہ جزیرہ نہایت قیمتی تھا اس لیے کہ یہیں سے جہاز سازی کے لیئے لکڑی جاتی تھی اور یہیں سے تانبا بر آمد ہوتا تھا جو جزیرہ نمائے سینا کے تانبے سے کہیں زیادہ آسانی سے مصر پہنچ جاتا تھا[۱۵]

مصر فنیقیہ اور کیلی سوریہ پر (جس میں فلسطین شامل تھا) مدت دراز تک قابض رہا۔ قدیم و جدید مصر کی تاریخ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ جب کبھی مصر طاقتور ہوا ہے، اس نے ہمیشہ ان ممالک پر قبضہ کرنا چاہا ہے۔ یہ ممالک چوتھی اور تیسری صدی ق م میں مصر اور شام کے درمیان مابہ النزاع تھے، لیکن ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ ۳۰۱ق م میں ان کی واقعی حیثیت کیا ہو گی۔ ان پر

---

[۱۵] قبرص۔ ڈروائے سن ۲، ۲، ۹، ۱۵، ۳۵، ۲۵۸۔
تھیوکری توس کے سترھویں گیت میں قبرص کا کہیں ذکر نہیں؛ اس کے لیئے دیکھو کیوپ ۱۱، ۲۔

قبرص کی پیداوار جو مصر کیلئے کار آمد تھی؛ ڈروائے سن ۳، ۱، ۵۶۔
سکے۔ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۶۲۷؛ فہرست سکہ جات نوادر خانۂ برطانیہ؛ سکہ جات بطالسہ، XXXIII, XXIII, XIX ان کی علامت ایک ڈھال تھی۔ گارڈنر (ابواب جدید، صفحہ ۱۶۵) اُن بطلیموسی نوشتوں کا "جو اس جزیرے میں بر آمد ہوئے ہیں"۔ اور اُن لا تعداد نقرئی سکوں کا حوالہ دیتا ہے جو قبرص کے ٹکسالوں میں ڈھالے جاتے تھے۔

سنہ ۳۲۰ق م میں بطلیموس نے، سنہ ۳۱۸ق م میں تھوڑے دنوں کے واسطے یومنیس نے، سنہ ۳۱۵ق م میں انتی گونوس نے، سنہ ۳۱۲ق م میں جنگ غازہ کے بعد پھر بطلیموس نے قبضہ کر لیا، لیکن میدان میوس میں اُسے جو شکست پہنچی اس کے بعد اسے اسّے دست بردار ہو جانا پڑا۔ انتی گونوس کے زوال کے بعد ان مُلکوں کا ایک حصّہ بطلیموس کے قبضے میں آیا، اور دیمتریوس کے زوال کے بعد شائد باقی ماندہ حصّے کا بھی یہی مالک بن گیا، گو چند مخصوص حصّے ایسے ہیں جن کی بابت ہم قطعی حکم نہیں لگا سکتے۔ مثلاً سنہ ۲۷۵ق م میں شام کا ایک بڑا جزو بطالسہ کے قبضے میں تھا لیکن، ہم اُس کی حدود کا تعین نہیں کر سکتے۔ سنہ ۲۶۶ق م کے بعد چاندی کے بطلیموسی سکّے یعنی چَو درہمیاں نمودار ہوتی ہیں جو فنیقی بلدیات سیدا، صور، بطلیمائس، یافہ اور غازہ میں بنائے جاتے تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ بطالسہ فنیقیوں کو بہت سے سیاسی حقوق دینے پر مجبور ہوئے ہوں گے۔ وہ علی العموم یہودیوں کے ساتھ بہت اچھی طرح سے پیش آتے تھے، اور اس قوم کے بہت سے لوگ خاص اسکندریہ میں بھی آباد تھے[۱۶]

مفروضے کے مطابق اُسی زمانے میں یعنی تقریباً سنہ ۲۶۰ق م یا اس سے پہلے ہی جب تھیوکریٹوس نے اپنا سترھواں گیت مرتب

---

[۱۶] فنیقیہ و کیلو سیریہ۔ ڈروائے سن ۲، ۱، ۷، ۱۶؛ ۲، ۲، ۹، ۷، ۴، ۵۴ ۔ Pol. ۵، ۷، ۶ کے اتباع میں کیوپ کی رائے یہ ہے (اور ہم اُس کی تائید کرتے ہیں) کہ بہت ابتدائی زمانے میں ہی یہ ممالک بطلیموس کے قبضے میں تھے۔ سکّہ جات ہیڈ، ۶۵۰، ۶۶۵ وغیرہ۔ فہرست سکّہ جات نوادر خانہ برطانیہ، سکّہ جات بطالسہ XXXVIII XXXIV XXIV

شامی سکّوں کے لئے دیکھو عقب، باب ۹، حاشیہ ۴؛ فنیقیہ کے لئے باب ۱۶، حاشیہ ۲۔

کیا تھا تو اُس وقت میں بطالسہ کی عملداری نہایت وسیع ہو گی اسلئے کہ اُس میں فینقیہ، عربستان، شام، طرابلس الغرب، حبشہ، پمفیلیہ، کیلیکیہ، کاریہ اور جزائر مدوّر سبھی تو شامل کیئے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس میں مبالغہ آمیزی بہت کچھ ہے؛ مثلاً کلیکیہ کے وہ ہموار علاقے جو طرطوس کے قریب ہیں، مصر کے باجگزار نہیں تھے، لیکن ممکن ہے کہ پمفیلیہ مصر کا ہی ماتحت ہو، گو لکیہ اور کاریہ کا صرف ایک جزو یعنی تھوڑا سا ساحلی علاقہ انکا فرمانبردار تھا اور باقی حصّوں پر سلیوکیون کا قبضہ تھا۔ یہ بلاشبہ درست ہے کہ جزائر مدوّر ضرور بطالسہ کے قبضے میں تھے۔ ظاہر ہے کہ ایک درباری خوشامدی شاعر کے لئے یہ مناسب تھا کہ اگر وہ کسی ملک کے قلعے میں مصری رسالہ دیکھے یا سنے کہ کسی ملک کے باشندے مصری عَلَم سے خوف زدہ ہیں تو وہ فوراً اُس مُلک کو شاہان مصر کا باجگزار بنانے میں تأمّل نہ کرے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ رھوڈز اور بہت سے دوسرے اضلاع میں ایتھنز کا جانشین مصر ہی تھا، لیکن فرق یہ تھا کہ ایتھنز محض ساحلی علاقے پر ہی اپنا سکّہ جما سکتا تھا[ٹله]

العزض ہم دیکھتے ہیں کہ سنہ ۳۲۳/۲۷۸ ق م کے انتہائی خلفشار کے بعد

[ٹله] مصر و تھریس۔ ڈروائے سن (۳، ۱، ۲۶۸-) یہ فرض کر لیتا ہے کہ ارسی نوے کی وجہ سے بطلیموس دوم نے لیزی ماخیہ، الفی سوس اور لیزی ماغوس کے دوسرے شہروں پر دعویٰ کر دیا۔ بلاشبہ اس حصّۂ دُنیا میں بطلیموس سوم ہی نے سب سے پہلے اپنا قدم رکھا تھا؛ فون ولاموو تز بھی "(انتی گونوس ساکن کارستوس)" یہ نہیں کہتا سنہ ۲۷ ق م میں تھریس بطالسہ کے قبضے میں تھا۔ سنہ ۲۳ میں اس کا ثبوت اس امر سے دیا جا سکتا ہے کہ اس سنہ میں اسپارٹی ہپومیدون تھریس کا مصری کماندار مقرر ہوا Telles in Stob. flor. ۳، ۷۲-

ملوکیتوں اور جمہوریتوں، غرض تمام مملکتوں کا ایک سلسلہ قائم ہو جاتا ہے۔ ان میں سے بعض تو طاقتور مملکتیں ہیں، جیسے رھوڈز، بعض ایسی ہیں جو باہمی معاقدوں اور لیگوں کے ذریعے سے اپنی آزادی قائم رکھتے ہیں، اور بعض (ایفی سوسس کی طرح) حکمرانوں کے ساتھ اچھے تعلقات پیدا کر کے اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔ ملوکیتوں میں سے وہ جن پر مقدونوی خاندان حکمراں تھے سب سے زیادہ ممتاز ہیں۔ ان میں سے مصر پر تو مطلق العنانی کے اُصول پر حکومت ہوتی ہے اور خارجی معاملات میں اُس کا طرز عمل آزاد خیالی پر مبنی ہے؛ شام کے حکمران بلدیات کی فراوانی کی وجہ سے اندرونی معاملات میں آزادانہ رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں لیکن خارجی معاملات میں جھگڑالو ہیں؛ مقدونیہ پر اب بھی آبائی اُصول پر حکومت ہوتی ہے اور اب بھی یہ بیرونی فتوحات کی طرف مائل ہے۔ ان تینوں ملکوں کے شاہی خاندان ان ممالک کی روایات کو جاری رکھتے ہیں جن میں انھوں نے اپنا گھر بنا لیا ہے، مثلاً انتی گونی تو قدیم مقدونوی شاہی خاندان کا اتباع کرتے ہیں؛ بطالسہ قدیم فرعونوں کی نقل کرتے ہیں اور سلیوکی قدیم ہخامنشیوں کے قدم بہ قدم چلتے ہیں۔ یہ دراصل ماحول کا اثر ہے۔ لیکن ان خاندانوں پر مقدونیہ کا نسلی اثر بھی ضرور ہے اور اپنی یونانی تعلیم و تربیت سے وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے، چنانچہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ پولی بیوس ۵، ۳۴، ۳ کے مطابق سنہ ۲۲۲ ق م میں مصر لیزی ماخیہ، اے نوس اور مارونیہ پر قابض ہے۔

جزائر تدور: فون ولاموو تز ۲۲۰؛ بوسولٹ: "قدیمات یونان" Griech. Sfaots. اشاعت دوم صفحہ ۶۳۳۔ اس مقام پر کسیلوں کو "لیلیموسیہ" نام دیا جاتا ہے۔ ولامار: "ابتدائی دو بطالسہ و عہدیت جزائر تدور" T. Delamarre Les deux premiers Ptolemees et la confederation des Cyclades پیرس سنہ ۱۸۹۲ء۔

ہم دیکھتے ہیں کہ انتی گونی اپنے تمدن کو (جو سکندر کے آباو اجداد کے تمدن سے کہیں ارفع و اعلیٰ تھا) اپنے مقاصد کو نہایت قابلیت سے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہخانشیوں کے اتباع میں سلیوکی اپنی سلطنت کے مختلف حصوں کو بڑے بڑے اختیارات دیتے ہیں اور چونکہ اسی لئے اُن میں یونانی عنصر (جس کی سلیوکی دل سے قدر کرتے تھے) موجود ہے اس سلطنت کا خاتمہ بھی ہو جاتا ہے۔ رہے بطالسہ تو وہ اپنے نئے مُلک کے روایتی ابوی طرز کو جاری رکھنے کی طرف مائل ہیں اور اسی میں اپنا مفاد تصور کرتے ہیں؛ مگر چونکہ مُلک والوں کے مذہب سے اُن کا تعلق نہیں ہے، خارجی معاملات میں وہ تربیت یافتہ یونانیوں کا سا برتاؤ کرتے ہیں اور خانگی معاملات میں وہ عیش و عشرت میں رہتے ہیں اس لئے اُن کا طرز حکومت ایک طرح سے غیر مربوط ہے اور آخر میں تدبّر کے میدان تک میں ان کی توانائی اور فہم و ادراک جواب دیجاتے ہیں اور صرف عیش ہی عیش باقی رہ جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ خود اور اُن کے مُلک دونوں کو نیچا دیکھنا پڑتا ہے۔

جیسا باب ۳ کے اختتام پر میں نے کہا تھا، میرے نزدیک وہ ملوکی نظام جس کی نوع بنوع کیفیات کو میں نے اس باب میں بیان کیا ہے، اُس زمانے کے یونانیوں کے لئے کئی معنی کر کے مفید نہیں تھا، اور اب اس مقام پر میں بعض دوسری باتیں بھی بیان کرتا ہوں۔ یونانی بلدیے کو صرف دوسروں سے امن و امان قائم کرنے کے لئے بادشاہوں کی حاجت تھی، اور دوسرے مقصد کے لئے سکندر کی یا اُس کے کسی ایسے جانشین کی حکومت جو سب پر قابو یافتہ ہوتا کسی کام کی ہوتی، اور اس قسم کی سلطنت ایک طرح کی رومن سلطنت کے مماثل ہو جاتی۔ اگر سلیوکوس کا تمام سلطنت پر قبضہ ہوتا تو وہ ان اُصول پر حکومت کر سکتا۔ لیکن وہ

تمام سلطنت پر قبضہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ جانشینان سکندر اور "تابعین" میں اوّل تو ویسے بھی بہت سے نقائص تھے اور پھر انھوں نے ایک دوسرے کے ساتھ مسلسل جنگ کر کے بڑا بھاری نقصان پہنچایا، گو خود اپنے نقطۂ نظر سے یہ جنگ ان کے لئے ناگزیر تھی۔ ویسے تو ملوکی اُصول اگر موروثی ہو تو مُلک میں امن پیدا کرتا ہے لیکن اس موقع پر اس کے صرف تاریک پہلو ہی ظاہر ہوئے۔ ان کا واحد حق حقِ فتح تھا، اور یہ ایسا حق ہے جو قوّت کے خاتمے پر خود بھی سلب ہو جاتا ہے، چنانچہ یہ بالکل فطری امر تھا کہ ان سب کا کام تمام ہو جائے۔ بہر حال سلیوکیوں نے ایک بات ضرور کی جو قابل تعریف ہے، وہ یہ کہ اُنھوں نے اپنی سلطنت میں شہروں اور ریاستوں کے نشو و نما کر ترقی دی۔ اس کے بعد رومن سلطنت سکندر کی جانشین بن گئی؛ روما نے وہ کر دکھایا جو سکندر بھی نہیں کر سکا تھا، اور اُس کے اثر کا رقبہ بھی سکندری رقبے سے کہیں زیادہ وسیع تھا۔

باب ششم

یونانیوں کا تمدّن

اب ہم تاریخ کے اس سے زیادہ مسرّت آفریں کیفیات کیطرف رجوع ہوتے ہیں اور اُس عہد کی تہذیب و تمدّن پر بحث کرتے ہیں۔

سکندر کی فتوحات کے باعث یونانیوں کے اُن حالات میں بڑی بڑی تبدیلیاں واقع ہوئیں جن سے اُن کی تہذیب متاثر ہوتی تھی، اور ان سے ایک طرف تو یونانی تمدّن کا میدان نہایت وسیع ہو گیا اور دوسری طرف دُنیائے یونان میں پہلے کی بہ نسبت اب آزاد ادارات کے غلبے میں کمی پیدا ہو گئی۔ ان تبدیلیوں کا اثر سب سے پہلے تو مذہب پر پڑا۔ جب یونانیوں کو ایشیا اور مصر کے ساتھ روابط پیدا کرنے پڑے اور اُنھوں نے ان ملکوں کے ادارات کی بابت معلومات حاصل کیں تو اس کی وجہ سے اُن کے مسالک یونان میں زیادہ مقبول ہو گئے اور ساتھ ہی ساتھ یونانیوں کی نظر میں مختلف فرماں رواؤں کا (خصوصاً اُن فرمانرواؤں کا جنھوں نے مشرق میں اپنی سلطنتیں قائم کی تھیں) رتبہ معبودوں کے مساوی ہو گیا[1]۔ یہ طرزِ عمل

---

[1] زدسے میل Susemihl نے اپنی کتاب: "تاریخ ادبیات یونان بزمانۂ سکندری"

(جس کا باب ۳ میں ذکر کیا جا چکا ہے) یونانیوں کے نزدیک کچھ ایسا لغو نہ تھا۔ اُن کے خیال میں مذہب ایک آزاد قوم کا ذاتی معاملہ تھا، اور جن افراد کو معبودوں کا رتبہ دیا جاتا تھا وہ ہمیشہ غیر ملکی ہوتے تھے۔ کسی منفرد پولس یا مملکت کے لئے انسان کے مجرد تصاد کا، یعنی اس معبود کا جس سے ہم واقف ہیں، گویا (نعوذ باللہ) وجود ہی نہیں تھا۔ باب ٦

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ Gesch. der Griech Litteratur in der Alexandinerzeit ۲ جلد، لائپزگ سنہ ۱۸۹۱/۱۸۹۲ء میں (جس کا اس کتاب کے پہلے باب کی یادداشت میں ذکر کیا گیا ہے) مختلف مصنّفوں کی زندگی اور تصانیف میں جو کچھ واقعات دلچسپ ہیں ان کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور نسبتہً غیر اہم مصنّفوں کو بھی نہیں چھوڑا ہے۔

انسانوں کی پوجا کے لئے دیکھو باب ۲، حاشیہ ۱۳۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ یہ عزت صرف غیر ملکیوں کے لئے مختص تھی۔ علی العموم اس امر پر توجہ نہیں کی جاتی کہ سلطنت روما میں شہنشاہوں کی جو پوجا کی جاتی تھی اس کی توجیہ بھی اسی طرح کی جا سکتی ہے۔ رومن شہری زندہ شہنشاہوں کو اپنا معبود نہیں سمجھتے تھے، بلکہ اس کی بجائے ان کی پرستش پہلے تو ایشیا کی اور پھر تمام سلطنت کے خود مختار یونانی ملتوں میں رائج تھی، اور یہ ملتیں نہایت اطمینان سے ایسے افراد کو جو اُن میں سے نہیں تھے بلا خوف و خطر اپنا معبود بنا سکتی تھیں۔ اس سے یونانیوں کی غلامانہ حیثیت کا مظاہرہ نہیں ہوتا بلکہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا اور مذہب کے بارے میں اُن کا تخیّل کس قدر ناقص تھا۔

یونانی مذہب میں تبدیلیاں؛ دیکھو پ۔ گارڈنر: "ابواب جدید" صفحہ ۱۴۴ وغیرہ، کی بیلے و متھراس، ۴۴۳/۴۴۴۔ عیش پسند فرقوں کے دیوتا خاص یونان میں؛ ۴۴۶۔

بطالسہ سلیوکی اٹالوسیوں سے زیادہ الوہی اعزاز کے طالب معلوم ہوتے۔ اٹالوسیوں میں صرف مردہ بادشاہوں کو الوہی خطاب دیا جاتا تھا، اور جب تک فرمانروا زندہ رہتا، اُسے صرف "ہم جلیس الوہی" کہنے پر اکتفا کیا جاتا تھا۔

باب ۶

جو شخص کسی خاص شہر کا شہری نہ ہو اُس کے لئے اس شہر کا معبود بن جانا بالکل ممکن تھا۔ ظاہر ہے کہ ایک ایسا مذہب جو پولیوکی تیس جیسے شخص کو اپنا معبود قرار دے سکتا ہو، یقیناً نفرت کے قابل تھا۔ دیونی سوس جیسے معبود کا پایہ دیمتریوس جیسے معبود سے کچھ زیادہ بلند نہ تھا، تاہم یہ ممکن ضرور تھا کہ دیمتریوس کی جو تصویر تیار کی جائے اُس میں مطمعی رنگ آمیزی ہو، اس لئے کہ معبود محض خیالی ہو تو پھر کسی قسم کے صفات بھی اُس کے ساتھ وابستہ کئے جا سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے اُن نتائج کے باعث جو یونانی مذہب نے مستنبط کئے تھے، یہ مذہب اب پہلے سے بھی زیادہ ناقص ہو گیا۔ لیکن یہ نقص صرف اُن حالات کی وجہ سے پیدا نہیں ہوا جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، بلکہ جس شخص نے اُسے ایک ادبی پیرایہ دے کر اُس میں تبدیلی کی وہ مسینا کا باشندہ، شاہ کاساندر کا دوست اور اپنے زمانے کا مورخ و جغرافیہ داں، یوہیمیروس تھا[۲۵]۔ یوہیمیروس شاہ کاساندر کے کہنے سے ایشیا گیا، اور اپنی سیاحت کے دوران میں بحر ہند کے چند نہایت ہی عجیب و غریب جزیرے دریافت کئے جن کا ذکر اُس نے اپنی تصنیف "نوشتۂ مقدس" میں کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ان جزیروں میں سب سے بڑے جزیرے کا نام پن کایہ تھا، اور اُس میں اُن افراد کی جانبازیاں لکھی موجود تھیں جنھیں یونانیوں نے اپنا معبود بنایا ہوا تھا، جیسے خود زیوس، اور کوہ اولمپوس کے دوسرے دیوتا۔ یہ قول کہ یونانی معبود ابتدا میں محض انسان تھے، زمانہ مابعد میں علمائے عیسویت کو بہت پسند آیا اور وہ

---

[۲۵] یوہیمیروس۔ دیکھو ہولم: "تاریخ سسلی بزمانہ قدیم" Holm: Gesch. Sic. in Alterthum ۲، ۲۷۲ تا ۲۷۶ و ۲۸۱، برون ہوفر: "از ارال تا گنگ" Brunnbofer: Vom Aral bis zur Ganga (لائپزگ، ۱۸۹۲ء، ص ۹۲ - ۹۳۔ اسکے نزدیک "پنکایہ" = بنگالہ، "پنارہ" = بنارس، "کریٹی" "کورنتیاس" = کرو وغیرہ۔

اس کو بنظر اطمینان دیکھنے لگے کہ کس طرح ایک بت پرست خود اپنے مذہب کا اپنی تحریروں کے ذریعے سے بطلان کرتا ہے، چنانچہ آج بھی دینیات کی اس طرح تاویل کرنے کو یوہمیریت کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یوہمیروس کا اُصول لوگوں کے پسند خاطر نہیں تھا اس لئے کہ اُس کے بانی نے اُن کے قدیم سیدھے سادے عقیدے کے معاوضے میں اُنھیں کچھ نہیں دیا، لیکن کاساندر اور اُس کے مصاحبوں کے لئے یہ اُصول نہایت کار آمد تھا اس لئے کہ اب یہ بادشاہ خود اپنی الوہیت کا دعویٰ کرسکتا تھا۔ اگر یونانیوں کو ترغیب و ترہیب سے کہ وہ جانشینانِ سکندر جیسے انسانوں کی پوجا کرنے لگیں، تو پھر یونانیوں کے لئے یہ غیر ممکن نہ تھا کہ پانچویں یا چوتھی صدی کے زمانے سے بھی زیادہ اپنے سے کمتر مہذب اقوام کے مذاہب کی پیروی کریں اور اُن سے اطمینان قلبی حاصل کریں، چنانچہ تھریسی، افروجی اور مصری مذاہب، جن کا مدت سے یونانیوں پر اثر چلا آتا تھا، اب علی الاعلان پھیلنے لگے، اور شام و ایشیائے کوچک کے یونانیوں میں تو مختلف مذاہب ایکدوسرے کے ساتھ بالکل ہی مخلوط ہو گئے۔

ظاہر ہے کہ یونانی تمدّن کی تبدیلی کی وجہ سے اُسکی سطح پہلے کی بہ نسبت کچھ زیادہ بلند نہیں ہوئی۔ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جن ملکوں میں یہ تبدیلی زیادہ رونما ہوئی وہ تمدّن کے میدان میں صفِ اوّل میں نہیں تھے۔ جانشینانِ سکندر کے ممتاز ترین مستقر اسکندریہ میں، اُس شہر میں جس کے ذریعے سے ایسس اور سیراپیس کی پوجا نے ہر یونانی مملکت میں پھیل گئی، یہاں بہت سے یونانی شاعر جمع ہوگئے لیکن یہ سب کے سب قدیم یونانی جمہوریتوں کے باشندے تھے اور ان میں سے اکثر وہاں کے تمدّن کے نمایاں آثار تھے۔ ناظرین معلوم کریں گے کہ تمدّن کے اصلی مراکز وہی آزاد مملکتیں اب بھی بنی ہوئی تھیں، اور ان میں سب سے ممتاز ایتھنز تھا، جس نے

ایک حد تک پہلے سے بھی زیادہ یونانیوں کی ذہنی زندگی کی رہبری کا بیڑا اُٹھایا ہوا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ۳۰۰ ق م کے قریب ہی کے زمانے میں ایتھنز نے فلسفے اور شعرگوئی میں وہ مسالک پیدا کیے جو اُس شہر کے پہلے کارناموں کے برابر نہ سہی، لیکن ہمارے زمانے تک کی دُنیا پر اثر ڈالے بغیر نہیں رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ جو کوشش کی گئی کہ یونانی مذہب میں مشرقی معبود شامل کیے جائیں یا فلاں فلاں مقدر دیوی کو اولمپوس میں جگہ دی جائے، اس کا جواب ایتھنز نے اپنے فلسفے کو پیش کر کے دیا۔ یہ فلسفہ ایک دوسری چیز کا بھی جواب تھا، وہ یہ کہ زندگی کا مقصد محض موقتی فائدے کا حصول اور موقتی ضروریات کی تکمیل ہے یا کیا۔ اب ہم سب سے پہلے فلسفے کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

ایتھنز موجودہ مسالک کا مرکز بنا رہا اور ساتھ ہی اُس نے جدید مسالک کا بھی اضافہ کیا۔ دیموخاریس کے ہمنواؤں نے ایک شخص مسمّی سوفوکلیس کے ذریعے سے یہ کوشش کی تھی کہ ایتھنزی اُصول کے برخلاف فلسفیانہ تعلیم مملکت کی نگرانی میں دے دیں، لیکن اس تحریک کو خلاف آئین قرار دے کر اسے بہت جلد منسوخ کر دیا گیا۔ اس قانون کی وجہ سے تھیوفراستوس کو جلاوطن ہونا پڑا تھا، مگر اب وہ واپس آ گیا اور اس کے بعد ایتھنز کی فلسفیانہ ترقی میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی[1]

افلاطون کا مدرسہ یعنی اکادمی ابتدا میں محض اپنے مشہور آفاق بانی کے نام پر ہی قائم تھا اور خود اُس نے کوئی خاص ترقی نہیں کی تھی۔ اُس نے

---

[1] فلسفہ۔ دیکھو مشہور کتابچے، خصوصاً ونڈلبانڈ فلسفیوں اور اُن کے ادبی کارناموں کے لیے زوسے میل ۱، ۱۰۲/۱۰۱ ۔
لیزی ماخوس فلسفیوں کو جلاوطن کر دیتا ہے، Athen ۱۳، ۱۰۲/۱ ۔

باب ۶

ان تصوّرات پر جن سے اس حکیم نے اپنے فلسفے کی ابتدا کی تھی، مطلق توجہ نہیں کی، بلکہ اس کی بجائے اس سے کم بار آور نظریئے یعنی نظریۂ اعداد پر اپنا وقت صرف کیا۔ افلاطون کے بعد اُس کا بھتیجا اسپیوسی پوس صدر مدرّس مقرر ہوا، اور تقریباً ۳۳۵ سنہ ق م میں زینوکراٹیس نے (جو اسی کا ہم عمر تھا) اُس کی جگہ لے لی۔ گو زینوکراٹیس باہر سے آیا تھا لیکن ایتھنز ہی اُس سے سفارتوں کا کام بھی لیتے تھے۔ اسکے بعد صدر مدرسی کا کام ایتھنزی پولے مون (۳۱۴ سنہ ق م تا ۲۷۰ سنہ ق م) اور ازاں بعد کراٹیس کے سپرد کیا گیا۔ منجملہ اکادمی کے ارکان کے یوکسودوس ساکن کنیدوس جو علم ہیئت اور علم طب میں ماہر تھا، اور ہرقلیدوس ساکن ہرقلیہ جس نے بہت سی کتابیں لکھی تھیں، ممتاز تھے۔ زمانۂ مابعد میں اکادمی افلاطونی خیالات سے اور بھی زیادہ ہٹ گئی اور مسلک "ارتیابیہ" سے مل گئی جس کی بنیاد پرصون ساکن الیس نے ڈالی تھی۔ "ارتیابی" گروہ دعاوی کے عدم تیقّن پر زور دیتے اور ہر قسم کے اثباتی کلام سے پرہیز کرتے تھے۔ اس "تعطّل حکم" سے، جسے یونانی میں ایپوخے کہتے ہیں، ایک طرح کا اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے، اور یہی اُس عہد کی گویا جان ہے جس میں مختلف حکمرانوں کے باہمی مناقشوں کی وجہ سے ہمیشہ جوشش کی کیفیت رہتی تھی، اور لوگوں کو اس اطمینان قلبی کی آرزو رہتی تھی۔ اسی "ارتیابی" یا "وسطی" اکادمی کا بانی، وہ شخص جس نے اس کا تصفیہ کیا کہ محض اغلبیت ہی تک انسان کی پہنچ ممکن ہے، ارکے سی لاؤس تھا۔[1]

---

[1] اکادمی اور ارتیابیت۔ اکدمیس و دلیو فانتوس؛ ڈروائے سن ۴، ۱، ۳۷، ۳۴؛ پری تانس، ڈروائے سن ۳، ۲، ۱۵۵- پرصون، گارڈنر: "ابواب جدید" ۴۴۸-

ارسطاطالیس کے اُصول کے مطابق مشائین کا مسلک عام تحقیقات موجودات کا جائے پناہ بن گیا۔ اس کا پہلا جانشین تھیو فراستوس ساکن ایرےسوس تھا جسے علم موالید ثلاثہ میں مہارت پیدا الغی۔ یہ ۲۸۷ق م تک زندہ رہا۔ ان مشائین کے ہم عصر مفصلۂ ذیل بھی تھے: یودےموس جسنے اخلاقیات کا، ارسطوکسے نوس جس نے نظریۂ موسیقی کا اور دیکیارخوس ساکن مسانہ جس نے سیاسیات کا مطالعہ کیا۔ تھیو فراستوس نے اپنی تمام جائداد منقولہ اس مدرسے کے لئے چھوڑ دی جس کی وجہ سے اُسے استحکام حاصل ہوگیا۔ ۲۸۷ق م سے ۲۶۹ق م تک اس کا صدر ستراتون ساکن لمپساکوس تھا جس کا رجحان مادّی خیالات کی طرف تھا، اور جب اس نے یہ اعلان کیا کہ سردی اور گرمی ہی ابتدائی قوتیں ہیں، تو وہ گویا قدیم یونانی فلسفے کیطرف واپس آگیا۔ مشائی فلسفے کا عملی پہلو دیمترِیوس ساکن فالیروم کے ذریعے سے اسکندریہ میں غالب ہوگیا۔[۵]

تقریباً یہ سب فلسفیانہ مسالک ارسطاطالیس کے اصل اُصول سے پھر گئے تھے۔ سقراط کا سب سے ممتاز خیال یہ تھا کہ انسان کو اپنے فرائض منصبی کا ہمیشہ دھیان رہنا چاہئے، اور اُسے پورے غور و فکر کے بعد عمل کرنا چاہئے۔ فلاطونیئین اور مشّائین برابر علمی مباحث میں مشغول رہتے؛ ان میں سے اوّل الذکر کے مباحث ثانی الذکر سے زیادہ مجردانہ ہوتے تھے اور ثانی الذکر علوم کے مختلف شاخوں کے ارتقاء اور ترقی کے ذریعے سے اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ وہ لوگ جنھیں عالم بننے کی تمنّا نہیں تھی، ان سب باتوں کو بالکل بیکار سمجھتے تھے، اور یہ بات ایسے زمانے میں اور بھی زیادہ افسوسناک تھی

---

[۵] مشّائین۔ فون ولاموونز: انتی گونوس ساکن کارِسیتوس ۴، ۱۹۷؛ ڈرو ائے سن ۳، ۲، ۱۵۵۔

باب ۶

جب مذہب روز بروز کمزور ہوتا جا رہا تھا۔ اصل میں اس کی بہت ضرورت تھی کہ فلسفہ از سرِ نو مسائل زندگی پر توجہ شروع کرے، اور اس ضرورت کو پورا کرنے میں اُن دو مسالک نے جن کا ہم ابھی ذکر کریں گے خاص طور پر امتیاز پیدا کیا۔ ان کا قدیم مسالک سے وہی تعلق تھا جو فرانسسکی اور دومینی کی رہبان کا بینی دکتی رہبان اور ان کے بے شمار ساتھیوں کے ساتھ تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ موخر الذکر نے بنی نوع آدم پر بہت سے احسانات کئے ہوں گے، لیکن ان سے لوگوں کی فوری ضروریات پوری نہیں ہوئیں، اور ان ضروریات کے پورا کرنے میں گداگر عیسوی راہبوں نے، جو عوام میں نشست و برخاست کرتے تھے، صحیح طور پر بڑا رتبہ پایا۔ یہی کیفیت تقریباً سنہ ۳۰۰ ق م میں ارضِ یونان میں بھی اور "سقراطی" گروہ کچھ بھی ہو لیکن وہ سقراط کا پیرو نہیں رہا تھا۔ عین اس موقع پر تماشا گاہِ یونان کے رواقیین اور ابی قورین نمودار ہوتے ہیں، اور ان کے آتے ہی فلسفہ گویا آکاش سے گر کر دھرتی ماتا پر آجاتا ہے اور عوام النّاس کی واقعی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرتا ہے جو اب یونانی مذہب سے پوری نہیں ہوتی تھیں۔

رواقی مسالک کا بانی قبرصی کیتیم کا رہنے والا زینو تھا، جو تقریباً سنہ ۳۴۰ ق م میں پیدا ہو کر تقریباً سنہ ۲۶۵ ق م میں راہیٔ ملکِ عدم ہوا۔[۵۶]

---

[۵۶] رواق۔ زدسے میل ۱/۵۲۱۔ فلسفیوں کا تعلق گوناتاس سے، ایضاً ۱/۱؛ ڈروائسن ۳/۱، ۸۹، ۱۹۷، ۲۳۰، ۲۱۴، ۲۱۶؛ فون ولاموودتز: "انتی گونس ساکن کارستوس" ۲۱۷۔

رواق ابتدا ہی سے زندگیٔ عامّہ میں حصّہ نہیں لیتا؛ زدسے میل ۱/۶۰۔ رواقی فلسفہ زمانۂ مابعد میں سلطنتِ روما کا فلسفہ مطمحیت (وِنڈلبانڈ ۲۹۷) اور ابی قوریت فلسفۂ حقیقت تھا (ایضاً ۳۰۴)۔ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

باب وہ اپنے گھر کا کھاتا پیتا تھا اور تجارت کی غرض سے ایتھنز آیا تھا لیکن ساتھ ہی اُس کی آمد کی ایک وجہ وہ کشش تھی جو اس مدینۃ الحکما کی ذہنی زندگی میں باہر والوں کو کھینچے لاتی تھی۔ ایتھنز پہنچنے پر اُس نے پورے جوش کے ساتھ فلسفے کا مطالعہ کیا، اور خاص طور پر مسلک کلبیین کا جس کا ایتھنز کے عیش و عشرت کی زندگی سے تباین خاص طور پر نمایاں تھا، کلبیت کے اصول اُس کی نظر میں قابل قبول ضرور تھے، لیکن اُس کے نزدیک اُن کی بنیاد حکمیات پر نہیں تھی۔ اُس نے ذہنی الٹ پلٹ کا سبق میگاریوں اور فلاطونیوں سے حاصل کر کے ایک جدید فلسفے کا مکتب قائم کیا جس میں عملی اور حکمیاتی دونوں پہلو موجود تھے۔ اُس نے اپنا مرکز ستواپوئے کیلیے یا رواق بوقلمون کو بنایا جو ناف شہر میں واقع تھا۔ رواق کا محل وقوع بھی کچھ کم اہم نہ تھا۔ اکادمی اور لیکیوم دونوں فصیل سے باہر تھے، چنانچہ لوگوں کو وہاں پہنچنے کے لئے پہلے سے خاص طور پر ارادہ کرنا پڑتا تھا، لیکن رواق بوقلمون سے ہو کر ہر ایتھنزی تقریباً روزمرہ گزرتا تھا۔ بجنسہٖ اسی طرح سے فرانسسکیوں اور دومی نیکیوں نے بینی ڈکٹیوں اور سسٹرسیوں وغیرہ کی طرح اپنی خانقاہیں دیہات اور تنہا مقامات میں نہیں بلکہ گنجان شہروں میں بنائی تھیں تاکہ اُن کے ذریعے سے اُن کے باشندوں کی حسب دلخواہ خدمت کر سکیں۔ علمی اعتبار سے زینو کا جانشین کلیان تھیس ساکن اسوس تھا، لیکن وہ اپنے گرو کی برابری نہیں کر سکتا تھا گو اُس نے نہایت تنگدستی کی حالت میں ایک معمولی حیثیت سے ایک ممتاز رتبے تک ترقی کی تھی۔ اس انتھک محقق کے قلم سے ہمارے پاس تک زیوس کا ایک بھجن پہنچا ہے۔ رواقیوں کا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ زینو اور کری سی پوس دونوں مشرقی نژاد ہیں، چونکہ مشرق تباینوں سے بھرا ہے اسلئے نظر میں عمق ممکن ہے۔ رواق کا مستقر بدنام کلیکیہ تھا۔

باب ۷ تیسرا بڑا مجتہد کری سی پوس ساکن سئولی (کلیکیہ) بھی بڑا عالم تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ "رواق کے پہلے تین سرگروہوں میں سے دو یقیناً نیم یونانی ملکوں کے رہنے والے تھے، لیکن اس مسلک کا نشوونما ایتھنز ہی میں ہوا اور اُس کی بنیاد ایسے مشرقیوں نے ڈالی تھی جو مشرقی تزک و احتشام اور مبالغہ آمیزی پر غور و فکر کو ترجیح دیتے تھے۔

اگر ہم رواقیوں کے اُصول پر غور کریں تو ہم یہ محسوس کریں گے کہ وہ زندگی کے صحیح مسلک پر زور دیتے تھے اور اس طرح عمل کے میدان میں وہ اپنے پیش رو مسالک پر سبقت لے گئے تھے۔ رواقی ایک ایسے مفکر کی مطمحی تصویر کھینچتے تھے جس کا شیوہ غور و فکر کے ساتھ نیکی بھی ہو۔ ساتھ ہی اس مفکر کو بے نفسا بھی ہونا چاہیئے اور ایسے قوانین پر عمل کرنا چاہیئے جو مخلوق عالم پر مادی و روحانی اعتبار سے حکومت کرتے ہیں۔ اس کے معنی دوسرے الفاظ میں یہ ہوئے کہ کہ اُسے فطرت اور عقل کے مطابق عمل کرنا چاہیئے تاکہ وہ اپنے فرائض منصبی پورے کر سکے۔ اس مسلک کے پیرؤوں نے جس تخیل پر خاص طور پر غور کیا وہ فرض منصبی کا تخیل ہے، لیکن اُس میں یہ یقین کرنیکی اجازت نہیں دی گئی کہ فرض سے مُراد خارجی افعال کا ارتکاب ہے بلکہ ادائیگیِ فرض میں جو عنصر سب سے اہم سمجھا گیا وہ ارادہ ہے۔ یہ امر فی نفسہ سب سے اعلیٰ اور قابل تعریف تھا اس لئے کہ اس سے یونانیوں کو اپنے مذہب کے نقائص دور کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی تھی جس کا ایک بڑا حصّہ محض رسوم پر مشتمل تھا۔ لیکن رواقی عقائد کے اس عنصر کی وجہ سے بہت سی خرابیاں بھی پیدا ہوگئیں۔ چونکہ ہر چیز ارادے پر مبنی سمجھی جاتی تھی اس لئے رواقیوں کے لئے یہ ممکن ہوگیا کہ اپنے مسلک سے بھی نہ ہٹیں اور ساتھ ہی بظاہر ناقص اور بد اخلاق افعال سے بھی پرہیز نہ کریں۔ اسی وجہ سے بہت سے رواقی تو کلبیوں کے بہت ہی قریب پہنچ گئے ہیں۔ لیکن یہ امر بھی اتنا ہی اہم تھا

کہ رواقی اُصول کے مطابق اب ارسطا طالیسی معنی ہیں فرد کی سیاسی حیثیت کا لزوم باقی نہیں رہا تھا، اور اس مسلک کے پیروؤں کیلئے پولِس یا مملکت میں کسی قسم کی کشش باقی نہیں رہی تھی، بلکہ یہ فی الواقع مملکت سے بالاتر بنی نوع انسان کے بھائی چارے تے تخیل تک پہنچ گئے تھے۔ اس طرح نہ صرف یونانی مملکت کا خاتمہ ہو جاتا ہے بلکہ (اور یہ وہ بات ہے جس کی طرف ذرا کم توجہ مبذول کی جاتی ہے) یونانی اپنے مذہب کو بھی خیرباد کہہ دیتے ہیں اس لئے کہ اُس کی بنیاد بھی پولِس پر ہی تھی۔ سقراط سے "عالمیت' کے خیال کی ابتدا ہوئی تھی لیکن یہ رواقی ہی تھے جنھوں نے اُسے ایک خاص نظرئے پر مبنی کیا۔ اُنھوں نے اس طرح وقتی طور پر مملکت کا خاتمہ کر دیا اسلئے کہ علاوہ پولِس کے اس وقت کوئی ایسی مملکت نہیں تھی جو یونانی خیال سے ٹکر کھاتی۔ لیکن کچھ زمانے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ پولِس کے علاوہ ایک دوسری طرح کی مملکت کا خیال ممکن ہے جو اُنکی مطمحِ مملکت کے قریب تر ہوگی اور ساتھ ہی محض ایک بلدیے تک محدود نہیں ہوگی؛ چونکہ اُس زمانے میں ایسی مملکت ملوکی ہی ہو سکتی تھی اسلئے رواقیت کے پیرو مختلف بادشاہوں کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ اُن کے افعال پر عوام الناس کے مفاد کی خاطر اثر ڈال سکیں۔ رواقیوں کے فلسفۂ فطرت کو اس قدر اہمیت حاصل نہیں تھی؛ یہ فلسفہ مسئلۂ ہمہ اوست پر مبنی تھا اور اس میں فطرت کے مختلف پہلوؤں کی افادی حیثیت پر زور دیا جاتا تھا۔ یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ علاوہ براہِ راست ثبوت کے رواقی بنی نوع انسان کی یک جہتی کو بعض ناقابلِ ثبوت قضیوں کو ثابت کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں اسلئے کہ اس یکجہتی میں اُنھیں وہ عقل نظر آتی ہے جو دُنیا پر راج کر رہی ہے۔

عملی اعتبار سے رواقی فلسفہ ٹھیک ہو، لیکن یہ ہر شخص کیلئے کارآمد نہیں تھا اس لئے کہ اس کی بنیاد عاقلوں کی فکر پر تھی اور محض

باب ۷

چیدہ چیدہ لوگ ہی اس سے کما حقہٗ استفادہ حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا سب انسان نہیں تو اُن کا زیادہ حصہ عارف بن سکتا ہے یا نہیں۔ اگر اس کا جواب نفی میں ہو تو پھر ان بیچاروں کے لئے کیا باقی رہ گیا جنھیں اس راستے پر گامزن ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔ اس سوال کا جواب رواقیوں نے مطلق کچھ نہیں دیا، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کا جواب کسی فلسفی مسلک نے نہیں دیا، اگر دیا تو ایسے مذہب نے جو ہر آن یونانی مذہب سے ارفع و اعلیٰ تھا۔

اپی قوروس ساکن ایتھنز نے ایک دوسرے زاویۂ نگاہ سے عملی فلسفے کے مسائل کی طرف رجوع کیا۔ وہ ۳۴۱ ق م میں ساموس میں پیدا ہوا تھا[۵۷]۔ پہلے تو اس نے متی لنہ اور لمپساکوس

---

[۵۷] اپی قوریت۔ اپی قوروس نے اپنی زندگی لمپساکوس میں گزاری تھی، اور اسی طرح مترودوروس اور بہت سے بعد کے اپی قوری بھی شہر پریاپوس کے باشندے تھے۔ کم از کم یہاں اُس طرح کے تباین کی جگہ جو رواق اور کلیکیہ کے حکمراں سردانا پالوس کے مابین پایا جاتا ہے (دیکھو جلد ۳ باب ۲۲)، ایک طرح کی مشابہت ملتی ہے۔ ایک ایسی مملکت کے وجود کے سبب سے جسے انھوں نے کبھی کسی قسم کی تکلیف دینے کی خواہش نہیں کی، ان کے لئے ایک دائرہ بنانا اور ایک طرح کی اعیانی زندگی بسر کرنا ممکن ہو گیا تھا جس میں ایسی خوش مزاج عورتیں بھی شامل تھیں جو وقتاً فوقتاً فلسفیانہ مباحث میں بھی حصہ لیتی رہتی تھیں، اور جن میں سب سے مشہور لیون تیون تھی۔ ایک خاص نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو رواق عیسویت سے اور اپی قوریت اسلام سے مشابہ ہے۔ رواقی اُصول اور عیسویت کا اندرونی تعلق تو ہر شخص کو معلوم ہے، پھر اسلامی 'کہف' یعنی خاموش، ساکن، نیم خفتہ مملکت پر اپی قوری رنگ نظر آتا ہے۔

میں درس دیا اور اُس کے بعد یہ ایتھنز آگیا جہاں اُس کے شاگرد شہر سے باہر ایک باغیچے میں جمع ہونے لگے۔ اُس کا انتقال سنہ ۲۷۰ ق م میں ہوا۔ چونکہ اُس کا سب سے بڑا دوست مترو دوروس اُس سے پہلے ہی مرچکا تھا اس لئے اُس کے بعد ہرمارخوس اُس کا جانشین ہوا۔ تھیو فراستوس کی طرح ابی قوروس نے اپنے مدرسے کی بنیاد کو باغیچے وقف کراکر مستحکم کردیا اور اس کے لئے اراضی، مکانات اور سرمایہ چھوڑ مرا۔ ایک ملغنی کرکے ابی قوروس کے فلسفے کو ارسطی فوس کے اُصول کا سلسلہ سمجھنا چاہیئے۔ اُس کا مقصد رواقیوں کے مقصد سے بھی زیادہ عملی پیرایہ لئے ہوئے ہے، اس لئے کہ اُس کا مطمح نظر خود مسرت ہے جسے خوشی کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ لیکن یہ کہتا ہے کہ ہر قسم کی مسرت کے حصول کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے اس لئے کہ بہت سی مسرتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے بعد رنج و افسوس لوازمات سے ہوتا ہے اور نتیجہ اصلی مقصد سے بالکل برعکس نکلتا ہے۔ اسی وجہ سے ایسی مسرت کا تعاقب مناسب نہیں ہے، اور مسرت کے حصول کی کوشش میں غور و فکر سے کام لینا چاہیئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ابی قوری مسالک کے پیرو رواقیوں سے کس طرح آگے بڑھ جاتے ہیں۔ رواقیوں نے غیر مشروط انداز میں یہ مطالبہ کیا کہ سب سے پہلے انسان کو عاقل ہونا چاہیئے؛ ابی قوروس چاہتا ہے کہ انسان کو اس کا صحیح اندازہ ہونا چاہیئے کہ وہ کون کونسی چیزیں ہیں جن سے بغیر رنج کے مسرت حاصل ہوسکتی ہے۔ الغرض اس

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ابی قوریت اور ابتدائی عیسویت کے درمیان ایک خارجی تعلق ہے جو دوستی کی اہمیت میں نظر آتا ہے اور جس پر حال میں ذرا زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ دیکھو مہافی: "مسائل تاریخ یونان" لندن سنہ ۱۸۹۲ء صفحہ ۲۰۶۔

فلسفے کا مقصدِ اعلیٰ حقیقی مسرّت کا حصول ہے۔ چونکہ عقل محض مسرّت کے حصول کا ایک ذریعہ ہے اس لئے یہ نسبتہً آسانی سے حاصل ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ بہ نسبت اس کے کہ کوئی شخص قوانین قدرت کے عمق پر نظر ڈالے یہ اندازہ کرنا آسان ہے کہ تکلیف کا انسداد کیسے ہو سکتا ہے۔ ابی قوریوں کے نزدیک ایک طرح کی خوشی ہر ٹھنڈے دل سے سوچنے والے انانیت پرست کو حاصل ہو جاتی ہے؛ اور ایسی خوشی اُن لوگوں کے لئے بھی ممکن ہے جو رواقیوں کے معیار کے مطابق عقل کی کسوٹی پر پورے نہیں اترے! الغرض ابی قوریت بنی نوع انسان کی اکثریت کے حسبِ خال ہے، لیکن اُس کے پیرو اسی کی وجہ سے آسانی کے ساتھ بالکل غلط راستے پر لگ جاتے ہیں، اس لئے کہ جب مقصدِ اعظم حصولِ مسرّت ہی ٹھہرا تو پھر ہر نوع کے تلوّن کے راستے کھل جائیں گے۔ وہ شخص جو اپنی مسرّت کو ایسے سانچے میں ڈھال سکے کہ اسے خود کسی قسم کی تکلیف کا سامنا کرنا نہ پڑے وہ ہمیشہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں تو ابی قوروس کے قول پر عمل پیرا ہوں گو وہ دوسروں کو تکلیف ہی کیوں نہ پہنچا رہا ہو۔ زندگی کے عملی مقصد سے گزر کر ابی قوروس مطالعۂ فطرت پر زور دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مسرّت فقدانِ کلفت کا نام ہے اور اس فقدان کی وجہ سے ذہنی اطمینان حاصل ہوتا ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ کوئی چیز مذہب کے برابر ذہنی اطمینان کو ہرگز نہیں پہنچا سکتی، چنانچہ ابی قوروس کا خیال ہے کہ مذہب کا کام صرف یہی رہ گیا ہے کہ بنی نوع انسان کو خوف دلایا جائے اور اُس کے سامنے مشکلات پیدا کی جائیں، اس لئے مناسب ہے کہ خود مذہب ہی کا قلع قمع کر دیا جائے۔ وہ فلسفۂ فطرت سے کام لیتا ہے اور کسی ایسے نظریۂ فطرت کو تلاش کرتا ہے جس سے یہ مقصد حل ہو سکے۔ یہ نظریہ اُسے دیمقراطیس کے فلسفۂ ذرات میں مل جاتا ہے جسے وہ تھوڑی بہت ترمیم کے ساتھ تسلیم کر لیتا ہے۔ ہر چیز ذرات کے

باب ۶

باہمی تصادم سے بنتی ہے اور اس پر ابی قوروس یہ اضافہ کرتا ہے کہ اس تصادم کے لئے کسی معبود کی مطلق ضرورت نہیں ہے، لیکن یہ دھوکا ہی دھوکا ہے، اس لئے کہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب بہت سے ذرات جو پہلے علیحدہ تھے، بیک وقت متحرک ہوئے تو پھر ان میں باہمی لمس آخر کیوں پیدا ہوا اور وہ آخر متحرک ہی کیوں ہوئے؟ یہ سب بغیر دوسرے مفروضوں کے مطلق سمجھ میں نہیں آسکتا۔ قدما کے نظریۂ ذرات نے صرف اُن لوگوں کو مذہب سے بیزار کیا جو اُس سے علیحدگی کا بہانہ ڈھونڈھا کرتے ہیں۔ انسانوں کے باہمی تعلقات کی شکلوں کے مسئلے میں ابی قوروس رواقیوں سے ایک قدم آگے بڑھ گیا۔ رواقیوں نے تولیدیہ کو بالائے طاق رکھ کر دنیوی شہریت کے تخیل کو پیش نظر رکھا تھا اور یہ فرض کیا تھا کہ بڑی بڑی مملکتوں کے مناسب طور پر یکجا کرنے سے شہریت وجود میں آجائے گی؛ ابی قوروس کی دانست میں افراد کے مابین بہترین تعلق دوستی کا ہو سکتا ہے، جس کے یہ معنی ہوئے کہ خانگی زندگی اور بے روک چناؤ کو مطمح نظر بنایا جاتا ہے، جو نظریۃً اور عملاً دونوں اعتبار سے ترقئ معکوس کے مترادف ہے، کیوں کہ بنی نوع انسان کی بقاء کے لئے مملکتی تعلقات نہیں تو کم از کم دوسرے جبری تعلقات تو یقیناً ضروری ہیں۔ اگر ابی قوروس کے مسلک کے پیرو اس قسم کے جبری نظام میں تعامل کرنا نہیں چاہتے تو پھر اُن کا خیال صِرف یہی رہ گیا کہ وہ دوسروں سے کام نکال کر اپنی زندگی چین و آرام سے بسر کرنے کے خواہاں ہیں۔

اگر ابی قوریت نے ان لوگوں کی خوش قسمتی پر زور دیکر جو ایشیائی حکمرانوں کے باہمی تنازعات اور جنگ و جدال کی پروا نہیں کرتے تھے اور پُر امن خانگی زندگی سے محفوظ رہ سکتے تھے، گویا اس عہد کے عام رجحانات و میلانات کے مطابق سبق دیا تو

باب

رواقیوں نے اُس عہد کے اُس زمانے کے اُن اعلیٰ حوصلوں اور آرزوؤں کو نمایاں کیا جو زندگیٔ عامّہ کے اصلاحات پر مشتمل تھے۔ فرائض منصبی کے تخیّل کی وجہ سے رواقیت کے پیرو مملکتوں کی صحیح تنظیم کی ضرورت کی طرف سے بےخبر نہیں ہو سکتے تھے۔ خود زینو کے متعلق انتی گونوس گوناتاس کی رائے نہایت اچھی تھی، اور یہی کیفیت ایک دوسرے رواقی پرسائیوس کی تھی جسے زینو نے اپنی جگہ شاہ مقدونیہ کے پاس اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا تھا اور جو اس سے پہلے گوناتاس کے فرزند ہالکیونیوس کا اتالیق بھی رہ چکا تھا، چنانچہ شاہ مقدونیہ نے اُسے اپنی طرف سے کورنتھ کا صوبہ دار مقرر کر دیا۔ اسی طرح بوریس تھنیس کا رواقی فلسفی سفائروس کلیومینیس مصلح اسپارٹا کا مشیر کار تھا۔ خود اکادمی بھی سیاسی آرزوؤں سے کلّیۃً بیگانہ نہیں تھی۔ ہم باب ۱۰ میں الکدیموس و دیمو فانتوس کا ذکر کریں گے جو میگالوپولس کے رہنے والے اور ارکے سی لاؤس کے شاگرد تھے؛ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تو وہ اپنے شہر کو خود سرانہ حکومت سے نجات دیتے ہیں، اور دوسری جانب مشائی پری تانس ایک سیاست داں کی حیثیت سے انتی گونوس دوسون کی خدمت کرتا ہے۔

اُس عہد کے فلسفیوں کے کاموں کی ایک خصوصیت علماء کی خدمت ہے، لیکن مستثنیات میں سے ایک ابی قوری تھے جو کسی غیر ضروری کام کو انجام دینا پسند نہیں کرتے تھے۔ مشّائیوں نے تاریخ ادبیات پر اپنی خاص توجہ مبذول کی، اور صرف و نحو کی بنیاد رکھنے کا سہرا رواقیوں کے سر ہے۔

ان تمام مسالک کا منبع و مآخذ ایتھنز تھا، ان سب کے صدر دفتر ایتھنز ہی میں تھے، اور ان کی وجہ سے بہت سے ایسے غیر ملکی ایتھنز میں آتے جاتے تھے جو فرائض زندگی کی بابت صاف اور

صریح آرار حاصل کرنے کے خواہاں تھے۔ ان کی وجہ سے ایتھنز پہلے سے کہیں زیادہ ارض یونان کا مرکز بن گیا۔ ساتھ ہی اس مدینۃ الحکما میں ایک نئی چیز یعنی سرورئیہ جدیدہ کی ابتدا ہوئی جس کی وجہ سے یہ شہر نازک خیالیوں اور حاضر جوابیوں کا مرکز بن گیا۔ ش۵ باب

ش۵ سرورئیہ جدیدہ اور ایتھنز کی اخلاقی حالت۔ سب سے پہلے میں ایک اقتباس دوں گا جو زمانۂ حال کے مصنفوں کے نہایت ہی قابل لحاظ آرا میں سے ہے۔ ڈروائے سن (۲، ۲، ۱۰۲) کہتا ہے: "اُس زمانے کے ایتھنز میں خانگی زندگی، شرم و حیا بالکل ناپید تھیں یا اُن کا ذکر صرف گفتگو تک ہی محدود تھا، اور شہر کی مکمل زندگی محض لفاظی اور خوش طبعی پر ہی مشتمل ہو گئی تھی جس میں خودنمائی اور کاہل الوجودی کا پہلو بے حد نمایاں تھا۔ ایتھنز نے یہ شیوہ اختیار کر لیا تھا کہ جو ذی اثر ہوتے اُنہیں ہدیۂ توصیف و تعریف پیش کرتا تھا جس کے معاوضے میں اُسے تحائف و وظائف سے مالا مال کر دیا جاتا تھا۔ جیسے جیسے اس کی عددیت میں ترقی ہوئی ویسے ہی ویسے اُس کی غلامانہ روش میں اضافہ ہوتا گیا"........

"مذہب کا خاتمہ ہو چکا تھا، اور تعلیم کے ساتھ جو بے پروائی بڑھی تو اُس کے ساتھ ہی ساتھ اوہام پرستی، جادوگری، نجوم اور مردہ پرستی نے بھی ترقی کی۔" ان واقعات کے ثبوت میں ڈروائے سن صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتا ہے کہ "اُس زمانے کے ایتھنز کی تصویر کھینچنے کے لئے اُس عہد کے سرورئیہ کے اجزاء بالخصوص مینانڈر کے سروریوں سے اُس کی خصوصیات کا اندازہ ہوتا ہے۔" موم سن اس سے بھی زیادہ جوش سے کام لیتا ہے ("تاریخ روما" I R. G ‘ ۱۰۹ وغیرہ)، اور یہی کیفیت کرسٹ کی بھی ہے (۲۰۲)، لیکن میں یہاں اُن کے اقتباسات نہیں دوں گا اس لئے کہ وہ کسی نئے نقطۂ نظر کو پیش کرنے کی بجائے وہی ڈروائے سن والا راگ الاپتے ہیں۔ پریلر Preller نے پاؤلی کی "محیط" ۴، ۷، ۷ پر مینانڈر پر جو نفیس مضمون لکھا ہے اُس میں وہ ذرا نرمی کا برتاؤ کرتا ہے، تاہم وہ یہ ضرور کہتا ہے کہ سرورئیہ جدیدہ میں عورتوں کا جو ذکر ہے اس سے "روزمرہ کی متاہلی زندگی کی

سروریۂ جدیدہ ادبیات یونان کے نہایت تحیر آفریں ہیولات

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - کمال بے ضابطگی کا اظہار ہوتا ہے" چونکہ علاوہ سروریہ کے اور کسی قسم کا ثبوت پیش نہیں کیا گیا اس لئے اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ سب باتیں اس میں ملتی ہیں یا نہیں - ہم دیکھیں گے کہ اس میں یہ کچھ نہیں ملتا -

(۱) یہ واقعہ نہیں ہے کہ ایتھنز کے سروریۂ جدیدہ سے اُس کے اخلاقی تنزل کا پتا لگتا ہے - عورتوں کو بُرا بھلا کہنا (یر یلیر) یونانیوں میں قدیم سے چلا آتا تھا - اگرچہ کچھ ہم سے کہا جاتا ہے اگر اُس کے من و عن باور کرنے کے دلائل موجود ہیں، تو پھر ہمیں اُن تصاویر کو بھی جو سمونیدیس اور ارسطوفانیس نے اپنے زمانے کے حالات کی کھینچی ہیں اسی معیار پر منطبق کرنا پڑے گا، اور پھر ہم خواہی نخواہی اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ سنہ ۳۲۰ ق م کی عورتیں سنہ ۴۲۰ ق م کی عورتوں سے کہیں بہتر تھیں - اگر ہم مناندر کی عورتوں کا ارسطوفانیس کی عورتوں سے مقابلہ کریں تو بھی یہی بات ثابت ہوگی، یعنی یہ کہ چوتھی صدی ق م میں ایتھنز ہی کے اخلاق پہلے سے بہتر ہو گئے تھے - لیکن مناندر کے سروریوں کے نقاد اُس کی تخریب کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ بہرنہج جب ارسطوفانیس نے اپنے سرور ئے مرتب کئے تھے مملکت ایتھنز اپنے اوج کو پہنچی ہوئی تھی، جس سے یہ نتیجہ مستنبط کیا جا سکتا ہے کہ چونکہ دوسرے شعبہ جات زندگی میں ایتھنز کو فروغ حاصل تھا اس لئے اگر اخلاق ایسے اعلیٰ نہیں تھے تو کوئی زیادہ ہرج نہیں تھا اور کچھ نہیں تو کم از کم قوم کے عروج میں کوئی شک و شبہہ نہیں - لیکن شومئ قسمت سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ارسطوفانیس کے ہمعصروں نے اُس پر یہ اثر نہیں ڈالا کہ ان میں کسی قسم کا غلو ہے، نہ وہ آجکل والوں پر ہی یہ اثر ڈالتے ہیں - اس کے لئے دیکھو جلد ۳، باب ۱۳، حاشیۂ ۸ - ممکن ہے کہ بحیثیت شاعر کے ارسطوفانیس مناندر سے بڑا ہو، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُس کے ہمعصر بھی مناندر کے ہمعصروں سے ارفع و اعلیٰ ہوں گے - مذہب کے تنزل کی بابت ڈرواے سن کی جو رائے ہے اُس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی - اوہام پرستی وغیرہ ہر ملک میں ہر زمانے میں کسی نہ کسی

میں سے ایک ہے، اور قدیم ہی نہیں بلکہ حال کے زمانے میں بھی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ شکل میں پائی جاتی ہے۔ شرم و حیا کے فقدان کی بابت جو خیالات ہیں اُن کی قیمت وہی ہے جو ایتھنز کی اسی قسم کی تنقید کی ہے جس پر باب ۲، حاشیہ ۱۰ میں بحث کی گئی تھی، اور اُسی نوع کی ہے جیسے اٹلی اور سسلی کی تنقید کی۔

(۲) سنہ ۱۶۶۰ء کے بعد کے انگریزی سرو ریہ سے جو تشبیہہ دی گئی ہے، اس کی بابت دیکھو میکالے کا مقالہ اور لی ہنٹ (Leigh Hunt) کی کتاب "ویچرلے کے ناٹک" (Dramatic works of Wycherly) سنہ ۱۸۴۰ء جو اُسکے مقالوں کے سلسلے میں طبع ہوئی ہے۔ اگر مناندر کے سرورئے سے کہیں بدتر سرو ریہ بھی مل جائے اُس سے بھی یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ لوگ اتنے بُرے تھے جتنا سرو ریہ میں بیان ہوا ہے۔ الغرض ڈروائے سن کا یہ مفروضہ درست نہیں ہے کہ مناندر کے زمانے کے لوگوں میں شرم و حیا نہیں تھی۔

یہی نہیں، بلکہ اس کے برعکس بہت سے ثبوت اس امر کے موجود ہیں کہ اُس زمانے کے ایتھنزیوں میں بہت اچھی ٹھوس صفات موجود تھیں اور اُنکے اخلاق کم از کم اُتنے ہی اچھے تھے جتنے ارسطوفانیس کے زمانے میں۔ پہلا ثبوت تو اُس جنگ سے ملتا ہے جو سکندر کی موت کے بعد لڑی گئی: یہ ضروری نہیں ہے کہ کارہائے نمایاں فتوحات ہی پر مشتمل ہوں، بلکہ بُرے وقت مایوس نہ ہونا بھی عظمت کی دلیل ہے۔ یہ کارہائے نمایاں مفصلۂ ذیل تھے: (۱) جنگ لامیہ (باب ۲)، (۲) اولمپیودورس کی ماتحتی میں بغاوت (باب ۲) (۳) کلٹوں کے خلاف جنگ میں شرکت (باب ۴) (۵) جنگ خریموندیس (باب ۹) اب ہم سوال کرتے ہیں کہ آیا آزادی کی حمایت میں یہ مسلسل جنگجویانہ حرکت، اور وہ بھی مسلسل ناکامیوں کی فضا میں واقعاً عظیم الشّان اور عالی منش نہیں؟ دوسری دلیل وہ عظیم الشّان اخلاقی انقلاب ہے جو تقریباً سنہ ۳۰۰ ق م والی فلسفیانہ تحریک سے ظاہر ہوتی ہے۔ اُس کا مظاہرہ بالخصوص رواق کی بنیاد سے ہوا۔ اس

باب ٦ سروریہ کے معیار کا ماخذ سمجھا جاتا ہے۔ اُس کے اور ارسطوفانیس کے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ ضمن میں کلیانتھیس کی زندگی حمانہ ہے؛ دیکھو .Diog. Laert ۷، ۵۔ کلیانتھیس، ایتھنز غربت و افلاس کی حالت میں آتا ہے اور ایک مالی کے یہاں نوکر ہو جاتا ہے جہاں وہ رات کے وقت مالی کا کام کرتا ہے اور دن کے وقت زینو کے درس میں شریک ہوتا ہے۔ پھر کلیانتھیس اپنی نوع کا واحد فرد نہ تھا جسے وہی علم کی پیاس تھی اور ایثار کا مادہ تھا جس سے ہم ایک سو سال پہلے سقراط کے شاگردوں میں دوچار ہوئے تھے۔ موم سن (۱، ۴۹۶) اس کی بابت کہتا ہے کہ یہ "کار نیم شبی کی وجہ سے روزانہ وقت ضائع کرنے" کے مترادف تھا، لیکن ہماری رائے میں جتنے لوگ ایسا کرتے اُتنا ہی اچھا تھا۔ صرف ایک ضمن میں ڈروائے سن کا قول درست ہے کہ عددیت کے فروغ کے ساتھ ساتھ ایتھنزیوں کی غلامانہ روش میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں ہم یہ کہنا مناسب سمجھتے ہیں کہ سنہ ۳۰۰ ق م کے ایتھنزیوں کی موم سن نے جو ہنسی اُڑائی ہے اُس کا بدلہ اُس نے اپنی تاریخ روما کی پانچویں جلد میں سلطنت کے تحت ایتھنزیوں کی زندگی کا حال بیان کر کے کر دیا ہے؛ وہ (Anth. ۱۲، ۸، ۷ اُسکا اتباع کرتے ہوئے) کہتا ہے کہ "غروب کے وقت بھی وہی سورج نظر آتا ہے"۔ یہ سچ ہے لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ سنہ ۳۰۰ ق م میں سورج کے غروب کا وقت ابھی نہیں آیا تھا۔ الغرض ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ سنہ ۴۰۰ ق م میں ایتھنزیوں کی جو کیفیت تھی وہی سنہ ۳۰۰ ق م میں بھی رہی۔

یہ غور کرنا ایک دلچسپ مشغلہ ہوگا کہ علمائے تاریخ کیوں اور کس طرح سنہ ۳۰۰ ق م کے ایتھنزیوں کی بابت ایک غلط نتیجے پر پہنچے ہیں۔ چونکہ ان علماء کی رائیں علی العموم درست سمجھی جاتی ہیں اس لئے اور بھی زیادہ ان خیالات کی تصحیح کی ضرورت ہے۔ ان کے استدلال کی بنیاد تین عناصر پر ہے، ایک تو اُس عہد کے یونانیوں کی ناقابل تردید غلطیاں دوسرے زمانۂ حال کے لوگوں کے اُس عہد کے بادشاہوں کی طرف زیادہ میلان اور اُس عہد کی جمہوریتوں سے نفرت، اور تیسرے سنہ ۴۰۰ ق م کے ایتھنزیوں کی

ایسے قدیم جمہوریہ کے مابین ایک عظیم الشان تباین نظر آتا ہے۔ ارسطوفانیس

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ خصائص کا غلط اندازہ۔ جہاں تک دوسرے عنصر کا تعلق ہے میں نے صحیح نقطۂ نظر پر کافی زور دے دیا ہے (جس کے لئے دیکھو تمہید کا حاشیہ)، اور یہاں میں صرف یہ دکھانے پر اکتفا کروں گا کہ آجکل کا میلان یہ ہے کہ اُن مضمونوں میں بھی جن کی بابت فرد الزام رائے ممکن ہے، جمہوریتوں کی جس قدر بھی تخریب کی جائے مناسب ہے۔ جب سنہ ۲۰۰ ق م میں دو اکارنانی کسی نہ کسی طرح سے رازہائے الیوسس کے مرکز میں پہنچ گئے تو انھیں ایتھنزیوں نے سزائے موت دی (لیوی ۳۱، ۱۴)، جسے موم سن "ایک سفیہانہ اور ظالمانہ خودنمائی" کا مظاہرہ بتاتا ہے۔ ("تاریخ روما" ۱، ۱۰۷)۔ ظاہر ہے کہ یہ ممکن ہے کہ موم سن کا یہ حکم بالکلیہ بے انصافانہ نہ ہو، لیکن اس فعل کے لئے تین ایسے سخت الفاظ استعمال کرنا، خصوصاً جب یہ کارروائی کسی حالت میں خلاف قانون نہ تھی، سخت گیری نہیں تو کیا ہے؟ بہرنہج مورخ کو بادشاہوں کے رویئے پر بھی ایسی ہی سخت رائے قائم کرنی چاہئے۔ اُنھیں ان حکمرانوں میں "بے عقلی"، "خودنمائی" اور "ظلم" کی بہت سی مثالیں ملیں گی، لیکن مورخ علی العموم اُنھیں نظرانداز کردیتے ہیں۔ ممکن ہے اس کا یہ جواب دیا جائے کہ اس قسم کے الفاظ باربار دُہرانے سے پڑھنے والے کا جی گھبرا جاتا ہے اس لئے کہ یہ تو ان حکمرانوں کے صفات ہی ہیں، اور یہ ہر شخص کو معلوم ہے۔ لیکن اصلی وجہ یہ نہیں ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ بادشاہوں پر حکم لگانے کا جو معیار اختیار کیا گیا ہے وہ جمہوریتوں کے معیار سے مختلف ہے۔ مثال کے طور پر میں صرف یہ کہنا کافی سمجھتا ہوں کہ ایک معمولی اہلیت کے شخص گوناتاس کو بہت اونچا کرکے دکھایا جاتا ہے اور فیلقوس پنجم کی لغویت آمیز تقریروں کو "زیرک" قرار دیا جاتا ہے۔ (دیکھو باب ۱۶، حاشیہ ۴)۔ اشخاص و افعال پر حکم لگانے میں اس طرح دُہرا معیار قائم کرنے سے ایک تو آزاد مملکتوں کا معیار بلند کرکے گویا اُن کے اوصاف کی تعریف غیرشعوری طور پر کی جاتی ہے، لیکن ساتھ ہی پڑھنے والے کی رائے کو مختل بھی کردیا جاتا ہے۔ جن لوگوں کی نظر

کے سرداریوں کی بنیاد محض خیال آفرینی پر ہے اور ان میں امور مندرجہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اسناد پر نہیں ہے وہ اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ اُس زمانے کے بادشاہ ہمیشہ قابل اور نیک منش اور عوام ہمیشہ بد باطن اور بد اخلاق ہوتے تھے، گو واقعتاً دونوں میں ایک ہی قسم کے نقائص تھے، اور جو فرق تھا وہ یہی کہ عوام کے مقاصد بادشاہوں کے برابر خود غرضانہ نہیں تھے نہ اُن کے ذرائع میں اس قدر بد معاشی نظر آتی تھی۔

آجکل دیموس تھنیس کے خصائص کا جو غلط اندازہ کیا جاتا ہے (جسکی بابت میں جلد ۳ میں بحث کر چکا ہوں) اس کی وجہ سے اور بھی زیادہ تیسری صدی کے متعلق مغالطہ ہو رہا ہے۔ جو شخص دیموس تھنیس کو اعلیٰ اخلاق والا اور دور اندیش اور سچا انسان سمجھتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی خیال کرتا ہے کہ اُس کے ہم عصر ہمیشہ رشوت کے لئے تیار رہتے تھے اور اُن کی توانائی میں کمی تھی۔ اُن کے لئے یہ یقین کرنا آسان ہے کہ پچاس سال جیسے قلیل عرصے میں لوگوں میں کوئی خاص اصلاح نہیں ہوئی ہوگی۔ لیکن وہ لوگ جو میری طرح اس کا یقین کرتے ہیں کہ دیموس تھنیس کے ہم عصر ایتھنزیوں میں اعلیٰ ہمتی پائی جاتی تھی اور وہ صراط مستقیم سے صرف اس لئے ہٹے کہ اُن کے رہبر کو حقیقت آشکارا نہیں ہوئی، یا اگر ہوئی بھی تو اُس نے اُسے ظاہر نہیں کیا، اور باوجود اپنی تمام تقریروں کے جو اُس نے جنگی معاملات پر دی تھیں وہ لڑائی کی بابت کچھ بھی نہیں جانتا تھا، ایسے لوگ یہ آسانی سے سمجھ سکیں گے کہ سنہ ۲۸۰ ق م اور سنہ ۳۳۰ ق م میں ایتھنزیوں کی حالت تقریباً ایک سی ہی تھی، اُن کے حوصلے اعلیٰ تھے، لیکن اُن کے مقاصد میں تلوّن کی کیفیت پائی جاتی تھی اور بعض مرتبہ وہ اپنے خواہشات اور مکروہات میں حدود معیّنہ سے باہر قدم رکھتے تھے۔ اس اُصول پر دلائل مبنی کئے جائیں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب اُنھوں نے فوکیون کو قتل کرایا تو انھوں نے بڑی غلطی کی، یہ کہ جب امراء نے دیمتریوس ساکن فالیرم کی چاپلوسی کر کے اپنی پستی اور نکبت کا ثبوت دیا، اور جب احیا شدہ عمومیت نے اپنے

باب ۶

کی بابت کسی خاص قاعدے کی پیروی نہیں کی جاتی، در آنحالیکہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اپنے آزاد کرنے والے پولیورکی تیس کی ضرورت سے زیادہ عزت و وقعت کی تو انھیں حد سے تجاوز کرنا ہرگز مناسب نہیں تھا۔ آخری حکم جو لگایا جائے گا وہ یہ ہوگا کہ سنہ ۳۲۳ ق م سے سنہ ۳۰۰ ق م تک ایتھنز میں بہت سے بحران کے زمانے آئے جس میں کبھی ایک فریق کبھی دوسرا حد سے تجاوز کر گیا، لیکن جب یہ بحران کا زمانہ گزر گیا تو شہر پھر اپنی اصلی حالت پر آگیا اور اپنے آپ کو اپنے گزشتہ زمانے کا اہل ثابت کیا۔ نیز ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ جو کچھ ایتھنزیوں نے عام جوش کی حالت میں کیا اُس کی بابت بہ نسبت غاصب حکمرانوں کے ہم ملائم رائے قائم کریں جنھوں نے محض نیچے درجے کے غاصبوں کا برتاؤ کیا۔ پولی بیوس بھی یونانی عنصر کو بری روشنی میں دکھانے میں ممد و معاون ہوا ہے (مثلاً ۱۸، ۴۳)؛ دیکھو فون سکالا: "مطالعاتِ پولی بیوس" Von Scala: Studien des Pobybios، ۲۰۸۔

سروریہ جدیدہ کے لئے دیکھو کرسٹ ص ۱۹۹/۲۰۵؛ زوسے میل ۱، ۲۴۸/۲۶۹،

گ. گیزو: "مطالعۂ تاریخی و ادبی بموضوع سروریہ و معاشرۂ یونان" G. Guizot: Etude histor. et litter. sur la comédie et la societé grecques پیرس سنہ ۱۸۵۵ء۔

پلوٹارک نے اپنی کتاب: "مقابلۂ ارسطوفانیس و منانڈر" میں منانڈر کی بڑی تعریف کی ہے

تقریروں کے لکھنے والوں نے مطالعۂ خصائص میں بہت ترقی دی؛ اس کے لیے دیکھو اس کتاب کی جلد ۴ باب ۱۲۔ ساتھ ہی خطاب ہمیشہ سروریہ نویسوں کی تصانیف کا مطالعہ کیا کرتے تھے؛ دیکھو پریلر، پاؤلی ۴، ۱۷۷۹۔ ائس خنیس کے زمانے میں سوفسطائیوں کے مسلک دوم کے خصائصی خاکے؛ بلاس: "عہد سکندری کے خطابان یونان" وغیرہ، ۵۸۔

قدیم وسطی اور جدید سروریوں کے درمیان فرق گیزو، ص ۱۴۸/۱۵۰۔ ایپی خارموس

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ نے خوشامدی اور ارسطوفانیس نے شیخی باز سپاہی کی سب سے پہلی تصویر کھینچی۔

ربیک: "تاریخ نظم روما" Ribbeck ;Gesch. d. cemischen Dichtung جلد ۱، (شٹٹگارٹ ۱۸۸۷ء) میں رومن سروریہ آمیز ناٹک کے وہ اشخاص اور پلاٹ کا بیان دیا ہوا ہے۔ جنھیں یونانی ادبیات سے اخذ کیا گیا تھا۔ اگر منانڈر و فیلے مون کو اُس کی ضرورت ہو تو اس بیان سے اُن کی مزید تعریف و توصیف ممکن ہے

گنیرو نے اپنی کتاب "منانڈر" ۸۷۱ میں "فازما" یا "دیو" کی تحقیقات کی ہے۔

کرسٹ نے (۱۸۹) ارسطوفانیس کے "سحاب" کو "مبالغہ آمیز نقل" کا لقب دیا ہے اور میں اس سے متفق ہوں؛ یہی حکم اس ناٹک لکھنے والے کی دوسری تصانیف پر بھی لگایا جا سکتا ہے۔ نقلیں اپنی قسم کی اعلیٰ تصانیف ہو سکتی ہیں لیکن یہ نقلیں بہترین نہیں کہی جا سکتیں؛ اس سے اعلیٰ درجہ تو جدید اٹیکائی سروریہ کا ہے جس میں انسانی نقائص و عیوب کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ شانتز اپنی کتاب "تاریخ ادبیات روما" .Schantz : Roem Litteraturgesch ۱۷۳ میں پلوتوس کے "محبوساں" پر لیسنگ کے اتباع میں کہتا ہے کہ "یہ تصنیف بہترین ہے جو کبھی تماشاگاہ پر لائی گئی" تو پھر لیسنگ کا خیال اصلی یونانی کھیل کی بابت کیا ہوگا؟ گیوٹے کی (ایکرمان سے گفتگو" ۱۸۲۵ء) رائے بھی منانڈر کی بابت اتنی اونچی تھی کہ اُس کے خیال میں سوفوکلیس کے بعد اسی کا نمبر تھا؛ لیوبیکے: "منانڈر" Luebke: Men. صفحہ ۵-۱۰۰۔ فون شلیگل اپنی کتاب: "اسباق فن تمثال و ادبیات" A. W. Von Schlegel: Vorles ueber dram Kunst und Litteratur جلد ۱، سروریۂ جدید کے بابت انصافانہ رائے قائم کرتا ہے۔

باب ج

کی پیروی کی جاتی ہے جن کا زمانۂ مابعد میں جملہ سروریوں میں اتّباع کیا جاتا ہے۔ جزاً یہ کہا جاسکتا ہے کہ خارجی اعتبار سے اس کا نشو ونما سروریۂ وسطی سے ہوا ہے جس میں سروریۂ قدیم کا مبالغہ آمیز اور مزاح آمیز عنصر باقی رہا۔ لیکن جسمیں سیاسی مقاصد کا پتہ نہیں تھا۔ ہم سروریۂ جدیدہ کے داخلی ماخذ پر بعد میں بحث کرینگے۔ ہمیں اسکا افسوس ہے کہ جدید اٹیکائی سروریۂ جس کی قدما اتنی قدر کرتے تھے، وہ محض اجزاء کی شکل میں ہم تک پہنچا ہے، اور یہ اجزاء ایسے ہیں کہ ان سے کھیل کے ارتقاء اور سانگیوں کے خصائص جیسے اہم معاملات پر بہت کم روشنی پڑتی ہے۔ ان امور کی بابت ہمیں ٹیرنس اور پلوتوس کے رومن سروریہ جات سے معلومات حاصل ہوتی ہیں جنھوں نے یونانی سروریۂ جدیدہ کے کھیلوں کی تطبیق کی؛ لیکن چونکہ ان رومن ناٹک نویسوں نے خود اپنی طرف سے بھی بہت کچھ اضافے کئے اس لیے یہ ممکن نہیں کہ ان کے ذریعے سے جدید اٹیکائی سروریہ کی بابت قطعی طور پر صحیح رائے قایم کی جاسکے۔ اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ اس موضوع پر جو کتابیں زمانۂ حال میں تصنیف ہوئیں ہیں اُن میں سروریۂ جدیدہ کو خوب لتاڑا گیا ہے، اور یہ رائے دراصل اُس غلط فہمی پر مبنی ہے جو اُس زمانے کے ایتھنز کی اخلاقی حالت کی بابت آجکل عام ہے۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ سروریہ کی بابت جو غلط رائے قایم کی گئی ہے اُس کی تائید اُس زمانے کی اخلاقی حالت کی بابت جو خیالات رائج ہیں اُن سے کی جاتی ہے، درآنحالیکہ یہ اخلاقی حالت اس لئے خراب تصور کی جاتی ہے کہ اس کا چربہ ان کھیلوں میں اُتارا گیا ہے! ہم مثال کے طور پر ایک واقعے کا ذکر کرینگے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ پانچویں صدی ق م کے نصف آخر کی نسبت (جسمیں ارسطوفانیس نے اپنے سرودرئے قلمبند کئے) چوتھی اور تیسری صدی ق م میں ایتھنزیوں کی اخلاقی حالت نہایت خراب تھی، اور سروریۂ جدیدہ کو اس خراب حالت کا گویا آئینہ بتایا گیا ہے۔ لیکن ہمارے پاس اس کا

کوئی قطعی ثبوت نہیں کہ چوتھی اور تیسری صدی ق م میں ایتھنزی قوم کی حالت بدتر ہو گئی تھی، بلکہ اس کے برعکس بہتر نہیں تو مساوی حالت کا استدلال بہت سے امور سے کیا جا سکتا ہے۔ بلاشبہہ فوکیون کا مجرم ٹھہرایا جانا اور دیمتریوس اکبر و اصغر کی بابت ایتھنزیوں کی غلامانہ روش کو اس حکم کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن حکم لگانے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ فوکیون کے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا تھا وہ اس سلوک سے بدتر نہ تھا جو مہم ارگینوسائے کے بعد سپہ سالاروں کے ساتھ کیا گیا تھا، اور یہ کہ دیمتریوس ساکن فالیروم کے ۳۶۰ مجسموں کی تجویز ایک خود ساختہ عدیدی مجلس ہی نے تو منظور کی تھی جو کسی طرح ایتھنز کی قائم مقام نہیں کہی جا سکتی۔ نیز اس واقعے کو بھی ملحوظ نہیں رکھا جاتا کہ اس عہد میں انتی گونوس اور دیمتریوس پولیورکیتیس کا جو اعزاز و اکرام کیا گیا اس میں نہ صرف کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی (جیسا ہم نے باب ۲ حاشیہ ۱۳ میں دکھایا ہے) بلکہ یہ سب اس زمانے کی زوردار رائے عامہ کے مطابق تھا۔ ہم اس باب کے حاشیہ ۳ میں دکھا چکے ہیں کہ تیسری صدی ق م ہی میں ایتھنز اپنی توانائی اور جنگی قابلیت اور آزادی کی محبت کا نہایت ہی قابل لحاظ ثبوت دے چکے تھے۔ اب صرف وہ دلائل باقی رہ جاتے ہیں جو سروریۂ جدیدہ سے اخذ کئے جاتے ہیں اور جن سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ اس زمانے میں ایتھنزیوں کی اخلاقی حالت خراب تھی، لیکن یہ دلائل بھی قطعاً بیکار ہیں۔ اول تو ہمیں یہ کہنا ہے کہ سروریۂ جدیدہ سے جو انتاج کیا جاتا ہے اس کا جواب زمانہ مابعد کے اس سروری ناٹک سے ملتا ہے جو اس کا جانشین تھا، یعنی اس میں بھی بداخلاق نوجوان عورتوں، مکّار بیویوں، بدتمیز چاپلوسوں، شیخی باز سپاہیوں کا تذکرہ ہے۔ اس سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کے بعد کے تمام زمانوں میں ایتھنز کی اتنی ہی خراب حالت تھی جتنی عہد زیر بحث میں۔ علاوہ ازیں سروریۂ جدیدہ کے اجزار سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ہمعصر

باب ۶ ایتھنز میں اس قسم کے ذلیل اخلاق کو اتنا ہی بُرا سمجھا جاتا تھا جتنا کسی دوسرے مُلک یا کسی دوسرے زمانے میں۔ چنانچہ ان اشخاص تمثیلی کے وجود سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ ایتھنزیوں کے صحیح خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اس نظریئے کے مطابق سترھویں صدی عیسوی کے نصف آخر کے انگریزی سروریئے، جو اخلاقی اعتبار سے اُن یونانی سروریوں سے کہیں بدتر تھے، اور جن کے موضوع پر میکالے نے ہمارے لئے ایک نفیس مقالہ چھوڑا ہے، ان سے معلوم ہوگا کہ اس عہد کی انگریزی قوم، وہی جس نے جیمز دوم کو نکال باہر کیا: ایک اوّل درجے کی بد اخلاق قوم تھی۔ اس کے برعکس جدید ایتھنزی سروریوں کی بابت جو کچھ ہمارے پاس تک پہنچا ہے اُس کا مطالعہ کرنے سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اوّل تو بحیثیت ایک فن کار کے اُس کا رتبہ نہایت اعلیٰ و ارفع ہے، اور دوسرے تیسری صدی ق م میں خانگی زندگی کے اعتبار سے ایتھنزی اپنے پیش روؤں سے کچھ بدتر نہیں تھے۔ جہاں پانچویں صدی ق م میں ارسطوفانیس اپنے ہم بلدوں کی خانگی زندگی کے بدترین اور قابل نفرت حصے کا ذکر کرتا ہے، وہاں سروریۂ جدیدہ میں جس زندگی کا ذکر کیا جاتا ہے اُس میں علی العموم کوئی بُری بات نہیں پائی جاتی۔ گو ظاہر ہے کہ اس میں سروری کیفیت پیدا کرنے کے لئے لغویات اور بدکاریوں جیسے حشوات و زوائد پر زور دینا لازم تھا۔ ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ ایتھنز میں ایسے معزز خاندان بھی تھے جنھیں دوسروں کے لئے گویا نمونہ تصور کیا جاتا تھا، اور ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ سنہ ۳۰۰ ق م میں فلسفے کی جو نئی طرز ڈالی گئی اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد کے ایتھنزیوں نے خصوصاً اور یونانیوں نے عموماً کسی کوشش میں دریغ نہیں کیا۔ بلاشبہ ہم ایک ایسے معاشرے کو جس میں کلیانتھیس کی عزت کی جاتی ہو کسی طرح سے بد اخلاق نہیں کہہ سکتے۔

باب ۶

اگر ہم یہ معلوم کرنا چاہیں کہ سروریۂ جدید کیوں ضروری تھا یا کم از کم کیوں مناسب تھا تو ہمیں مفصلۂ ذیل امور کو پیش نظر رکھنا پڑے گا۔ سروریۂ قدیم میں محض مردانہ معاشرے کی ایک ایسی نقل اتاری گئی تھی جس کے ارکان میں حاضر جوابی کا مادّہ ہو لیکن جو اپنے جذبات کو قابو میں نہیں رکھ سکتے تھے۔ پانچویں صدی ق م میں متمدّن ایتھنز کا معاشرہ بالکلیہ مردوں پر مشتمل تھا۔ اسپازیہ چاہتی تھی کہ اس صورت حال میں تبدیلی ہو جائے لیکن اس میں وہ کامیاب نہیں ہوئی۔ سروریئے صرف اُن مردوں کے لئے لکھے جاتے تھے جن کی دلچسپی ادبیات وسیاسیات تک محدود تھی، اور جو عورتوں کو صرف اُن کی بُری حیثیت سے یاد کیا کرتے تھے۔ کسی معزّز عورت کے لئے یہ ناممکن تھا کہ وہ ارسطو فانیس کے کھیلوں کو دیکھے یا اُن کے مکالمے سنے، اور واقعہ یہ ہے کہ اس کے لئے اُن کھیلوں میں کچھ نہیں رکھا تھا اس لئے کہ سیاسیات کی نقل جو صرف اُن ہی لوگوں کے لئے دل خوش کن تھی جو بازار میں کاروبار کرتے تھے، یا خانگی زندگی کی نقل، یہ دونوں معمولی بیبیوں کی سمجھ سے بالاتر تھیں۔ ایک ایسا سروریہ جو معزّز خواتین کے لئے باعث کلفت ہو یا جس کی وجہ سے اُس کی طبیعت مسرور نہ ہو اُسے تمدّن کے ایک مخصوص عہد کی پیداوار کہا جا سکتا ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ہر عہد میں مفید مطلب ہو گا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ سروریہ اور دردیہ دونوں کی دلچسپی عام ہونی چاہئے اور اس میں انسانیت کا عنصر ہونا چاہئے اور یہی وہ چیز ہے جو ادبیات یونان میں نہیں پائی جاتی۔ ہر شخص، عورت ہو یا مرد، ائس خیلوس، سوفوکلیس اور یوری پہ دیس سے محظوظ ہو سکتا تھا، لیکن ارسطو فانیس میں صرف مرد ہی دلچسپی لے سکتے تھے، اور اگر کھیل کے ساتھ اس کی تفسیر بیان نہ کی جائے تو پھر صرف پانچویں صدی ق م کے مرد ہی۔ ایتھنزی سروریہ کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ اُس نے

باب ۶

سروری ناٹک کو انسانیت کے قالب میں ڈھال دیا، اور میلوں تماشوں کے لئے وہ کتابیں جو کلیون اور اُس کے ہمعصروں کیلئے لکھی گئی تھیں، ہر کس و ناکس کا آلۂ مسرت بن گئیں۔ سروریۂ جدیدہ میں اُس تبدیلی کی جھلک نظر آتی ہے جو پانچویں صدی ق م کے بعد پیدا ہوئی تھی۔ چوتھی صدی ق م کے اواخر میں عورتوں مردوں کا ایک مخلوط معاشرہ بن گیا تھا جس میں اب بھی معزز خواتین کی بجائے نیم فاحشہ عورتوں کا عنصر غالب تھا، اور یہی وہ معاشرہ تھا جس کے لئے یہ یہ سروری ناٹک دراصل مرتب ہوئے تھے۔

قدیم، وسطی اور جدید سروریہ کے موضوعات کو گینرو نے نہایت عمدہ پیرائے میں بیان کیا ہے۔ یہ مصنف کہتا ہے کہ قدیم سروریہ زندگی عامّہ کا، وسطی کیفیات عامّہ میں زندگی کا اور جدید خانگی زندگی کی تصویر کھینچتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ سروریۂ جدیدہ کا موضوع خانگی زندگی ہے، اور اس کے اوّلین اور عظیم ترین لکھنے والوں نے اسے کچھ اس طرز پر بیان کیا ہے کہ اُن کے اصول اس وقت بھی اُتنے ہی قیمتی ہیں جتنے پہلے دن تھے۔ اس کا موضوع خاص عشق و محبت تھا اور اس وقت بھی اس قسم کے سروریوں میں یہی موضوع چلا آتا ہے۔ سروریۂ جدیدہ میں طرز تمثیل یہ ہے کہ ایک طرف تو کھیل کی بندش کو نہایت نفیس پیرائے میں واکیا گیا ہے اور دوسری طرف اشخاص تمثیل کے خصائص کا چربہ اُتارا گیا ہے۔ بندش اگر کسی گم شدہ عزیزہ کی تلاش پر مبنی ہوتی ہے اور اکثر اُس کی وضع نہایت سادہ ہوتی ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس جدید اٹیکائی سروریہ میں سانگیوں کے خصائص کا بیان زمانۂ مابعد کے ناٹکوں سے کسی نہج کمتر نہیں ہے۔ یہی وہ سروریہ تھا جس نے زمانۂ مابعد کے اکثر انواع خصائص تمثیلی کی بنیاد ڈالی، اور اُس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ حقائق زندگی کے عین مطابق ہوتے ہیں۔ مختلف قسم کے ماں باپ، لاڈلے بیٹے،

باب

غلام، بازاری عورتیں، شیخی باز سپاہی، خوشامدی، فلسفی، یہ سب سروریۂ جدیدہ ہیں بالکل اسی طرح نظر آتے ہیں جیسے زمانۂ حال کے سروری کھیلوں میں سروری ناٹکوں میں یہی کیفیت انسانی خامیوں اور عیبوں، مثلاً غصہ، اوہام پرستی، بڑبڑانے اور بد باطنی کی ہے - ان ناٹک نویسوں کی نفسیاتی نظر کی خوبی اُن چھوٹے چھوٹے کہاوتوں سے ظاہر ہوتی ہے جو اس وقت تک اُن کھیلوں میں سے موجود ہیں -

آخر میں ہمیں ایک کم وبیش اہم بات یہ لکھنی ہے کہ سروریۂ جدیدہ محض خارجی اعتبار سے قدیم اور وسطی سروریہ کا سلسلہ کہا جا سکتا ہے اور اس لئے میلوں اور عیدوں کے مواقع پر اُن کی جگہ لے لی جہاں تک اندرونی کیفیات کا تعلق ہے یہ دراصل یوری پدیس کے دردیہ آمیز ناٹکوں کا جانشین ہے، اور چونکہ لوگوں کو اس کا احساس محض رفتہ رفتہ ہوا اس لئے جو روایتی نفرت یوری پدیس سے تھی وہ متاندر کو منتقل ہوگئی - ہم دیکھ چکے ہیں کہ یوری پدیس معمولی زندگی کی روزمرہ کیفیات کے مطابق تصویر کھینچتا ہے - لیکن اُس کے سانگیوں کی وضع انسانی نہیں بلکہ سورمائی تھی اور یہ سورما اب بھی گویا قدیم زمانے ہی میں رہتے سہتے تھے - سروریۂ جدیدہ میں بندش اسی طرح سے پیش کی جاتی ہے جیسے یوری پدیس میں - لیکن اشخاص تمثیل اب میکنائے یا آرگوس میں نہیں بلکہ ہمعصر رہوڈز یا ایتھنز میں رہتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ یہ نیا اسلوب پرانے اسلوب سے زیادہ صحیح اور دلچسپ ہوگا - بہت سے امور میں سروریۂ جدیدہ ابی قوریت کا گویا تتمہ ہے، اور بہر نہج اس کا مقصد حیات بہ نسبت رواقی ہونے کے زیادہ تر ابی قوری ہے -

اس سروریہ کا تتوس فلے مون معلوم ہوتا ہے جو اپنی زندگی کے اوائل میں سسلی یا سرقوسہ سے ایتھنز آیا اور اولمپیاد ۱۱۲ (سنہ ۳۳۰ ق م) سے وہاں رہکر تمثیلی نظم کہنے لگا[۹]

---

[۹] فلے مون مقابلہ کرو لاڈے وگ Ladewig پاؤلی جلد ۵ میں - اس کا بیان

دیکھو صفحہ آئندہ

باب

مناندر نے اپنا کاروبار دو اولمپیاد بعد تک سنبھالا۔ مختلف ادبی مقابلوں میں فلے مون جیت جاتا تھا اور آجکل یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ اُسی زمانے کی بڑی بڑی ممتاز شخصیتوں کا یہ قدیم انداز سے مذاق اڑایا کرتا تھا۔ اُس نے اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ ایتھنز سے باہر بسر کیا اور منجملہ دوسرے مقامات کے ماگوس ساکن سیرنہ کے ساتھ بھی رہا۔ وہ تقریباً ایک سو سال کا ہو کر اولمپیاد ۱۲۹، ۳ (سنہ ۲۶۲ ق م) کے قریب مر گیا، اور اُس کی نسبت مشہور ہے کہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک برابر کام پر لگا رہا۔ اُس کے ناٹکوں کی پلوتوس نے جو تطبیقیں کیں اُن سے اس کے کھیلوں موسومہ "سوداگر" "خزانہ" کا حال معلوم ہوتا ہے۔

لیکن مناندر فلے مون سے بھی زیادہ ہر دل عزیز ہو گیا۔ یہ اولمپیاد ۱۰۹، ۳ (سنہ ۳۴۲ ق م) میں ایتھنز میں پیدا ہوا تھا۔ وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ زوسے میل ا، ۲۵۹ میں۔

مناندر کیفی زیا نامی ڈیموس کا باشندہ تھا مقابلہ کرو پہ پلیرپاؤس: جلد ۴ میں۔ گیزو؛ دنی: "سروریۂ یونان" Denis: La Comédie Grecque جلد ۲ پیرس سنہ ۱۸۸۶ء؛ مختصر بیان زوسے میل ا، ۲۵۳ میں: ھ لیوبکے H.Leubke "مناندر"، برلن سنہ ۱۸۹۲ء

دوسرے سروری مصنف۔ دفی لوس ساکن اسنوف زوسے میل ا، ۲۶۰

فلپی دیس پیانیہ نامی ڈیموس کا باشندہ تھا، اور نہ صرف شاعر تھا بلکہ امیر اور سیاس بھی تھا اور لیزی ماخوس کے دربار میں اُس کا نام تھا۔ وہ ایتھنز کا محسن تھا۔ زوسے میل ا، ۲۶۲ میں اس کی بابت ایک تجویز نقل کرتا ہے؛ ہکس ۱۶۰۔

پوسی دی پوس ساکن کاساندریہ؛ زوسے میل ا، ۲۶۴۔ واٹیکان میں اُس کے اور مناندر کے نشستہ مجسمے اب تک موجود ہیں۔

اپولودوروس ساکن کاریستوس، زوسے میل ا، ۲۶۴

بابؔ

ابی قوروس کا ہم عمر تھا اور لڑکپن میں یہ دونوں ساتھ رہتے تھے اور اُن کے باہمی تعلقات نہایت خوشگوار تھے ۔ اِس پر فلسفیوں میں سے تھیو فراسطوس نے سب سے زیادہ اثر ڈالا' اور ابی قوریت گویا ایک ایسی ذہنی تحریک تھی جس کی فضا میں اُس نے اپنی زندگی بسر کی اور ناٹک لکھے ۔ وہ دیمتریوس ساکن فالیروم کا بھی دوست تھا جسے طرز زندگی کو ملحوظ رکھ کر ابی قوری کہا جا سکتا ہے ۔ منا ندر ایک خوش پوش شخص تھا اور اُسے زندگی کا حظ حاصل کرنے میں خاص ملکہ تھا ۔ اُسے بطلیموس اوّل نے اسکندریہ طلب کیا لیکن اُس سے ایتھنز نہیں چھوٹتا تھا ۔ وہ اولمپیاد ۱۲۲، ۳ (سنہ ۲۹۱ ق م) میں صرف ۵۱ سال کی عمر میں مر گیا ۔ منا ندر کو خصائص کے بیان میں خاص مہارت تھی اور اپنے زمانے کے عادات و اطوار کا خاکہ کھینچنے میں اُسے کمال حاصل تھا ۔ جو لوگ اُس کے ناٹکوں کو دیکھتے تھے وہ محسوس کرتے تھے کہ اُس کا مقصد یہ ہے کہ وہ زندگی کے اہم مسائل پر غور کریں ، اور جو لوگ تمدن یافتہ تھے وہ اُس کے کھیلوں کو دوسرے ناٹکوں پر ترجیح دیتے تھے ۔ خود وکلاء کو اُس کے کھیلوں سے سبق حاصل ہوتا تھا ۔ اُس کے بہت سے ناٹکوں سے ہم ٹیرنس کی تطبیقوں کے ذریعے سے واقف ہیں ، مثلاً "اندریہ" "برادران" ، "خود مکلف" اور "زنخہ" ۔ اس نے "تائیس" نامی ایک سروریہ لکھا جس کی وجہ سے یہ نام "بازاری عورت" کے مترادف ہو گیا ، اور دانتے نے اُسے گویا اپنا کر لیا ۔ اُس کی ایک مدخولہ تھی جس کا نام گلی کرا تھا جسے اُس نے ایک سروریہ میں داخل کر کے ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا ۔

سرورِیۂ جدیدہ کے دوسرے مصنّفوں کی بابت ہمیں بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں اس لئے اس مقام پر اُن پر بحث نہیں کی جاتی ۔

جہاں فلسفے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آزاد یونانیوں نے

کس طرح اعلیٰ ترین مسائل وجود کو حل کرنے کی کوششیں کیں، وہاں سروریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے، اور بالخصوص ایتھنزیوں نے کس طرح سے عملی دُنیوی ادراک کے مسلّمہ اُصول پر عمل کر کے روزمرّہ کی زندگی سے ایک مسرّت آفریں اور سبق آموز عنصر اخذ کیا۔ فلسفہ ترقی کا جانشین ہے، سروریہ آرام دہ استحفاظ کا، اور دونوں نے ان خیالات پر جن پر وہ مبنی تھے، اعلیٰ ترین سطح پر پہنچا دیا۔ ان سب باتوں کی وجہ سے ایتھنز نے اپنے معاصرین میں وہ حیثیت برقرار رکھی جو اُسے زمانے سے حاصل تھی۔ چھٹی صدی ق م میں اُس نے حصول ادراک کے لئے سولون کے ذریعے سے رہبری کے فرائض انجام دیئے اور نفاست میں اگارستہ کے ہاتھ کے لئے جو دو امیدوار سکیون آئے تھے اُنکی وساطت سے یونان کے لئے شمع ہدایت بنا۔ اس کے مزید ثبوت کی ضرورت نہیں کہ پانچویں صدی ق م میں ایتھنز ادراک و نفاست دونوں میں یکتائے روزگار تھا۔ چوتھی صدی ق م کے اختتام اور اور تیسری صدی ق م کی ابتدا میں وہ ان میدانوں میں ستل پون، تھیوفراستوس زینو، ابی قوروس، فلیمون اور مناندر کے ذریعے سے رہبری کرتا ہے، اور اس کے ذریعے سے تمام ہمعصر یونان پر اور عام طور پر بنی نوع انسان پر اثر ڈالتا ہے۔ اس سے مقابلہ کیا جائے تو شاہی پائے تختوں کے کارنامے ہیچ معلوم ہوں گے؛ دُنیا کیلئے کالی ماخوس اور اپولونیوس ابی قوروس اور مناندر کی خاکپا کے برابر بھی نہیں۔ ہم دیکھیں گے کہ حکمیات کا نشو و نما مصر میں ضرور ہوا، اور ارسطاطالیس نے جو کام ایتھنز میں شروع کیا تھا اُسے اُس کے شاگردوں نے اسکندریہ میں کمال کو پہنچایا۔ اس لئے اگر حکمیات میں مصر ایتھنز پر سبقت لے گیا تھا تاہم وہ ادبیات و فنون میں یونان کا رہبر نہیں تھا، بلکہ اس میدان میں رھوڈز اُس پر سبقت لے گیا تھا۔

الغرض ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فنون میں پھر ایک جمہوریہ ہی ہے جیسے

باب ۶ اوّلیت کا فخر حاصل ہے۔ لیکن یہ واقعہ کہ فنون کا نشو و نما ایتھنز میں نہیں بلکہ ایک ایشیائی شہر میں ہوا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس کے لئے فلسفے اور شاعری کی طرح صرف فراست ہی کی نہیں بلکہ بڑی حد تک مادّی وسائل کی بھی ضرورت تھی، اور ان چیزوں میں ایتھنز رھوڈز کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ اس ضمن میں زمانۂ مابعد تک ردّ عمل شروع نہیں ہوا۔ رھوڈزی فنون کا رجحان اعلیٰ کی طرف تھا؛ جب سادگی کی طرف میلان ہوا تو ایتھنز از سرِ نو مدینۃ الفنون بن گیا۔ اس پر ابواب ۲۲ و ۲۳ میں بحث کی جائے گی۔[۱]

---

[۱] اس عہد کا مقابلہ زمانۂ حال سے: پ۔ گارڈنر: "ابواب جدید" ۴۴۹- عیش و عشرت اور کشت و خون، ۴۵۱، ۴۵۲-

پ۔ گارڈنر نے (۴۵۱ وغیرہ) اُس زمانے کے یونانیوں کی معاشری تبدیلی کا حال بیان کیا ہے؛ عورتوں کی حیثیت، انجمنیں، فطری حسن کا احساس، فنون میں فطرت کی نقل، بربریوں کے اصناف۔

باب ہفتم

اگاتھوکلیس

جب یہ سب کچھ ہو رہا تھا تو مغربی یونان میں کیا کیا واقعات رونما ہو رہے تھے؟ مشرقی اور مغربی یونان میں بہت کچھ یکسانی پائی جاتی ہے، لیکن اوّل الذکر کی بہ نسبت یہاں کے واقعات ذرا زیادہ پردۂ اخفا میں ہیں۔ یہاں بھی جانشینان سکندر کے خصائص اور خودغرض حکمرانوں کی بے پروایانہ تشدّد کی جھلک نظر آتی ہے، بلکہ سچ پوچھو تو اسمیں شدّت کی زیادتی ہے، اور ساتھ ہی مشرق کے رھوڈز اور ایتھنز کی طرح کوئی جمہوری ملت نہیں ہے کہ اس تشدّد کے خلاف تمدّنی اور ذہنی ترقی کی پشت پناہی کر سکے۔ ظاہر ہے کہ "یونان کبیر" اور سسلی وہ ممالک ہیں جن پر اب ہماری توجہ مرکوز ہوتی ہے، اور خاص طور پر ہم سسلی کیطرف ناظرین کے خیال کو ملتفت کریں گے جو ہمیشہ اپنے ہمسایہ "یونان کبیر" سے ممتاز رہتا تھا۔ یہاں جانشینان سکندر اور تابعین کی جگہ اگاتھوکلیس نظر آتا ہے، اور یہ صقالوی خودسر اپنا دائرہ مشرق میں ماورائے اطالیہ اور مشرق میں ماورائے صقالیہ، ایپائروس و قرطاجنہ تک وسیع کر دیتا ہے، جس کے باعث اُسے زمانۂ قدیم کی سب سے ذی اثر شخصیتوں

باٹ

میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں ہمیں مغرب کے متعلق جو کچھ تھوڑا بہت کہنا ہے وہ سب اُس کی جانبازیوں اور کارناموں پر مشتمل ہے اس کے بعد ہماری توجہ ایک بالکل دوسری نوع کے شخص یعنی پرھوس کی طرف مبذول ہو جائے گی۔ اگاتھوکلیس کے حالات سے از سنہ ۳۱۷ ق م تا سنہ ۲۸۹ ق م کا زمانہ بھرا ہوا ہے، گو آخر میں چل کر یہ حالات بہت ہی جزوی رہ جاتے ہیں، اور اس کے بعد پرھوس سنہ ۲۷۴ ق م تک ہماری رہبری کرتا ہے۔

اگاتھوکلیس، کارکی نوس ساکن رہے گیوم کا بیٹا تھا اور سسلی کے شہر تھرمائے (موجودہ تریمینی) میں اپنے باپ کی جلاوطنی کے زمانے میں پیدا ہوا تھا[۱] تھرمائے سے کارکی نوس سرقوسہ گیا اور یہاں پہنچ کر اُس کا بیٹا اگاتھوکلیس ذی اثر داماس کا منظور نظر بن گیا، اور اسی تقرب سے وہ اُس لشکر میں جو اکراگاس کے خلاف لڑ رہا تھا، خلیارخ مقرر ہو گیا۔ داماس کے انتقال کے بعد اُس نے اسکی بیوہ

---

[۱] میں یہاں اگاتھوکلیس کے متعلق زمانۂ حال میں جو لکھا گیا ہے اُس کا حوالہ دیتا ہوں: گروٹ، باب ۹۷، ہولم: "تاریخ سسلی بزمانۂ قدیمہ" Holm: Gesch. Siciliens Alterthum ، ۲، $\frac{۲۱۹}{۲۲۷}$ و $\frac{۴۷۴}{۴۸۵}$؛ میلتزر: "تاریخ قرطاجنہ"، ۱؛ شوبرٹ: "تاریخ اگاتھوکلیس" Schubert: Gesch. des Agathokles بریزلاو سنہ ۱۸۸۷ع، جس میں اسناد کا تجزیہ بھی کیا گیا ہے۔ دیکھو میری تنقید: "جریدہ ادبیات المانیہ" Dentsche Litteraturzeitung سنہ ۱۸۸۸ع میں؛ نیزنے Niese ۱، $\frac{۴۳۰}{۴۸۶}$

قدیم زمانے اور حال کے زمانے میں مؤرخوں نے جو نقطۂ نظر اختیار کیا اسپر تمائیوس کا بڑا اثر پڑا ہے، اور تمائیوس اس خاص معاملے میں انصاف سے کام لیتا ہے۔ دیکھو تحت باب ۲۳، حاشیہ ۸۔

اگاتھوکلیس کی تاریخ کا آخری حصّہ غیر متیقّن ہے، اس لئے کہ ہماری خاص سند یعنی دیودورس کی تاریخ صرف سنہ ۳۰۱ ق م تک جاتی ہے۔

باب۲

سے نکاح کر کے خود اپنا اقتدار اور اپنی دولت دونوں بڑھالی۔ لیکن وہ خاموش شہری زندگی سے کسی طرح مطمئن نہیں تھا۔ جب وہ اس سرقوسی لشکر میں خلیارخ تھا جو کروتونیوں کی مدد کے لئے برتّیوں کے خلاف روانہ ہوا تو وہ راستے میں اپنے سپہ سالار سوستراتوس سے لڑ پڑا اور سرقوسہ پہنچ کر اُس پر بہت سے الزامات قائم کئے۔ جب اُس نے دیکھا کہ شہر والے اُس کی شنوائی نہیں کرتے تو وہ سرقوسہ چھوڑ کر چلدیا، اور اجیر سپاہیوں کی ٹولیوں سمیت اٹلی اور سسلی میں کبھی کسی حکمران کی خدمت میں اور کبھی خود اپنے آپ چھاپے مارنے لگا۔ وہ کروتون پر قبضہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوا اور تارنتیوں نے اُسے اس وجہ سے برخاست کردیا کہ اُنھیں اُس کی کارروائیوں پر شک وشبہہ سا ہو گیا تھا۔ الغرض سوستراتوس اور اُس کے پیرووُں کے زوال کے بعد وہ سرقوسہ واپس آیا لیکن اس پر بھی اُسے چین نہیں آیا اور سرقوسہ کی خدمت سے دست کش ہو کر دشمنان سرقوسہ کے ساتھ مل گیا۔ لیکن اُس کا مستقل ارادہ یہ تھا کہ خود سرقوسہ میں اپنی قوت کو مستحکم کرلے اور اُس نے اس مقصد کو قرطاجنی سپہ سالار ہملکار کے ذریعے پورا کیا۔ یہ شخص اُس وقت سسلی میں کمان کر رہا تھا؛ اور اُس نے اگاتھوکلیس کو صرف اس لئے مدد دی کہ اپنے خیال میں وہ اُس کے ذریعے سے گویا خود اپنا راستہ صاف کر رہا تھا۔ قصہ مختصر اگاتھوکلیس سرقوسہ آتا ہے اور وہاں کا سپہ سالار بن جاتا ہے۔ برسر اقتدار ہوتے ہی اُس نے چار ہزار سرقوسیوں کے سر قلم کر کے اپنی حکومت کی بنیاد کو اور بھی زیادہ مستحکم کرلیا۔ اس کے بعد اُس نے اعلان کیا کہ اب عدیدی تشدّد کے خلاف طبقۂ اسفل کی حمایت کروں گا، اور اس چال سے آخر کار ۳۱۷ ق م میں اُس نے اپنے اقتدار کو عموم سرقوسہ سے تسلیم کرا ہی لیا۔ وہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک سرقوسہ پر حکومت کرتا رہا۔ اُس نے اپنے عہد میں امیروں اور تعلیم یافتہ طبقوں

باب ٹ

پر نہایت سختی کا برتاؤ کیا اور عوام النّاس کے مفاد کو ہمیشہ ملحوظ رکھا۔ اُس کی بہت جلد یہ آرزو ہو گئی کہ اپنی سلطنت کے حدود کو وسیع کرے۔ سب سے پہلے تو اُس نے مسانہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کی، لیکن قرطاجنیوں نے اُس کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا اور نہ صرف اُسے زک دی بلکہ سرقوسی جلاوطنوں نے اکراگاس، گیلا اور مسانہ کی مدد سے ایک محالفہ قائم کیا اور محالفوں نے اسپارٹی اکروتاتوس ولد شاہ کلیومنیس کو اپنا سپہ سالار بنایا۔ سسلی کے راستے میں اکروتاتوس تارنتوم اُترا جہاں والوں نے صرف اُس کی مدد کا وعدہ ہی نہیں کیا بلکہ واقعاً مدد بھی بھیجی تھی، حالانکہ وہ سنہ ۳۲۰ ق م میں روما اور سامینیوم کے مابین صلحکار کی حیثیت سے پڑ چکا تھا اور اس طرح گویا سسلی کے حالات کی وجہ سے بہت کچھ مصروف کار تھا۔ لیکن اکروتاتوس کو سراسر ناکامی ہی ہوئی (سنہ ۳۱۴ ق م)۔ وہ چاہتا تھا کہ سسلی میں خود اپنی سلطنت قائم کرے اور اسی مقصد کے حصول کے لئے اُس نے سرقوسی جلاوطنوں کے رہبر سوستراتوس کو جان سے مروا ڈالا۔ لیکن اس واقعے کی وجہ سے عوام الناس کے خیالات میں ردّ عمل پیدا ہو گیا۔ اُسے شہر بدر کر دیا گیا اور آخر کار اگاتھوکلیس کی مخالفت کا خاتمہ ہو گیا اور جزیرے کے مشرقی شہروں نے سرقوسہ کی سیادت کو تسلیم کر لیا۔ لیکن امن و امان کا زمانہ زیادہ دن تک نہیں رہا۔ صلحنامے پر دستخط ہملکار کے بیچ میں پڑنے کی وجہ سے ہوئے تھے، لیکن قرطاجنی سینیٹ نے اُس کی توثیق کرنے سے انکار کر دیا، اور یہ کہہ کر کہ اس میں قرطاجنی مفاد کافی ملحوظ نہیں، وہ اگاتھوکلیس کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئی۔ اس کی دیکھا دیکھی صقالوی متحالفوں نے بھی کمر ہمّت باندھ لی اور متفق ہو کر جنگ کی سفارش کی۔ پہلے تو کامیابی کا سہرا اگاتھوکلیس ہی کے سر رہا اور اُس نے مسانہ پر قبضہ کر لیا، لیکن چونکہ اکراگاس کی حفاظت قرطاجنی کر رہے تھے اس لئے وہ اُسے مغلوب نہیں کر سکا۔

باب

بہرحال سنہ ۳۱۱ ق م میں اُس نے دینوکراتیس اور اُس کی فوج کو، جو سرقوسی عہدیداروں نے روانہ کی تھی گالاریہ کے مقام پر شکست دی۔ لیکن اس کے بعد اُسے ایک بڑی بھاری زک ملی۔ وہ قرطاجینوں سے کوہ ایکنوموس پر، جو جنوبی ہمرا پر واقع ہے، جنگ آزما ہوا، اور جس طرح دیونی سیوس نے گیلا میں شکست کھائی تھی اسی طرح اُسے بھی اسی مقام پر نیچا دیکھنا پڑا۔ دیونی سیوس ہی کی طرح وہ سیدھا سرقوسہ گیا، لیکن بجائے اس کے کہ وہ خود قرطاجینوں کے خلاف شہر کی حفاظت کرے، اُس نے شہر کو اپنی قسمت پر چھوڑ دیا اور وہاں سے خود دشمن کے مُلک میں جا کر اُس پر حملہ کر دیا۔

یہ جانبازی جانشینان سکندر کے عہد کے شایان شان تھی، اور تاریخی اعتبار سے قابل یادگار تھی۔ سب سے پہلے تو اگاتھوکلیس نے بہت سے امیر سرقوسیوں کو تہ تیغ کرایا اور اُن کے مال و اسباب کو ضبط کر لیا۔ اس کے بعد اُس نے اپنے بھائی انتاندر کو صوبہ دار سرقوسہ بنا کر اور خود چھ سو جہاز ساتھ لے کر چل دیا، لیکن یہ کسی سے نہیں کہا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ وہ قرطاجنی بیڑے کو، جو اُس وقت سرقوسہ کی بندرگاہ کی ناکہ بندی کر رہا تھا، دھوکا دے کر افریقہ میں راس ہرمائیوم (راس بون) پہنچا جو قرطاجنہ کے مشرق میں واقع ہے اُس نے یہ بہانہ کیا کہ اُس نے اُس مقام پر کامیابی کے ساتھ اترنے کی دیمیتر اور پرسی فونے سے منت مانی ہے اور بیڑے کو، جو اب اُس کا سدّ راہ بن گیا تھا، جلا کر خود ایک زرخیز حصۂ ملک میں ہو کر جس میں سے اُس نے بہت کچھ مال غنیمت حاصل کیا، قرطاجنہ کی طرف بڑھا۔ شہر اس کے حملے کے واسطے تیار نہیں تھا، اور اس سے بھی بدتر یہ کہ اُس کے باشندے باہمی جنگ و جدال میں مبتلا تھے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ اگاتھوکلیس کو اس صورت حال کی اس سے پہلے سے خبر ہو گی۔ بہر نہج باشندوں نے حتی الامکان مدافعت کی

کوشش کی۔ اُنھوں نے ایک بڑا لشکر جمع کیا اور ہانو اور بومِلکار کو اپنا سرگروہ مقرر کیا۔ وہ دو ایسے خاندانوں کے افراد تھے جو دراصل ایک دوسرے کے مدِّمقابل تھے، اور قرطاجنی سنیات نے اُنھیں اس لئے سپہ سالار بنایا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو حد سے نہیں بڑھنے دیں گے۔ لیکن اس ترکیب کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔ ہانو تو لڑائی میں کام آیا اور بومِلکار لڑنے کی بجائے پیچھے ہٹ گیا، چنانچہ فی الوقت اگاتھوکلیس کھلے ملک کا مالک بن بیٹھا۔ قرطاجنیوں نے اپنے معبودوں کے سامنے انسانوں کی قربانیاں کر کے اُن کے غصّے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی، اور ہملکار سے، جو سسلی میں کمان کر رہا تھا مدد کی درخواست کی۔ لیکن اگاتھوکلیس برابر بڑھتا ہی گیا۔ اُس نے ہدرامیتوم پر قبضہ کر لیا۔ خود قرطاجنیوں نے اُس کی مدد کرنی شروع کر دی اور لبیہ کا ایک سردار مسمّی ایلی ماس اُس سے مل گیا۔ یہ مفاہمت زیادہ دن تک قائم نہیں رہی اس لئے کہ ایلی ماس نے علمِ بغاوت بلند کر دیا لیکن اُسے شکست دے دی گئی اور اس کا خاتمہ کر دیا گیا۔

جزیرۂ سسلی میں قسمت کبھی اس طرف کبھی اس طرف پلٹا کھاتی تھی۔ سنہ ۳۰۹ ق م میں اپی پولائے میں ایک سخت طوفان برپا ہوا جسکی وجہ سے ہملکار سرقوسیوں کے پنجے میں آگیا اور اس کا کام تمام کر دیا گیا۔ سرقوسیوں نے اُس کا سر اگاتھوکلیس کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ وہ اُسے قرطاجنیوں کو دکھائے۔ ساتھ ہی اگاتھوکلیس کے دشمنوں نے بھی سسلی میں حرکت شروع کی۔ اکراگاس نے زینوڈیکوس کی سیادت میں ایک لشکر جمع کیا، اور اُسے اندرون جزیرہ میں کچھ کامیابی بھی ہوئی۔ افریقہ میں اگاتھوکلیس کی بھی یہی کیفیت تھی۔ وہاں اُس کے بیٹے ارکاگاتھوس اور کسی چھوٹے سے افسر کے درمیان جھگڑا ہوا اور یہ خیال ہونے لگا کہ شاید فوج قرطاجنیوں کے قبضے میں چلی جائیگی۔

باب ۷

لیکن محض اپنی مستقل مزاجی کی وجہ سے اگاتھوکلیس پھر فوج کو اپنی طرف لے آیا اور قرطاجنیوں کو شکست دے دی۔

۳۰۸ء ق م میں افریقی محاذ جنگ ذرا اندرون ملک کی طرف ہٹ گیا، جس پر چالاک جانباز نے والیٔ سیرینہ یعنی مقدونوی اوفیلاس سے گفت و شنود شروع کردی[۵۲]۔ اُس نے اس سے کہا کہ میں تمھیں مال غنیمت کا ایک حصہ دوں گا، اور اگاتھوکلیس سے ملنے کے لئے اوفیلاس تونس کی طرف بہت سے سپاہیوں سمیت، جو مختلف اطراف و اکناف سے آئے تھے، بڑھا۔ لیکن وہ پہنچا ہی تھا کہ اگاتھوکلیس نے اُسے مروا ڈالا، اور اُس کے سپاہیوں کو اپنے لشکر میں شامل کر لیا۔ لیکن اسی زمانے میں اس جانباز کے ایک بڑے معتمد و معاون شخص کا کام تمام ہو گیا۔ بوملکار نے یک بیک قرطاجنہ پر قبضہ کرنے کی اسی طرح سے کوشش کی جیسے اگاتھوکلیس نے قرطاجنہ لینے کی کی تھی، لیکن جب وہ آدھا شہر فتح کر چکا تو وہ گرفتار ہو گیا اور اُسے فی الفور ملک عدم کو پہنچا دیا گیا۔ قرطاجنہ کے شہری اپنی پرانی ہمت اور استقلال کو نہیں بھولے تھے۔ بوملکار کے خاتمے کی وجہ سے جانباز سسلی کے خاص سہارے یعنی باہمی تنازعات کا خاتمہ ہو گیا اور اُسے شہر کے فتح کرنے کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ بلاشبہ ابتداء میں تو اس نے اپنی طاقت اس قدر محسوس کی کہ یوٹیکا کی تسخیر کے بعد یعنی ۳۰۷ء ق م میں وہ تھوڑے سے سپاہی لے کر سسلی گیا تاکہ وہاں کی نازک حالت میں اصلاح کرے، اور افریقہ میں اپنے لشکر کے ایک بڑے حصے کو اپنے بیٹے ارکاگاتھوس کی کمان میں چھوڑ دیا۔ لیکن اس

---

[۵۲] ایتھنز میں قرطاجنی سفرا اگاتھوکلیس کا کاٹ کرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ اگاتھوکلیس کا حلیف اوفیلاس ایتھنز میں، "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" C.I.A. ۲، ۲۲۵ = ہکس ۱۴۳ مع تفسیر کے۔

بیٹے کی قسمت میں شکست ہی شکست لکھی تھی، چنانچہ وہ اپنے باپ کو واپسی کے لئے لکھنے پر مجبور رہوا۔ اگاتھوکلیس نے قرطاجنی بیڑے اور اکراگاس کی فوج کا خاتمہ کر دیا۔ بہت سے امن پسند شہریوں کو مروا ڈالا اور سنہ ۳۱۰ ق م میں افریقہ چلا گیا۔ وہاں اُس نے جانشینان سکندر کی طرح اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا (دیکھو باب ۲) اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو کسی طرح سے اُن سے کمتر نہیں سمجھتا تھا؛ لیکن بادشاہ ہونے کے بعد اُس نے افریقہ میں جو کچھ کیا وہ اس سے کم تھا جو اُسنے اپنی سپہ سالاری اور خودسری کے زمانے میں کیا تھا۔ وہ قرطاجنیوں سے جنگ آزما ہوا، لیکن یہاں اُسے ہی شکست ملی، اور جو واقعات اس کے بعد رونما ہوئے ان کی وجہ سے اس کے مقاصد ہی کا سر سے خاتمہ ہو گیا۔ لڑائی کے بعد رات کے وقت پانچ ہزار لبیہ والے جو اگاتھوکلیس کے لشکر میں تھے، اُس کا ساتھ چھوڑ کر قرطاجنی کمپو میں چلے گئے۔ لیکن اس کمپو میں اُس وقت آگ لگ رہی تھی، اور جب لبیہ والے موقع پر پہنچے تو تعجب سے بھرے ہوئے قرطاجنیوں نے سمجھا کہ وہ حملہ آوروں میں سے ہیں، اور گھبرا کر سب کے سب قرطاجنہ بھاگ گئے۔ اب لبیہ والے اگاتھوکلیس کے پڑاؤ میں پہنچے لیکن یہاں بھی اُنھیں دشمن ہی سمجھا گیا اور صبح کے وقت تک برابر یہی گڑبڑ رہی، یہانتک کہ آخرکار صبح ہونے میں غلطی معلوم ہوئی اور لڑائی ختم ہوئی! لیکن اب لبیہ والوں نے اگاتھوکلیس کا ساتھ چھوڑ دیا اور اس کے ساتھ ہی کامیابی کا موقع ہاتھ سے نکل گیا۔ اب وہ بالکل مایوس ہو گیا اور اُس نے اب اپنے بیٹے ارکاگاتھوس کو افریقہ میں چھوڑ کر خود سسلی واپس جانے کا ارادہ کر لیا۔ یہ سُن کر ارکاگاتھوس نے یہ خبر مشہور کر دی، جس پر غضبناک سپاہیوں نے اگاتھوکلیس کو قید کر لیا لیکن ہوشیار خودسر نے ترکیبیں چل کر آزادی حاصل کر لی اور کمپو سے نکل کر سیدھی سسلی کی راہ لی۔ سپاہیوں نے اُس کے دو بیٹوں کو جو افریقہ میں رہ گئے تھے، جان سے

باب

مروا ڈالا اور قرطاجنیوں کے ساتھ اچھے شرائط پر صلح کرلی۔ یہاں اگاتھوکلیس کی افریقی مہم کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ مہم نہایت عجیب و غریب تھی، اور اس سے یہ معلوم ہوگیا کہ وہ شہر جو دوسرے ملکوں میں اپنے اقتدار کو قائم کئے ہوئے تھا، اس کی حکومت خود سرزمین افریقہ میں محض جبر پر مبنی تھی۔ لیکن اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ قرطاجنی شہری قوت کی گویا کان تھے جو کسی خارجی جانباز کے حملوں سے، خواہ وہ کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو، اور نہ اپنے کسی فریق کی غدّاری سے مغلوب ہوسکتے تھے۔ قرطاجنہ کو اجیر سپاہیوں کا کوئی خود غرض سرگروہ مغلوب نہیں کرسکتا تھا، اور یہ غلبہ ایک قوی مملکت کو ہی حاصل ہونے والا تھا جو ایک خاص اخلاقی اصول پر مبنی تھی، اور یہ مملکت روما تھی۔

سسلی پہنچ کر اگاتھوکلیس نے اپنی زندگی کے نئے دور کو بڑے بڑے مظالم سے شروع کیا تاکہ لوگوں کے دلوں میں رعب قائم کردے۔ اس بہانے سے کہ اس کی زندگی کے خلاف سازشوں کا بازار گرم ہے۔ اُس نے اپنے حلیف شہر سیگستہ کے باشندوں کو شکنجے میں کسا اور جان سے مارا، اور اُس کے بھائی انتاندر نے اُن سرقوسی خاندانوں کو جو اُس کے ساتھ افریقہ گئے تھے، تہ تیغ کردیا۔ اس کے بعد اُس نے دینوکراتیس کے ساتھ (جو سرقوسی مہاجرین کا سردار تھا) گفت و شنود شروع کردی، اور جب اُس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا تو اُس نے قرطاجنیوں کے ساتھ صلح کرلی جن کے پاس اب جزیرۂ سسلی میں دریائے ہالی کوس کے مغرب والا ملک باقی رہ گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب اُسے افریقہ میں شکستیں مل رہی تھیں تو اس وقت اُس نے رفتہ رفتہ قرطاجنیوں کو پسپا ہونے پر مجبور کیا ہوگا، ورنہ سرقوسہ کے طویل محاصرے کے بعد اس قسم کا صلح نامہ قطعاً ناممکن تھا۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں فریقوں نے ایکدوسرے سے مفاہمت کرلی ہوگی۔

اب چونکہ اگاتھوکلیس کے لئے تمام سسلی پر قبضہ کرنا ممکن نہیں تھا اس لئے اپنے پیشرو دیونی سیوس کی طرح اسنے اپنا منھ مشرق اور اٹلی کی طرف موڑا۔ اس نے سنہ ۳۰۴ ق م میں لیپارا کو تاراج کیا اور اس کے بعد اپنی توجہ کورسائرا کی طرف مبذول کی۔ سنہ ۳۰۳ ق م میں اس جزیرے پر اسپارٹی کلیونی موس نے (جو اسی اکروستاتوس کا بیٹا تھا جس نے کچھ مدت تک تارنیتیوں کی خدمت کی تھی) قبضہ کر لیا تھا۔ دیمتریوس نے اس سے جزیرے کو لے لیا، لیکن اس کے بعد کاسانڈر نے یہاں سے اسے ہٹا دینے کی کوشش کی۔ اب اگاتھوکلیس ایک نئے بھیس میں تماشا گاہ پر نمودار ہوتا ہے، مقدونیوں کو شکست دیدیتا ہے اور خود اپنے طور پر کورسائرا کو تاراج کر دیتا ہے۔ پرھوس شاہ مولوسیاں اس وقت بطلیموس والئ مصر کے (جس کے ساتھ اگاتھوکلیس نے اپنی بیٹی لاناسا کا نکاح کر دیا تھا) زیر حمایت تھا، اور یہ اب اس جزیرے پر قابض ہو گیا، اور اس بیڑے کو ساتھ لے کر جس پر سرقوسہ کا خودسر اپنی بیٹی کو اس کے شوہر کے پاس لے جا رہا تھا کروتون پر حملہ کیا اور اسے مسخر کر کے تاراج کر دیا۔ ایک دوسرے موقع پر اس نے ہپونیوم پر قبضہ کر لیا۔ اس کا سمندر پر اس قدر اقتدار بڑھا ہوا تھا کہ لوگ اب اسے "مالک جزائر" کا لقب دینے لگے تھے۔ اس نے لاپی گیون اور پیوکیتیوں سے مل کر بحری قزاقی کا کاروبار ایک وسیع پیمانے پر پھیلایا جو فریقین کے لئے نہایت سودمند تھا۔ اسکے بعد اس کے داماد پرھوس نے اسے کچھ ناخوش کرنا شروع کر دیا جس کے بعد اگاتھوکلیس نے دیمتریوس سے گفت و شنود شروع کر دی اس لئے کہ وہ اس مخالفے کے لئے اتنا ہی تیار تھا جتنا کسی دوسرے مخالفے کیلئے۔ دیمتریوس نے اوکسی تھےمس کو، جو اس کا رازدار تھا، اگاتھوکلیس کے پاس بطور سفیر کے بھیجا اور خود لاناسا کے ساتھ نکاح کر لیا۔

بہتر سال کی عمر میں اگاتھوکلیس نے پھر قرطاجنہ کے ساتھ لڑائی کا

خیال کیا، لیکن اُسے اُس کے پوتے ارکاگاتھوس نے، جس پر اُس نے اپنے بیٹے اگاتھوکلیس کو ترجیح دی تھی، زہر دے دیا۔ کہتے ہیں کہ اوکسی تھمس نے اسے چتا پر موت سے پہلے ہی رکھوا دیا تھا (۲۸۹؁ ق م)۔

سرقوسہ کی مبتذل حالت کا اندازہ اس واقعے سے پورے طور پر عیاں ہوتا ہے کہ ایک ایسے حکمران کا سفیر، جس کی حالت خود اپنے مُلک میں دگرگوں تھی، خودسر کے بستر مرگ پر ایسا برتاؤ کرے۔ دو ہی سال بعد دیمتریوس کے قبضے سے مقدونیہ نکل جاتا ہے، اور مایوسی کی حالت میں فیلہ اپنی جان لے لیتی ہے۔ لکھا ہے کہ بستر مرگ پر اگاتھوکلیس نے اپنی بیوی (جو شائد مصر کے بادشاہ کی سوتیلی بیٹی تھی) اور اپنے بچوں کو دیمتریوس کے بمقابل بطلیموس کی حمایت میں دے دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس خودسر کے دربار اور خاندان میں دو فریق ہوں گے، ایک بطلیموس (اور پرھوس) کا فریق اور دوسرے دیمتریوس کا فریق۔ یہ خودسر دیمتریوس کے لئے مصر سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے، لیکن جب وہ مصر کی خاطر دیمتریوس سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہتا ہے تو دیمتریوسی فریق، جس میں خود اُس کا پوتا شامل ہے، اُس کا خاتمہ کر دیتا ہے۔

قدیم زمانے کے فن خطابت کا یہ نہایت تحیر آفریں کارنامہ ہے کہ اس بڈھے گنہگار کی زبان سے اُس کے بستر مرگ پر ایسی اخلاقی تقریریں کرائی ہیں جن سے سننے والوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُس نے آخر وقت میں سرقوسہ کو آزادی بخش دی، اور اگر فی الواقع اُس نے یہ کیا تو پھر وہ ہمارے نزدیک ایک چالاک خودسر ہی نہیں بلکہ ایک اعلیٰ درجے کا سانگی بھی تھا، اس لئے کہ علی العموم موت کے وقت، خصوصاً ایسی موت کے وقت جیسی اگاتھوکلیس کی ہوئی، اکثر لوگ سوانگ بھرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک بُرائی میں اگاتھوکلیس اور بطلیموس کیرانوس دونوں برابر تھے۔ اگاتھوکلیس

نے جنگ اور امن دونوں میں اپنے فائدے کو ملحوظ رکھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے چالاکی میں کیرالوس کو بھی مات کر دیا۔ ایک نوع کر کے اس کا مقابلہ سیزر بورجیا سے کیا جا سکتا ہے۔ اُسے عوام النّاس پسند کرتے تھے، اور ان میں اور اُس میں بہت سی باتیں مشترک بھی تھیں۔ وہ نقالی سے اُنھیں خوش کیا کرتا تھا، اور جب عموم خوش ہوتے تو وہ نہایت اطمینان سے مرفہ الحال شہریوں کے مال کو تاراج کر سکتا تھا، اُنھیں شکنجے میں دے سکتا تھا، اُنھیں قتل و غارت کر سکتا، یعنی بغیر عوام النّاس کے رنجیدہ کیے ہزاروں انسانوں کا خون بہا سکتا تھا[۵۳]

یہ مسئلہ تصفیہ طلب ہے کہ اُس نے یونانی تمدّن کو نقصان پہنچایا یا فائدہ۔ یہ واقعہ ہے کہ یہ ایک یونانی ہی تھا جس نے سسلی سے نکل کر خود برّ اعظم افریقہ میں قرطاجنیوں سے جنگ آزما ہوا، اور یہ یقینی امر ہے کہ اس سے اقصائے مغرب تک یونان کی شہرت ہو گئی ہوگی۔ ممکن ہے کہ اُس نے سسلی میں خارجی اعتبار سے ایک حد تک یونانی عنصر کو قوت پہنچائی ہو، لیکن دیونی سیوس کی طرح اس کی وجہ سے بھی اٹلی میں تو یونانیت کو نقصان ہی پہنچا، اور دیونی سیوس وہ شخص ہے جس کے عہد حکومت سے اُس کی پوری زندگی مطابق کی جا سکتی ہے۔ لیکن دونوں اشخاص کے خصائص جداگانہ ہیں۔ اگاتھوکلیس سے مقابلہ کیا جائے تو ہمیں دیونی سیوس تقریباً سچا، کم از کم قابل فہم اور ایک حد تک دل خوش کن شخص معلوم ہوگا، اس لئے کہ دیونی سیوس کی توانائی،

---

[۵۳] فرڈینڈ شاہ نیپلز (۱۷۵۹ / ۱۸۲۵ء) بھی عوام الناس سے اسی قسم کا برتاؤ کرتا، لیکن وہ اگاتھوکلیس سے مختلف تھا۔ اگاتھوکلیس کے زمانے کے سرقوسیوں اور آج کل کے نیپلزیوں کے خصائص ایک سے ہی ہوں گے، گو آج کل کے سسلی والے ذرا زیادہ سنجیدہ ہیں جنھیں نہ اگاتھوکلیس خوش کر سکتا ہے نہ فرڈی نینڈ۔ ہمارے نزدیک یہ فرق عربوں کے اثر سے پیدا ہوا ہے۔

باب

فہم، اور اخلاقی حالت کے درمیان، ارادہ، ذہنیت اور قوت قلبی کے مابین ایک طرح کی یکسانی نظر آتی ہے، اور ہم اُسے ذلیل انسان نہیں کہہ سکتے۔ لیکن اس کے برعکس اگاتھوکلیس بحد فریس، بحید صاحب توانائی تھا لیکن طبعًا بے حد ذلیل بھی تھا، اور اُس نے دیونی سیوس کی طرح کبھی حاضر جوابی کی کوشش نہیں کی۔ اگر اُس نے ملائمت اختیار کی تو پھر اُس کی گفتگو بالکل سوقیانہ ہو جاتی۔ اُس نے سسلی کو بڑے بھاری اختلال میں پھنسا ہوا چھوڑا[۱۴۹]

---

[۱۴۹] اگاتھوکلیس کے سکّے؛ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات"، ۱۵۸/۱۶۰۔ انھیں تین عہدوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: (۱) ؁۳۱۷ ق م سے ؁۳۱۰ والی مہم افریقہ تک (۲) ؁۳۱۰ ق م سے مہم کے اختتام ؁۳۰۶ ق م تک؛ (۳) ؁۳۰۶ ق م سے اعلان بادشاہی ؁۲۸۹ ق م تک۔ عہد اول میں سونے اور چاندی کے سکّے مسکوک ہوئے یعنی اٹیکائی معیار کی چو درہمیاں جن کے ایک طرف عورت کا سر اور دوسری طرف چوکڑی بنی ہوئی ہے، اور کورنتھی استار جس پر پالاس اور پیگاسوس کی شبیہ تھی۔ ان کے علاوہ تانبے کے سکّے بھی مسکوک ہوئے۔ یہ نہیں ہے کہ ان سب سکّوں پر خود سر کا نام کندہ ہو، لیکن ہر ایک پر لفظ "سیراکوزیون" اور مثلث کی علامت ہے جس سے مثلثی جزیرہ مراد ہوگا۔ یہ پہلی مرتبہ ہے کہ سسلی کے لئے اور سسلی میں یہ علامت استعمال ہوئی ہے۔

دوسرے عہد میں ان کے علاوہ ایک طلائی سکّہ یعنی اٹیکائی چو درہمی بھی

دیکھو صفحہ آئندہ

باب ہشتم

پرھوس اٹلی اور سسلی میں

اگا تھوکلیس کے انتقال سے کچھ مدت بعد اس سے ایک بہتر شخص پرھوس تماشا گاہ یونان پر نمودار ہوتا ہے اور اُس کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ۔ نظر آتی ہے ۔ اس کے ایک طرف زنانہ سر اور دوسری طرف فتحمند اپولو علامت فتح گاڑھتا ہوا نظر آتا ہے؛ اس پر لفظ "اگا تھوکلیوئس" کندہ ہے ۔ اس کے علاوہ تانبے کے سکّے بھی ہیں ۔

تیسرے عہد میں سونے اور تانبے کے سکّے مع الفاظ "II اگا تھوکلیوئس بازی لیوئس" و نیز چاندی کے پیگاسوس والے سکّے جن پر کوئی الفاظ کندہ نہیں ۔ ان کا وزن ۱۳۵ گرین نہیں بلکہ ۱۰۸ گرین ہے ۔

اگا تھوکلیس کے سکوں پر بہت کچھ غور ہوا ہے ۔

اگا تھوکلیس کے عہد میں سسلی کا کوئی مصنف اپنے ملک میں نہیں رہ سکتا تھا، اور باہر والے اُس کی حد اختیار سے باہر ہی رہتے تھے ۔ اُس زمانے کے صقالوی مصنف دکیارخوس ساکن مسانہ (جو ایک اہم مصنف جغرافیہ و سیاسیات تھا (جسکے لئے دیکھو میری کتاب "تاریخ صقالیہ قدیمہ" ۲، $\frac{۲۶۵}{۲۷۷}$) اور تمائیوس ساکن توروسے یزم تھے ۔ ان میں سے موخر الذکر کے لئے دیکھو عقب، باب ۴۳، حاشیہ ۸ ۔

ذریعے سے وہ دور اُفتادہ مُلک ایپائروس کا بھی تاریخ عالم میں اضافہ کرتا ہے[1]۔ ایپائروس میں ایک مقام دودونا نامی ہے جس میں زمانۂ دراز سے زیوس کا بت خانہ تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمدّن یونان کا ایک قدیم مرکز ہوگا؛ لیکن امتداد زمانہ سے اس تمدّن نے اس سے گریز کر کے دوسری شاہراہیں اختیار کر لی تھیں اور پرانے راستوں کو چھوڑ دیا تھا۔ جو قبیلے ایپائروس میں رہتے تھے، جیسے مولوسی، خایونی، تھسپروتی وہ سب مقدونیوں کی طرح موروثی حکمرانوں کے ماتحت تھے، انکا تمدّن مقدونوی وضع کا تھا، اور اُن ہی کی طرح وہ جنگ کے دلدادہ تھے؛ بس فرق اتنا ہی تھا کہ بجائے زراعت کے وہ گلّہ بانی میں زیادہ مصروف نظر آتے تھے۔ فیلقوس شاہ مقدونیہ کے اولمپیاس کے ساتھ نکاح اور سکندر اعظم کی جانبازیوں کی وجہ سے مولوسیوں کے بادشاہوں کا اثر بہت بڑھ گیا تھا۔ جب اولمپیاس کا بھائی اٹلی میں کام آیا تو اُس کی جگہ اُس کا چچیرا بھائی ایاکی داس تخت نشین ہوا، لیکن اُسے کساندر نے شکست دے کر اُس کا خاتمہ کر دیا۔ اُس کے نوعمر بیٹے پرھوس کو الیریائی بادشاہ گلاؤکیاس نے بچا لیا اور بارہ برس کی عمر میں تخت ایپائروس پر بٹھا دیا۔ لیکن اُسے پھر جلا وطن کر دیا گیا، اور وہ وہاں سے فرار ہو کر اپنی بہن دئی دامیہ کے شوہر دیمتریوس پولیورکی تیس سے جا ملا، جس کی صفوں

---

[1] اسناد۔ خود پرھوس نے "یادداشتیں" مرتب کی تھیں؛ میولر، جزو ۲، ۴۶۱؛ تمائیوس نے بھی پرھوس پر کچھ لکھا تھا، میولر، ۱، ۲۳۱؛ علاوہ ازیں ایک شخص مسمی زیتو کی بھی ایک تصنیف پرھوس کے موضوع پر تھی "سسلی اور اٹلی میں مہمات"، میولر، ۳، ۱۷۴۔ ہمارے لئے پلوٹارک کی نوشتہ سوانح عمری خاص طور پر اہم ہے؛ دیکھو حواشی باب ۱، بالا۔ ان کے علاوہ جو اسناد ہیں وہ پرہوس کے سوانح حیات کے خاکوں پر مشتمل ہیں، اور یہ مقدونیہ، یونان، روما اور سسلی کی تاریخوں میں نظر آتے ہیں، لیکن اُنکے اقتباسات یہاں بے سود ہیں علاوہ ازیں دیکھو پاؤلی، ۶، ۱، ۳۱۲ تا ۳۲۰۔

میں وہ میدان الپسوس میں لڑا، اُسے خاص یونان میں مدد دی اور اس کے اور بطلیموس کے باہمی صلح نامہ ہوا تو اُس کی طرف سے بطور یرغمال کے مصر گیا۔ مصر پہنچ کر یہ خوبرو، تنومند اور جری نوجوان بادشاہ کا منظور نظر بن گیا، اور اُس نے اُس کی سوتیلی بیٹی سے شادی بھی کر لی۔ اس کے بعد شاہ مصر نے اُسے واپس ایپائروس بھیج دیا جہاں پہلے تو اپنے عزیز نیو بطلیموس کے ساتھ مل کر اور موخرالذکر کے قتل کے بعد تنہا ایپائروس پر حکومت کرنے لگا (دیکھو باب ۲ بالا)۔ اُس نے کاساندر کے بیٹے سکندر سے مخالفہ کر کے شمال میں پاراویہ اور تیمفایہ، اور جنوب میں امبریسیہ اُس کے ہاتھ آیا، چنانچہ اُس نے موخرالذکر شہر کو اپنا صدر مقام بنا کر اُس کی خاطر خواہ تزئین کی۔ اُسے اگاتھوکلیس کے ذریعے سے کورکائرا ملا، وہ اس طرح سے کہ جب اُس کا ساتھ چھوڑ کر لاناسا دیمتریوس سے جا ملا اور اُسے یہ جزیرہ نذر کر دیا تو تارنتوم کے بیڑے کی مدد سے پرھوس نے اُسے دیمتریوس سے واپس لے لیا۔ وہ چند روز تک شاہ مقدونیہ بھی بنا، لیکن لیزی ماخوس نے اُسے اُس ملک سے باہر نکال دیا۔ یہ جری اور بہادر حکمران، جسے ہنی بعل اپنے زمانے کے بہترین سپہ سالاروں میں شمار کیا کرتا تھا، اب اٹلی کی طرف مائل ہوا، اور سوچنے لگا کہ جو بات اُس کے رشتہ دار سکندر سے بھی نہیں ہوئی تھی کیا وہ بھی اُسے پوری نہیں کر سکتا؟ اس مہم میں اُسکے تمام ہم عصر حکمرانوں نے اُس کا دل بڑھایا تاکہ اُنھیں ایک خطرناک مد مقابل سے اُنھیں نجات ملے۔ الغرض تارنتوم کے معاملات کی وجہ سے پرھوس کو اٹلی میں مداخلت کرنے کا بہانہ مل گیا۔

تارنتوم کے مشہور آفاق عیش و عشرت کے باوجود اُس کے باشندوں کو پیمانۂ کبیر کی سیاسیات سے بھی دلچسپی تھی، اور اُنھوں نے سرزمین اٹلی میں اپنے ممتاز رتبے کو قائم رکھا تھا۔ اب اس موقع پر تارنتوم والوں کو اجیر سپاہیوں کے کسی بیرونی سردار کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔

آرخی داموس شاہ اسپارٹا، سکندر شاہ ایپائروس اور اسپارٹی کلیومنیس سب نے تارنتوم کو مدد دی، لیکن یہ مدد کچھ دیرپا ثابت نہیں ہوئی۔ اب انھیں پہلے سے کہیں زیادہ خطرہ تھا اور پیرھوس جیسے شخص کی مدد سے زیادہ کسی چیز سے انھیں مسرت نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ اس وقت روما کے ساتھ ایک جھگڑے میں مبتلا تھے اور سامنیوم کو شکست دے کر رومن فوجیں وینوزیہ اور تھوری تک بڑھ آئی تھیں اور تارنتوم پر دو سمتوں سے چڑھائی کر رہی تھیں۔ ان کے اور رومنوں کے درمیان ایک قدیم عہد نامہ تھا جس کی رو سے رومنوں کو راس لی کی نیوم کے مشرق میں جہازرانی کی اجازت نہیں تھی، لیکن اس کے باوجود ۲۸۲ ق م میں ایک چھوٹا سا رومن بیڑا تارنتوم کے سامنے نمودار ہوا جسے تارنتوم والوں نے اپنی نہایت ہی سخت توہین تصور کیا۔ لیکن بجائے بندرگاہ کی ناکہ بندی کرنے اور روما سے احتجاج کرنے کے انھوں نے اس بیڑے پر حملہ کر دیا۔ چار جہازوں کو ڈبو دیا، ایک گرفتار کر لیا اور رومن قیدیوں کو تہ تیغ یا فروخت کر دیا۔ اس کے بعد وہ تھوری گئے اور وہاں کے رومن حرس محافظ اور اعیان کو نکال باہر کر کے شہر تاراج کر دیا۔ اس طرح تارنتوم والوں نے ایسے حقوق پامال کر دئے تھے جن کی پامالی کو متمدن اقوام نظر استحسان سے نہیں دیکھتیں، اور جو مزید حقوق کی پامالی کے لئے ایک بہانہ بن جایا کرتے ہیں۔ تارنتوم کو اب اچھے یا برے نتائج کے لئے تیار رہنا تھا، اور روما اور تارنتوم کی قوت کا لحاظ کرتے ہوئے یہ زیادہ مشتبہ نہیں رہ سکتے تھے۔ روما نے نہایت ہی لائقانہ اور عاقلانہ برتاؤ کیا اور صرف اُن واقعات کی طرف سے اطمینان چاہا جو تارنتوم اور تھوری میں ہوئے تھے۔ اس کا تارنتوم والوں نے صاف انکار کر دیا جس کا ظاہر ہے انھیں پورا حق تھا، لیکن ساتھ ہی انھوں نے رومن سفیر کی توہین و تذلیل بھی کی۔ الغرض

باب ۶ فریقین کے درمیان جنگ بالکل ناگزیر ہو گئی۔ رومنوں نے تارنتوم میں تفوق حاصل کرنے کی ایک آخری کوشش کی اور اپنے کانسل کوئن ٹس ایمی لیوس باربولا کو ایک لشکر لیکر بھیجا اور تارنتیوں سے کہلوایا کہ اب بھی ان ہی شرائط پر صلح کرلو۔ اب تارنتوم کی اعیانی صلح پسند جماعت برسراقتدار ہو گئی تھی، اور اُس کا ایک رکن آگس سپہ سالار افواج مقرر ہو گیا تھا لیکن عین اس موقع پر پرہوس کا وزیر یعنی تھسالوی کی نیاس، تارنتوم پہنچا اور اعلان کیا کہ اُس کا آقا، جس کے ساتھ تارنتوم کی عمومی مدت سے گفت و شنود کر رہے تھے، عنقریب اٹلی میں اپنی فوج روانہ کرے گا۔ اس پر جدید سپہ سالار سے فوج کی کمان لے لی گئی اور تارنتوم پرہوس کا جانبدار بن گیا۵۲

سب سے پہلے اُس کا سپہ سالار میلو تین ہزار آدمیوں کو لیکر آیا اور ۲۸۰ ق م کے موسم بہار میں خود پرہوس بیس ہزار ہوپ لیت، تین ہزار سواروں، دو ہزار تیر اندازوں، اور بیس ہاتھیوں کو لے کر

---

۵۲ تارنتوم اور روما۔ اینے (Ihne) نے اپنی کتاب "تاریخ روما" Roem. G. ۱، ۸ ا ہم میں جن واقعات کا اعادہ کیا ہے اُن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تارنتی رومن بیڑے کے آنے کو اپنے حقوق شکنی سمجھنے میں ٹھیک تھے، لیکن ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے لئے مناسب طرز کار یہ ہوتا کہ بندرگاہ کی ناکہ بندی کر دیتے اور روما سے شکایت کرتے۔ ممکن ہے کہ رومن سفیروں کی اسی طرح سے تذلیل نہ کی گئی ہو جیسے لکھا ہے، لیکن اسمیں شبہ نہیں کہ تارنتی بہت ہی بدمغ ہو گئے تھے۔ علی العموم اس قسم کی باتیں بنائی نہیں جاتیں، بلکہ ان میں مبالغہ کیا جاتا ہے۔ اینے کا خیال ہے کہ سیبارس کی طرح تارنتوم کو بدنام کیا گیا تھا، ممکن ہے کہ یہ واقعہ ہو، لیکن دونوں میں "تا نہ باشد چیزکے مردم نگویند چیزہا" والی مثل صادق آتی ہے۔ گو ممکن ہے کہ ہر شخص کے متعلق جس واقعے کا اعادہ کیا جاتا ہے وہ درست نہ ہو۔ لیکن اسمیں بھی شک نہیں کہ وہ شخص اس واقعے کا اہل ضرور ہو گا۔

باب ۵

سرزمین اٹلی میں آموجود ہوا۔ اُس نے آتے ہی تارنتوم والوں کو فوجی قواعد سکھانا شروع کی، لیکن گو نہ صرف تمام عمومی سامان تفریح بلکہ جملہ مجالس حکماً بند کردی گئی تھیں اور (اگر ہم زمانۂ حال کی اصطلاح استعمال کریں تو) تارنتوم گویا "حالت محاصرہ" میں تھا، تاہم وہ اس نسائیت پسند قوم کے تیار کرنے میں پورے طور پر کامیاب نہیں ہوا۔ پرھوس کو یہ خیال دلایا گیا تھا کہ اٹلی کے یونانیوں میں بڑا جوش و خروش پھیلا ہوا ہے، لیکن یہاں اس جوش کا شائبہ بھی نہ تھا، اُس سے وعدہ کیا گیا تھا کہ سامنیوم والے، لوکانی، بروتی سب اٹھ کھڑے ہونگے،

لیکن یہ بھی نہیں ہوا۔ رومنوں نے اپنے کانسل والی ریوس لیوی نیوس کو فوج دے کر (جس میں دو رومن لیجن اور تقریباً پچیس ہزار حلیف سپاہی تھے) لوکانیہ روانہ کیا۔ فریقین میں ہرقلیہ (بدریائے سیرس) کے مقام پر جنگ ہوئی۔ رومن مختلف کمپنیوں میں لڑے، جس کی وجہ سے حملے اور مدافعت دونوں حالتوں میں اُنھیں نسبتہً آزادی مل جاتی تھی؛ اس کے برعکس پرھوس کی فوج ٹھُوس مقدونوی جتھوں میں صف بستہ تھی۔ پرھوس نے سات مرتبہ رومن حملے کی مدافعت کی اور ٹس سے مس نہیں ہوا، اور اس کے بعد وہ خود حملہ کرنے کی غرض سے آگے بڑھا۔ رومن فوج ہاتھیوں سے ڈر کر پسپا ہوگئی اور اُن کے سپاہیوں میں سے سات ہزار تو میدان میں کام آئے اور دو ہزار گرفتار ہوئے۔ لیکن پرھوس کے چار ہزار بھی کام آئے اور خود اُس کے منہ سے یہ نکل گیا کہ یہ فتح میرے لئے نہایت گراں گزری ہے۔ اب اُسے یونانی آبادی میں سے خاصکر نئے حلیف مل گئے۔ لوکری کے رومن حرس کا خاتمہ کردیا گیا، لیکن دوسری طرف ریگیوم والوں نے روما سے مدد کی درخواست کی اور رومنوں نے انکے پاس ایک کمپانوی لیجن روانہ کردی۔ لیکن ان کمپانیوں نے خود اپنے طور پر ریگیوم پر قبضہ کرلیا، کروتون کے رومن رسالے کو تہ تیغ

باب ث کیا اور کولونیہ کو تاراج کردیا۔ اس طرح اسی زمانے میں مامرتی نیوں نے مسانہ پر قبضہ کرلیا تھا۔ اٹلی کے اصلی باشندوں میں سے بہت سے سامنی، لوکانی اور بروتی، پرھوس کے علم کے نیچے آگئے، لیکن یہ استدلال صحیح ہے کہ یہ اکثر وبیشتر بے قاعدہ طور پر لڑنے پر اکتفا کرتے تھے۔

پرھوس برابر بڑھتا ہی گیا، لیکن ساتھ ہی اس نے کنیاس کو روما بھی روانہ کیا تاکہ رومنوں سے صلح کے لیئے تحریک کرے اور یہ شرط پیش کرے کہ روما، اٹلی کے یونانیوں کو آزادی دے دے۔

کنیاس نے کوشش کی کہ رومن سیناتیوں کو رشوت دے کر کام نکال لے، لیکن اُسے اس کوشش میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اُس کے دل میں رومن سینات کی بڑی وقعت تھی اور وہ عادتاً سینات کو مجلس ملوک کا لقب دیا کرتا تھا۔ اُس نے اپنی انصافانہ تحریک کو چکنی چپڑی باتوں سے اس قدر وقعت دے دی کہ سینات ڈانواڈول ہوگئی، اور اگر بوڑھا اپیوس کلودیوس جو کسی زمانے میں سینسر رہ چکا تھا، اُنھیں حبّ وطن کے نام سے نہ پھسلاتا تو شاید وہ سر تسلیم خم کردیتی۔ لیکن اُس کے کہنے سے سینات نے کسی قسم کی گفتگو کرنے سے اس وقت تک انکار کردیا تاوقتیکہ پرھوس، اٹلی سے چلا نہ جائے۔ اب روما سے یہ صدا اُٹھتی ہے کہ اٹلی روما کے لیئے ہے۔ یہ سب قصّے سن کر پرھوس کمپانیہ ہوکر چلا لیکن راستے میں اُسے کاپوا اور نیپلز کو چھوڑتا ہوا شاہراہ لاتیوم ہوکر اناگنیا پہنچا۔ رومنوں نے اُس پر حملہ نہیں کیا، لیکن اُس نے یہ محسوس کیا کہ اگر میں آگے بڑھوں گا تو میرے رسل ورسائل منقطع ہونے کا اندیشہ ہے، چنانچہ اناگنیا سے وہ کمپانیہ واپس آگیا۔ اب فریقین میں قیدیوں کی رہائی کی بابت گفت وشنود شروع ہوئی، جس میں پرھوس، سینات اور سفیر فابریکیوس سب نے نہایت قابلیت سے ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ کیا۔ لیکن اس پر بھی امن ابھی دور تھی، اور سنہ ۲۷۹ ق م میں

ایک دوسری لڑائی میں جو مشرق میں اسکوبوم کے قریب ہوئی (جہاں پرھوس غالباً شہر دینوسیہ پر قبضہ کرنے کے لئے گیا ہوگا) رومنوں کو شکست ہوئی لیکن اُن کی فوج قلعہ بند کیمپ میں بھاگ گئی جس کی وجہ سے اس شکست اور اسپارٹیوں کی لیوکترہ والی شکست میں ایک طرح کی مماثلت پائی جاتی ہے۔ لیکن پرھوس نے اپنی کامیابی سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کیا، اور اس کی بجائے اُس نے اپنی توجہ ایک جدید مہم کی طرف مبذول کرلی جو ایک طرح سے رومن مہم سے متعلق تھی؛ اُس نے اب سسلی کا رخ کر دیا۔

سسلی پہلے ہی سے ایسے مدبّر کی تلاش میں تھی جو اس جزیرے کے مسلسل اختلال کا خاتمہ کر سکے۔ اگاتھوکلیس کی موت کے بعد اُس کے قاتلوں اور ہکے تاس کے مابین، جسے سرقوسیوں نے اپنا سپہ سالار مقرر کیا تھا، نزاع چلا آتا تھا۔ قرطاجنی واپس آ گئے لیکن اگاتھوکلیس کے کیمپانی اجیر سپاہیوں کو واپس کر دیا گیا، اور جب وہ واپس جا رہے تھے تو راستے ہی میں اُنھوں نے مسانہ فتح کر لیا اور اس کے بعد اس شہر پر مامرتی نیوں کے نام سے حکومت ہونے لگی (۲۸۸؁ ق م) اُنھوں نے اپنے دائرۂ اقتدار کو سسلی کے اندرونی حصے تک پھیلا دیا اور جنوبی ساحل تک چھاپے مارنے لگے جہاں اُنھوں نے گیلا اور کامارینہ تاراج کیا۔ ۲۸۸؁ ق م سے ۲۸۹؁ ق م تک سرقوسہ ہکے تاس کا محکوم رہا اور اس کے علاوہ دوسرے شہروں پر بھی خود سروں کی حکومت ہو گئی جن میں سے اہم ترین فیثاس والیٔ اکراگاس تھا جس نے جنوبی ہمرا کے کنارے پر گیلا کی جگہ ایک شہر اپنے نام پر آباد کیا۔ ہکے تاس کے زوال کے بعد تھوئے نون اور سوستراتوس میں سرقوسہ کی سیادت کے لیے جھگڑا ہوا اور موخرالذکر اورتی گیا پر قابض ہو گیا۔ اس موقع پر ایک دوسرا قرطاجنی بیڑا بندرگاہ سرقوسہ میں داخل ہوا، اور شہر کی اب بجنسہٖ وہی کیفیت ہو گئی جو

باب ۵

اس واقعے سے ساٹھ برس پہلے تمولیون کی آمد پر تھی۔ لیکن اب اس وقت یونان میں آزادی کا پتا نہیں تھا اور کوئی آزاد مملکت ایسی باقی نہیں تھی جس سے مدد طلب کی جاتی۔ لیکن پرھوس اٹلی میں ضرور تھا، چنانچہ تھوئے نون اور سوسستراتوس دونوں اس سے مدد کے خواستگار ہوئے۔ مقصد پیش نظر وہی تھا جو پہلے تھا، یعنی قرطاجینوں کی قوت کیسے توڑی جائے۔

عجیب و غریب بات یہ تھی کہ جب پرھوس نے اُن کی طلب پر لبیک کہا تو اُس نے دراصل گویا روما ہی کے خلاف جنگ چھیڑی، گو اس وقت اُس کی حیثیت پہلے سے مختلف تھی ۲۷۹ ؁ ق م میں روما اور قرطاجنہ کے مابین ایک عہد نامے پر دستخط ہوئے تھے جس کی ایک شرط یہ تھی کہ فریقین میں سے کوئی دوسرے کے بغیر پرھوس کے ساتھ محالفہ نہیں کرے گا، لیکن ایک دوسرے کی مدد کرنے کے شرائط اس قدر پیچیدہ تھے کہ ان سے کوئی نتیجہ نکلنا عملاً نہایت دشوار تھا، اور حقیقت تو یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی مدد کرنا چاہتا ہی نہ تھا۔ رومیوں اور قرطاجینوں کی متحدہ فوج نے رھیگیوم پر قابض ہونا چاہا لیکن انھیں مطلق کامیابی حاصل نہیں ہوئی، اور جب قرطاجنی آبنائے کی نگرانی کر رہے تھے تو پرھوس لوکری سے سیدھا تورومی نیوم گیا جس کے حاکم تین داریون نے اسے اسی طرح خوش آمدید کہا جیسے اندروماخوس نے تمولیون کو کہا تھا (۲۷۸ ؁ ق م)۔ وہاں سے وہ سرقوسہ کی طرف چلا جہاں سے قرطاجنی بیڑا واپس چل دیا، اور تھوئے نون اور سوسستراتوس نے شہر کے وہ حصے جن پر وہ قابض تھے، اُس کے حوالے کر دئے اس ابتدائی کامیابی کی وجہ سے جزیرے کے دوسرے یونانی شہر پرھوس کے طرفدار بن گئے۔ اکراگاس پر قبضے کی خاص اہمیت تھی، اور سوسستراتوس کے ذریعے سے یہ بھی مسخر ہو گیا جسے مرکز

بنا کر پرھوس نے جزیرے کے قرطاجنی حصّے پر مہمات سر کرنا شروع کیں۔ اُس نے اُس کے اہم ترین حصّوں کو مغلوب کر لیا جن میں سے پالرمو اور ایریکس کے درمیان ہیرکتے کا پہاڑی قلعہ بھی تھا جو افرودیت کے بت خانے کے لیے مشہور تھا۔ لیکن وہ بحری قلعہ للی بیوم (موجودہ مارسالہ) کا کچھ نہیں کر سکا۔ اُس نے دیکھا کہ اس قلعے کو صرف طویل اور دشوار محاصرے کے ذریعے سے زیر کیا جا سکتا ہے، چنانچہ جب قرطاجنیوں نے شرط پیش کی کہ للی بیوم کو چھوڑ کر پرھوس باقی تمام جزیرے پر قابض ہو جائے، تو اُس نے اس پر آمادگی ظاہر کی۔ اُس نے یہ سوچا کہ اس کے بعد میں فوراً اٹلی واپس جا سکوں گا جہاں اسی اثناء میں کانسل فابری کیوس نے خلیج تارنتوم کے شہر ہرقلیہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ صقالوی یونانیوں نے ضد کی کہ وہ اس شرط کو مسترد کرائے، چنانچہ اُس نے پوری قوت اور ترکیبوں کے ساتھ للی بیوم پر حملہ کر دیا۔ لیکن اُسے اُس کی تسخیر میں مطلق کامیابی نہیں ہوئی۔ اب اُسے چاہیئے تھا کہ اگاتھوکلیس کی طرح میدانِ جنگ افریقہ کو منتقل کر دے، اور وہ چاہتا بھی یہی تھا، لیکن اس تدبیر کو کامیاب بنانے میں اُسے بڑی بڑی تیاریاں کرنی پڑتیں اور سسلی والوں کو بھی اس سے لازماً نقصان پہنچتا جس کے لیے وہ تیار نہیں تھے۔ اب پرھوس نے اپنے احکام کی تعمیل کرانے کے لیے واقعی مالک کا چولا پہن لیا۔ اس کی وجہ سے جزیرے میں بے چینی کے آثار نمودار ہو گئے، اُس کے حکم کی خلاف ورزی کی گئی، سوستراتوس نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ مجبور ہوا کہ مخالفانہ طرزِ عمل کی یاداش میں تھوئے نون کو جان سے مروا ڈالے۔ لیکن اس قسم کے افعال اُس کی توانائی پسند ذہنیت کے خلاف تھے، اور اس کا جبلی میلان بہ نسبت سیاسی مصالح کے جرأت و ہمت اور جانبازانہ افعال کی طرف تھا۔ اُسے یہ ناپسند تھا کہ محض قوت کے خوف یا مکاری

باث

اور چالبازی سے حلیفوں کو یکجا رکھے اور ایسی مہمات اُسے خوشگوار نہیں معلوم ہوتی تھیں جن میں وہ حاکم مطلق نہ ہو۔ الغرض وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ ناشکرے صقالویوں کی خاطر اتنی تکالیف برداشت کرنا بڑی بھاری غلطی ہے۔ اُس کے اطالوی حلیف بہت دن سے اُسکی واپسی کے مشتاق تھے، چنانچہ ۲۷۶ ق م میں اُس نے سسلی کو خیرباد کہہ دیا۔ لکھا ہے کہ جزیرے سے قدم اُٹھاتے وقت اُس کی زبان سے یہ الفاظ جاری تھے کہ ہم رومنوں اور قرطاجنیوں کی آویزش کے لیے کیسا نفیس میدان چھوڑ رہے ہیں!

سیرقوسہ سے تارنتوم پہنچنے کے لیے پرھوس کو قرطاجنی بیڑے میں ہو کر لڑ کر نکلنا پڑا، اور یہاں سے وہ رہجے گیوم کی عملداری میں ہو کر رہجے گیوم کے مامرتینی اور کمپانی سپاہیوں کی صفوں کو چیرتا ہوا نکل گیا۔ کروتون اور لوکری اُس وقت رومنوں کے زیر اقتدار تھے، چنانچہ پرھوس نے لوکری پر دوبارہ قبضہ کر کے اُسے تاراج کر دیا۔ اُس نے تارنتوم پہنچ کر وہاں کی فوج کو منظم کیا اور اُسے لے کر شمال کی طرف چل دیا۔ جب وہ بینے ونتوم پہنچا تو اُسے مارکوس کوریوس کی ماتحتی میں ایک رومن لشکر ملا جو ایک مضبوط مقام پر پڑا ہوا تھا۔ اُس نے اُس پر حملہ کیا لیکن اُسے ہی شکست ملی (۲۷۵ ق م) اس کے بعد اُس نے اپنی) اکثر فوج لی اور تارنتوم میں میلو کو ایک محافظ دستے سمیت چھوڑ کر خود اپیائروس واپس چلا گیا۔

ہم پرھوس کی باقی ماندہ زندگی کا حال اگلے باب میں بیان کریں گے، اور یہاں صرف تارنتوم کے انجام کے ذکر پر اکتفا کریں گے۔ رومن فوج شہر کی فصیل کے روبرو اور ایک قرطاجنی بیڑا بندرگاہ سے باہر پڑا ہوا تھا، اور چونکہ میلو شہر پر قابض تھا اس لیے دونوں فریقوں میں سے کوئی بھی شہر کا معاملہ طے نہیں کر سکتا تھا۔ یہ واقعات ۲۷۲ ق م کے یعنی اُس سال کے ہیں جب پرھوس کا انتقال ہوا ہے۔ بہرحال جب

باب ۸

میلو نے اپنے آقا کی وفات کی خبر سنی تو اُس نے ایپائروس واپس جانے کی ٹھان لی، اور رومنوں سے ایک عہد نامہ کیا جس کے بموجب شہر اور قلعہ دونوں اُن کے قبضے میں چلے گئے۔ اب شہر کا اعیانی فریق جو روما کا طرفدار تھا، شہر کا حاکم بن گیا اور اُس کے افراد کے ساتھ رومنوں نے نہایت ملائمت کا برتاؤ کیا۔ ۲۷۱ ق م میں روما نے ریگیوم بھی فتح کر لیا، اور جن کمپانیوں نے غیر وفادارانہ طور پر شہر پر قبضہ کیا تھا اُنھیں سخت سزائیں دی گئیں۔

جہاں اگاتھوکلیس نے دیونی سیوس کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کی اور سسلی میں یونانیوں اور قرطاجنیوں کے باہمی مناقشوں کو جاری رکھا وہاں پرھوس بھی قرطاجنیوں کے ساتھ لڑا لیکن اس کی زندگی کا سب سے دلچسپ واقعہ اُس کی اور روما کی آویزش ہے۔ جہاں تک سپہگری کا تعلق ہے جانشینانِ سکندر میں اس کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ اُس نے مغرب کی سب سے بہادر اور جری قوم کے ساتھ جنگ آزمائی کی، لیکن گو ابتدا میں اُسے بہت کچھ کامیابی بھی ہوئی لیکن آخر کار اُسے ہی نیچا دیکھنا پڑا۔ یہ جنگ آئندہ کی مقدونیہ، یونان اور روما کے جنگوں کا پیش خیمہ تھی۔

ہم تاریخ کے اس خاکے کو یہاں چند فقروں پر ختم کر دیتے ہیں اور جو کچھ کہا گیا ہے اس کا ملخص اور اُس سے انتاج ناظرین کے سامنے پیش کریں گے۔ مختلف اشخاص اور اُن کے حالات زندگی کے اعتبار سے اگاتھوکلیس اور پرھوس کی شخصیتیں بے حد دلچسپ ہیں، اور اُن کی زندگی کے واقعات اُن کی انفرادی حیثیت سے بالکل مماثل ہیں۔ وہ دونوں عہد جانشینان سکندر کے قائم مقام ہیں، لیکن فرق یہ ہے کہ پرھوس ایک قدیم شاہی خاندان کا فرد ہے اور اگاتھوکلیس فوج کا سپہ سالار ہے۔ جو چیز ہماری دلچسپی کو دوبالا کر دیتی ہے وہ یہ ہے کہ مشرق میں ان دونوں کا کوئی بھی ثانی نہیں؛ یہاں پرھوس کی طرح کوئی شخص ایسا

باب ۳

نظر نہیں آتا جو کسی قدیم خانوادۂ شاہی کا رکن ہو اور نہ اگاتھوکلیس کی طرح کوئی ایسا شخص نظر آتا ہے جس نے طبقۂ اسفل سے جانبازانہ ترقی کی ہو۔ اس کے برعکس یہاں جتنے بھی حکمراں ہیں وہ سب کے سب سکندر کے سپہ سالاروں کے، یعنی ایسے لوگوں کے جانشین ہیں جو خود تو حکمراں نہیں تھے لیکن جنھوں نے حکمرانوں کے ذریعے سے اپنی قدر و منزلت بڑھائی تھی۔ مغرب میں ہمیں بڑے بڑے تباین نظر آتے ہیں، یعنی ایک تو ایک قدیم خاندان شاہی کا فرد ہے اور دوسرا ایک کمھار کا لڑکا ہے۔ ایک اور بات ہے جو مغرب کی سرشت سمجھنی چاہیئے، وہ یہ کہ ایک عالی منش بادشاہ اپنی مہم سے اس لیے دست بردار ہوتا ہے کہ اُس کی طبیعت اس طرف نہیں آتی کہ وہ اپنے مخالفوں کی سخت گیری کرے۔ لیکن "راہگیر خودسر" آخر تک اپنی قوت کو قائم رکھتا ہے۔ ان دونوں کی چلت پھرت کا انداز بھی قابل لحاظ ہے۔

جانباز اگاتھوکلیس دوسرے جانبازوں سے ایسی مملکت (یعنی قرطاجنہ) کے خلاف ہتھیار اُٹھاتا ہے جن کی خدمت میں دوسرے جانباز بھی موجود ہیں، اور وہ اس مملکت کو اس لیے مغلوب نہیں کر سکتا کہ اس کے شہری اب بھی اپنی مملکت کے لیے جان دینے کے لیے تیار ہیں؛

پرھوس جو ایک قدیم خاندان شاہی کا فرد ہے، وہ بہادر وفادار ایپائروسیوں کو لے کر اطالوی اور صقالوی حلیفوں اور اجیر سپاہیوں کے ساتھ سسلی میں قرطاجنیوں کے خلاف لڑتا ہے اور تھوڑی ہی سی مدت میں انھیں ایسی زک دیتا ہے کہ دیونی سیوس اور اگاتھوکلیس نے بھی نہیں دی ہوگی۔ اس کے بعد وہ میدان سے ہٹ جاتا ہے اور پھر ایک مرتبہ روما کا مقابلہ کرتا ہے، لیکن یہاں اُسے شکست مل جاتی ہے۔ ہم اس سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ قرطاجنہ کسی جانباز کے ہتھے چڑھتا نظر نہیں آتا، اور روما کو ایسے بہادر سپاہی کبھی نیچا نہیں دکھا سکتے جو محض اپنے اخلاقی مقاصد کی وجہ سے ایک دوسرے کے ہمکاری

پر کمر بستہ ہیں۔

ان سب باتوں سے قرطاجنہ اور روما کے مابین جو آویزشیں ہوئیں، اُن کے نتیجے کی بابت جو رائے قائم کی جا سکتی ہے وہ بالکل عیاں ہے[۳]

---

[۳] پرھوس کے سکہ جات۔ ہمیں پرھوس کے سکے مختلف ممالک مثلاً ایپائروس، مقدونیہ، اٹلی اور سسلی سے ملتے ہیں۔ اُس کے طلائی سکے اور ۹۰ گرین کے نقرئی سکے سرقوسہ کی ساخت کے ہیں، اور یہی کیفیت اُس کے بہترین تانبے کے سکوں کی ہے۔ (دیکھو ایونز: "سواران" حاشیہ ۱۷۵، اور ہیڈ: "سرقوسہ" Head : Syrac. ۵۶) معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی چودرہمیاں اور اٹیکائی معیار کی دودرہمیاں لوکری میں بنی ہوں گی۔ اُس کے مقدونوی تانبے کے مقدونوی سکوں کے ایک طرف مقدونوی ڈھال ہے اور اُس کے ایپائروسی سکوں پر زیوس کا سر کندہ ہے لیکن یہ موخر الذکر اتنے نفیس نہیں ہیں" (ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات ۲۷۳)۔ ہیڈ مفصلۂ ذیل سکوں کو پرھوس کی طرف منسوب کرتا ہے:۔ (۱) طلاء:۔ ایک طرف پالاس کا سر ہے، دوسری طرف نیکے بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے اور اُس کے ایک ہاتھ میں پتوں کا گھیرا اور دوسرے میں فتح کی یادگار ہے؛ یہ سکہ سرقوسہ میں بنا ہوگا۔ (۲) نقرہ:۔ ایک طرف دودونی زیوس کا سر، دوسری طرف نشستہ دیونے؛ یہ چودرہمی ہے (لوکری، دیکھو اوپر)۔ ایک طرف اکی لیس کا سر، دوسری طرف

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

باب نہم

مشرقی ممالک اور یونان سنہ ۲۸۰ ق م سے سنہ ۲۴۶ ق م تک۔

شام اور مصر کے مابین آویزشیں پرہوس کی وفات

انتی گونوس گوناتاس، جنگ خرمیو تدیز

ان واقعات کے بیان کرنے میں جو عہد اوّل کے دوسرے حصے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ تھے تس ہیپوکمپ پر بیٹھی ہوئی، دو درہمی (لوکری، دیکھو اوپر) پرسی فونے کا سر، دوسری طرف پالاس نیزہ ہاتھ میں لیئے ہوئے (۹۰ گرین وزن، اس لیے یہ سرقوسہ میں بنی ہوگی، دیکھو اوپر)۔ (۳) تانبا:۔ بہت سے نمونے ہیں جن میں سے نقاب پوش فنشیہ کی شبیہہ والا بھی ہے۔ شائد ایک نقرئی درہم جس پر صرف لفظ "بازی لیوس" کندہ ہے اور کوئی نام نہیں ہے، پرہوس کا ہی سکہ ہوگا، دیکھو امہوف: "سکہ جات یونان" (Imhoof : Monnoies grecques) ۴۳۹، ہیڈ: "سرقوسہ" صفحہ ۵۶۔ نیز دیکھو یادداشت ہائے باب ۱۲۔

مقدونیہ میں، جہاں پرہوس نے کچھ دن حکومت کی (یعنی (۱) سنہ ۲۸۷/۲۸۶ ق م میں (۲) سنہ ۲۸۴ ق م میں مغربی مقدونیہ میں (۳) سنہ ۲۷۴/۲۷۲ ق م میں تمام مقدونیہ میں) نقرئی

(بقیہ بر صفحہ آیندہ)

باب ۹

میں (یعنی سنہ ۲۸۰ ق م سے سنہ ۲۲۲ ق م تک) ہوئے، ہم سب سے پہلے اپنی نظر مشرق کی طرف، یعنی اُن مملکتوں کی طرف دوڑائیں گے جن کے ابتدائی حالات ہم نے پانچویں باب میں بیان کیے ہیں اور جن میں بحیرۂ اڈریاٹک سے سرحد ہندوستان تک کے ممالک شامل ہیں۔ یہ زمانہ ان ملکوں کی سیاسیات میں رومنوں کی براہ راست مداخلت پر ختم ہو جاتا ہے۔ روما کی مداخلت سے ان ملکوں کی سیاسی حالتوں میں بہت سی تبدیلیاں ہوتی ہیں، لیکن اس مداخلت کی ابتدا تک، یعنی زمانۂ زیر بحث میں مقدونیہ، شام و مصر صف اوّل میں آجاتے ہیں اور خاص طور پر چھوٹی چھوٹی مملکتوں کے وجود کی وجہ سے ایک دوسرے کا توازن قائم ہو جاتا ہے۔ ہمیں اس عہد کے مختلف واقعات کا، بالخصوص اُن واقعات کا جو مشرق میں پیش آئے، علم ضرور ہے، لیکن وہ نامکمل ہے، اور اُن کی سنویت ایک حد تک غیر متیقن ہے۔ یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ جہاں تک حکمرانوں کے باہمی تنازعات کا تعلق ہے، تاریخ کو اس عدم یقین سے کوئی خاص نقصان نہیں پہنچتا۔ اس یا اُس حصۂ دنیا میں سیلوکوس یا انطاکوس یا بطلیموس کو فتح ہوئی یا شکست، یہ امر اُن معاصر کے لیے بھی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ سکندری سکے ملے ہیں جو شائد پرہوس ہی نے مسکوک کرائے ہوں گے۔ میولر: "سکہ جات سکندر اعظم" Mueller: (Numism. d' Alex. le Gr.) ہیڈ: "سکہ جات متقدمین" (Head: Coins of the Ancient تصویر ۴۶، ۴۴، ۴ تا ۲۹۱ میں پرہوس کے بعض نہایت نفیس سکوں کی نقلیں دی ہوئی ہیں۔

پرہوس کے سکے بہت وافر ہیں، اور اُس کے فطری خصائص کی طرح اتنے منظم نہیں جیسے اگاتھوکلیس کے سکے۔

سسلی میں پرہوس کی مہم کے لیے دیکھو میلتزر: "تاریخ اہل قرطاجنہ" Meltzer Gesch. der Karthager. جلد ۲، برلن، سنہ ۱۸۹۶ء، صفحہ ۲۲۶ / ۲۴۵

باب ۹ جو میدان کارزار کے قریب نہ تھے، نا قابل لحاظ تھا۔ لیکن اگر تین بڑی طاقتوں کی بجائے کوئی عظیم الشان سلطنت قائم ہو جاتی تو اُس کی اوّل درجے کی اہمیت میں کس کو کلام ہوتا لیکن ایسی کوئی سلطنت قائم نہیں ہوئی۔ ساتھ ہی یہ بلاشبہ بہت کچھ قابل افسوس ہے کہ تیسری صدی ق م میں یونانی مملکتوں کے متعلق ہمیں اس قدر کم معلومات حاصل ہیں۔[1]

---

[1] ۲۸۰ء ق م سے ۲۲۰ء ق م تک کی تاریخ کے اسناد۔ یہاں بھی واحد کتاب جس میں مختلف واقعات سلسلہ وار لکھے ہیں جسٹی نوس کی ہے جس پر میں باب ۱ کے حواشی میں تبصرہ کر چکا ہوں۔ اس کی کتاب ۲۴ میں بطلیموس کیرانوس اور غالوی حملے کا ذکر ہے جس میں لفاظی اور خطابت کا عنصر نمایاں ہے۔ باب ۴ کا مآخذ غالباً تمائیوس ہے؛ ڈرواے سن ۲، ۲، ۲۴۳ وغیرہ کتاب ۲۴: غالوی ایشیا میں، انتی گونوس و پرہوس۔ کتاب ۲۶: ارسطو تیموس کے مظالم ایلس میں؛ انتی گونوس کے ہاتھوں غالوی اجیروں کا قتل عام، لیکن اس کے موقع کا ذکر نہیں کیا گیا؛ سرینہ۔ کتاب ۲۷ میں ۲۲۶ء ق م تک کا ذکر ہے، اور اس میں جن واقعات کا اعادہ کیا گیا ہے وہ صاف نہیں۔ کتاب ۲۸ ۲۲۱ء ق م تک جاتی ہے، اور اس میں (خوں ریزیوں کی وجہ سے) ایپائروس کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہے؛ اراتوس کا اس کی غیر دلچسپ شخصیت کی وجہ سے ذکر ہی نہیں۔ جسٹی نوس نے اس قسم کے لوگوں کے لیے اپنی کتابیں لکھیں جیسے آجکل گشتی کتب خانوں سے لے کر کتابیں پڑھتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض کتابوں میں "تمہیدیں" ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تصنیف کی ترتیب تروگوس میں بھی ٹھیک نہیں سمجھی گئی تھی؛ دیکھو فون ولاموو تز: "انتی گونوس ساکن کاریستوس" ۲۲۶۔ جسٹی نوس اور "تمہیدوں" میں جو مواد ہے وہ اس قدر بے ترتیب ہے اور اُس کے فقرے اس قدر مشکوک ہیں کہ ہمیں ایک ایسی اشاعت کی بہت ضرورت ہے جس میں تاریخی تفسیر بھی ساتھ ساتھ ہو۔ اگر ایسی تفسیر ہو تو اُس کی وجہ سے ان تصانیف پر قیمتی عناصر بہ نسبت کسی مسلسل بیان کے زیادہ نمایاں ہو جائیں گے۔

دیکھو صفحہ آئندہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ دیودوروس کی تصانیف میں سے کتاب ۲۲ (سنہ ۲۸۰/۲۶۵ ق م)، کتاب ۲۳ (سنہ ۲۶۴/۲۵۱ ق م)، کتاب ۲۵ (سنہ ۲۴۱/219 ق م) سنوی اعتبار سے اسی عہد سے متعلق ہیں، لیکن جو اجزا ہم تک پہنچے ہیں اُن میں صرف مغربی ممالک کا حوالہ ہے، اور ان میں اراتوس، آگس اور کلیومینس کا ذکر بھی نہیں ہے۔ اس تالیف کی ترتیب کا مطالعہ کرنے کے لیے یہ واقعہ غیر اہم نہیں ہے؛ دیکھو جلد ۳، صفحہ ۱۵/۱۶، نیز حواشیٔ باب ۱۵۔ سنہ ۲۸۰/۲۲۰ ق م کے زمانے کے واقعات سے دیودوروس بالکل خالی ہے جس کی وجہ سے اُس زمانے کے واقعات اس قدر پردۂ خفا میں ہیں کہ اُن کا ثانی ملنا مشکل ہے۔ حقیقت ہے کہ بعض مرتبہ پڑھنے والے کو یہ معلوم ہوتے لگتا ہے کہ میں چھٹی صدی ق م کا بیان پڑھ رہا ہوں۔

پلوٹارک صرف پرھوس، اراتوس، آگس اور کلیومینس کی سوانح عمریوں میں مسلسل بیانات پیش کرتا ہے۔ مقابلہ کرو شلتز: "ماخذ سوانح حیات ہائے آگس، کلیومینس و اراتوس" (Schultz: Quibus ex Fontibus fluxerint Agidis Cleomenis, Arati Vitae) برلن سنہ ۱۸۸۶ء۔ لیکن پلوٹارک سنوی تسلسل کی مطلق پروا نہیں کرتا۔

پولی بیوس کا ذکر ہماری اس کتاب کے ابواب ۵ و ۲۶ میں کیا گیا ہے، اور حالات زیر بحث میں اُس سے بہت ہی کم مدد ملتی ہے۔ سنہ ۲۲۸ ق م کے بعد کے زمانے کی بابت وہ صرف مغربی معاملات کے بیان پر اکتفا کرتا ہے۔

نوشتہ جات، بالخصوص نوشتہ جات پرگامم، سکہ جات۔ فلنڈرز پٹری نے مصر میں جو پاپی روس جمع کئے تھے؛ بابل کے مسیحی نوشتے۔

ان مصنفوں میں سے جن کی تصانیف ناپید ہو گئی ہیں لیکن جو زمانۂ بعد کے مورخوں کے ہمعصر ماخذ تھے، اہم ترین اراتوس اور فلارخوس ہیں۔ اراتوس کے لیے دیکھو میولر F. H. G. ۳، ۲۱/۲۲ اور زوسے میل ا، ۶۲۷/۶۳۰، جو قدیم تصانیف کے اقتباسات دیتا ہے اور حواشی سے بھی حالات کو صاف کرتا ہے؛ اسیں دیکھو

(دیکھو صفحہ آیندہ)

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ ۴۳، ۵۴، ۷۴، ۵ ب ۔ پولی بیوس اور پلوٹارک ہی ایسے مصنف ہیں جنھوں نے اراتوس سے کام لیا ۔ اُس نے ایسے مدبّروں کی طرح (جیسے گیزو Guizot) جو اپنے مقاصد میں ناکام ہو گئے ہوں اور جو اپنے افعال کو بہترین روشنی میں لانا چاہتے ہوں ایک خود نوشتہ تذکرہ چھوڑا ۔

فیلارخوس؛ میولر LXXVII وغیرہ؛ ۳۳۴/۳۵۸؛ زوسے میل ا، ۶۳۰/۶۳۳ ۔ غالباً فیلارخوس نئو کراتس کا باشندہ تھا ۔ اس نے ۲۸ جلدوں میں خطابانہ انداز سے کلیومینس کی موافقت میں "واقعات" تالیف کیے؛ مقابلہ کرو پولیائے نوس ۲، ۵۶ ۔ فیلارخوس پلوٹارک اور تماکتیس کی اور اس لیے تروگوس کی اوّلین سند ہے ۔ چونکہ اُس نے بہت سے نادر واقعات بیان کیے ہیں شائد اسی سبب ہو اُس کے بہت سے اجزاء باقی رہ گئے ہیں ۔

عیسائی مورخوں کی تحریروں میں بھی بعض واقعات ملیں گے، مثلاً یوسے بیوس کے وقائع ۔ اس نے شاہی مہمات کا حال ایک حد تک پورفی ریوس سے لیا تھا، جس کے لیے دیکھو کرسٹ ۵۳۶؛ میولر ۳، ۶۸۸/۴۷؛ شیورر: "تاریخ یہودیان" Schuerer : Gesch, des jued. Volkes ا، ۱۲۸؛ یوسے بیوس کی شیونے Schoene والی اشاعت ۔

فی الجملہ اُس زمانے کے متعلق اس قدر قلیل معلومات ہیں کہ ڈروائے سن (۳، ۲، ۲۲) کہہ اُٹھتا ہے کہ "اس کی تاریخ مرتب کرنا نہایت ہی دشوار گزار کام ہے اُس کے زمانے سے جن اسناد کا انکشاف ہوا ہے، جن میں سے پر گامم کا نوشتہ ممتاز ہے، ان کی وجہ سے تحقیقات کے لیے جدید مواد ہمارے ہاتھ آیا ہے، لیکن اس کی وجہ سے یہ نہیں کہ علماء میں کسی قسم کی ہمرائی پیدا ہو گئی ہو ۔

ان علماء کی تصانیف میں ڈروائے سن کی کتاب "تاریخ تابعین" Droysen : Gesch: der Epigonen، اشاعت دوم ۱۸۷۸ء، اہم ترین ہے ۔ اس میں ڈروائے سن نے بہت تھوڑی سی اینٹوں سے ایک بڑا ایوان تیار

دیکھو صفحہ آیندہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس سے خود اسی کو اتنی بے اطمینانی ہوئی ہے جس کا ذکر ابھی اوپر کیا گیا ہے۔ اس ایوان کی تعمیر صرف اسی طرح ممکن تھی کہ اس میں طرح طرح کے قیاسات کا مسالہ لگایا جائے، اور ان قیاسات کو ڈروائے سن اکثر ظاہر کر دیتا ہے۔ ان واقعات کو بیان کرنے میں جو اس کے دماغ سے منکشف ہوتے ہیں، ڈروائے سن بہت کچھ وقت لیتا ہے۔ مثلاً اس نے جنگ خریمونیدیز کا جو بیان صفحہ ۲۲۵ سے صفحہ ۲۴۷ تک دیا ہے اس کے واقعات ہماری اسناد میں مشکل سے دو سطروں سے زیادہ دئے ہوئے ہیں۔ ہمارے لیے یہ غور کرنا باعث اضافۂ معلومات ہے کہ اس موقع پر نیز اسی طرح کے دوسرے مواقع پر وہ اس تاریک موضوع پر مختلف سمتوں سے حملہ کر کے خود اپنے نظریے کو کس طرح صاف کر دیتا ہے۔ یہ کتاب نہایت قابل تعریف مضامین کا ایک ذخیرہ ہے جسے صرف ڈروائے سن ہی جیسا آدمی جمع کر کے قابل مطالعہ بنا سکتا تھا۔

شورن: "تاریخ یونان از قیام معاقدۂ ایتولیہ و اکائیہ تا مسماری کورنتھہ" Schorn : Geschichte Griechenlands von der Enstehung des aetol. und ach. Bundes bis auf die Zerstorung von Corinth بون ۱۸۳۳ء۔ ہرٹسبرگ کی کتاب: Hertzberg : Gesch. Griechenlands unter der Herrschaft der Roemer "تاریخ یونان زیر سیادت روما" جلد ۱، ہالے ۱۸۶۶ء) میں ہمارے موضوع کا صرف خاکہ دیا ہوا ہے۔

مشرقی معاملات پر کلیس Cless نے پاؤلی کی "محیط" میں، بالخصوص "سلیوکیان و بطالسہ" کے تحت ذکر کیا ہے۔ ساتھ ہی ان کے لئے پرگام کے نوشتوں کی تفسیر مؤلفہ فرینکل، فون گٹشمٹ Von Gutschmidt کے مضامین جن میں سے چند کو ف ریول F. Ruehl نے جمع کیا ہے، مضامین کیوپ Koepp بابلوں Babelon گیبلر Gaebler ("ایر تیمیرائے" برلن، ۱۸۹۲ء) وغیرہ بھی دیکھنے چاہئیں۔ کلنٹن کی کتاب Fasti hellenici اور "یونان کی ملکی و ادبی سنویت از اولمپیا ۱۲۴ تا وفات آگسٹس"

دیکھو صفحہ آئندہ

باب ۹ اور بطلیموس "فلادیلفوس" (۲۸۵-۲۴۶ ق م) مصر میں حکمراں تھے، ہم بالفعل صرف سیاسی واقعات کے بیان تک اپنے آپ کو محدود کریں گے، اور اس عہد کی تاریخ تمدن کو باب ۱۴ کے لیے چھوڑ دیں گے جس میں اس کے ساتھ ساتھ ۲۲۲ ق م) سے تمدن کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

اول تو مشرق کو لیجئے، یہاں شامی حکمرانوں کی صورتیں مصری بادشاہوں کی کامیابی کی وجہ سے مسخ ہو گئی ہیں۔ بلاشبہہ انطاکوس "سوتر" ایک نہایت قابل شخص تھا، اور اُس نے ایک مشکل صورت حال سے اپنے آپ کو عزت کے ساتھ نکال لیا تھا؛ رہا انطاکوس "تھیوس" تو اُس کی جتنی شہرت تھی ممکن ہے کہ وہ اس سے زیادہ قابل ہو۔ لیکن دُنیا ان دونوں کی وجہ سے اتنی متاثر نہیں ہوئی جتنی بطلیموس فلادیلفوس سے۔ جسمانی اعتبار سے یہ بادشاہ نہایت کمزور لیکن ذہنی لحاظ سے نہایت تندرست اور تیز تھا، اور یہ

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ The Civil and Literary Chronology of Greece from the 124th Ol. to the death of Augustus جس کے تتموں میں مختلف شاہی خاندانوں کا بھی ذکر ہے قابل دید ہیں۔ ہم نے ان خاندانوں کا جو ذکر کیا ہے اُن کا اثر ناظرین پر حسب دلخواہ نہیں پڑے گا اس لیے کہ ہم تمام بادشاہوں کے خطابات کا ترجمہ نہیں کر سکے ہیں اور انھیں اصلی یونانی شکل میں رہنے دینے پر مجبور ہوئے۔ ان خطابات سے ان بادشاہوں کی شکل نہایت مقدس معلوم ہوتی ہے۔ قدما نے تاریخ کے طعنہ آمیز پیرائے کو فوراً پہچان لیا، جب انھوں نے دیکھا کہ "باپ کا عاشق" کس طرح اپنی ماں کو قتل کرا دیتا ہے، یا جس شخص کو وہ "مہربان پیٹو" کا لقب دیتے ہیں اُس کے مظالم کی داستان کس طرح سننے میں آتی ہے لفظ "اپی فانیس" کا صحیح مطلب، جس کے معنی "درخشاں اور چشم دید معبود" کے ہیں ہماری زبان میں بیان ہونا ناممکن ہے۔ یونانیوں کے نزدیک بطلیموس پنجم کے افعال کا سنجیدہ اعادہ اور ساتھ ہی اُس کا لقب "معبود ذی مرتبت" اعلیٰ درجے کا طعنہ نہیں تھا تو کیا تھا۔

باب ۹

اُس کام کے لیے نہایت موزوں تھا جس کی اُس کے زمانے کے مصر کو بغایت ضرورت تھی۔ وہ میدان جنگ کی بہ نسبت میدان تدبر میں زیادہ ہوشیار تھا، اور یہ صفت اُس زمانے کے مصری حکمرانوں کے لیے نہایت ہی مناسب تھی۔ وہ اپنے دوسرے ہمسروں کی طرح بالکلیہ مطلق العنان تھا، لیکن جب اُس نے دیمتریوس ساکن فالیرم کو اس جرم کی پاداش میں مصر بالائی کو جلاوطن کر دیا کہ اُس نے اسکی تخت نشینی کی مخالفت کی تھی، تو اس سے اُس نے ایک طرح یہ اس نوادرخانے کو تقویت پہنچائی جسے دیمتریوس نے تیار کیا تھا۔ اُس کی چلت پھرت اور اُس کے حوصلوں میں، خواہ وہ نیک ہوں یا بد، اُس کی دوسری بیوی (جو اُس کی بہن بھی تھی، یعنی) ارسی نوئے نے اُسے ہمیشہ عملی مدد پہنچائی، اور وہ ہمیشہ اُس کی عزت کرتا رہا۔ اُس نے یہاں تک کیا کہ سکوں میں اپنی شبیہ کے ساتھ ارسی نوئے کی بھی شبیہ بنوائی اور اسی لیے یہ فلادیلفوس یا "خواہرپرست" مشہور ہوا۔ اُس کی دیکھا دیکھی مصر میں بھائی بہن کے باہمی نکاح کا رواج خاندان شاہی میں پڑ گیا اور باہر کی شاہزادیوں سے مناکحات سے جو خارجی خرابیاں پیدا ہو جاتی تھیں اُن سے انسداد ممکن ہو گیا، لیکن ساتھ ہی شاہی نسل میں اس کی وجہ سے جو اسقام پیدا ہوئے وہ نہایت ہی کریہہ تھے۔ اس رواج سے بطلیموس کے جانشینوں کی ذہنی تنگ نظری کا وافر ثبوت ملتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اُس نے ارسی نوئے سے اس لیے نکاح کیا تھا کہ لیزی ماخوس کے ذریعے سے تھریس و ایشیائے کوچک میں اس عورت کے بہت سے دعاوی تھے، لیکن ہمارے نزدیک اس کا اصلی سبب خود اُس کے خصائل اور شخصی اسباب ہی ہوں گے۔ اس "خواہرپرست" کی دور اندیشی اس سفارت سے ظاہر ہوتی ہے جو اُس نے سنہ ۲۷۳ ق م میں روما کو روانہ کی، اور جو محالفہ ان دونوں کے درمیان ہوا وہ ان ملکوں کے مابین دیرینہ دوستانہ مراسم کا پیش خیمہ

تھا[2]

---

[2] بطلیموس فلادلیفوس ("خواہر پرست") یا بطلیموس دوم۔ دیکھو کلیس حسب بالا، مہافی: "یونان کی زندگی" ۱۹۹ وغیرہ؛ "شہنشاہی" ص ۱۱۲/۱۹۲، خصوصاً ۱۶۲۔ ارسی نوئے کے لیے دیکھو پاؤلی وِسووا (Pauly Wissowa) کا مضمون، جلد ۲، ۱۲۸۲/۱۲۸۹ ونیز مہافی؛ "شہنشاہی" ۱۵۷۔ ڈرواۓسن کے خیال میں ارسی نوئے سے بطلیموس نے جو نکاح کیا وہ سیاسی مصالح پر مبنی تھا (۳، ۱، ۲۶۷ وغیرہ)، لیکن میرے نزدیک اس کی اصلی وجہ یہ تھی کہ دونوں کی شخصیتیں ایک سی تھیں اور دونوں کا مقصد اعلیٰ یہ تھا کہ ان کے اقتدار میں وسعت ہو، سازش کا موقع ملے اور عیش و عشرت سے زندگی بسر ہو۔ وہ ایک دوسرے کو خوب سمجھتے تھے، ایک دوسرے کی مدد کرنے میں دریغ نہیں کرتے تھے اور ایک دوسرے کے قصوروں سے درگزر کرتے تھے۔ ویڈے مان کے خیال کے مطابق دونوں میں سنہ ۲۷۳ ق م میں نکاح ہوا ہوگا۔ مصر میں بہن بھائی کی شادی کے لیے دیکھو ارمان: "مصر" Erman: Aegypten ۲۲۱۔

الفیوم میں جو فوجی چھاؤنی قائم کی گئی تھی وہ بطلیموس دوم ہی کے عہد میں قائم کی گئی ہوگی۔ اس کی بابت پٹری پاپیروس میں جس کی مہافی نے ادارت کی ہے معلومات ملیں گی (دیکھو اسی کتاب کا باب ۵، حاشیہ ۱۳، بالا)۔ جس شہر کے اطراف میں یہ سپاہی، جن میں سے اکثر سوار تھے، پڑے ہوئے تھے، اسے کروکوڈائلوپولس کہتے تھے اور اس کا نام بعد میں تبدیل ہو کر ارسی نوئے ہو گیا تھا۔ اغلب امر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ ارسی نوئے ہی نے وہ اراضی منتقل کی ہوگی جس پر یہ شہر (موجودہ مدینۃ الفیوم) واقع ہے۔ استرابو (۱۷، ۸۰۹) کہتا ہے کہ صرف اسی شہر میں زیتون کے درخت اور انگور کی بیلیں نظر آتی تھیں، یعنی یہی مصر کا وہ رقبہ تھا جس میں یونانی طرز پر زراعت ہوتی تھی۔ بطلیموس اول و دوم نے بطلیمائس میں یونانیوں اور مقدونیوں کو آباد کر لیا تھا؛ مہافی: "پٹری پاپیروس" ۱۸؛ دیکھو بالا، باب ۵، حاشیہ ۱۳۔ لیکن شہر بطلیمائس بالائی مصر میں بہت دور تھا

دیکھو صفحہ آیندہ

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بادشاہ اپنی تمام مہمات میں کامیاب

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اور السّیوط سے بھی اوپر تھا؛ الفیوم اسکندریہ کے قریب تھا، اور اعیانی سواروں کے لئے ایک عمدہ فرودگاہ بن سکتا تھا، چنانچہ اس مقام پر اُن کے تفریحی مساکن بنے ہوئے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان خانگی کاغذات سے ہماری تاریخی معلومات میں بہت کچھ اضافہ ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس سرکاری کاغذات، شک و شبہہ سے بالاتر نہیں ہیں، مثلاً وہ لوح جو ناویل Naville کو اس شہر میں، جسے ”پتھوم“ فرض کیا گیا تھا، دستیاب ہوئی (دیکھو ہفتہ وار ”جریدۂ لسانیات“ Philol. Woch. سنہ ۱۸۹ء) صفحہ ۱۹۶) اس لوح میں صرف اُن نہروں کے اور شہروں کے نام ہی نہیں لکھے ہوئے ہیں جو بطلیموس دوم نے بنائے تھے بلکہ اُس میں یہ بھی مندرج ہے کہ اُس نے ایران سے وہ سب معبود واپس لے لئے جو ایرانی مصر سے چرا لے گئے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کبھی سوس یا ایران میں تھا بھی؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اُن بابلی ماخذ سے جن کا ہم نے اگلے حاشیے میں ذکر کیا ہے، اس کی تفہیم کر سکیں؟ نیز دیکھو باب ۱ حاشیۂ ۱۔

فلادیلفوس نے عمونیوں کے صدر مقام ”رباط عمون“ کا نام بدل کر فلادیلفیہ رکھ دیا؛ استیفان ساکن بیزنطہ؛ دُروائیسن ۳، ۲، ۴۳۰؛ پاڈلی ۵، ۱۴۶۲؛ بیڈیکر ۱۸۷۔

بطلیموس ”خواہر پرست“ بیزنطہ کی طرفداری کرتا ہے اور بیزنطینی اُس کے نام پر ایک بت خانہ بناتے ہیں (جو پیرا کے ساحل پر فندقلی کے قریب واقع تھا)۔ فرک Frick پاڈلی میں ۱، ۲، ۲۶۰۹۔۔۔ ہم کلٹوں کا بیان، Callim. Del ۱۷۰ وغیرہ۔ مقابلہ کرو کیوپ: ”جنگ سوریہ“ Koepp : De Syr. Kriege وغیرہ؛ Rhein. Mus. ۳۹، ۱۱۲۔

بطلیموس ”خواہر پرست“ کے زمانے میں نوکراتس کے ”پان ہیلیون“ میں اضافے: فلنڈرز پیٹری: ”دس سال“ صفحہ ۴۳۔ ”خواہر پرست“ معماروں کے

باب ۹

ہوا ہو، چنانچہ اس کی ناکامی کی مثال سرنہ سے دی جا سکتی ہے جہاں کا صوبہ دار اُس کا سوتیلا بھائی ماگاس تھا بلا شبہہ اپنے خسر انطاکوس اوّل کے کہنے سے ماگاس مصر سے باغی ہو گیا، اور مارماریکا کے صوبے کے سرحدی شہر پارئی تونیوم پر قبضہ کر لیا۔ لیکن فلادیلفوس نے ترکیب چل کر مارماریکا کے باشندوں کو، بلکہ شاید قرطاجنیوں کو بھی بھڑکایا اور آخر کار باغی اپنا مقبوضہ علاقہ چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔ تاہم سرنہ برابر اسی کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ کام میں ذاتی دلچسپی لیتا تھا۔ Jos. Ant. ۱۲، ۲، ۴، ۱۰۔

بطلیموس ”خواہر پرست“ کے مالیات کے لئے دیکھو ”بطلیموس فلادیلفوس کے ”مالی قوانین“ اشاعت پ۔ گ۔ گرینفل P. G, Grenfell: The Revenue Laws of Ptolemy Philadelphus جس کی تمہید مہافی نے لکھی تھی؛ اکسفرڈ، ۱۸۹۶ء مع متن و تصاویر کے۔

سکہ جات: ”فہرست نوادر خانہ برطانیہ“ بطلیموس دوم ابتداء میں اپنے والد کی طرح روپیہ مسکوک کرتا ہے۔ اس کے بعد بطلیمائس، یافہ، غازہ، صور، سیدا کی چودرہمیاں آتی ہیں؛ دیکھو ہیڈ: ”تاریخ مسکوکیات“ ۷۱۴۔ انواع:۔ ایک طرف بطلیموس اول کا سر، دوسری طرف بجلی پر عقاب۔ تانبے کے سکوں کے ایک طرف عمون کا سر بنا ہے۔ بطلیموس دوم کے زمانے میں نفیس نقرئی اور طلائی سکے ملتے ہیں اور مدت دراز تک جاری رہتے ہیں:۔ ۱۔ بطلیموس دوم اور ارسی نوئے دوم کے سر، اور دوسری طرف بطلیموس اوّل اور بیری نیس اوّل کے سر؛ ایک طرف الفاظ ”ادیلفون“ اور دوسری طرف ”تھیون“۔ یہ امر قابل یاد ہے کہ ”اد“ سے مراد زندہ اور ”تھے“ سے مراد مردہ حکمران ہی سے ہو سکتی تھی، لیکن دونوں مل کر دونوں حکمرانوں کے لئے استعمال ہو سکتے تھے۔

۲۔ ایک طرف ارسی نوئے دوم کا نقاب دار سر، دوسری طرف بجلی پر دو عقاب؛ ”ارسی نوئس فلادیلفوئے“۔ فلادیلفوس نے روما کو جو سفارت روانہ کی اُس کا بیان Liv. Epit. ۱۴؛ Eutr. ۲، ۱۵ میں ہے۔

قبضے میں رہا اس لئے کہ اُس کی فوج کے چار ہزار کلٹی سپاہی اُس سے باغی ہو گئے جس کی وجہ سے فلا دیلفوس اس کے خلاف کچھ بھی نہ کر سکا۔ اُس نے آخر کار دریائے نیل کے ایک جزیرے میں اُس نے ان اجیروں کی ناکہ بندی کر لی اور انھیں بھوکا مار ڈالا۔ فلا دیلفوس نے اپنے بیٹے یوئرگی تیس کی نسبت ماگاس کی لڑکی بیرے نیس سے کر کے خیال کیا کہ اب تمام پیچیدگیوں کا خاتمہ ہو جائے گا، لیکن اس میں اُسے دھوکا ہوا۔ ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اس موقع پر شام کی طرف سے مداخلت ہوئی، اور مقدونیہ نے بھی کچھ مدت کے بعد معاملات سرینی میں مداخلت کر دی۔ ۲۵۸ ق م میں ماگاس کے انتقال پر اُس کی بیوہ اپامے نے مقدونیہ کو "خوبرو" دیمتریوس سے جو گوناتاس کا سوتیلا بھائی تھا، کہلوایا کہ آکر اُس کی بیٹی بیرے نیس سے نکاح کر لے۔ اگر اپامے بطلیموس جیسے قبول صورت حکمراں سے سازش نہ کرتی تو سرینی بطلیموس کے پنجے سے بالکل نکل جاتا۔ اس سازش کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصری فریق نے دیمتریوس کا خاتمہ کر دیا اور بیرے نیس یوئرگی تیس کے نکاح میں آگئی۔ آخر کار سرینی پر مصر ہی کا پرچم لہرایا۔

بطلیموس فلا دیلفوس کے تعلقات شام ایشیائے کوچک اور مقدونیہ کے ساتھ، بالخصوص ان ملکوں کے ساتھ جو سلیوکیوں کے قابو یا نگرانی میں تھے، اور خود سلیوکیوں کے ساتھ جو ان کے دفتری تعلقات تھے ان کی کیفیت صریح طور پر معلوم نہیں، اور جہاں تک مقدونیہ کا تعلق ہے ہم تھوڑی بہت معلومات یونان کی تاریخ سے اخذ کرتے ہیں۔ انطاکوس اول کو ۲۸۰ ق م میں بتھی نیہ والوں نے شکست دی تھی لیکن اس کے بعد اسی بادشاہ نے ایک بڑی لڑائی میں غالویوں کو نیچا دکھایا تھا، گو ہمیں اس کا مطلق علم نہیں کہ اُس نے کب اور کس طرح اس کامرانی کے بعد "سوتر" یا "منجی" کا لقب اختیار کیا۔ اس کے بعد اُس نے مصر پر حملہ کیا تاکہ کیلو سوریہ اور فنیقیہ پر قابض ہو جائے،

باب ۹

لیکن مصری فوج اور بحری قزاقوں کی مدد سے بطلیموس نے اسے شکست دے دی۔ اس کے بعد مصر کے بادشاہ نے ایک لشکر شمالی ایشیائے کوچک کی طرف روانہ کیا، لیکن اُسے متھراداتیس اور اریوبارزانیس اور گالاتیوں نے نیچا دکھایا۔ ہمیں اس کا علم نہیں کہ اس شکست کی وجہ سے انطاکوس اوّل کو کیا کیا فائدے حاصل ہوئے، لیکن ہمیں یہ ضرور معلوم ہے کہ اپنی حکومت کے آخری زمانے میں وہ اُن ہی ممالک میں ناکام ہوا تھا اور یومنیس شاہ پرگامم نے اُسے ساردس کے قریب شکست دے دی تھی۔ الغرض جب اُس کا بیٹا انطاکوس "تھیوس" ("معبود"!) تخت پر بیٹھا تو اسے ایشیائے کوچک میں اپنی حیثیت تسلیم کرانے میں کافی مشکل پیش آئی ہوگی۔ انطاکوس اوّل نے شمالی بربریوں سے دریائے مارگوس ("مرغاب") کے نخلستان مارجیانا کی حفاظت کرنے کے لئے پندرہ سو اسٹادیا (تقریباً ۵۰۰ میل) لمبی ایک فصیل بنوائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے اپنی سلطنت کی حفاظت پر خاص نظر تھی[۳]۔

---

[۳] شام کی تاریخ کے لئے مقابلہ کرو ولکن Wilcken کے اُن نفیس مضامین کا جو اُس نے انطاکوس اول و دوم پر پاؤلی۔ وسوا جلد ا میں لکھے ہیں۔

انطاکوس اول "سوتر" کی جانبازیاں Trog. Prol. ۲۴۔ انتی گونس گوناتاس اور انطاکوس کی آویزشیں: ڈرواے سن ۳، ۱، ۱۹۰؛ Memn ۱۵، ۱۸۔ گالاتیوں پر غلبہ App. Syr. ۶۵؛ Leic. Zeux ۸، ۱۱۔ ڈرواے سن ۳، ۱، ۱۸۶، ۲۵۸؛ مہافی: "یونانی زندگی"، ۲۰۹۔ جدید الیوم کا شکریہ انطاکوس کو "مجموعہ نوشتہ جات یونان" C. I. Gr. ۳۵۹۹ = ہکس ۱۶۵۔

ابلون Babelon یہ فرض کر لیتا ہے کہ انطاکوس اول کی موت کی بعد تک اُسے خطاب "سوتر" نہیں ملا؛ دیکھو فوکارٹ: "جریدۂ مراسلات یونان" Foucart : Bull. Corr. hellénique ۹ (۱۸۸۵ء) صفحہ ۳۸۷؛ اس کے اعزاز میں

باب ۹

ہمیں بطلیموس فلادیلفوس اور انطاکوس دوم ''تھیوس'' کی جنگ کی بابت، جسے، دوسری جنگ شام، کہتے ہیں، اتنی ہی کم معلومات حاصل ہیں جتنی اسی بطلیموس اور انطاکوس اوّل والی جنگ شام کی بابت ہیں۔ ہیرونیموس کی تفسیر ''دانیال'' میں ایک مختصر بیان اول الذکر جنگ کا دیا ہوا ہے، اور بعض مورخوں نے اس میں دوسرے بیانات شامل

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ایک میلا بھی لگا کرتا تھا۔ اغلباً اتالوس اول کو بھی ''سوتر'' کہتے تھے؛ فرینکل ۴۳/۴۵ ۔

نام نہاد پہلی شامی مصری جنگ کا ذکر صرف پوسانیاس ۱/۷ میں نظر آتا ہے۔ پول (Poole) نے ''فہرست نوادر خانہ برطانیہ''، ''بطلیموس'' XXIX) اس کا تعلق بطلیموس اور ماگاس کی جنگ کے ساتھ ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بطلیموس دوم اس جنگ کے بعد فنیقیہ کا مالک بن گیا، چنانچہ سنہ ۲۶۸ ق م کے بعد اسی ملک میں اس کی ٹکسالیں تھیں۔ میں کیوپ (Koepp) سے متفق ہوں کہ تیسری صدی ق م کے ابتداء سے ہی فنیقیہ پر مصر کا قبضہ تھا۔

بابل کے پجاریوں نے جو علم ہیئت کے مسائل حل کئے تھے ان کی اور دوسرے امور کی میخی تحریریں اس وقت تک موجود ہیں جو انھوں نے سنہ ۲۷۳/۲۷۲ ق م میں قلمبند کیں (ایپنگ وشٹراس مائر: ''جریدۂ اشوریات'' (Epping und Strassmaier: Zeitschrift f. Assyriologie) صفحہ ۲۲۰ وغیرہ۔ ان تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ دریائے فرات کی دوسری جانب بھی ایک مصری رسالہ تھا؛ نیز انہیں بادشاہوں اور دوسرے لوگوں کی سیاحت کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔

یومنیس کے ہاتھوں انطاکوس کی شکست سترابو ۱۱، ۱۲، ۵۔ اس فصیل سے جو ۱۵۰۰ استادیس یا تقریباً ۱۹۰ میل طویل تھی، دیوارِ چین کی یاد تازہ ہوتی ہے، اور ممکن ہے کہ اسی سے وہ قصہ نکلا ہو جس کے بموجب سکندرِ اعظم نے ریگستان کے کنارے کنارے ایک فصیل تعمیر کی تھی۔ اس کتاب کے لکھنے کے وقت اس ضلع میں روسیوں نے آبپاشی کے طریقوں کا احیاء کر کے اسے کاشتکاری کیلئے گویا ایک نمونہ بنا دیا ہے۔ ہندوستان سے تعلقات؛ گٹشمٹ: ''ایران'' ۲۸۔

کرکے ایک مسلسل کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے (دیکھو حاشیہ ۴)۔ علاوہ ازیں ہمیں انطاکوس "تھیوس" کے متعلق صرف اس کا علم ہے کہ وہ عیش پرست اور سخت شراب خوار تھا، اور اس نے معاملات سلطنت کو نالائق منظوران نظر کے قبضے میں چھوڑ دیا تھا۔ نیز ہمیں اس کی تھریسی مہم کا حال بھی معلوم ہے۔ الوہی لقب اس لئے ملا کہ اس نے ملطیوں کو ان کے خود سر تمارخوس کی چنگل سے چھڑایا تھا، اور وہ ایونیہ کے شہروں میں عام طور سے ہر دلعزیز تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان بلدیات کو فرمانروائے شام سے مدد لینے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ انھیں اپنے ہمسایوں اور مصریوں سے آزاد ہونے کی خواہش تھی۔ شام اور ایشیائے کوچک میں جو لڑائیاں اس وقت ہوئیں ان کے نتیجے کا استدلال مصر کے خارجی تعلقات کے دو بیانات سے کیا جا سکتا ہے، یعنی تھیوکری توس کے سترھویں گیت سے، جو اس نے فلادیلفوس کی مدح میں لکھا تھا، اور اس قصیدے سے جو بطلیموس یوئرگیتیس کے اعزاز میں مرتب کیا گیا تھا۔ تھیوکری تیس کہتا ہے کہ فلادیلفوس کے قبضے میں فنیقیہ، عرب، شام، لبیہ، انتھیوپیہ، اقوام پمفیلیہ، کلیکیہ، لیکیہ، کاریہ اور جزائر مدور تھے، درانحالیکہ قصیدۂ یوئرگیتیس میں مذکور ہے کہ جب وہ تخت نشین ہوا ہے تو اس کے قبضے میں مصر، لبیہ، شام، فنیقیہ، قبرص، لیکیہ، کاریہ اور جزائر مدور تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تھیوکری توس قبرص کو، اور قصیدۂ یوئرگیتیس کلیکیہ اور پمفیلیہ کو چھوڑ دیتا ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اول الذکر میں قبرص کیوں چھوڑ دیا گیا ہے، اس لئے کہ اگرچہ جزیرہ فلادیلفوس کے قبضے سے کچھ مدت کے لئے نکل بھی گیا تھا تو بھی اس کا حوالہ دینے میں مضائقہ نہ تھا، لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ تھیوکری توس کے نزدیک کلیکیہ اور پمفیلیہ فلادیلفوس کے قبضے میں تھے لیکن قصیدے والے نوشتے میں اس کا ذکر نہیں، تو اس سے یا تو یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ یہ آخر کار فلادیلفوس کے قبضے سے نکل گئے ہوں گے ورنہ تھیوکری توس نے

باب ۹

شاعرانہ مبالغے کو کام میں لاکر کلیکیہ اور پمفیلیہ کے چند محافظ رسالوں کی وجہ سے جو صرف وہاں کے ساحلی علاقے میں پڑے ہوئے تھے، فلادیلفوس کو ان ممالک کا مالک قرار دیا۔ اگر ہم تھیوکری توس کی نظم کی صحیح تاریخ سے واقف ہوتے تو اس سے فلادیلفوس کی تاریخ پر زیادہ روشنی پڑتی؛ لیکن موجودہ معاملات کے تحت ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ مدحیہ قصائد اس کے ابتدائی زمانے کے متعلق ہوں گے۔ الغرض یہ فرض کر کے کہ تھیوکری توس نے صرف تھوڑی ہی سی مبالغہ آمیزی کی ہوگی اس سے مشکل سے اختلاف کیا جا سکتا ہے کہ اس زمانے میں فلادیلفوس کی قوت ایشیا میں روبانحطاط تھی، جس کا اصلی سبب یہ تھا کہ ایشیا ہی میں نہیں بلکہ یورپ میں بھی سیاسی بساط میں تبدیلی ہو رہی تھی، اور یہ بھی ممکن ہے کہ صرف یورپی سیاسیات کا اثر ایشیا کے معاملات پر پڑا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ غالویوں کا حملہ خاص طور پر شام کے لئے نقصان رساں اور مصر کے لئے سودمند تھا۔ بلاشبہ انطاکوس اول نے ایشیائے کوچک پر قبضہ رکھنے کی پوری کوشش کی لیکن اس کے عہد حکومت کے اوائل میں اسے بتھی نیوں نے اور اواخر میں پرگامم نے شکست دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلی بار تو دریائے رھیین داکوس اور دوسری مرتبہ دریائے کیئے کوس کی وادی میں ہو کر نکل جانا چاہتا تھا، لیکن اسے دونوں مرتبہ زک پہنچی۔ اس میں شک نہیں کہ اس نے غالویوں کو شکست ضرور دی، لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا اور وہ پہلے ہی طرح سے آزاد رہے۔ ادھر اس کا بیٹا ایک لشکر کو ہمراہ لے کر تھریس پہنچ گیا لیکن ہمیں اس کی اس ملک میں کسی مستقل فتوح کا علم نہیں۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر کو مغربی ایشیا میں اچھی حیثیت حاصل تھی، اور اگر اس کے باوجود اسے اس ملک میں پسپا ہونا پڑا تو اس کا سبب (علاوہ ایسے مقامی حالات کا جن کا ہمیں علم نہیں) مصر و مقدونیہ کے

باہمی تعلقات ہوں گے۔ ہمارے کانوں میں ان واقعات کی بابت کچھ کچھ پڑتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مصر کا اثر مقدونیہ سے کہیں زائد تھا۔ ان اسباب کی بنا پر ہم سب سے پہلے یورپ کا ذکر کریں گے، اور اس کے بعد شام و مصر کو لیں گے[۴۹]

---

[۴۹] انطاکوس دوم "تھیوس" انطاکوس اول کا دوسرا بیٹا تھا۔ اُس کا ایک بیٹا، سلیوکوس، اس سے بڑا تھا لیکن اُس پر باپ کے خلاف بغاوت کا الزام لگا کر سزائے موت دے دی گئی؛ پاؤلی وِسووا ۱، ۲۴۵۲ (مضمون وِلکن (Wilcken دوسری جنگ شام و مصر۔ دانیال کی ہیرونی موس نے جو تفسیر لکھی ہے اُس میں بیان ہے کہ یہ لڑائی انطاکوس دوم نے بطلیموس دوم سے لڑی تھی (۱۱، ۶)۔ تھریگے (Thrige) اور دوسروں کو اُس کے محل وقوع میں شک ہے ہم ڈرواے سن سے متفق ہیں (۳، ۱، $\frac{۳۱۸}{۲۲۴}$) کہ ایسی جنگ ضرور ہوئی، اس لئے کہ ہم صرف اسی طرح سے مصری مقبوضات کے اس فرق کو سمجھ سکتے ہیں جو تھیوکری توس ۱۷، ۸۶ کے نزدیک بطلیموس دوم کے اور بطلیموس سوم کی تخت نشینی کے وقت کے درمیان نظر آتا ہے ("مجموعۂ نوشتہ جات یونان" ۵۱۲۷ = ہکس ۱۷۴۳؛ تھامیٔ سلطنت ۱۷۹)۔ یہ نوشتہ اس "توصیف ممالک عیسوی" میں محفوظ ہے جو کوزموس اندیکوپلوستوس نے جو ۵۴۳ء میں مرتب کی تھی (Cosmos Indicopleustos: Topographia Christiana)۔

ایک بابلی تختی میں اس ہبہ کا ذکر ہے جو انطاکوس دوم نے لاؤدیس اور اُس کے بیٹوں کے نام کیا تھا اور جو انھوں نے بابلی بت خانوں کو کر دیا؛ دیکھو دیکھو "جریدۂ اشوریات" ۷، ۲۳۲ Zeit sch. f. Assyriologie ہم دیکھتے ہیں کہ ارادوس کا سال $\frac{۲۵۹}{۲۵۸}$ ق م میں شروع ہوتا ہے جس سے یہ استنتاج کیا جا سکتا ہے کہ شمالی فنیقیہ میں انطاکوس کا اقتدار بطلیموس کے اقتدار سے زیادہ تھا۔ دیکھو بابلون LVII؛ نیز اس کتاب کا باب ۱۹، حاشیہ ۲۔
فیلارخوس Ath: ۱، ۴۳۸ اور پی تھرموس Ath. ۷، ۲۸۹ سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ انطاکوس "تھیوس" کے خصائص کا تاریک پہلو معلوم ہوتا ہے۔ ڈرواے سن ۳۱۱٬۱٬۳ نے اس پر کچھ ملمع کیا ہے، بلکہ وہ اُس کے درباریوں ارسطوس وغیرہ میسون کے رویے کے عملی اسباب دریافت کرنے کی بھی کوشش کرتا ہے۔ ہمارے نزدیک Memn. ۲۳ (جنگ بیزنطہ) سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ انطاکوس دوم نے تھریس میں کوئی کارنمایاں انجام دئیے۔ اگر پولیائے نوس (۱۶٬۴) کی رائے درست ہے اور اُس نے دریائے ہیبروس کے شہر کیپ سے لا پر قبضہ کیا تھا، تو محض اس واقعے سے یہ استدلال لازمی نہیں ہے کہ نہ صرف لیزی ماخیہ بلکہ اسے نوس اور مورونیہ نے بھی اس کے ساتھ اتحاد عمل کر لیا ہوگا، نہ اس سے ڈرواے سن کا یہ انتاج لازم آتا ہے کہ "تھریس کے جنوب میں بیزنطہ سے مقدونیہ تک کا تمام ملک آخرکار شام والوں کے قبضے میں آگیا تھا"، اور ہماری دانست میں یہ انتاج بجائے باوثوق ہونے کے انسان کو سخت حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ لیوی ۳۳، ۴۰ میں بیان ہوا ہے کہ انطاکوس سوم نے تھریس کا جو دعویٰ کیا ہے اُس کی بنا اُس نے یہ قرار نہیں دی کہ اُس پر انطاکوس دوم کا قبضہ تھا بلکہ اس کا دارومدار اس واقعے پر ہے کہ سلیوکوس نے لیزی ماخوس کو شکست دی تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انطاکوس دوم کا تھریس پر کبھی قبضہ نہیں ہوا۔

تمارخوس خودسر ملطہ کو انطاکوس دوم شکست دیتا ہے اور اس کے بعد اُس کے خطابات میں "تھیوس" کا اضافہ ہو جاتا ہے؛ App. Syr. ۶۵ تروگوس (تمہید، ۲۶) کے مطابق بطلیموس والی مصر کا بیٹا، جو آخرکار ایفی سوس میں کام آیا، وہ تمارخوس کا حلیف تھا؛ Ath. ۱۳٬ ۵۹۳۔ معلوم ہوتا ہے کہ بابلون نے جو استدلال کیا ہے وہ غلط ہے (CCXXIX حاشیہ ۲)۔ انطاکوس دوم ایونیہ کے بلدیات میں ہردلعزیز تھا، "مجموعۂ نوشتہ جات یونان" ۳۱۳۷ = ہکس ۱۷۶ = ڈٹن برگر ۱۷۱؛ اُس نے ساموس اور پریینے کے مابین تحکیم کی "مجموعۂ نوشتہ جات یونان"

صرف یہی نہیں کہ چند حوصلہ مند بادشاہ ایک دوسرے کے علاقے پر

بقیۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ - ۵ . ۲۹؛ نیز دیکھو Jos. Ant. ۱۲، ۳؛ ڈروائے سن ۴، ۳۳۰ -

سکہ جات :- انطاکوس اوّل، بابلون XXXIX/LV انطاکوس اول نے سلطنت کے مشرقی حصے پر بطور بادشاہ کے ۲۹۳ق م سے ۲۸۱ ق م تک بارہ سال حکومت کی۔ وہ سغدیانی سپیتامنیس کی بیٹی اپامے کا بیٹا تھا، چنانچہ مشرق میں اُس کا گویا دوسرا گھر تھا۔ اس زمانے میں اُس نے جو سکے ڈھلوائے وہ اسی نوع کے ہیں جیسے سلیوکوس کے سکے۔

انطاکوس کے بعد کے سکوں کے ایک طرف تو فرمانروا کی حلقہ دار آنکھوں والی شبیہہ ہے اور دوسری جانب اومفالوس پر اپولو نظر آتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک تیر ہے، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انطاکیہ والے اپولو کی شبیہہ ہے۔ تیر گو اس واقعے کی تلمیح ہے کہ اپولو نے اپنے تیروں کو اورونتیس کی طرف پھینک دیا جس کے بعد دافنے نے پتوں کے گھیرے کی شکل اختیار کر لی - علاوہ ازیں انطاکوس اول کا یہ سکہ نکوکلیس والے پافوس کی نقل ہے۔ لیبان (۱، ۷ . ۳۰، حاشیہ) کا بیان ہے کہ انطاکوس نے قبرص کے بت خانوں کو تاراج کر دیا، چنانچہ یہ ممکن ہے کہ انطاکیہ میں اپولو کا جو بت تھا وہ اسی جزیرے سے وہاں منتقل کیا گیا ہو۔ (بابلون) -

اغلباً انطاکوس نے یورپ میں بھی سکے بنوائے ہوں گے، اس لیے کہ ہمارے علم میں تین قسم کے ایسے تانبے کے سکے دستیاب ہوئے ہیں جن پر اُسکا نام ہے اور جو یورپی ساخت کے ہیں؛ اوّل تو وہ سکے جن پر مقدونی ڈھال ایک طرف اور ہاتھی دوسری طرف بنے ہیں؛ دوسرے وہ جن کے ایک طرف زیوس اور دوسری جانب کڑکتی بجلی؛ تیسرے وہ جن کے ایک طرف اپولو اور دوسری جانب پائی کی تصویر ہے۔ دوسری اور تیسری نوع کے سکوں پر کالی دونی سؤر کا جبڑا بھی بنا ہے جو ایتولیہ کی مخصوص علامت ہے۔ یہ ایک دلچسپ واقعہ ہے

قبضہ کرنے کے لئے باہم دست و گریباں ہو رہے ہوں بلکہ یہاں آزاد

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کہ آئندہ چل کر انطاکوس سوم نے ایتولیہ سے جو تعلقات پیدا کئے اُس کی پیش بندی اس سے بہت پہلے ہی کر دی گئی ہے۔ اس میں شبہہ نہیں ہے کہ بابلون نے XLVIII) یورپ میں انطاکوس کی طرف جو قسمت آزمائیاں منسوب کی ہیں ان میں سے بعض کا کوئی ثبوت نہیں؛ لیکن اس میں بھی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ انطاکوس کے سپاہیوں کا ایک دستہ خود تھرموپلی پر لڑا تھا، چنانچہ اس طرح ایتولیوں کے اس بادشاہ سے تعلقات سمجھ میں آ سکتے ہیں۔

انطاکوس دوم: بابلون $\frac{\text{LV}}{\text{LXIV}}$ بعض مرتبہ انطاکوس کی شبیہوں میں اس کی کنپٹی پر پر نظر آتے ہیں جس سے کسی معبود کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ سکّوں کے انواع ایک حد تک وہی ہیں جو انطاکوس اوّل کے زمانے میں تھے، سوائے اس کے کہ نشستہ اپولو کے ہاتھ میں تیر کی بجائے کمان نظر آتی ہے۔ ارساکیس نے اس نوع کی نقل پارتھیا میں کی۔ انطاکوس دوم کے زمانے کی انواع جدیدہ: کیمے والا سکّہ جس پر ہرقل ایک چٹائی پر بیٹھا نظر آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہرقل سے مقدونیہ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ انطاکوس دوم کا ایک منظور نظر تیمی سون تھا اور وہ ہرقل کا روپ بھرے نظر آتا ہے۔

دیودوتوس والیِ بختاریہ نے بھی، جس نے زیوس اے گیوخوس کے نوع کے سکّے مسکوک کئے (جن کی خود انطاکوس دوم نے نقل کی) انطاکوس نکانور کے نام پر سکّے ڈھالے۔ بابلون XLIII کہتا ہے کہ یہ نکانور انطاکوس اوّل ہی ہے۔

یہ امر واقعہ ہے کہ انطاکوس دوم کا دار الضّرب اسکندریہ تروآس تھا، لیکن بابلون کا خیال کہ اُس نے بیرونی ایشیا کے دوسرے مقامات پر بھی سکّے ڈھالے، مشتبہ معلوم ہوتا ہے؛ اس لئے کہ بعض سکّوں پر کیزی کوس اور الابندہ

بلدیات کے باہمی جھگڑوں کا بھی پتا چلتا ہے۔ ہم نہایت مسرت سے حبِ آزادی کے احیاء کو دیکھتے ہیں جو یونان کے مختلف حصوں میں اپنا سر اٹھاتی ہے، لیکن جس کا گلا یونانیوں کے نفاق و شقاق اور شاہ مقدونیہ کے اقتدار کی وجہ سے گھونٹ دیا جاتا ہے۔ لیکن اس بادشاہ کو ابتدا میں ایک بڑے خطرے سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

انتی گونس گوناتاس کی قابلیت مسلّمہ تھی۔ اس کا نشو و نما کسی متموّل گھرانے میں نہیں ہوا تھا، نہ اس نے کسی دربار ہی میں پرورش پائی تھی۔ وہ ۳۱۸ ق م میں پیدا ہوا تھا، اور اپنی کم عمری ہی میں اس نے غالباً اپنے باپ کے ساتھ سیر و سیاحت کر کے دنیا دیکھی تھی، لیکن اس کی عالی منش ماں فیلا نے کسی نکسی طرح سے اپنے شوہر کی بداخلاقیوں کے متعدی مرض سے اسے پاک رکھا تھا۔ جنگ اپسوس کے بعد جب "شہروں کا تسخیر کرنے والا" اپنے قلّۂ اقتدار سے گرا تو انتی گونس کی عمر بیس برس کی بھی نہیں تھی اور یہ یقینی بات ہے کہ اس کے سنجیدہ دماغ پر اس واقعۂ ہائلہ کا یہ اثر پڑا ہوگا کہ کامیابی کی ایک اہم شرط عقل و فراست بھی ہے۔ اس نے اپنی زندگی کے آئندہ بیس سال یونان میں گزارے اور ان بیس سال میں سے دس برس تک اس نے اپنے عہد کے متمدن اشخاص کی صحبت حاصل کی اور دس برس وہ بطور بادشاہ کے تخت شاہی پر جلوہ افروز رہا۔ اسے فلسفے کا ذوق تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ — کے علامات ہیں جو ایک دوسرے سے بہت بعید ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ ان دونوں مقامات پر ایک ہی سکّہ ڈھالا جاتا ہو (بابلون LVI بحیثیت "تھیوس" کے بعض مرتبہ انطاکوس کے سر پر ایک ہالہ دکھائی دیتا ہے) بابلون LVI (ایک سکّے کا حوالہ دیتا ہے جس پر حروف "م ی ل" کندہ ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انطاکوس دوم نے ملطہ کی خاص خدمت کی تھی۔

اور وہ رواقین کی صحبت کو پسند کرتا تھا جب وہ بادشاہ بنا تو اُسے یہ خیال پیدا ہوا کہ کسی طرح سے اپنے ہم قوموں کی بہتری کی کوشش کرے۔ اُس نے بدنام خودسر الیکزدوروس کے بعد کاساندریہ پر قبضہ کر کے اپنی سلطنت کے حدود کو وسیع کیا، اور پرھوس کے حملے تک اُس کی قوت کے استحکام میں مطلق فرق نہیں آیا۔ پرھوس کو یہ شکایت تھی کہ انتی گونوس نے اٹلی کو کسی قسم کی مدد نہیں بھیجی تھی، اور اس بہانے سے وہ خود تخت مقدونیہ کا مدعی بن گیا۔ اُس کا خیال ہوا کہ جب وہ ایک مرتبہ انتی گونوس کے باپ سے مقدونیہ لے چکا ہے تو وہ اُس کے بیٹے کو بھی نیچا دکھائے گا۔ بہرحال فریقین میں جنگ شروع ہوگئی جس میں انتی گونوس کی مقدونوی فوج نے پرھوس کی کوئی خاص مدافعت نہیں کی۔ مقدونیوں پر بہ نسبت اُن کے بادشاہ کے پرھوس کی شہرت کا کہیں زیادہ اثر تھا، چنانچہ ایک موقع پر ذرا سے اشارے پر مقدونوی سپاہی پرھوس کی طرف چلے گئے۔ انتی گونوس کے سب سے وفادار خادم اُس کے اجیر سپاہی تھے، اور جنگ میں ان کا بالکل خاتمہ ہوگیا۔ الغرض پرھوس پھر ایک مرتبہ مقدونیہ کا حکمراں بن گیا۔ لیکن اُسے خاموشی کے ساتھ حکومت کرنے کی اتنی ہی کم خواہش تھی جتنی پولیورکیتیس کو، اور نہ صرف یہ کہ وہ کاروبار سلطنت میں مطلق کسی قسم کی دلچسپی نہیں لیتا تھا، بلکہ اُس نے اپنے غالوی اجیروں کی زیادتیوں کے ساتھ رواداری برت کر ادر اسے کے لئے گئے تھی ایدلیسہ کی اور اُس میں مقدونوی بادشاہوں کے جو مقبرے تھے اُن کی تاراجی کی اجازت دے کر لوگوں کو برافروختہ کر دیا۔ آخرکار اُس نے بے صبری میں اگر اس ملک میں جسے وہ پورے طور پر زیر نہیں کر سکا تھا، انتی گونوس کی مخالفت کے لئے اپنے بیٹے بطلیموس کو چھوڑ کر خود یونان کا راستہ اختیار کیا تاکہ اس حصۂ دنیا میں اپنی شہرت میں چار چاند لگائے۔

۵ہ انتی گونوس گوناتاس کے ذاتی خصائل؛ وڑدا کے سن ۲۴۳، ۲۴۲، ۲۴۴، ۲۴۰، ۲۵۶

باب ۹

اس مہم کو کلیونی موس ولد کلیومنیس دوم شاہ اسپارٹا کی وجہ سے مزید تقویت حاصل ہوگئی۔ یہ شخص جبلی طور پر بے چین اور جانبازیوں کا خواہاں رہتا تھا۔ سنہ ۳۰۹ ق م میں، جب اُس کے باپ کا انتقال ہوا ہے تو اُسے تخت پر بیٹھنے کی امید تھی، لیکن اسپارٹیوں نے آریوس کو ترجیح دی جو اُس کے بڑے بھائی آکروتاتوس کا بیٹا تھا۔ اس واقعے کے بعد وہ اجیر سپاہیوں کی ٹولیاں لے کر اِدھر اُدھر پھرنے لگا۔ اُسنے تارنتوم کی خدمت کی، پھر کورکائرا میں لڑا جہاں اُسے دیمتریوس نے نکال باہر کیا، اور اس کے بعد وہ بیوتیہ پہنچا۔ اپنی سیاحت کے دوران میں اُس نے کبھی اپنی جرأت، بے چینی اور بے پروائی کی خصلت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ آخرکار وہ ایک مرتبہ پھر اسپارٹا گیا جو اس وقت جانبازانہ طرز عمل اختیار کئے ہوئے تھا اور کاساندریہ کے خود سر اپولودوروس کی مدد کے لئے تیار تھا۔ ممکن ہے کہ یہ امید بندھ گئی ہو کہ وہ اپنے وطن مالوف میں نام پیدا کرے گا اور آخرکار آریوس کی جگہ تخت نشین ہو جائے گا۔ لیکن آریوس اپنی جگہ جما رہا، اور جب کلیونی موس اسپارٹا کی طرف ہو کر مسقدونیوں کے خلاف (جن سے اُس نے تروازین لیا تھا) جنگ آزما ہوا تو یہ ملک چھوڑ کر پرھوس سے جا ملا اس لئے کہ اُسے اس کا یقین تھا کہ پرھوس ہر طرح کی مہم کے لئے تیار ہے، اور اُس سے اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ دونوں مل کر اسپارٹا پر تاخت کریں اور اُسے مسخر کریں۔ پرھوس فوراً ایک جلیل القدر لشکر لے کر جس میں پچیس ہزار پیدل، دو ہزار سوار اور چوبیس ہاتھی تھے، سنہ ۲۷۲ ق م میں پیلوپونیز کو چل دیا۔ یہ مہم اس سے پہلے اٹلی اور سسلی والی مہم کی طرح سیاسی اعتبار سے بے نتیجہ ثابت نہیں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ فون ولاموویتز: ''انتی گونوس ساکن کاریستوس'' ۲۱۱ وغیرہ؛ دیکھو تحت، حاشیہ ۹۔

باب ۹

ہوئی۔ پہلی مہم کا مقصد یہ تھا کہ رومنوں کے حلیفوں یعنی اہل قرطاجنہ کو شکست دی جائے۔ پیلوپونیز میں اس وقت بھی ایسے لوگ موجود تھے جو انتی گونوس کے ہمنوا تھے اور جو اُس کے قبضہ مقدونیہ سے بہت پہلے سے آباد تھے۔ اُس کا کورنتھ پر اب بھی قبضہ تھا، اور جوں ہی کلیونی موس ہٹا، فوراً اسپارٹا نے بھی اس سے محالفہ کر لیا۔ اب اگر پرہوس نے کلیونی موس کے ذریعے سے پیلوپونیز پر اپنا اثر قائم کر لیا تو پھر اس کی حکومت مقدونیہ پر بھی بلاشبہ مستحکم ہو جائیگی۔ اس کے لئے بہترین حکمت عملی یہ ہوتی کہ وہ مقدونیہ سے ہٹتا ہی نہیں اس لئے کہ جوں ہی اُس نے پیٹھ موڑی ہے کہ انتی گونوس نے مقدونیہ پر قبضہ کر لیا۔ لیکن پرہوس کے لئے ایسی پیش بندی ممکن ہی نہ تھی۔ بہرحال پہلے تو یہ مہم بہت کامیاب ثابت ہوئی۔ آریوس اُس وقت کریٹ میں گورتینہ والوں کی ایک جنگ میں اُن کو مدد دے رہا تھا۔ پرہوس نے اسپارٹا کی فصیل کے سامنے ہی اسپارٹا والوں کو شکست دی، اور اگر وہ کلیونی موس کی صلاح پر کاربند ہوتا اور اسی روز شہر پر دھاوا بول دیتا تو وہ یقیناً اس پر قابض ہو جاتا۔ لیکن اس کی بجائے اُس نے حملے کو اگلے دن کے لئے ملتوی کر دیا اور اگلے دن یہ حملہ بعد از وقت ثابت ہوا۔ اسپارٹیوں میں اُن کا پرانا جوش پیدا ہو گیا اور مدافعت میں عورتوں تک نے حصہ لیا۔ آخر کار پرہوس کو پسپا ہونا پڑا۔ اُس نے خیال کیا کہ کچھ وقت گزرنے پر وہ پھر حملہ آور ہوگا لیکن رفتہ رفتہ اسپارٹیوں کو مدد مل گئی۔ آریوس واپس آگیا۔ اُدھر انتی گونوس نے بحری قزاقوں کے سردار امی نیاس کو، جو بڑی جنگ میں بھی حصہ لے سکتا تھا، روانہ کیا اور آخر کار خود پیلوپونیز آکر کورنتھ میں پڑاؤ ڈال دیا۔ آرگوس، پرہوس اور انتی گونوس کے درمیان گویا ڈانواں ڈول تھا، لیکن اکثر آرگوسی انتی گونوس سے زیادہ خوف زدہ تھے اس لئے کہ اُن کے نزدیک وہ پرہوس

سے کہیں زیادہ ہوشیار تھا۔ آخر کار آرگوس نے انتی گونوس ہی کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی۔ اس پر پرھوس نے اسپارٹا کا محاصرہ اٹھاکر شمال کا رخ کیا۔ بدقسمتی سے عین اُس موقع پر پرھوس کو ایک اور داغ نصیب ہوا کہ اُس کا بیٹا بطلیموس لقونیہ سے واپسی پر مارا گیا۔ انتی گونوس اور پرھوس دونوں نے میدان آرگوس میں پڑاؤ ڈال دیا، ایک نے شہر کے اس طرف اور دوسرے نے دوسری طرف۔ لطف یہ تھا کہ شہر دونوں میں سے کسی کے سامنے بھی سر تسلیم خم کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ آخر کار پرھوس کے آرگوسی فریق نے اُسے شہر میں داخل ہونے دیا، جس پر فریق ثانی نے انتی گونوس کو بھی بلا لیا اور اُسے قلعوں پر قابض کر دیا۔ جب پرھوس نے دیکھا کہ اُس کے دشمن کا پلڑا بھاری ہو گیا ہے تو اُس نے فوراً شہر کو خیرباد کہنے کی تیاریاں شروع کر دیں، اور اپنے بیٹے ہیلے نوس کے پاس، جو شہر سے باہر پڑا ہوا تھا، حکم بھیجا کہ میرے لئے تنگ دروازے میں ہو کر راستہ رکھنا۔ لیکن ہیلے نوس کو غلط فہمی ہوئی اور اُس کی تعمیل کی بجائے اُس نے شہر میں بہت سے مزید سپاہی لا داخل کئے۔ اس طرف یہ سپاہ آرہی تھی اور اُس طرف سے پرھوس کا لشکر شہر خالی کر رہا تھا چنانچہ ان دونوں کی مڈبھیڑ سے بڑا ہی خلفشار مچا، اور اسی خلفشار میں کسی بڑھیا نے، جو کسی مکان کی چھت پر سے دیکھ رہی تھی کہ اُس کا بیٹا خود پرھوس سے دست و گریباں ہے، کھپریل کا ایک ٹکڑا اُٹھا کر مارا جو بادشاہ کے سر میں لگا۔ اس ضرب سے پرھوس گر گیا جس پر ایک مقدونوی سپاہی زوپیروس نے اُس کا سر قلم کر دیا اور اُسے اُٹھا کر انتی گونوس کا بیٹا ہالکیونیوس اپنے باپ کے پاس لایا۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ کے مرتے ہی اس کی فوج، جس کا زیادہ تر حصہ اجیر سپاہیوں پر مشتمل تھا تتر بتر ہو گیا۔ فاتح نے ہیلے نوس کو اُس کے بھائی سکندر کے پاس ایپائروس روانہ کر دیا جس سے انتی گونوس سے دوستی تھی۔ اسوقت

باب ۹

دردانی قوم ویرآگیوم اور اپولونیہ پر دانت جمائے بیٹھی تھی، اور سکندر اُن سے برسرپیکار تھا۔ ان دردانیوں نے بہت جلد روما کے ساتھ محالفہ کرلیا، اور اب روما یونانیوں کے حامی و مددگار کی حیثیت سے تماشاگاہ تاریخ پر نمودار ہوتا ہے۔

اس کامیابی کے بعد اسپارٹا اور انتی گونوس میں نزاعات پیدا ہوگئے۔ اسپارٹا کے لئے یہ ناممکن تھا کہ مقدونیہ کی سیادت سے خاتمے کا خیال بھی دل میں لائے۔ علاوہ ازیں انتی گونوس ارسطونی موس جیسے قابل نفرین خودسر کی پشت پناہی کررہا تھا جو میسینوں کے تعامل سے اسپارٹی فریق کے خلاف ایلس میں برسراقتدار تھا۔ ارسطونیموس اہل ایتولیہ کی (جو ایلس کو دق کررہے تھے) مخالفت کے باوجود اپنی جگہ جما رہا۔ لیکن آخرکار یہ خودسر ایک سازش کی نذر ہوا اور اسکے بعد ایلس بھی ایتولی لیگ میں شامل ہوگیا[۶]

---

[۶] پرھوس مقدونیہ و پیلوپونیز میں؛ ڈروائے سن ۳، ۱، $\frac{۲۰۲}{۲۲۰}$ ۔ ان واقعات کے اسناد؛ ڈروائے سن ۲۰۸، ھ۳؛ پلوٹارک (جس میں بہت سا مواد فیلارخوس سے ماخوذ ہے)، پوسانیاس ۱، ۱۳ (جس میں ہیئرونیموس کے ماخوذات قابل وثوق ہیں)، جسٹی نوس، کتاب ۲۵، پولیائے نوس)۔

اپولونیہ؛ ڈروائے سن ۳، ۱، ۲۲۱؛ ارسطوتی موس؛ ڈروائے سن، ۳، ۱، $\frac{۲۲۳}{۲۲۵}$ ۔ پرھوس کے خصائص؛ یہ پولیورکی تیس کی طرح بےچین اور بیقرار تھا لیکن سپہ سالاری میں اس سے بڑھ گیا تھا۔ سکندر کے بعد وہ یونانیوں کا سب سے بڑا سپہ سالار تھا، اور اسی سے شہنشاہ اکسی می لین کی یاد تازہ ہوتی ہے، جسے "مبارز آخری" کہتے تھے، جو پرھوس کی طرح عالی منش تھا، اور اس کی طرح بڑی بڑی مہمات کا نقشہ بنانے میں طاق تھا، اور اپنے ایپائروسی پیش رو کی طرح بدقسمت بھی تھا۔

ہرکولے نیوم کے ایک مرمری مجموعے میں سکس نے پرھوس کی ایک

باب ۹

پرہوس کی موت سے گویا یونان کا آخری سپہ سالار، جو تھوڑا بہت سکندر سے مشابہ تھا، تماشاگاہ تاریخ سے غائب ہوجاتا ہے۔ اس میں اس بڑے مقدونوی کی بہ نسبت جانشینان و تابعین سکندر کی کہیں زیادہ خصوصیات تھیں۔ وہ غیر معمولی طور پر بہادر تھا، اس کا دماغ نہایت ارفع و اعلیٰ تھا، وہ ایک نہایت قابل فوجی رہبر اور منتظم افواج تھا، اور اس کی شخصیت بغایت درخشاں و تاباں تھی۔ لیکن اس میں سکندر کی وہ خصوصیت نہیں پائی جاتی جس کی وجہ سے اسکی کامیابی کا آفتاب عروج کو پہنچ جاتا یعنی پرہوس کے ارادے اور دور اندیشی کے درمیان مطابقت نہیں تھی۔ وہ اتنا دور اندیش نہیں تھا جتنا مستعد کار، جس کے باعث اس کی دور اندیشی وقتی جذبات سے مغلوب ہوجاتی تھی۔ اس میں اور سکندر میں بڑا بھاری فرق یہ تھا کہ وہ مستقل مزاج ہونے کی بجائے پولیورکی ٹیس کی طرح تلون کا شکار رہتا۔ سکندر کا یہ اصول تھا کہ جس کام کی ابتدا کی جائے اسے انتہا پر بھی پہنچانا چاہئے بشرطیکہ راستے میں ناقابل حل مشکلات پیش نہ آجائیں۔ اسکے برعکس پرہوس کبھی اٹلی سے سسلی جاتا ہے اور کبھی مقدونیہ سے یونان کا رخ کرتا ہے، اور ہر ملک کو کام ختم کرنے سے پہلے ہی خیرباد کہہ دیتا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ ہر کام کے لئے وہ خود وقت مقرر کرسکتا ہے اس نے اسپارٹا پر یلغار کرنے کو ایک دن کے لئے اس لئے ملتوی کردیا کہ اس کی رائے میں اگلے دن کی یلغار میں بھی کامیابی کا یقین تھا، اور جب اس نے دیکھا کہ اسپارٹا کا قصہ ایسے طے نہیں ہوتا تو وہ آرگوس چلا گیا۔ اسے دنیوی مکر و فریب بھی کم آتا تھا، اور یہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ: شبیہہ دریافت کی ہے؛ "نوادر خانۂ نیپلز" ۶۱۵۰- "شاہ پرہوس کی ایک شبیہہ" Un ritratto del re Pirro "جریدۂ انجمن آثاریات" Bull. lust, arch ۱۸۹۱ء۔

باب ۹

ایسی صفت تھی جو زمانۂ زیر بحث میں بنہایت ضروری تھی۔ پرھوس کی موت کے وقت اُس کی عمر ۴۶ سال کی تھی۔

پرھوس کو مغلوب کرنے کے بعد انتی گونس گوناتاس بلا کسی دوسرے سہیم و شریک کے مقدونیہ کا حکمراں بن گیا۔

ہم نے جو امیدیں یونان کے ساتھ وابستہ کی تھیں وہ مندرجۂ بالا واقعات سے پوری نہیں ہوتیں۔ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ دراصل اُن حالات کی صف میں آتا ہے جن کا فیصلہ کُن عنصر چند حوصلہ مند انسانوں کا باہمی جھگڑے پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہم نے آزادی کے جن عناصر کی طرف توجہ دلائی تھی وہ صرف پرھوس اور اسپارٹا کی باہمی آویزش میں نظر آتے ہیں، اور یہاں بھی صرف حملے کے وقتی ردِ عمل کی شکل میں۔ اب جو باتیں ہم بیان کرنے والے ہیں اُن کی سطح اس سے کہیں بلند تر ہے۔ آزادی کے جذبے میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام پاتے ہیں، گو یہاں بھی درباری حکمت عملی کا ہی بالآخر بول بالا ہوتا ہے۔ یہ امر نہایت درجہ قابل افسوس ہے کہ اس عہد کے جو بھی اسناد ہیں ان میں معلومات کا ذخیرہ بہت کم ہے۔

واقعۂ زیر بحث ایک جنگ ہے جس کا مرکز ایتھنز ہے، اور جسے ایک قدیم مصنف نے رواقیوں کے امام زینو کے دوست خریمونیدیز کے نام پر جو اُسوقت ایتھنزیوں کا رہبر تھا، خریمونیدیزی جنگ کا لقب دیا ہے۔ اس جنگ اور اُسکے تفصیلی واقعات کے متعلق ہمارے پاس واحد ذریعۂ معلومات پیوسانیاس کے ان فقروں پر جو اسپارٹی فرمانرواؤں کے تذکرے کے سلسلے میں اُس نے لکھے ہیں، جسٹی نوس کی چند سطروں پر اور ایی لیانوس میں فلے مون کی موت کے متعلق ایک سرسری حوالے پر مشتمل ہیں۔ اس کے برعکس ہمارے پاس تک ایتھنز اسپارٹا اور بطلیموس دوم کے درمیان ایک معاہدے کا بیان پہنچا ہے جو ۲۶۷ ق م یا ۲۶۶ ق م میں ہوا تھا اور جسے خریمونیدیز کی تحریک پر جمعیت عوام

باب ۹ نے منظور کر لیا[۷]

وہ مخالفہ جس میں ایتھنز اب شامل ہوتا ہے ایک نہایت عجیب و غریب مخالفہ تھا۔ قرارداد کے ابتدائی فقروں میں مذکور ہے کہ ایتھنزیوں، اسپارٹیوں اور اُن کے حلیفوں نے ہمیشہ ظالموں کے خلاف آزادی کا عَلَم بلند کیا ہے۔ وہ اب بھی یہی کرنے کے لئے تیّار ہیں چنانچہ اب وہ بطلیموس شاہ مصر اور اُس کی بہن کے ساتھ مخالفہ کرتے ہیں اس لئے کہ اُنھیں اس بات کا احساس ہو گیا ہے کہ بطلیموس کے دل کو آزادیٔ یونان کی لو لگی ہوئی ہے۔ اسپارٹیوں کے علاوہ (جن کے بادشاہ آریوس کا نام لے کر تذکرہ کیا گیا ہے) ایلیس، اہل اکائیہ، بعض آرکیڈی بلدیات مثلاً تگیہ، مین تی نیہ، اور خومینوس، فگالیہ، کافیائے، اور چند کریٹی شہروں کے نام زمرۂ اراکین لیگ میں نظر آتے ہیں۔ عجیب بات

---

[۷] جنگ خریمونیدیز۔ اسناد: پوسانیاس، ۳، ۶؛ جسٹی نوس ۲۶، ۲ و تمہید ۲۶، ہیگے ساندروس Ath ۶، ۲۵۰ (میولر ۴، ۵۱۴) میں یہ کلمۂ "خریمونیدیزی جنگ" استعمال کرتا ہے۔ اے لیانوس، ٹکڑا ۱۱ (وفات فلے مون)۔ اہم نوشتے: "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" C.I.A. ۲، ۳۳۲ = ہکس ۱۶۹ = ڈٹن برگر ۱۶۴؛ دیومون: "جریدۂ آثاریات" Dumont : Rev. archéolog ۱۸۷۰ء صفحہ ۳۱۹۔ اس نوشتے میں ایتھنزی شہریوں کے اختیاری چندوں کی فہرست درج ہے۔

زمانۂ حال کے مصنف: نیبور: "جنگ خریمونیدیز" Niebuhr : Ueber den Chrem Krieg. (Kl. hist Schriften) "مختصر تاریخی مکتوبات" جلد ۱؛ گراوئرٹ Grauert: ڈرواے سن ۳، ۱، ۷ ۲۲۵/۲۴۷ داخسموت: "بلدیہ ایتھنز" ۱، ۲۲۷۔ فون ولامووتز: "انتی گونوس ساکن کاریستوس" ۲۱۹ وغیرہ، ۲۵۱ وغیرہ؛ کرتیوس کا قول بالکل درست ہے کہ ایتھنز کی قسمت میں لکھا تھا کہ وہ از سر نو محض ایک مقدونوی صوبے کا مستقر بن جائے۔

یہ ہے کہ کہیں ایتولیوں کا ذکر نہیں ہے حالانکہ وہ ایتھنز اور بالخصوص ایلیس کے ساتھ ضرور ملے ہوئے تھے۔ دوسری بات جو قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ اس محالفے میں ان حلیفوں کے سب سے بڑے دشمن مقدونیہ کا کہیں بھی ذکر نہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ ان سب ارکان محالفہ نے یہ طے کیا تھا کہ وہ اس وقت تک کوئی پیش قدمی نہیں کریں گے جب تک کہ انتی گونوس اپنے صریح افعال سے اپنی مخالفت کا مظاہرہ نہ کرے۔ بہرحال اُنھیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا اس لئے کہ اُس نے بہت جلد ایتھنز پر حملہ کر دیا۔ اسی پر جو جنگ برپا ہوئی اُس کے حالات پؤسانیاس بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب اسپارٹا کے تخت پر آریوس ولد اکروتاتوس بیٹھا تھا اُس وقت انتی گونوس نے ایتھنز کے خلاف فوج اور بیڑا روانہ کیا۔ ایتھنز نے اُس کی مدافعت کی، جس پر پتروکلیس کی سیادت میں مصری بیڑا نمودار ہوا اور ساتھ ہی لکدمونی لشکر میدان کارزار میں اُتر آیا۔ ادھر انتی گونوس اس کوشش میں تھا کہ حلیفوں کو ایتھنز پہنچنے سے باز رکھے، اُدھر پتروکلیس اپنے ایلچی آریوس کے پاس روانہ کیئے اور اس سے یہ کہلوایا کہ اگر اُس نے انتی گونوس پر حملہ کر دیا تو وہ بھی مقدونوی عقب پر دھاوا بول دے گا، لیکن ساتھ ہی اپنی مجبوری ظاہر کی کہ میں اپنی مصری فوج اور ملّاحوں سے حملے کا آغاز نہیں کر سکتا۔ لکدمونی سپاہی جنگ کے لئے آمادہ تھے، لیکن جب سامان جنگ ختم ہونے لگا تو آریوس اُنھیں یہ کہہ کر اسپارٹا واپس لے گیا کہ محض غیروں کی خاطر اس قدر بے پناہ جنگ میں اپنے آپ کو ڈالنا قرین عقل نہیں ہے۔ ایتھنزیوں نے اس لڑائی میں بڑی بڑی قربانیاں کیں اور تا حد امکان برابر لڑتے رہے؛ لیکن بالآخر انھیں انتی گونوس سے ان شرائط پر صلح کرنی پڑی

باب ۹

کہ میوزخانے میں ایک مقدونوی رسالہ رہے گا، لیکن انتی گونوس نے اس رسالے کو بھی بہت جلد واپس بلا لیا۔ اس مقام پر پیوسانیاس کا بیان ختم ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز یول کو بھوکا مار کر مغلوب کیا گیا ہوگا۔ تروگوس کی تمہید سے معلوم ہوتا ہے کہ آریوس کورنتھ کے مقام پر انتی گونوس سے لڑتا ہوا مارا گیا اور موخرالذکر نے بعض غدار کلٹوں کو بمقام مگارا تہ تیغ کیا۔

زمانۂ حال میں ان واقعات سے، جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، چند اور واقعات کا انتاج کیا گیا ہے۔ گو ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ اس جنگ کا اصلی مقصد یہ تھا کہ کسی طرح سے ایتھنز پر قبضہ ہو جائے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ انتی گونوس اور بطلیموس کے مابین بلا واسطہ بھی جنگ ضرور ہوئی ہوگی، اور اگر یہ واقعہ ہے تو ممکن ہے کہ پلوٹارک نے تذکرۂ جزیرۂ کوس والے جس بحری معرکے کا حال بیان کیا ہے اُس کا تعلق اسی جنگ سے ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں انتی گونوس ہی مظفر و منصور رہا ہو، اس لئے کہ دوسرے ماخذ سے یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ بطلیموس کسی بحری معرکے میں انتی گونوس پر غالب نہیں ہوا۔ اسی جنگ کوس کے مزید حالات کا ایک بڑی حد تک ثبوت مل چکا ہے، اور میں نے اُن پر و نیز سلوبیت واقعات پر حواشی میں بحث کی ہے۔[۵] ایتھنز کے مغلوب ہونے پر بھی

---

[۵] کوس کی بحری لڑائی۔ اس کی بابت نسبتاً بہترین خیالات فون ولاموووتز ۲۲۷ میں درج ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ جنگ ۲۶۷ سنہ ق م یا ۲۶۶ سنہ ق م میں شروع ہوئی۔ ۲۶۵ سنہ ق م میں اریوس کا کورنتھ میں خاتمہ ہو جاتا ہے۔ فلے سون تقریباً ۲۶۳ سنہ ق م میں محاصرۂ ایتھنز میں کام آتا ہے اور یہ محاصرہ ۲۶۱ سنہ ق م میں ایتھنز کے ہتھیار رکھنے پر اُٹھا لیا جاتا ہے۔ مقدونیہ اور مصر کے درمیان جنگ سمندر پر جاری رہتی ہے جس میں کوس کی لڑائی لڑی جاتی ہے اور تقریباً ۲۵۸ سنہ ق م میں صلح

باب ۹

مصر و مقدونیہ کے مابین جنگ جاری رہی، لیکن ہمیں اس کا علم

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - ہو جاتی ہے - اس واقعے کے متعلق بھی کسی نتیجے پر پہنچنا آسان نہیں - پوسانیاس ۳، ۶ کے مطابق یہ فرض کرلینا پڑے گا کہ جب آریوس نے ایتھنز کو مدد دینے سے انکار کیا تو اُس وقت آریوس بڑی مشکلات میں پھنسا ہوگا - یقیناً یہ ۲۶۵ ق م سے پہلے کا واقعہ ہوگا اس لئے کہ اس سال تو آریوس مارا ہی گیا ہے - تاہم ایتھنز برابر ۲۶۱ ق م تک لڑے جاتا ہے - یہ امر بھی غیر متیقن ہے کہ آیا اُس زمانے میں مقدونیہ کا کاریہ پر قبضہ ہوگیا یا نہیں؛ دیکھو تحت، باب ۱۰، حواشی ۱۲ و ۱۶ -

دوسرے نتائج میں سے جو اس جنگ کے سلسلے میں اخذ کئے گئے ہیں ایک یہ ہے کہ اس جنگ کا حوالہ ایک سکّے میں موجود ہے؛ دیکھو "سکّہ جات قدما" تصویر ۴۱، ۶؛ ہیڈ، صفحہ ۲۰۳؛ یہ ایک چودرہمی ہے جس کے ایک طرف پوسیڈون کا سر اور دوسری طرف اپولو ایک اگر بھاگ پر بیٹھا نظر آتا ہے اور اسی طرف الفاظ "بازی لیوس انتی گونوئے" کندہ ہیں - یہ امر بہت دن تک مابہ النزاع رہا کہ اس سے مطلب کونسی بحری جنگ اور کونسے انتی گونوس سے ہوگا - امہوف نے اپنی کتاب "سکّہ جات یونان" صفحہ ۱۲۸ میں یہ تاویل کی ہے کہ اس سے مراد گوناتاس اور اُس کی فتح کوس سے ہے - بلاشبہ ایونز نے اسی بحری لڑائی کو واقعی سنہ سے ذرا پہلے دکھایا ہے ("سواران" ۱۵۰) - اس کے برعکس کنیدوس کے نوشتے میں گوناتاس کے متعلق اسی سے زیادہ عدم تیقّن کی کیفیت ہے؛ اس نوشتے کو اوزینر نے Rhein Mus N,.F. ۲۹، ص ۲۵/۵۰ میں نہایت علم آموز انداز سے بحث کی ہے - ظاہر ہے کہ اس نوشتے میں انتی گونوس کو ایپی گونوس کا بیٹا بتایا گیا ہے، اور اس سے ظن غالب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصلی نام ایپی گونوس ہی ہوگا اس لئے کہ (۱) اس زمانے میں یہ بات عین روایت کے مطابق تھی کہ باپ اور بیٹے کا نام ایک ہی ہو، (۲) اگر ایپی گونوس سے مراد ایپی گونوس گوناتاس سے تھی تو جس شخص کو یہ معلوم نہ ہو کہ اُس سے

باب ۹

نہیں کہ ان دونوں ملکوں کے مابین کب اور کن شرائط پر صلح ہوگئی۔ بہر نوع بحیرۂ ایجیئن میں سیادتِ مصر کی بنیاد اس جنگ کی وجہ سے ہل گئی، اور اگر اس واقعے کو پیش نظر رکھا جائے تو بہ آسانی سمجھ میں آجائیگا کہ کیوں بطلیموس یوئرگی تیس کی تخت نشینی کے وقت مصر کے بیرونی مقبوضات اُس کے باپ کے زمانے سے کم تھے، گویہ ذرا اشکل سے سمجھ میں آتا ہے کہ مقدونیہ سے مغلوب ہونے پر جزائر مدور، لکیہ اور کاریہ ہی نہیں بلکہ کلیکیہ اور پمفیلیہ بھی اُسکے قبضے سے کیسے نکل گئے ہوں گے۔ ۹

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ آنکھ مچولی کا کھیل مقصود ہے، وہ ہرگز اس کا مطلب نہیں سمجھ سکتا، چنانچہ جو اعزاز اُس کا کیا گیا وہ ایسی حالت میں پردۂ خفا ہی میں رہ جاتا۔

۹ نی بور Niebuhr کا خیال ہے کہ اے لیانوس کے اس ٹکڑے کا تعلق جس میں فلے مون کی وفات کا حال دیا ہوا ہے، ایتھنز کی تسخیر سے ہے، لیکن اس کے استدلال کی بناء اس نوشتے کی غیر مستند ترمیم پر ہے، اور لطف یہ ہے کہ ڈرائے سن نے اُس کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔ لیکن وِاخسموت نے "بلدیۂ ایتھنز" ا، ۶۲۸ میں صحیح رائے قائم کی ہے اور اس میں برہنارڈی اور دوسرے مورخوں کا اتباع کیا ہے۔

گوناتاس: آجکل یہ قاعدہ ہوگیا ہے کہ اس کے کسی فعل کو بُری نظر سے نہ دیکھا جائے۔ جنگ خریموندیز میں وہ حق بجانب ہے۔ فون وِلاموو تز کہتا ہے کہ "مقدونیہ کو یہ خطرہ تھا کہ جال میں پھنسا کر اُس کا گلا گھونٹ دیا جائیگا" (۲۲۲)۔ یہ واقعے کے خلاف ہے، اس لئے کہ شمال میں مملکتِ زیر بحث کی بڑھتی ہوئی طاقت کی وجہ سے صِرف تجارتی جمہوریتیں (مثلاً بیزنطہ، کیزیکوس، ابی دوس وغیرہ) ہی محفوظ ہوئیں، اور اس کی وجہ سے مقدونیہ کی صرف ایشیائی طاقت بن جانے سے باز رکھا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہی گوناتاس

باب ۹

شاید یہ جنگ جو خریمونیدیز کے نام پر موسوم ہے، سنہ ۲۶۶ ق م سے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - کا اصلی مقصد تھا، لیکن اس کے سوا کسی دوسرے کو اس میں مطلق کوئی دلچسپی نہیں تھی - اسی طرح ایتھنز کا اقتدار بہت کچھ گھٹ جاتا ہے - فون ولاموویتز کہتا ہے کہ (۲۲۲) کہ "ایتھنز توابع بطالسہ کی گویا بڑھی ہوئی چوکی تھی"۔ میرے نزدیک یہ رائے صائب نہیں ہے - ایتھنز مصر کا آزاد حلیف تھا اور مصر کا کوئی محافظ جیش ایتھنز میں نہیں تھا، رہا مقدونیہ تو اس کا کبھی تو ایتھنز پر قبضہ ہو جاتا تھا کبھی نہیں - مقدونیہ پر جو غلط حکم لگایا جاتا ہے وہ ایتھنز کے لئے بالکل درست ہے، یعنی خطرہ یہ تھا کہ ایتھنز اس جال میں آکر گلا گھٹ کر مر جاتا جو اس کے دشمن مقدونیہ نے اسے پھانسنے کے لئے بچھایا تھا، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں وہ مقدونیہ کے برخلاف ایک مظفر و منصور مملکت نہیں رہا تھا - یہ ایک واقعہ ہے کہ ایتھنز کی حکمت عملی سنہ ۲۶۶ ق م والی حکمت عملی سے مختلف تھی، اور یہ سنہ ۲۰۰ ق م کے واقعات کی مشابہت سے معلوم ہوتا ہے جب اس نے فیلقوس کے خلاف نہایت شدید مخالفت کی - سنہ ۲۰۰ ق م میں مصر کی قوت میں بہت کچھ اختلاط پیدا ہو گیا تھا - سنہ ۲۰۰ میں ایتھنز بلاشبہہ آزادی کے لئے برسرپیکار رہا - تو پھر کوئی امر مانع نہیں معلوم ہوتا کہ سنہ ۲۶۶ ق م میں بھی اس نے مقدونیہ کی پیش بندی کی مخالفت نہ کی ہو - اس میں شک نہیں کہ جمہوریتوں کو بادشاہوں کی دوستی کی ضرورت تھی، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جمہوریتیں بادشاہوں کے حکم کے تابع ہوں گی - ہم دیکھتے ہیں کہ رھوڈز کے تعلقات مصر کے ساتھ اچھے ہیں، لیکن باوجودیکہ وہ بطالسہ سے نہایت شریفانہ برتاؤ کرتا ہے تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بطالسہ کے ماتحت تھا صورت حال یہ ہے تو پھر ایتھنز کیوں مصر کا تابع ہوا؟ اصل میں جمہوریتیں دور اُفتادہ بادشاہوں کی دوستی کا دم بھرتی تھیں بشرطیکہ اس سے فائدہ ہو نقصان نہ ہو، جیسے ایتھنز دیمتریوس کا ہمنوا بن گیا جب کاساندر مقدونیہ پر قابض تھا،

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - لیکن جب دیمتریوس مقدونیہ کے تخت پر بیٹھ گیا تو وہ پرہوس اور مصر کا ساتھ دینے لگا - مملکتی حکمت عملی کی ایک نمایاں خصوصیت ہے کہ کمزور ہمیشہ کسی ایسی قوی مملکت کا ساتھ دینے کو ترجیح دیتا ہے جو اُس سے دور ہو بہ نسبت ایسی مملکت کے جو قریب ہونے کی وجہ سے اُسے گزند پہنچا سکے - خود ہمارے زمانے میں بھی اسکی مثالیں پائی جاتی ہیں - الغرض ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ خریمونیدیزی تجویز عوام جس میں آزادی پر زور دیا گیا ہے اُس میں جنگ لامیہ والی تجویز عوام سے زیادہ منافقت کا پہلو نہیں ہے - دیودوروس ۱۸، ۱۰-

اگر یہ درست بھی ہو کہ "گوناتاس ایک بڑا استولی تھا" (ڈروائے سن ۳، ۱، ۸۹) تو بھی اوپر کے نتائج صحت پر مبنی ہوں گے - لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ اس کے انتظام میں واقعی کوئی عظمت کا پہلو تھا - وہ عقلمند اور چست و چالاک ضرور تھا، لیکن اُس نے بربریوں کی مخالفت میں کوئی کار نمایاں انجام نہیں دیا (دیکھو اوپر باب ۴، حاشیۂ ۶)، حالانکہ اُس کی اس مفروضہ کامیابی ہی کی وجہ سے اُس کے سر پر شہرت کا تاج رکھا جاتا ہے - جب ایک قابل حکمراں کو ایک بڑے فرماں روا کے قالب میں ڈھالا جاتا ہے تو اُس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ مورّخوں نے اُس زمانے کے بادشاہوں کے معیار کو گرا دیا ہے - دیکھو فیلقوس اور سکندر کے لئے جو معیار قائم کیا جاتا ہے وہ کس درجہ بلند ہے! فیلقوس نے اپنے مخالفوں میں سے کسی کے خون سے اپنے ہاتھ نہیں رنگے اور سکندر نے اگر رنگے تو اس کے بعد وہ اپنے فعل پر پشیمان بھی ہوا؛ باوجود اس کے اُن کی علی العموم ملامت کی جاتی ہے اور بالخصوص فیلقوس کو تو بغایت موردِ الزام بتایا جاتا ہے = اس کے برعکس سنہ ۳۲۳ ق م اور سنہ ۲۸۰ ق م کے درمیان جو بادشاہ ہوئے اُن کے مظالم کی کڑیوں کے لاتناہی سلسلے اور اُس کے جلب اراضی کی حرص و آز کی وجہ سے مورّخوں کے

باب ۹

یہ ہے کہ اس کے بعد مقدونیہ اور مصر کے سیاسی مناقشات میں اب بجائے ایک کے دوسرا پلڑہ بھاری ہو گیا، اور ہمارے نزدیک یہ خیال بالکل حق بجانب ہے۔ کچھ مدت سے شمال میں مصر کا اقتدار بڑھتا جاتا تھا۔ اُس کے تعلقات ہرقلیہ اور بیزنطہ کی تجارتی جمہوریتوں سے اچھے تھے، اور اُس کی پرھوس شاہ ایپائروس سے گہری دوستی تھی۔ اس کے بعد اُس نے بظاہر آزادیٔ یونان کی خاطر اسپارٹا اور ایتھنز سے محالفہ کر لیا، اور چونکہ انتی گونوس اس کا دل سے خواہاں تھا کہ کسی طرح سے بطلیموس کو زک پہنچے اس لئے یہ یقینی ہے کہ اُسے یہ محالفہ ایک نظر نہ بھایا ہو گا۔ جنگ خرمیونیدیز میں بطلیموس کو نقصان ہی پہنچا، اور اُس کا یہ نتیجہ واقعی نہایت اہم ہے۔ لیکن ہمیں اس بغاوت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے جس سے اس جنگ کی ابتدا ہوئی تھی اور جس کا اصل باعث خاص ایتھنز تھا۔ لیکن اگر ہم ایتھنز کو بطلیموسی توابع کی محض ایک بڑھی ہوئی چوکی تصور کریں تو اس حقیقت پر پردہ پڑ جائے گا۔ اس میں شک نہیں کہ ایتھنز نے بطلیموس کا ساتھ دیا اور انتی گونوس کی مخالفت کی، لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ایتھنز مصر کا ماتحت بن گیا تھا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اُس کی ذہنی اور اخلاقی آزادی اب بھی باقی تھی۔ یونان پر مقدونیہ کا جو دباؤ تھا اُس کا یونان

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ — احساسات کند ہو گئے ہیں چنانچہ وہ انہیں کوئی خاص الزام نہیں رکھتے، اور اگر کوئی بادشاہ ایسا نمودار ہوتا ہے جو محنتی ہو یا جو بیشمار انسانوں کا خون نہ بہائے، یا جو ادبیات کی سرپرستی کرے، تو ان مؤرخوں کی مسرت کی انتہا نہیں رہتی کہ انہیں آخر کار ایک ایسا بادشاہ مل گیا جو بالکلیہ ابلیس کا جامہ نہیں پہنے ہوئے ہے، چنانچہ وہ فوراً اُسے "اعظم" کے لقب سے یاد کرنے لگتے ہیں اور ایسے خصائص اُس سے منسوب کرتے ہیں جن کی ہوا بھی اُسے نہیں لگی تھی۔

میوز خانے سے مقدونوی لشکر کا تخلیہ؛ پوسانیاس ۳، ۶، Hier. اور Eus.
Arm. ol. 131.2 یوسی بیوس ۲، ۱۲۰ –

باب ۹ ضرور روادار تھا، لیکن بددلی سے، چنانچہ یہ بالکل ممکن ہے کہ ایتھنز میں مقدونیہ کے خلاف ایک زبردست لیگ قائم کرنے کی تحریک کی ابتدا ہوئی ہو۔ الغرض یونانی آزادی کی تحریک کی ابتدا کرنے کا سہرا ایتھنز کے سر جو رکھا جاتا ہے اس میں شبہہ کی بہت کم گنجائش ہے اور نہ ہم اس میں شک کر سکتے ہیں کہ ایتھنز نے اس جنگ میں نہایت بہادری دکھائی گو آخر میں اُسی کو ناکامی کا مُنھ دیکھنا پڑا۔ اسکے برعکس ہمارے پاس اس خیال کا ثبوت نہیں کہ انتی گونوس جنگ میں صرف اس لئے شامل ہوا تھا کہ اُسے مصر کی طرف سے خطرہ تھا۔ مصر شمالی ایجیئن میں ضرور تجارتی آزادی کی حفاظت کرتا تھا، لیکن اس کے جو مقبوضات اس نواح میں تھے وہ کچھ ایسے اہم نہ تھے۔ اور پھر تجارتی راستوں کی آزادی سے مقدونیہ کا کیسے گلا گھونٹا جا سکتا تھا؟ قصہ مختصر ہمیں یہ باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ انتی گونوس ایک ایسا شخص تھا جو محض اپنے بچاؤ کی خاطر کسی جھگڑے میں حصہ لینے پر مجبور کیا جا سکے۔ اصل میں وہ چاہتا تھا کہ شمالی ایجیئن میں مصری اثر کا خاتمہ کر دے اور یونان کو اپنے اقتدار میں لے آئے۔

ہمیں انتی گونوس گوناتاس سے ایک طرح کی ذاتی دلچسپی پیدا ہوتی ہے اس لئے کہ وہ بطلیموس فلادیلفوس کی طرح عیش پرست ہونے کی بجائے ایک محنتی حکمراں ہے۔ لیکن محض ان اوصاف کے باعث ہمارے لئے اس کا رتبہ زیادہ بڑھانا ٹھیک نہیں، چنانچہ وہ نقطۂ نظر اختیار کر کے جو کسی غیر متعصّب پڑھنے والے کے لئے سب سے زیادہ عیاں ہے، محض ایسی تاریخ سے گریز کر کے، جس میں عملی سیاسیات پر زیادہ توجّہ کی جاتی ہو اور ذہنی میلانات کا کما حقہٗ اندازہ نہیں کیا جاتا ہو، ہم اس بات کا یقین کریں گے کہ ایتھنز نے یونانی اور مصری مدد سے ایک نہایت قابل تعریف کوشش اس امر کی کہ وہ اس جال کے پھندے سے جو چالاک گوناتاس نے

یونان کے چاروں طرف پھیلا دیا تھا، توڑ کر پھینک دیں اور یونانیوں کے مفاد کی خاطر اُس کے حوصلوں کو ایک حد تک محدود کر دیں۔ اس کوشش میں ایتھنز کو خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ اس ناکامی کا باعث ایک حد تک آریوس تھا اور نوشتوں کے نقص کے باوجود ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ایتھنز نے اپنا فرض ضرور ادا کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصر نے بھی کوتاہی نہیں کی، اور اگر پتروکلیس نے یہ کہا بھی کہ میں بغیر مدد کے ایتھنز کو رہا نہیں کر سکتا تو یہ بھی ذہن نشین کرنا چاہیئے کہ طویل دیواریں کھنڈر پڑی تھیں جس کی وجہ سے مقدونوی ایتھنز اور سمندر کے درمیان حائل ہو رہے تھے، اور واقعہ یہی ہے کہ بغیر مدد کے پتروکلیس کر ہی کیا سکتا تھا۔ لیکن آریوس نے بھی ہاتھ پاؤں ہلانے سے صاف انکار کر دیا۔ اُس نے اس بے عملی کی جو وجہ بتائی وہ سراسر لغو تھی۔ اگر جنگ کے معنیٰ یہ تھے کہ ایک بے پناہ تنازعے میں شرکت کی جائے (اور واقعہ ہے کہ اسپارٹی فوج کے میدان جنگ میں چلے جانے کی وجہ سے اسپارٹا کے پاس جیش محافظ بالکل نہیں رہا تھا) تو اسپارٹی اس سے اُس وقت بھی واقف تھے جب اُن کی فوج میدان جنگ کی طرف کوچ کر رہی تھی۔ اگر اس فوج کا مقصد ہی یہ نہ تھا کہ جنگ میں شریک ہو تو پھر اُس نے میدان میں جانے کی تکلیف ہی کیوں گوارا کی؟ بلاشبہہ آریوس کو اب بھی اس کا خیال تھا کہ اُس کے جس دوست نے پرھوس کے خلاف اُس کا ساتھ دیا تھا وہ اب بھی اسپارٹی عہدیت کا بہترین حلیف رہے، اور اُسے زیادہ گزند نہیں پہنچنا چاہیئے۔ بعد میں اُسے انتی گونس کے خلاف لڑنا پڑا، اور جب وہ اس لڑائی میں کام آیا تو غالباً صرف شاہ مقدونیہ ہی کو اُسکی موت کا افسوس ہوا ہو گا۔

کچھ زمانے کے بعد سنہ ۲۵۶ ق م میں انتی گونس نے اپنا رسالہ

باب ۹ میونخیا نے سے واپس بلالیا، لیکن مقدونیہ والے بندرگاہوں اور سونیوم میں اڑے رہے تاآنکہ ۲۲۹ ق م میں انھیں اراتوس نے نکال باہر کر دیا۔ یہاں ہم اراتوس کی زندگی کے حالات بیان کرنا چاہتے تھے اس لئے کہ وہ اس باب کے سیاسی سلسلے میں آتے ہیں، لیکن چونکہ اس سے واقعات مابعد کے اندرونی سلسلے میں خلل واقع ہوگا اس لئے ہم یہ ذکر آیندہ باب کے لئے اُٹھائے رکھتے ہیں اور اس کی بجائے اس وقت مشرق کا رُخ کرتے ہیں تاکہ یہ بتا سکیں کہ انطاکوس دوم "تھیوس" اور بطلیموس فلادیلفوس کے عہد حکومت کے اختتام تک اس حصۂ دنیا میں کیا ہو رہا تھا۔

بتھی نیہ میں نکومدیس کے مرنے کے بعد پیچیدگیاں پیدا ہوگئی تھیں، اُس نے دو شادیاں کی تھیں، ایک ویتی زیلا کے ساتھ اور دوسری ایتازیتا کے ساتھ۔ پہلی بیوی کے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام زیائے لاس تھا، اور دوسری کے کئی اولادیں ہوئیں جن میں سے ایک کا نام تبوئے تیس یا زیبوئے تیس تھا۔ اس نے وصیت کی کہ اس کے بعد تخت ایتازیتا کی اولاد کو جائے، اور مصر، بیزنطہ ہرقلیہ اور کیوس سے درخواست کی کہ وہ اس وصیت کے تکملے کی نگرانی کریں۔ لیکن کسی نہ کسی طرح سے زیائے لاس نے تولستوبوئی گالاتائے کی مدد سے اقتدار حاصل کر لیا۔ آخر ہرقلیہ نے بیچ میں پڑ کر معاملہ کرایا۔ زیبوئے تیس مقدونیہ چلا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بتھی نیہ میں انطاکوس کا اثر بڑھ گیا ہوگا اس لئے کہ ہمیں یہ فرض کرنا پڑے گا کہ زیائے لاس نے اس مملکت پر تکیہ کیا جس پر نکومدیس اپنے قائم کردہ ورثاء کے مفاد کی نگرانی سپرد کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ہمیں ان واقعات کی صحیح تاریخ کا علم نہیں۔ نکومدیس غالباً ۲۵۰ ق م میں مر گیا[1]

---

[1] وراثت بتھی نیہ: پولی بیوس ۴۲، ۵۰، Memn ۲۲ T. Chil ۳، ۹۶۰؛

اگر انطاکوس "تھیوس" ایشیائے کوچک میں بالکلیہ ناکام نہیں بھی ہوا، تو مشرق میں اُسے یقیناً بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ سلیوکوس نے پنجاب کو سلطنت ہند کے قبضے میں چھوڑ دیا تھا، اور اب اُسے اس نواح میں مزید رقبہ جات سے دست بردار ہونا پڑا۔ سلیوکوس کی سلطنت میں سے اب دو تین ملوکیتیں بن گئیں، ایک تو بختیاریہ اور ایک پارتھیہ، اور ایک تیسری حکومت یعنی اترو پاتینے کی میدوی سلطنت پہلے سے بہت کچھ قوی ہو گئی۔ اس آخر الذکر سلطنت کے لئے زیادہ وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں؛ رہیں پہلی دو، تو تیرھویں باب میں مشرقی معاملات کے سلسلے میں ان کا ذکر بھی کیا جائے گا۔ یہاں میں صرف یہ کہنے پر اکتفا کروں گا کہ بختیاری سلطنت نے یونانی تمدن کی مخالفت نہیں کی در انحالیکہ اترو پاتینے کی میدوی سلطنت کی تقویت کا سبب وہ ردّ عمل تھا جو سکندر کے رائج کردہ یونانی عنصر کے خلاف دیسی ایشیائی عناصر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ڈروائے سن ۳، ۱۱/۱، ۳ وغیرہ۔ لیکن خدا جانے ڈروائے سن اسے کیوں فرض کر لیتا ہے کہ زیادے لاس کی تخت نشینی سے بیتھی نیہ پر مصر کا اثر غالب آ گیا؛ مصر نے ضرور تیبوئے تیس کی پشت پناہی کی تھی۔ لیکن تیبوئے تیس کو نیچا دیکھنا پڑا تھا اور زیادے لاس تخت پر بیٹھ گیا۔ شام سے کبھی یہ درخواست نہیں کی گئی کہ تیبوئے تیس کے مفاد کی نگرانی کرے گا۔ پھر ان واقعات کے بعد کیا صحیح نتیجہ یہ نہیں ہوگا کہ بیتھی نیہ پر مصر کا نہیں بلکہ شام کا اثر تھا؟ نیز دیکھو Memn ۲۳۔ یہاں بھی سنوی تسلسل غیر متیقّن ہے۔ عام طور پر یہ فرض کیا جاتا ہے کہ زیادے لاس نے سنہ ۲۵۰ سے حکومت کرنا شروع کی، لیکن ڈروائے سن کہتا ہے (۳۵۰) کہ وہ سنہ ۲۶۰ ق م میں تخت پر بیٹھا تھا۔ نیز دیکھو رائے ناش "تین سلطنتیں" Trois Roy. Reinach; ۱۰۰، نیز اس کتاب کا باب ۱۳، حاشیہ ۱۔

باب ۹ کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا۔ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ خالص ایرانی تمدّن کا مظاہرہ اکثر اتروپاتینے میں ہوتا تھا، اور یہاں تھی ملوکیت، جس کی بنیاد ترکستان کے بربریوں نے ڈالی تھی، فی نفسہ یونانی تمدن کے مخالف نہیں بلکہ صرف سلیوکوسیوں کی حکومت کے خلاف رہی۔ اتروپاتینے کی ملوکیت شمالی و مشرقی ایشیائے کوچک میں ایرانی مذہب کے استحکام کے لئے بہت مناسب تھی[۱۱]۔

اب ہم انطاکوس "تھیوس" اور بطلیموس "فلادیلفوس" کی حکومت کے خاتمے تک پہنچ جاتے ہیں[۱۲]۔ ہمیں یاد ہے کہ وہ ایکدوسرے

---

[۱۱] اتروپاتینے: پاؤلی: "محیط" ۴، ۱۶۸۵؛ فون گٹشمٹ Gutschmidt: "ایران" Iran ۲۱: اتروپاتینے اس لئے قابل لحاظ ہے کہ یہ سکندر کی سلطنت میں پہلی جدید دیسی ملوکیت ہے، اور یونانیت کے خلاف ایک ایرانی ردّ عمل کی پہلی علامت ہے"؛ نیز دیکھو یہی مورّخ، صفحہ ۳۶۔

[۱۲] انطاکوس کی حکومت اور لاڈیس کے جرائم کے لئے مفصلۂ ذیل اسناد قابل لحاظ ہیں: فیلارخوس (۲۳ واں ٹکڑا، Ath ۱۳، ۵۹۳)؛ ہیئے رونیموس، Dan ۱۱، ۵، ۶؛ پلینی ۷، ۱۲؛ والیریوس ماکسی موس ۹، ۱۰ وغیرہ؛ جسٹی نوس ۲۷، ۱؛ پولیائے نوس ۸، ۵۰۔ مقابلہ کرو ڈروائے سن ۳، ۱، ۳۷۸، جس کا قیاس ہے کہ فلادیلفوس اپنی بیٹی بیرے نیس کی موت تک زندہ تھا؛ لیکن کیوپ Koepp. کو اس سے اختلاف ہے۔ ("جنگ سوریہ" Die Syr. Kriege صفحہ ۲۲۰) اس کی کیا وجہ ہے کہ بیرے نیس کو اُس کا باپ صرف پیلوزیوم ہی تک لے جاتا ہے؟ کیا جنوبی شام اُس زمانے میں لاگوسیوں کے قبضے میں نہیں تھا؟ یوزے بیوس کہتا ہے کہ لاؤدیس اخائیوس کی بیٹی تھی؛ لیکن پولیائے نوس کہتا ہے (۸، ۵۰) کہ وہ انطاکوس اول کی بیٹی اور انطاکوس دوم کی سوتیلی بہن تھی، اور جب سے رائناش نے اپنی کتاب "تین ملوکیتیں" لکھی ہے (۲۰۵) اُس وقت سے اسی کا اتباع کیا جاتا ہے، گو مہافی اسے تسلیم نہیں کرتا ("سلطنت" ۱۹۶)۔

کے ساتھ برسرپیکار تھے۔ ہیئرونیموس کا بیان ہے کہ جنگ وجدال کا خاتمہ کرنے کے لئے بطلیموس نے اپنی بیٹی بیرے نیس کی نسبت انطاکوس کے ساتھ کی اور اُسے بہت کچھ ساز وسامان ساتھ لے کر پیلوزیوم لایا۔ انطاکوس کی ایک اور بیوی لاؤدیس بھی تھی جو غالباً خود اُس کی بہن بھی تھی، لیکن اِس نئی دُلھن کے آتے ہی اُس نے لاؤدیس سے علیحدگی اختیار کرلی۔ تھوڑی مدت کے بعد اُس نے اپنا خیال بدل دیا اور لاؤدیس کو واپس بُلا لیا۔ اب لاؤدیس کے موقع ہاتھ آیا، چنانچہ اُس نے اپنے شوہر کو زہر دیا اور بیرے نیس اور اُس کے شیرخوار بچے کو قتل کرادیا۔ لاؤدیس کی خونخواری اس سے ظاہر ہوگی کہ اُس نے اپنی ملازمہ دانائے کو بھی مروا ڈالا حالانکہ وہ اُس کی تمام بدکاریوں کی رازدار تھی۔ دانائے کا واحد قصور یہ تھا کہ اُس نے اپنے عاشق سوفرون کو حقیقت حال سے آگاہ کر کے قتل سے بچا لیا تھا۔ اب لاؤدیس کا بیٹا سلیوکوس دوم تخت شام پر بیٹھتا ہے (سنہ ۲۴۶ ۲۲۶ ق م)۔

تقریباً اسی زمانے میں بطلیموس فلادیلفوس بھی راہی ملک عدم ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اپنی زندگی ہی میں اپنی بیٹی کا حشر دیکھ لیا تھا، لیکن اس کے بدلے لینے کا کام وہ اپنے بیٹے کے سپرد کر گیا۔ ہم باب ۱۳ کے اختتام پر پھر فلادیلفوس کے حالات کی طرف رجوع کریں گے۔

باب نہم

مشرق اور یونان سنہ ۲۴۶ ق م سے سنہ ۲۲۰ ق م تک
شام اور مصر کے مابین آویزشیں۔
یونان کی لیگیں

آراتوس؛ آگس؛ کلیومنیس؛ انتی گونس دوسون

(۱)

عہد زیر بحث کے دوسرے حصے کی تاریخ کے سلسلے میں سب سے پہلے ہم مصر کا بیان شروع کرتے ہیں اس لئے کہ یہی وہ مُلک ہے جو صدی کے اس ربع میں فرائض رہبری انجام دیتا ہے۔ اس مُلک کا حکمراں بطلیموس سوم ''یورگی تیس'' (سنہ ۲۴۶ ق م تا سنہ ۲۲۰ ق م) تھا جو فلاڈیلفوس کا بیٹا اور سرینہ والی بری نیس کا شوہر تھا۔ اُس نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنی بہن کی موت کا بدلہ لینے کی غرض سے شامیوں پر فوجکشی کی۔ ہمیں اس مہم کی بابت بھی، جسے تیسری جنگ شام کا لقب دیا جاتا ہے، بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں[1] ہم اس سے پہلے ہی

---

[1] بطلیموس سوم کے لئے دیکھو مہافی: ''سلطنت'' ۱۹۳/۲۴۲، جہاں وہ اس فرماں روا کے خصائص کا صحیح اندازہ کرنے کی مشکلات بتاتا ہے اور اس

ادولے (واقع بحر احمر) والے نوشتے کا ذکر کر چکے ہیں؛ اسی نوشتے کا ایک

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ مسئلے کا حل پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بطلیموس کی پہلی مہم کے موقع پر بری نیس اپنے بالوں کو معبودوں کے نام پر معنون کرتی ہے اور اسی سے ایک کوکبہ کا نام ”گیسوئے بری نیقہ“ پڑ گیا ہے۔ دیکھو مہافی، ۱۹۶۔

ایشیا میں اُس کی مہم۔ ادولے کا نوشتہ؛ دیکھو اوپر باب ۹، حاشیہ ۴۔ یوسے بیوس: ”اخبار“ ۱، ۲۵۱ Sch Hieron؛ یوستی نوس ۲۷، ۱؛ App. Syr. ۶۵؛ پولیائے نوس ۸، ۵۰۔ پیٹری والے ایک پاپی روس میں سے مہافی نے چند اقتباسات لے کر اتھینیئم ۱۸۹۳ء (۱۰ر ستمبر صفحہ ۸۱۸) میں طبع کرائے ہیں۔ عام طور پر اس مہم کے لئے دیکھو مہافی، ”سلطنت“ ۱۹۷ وغیرہ۔ وہ صفحہ ۲۰۱ پر کہتا ہے کہ بطلیموس سوم بجائے ایشیائے کوچک جاتے کے، جہاں وہ وسیع علاقے فتح کر سکتا تھا مشرق کی طرف، جہاں اُسے کوئی مستقل کامیابی نہیں ہو سکتی تھی، جو گیا، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ رہوڈز ایشیائے کوچک میں اُس کا سدِّ راہ تھا۔ بطلیموس سوم سنہ ۲۴۶ ق م ہی میں لیسما اور تلمے سوس پر قابض ہو گیا تھا: رادے: ”نوآبادیات“ Radet : De Colon صفحہ ۵۳ (جہاں نوشتوں کا اتباع کیا گیا ہے)۔ مقابلہ کرو ڈرواے سن، ۳، ۱، ۳۷۷/۳۹۲، خصوصاً ۳۸۴۔ یوئرگیتیس کے فتوحات کی تصویریں جنھیں روسے لینی اور شامپولیوں نے مصر کے بتکدۂ ایسنے میں دیکھا تھا، اور جن میں ارمنستان، تھریس اور مقدونیہ کے قیدیوں کی شبیہیں تھیں، یہ سب اب نابود ہو چکی ہیں؛ ڈرواے سن ۳، ۱، ۳۸۴؛ بیڈ یکر ۲، ۲۶۲۔ یوسے بیوس کے بیان کے مطابق اُس نے شام و دمشق کو اور سینٹ ہیرونیموس کے بموجب ”اضلاع بالائی ماورائے فرات“ کو اور پولیائے نوس کے مطابق ”ہندوستان تک کے ممالک“ کو فتح کیا۔ ایسنے میں جن تھریسی اور مقدونوی قیدیوں کی تصاویر تھیں ممکن ہے کہ انھیں اُس نے ایشیا کے کسی حصے میں گرفتار کیا ہو۔ اغلب ہے کہ اس مہم کے بعد

باب ۱۱ فقرہ حسب ذیل ہے:۔ "وہ ایشیا کی طرف پیدلوں اور سواروں کی فوج، جہازوں کا بیڑا اور تروگلودی و حبشی ہاتھیوں کی ٹولی لے کر جنھیں اُسکے باپ نے پکڑ کر جنگ کے لئے سدھایا تھا، ایشیا کی طرف چلا۔ اُسنے پہلے تو دریائے فرات کے اس طرف کے تمام ملکوں اور کلیکیہ، پمفیلیہ، الونیہ، ہیلیس پونٹ، تھریس کے علاقوں کو فتح کیا اور وہاں کے تمام لشکروں اور ہندوستانی ہاتھیوں کو نیچا دکھایا اور

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ مدینۃ الفیوم میں ایشیائی نوآبادی قائم ہو گئی ہو؛ الفیوم میں جو پاپی رس نکلا ہے اُس سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ دیکھو مہافی کا مضمون لندن کے مستشرقین کی کانفرنس کی روداد میں، سنہ ۱۸۹۲ء۔

شمال میں شہر اور تھوزیہ؛ بیڈیکر: "فلسطین" ۱۸۱۔

تانس والا نوشتہ؛ ویشر: "جریدۂ آثاریات" Wescher: Rev. Arch سنہ ۱۸۶۶ء، صفحہ ۴۹؛ ہکس، ۷۹؛ الیپسیوس: "حکم کانوپوس"، برلن سنہ ۱۸۶۶ء؛ بیڈیکر ۱، ۳۳۴؛ مہافی: "سلطنت" ۲۰۵، ۲۲۶۔ مقابلہ کرو باب ۵، حاشیہ ۱۳؛ باب ۹، حاشیہ ۲؛ معلوم ہوتا ہے کہ بطلیموس اول و بطلیموس دوم دونوں مسروقہ بتوں کو واپس لے آئے۔

واقعات سرنہ؛ پولی بیوس ۱۰، ۲۵؛ پلوٹارک: "حیات قلوپاترہ" ۱، ڈروائے سن ۳، ۱، ۴۰۳؛ مہافی (: "سلطنت" ۲۰۴) ڈروائے سن کی رائے سے اتفاق نہیں کرتا۔

پولیائے نوس ۵، ۱۸ کے بموجب رھوڈز مصری امیر البحر خرمیوندیس کے ساتھ افیسوس کے قریب لڑا اور کامیاب ہوا۔ خرمیوندیس اس جنگ کے بعد جو اُس کے نام سے موسوم ہے، مصر گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ رھوڈز جیسی تجارت پسند جمہوریہ کو بطلیموس سوم "یوئرگی تیس" کے فتوحات سے ضرور خطرہ محسوس ہونے لگا ہوگا جس کی وجہ سے غالباً اُس کے عہد حکومت میں انھوں نے مصر کے خلاف آزادی بحری کی حفاظت کرنیکی یہ کوشش کی ہوگی۔ مہافی: "سلطنت" ۲۰۱۔

یوئرگی تیس کے زمانے کے نوشتے جو جروب کے مقبروں سے برآمد ہوئے؛ مہافی: "سلطنت" ۲۰۹۔

جملہ حکمرانوں کو مغلوب کیا۔ اس کے بعد دریائے فرات کو عبور کرکے اور دجلہ و فرات کے دوآبے، سوسستان، فارس، مدیہ اور باختر تک تمام باقی ماندہ اضلاع کو مغلوب کیا اور اُن مقدس باقیات کی تلاش کرکے جنھیں ایرانی مصر سے اپنے ساتھ لے گئے تھے، اُنھیں اور ان سب ملکوں کے خزینے لے کر اپنی افواج کو نہروں میں ہوکر جانے کا حکم دیا۔" یہاں یہ نوشتہ یکایک ختم ہوجاتا ہے۔ میں نے حاشیے میں اس مہم کے متعلق چند مزید حوالوں کا ذکر کیا ہے۔ مقدس باقیات کی واپسی کا ذکر ڈیلٹائے نیل کے مقام تانس کے ایک مذہبی نوشتے میں بھی ملتا ہے۔ اس جنگ کی ابتدا کی بہت سی تفصیلات جہاں مصریوں کی فتح سلیوکیہ اور اورونتیس والے انطاکیہ میں اُنکے نہایت جوش و خروش کے ساتھ استقبال کا بیان ہے، حال ہی میں مصری پاپی روس میں منکشف ہوئی ہیں۔ یہاں یہ ذکر کرنا مناسب ہے کہ اذولے کے نوشتے کے بموجب مصر مختلف ممالک کے حکمرانوں کو تسلیم کرتا ہے، اور وسیع رقبوں پر سلیوکیوں کے جو دعاوی تھے اُنھیں بالکل نظر انداز کردیتا ہے۔ بلکہ سلیوکیوں کا ذکر تک نہیں کرتا۔

سوال یہ ہے کہ اگر یوئرگیتیس نے اپنے دعوے کے مطابق سکندر کی سلطنت کو ازسرنو فتح کرلیا تھا تو پھر یہ اس پر قابض کیوں نہیں رہا؟ یوستی نوس کہتا ہے کہ اندرونِ ملک کی ایک بغاوت کی وجہ سے اُسے مصر واپس آنا پڑا۔ ممکن ہے کہ بالکل اُسی طرح جیسے نپولین کے موسکو والی مہم کے زمانے میں جنرل مالے نے پیرس میں اُس کے خلاف سازش کی تھی اسی طرح باختر میں بطلیموس کے قیام کے دوران میں اُس کی مصری رعایا نے بغاوت کا سامان کرنے کی کوشش کی ہو۔ ڈروائے سن کہتا ہے کہ اُسی زمانے میں یونانی ایکلدے موس اور دیموفانیس سرینہ میں جمہوری تحریک کی ابتدا

باب ۱

کر رہے تھے۔ یوسرگی تیس کی مہم بلاشبہہ ایک نہایت درخشاں مہم تھی؛ لیکن اس مہم کا مستقل نتیجہ کیا نکلا؟ ادولے والے نوشتے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے جن بادشاہوں پر حملہ کیا انھیں نیچا دکھایا، لیکن جوں ہی اُن کی پیٹھ مڑی ہو گی، اُن کی مغلوبیت محض الفاظ تک ہی محدود رہ گئی ہو گی، اور مصر حقیقت میں صرف فنیقیہ اور تھریس کے ساحلی علاقے کے چند ایسے مقامات پر غالب رہا ہو گا جہاں تک اُس کے بیڑے کی دسترس تھی، اور یہاں بھی اُسے زیادہ کامیابی نہیں ہوئی ہو گی۔

ہم اس سے واقف نہیں کہ سلیوکوس نے اس حملے کی کس طرح مدافعت کی، لیکن یوستی نوس اُن واقعات کو بیان کرتا ہے جو اس کے بعد ایشیا میں پیش آئے۔ وہ کہتا ہے کہ بطلیموس کے چلے جانے کے بعد سلیوکوس نے باقی شہروں کے مقابلے کے لئے ایک بیڑا تیار کیا، لیکن یہ بیڑا طوفان کی نذر ہو گیا، اور اس مجبور بادشاہ کے ساتھ رحم کھا کر اور ہمدردی کر کے، جس کی جان بس بال بال بچ گئی تھی، باغی بلدیات پھر اُس کے مطیع ہو گئے۔ الفاظ اور عبارت آرا مورخوں کی تصانیف میں جو لغو اور بے بنیاد واقعات دئے ہوتے ہیں اُن کا یہ فقرہ ایک عمدہ نمونہ سمجھنا چاہئے۔ یوستی نوس کہتا ہے کہ اس کے بعد سلیوکوس بطلیموس سے از خود جنگ آزما ہوتا ہے لیکن شکست کھا کر انطاکیہ بھاگ جاتا ہے (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر پھر یوسرگی تیس کے قبضے سے نکل چکا تھا!)۔ اب وہ اپنے بھائی انطاکوس ہیرے راکس کی طرف رخ کرتا ہے اور امداد کے معاوضے میں طاروس تک تمام ایشیا (یعنی ایشیائے کوچک) کا اُس سے وعدہ کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایشیائے کوچک میں انطاکوس آزاد تھا۔ اب بطلیموس خوف زدہ ہو کر دس سال کے لئے سلیوکوس کے ساتھ صلح کر لیتا ہے۔

باب ۱

لیکن ہیئے راکس کا برتاو برادرانہ نہیں تھا؛ اس نے سلیوکوس پر حملہ کر کے غالطیوں کی مدد سے اُسے (تروگوس کی تمہید کے بموجب) انگورہ پر شکست دے دی۔ کہتے ہیں کہ سلیوکوس لڑائی میں کام آیا، جس پر غالطیوں نے اپنے مالک انطاکوس کا خاتمہ بھی کرنا چاہا تاکہ وہ تمام ایشیا پر آسانی کے ساتھ قابض ہو جائیں۔ لیکن انطاکوس نے تحفہ تحائف دے کر انھیں رام کر لیا۔ یوستی نوس کے بیانات کا تتمہ یوسے بیوس کی تالیف کو سمجھنا چاہیئے۔ اُن کا بیان ہے کہ انطاکوس کے ماموں اسکندر نے جو سار دس میں رہتا تھا، اُس کی مدد کی؛ چنانچہ سلیوکوس نے سار دس یا افی سس پر قبضہ کر لیا جس کا بطلیموس محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ کاپادوسیہ میں سلیوکوس نے متھرادائیس کے ساتھ ایک بڑی لڑائی لڑی جس میں اس کی طرف کے بیس ہزار سپاہی کام آئے اور وہ خود بھی "غائب ہو گیا"۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی جنگ انگورہ ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ بطلیموس نے شام کے ایک حصے پر قبضہ کر لیا، لیکن وہ اورتھوزیہ پر قبضہ نہیں کر سکا اس لیے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اولمپیاد ۱۳۳، ۳ یعنی سنہ ۲۴۲ ق م میں) سلیوکوس اُس کی طرف پیش قدمی کر دیتا ہے۔ جب انطاکوس ہیئے راکس افروجیہ عظمیٰ میں محاصل وصول کرنے کیلئے جا رہا تھا تو اُس کے جیش محافظ یا منظوران نظر نے اسے بربریوں کے سپرد کر دیا، لیکن وہ آنکھ بچا کر فرار ہو گیا؛ اُس نے بطلیموس کی مدد سے اگلے دن اُنھیں شکست دے دی اور کچھ عرصے بعد زیے لاس والی بتھی نیہ کی بیٹی کے ساتھ نکاح کر لیا۔ یوستی نوس اور یوسے بیوس کے ان اجزائی بیانات سے ہم اصلی واقعات کی بابت صرف قیاس ہی قیاس کر سکتے ہیں اور صرف ان ہی کے ذریعے سے اندرونی تعلقات کا پتا چلا سکتے ہیں جس کی وجہ سے تقریباً ہر شخص جو اُس عہد کی تاریخ پر قلم اُٹھاتا ہے وہ ایک بالکل ہی مختلف اور غالبیت

باب ۱۱

لئے ہوئے یہاں تک پہنچ جاتا ہے (دیکھو یادداشت ۲)۔ ان دونوں مورخوں کی تالیفات کے اجزا سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر اور شام کے مابین اور دو سلیو کی بھائیوں کے درمیان جنگ جاری تھی بلکہ میدان کارزار میں غالطی بھی تھے، اور شاہان پرگامم کے ہاتھوں موخر الذکر کی شکست کھانا پڑی؛ ان سب باتوں کا تعلق تاریخ تمدن یونان کے ایک نہایت اہم باب، یعنی فنون ایشیا کو چک کے شباب سے ہے۔ بلاشبہہ پرگامم کے نوشتوں کے اجزا سے اس کی بابت کچھ معلومات حاصل ہوتے ہیں؛ لیکن یہاں بھی ہر چیز پر تاریکی چھائی ہوئی ہے اور نہ تو نفس مضمون نہ سنویت میں کسی قسم کی صفائی یا قطعیت نظر آتی ہے، چنانچہ اگر آج کسی عالم کے قلم سے کوئی قطعی بات نکل جاتی ہے تو اسے اس کے ثبوت میں بہت سی ایسی باتیں پیش کرنی پڑتی ہیں جن میں بہت کچھ شک وشبہہ کی گنجائش ہو۔ ظاہر ہے کہ اس جگہ ہم اس مضمون پر زیادہ بحث نہیں کر سکتے، اور حاشیۂ متعلقہ میں بھی ہم نے صرف خاص خاص اسناد کا حوالہ دینے ہی پر قناعت کی ہے۔

دوسرے بنہایت دلچسپ واقعے، یعنی بطالسہ کی روز افزوں قوت کو رھوڈزیوں کے روکنے کی کوشش کا بھی قدما بہت ہی کم تذکرہ کرتے ہیں۔ ایفی سوس کے قریب رھوڈزیوں اور مصریوں کے مابین لڑائی ضرور ہوئی، لیکن اُس کے فوری اسباب اور اُس کے نتائج سے ہم واقف نہیں ہیں۔

اب از سر نو سلیوکوس کی طرف آئیے جس کا خطاب کالی نی کوس یا ”فاتح عظیم“ تھا۔ سوال یہ ہے کہ اس خطاب کا وہ کیسے مستحق بنا؟ اس کا جواب دینے میں ہمیں مشرق بعید کی تاریخ بتانی پڑتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ سلیوکوس نے دیار مشرقی کی طرف ایک بڑی مہم سر کی، جس کی بابت بھی ہمیں بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں۔

باب ۱ استرابو میں توساکائے اور یوستی نوس میں پارتھیوں کا ذکر سننے میں آتا ہے[2]۔ سلیوکوس نے ارشک شاہ پارتھیا کو مغلوب کیا، اور موخر الذکر یہ خیال کرکے کہ دیودوتوس اول شاہ باختر اس کی مخالفت کریگا امور دریا اور سر دریا کے دوآبے میں رہنے والی قوم اپاسیاکائے کے پاس بھاگ گیا۔ لیکن ارشک اول اور دیودوتوس اول کے جانشین دیودوتوس دوم کے درمیان سمجھوتہ ہوگیا اور ان دونوں نے مل کر سلیوکوس کو ملک شام کی طرف واپس بھگا دیا۔ ارشک کی اس فتح کو پارتھی قوم ہر سال مناتی تھی۔ الغرض ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کالینی کوس کا جو خطاب سلیوکوس نے اختیار کیا وہ اس کا اتنا ہی مستحق تھا جتنا کوئی دوسرا مشرقی فرماں روا، اور اس "سورما" نے، جو محض اپنی قسمت کی یاوری سے پارتھیوں کے ہاتھوں سے بال بال بچا، اپنی دریائے فرات کے کنارے والی موروثی جاگیر میں جو شہر کالینی کون آباد کیا اس سے آس پاس کے

---

[2] دونوں مد مقابل بھائیوں یعنی سلیوکوس و انطاکوس کے مزید حالات سلیوکوس کی مشرق کی طرف پیش بندی؛ استرابو، ۱۱، ۵۱۳، یوستی نوس، ۴۰، ۴۱؛ ڈروائے سن، ۲، ۳، ۴ وغیرہ؛ فون گوٹشمٹ: "تاریخ ایران" V. Gutschmid: Ges. Irans. ۳۳ مقابلہ کرو کیوپ: "بطلیموس اول کی جنگ ہائے سوریہ" Kœpp: Die Syrischen Kriege des ersten Ptol سنہ ۱۸۸۴ صفحہ ۲۰۹–۲۳۰ جہاں اس موضوع کے تصانیف ماقبل پر بحث کی گئی ہے، جن میں سے ڈروائے سن و کیوہلر کی کتاب ممتاز ہے۔ کیوپ نے جو نتائج اخذ کئے ہیں ان کے لئے دیکھو باب ۱۳، حاشیہ ۶۔ نیز دیکھو بیلوخ کا مضمون Rhein. Mus. سنہ ۱۸۸۸ء اور میولر= پورفیریس؛ Fr. H. G جلد ۳ صفحہ ۷۰۸، وغیرہ جسے کلنٹن بھی (۳۱۲) ملحوظ رکھتا ہے؛ فرینکل: "نوشتہ جات پرگامم" گیسلر: "ایریتھرائے" صفحہ ۳۹ وغیرہ؛ جس میں جنگ انگورہ کی تاریخ سنہ ۲۳۵ ق م بتائی گئی ہے۔

باب ۱۰ شہروں کے باشندوں پر یقیناً نہایت اچھا اثر پڑا ہوگا۔

بہرنہج سلیوکوس کے عہد حکومت کے آخری حصوں سے کسیطرح وہ اس خطاب کا مستحق قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اول تو اُس کی چچی استراتونیس نے اُسے دق کیا۔ استراتونیس نے پہلے تو دیمتریوس والیِ مقدونیہ کے ساتھ نکاح کیا تھا، اور جب اُس کے شوہر نے اُس سے علیحدگی اختیار کر کے پرھوس کی بھتیجی قتنیہ کو اپنے گھر میں ڈالا تو وہ فوراً شام گئی اور اپنے بھتیجے سے نکاح کرنے کے لیے کہا، اور جب اُس نے اُس سے انکار کیا تو اُس نے ملک میں خلفشار پیدا کیا اور اسی میں اپنی جان دے دی۔ اُس کی موت کو بادشاہ کے حق میں کامیابی سمجھنا چاہیے۔ مگر اس کے بعد واقعات نے پیچیدگی اختیار کر لی۔ پہلے تو یوستی نوس کا بیان دیکھیے۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ یوستی نوس اپنے بیانات میں نہایت بے پروائی دکھاتا ہے، چنانچہ وہ اتالوس شاہ پرگامم کو یومینیس شاہ بتھی نیہ کہتا ہے، بہرحال اس اتالوس نے انطاکوس اور غالیوں پر حملہ کیا اور انھیں شکست دے کر اُس ملک کے زیادہ تر حصے پر قبضہ کر لیا۔ اب سلیوکی بھائیوں کو چاہیے تھا کہ آپس میں صلح کر لیتے، مگر اس کے برعکس اُنھوں نے ایک دوسرے سے برابر لڑائی جاری رکھی۔ انطاکوس اپنے خسر (؟) اریارامنیس والی کاپادوسیہ کے پاس بھاگ گیا، اور جب اس سے کوئی بہتری کی شکل نہ دیکھی تو دربار بطلیموس میں پناہ لی۔ لیکن بطلیموس نے اُسے قید میں ڈال دیا جہاں سے اُس کی ایک محبوبہ نے اُسے قید سے چھڑا لیا، مگر جب وہ فرار ہو رہا تھا تو ڈاکوؤں نے اُس کا کام ہی تمام کر دیا۔ تقریباً اُسی زمانے میں ایک روز سلیوکوس گھوڑے پر سوار تھا کہ گھوڑے نے اُسے گرا دیا اور اُسکا بھی خاتمہ ہو گیا۔ یہاں تک تو یوستی نوس کا بیان تھا، جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مورخ صرف حسن و عشق کے افسانے تلاش کر لیتا ہے

اور اُسے مختلف واقعات کے باہمی تعلق کا خود بھی پتا نہیں۔ وہ ہم سے یہ نہیں کہتا کہ سلیوکوس کے بعد کون بادشاہ ہوا، اور اسی ضمن میں باترو گوس کی تمہید سے بھی واقعات پر روشنی نہیں پڑتی۔ ہم نے یوسے بیوس کے جس تذکرے کا اوپر حوالہ دیا ہے اُس میں اُنھیں جنگوں کی تھوڑی بہت تفصیلات دی ہوئی ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ انطاکوس ہیئے راکس اولمپیاد ۱۳۷/۴ (سنہ ۲۲۹ ق م) میں اتالوس سے ضلع کولوئے میں جو سارڈس کے قریب واقع ہے برسرپیکار ہوا، لیکن کاریہ میں ایک اور لڑائی کے بعد سنہ ۲۲۸ ق م میں تھریس فرار ہونے پر مجبور ہوا اور آخرکار اُس کا انتقال ہو گیا۔ اگلے برس سلیوکوس نے بھی وفات پائی۔ یہ اہم ترین واقعات ہیں جن کا ذکر ہم قدیم تالیفات میں پڑھتے ہیں، اور معلوم ہوتا ہے کہ مؤلفوں نے اُنھیں توڑ مروڑ دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ زمانۂ حال کے علما نے ان ٹوٹے پھوٹے اجزا کو ملا کر مسلسل تاریخ بنا دی ہے، لیکن صرف چند ہی ایسے واقعات ہیں جن کا تیقن ممکن ہے، فہو ہذا:۔

اگر قانونی جواز اور جغرافی اعتبار سے سلطنت کے تخیل کا کوئی سوال اُٹھ سکتا ہو، تو معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت سوریہ کا جائز حکمران سلیوکوس دوم "کالینی کوس" ("فاتح اعظم") تھا جسے "پوگون" یا "ریشائیل" بھی کہتے تھے۔ اس کا عہد حکومت ایک خلفشار کا زمانہ تھا جس میں کبھی اُس کی قسمت کا پلڑا جھک جاتا تھا کبھی اُٹھ جاتا تھا۔ بطلیموس یوئرگی تیس ("مہربان") بہت سے ان علاقوں میں جن کا سلیوکوس دعویدار تھا، گزرا، اور اغلباً اُس نے بہت سی فتوحات کو اپنے قبضے میں رکھا۔ یہی کیفیت ایشیائے کوچک کی بھی تھی، جس کا دعویدار پوگون کا بھائی انطاکوس ہیئے راکس ("شہباز نما") بھی تھا۔ اس دعویدار نے اپنی بادشاہت کا اعلان

باب ۱

کردیا اور ایشیائے کوچک کی بہت سی آزاد اقوام مثلاً بتھی نیہ والے کاپادسیہ والے اور غالطی اُس کے ہمنوا بن گئے۔ اس کے برعکس اتالوس فرمانروائے پرگامم انطاکوس کا مخالف تھا۔ اس حوصلہ مند سردار کے لئے جس کا ساتھ دینے کو کوئی قوم تیار نہیں تھی، وہ شخص جو اپنے آپ کو ایشیائے کوچک کا بادشاہ کہتا تھا وہ بہ نسبت بعید سلیوکوس کے زیادہ خطرناک اور مضرت رساں تھا۔ پولیبیوس کہتا ہے کہ وہ ملک جو خاص طور پر ہیئے راکس کا مطیع تھا وہ افروجیۂ کبری تھا اور اسی سے وہ خراج وصول کرتا تھا۔ مگر اگر افروجیۂ کبری سے غالطیہ کو نکال دیا جائے تو باقی رہ ہی کیا جاتا ہے؟ اور اگر یہ باقی ماندہ افروجیہ انطاکوس کا سمجھا جائے تو پھر ایشیائے کوچک میں سلیوکوس کے لئے کیا باقی رہا؟ ہم دیکھ چکے ہیں کہ سلیوکوس کے قبضے میں سارڈس نہیں تھا، اور ساحلی شہر یا تو خودمختار تھے ورنہ بطلیموس کے زیر حمایت تھے" اور پرگامم خود آزاد تھا، چنانچہ سلیوکوس اپنا حکم محض مشرقی لیدیہ پر چلا سکتا ہوگا۔ اور پھر جنوب کی طرف بھی سلیوکوس کا علاقہ زیادہ دور تک نہیں جاتا تھا۔ ایشیائے کوچک کے جنوبی ساحلی علاقے کا مغربی حصہ بہ نسبت شامی اثر کے مصری اثر کو زیادہ مانتا تھا، اور سلیوکوس کے قبضے میں شامی ساحل کا بہت ہی کم جزو ہوگا اس لئے کہ خود شہر سلیوکیہ پئیریہ پر مصریوں کا قبضہ تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعاً سلیوکوس اندرونی سوریہ کے شمالی حصہ اصطخر اور ہمدان تک اندرون ملک کلیکیہ کے علاقوں پر قابض تھا اور ساحلی لاؤدیسیہ سے بندرگاہ کا کام لیتا تھا۔ دونوں بھائیوں کے خصائص کی بابت کچھ حکم نہیں لگایا جا سکتا؛ اور ڈرائے سن نے ان کے موافق جو رائے ظاہر کی ہے اس کا ثبوت واقعات سے نہیں دیا جا سکتا۔ اگر ہم کالینی کوس جیسے عالی شان خطابات اور ایشیائی مصری طرز کے

باب ۱

اعلانات سے چوندھیا نہ جائیں تو باقی ماندہ واقعات بس یہ رہ جاتے ہیں کہ ہیلیس پونت اور سندھ کے درمیانی ممالک کی ملکیت کے لئے بہت سے دعویدار جنگ آزما ہوئے اور شہر کی صنعتی آبادی کی حفاظت کبھی تو جنگ آزما ہو کر، کبھی اُس حکمراں کے سامنے سر تسلیم خم کر کے کرتے ہیں جو اپنی فوج لئے نزدیک پڑا ہوا ہو۔ اس حصۂ ایشیا کی یہ صورت حال اُس وقت تقریباً اُسی طرح کی تھی جیسے جنگ سی سالہ کے دوران میں جرمنی کی حالت۔

سنہ ۲۲۶ ق م سے سنہ ۲۲۳ یا سنہ ۲۲۲ ق م تک مُلک شام کا حکمراں سلیوکوس سوم "کیرانوس" یا "سوتر" تھا جو سلیوکوس دوم کا بیٹا تھا۔ اُس نے پرگامم کے حکمرانوں سے ایشیائے کوچک واپس لینے کے لئے زنجیرۂ طاروس کو عبور کیا، اور اپنے مقصد کے حصول میں اپنے رشتہ دار اکائیوس کی مدد سے کامیاب ہوا۔ لیکن اسے اس کامیابی کا پھل زیادہ مدت تک نصیب نہیں ہوا اس لئے کہ اُس کی تھوڑی مدت بعد ہی اُسے نکانور نامی ایک شخص اور اپاتوریوس نامی غالوی نے قتل کر دیا۔ سرکاری فہرست کے مطابق اُس کے بعد اُس کا بھائی انطاکوس سوم "اعظم" جو اس وقت تک بابل میں رہتا تھا، تخت نشین ہوا، لیکن نوشتوں اور سکوں کی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان ایک اور حکمراں انطاکوس نامی بھی تخت نشیں ہوا تھا جو سلیوکوس سوم کا بیٹا ہوگا۔ ہم باب ۱۵ میں دیکھیں گے کہ اکائیوس نے اسکو اُس کے چنگل سے چھڑانے کی کوشش کی، لیکن یہ دعویدار انطاکوس ہیئے راکس کے برابر کامیاب نہیں رہا[۳۵]

---

[۳۵] بھائیوں کی سوت یوستی نوس، ۲۷، ۳؛ تروگوس تمہید، ۲۷؛ ڈروائے سن ۳، ۲، ۱۹، ۲۰۔ رائے ناش ("تین سلطنتیں" Reinach: Trois Roy. ۱۴) کہتا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - کریوستی نوس کا یہ خیال غلط ہے کہ ہیئے راکس شاہ کاپادوسیہ کا داماد تھا؛ اسی خیال کو کلنٹن (۳۱۴) نے بھی ظاہر کیا ہے۔
انطاکوس ولد سلیوکوس سوم کے لیئے دیکھو ڈرواے سن ۳، ۲، ۱۲۱،

۱۳۳-
ڈرواے سن (۳، ۱، ۴۰۰) دونوں بھائیوں کے خصائص نہایت رجائی انداز میں بیان کرتا ہے؛ لیکن ۳، ۲، ۲۲ وہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ ''یہ دونوں نوجوان ہمارے سامنے ہو کر چھلاوے کی طرح غائب ہو جاتے ہیں''۔

سکّے: بطلیموس سوم ''یوئرگی تیس'' وہ پہلے تو اپنے باپ کے سکّے قبرص و فنیقیہ میں جاری رکھتا ہے؛ اس کے بعد جب جنگ سوریہ کی وجہ سے وہ مشکلات میں پھنستا ہے (پول: فہرست سکّہ جات بطالسہ'' Poole : Cat Ptol. تصویر ۳۴) تو مصر میں سکّے بناتا ہے - اس کی بیوی برے نیس کے سکّے جن پر لفظ ''بازی لیسس'' کندہ ہے ان میں سے الفی سوس والی آٹھ درہمی بھی ہے (فہرست، تصویر ۱۳، ۲؛ دیکھو بابلون: ''ذخیرۂ مسکوکیات'' Babelon : Mél. numis. پیرس ۱۸۹۳ء، ص ۱/۸ -

بطلیموس چہارم ''قلوپاتر'' (''پدر پرست'') (سنہ ۲۲۲/۲۰۴ ق م) نے قبرص میں دیونی سوس کی نوع کے سکّے بنائے، اور اس کا اتباع بطالسہ ۶، ۸، ۹ نے بھی کیا۔

سلیوکوس سوم ''کالینی کوس'' اور انطاکوس ہیئے راکس: بابلون ''شاہان سوریہ'' LXV LXXX سلیوکوس ۲ کا خطاب ''پوگون'' پولی بیوس ۲، ۷۱ میں ملتا ہے لیکن اس کے زیادہ تر سکّوں میں اس کی ڈاڑھی نظر نہیں آتی - ان میں اپولو بجائے بیٹھے ہوئے کے کھڑا نظر آتا ہے - سلیوکوس سوم کے بعض سکّوں کی ہیئے رون دوم خودسر قوسہ کے سکّوں سے مشابہت؛ تصویر ۶۲ - ارتے مس والے سکّوں کی اسی سے ابتداء ہوتی ہے - بابلون نے جن سکّوں کو ہیئے راکس

باب ۱۰

بیٹھا۔ ہم اس کا ذکر ابواب ۱۳ و ۱۵ میں کریں گے۔

مشرق میں تو مختلف حکمراں اپنے معمول کے مطابق ایک دوسرے سے جھگڑوں میں مصروف ہیں، یونان میں آزادی کی تحریک برابر روبترقی نظر آتی ہے[۴] اس کی ابتدا تو ایتھنز نے کی تھی، لیکن

بقیۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کی طرف منسوب کیا ہے۔ انھیں بعض مورخ دوسرے حکمرانوں کا بتاتے ہیں۔

سلیوکوس سوم "کیرانوس" کا سرکاری خطاب "سوتر" تھا؛ بابلون XXXIII XXXVII ۔ دیکھو نوشتہ "مجموعۂ نوشتہ جات یونان" C.I.G ۴۴۵۸ جہاں ایک انطاکوس کا ذکر ہے جو بظاہر اُس کا بیٹا معلوم ہوتا ہے۔ دیکھو ڈروائے سن ۳، ۲، ۱۲۱، ۱۲۳، جس سے بابلون متفق ہے۔

یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ ایشیا میں جو میدان گرم ہو رہا تھا اُسمیں مقدونیہ بھی شریک تھا؛ یہ استدلال تروگوس کی تمہید ۲۷ سے کیا جاتا ہے۔ جہاں ایک مشتبہ فقرے میں مذکور ہے کہ بطلیموس نے انتی گونس پر اندروس کے قریب ایک بحری لڑائی میں فتح پائی۔ ایشیا اور جزائر کے ساتھ مقدونیہ کے جو تعلقات تھے وہ نہایت تاریک ہیں۔ نیز دیکھو نیچے، حواشی ۱۱ و ۱۵؛ مہافی: "سلطنت" ۱۵۴۔

[۴] اس عہد کے خصائص جو اب شروع ہونے والا ہے" اکائیائی لیگ کا آغاز، آگس اور عالی نقش کلیومنیس کے مجوزہ اصلاحات، ترنہ کا جمہوری دستور، ایپائرس کی عمومیت، فلوپوئے من کی تخلیقی توانائی، مقدونیہ میں جمہوریہ کی بنیاد اور روما میں برادران گراکی کے خیالات کی ترویج، ان سب امور کو اس قابل یادگار صدی کے ممتاز ترین واقعات سمجھنا چاہیئے"؛ ڈروائے ۳، ۲، ۱، ۳۲۵۔ یہ تاریخ کا ایک نہایت عالی تخیل ہے۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ اس فقرے میں مقدونیہ کا جمہوریہ جسے عام طور پر روما کے ظلم و ستم کا ایک نتیجہ سمجھا جاتا ہے اسے خیالات آزادی کا مظاہرہ بیان کیا گیا ہے۔ کتنا افسوس ہے کہ ڈروائے سن

باب ۱۰

وہ اسے جاری نہیں رکھ سکتا اس لیئے کہ وہ مقدونیہ کا طوق غلامی اپنے گلے سے نہیں اُتار سکتا۔ اس کی بجائے پیلوپونیز میدان میں اُترتا ہے اور اس تحریک کی ابتداء شہر میگالوپولس کی طرف سے ہوتی ہے[۵ف] جیسا ہم نے باب ۹ میں کہا تھا، اب ہم اس عہد کے محض سنوی حدود سے باہر نکلتے ہیں تاکہ واقعات کا اندرونی تسلسل ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ ہم جلد ۳، باب ۹ میں دیکھ چکے ہیں کہ میگالوپولس کی تعمیر میں فلسفیانہ خیالات کا بھی حصہ تھا، اور اس شہر کے باشندے سوچ سمجھ کر عمل کرنے میں نہایت ممتاز تھے ابتدا میں تو انھوں نے تھبز کا اور پھر مقدونیہ کا ساتھ دیا تھا لیکن اب وہ آزادی کے بڑے بھاری حامی نظر آتے ہیں مگر جو اُصول اُن کے پیش نظر ہیں وہ بجائے عملی ہونے کے زیادہ تر محض نظری اور خیالی ہیں۔ اس زمانے میں میگالوپولس پر ایک خودسر ارسطودیموس حکمراں تھا جو ابتدا میں تو مقدونیہ کی سیادت تسلیم کرتا تھا لیکن بعد میں آزاد ہو گیا تھا۔ اس سے لڑائی کے دوران میں ہی اسپارٹا کے بادشاہ اکروستاتوس ولد آریوس نے اپنی جان دے دی۔ گو ارسطودیموس ایماندار مشہور تھا، لیکن خودسرانہ حکومت سے لوگوں کو جو نفرت تھی اُس کی بنا پر دو شہریوں مسمی

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اس تصویر کی تکمیل نہیں کر سکا؛ لیکن دوسرے حصے کی رنگ آمیزی پہلے کی رنگ آمیزی سے یقیناً مختلف ہوتی۔

مہافی: "ادبیات یونان" باب ۱۶ میں "ہمعصر سیاسی خیالات" پر بعض دلچسپ واقعات دیئے ہوئے ہیں۔

[۵ف] میگالوپولس - پلاٹس: "خودسری" ۲، ۱۶۳ - زوسے میل، ۱، ۶۲۸ - اکائیائی لیگ کے آغاز کیلئے دیکھو تیوپفر (Toepfer) کا مضمون پاؤلی کے "محیط" (Pauly's Realencycl) میں جہاں حوالے بھی دیئے ہوئے ہیں۔

باب ۱۰

ایکدیموس و دیموفانیس نے، جو اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر اتھینز کی اکاڈیمی کے فلسفی ارکیسی لاؤس کے مرید ہو گئے تھے (دیکھو اوپر، باب ۶) اسے جان سے مار ڈالا۔ اس فعل کی ایک ایسے شخص نے نقل کی جو آخر کار تمام یونان کی قسمت پر نہایت ہی زبردست اثر ڈالنے والا تھا۔

سکیون بھی خود سرانہ حکومت کا شکار ہو چکا تھا، اور ابانتی داس، پاسیاس اور نکوکلیس نے یکے بعد دیگرے اس مُلک پر مظالم کی بوچھار کی تھی۔ آرگوس میں ایک نوجوان سکیونی اراتوس رہتا تھا، جو اس دولتمند کلی نیاس کا بیٹا تھا جسے ابانتی داس نے قتل کرا دیا تھا۔ یہ کلی نیاس کسی زمانے میں سکیون کا دستوری آرخن رہ چکا تھا۔ سات برس کی عمر میں سنہ ۲۶۴ ق م میں آراتوس کو آرگوس لے آئے اور یہاں مرفہ الحالی میں اُس کا نشو و نما ہوا۔ اُس نے وہاں اس زمانے کی تہذیب و تمدن سے پورے طور پر واقفیت حاصل کی جس میں ورزش جسمانی بھی شامل تھی۔ اس کے باپ کی اپنے زمانے میں بادشاہوں مثلاً انتی گونوس و بطلیموس کے درباروں میں نہایت عزت کی جاتی تھی، اور آراتوس نے عمر بھر اپنے اعیانی عادات و اطوار کو محو نہیں کیا۔ اب اُس نے یہ دل میں ٹھانی کہ کسی طرح سے اپنے باپ کی موت کا بدلہ لینا چاہیئے اور سکیون کو آزاد کرنا چاہیئے۔ وہ اسے بدرجہا ترجیح دیتا کہ اپنا کام بادشاہوں کی مدد سے نکالے، لیکن ایک طرف تو انتی گونوس نے وعدہ وعید بہت کیے اور واقعتاً خاموشی اختیار کی، اور دوسری جانب بطلیموس میدان کارزار سے بہت دور تھا۔ الغرض اُس نے یہ طے کر لیا کہ خود اپنے قوت بازو ہی پر بھروسہ کرے گا، اور چالیں چل کر اپنا کام نکالے گا۔ اُس نے اپنی دولت کے بل بوتے پر اپنے تیس غلاموں کو مسلح کیا اور ڈاکوؤں کے ایک سردار مسمی زینو فیلوس

باب ۱

کی مدد سے چند تنومند اشخاص کو بھرتی کیا۔ اس کے بعد اُس نے نکوکلیس کے جاسوسوں کو دھوکا دینے اور اُنھیں حقیقت واقعات سے بھٹکانے کے لئے بظاہر عیش و عشرت کی زندگی اختیار کی۔ آخرکار سکیون کی فصیل میں ایک ایسا مقام مل گیا جس کے ذریعے سے کام نکالا جا سکتا تھا، چنانچہ یہ مٹھی بھر آدمی دیوار پر چڑھ گئے اور قبل اس کے کہ اراتوس یا نکوکلیس کی طرف کا ایک شخص بھی کام آئے، شہر پر قبضہ ہو گیا۔ خود نکوکلیس نے ایک سرنگ ہی سے فرار ہو کر اپنی جان بچائی۔ اراتوس نے سکیون والوں کو تماشا گاہ میں طلب کیا اور اُنھیں اطلاع دی کہ تم سب آج سے آزاد ہو۔ اس کے بعد جن جن کو جلاوطن کیا گیا تھا وہ واپس آ گئے اور ۲۵۱ ق م میں اراتوس کے کہنے سے سکیون اکائیائی لیگ میں شامل ہو گیا۔ یہ شمول یونانیوں کی اندرونی تاریخ کے ایک جدید اور اہم باب کا آغاز تصور کرنا چاہیے[۵۶]۔

---

[۵۶] اراتوس۔ حوالہ جات۔ ہرمان "مملکت قدیمہ" Hermann : Staatsalterth ۱۸۵ (اگس اور کلیومنیس کے لئے ۹۴)؛ نیز شیومان: "پلوٹارک کی حیات اگس و حیات کلیومنیس پر مقدمہ" Schœmann : Prolegom. zur Ausg des Agis und Kleomenes Plutarchs مع اشاعت سنتے نس Sintenis کلاٹ: "تحقیقات متعلق تاریخ لیگ اکائیہ" Klatt. Forschungen z. Gesch. des ach. Buemtes برلن ۱۸۷۷ء؛ اور اُس کی کتاب "مسائل سنویت" Chron. Beitraeg برلن ۱۸۳۲ء؛ "مقالہ متعلق اراتوس" Abhand. ueber Arat بریلاؤ ۱۸۶۷ء۔ ناؤسیر لائپزگ ۱۸۸۶ء؛ پاؤلی وسوا میں مضمون "اراتوس"۔

پولی بیوس ۴، ۸ میں اراتوس کے خصائص کا اندازہ کیا گیا ہے، اور گو یہ مورخ اراتوس کا طرفدار ہے لیکن وہ اُس کے کمزور پیرائے بھی عریاں کرنے میں

اکائیہ کے شہروں کی لیگ قدیم زمانے سے برابر قائم تھی مگر حال

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ نہیں چوکتا۔ پلوٹارک (: ”اراتوس ۱۰) اسے ”متنفر خودسری“ کا لقب دیتا ہے، لیکن وہ صرف چھوٹے چھوٹے شہری حکمرانوں کے خلاف اس قسم کا خیال دل میں لاتا تھا۔ وہ شاہ مقدونیہ کو صرف نظریئے کے اعتبار سے ”قابل نفرت“ ہستیوں میں شامل سمجھتا تھا (پلوٹارک ”اراتوس“ ۴۳)، اور آخر کار اُس نے اُس کی اعزازی خدمت کی۔ پلوٹارک کہتا ہے (۱۰) کہ اراتوس اتنا ”شدت پسند“ نہیں تھا جتنا ”اعتدال کا دشمن“ گو یہ صفت بھی اُس میں ہمیشہ نہیں پائی جاتی۔ اُس کے نزدیک اراتوس ایک ”معزز شخص“ ہے، اپنی خانگی زندگی میں بے داغ، مگر اپنی پبلک زندگی میں اپنے فریق کے تعصبات پر ہر ایک چیز قربان کرنے کے لئے تیار؛ اُس کی نظر تنگ اور اُس کے مقاصد پست تھے، اور اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اپنی زندگی کا کام ایسے برباد نہ کر دیتا۔ اس میں شبہہ نہیں کہ ابتدا میں وہ اُسے ترجیح دیتا تھا کہ سکیون کو کسی بادشاہ کی مدد سے آزاد کرائے؛ پلوٹارک: ”اراتوس“ ۴۔

معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ فوجی کامیابی اراتوس کو ہوئی وہ سب اپنی چالبازی اور اپنی دولت کی وجہ سے تھی۔ پہلا داؤ وہ اس طرح کرتا ہے کہ ڈاکوؤں اور غلاموں کو بھرتی کر کے اُن کی مدد سے رات کے وقت سکیون لے لیتا ہے؛ پلوٹارک: ”اراتوس ۶/۸“۔ اسی طرح سے وہ اکروکورنتھ پر وہاں کے سردار ارگی نوس کو ساٹھ تالنت رشوت دے کر قبضہ کر لیتا ہے؛ پلوٹارک: ”اراتوس“ ۱۹۔ (پاؤلی ۶، ۱، ۲۰۸ میں کلیس Cless یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ چاروں بھائی اور ساہوکار اے گیاس یہودی تھے)۔ وہ ایتھنزی تلاہ ڈیڑھ سو تالنت لے کر حوالے کر دیتا ہے (پلوٹارک ۳۴)، اور پچاس تالنت دے کر آرگوس لے لیتا ہے (پلوٹارک ۳۵)۔ ہم اراتوس کی بابت یہ ضرور حکم لگا سکتے ہیں کہ وہ روپیہ کے بہترین مصرف سے واقف تھا، اور اس بارے میں اُس کا طرز عمل پرسیوس اور یومنیس سے مغائر تھا جن پر پولی بیوس مضحکہ اڑاتا ہے (۲۹، ۱)، اور حرص و آز سے یہی وہ آزادی ہے جس کا پولی بیوس کو معترف ہونا پڑتا ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ وہ نہایت ہوشیار اور عملی شخص تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ہمارے نزدیک بھی اُسس کی ان صفات کی ایک ممتاز حیثیت تھی۔ اُسکے خصائص میں یہ خصلت اتنی ممتاز تھی کہ جب اُسے کھلے میدان میں نیچا دیکھنا پڑتا تو چالبازی سے وہ شکست کو فتح کی شکل میں تبدیل کر لیتا تھا؛ مقابلہ کرو پلوٹارک ۲۴، جہاں یہ بیان ہے کہ جب وہ فیلاکیہ میں مغلوب ہوا تو وہاں سے بھاگ کر باوجود اس شکست کے آخرکار کامیاب ہو ہی گیا (۳۶)؛ اور اسی طرح کوہ لیکائیوس پر شکست کھانے کے بعد وہ مین تی نیہ پر قابض ہو کر ہر ایک کو تعجب و حیرت میں ڈال دیتا ہے؛ وہ عین میدان کارزار میں لیدیادیس میں چھوڑ کر چل دیتا ہے اور لیدیادیس مارا جاتا ہے۔ اراتوس اگاتھوکلیس کی لڑائی میں بوملکار کے قدم بقدم چلتا ہے؛ دیکھو اوپر باب)؛ اب وہ سیاسی اعتبار سے بالکل ناکام نظر آتا ہے، لیکن وقت گزرتا ہے اور وہ پہلے سے بھی زیادہ طاقتور ہو جاتا ہے۔ ۲۸ سے ۳۴ تک اُس کے جو کارنامے لکھے ہیں وہ بھی اسی طرح کے ہیں کہ بجائے لڑائی کے وہ چالبازی سے کامیاب ہوتا ہے۔ اتھنز میں جو ناکامی ہوتی ہے اُس کا الزام وہ ارگی نوس کے سر تھوپ دیتا ہے۔ جب بطور استثناء کے وہ کھلے میدان میں لڑ کر اپنا مطلب حاصل کرنا چاہتا ہے، تو اُسے ناکامی ہوتی ہے اس لیے کہ وہ اس کا مرد نہیں؛ چنانچہ وہ جلد بازی میں میدان میں اُترتا ہے (پلوٹارک ۴۷) اور شکست کھاتا ہے۔ لیکن اب وہ اپنی فطری فضا میں واپس آتا ہے؛ وہ "بے تربیت اکائیائیوں" پر الزام رکھتا ہے (گویا کہ وہ خود فوجی قواعد سے غفلت برتی جانے کا ذمہ دار نہیں تھا) اور اس موقع پر بھی اسے معافی دی جاتی ہے۔

پلوٹارک کی "حیات کلیومنیس" میں کلیومنیس کو اراتوس جو جواب دیتا ہے وہ بالکل اُس کے فطری خصائص کے مطابق ہے۔ کلیومنیس اراتوس کو رشوت دینا چاہتا ہے اُس سے اراتوس اپنی ناراضگی کا اظہار

میں فائق ہوا تو اُنھوں نے اُس کا خاتمہ کر دیا؛ لیکن جب مقدونوی اثر

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ نہیں کرتا۔ اس کے برعکس وہ کہتا ہے کہ وہ ضرور اُسے ممنون کرتا لیکن اس کے لئے ایسا کرنا ناممکن ہے۔ یہ واقعے کے خلاف تھا، اور اگر وہ ایمانداری سے کام لیتا تو وہ یہ کہتا کہ میں اس کے لئے تیار نہیں، لیکن وہ اپنی فطرت سے بالکل مجبور تھا۔

اراتوس اپنی بے لہو کامیابیوں پر ہمیشہ فخر کیا کرتا تھا، اور وہ اس بابت حق بجانب تھا، اس لئے کہ اس طریقے سے اُسے اجیر سپاہی آسانی سے مل جاتے اور اُس کے دشمن آسانی سے مغلوب ہو جاتے تھے۔ شائد بعد میں اُس نے اپنے تذکرے میں اس قسم کی کامیابی میں مبالغہ آمیزی کی۔ اس ضمن میں سکیون کی آزادی حسب حال ہے، Ar. G. کہتا ہے کہ اس لڑائی میں ایک بھی شخص کام نہیں آیا۔ لیکن نہ صرف کسی انسان کی جان نہیں گئی بلکہ جانوروں کا بال بھی بیکا نہیں ہوا۔ وہ کُتے جو حملے کے وقت بھونکنے لگتے، عین موقع پر چلے جاتے ہیں، چنانچہ اُنھیں بھی مارنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اراتوس کو اس قدر خیال ہے کہ وہ اپنے لوگوں سے صاف کہتا ہے کہ اگر "ذرا بھی گڑبڑ مچی" تو وہ سکیون کے حملے ہی سے دست بردار ہو جائے گا۔ ظاہر ہے کہ ایسا سمجھدار شخص جو ساتھ ہی اپنی تھیلی کھول دیتا تھا، اُس کی ایسے لوگ نہایت خوشی سے خدمت کرتے تھے۔ اُس زمانے کی صورت حال سے پندرھویں صدی عیسوی کے اٹلی کی یاد تازہ ہوتی ہے، جہاں سنہ ۱۴۴۰ء میں چہار روزہ جنگ انگیاری میں صرف ایک شخص کام آیا، اور وہ بھی صرف اس لئے کہ وہ بدقسمتی سے اپنے گھوڑے سے گر گیا اور کھوند ڈالا گیا۔ مکیاویلی: "تاریخ فلورنس" Macchiavelli : Istor ۵، ۳۳)۔ اراتوس کی پبلک زندگی کے ابتدائی دور میں لڑائی تو بس اسی طرح لڑی جاتی تھی، اور اکثر اُسے فریق ثانی کی رشوت خواری کی امید بھی ہوتی تھی، اس زمانے میں لڑائی میں جان کا نقصان نہیں ہوتا تھا، اور ہوتا بھی تھا تو کہا یہی جاتا تھا کہ نقصان نہیں ہوا۔ جب وہ وقت آیا کہ باوجود

باب ۱ میں کمی ہوئی تو یہ لیگ رفتہ رفتہ از سرِ نو عدم سے وجود میں آگئی - تقریباً

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - کیتیلیوں کے منھ کھلے ہونے کے فریق ثانی کسی طرح خم نہ کھاتا تو پھر صرف اراتوس کا فریق صحیح و سلامت رہنے لگا! مثلاً (" اراتوس " ۲۹) جب ارسطی فوس ساکن آرگوس نے کلیونائے پر حملہ کیا ہے تو موخر الذکر کے تو ڈیڑھ ہزار کام آئے اور اراتوس کا ایک سپاہی بھی نہیں مارا گیا - اراتوس کی محبوب ترین چالبازیوں میں سے یہ بھی تھی کہ جھوٹے اعلانات شائع کیے جائیں، اور اُس کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ اجیر سپاہیوں پر یہ اثر ڈالا جائے کہ اُس کی خدمت کرنے سے فائدہ ہی فائدہ ہے، نقصان کوئی نہیں -

یہ ایک دلچسپ واقعہ ہے کہ اکائیائی لیگ بہت سے غیر اکائیائیوں مثلاً اراتوس، لیدیادیس، کلیومنیس اور فلوپوئے من کی اس کوشش کی گویا آلۂ کار بن گئی کہ یونانیوں میں پہلے سے زیادہ اتحاد پیدا کیا جائے، لیکن عہد زیر بحث میں صرف اراتوس ہی کو کامیابی حاصل ہوئی - اس چالاک سکیونی کا مد مقابل لیدیادیس تھا، جس کا طرز عمل زیادہ جراءت آمیز تھا اور ساتھ ہی وہ مالدار طبقوں کے مملوکات کی عزّت بھی کرتا تھا - لیگ میں لیدیادیس کی شرکت کے بعد اراتوس نے اُسے ایک طرف کر دیا - بعد میں جب جوش و خروش کے فقدان کی وجہ سے اراتوس کے طرز عمل کو پھر ناکامی ہوئی تو کلیومنیس نے لیگ کا دروازہ کھٹکھٹایا - اگر اُس وقت کلیومنیس کامیاب ہو جاتا تو امراء کی مملوکات کو بڑا خطرہ پیدا ہو جاتا؛ لیکن اراتوس نے صورت حال سے اتنی چالاکی سے فائدہ اٹھایا کہ کلیومنیس لیگ میں داخل ہی نہیں ہو سکا - جب بادشاہ نے پھر تشدد کا طرز عمل اختیار کیا تو اراتوس نے پیلوپونیزیوں کو فوراً مقدونیوں کے حوالے کر دیا -

اکرو کورنتھ کے قبضے کے وقت پر سائیوس کی وفات؛ زو سے میل ۱، ۷۰

جنگ فیلاکیہ، پلوٹارک: " اراتوس " ۳۴ - کیا یہ مقام تھسلی کا شہر

باب ۱

سنہ ۲۸۰ ق م میں اکائیہ کے چار مغربی شہروں یعنی پاتردئے، دیمے، ترتیائیہ اور فارائے نے مقدونوی جوا اپنے کندھوں سے اُتار کر پھینک دیا، اور ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہونگے کہ اس موقع پر اُنھوں نے اپنے قدیم تعلقات کی تجدید کرلی ہوگی سنہ ۲۷۶ ق م میں ائے گیوم نے اپنی آزادی حاصل کرلی اور اس کے بعد بورا اور کری نیہ بھی آزاد ہوگئے۔ ائے گیوم کے قریب ہی زیوس اماریوس کا بت خانہ تھا اور شرکاء نے اسی مقام کو نئی لیگ کا مرکز قرار دیا۔ اس لیگ میں رفتہ رفتہ باقی ماندہ تمام اکائیائی شہر شامل ہوگئے جن کی وجہ سے اراکین کی جملہ تعداد دس ہوگئی۔ مقدونوی اس صورت حال کو کسی طرح سے روک نہیں سکے۔ لیکن سکیون کے شامل ہونے پر لیگ کی اہمیت میں چار چاند لگ گئے۔ سکیون اکائیائی شہر نہیں بلکہ نیم دوریائی شہر تھا اور اس کا اثر باقی ماندہ دس اراکین کے اثر سے کہیں زیادہ تھا، چنانچہ وہ لیگ جس میں یہ قدیم شہر شامل ہوگیا اب یونانیوں کی نظر میں کہیں زیادہ اہم ہوگئی۔ لیکن اکائیائی لیگ کی توسیع کا بانی اراتوس تھا جسنے اس معاملے میں بھی اسیطرح اپنے سیاسی تدبّر کا سکہ جمایا جیسے دوسرے معاملات میں گو اُسکا تدبّر اور اُسکی سیاست دونوں (پلوٹارک کے ظرافت آمیز پیرائے میں) اس نوع کی تھی کہ اس کے لئے بجائے روشنی کے تاریکی میں زیادہ سہولت ہو۔ گو اراتوس نے "مدرسۂ کشتی گری" میں تربیت پائی تھی، لیکن وہ فطرتاً سپاہی نہیں تھا، اور ایک سپہ سالار کی حیثیت سے بھی وہ زور پر چالبازی کو

لقبیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - فیلا کس ہے؟ ڈروائے سن ۳۳، ۲، ۳ -

اسپارٹا کے ساتھ جنگ سے تعرض کیا جاتا ہے؛ پلوٹارک: "اراتوس"

۳۰ - تھسلی اور مقدونیہ میں افتراق؛ یوستی نوس ۲، ۲۹ -

اراتوس دار سطوباخوس؛ پلوٹارک: "اراتوس" ۳۵ -

ترجیح دیتا تھا جب اُس نے سکیون کو اکائیائی لیگ میں شامل کیا تو وہ دراصل خود اپنے مفاد کو دیکھ رہا تھا اور اُسے یہ گمان تھا کہ شاید وہ اِس لیگ کا صدر بن جائے، چنانچہ اُس کا یہ گمان صحیح ثابت ہو کر رہا۔ سنہ ۲۵۵ قم میں لیگ کے دستور میں جو تبدیلی کی گئی اس کی وجہ سے وہ معاملات یونان میں پہلے سے بھی زیادہ اہل ہو گئی، وہ تبدیلی یہ تھی کہ بجائے دو استراتے گی کے آئندہ سے صرف ایک استراتے گوس کمانڈار مقرر ہوا، جس کے باعث آئندہ کسی بڑھنے والے مدبّر کے لئے اپنی رائے کو تسلیم کرانے کا زیادہ موقع ملنا ممکن ہوا، چنانچہ اراتوس کو بھی اپنی جبلت پھرست کے لئے کافی میدان مل گیا۔ لیکن سب سے پہلے اُس نے اپنی تمام قابلیت سکیون پر صرف کی جب بطلیموس نے اُسے پچیس تالنت بھیجے تو اُس نے انھیں اسیران جنگ کی آزادی پر صرف کیا۔ لیکن جب جلاوطن واپس آئے تو انھوں نے بڑی سخت شرائط پیش کیں۔ وہ چاہتے تھے کہ انھیں اپنی پرانی مملوکات واپس دے دی جائیں، لیکن موجودہ قابض اُن سے دست بردار ہونے پر تیار نہیں تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس قسم کی صورت حال میں ہمیشہ طرح طرح کی مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ سنہ ۴۰۳ قم کے بعد ایتھنز بغیر کسی قسم کی خارجی مدد کے محض ایثار اور حُبّ وطن کی بنا پر اسی قسم کی کیفیت سے اپنے آپ کو نکال لینے میں کامیاب ہوا تھا (دیکھو جلد ۳ صفحہ ۲۴ و ۲۵)۔ سکیون میں ایثار اور قربانی کا جذبہ اتنا بڑھا ہوا نہیں تھا۔ لیکن اگر کوئی مالدار حکمراں مدد کرنے پر شاید معاملات روبراہ ہو سکیں۔ انتی گونوس کی مدد تو خارج از بحث تھی اس لئے کہ سکیون کی آزادی اُسے ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی، اب صرف بطلیموس ہی باقی تھا اور ان دونوں میں یہی زیادہ متموّل تھا، چنانچہ اب اراتوس نے اپنے دوست کے دربار میں حاضری دی۔ اس سے پہلے ہی اُس نے بادشاہ کے حضور میں مشہور آفاق مسلک

باب ۱۰

سکیون کی تصاویر بھیج کر (جن میں پامفی لوس اور میلا نتھوس کی بھی تصاویر تھیں) اُس کی خوشنودی حاصل کر لی تھی۔ بہرحال بطلیموس نے اُسے ڈیڑھ سو تالنت روانہ کیئے جو واپس شدہ جلا وطنوں کو معاوضہ دینے میں صرف ہوئے۔ اس رقم کے معاوضے میں اراتوس نے وعدہ کیا کہ یونان میں مصر کے مفاد کی نگرانی کرے گا۔

سکیون کے معاملات کو اس طرح سے قابل اطمینان طریقہ سے طے کرنے کے بعد اراتوس اب اکائیہ کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ اکائیائی سوارے میں شامل ہوا اور اس قدر جلد ہر دل عزیز ہوا کہ ستائیس سال کی نوجوانی میں ہی وہ استراتی گوس مقرر ہو گیا۔ اسے اپنے جدید فرائض میں بغایت کامیابی ہوئی۔ بلا شبہہ وہ بیوتیہ نہیں لے سکا اسلئے کہ جب وہ اس میں پہنچا تو بیوتیوں کو اتیولی خیرونیہ کے مقام پر شکست دیکر اپنے ساتھ مل جانے پر مجبور کر چکے تھے۔ لیکن کورنتھ میں وہ کامیاب ہوا۔ کورنتھ تقریباً ایک سال سے مقدونیوں کے قبضے میں تھا اور مقدونیوں نے اُسے یونان پر اپنا قابو جمانے یا معاملات یونان کی نگرانی کرنے کے لئے اپنا مرکز بنا لیا۔ کچھ مدت تک قلعۂ کورنتھ کی کپتان گوناتاس کے بھائی کراتیروس کا بیٹا اسکندر کر رہا تھا، لیکن اُس نے ہمیشہ مقدونوی مفاد کو مدنظر نہیں رکھا اور آخر وہ اکائیائیوں سے جا کر مل گیا تھا۔ اسے انتی گونوس نے زہر دے کر مار ڈالا تھا اور اب اُس کی بیوی نقیہ اُس کی جانشین ہو گئی تھی۔ گوناتاس نے نقیہ کو اپنے بیٹے دیمتریوس کے ساتھ نکاح کی امید دلا کر اُسے اکروکورنتھ سے نکال لیا اور اس کے بعد ایک خانگی شخص کی حیثیت سے قلعے میں جانے کی اجازت چاہی جو اُسے مل گئی۔ قلعے میں داخل ہوتے ہی اُس نے اپنی سپہ سالاری کا اعلان کر دیا، اور رواقی فلسفی پرسائیوس کو شہر کا والی مقرر کیا۔ یہی وہ اہم عہدہ تھا جسے اراتوس نے چال چل کر حاصل کیا۔ سکیون کے ایک ساہوکار کی وساطت سے، جو اس کے

مالی معاملات کی نگرانی رکھتا تھا۔ اُس نے اُس کے ایک کاروباری دوست، ایک شامی مسمی ارگی نوس سے تعارف حاصل کیا جو اپنے تین بھائیوں کے ساتھ کورنتھ میں رہتا تھا۔ ان میں سے ایک جس کا نام دیوکلیس تھا، انتی گونوس کی فوج میں سپاہی تھا، اور باقی تین نے شاہی خزانے کو لوٹنے کا شیوہ اختیار کیا تھا، چنانچہ ارگی نوس پر مال مسروقہ کے سکّے بنا کر چلانے کا الزام عائد کیا گیا۔ جب یہ خبر اراتوس کو پہنچی تو اُس نے اپنے ساہوکار کے ذریعے سے ارگی نوس سے کہلوایا کہ اگر دیوکلیس اکروکورنتھ اُس کے حوالے کر دے تو وہ اس قسم کی چوری چکاری سے کہیں زیادہ دولتمند ہو جائے گا، چنانچہ اراتوس نے ساٹھ تالنت ان بھائیوں کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا اور اس کے معاوضے میں اُنھوں نے اُسے فصیل میں ایسا موقع دکھا دیا جو زمین سے صرف پندرہ فٹ بلند تھا اور جس پر ہو کر کوئی آسانی سے چڑھ سکتا تھا۔ اراتوس کے پاس روپیہ تو تھا نہیں، لہٰذا اُس نے اپنا تمام مال و متاع اور اپنی بیوی کا زیور ساہوکار کے یہاں گروی رکھوا دیا۔ پلوٹارک اراتوس کے ایک خطرناک مقصد کے حصول کے لئے اپنی دولت کے انتقال اور فوکیون و ایامنونداس کی دولت سے بے پروائی کے درمیان بہت کچھ مشابہت دیکھتا ہے۔ بہرحال مقصد حاصل ہو گیا اور اکروکورنتھ پر قبضہ ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس معرکے میں پرسائیوس کام آیا۔ اراتوس نے پچیس[۲۵] مقدونوی جہاز بھی گرفتار کر لیے۔ کورنتھ آزاد ہو گیا اور فوراً اکائیائی لیگ میں شامل ہو گیا، اور اسی طرح میگارا، ٹروسے زین اور ایپی دورس آزاد ہو کر لیگ کے رکن بن گئے۔ اس کے بعد (پلوٹارک کے الفاظ میں) اراتوس نے بطلیموس کو اکائیوں کا حلیف بنا دیا اور اُسے بری و بحری کمانڈر مقرر کرا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ شاہ مصر اراتوس کے میدان سے کافی دور ہونے کی وجہ سے آزاد شدہ یونانیوں

کے لئے باعث خطرہ نہیں تھا۔

اس کے بعد اراتوس نے آرگوس کو آزاد کرانے کی کوشش کی۔ دراصل وہ وہاں کے خودسر ارسطوماخوس کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا، لیکن سازشیوں میں سے ایک فریق ثانی سے جا ملا جس کی وجہ سے سازش منکشف ہوگئی۔ بعدازاں جب ارسطوماخوس کو اسکے غلاموں نے مار ڈالا اور ارسطیفوس اُس کا جانشین ہوا تو اراتوس نے اپنی کوشش دوبارہ شروع کی، اور آرگوس پر حملہ کردیا، لیکن چونکہ آرگوسیوں نے اُسے مدد دینے سے انکار کردیا اس لئے اُسے واپس آنا پڑا، چنانچہ اب ارسطیفوس نے اکائیوں پر نقض امن کا باضابطہ الزام لگادیا اور آخری تصفیے کے لئے مقدمہ منتی نیہ والوں کے سپرد کردیا گیا، جنھوں نے حکم دیا کہ اکائیائی تیس مینا جرمانہ اداکریں۔ (تقریباً سنہ ۲۴۰ ق م)۔ الغرض اراتوس کی آرگوس لینے کی کوشش بالکل بیکار ثابت ہوئی، اور بہت جلد وہ آرگوس سے کہیں زیادہ اہم شہر کے معاملات میں منہمک ہوگیا۔

اکائیائیوں نے اسپارٹا کے ساتھ ایک دفاعی محالفہ کرلیا تھا، اور اب اس شہر میں ایسے واقعات رونما ہو رہے تھے جن کی وجہ سے اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے اراتوس کی اب تک کی کوششوں سے کہیں زیادہ شدت کے ساتھ عزم و استقلال کی ضرورت تھی۔ یودامیداس کے بیٹے آگس نے (۲۴۴-۲۴۳ سنہ ق م) تخت پر بیٹھتے ہی اسپارٹا کی قدیم تادیب کا اور اس کے ساتھ اسپارٹا کی قدیم شان اور قوت و جبروت کا احیاء کرنے کا تہیہ کرلیا۔[۵۷]

---

[۵۷] آگس۔ دیکھو ہرمان ٹومزر "مملکت قدیمہ" Hermann-Thumser : Staatsalt (۴۵۔ سوئیت بالکل غیر متیقن ہے اس لئے کہ ہماری خاص سند پلوٹارک اس کی طرف بہت کم توجہ کرتا ہے۔ اس تمام عہد کا بہترین مواد کلاٹ کی

باب ١

چوتھی صدی ق م تک یعنی اگے سی لاؤس کے زمانے تک اسپارٹائیوں میں نفس کشی کا جو جذبہ تھا وہ اب باقی نہیں رہا تھا جس کی وجہ سے امرا وغربا کے درمیان کے تباین نے ایک نمایاں شکل اختیار کر لی تھی - اسپارٹائیوں کی تعداد گھٹتے گھٹتے صرف ۷۰۰ رہ گئی تھی، اور صرف ایک سو خاندان ایسے تھے جو مالک جائداد تھے اور ان میں سے بعض بے حد متموّل خاندان عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے تھے - اس ذی اختیار طبقے کی توانائی اور مستعدی ہیلوتوں اور پیریوئکی کو قابو میں رکھنے کے لئے کافی ہو، لیکن غیر ممالک میں اسپارٹا کا کوئی اثر باقی نہیں رہا تھا اور نہ کوئی اُس کی قوت کو مانتا تھا - آگس نے سوچا کہ ذی اقتدار طبقے یعنی اسپارٹیوں کی تعداد بڑھائی جائے اور سو متموّل گھرانوں کی پیداکردہ دولت کو زیادہ سے زیادہ خاندانوں میں تقسیم کیا جائے - اس کا پیش نامہ یہ تھا کہ غربا اور مفلوک الحال طبقے میں جائداد اشتراکی انداز سے تقسیم کی جائے - آگس نے اپنی ماں آستیراتا، اپنے چچا اگے سی لاؤس اور ذی اثر شہری لیساندر کو (جو فاتح ایتھنز کی نسل سے تھا) اپنا ہمنوا بنالیا تھا - وہ چاہتا تھا کہ یہ معاشری انقلاب حتی الامکان قانونی انداز سے ہو - موسم خزاں ۲۴۳ق م میں لیساندر ایفور مقرر ہوا اور ہوتے ہی اُس نے مجلس سینات میں یہ تحریک کی کہ جملہ قرضے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ — تحقیقات سے مہیا ہوتا ہے - چوتھی صدی ق م میں ایفور ایپی تادیوس نے اراضی کی علیحدگی کے لئے ایک قانون منظور کرایا تھا؛ اس کے لئے دیکھو پلوٹارک: ”حیات آگس“ ۵، اور پوہلمان Pœhlmann ۴۵ -

دستاویزات کا جلنا: ”حیات آگس“ ۱۳؛ اس سے ۱۷۸۹ء میں فرانسیسی امرا کا اپنے حقوق سے دست بردار ہونے کی یاد تازہ کرتا ہے، اور اُس کی طرح اسمیں بھی انھیں بہت مالی نقصان اُٹھانا پڑا -

باب ۱

معاف کر دیئے جائیں اور اراضی کی تقسیم کر دی جائے۔ وہ چاہتا تھا کہ اراضی کے چار ہزار ٹکڑے اسپارٹیوں کے لئے اور پندرہ ہزار پیریوئیکیوں کے لئے کیئے جائیں، اور کئی ہزار پیریوئیکیوں کو اسپارٹائی رتبہ دیا جائے۔ آگس خود متموّل ترین اسپارٹائیوں میں تھا، چنانچہ اس نے ایثار اور قربانی کی مثال قائم کی اور اپنی عظیم الشان زینداری اور اپنا ذاتی خزانہ جس میں چھ سو ٹالنٹ یا تقریباً بیس لاکھ روپیہ تھا، حکومت کے حوالے کر دیا۔ طالب علم کو سب سے زیادہ ان عظیم الشان رقوم سے تعجب ہوتا ہے جو غیر ممالک سے آکر اسپارٹا کے خزانے بھرتی تھیں، اور غور کیا جائے تو اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ راس تے نا روم پر اجیر سپاہیوں کا جو بازار تھا اُس کی وجہ سے اسپارٹائیوں کی جیبیں بھرتی ہوں گی اس لئے کہ ایک طرف تو دلالوں اور ٹھیکہ داروں کو اپنا کاروبار پھیلانے کی اجازت کے معاوضے میں خطیر رقمیں داخل کرنی پڑتی تھیں بلکہ جو اجیر سپاہی وہ مہیا کرتے تھے اسکا بھی فی کس کچھ روپیہ دینا پڑتا تھا۔ اسپارٹائیوں کو صرف یہ کرنا پڑتا تھا کہ بازار کی نگرانی کریں اور یہ وہ نہایت عمدگی سے کرتے تھے۔ بہرحال لیساندر کی تحریک کو مجلس سنیات میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی اس لئے کہ مستبد گروہ کو یہ پسند نہیں تھا کہ ان کی جائداد ان کے قبضے سے نکال لیا جائے۔ اصل میں اصلاح کا سب سے بڑا مخالف شاہ لیونی داس تھا، چنانچہ اُسے کوئی بہانہ ڈھونڈھ کر تخت سے اتار دیا گیا اور اُسکی جگہ اُسکا داماد کلیومبروتوس تخت پر بٹھایا گیا، جو خود بھی آگسیوں کے خاندان سے تھا لیکن اب ایک جدید مشکل رونما ہوئی وہ یہ کہ ۲۴۲ – ۲۴۱ ق م کے ایفور بھی اصلاحات زیر بحث کے مخالف نکلے، چنانچہ اُنھوں نے لیساندر اور اُس کے ساتھی مندروکلی داس پر غیر دستوری طرز کار کا الزام لگایا اور اُن کا مواخذہ کیا۔ اس پر دونوں بادشاہوں نے مداخلت کر کے ایفوروں کو اس الزام

باب ۱

پر معزول کردیا کہ انھوں نے اپنے اختیارات سے تجاوز کیا ہے، اور قرضداروں کے جیل خانوں کے دروازے کھول دینے کا حکم دیدیا- ان کارروائیوں سے عدیدی گروہ خوف زدہ ہوگیا اور لیونیداس تگیہ بھاگ گیا- اس کے بعد دستاویزات قرضہ منظر عام میں جلا دیئے گئے، لیکن اراضی کی ازسر نو تقسیم عمل میں نہیں آسکی- اسی دوران میں ایک جنگ بھی چھڑ گئی- ایتولی پیلوپونیز خصوصاً اکائیائی لیگ کے پیچھے پڑے ہوئے تھے، اور چونکہ اسپارٹا اکائیائی لیگ کا حلیف تھا اس لئے اُسے مدد دینا اُس کا فرض تھا[شہ] چنانچہ[سمہ] آگس کی کمان میں اسپارٹی میدان جنگ کو روانہ ہوئے اور راستے میں جہاں کہیں ہوکر گزرے وہاں اُن کی مستعدی اور اُن کی چال ڈھال کا لوگوں پر بہت کچھ اثر پڑا اور انھیں پرانے زمانے کی یاد تازہ ہوگئی- آگس خاکنائے کے پاس لڑائی لڑنا چاہتا تھا، لیکن اراتوس جو اکائیائیوں کا سپہ سالار تھا، حسب معمول خطرے میں اپنے آپ کو نہیں ڈالنا چاہتا تھا، بالخصوص ایسی حالت میں جب اُس کی مدد سے آگس کی شہرت میں چار چاند لگ جائیں- الغرض اراتوس نے اسپارٹائیوں کو برخاست کردیا- ایتولیوں کو پیلوپونیز میں داخل ہونے سے نہیں روکا، اور جب وہ شہر پیلینے میں داخل ہوگئے

[شہ] اراتوس آگس اور ایتولی؛ پلوٹارک: "آگس" ۱۵؛ "آراتوس" ۳۱- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسپارٹا نے اکائیائیوں کے حلیف کے طور پر اس ستحفظ لیگ کیساتھ شامل ہوا تھا، سنہ ۲۲۱ ق م میں ایتولی فگالیہ پر قابض ہیں؛ پولی بیوس ۴، ۳-

ایتولی حملۂ ایتولیہ؛ پلوٹارک: "کلیومنیس" ۱۸؛ پولی بیوس ۴، ۳۴؛ مقابلہ کرو ڈروائے سن ۳، ۱، ۴۲۹، ۴۳۰- وہ چاہتے تھے کہ "جلاوطنوں" کو واپس لائیں اور وہ لتونیہ سے پچاس ہزار جنگی قیدی لے گئے- بلاشبہہ یہ سب اجیر سپاہی ہوں گے-

تو یک بیک ان پر ٹوٹ پڑا اور انھیں شکست دے دی ۔ اگر اس شخص کی وجہ سے جو امیروں کو غریب اور غریبوں کو امیر بنانے والا تھا، اکائیائیوں کو فتح حاصل ہو جاتی تو پھر اراتوس کا اور عام طور پر پیلوپنیزی اعیان کا تو کام تمام ہو جاتا اس لئے کہ ایسی حالت میں اکائیائیوں میں سے جو غریب تھے وہ یقیناً اسی کا ساتھ دیتے ۔ لیکن اب یہ سب ناممکن ہو گیا تھا اور اراتوس اب آسانی سے سانس لے سکتا تھا ۔ جو کچھ باقی رہا تھا وہ اسپارٹی عدیدیوں اور اگیسی لاؤس کی حماقت سے پورا ہوا اس لئے کہ اگیسی لاؤس کے سپرد اصلاحات کی تکمیل کا فرض کیا گیا تھا، اور اس نے یا تو اپنے فرض کو ادا ہی نہیں کیا ورنہ ادا کیا تو نہایت ناقابل اطمینان انداز سے ۔ دستاویزات ضرور نذر آتش کر دی گئی تھیں، لیکن تقسیم اراضی کے لئے کچھ نہیں کیا گیا تھا ۔ اس پر اگس کے مخالفین کہنے لگے کہ اگیسی لاؤس کا جو قرضہ ہے اس سے وہ دست بردار ہونا چاہتا اور ساتھ ہی اپنی اراضیات حسب سابق اپنے قبضے ہی میں رکھنا چاہتا ہے ۔ اس کے برعکس یہ دلیل پیش کی جا سکتی تھی کہ قرضے اتارنا آسان ہو لیکن اراضی کی تقسیم کرنے کے لئے وقت درکار ہے، بالخصوص ایسی حالت میں کہ یہ نہیں معلوم کہ فلاں قطعہ کس کے سپرد کیا جائے گا ۔ بہر نہج اصلاحات کی ناقص تکمیل سے احساس عامہ میں کچھ ایسا ردعمل ہوا کہ لیونیداس واپس آگیا اور اس کی جگہ اگیسی لاؤس کو شہر چھوڑ دینا پڑا ۔ یہ وہی اگیسی لاؤس تھا جس کا بیٹا ہپومیدون بعد میں بطلیموس کا مصری صوبہ دار مقرر ہوا ۔ لوگ اصلاح پسند گروہ کے اس قدر مخالف ہو گئے کہ اگس اور کلیومبروتوس دونوں کو ملک کے حرموں میں پناہ لینی پڑی لیکن اس سے اگس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا ۔ کلیومبروتوس کی بیوی خلیدونس نے تو اپنے شوہر کو بچا لیا، لیکن اگس نے دام تزویر میں پھنس کر حرم چھوڑ دیا اور جب وہ سڑک پر ہو کر نکل رہا تھا تو افور

باب ۱ امفاریس نے، جس نے اُس کی دوستی کا دم بھرا تھا، اسے گرفتار کر کے داخل محبس کر دیا، اور یہاں اُس کا کام تمام کر دیا گیا۔ اس کے بعد اُسکی ماں اور اُس کی دادی بھی جیل خانے میں آگس کو دیکھنے کے بہانے سے لائی گئیں اور وہاں اُنھیں بھی موت کے گھاٹ اُتارا گیا۔ چونکہ آگس کی بیوہ اگیاتس اسپارٹا کی سب سے متموّل وارثہ تھی اس لئے لیونیدہ اس نے اسے اپنے بیٹے کلیومنیس سے نکاح کرنے پر مجبور کیا۔ الغرض اسپارٹا میں امن و امان دوبارہ قائم ہو گیا اور اعیانیوں کو اطمینان نصیب ہوا (سنہ ۲۴۱ ق م) ف۹

پیلوپونیز کی اعیانی جماعت میں اب کہیں جان میں جان آئی۔ مقدونیہ کے عدیدی اور فرماں روا دونوں کے اشتراکی اُصول کے خلاف متحد ہونے کی وجہ سے اس ملک کا مستقبل بھی درخشاں نظر آنے لگا۔ اکائیائیوں نے انتی گونوس کے ساتھ صلح کر لی اور معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ نے اکرو کورنتھ پر قبضہ کرنے کا خیال دل سے نکال دیا۔ انتی گونوس نے سنہ ۲۳۹ ق م میں پختہ عمر میں انتقال کیا۔

انتی گونوس کے بعد اُس کا بیٹا دیمتریوس تخت نشین ہوا اور سنہ ۲۲۹ ق م تک حکومت کی۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اُس نے شامی استراتونیس کے ساتھ نکاح کیا تھا لیکن اس کے ساتھ قطع تعلق کر کے ایپائروس پر اپنا دعویٰ جتانے کی غرض سے وہاں کی شاہزادی فتھیہ کے ساتھ نکاح کر لیا تھا۔ ایپائروس کی حالت اندرونی خلفشار کی وجہ سے نہایت زبون تھی۔ پرھوس کے جانشین ایک دوسرے

ف۹ پوسانیاس (۸، ۱۰، ۸؛ ۸، ۲۷، ۱۴) کہتا ہے کہ آگس مین تی نیہ کی ایک لڑائی میں کام آیا تھا، لیکن ہم اس بیان کو قابل وثوق نہیں سمجھتے اور معلوم ہوتا ہے کہ پوسانیاس کو خلط مبحث ہوا ہے۔

کے ساتھ برسرپیکار تھے اور یکے بعد دیگرے قتل ہو رہے تھے تاآنکہ پرھوس کی اولاد سے صرف ایک لڑکی دئی دامیہ رہ گئی اور اس کا بھی امبرکییہ کے بت خانۂ ارتے مس میں باغیوں نے کام تمام کرکے ایپائرس میں جمہوری وفاقی مملکت قایم کردی گئی۔ دیمتریوس نے کسی قسم کی مداخلت نہیں کی اس لئے کہ اول تو اسے خود مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا، اور دوسرے وہ چاہتا تھا کہ آندھی چل کر خودبخود بند ہو جائے۔ دردانیوں نے مقدونیہ پر یک بیک حملہ کردیا تھا، اور ایتولی بھی حرکت کر رہے تھے اور اکارنانیوں پر حملہ کر رہے تھے۔ چونکہ اس موقع پر مقدونیہ اکارنانیوں کی مدد کرنے کے لئے تیار نہیں تھا اس لئے آخرالذکر نے رومنوں سے مدد طلب کی اور کہلوایا کہ اُن کے ہی آباواجداد ایسے تھے جو ٹروا کے خلاف برسرپیکار نہیں ہوئے تھے۔ اس پر رومن سینات نے ایتولیوں سے کہا کہ تم فوراً اکارنانیوں کو چھوڑ دو، لیکن اکارنانیوں نے اس کی مطلق پروا نہیں کی۔ غالباً اسی زمانے میں ایتولیوں نے آرکیڈیا کے شہر فگالیہ پر قبضہ کرلیا ہوگا اس لئے کہ کچھ مدت کے بعد ہم یہ شہر اُسی کے قبضے میں دیکھتے ہیں۔ اب اراتوس نے ایتولیوں کے ساتھ اس شرط پر محالفہ کرلیا کہ اگر وہ فگالیہ پر قابض رہیں گے تو وہ ہمسایۂ ہرایہ پر قبضہ کرلے گا۔ اس کے علاوہ بھی وہ اکائیائی لیگ کا اثر وسیع کرنے میں ہر طرح کی کوشش کر رہا تھا، اور اس کوشش میں اُس نے اپنے محبوب طرز عمل یعنی چالبازی سے کام لیا۔ اس کا مسلک یہ نہیں تھا کہ جنگ آزمائی کرے، لیکن جب لڑائی سر پر آجاتی تھی تو کوئی شخص اُس کے اقوال وافعال میں شمّہ برابر بھی نقص نہیں نکال سکتا تھا، گو وہ خود طعنۃً ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ میدان جنگ میں ہمیشہ میرا دل ڈھرکنے لگتا ہے اور دست ہو جاتے ہیں! لیکن وہ کبھی کسی خطرے کا سامنا حتی المقدور نہیں کرتا تھا، اور اگر دوسروں کی مدد

باب ۱

کرنے میں کوئی اندیشہ ہوتا تھا تو وہ اپنے رسالے کو عقب ہی میں رکھنے پر اکتفا کرتا تھا۔ ان ہی ترکیبوں سے اُس نے آرگوس کے خود سر ارسطیفوس کو شکست دی، لیکن اس کے بعد بھی وہ آرگوس پر قبضہ نہیں کر سکا۔ ارسطیفوس کے بعد نوجوان ارسطوماخوس خود سر ہوا، اور اُس کے دربار میں بزدل اراتوس کا خوب مضحکہ اڑایا گیا۔ اس کے برعکس میگالوپولس میں اکائیائی طرز عمل کو کامیابی حاصل ہوئی۔ باوجود حال کے واقعات کے اس شہر میں اعلیٰ خیال نوجوان لیدیادیس خود سر بن بیٹھا تھا، اور اب اُس سے کہہ سُن کر اراتوس نے اُس سے خود سری سے دست برداری دلوادی جس کے بعد میگالوپولس بھی اکائیائی لیگ میں شامل ہوگیا۔ اکائیائی لیدیادیس کے اس فعل سے اس قدر خوش ہوئے کہ انھوں نے اُسے سنہ ۲۴۳ ق م میں استراتی گوس مقرر کر لیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے اکائیائیوں کو یہ خیال ہوگیا تھا کہ لیگ کے طرز عمل میں ذرا زیادہ جوش اور ذرا کم انحصار روپے اور چالبازی پر ہونا چاہیئے، اور اس قسم کی حکمت عملی کے لئے لیدیادیس سے بہتر کوئی شخص نظر نہیں آتا تھا۔ بہر حال اراتوس، جو ہر دوسرے سال استراتیگوس مقرر ہوتا تھا اور جو لیگ کی گویا روح رواں تھا، اس کا مانع ہوا۔ لیکن جب اُس نے ایتھنز کو مقدونوی اثر سے نکالنا چاہا تو اُسے ابتدا میں اتنی کامیابی نہیں ہوئی۔ انتی گونس گوناتاس کی زندگی ہی میں اُس نے پرائیوس پر حملہ کیا، لیکن جب اُسے ناکامی ہوئی تو (خود اراتوس کے خود نوشتہ تذکرے کے بموجب) اُس نے یہ ظاہر کیا کہ یہ حملہ اُس نے نہیں بلکہ ارگی نوس نے کیا تھا، اور موخر الذکر نے اپنی فراری کے وقت اراتوس کا نام اس لئے پکارا تھا کہ جو لوگ اُس کا تعاقب کر رہے تھے وہ راہ راست سے ہٹ جائیں۔ الغرض اس ناکام آور حملے کا الزام ارگی نوس جیسے بدمعاش کے سر تھوپا گیا، ورنہ

پھر ایتھنز کے حکمران ممکن ہے کہ ارسطیفوس کی طرح اکائیائیوں کا نقض امن کی بنیاد پر مواخذہ کر دیتے۔ دیمتریوس کے تخت نشین ہونے پر دیار شمالی میں اراتوس کی کوششیں اس سے زیادہ کامیاب نہیں رہیں۔ اسے دیمتریوس کے سپہ سالار بی تیس نے فیلاکیہ کے مقام پر شکست دی اور افواہ یہ گرم ہوئی کہ اراتوس لڑائی میں کام آیا ہے۔ پرائیوس میں شاہی صوبہ دار دیوجانس نے اکائیائیوں سے مطالبہ کیا کہ اس خبر کی بنا پر کورنتھ کا تخلیہ کر دیں، اور سب سے تعجب آمیز بات یہ ہے کہ ایتھنزیوں نے اراتوس کی وفات کی خبر سنتے ہی پتّوں کے گھیرے تک پہن لیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکائیہ سے باہر کوئی شخص اس کی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن جب دیوجانس کا پیام کورنتھ پہنچا تو اُس وقت خود اراتوس موجود تھا اور محض ایتھنزیوں کو یہ دکھانے کے لیئے کہ میں اب بھی زندوں میں شمار ہے اُس نے فوراً اٹیکا کا رخ کیا اور اُسے تاراج کر دیا۔ لیدیادیس چاہتا تھا کہ اکائیوں اور اسپارٹا کی لڑائی ہو جائے، لیکن اراتوس نے اُنھیں باز رکھا۔ اصل یہ ہے کہ جیسا ہم دیکھ چکے ہیں، اسپارٹی عدیدی اُس کے دوست اور ہمنوا تھے۔

۲۲۹ سنہ ق م میں دیمتریوس کی موت پر صورت حال میں تبدیلی پیدا ہو گئی۔ اُس کا بیٹا فیلقوس جو اُس کا جانشین ہوتا، صرف سات برس کا تھا، اور عام خیال یہ ہو گیا کہ اب مقدونیہ کی کمر ٹوٹ گئی ہے۔ لیکن مقدونیہ کو فیلقوس کے ایک قریب کے رشتہ دار انتی گونوس ساکن سرنہ نے متولی سلطنت بن کر بچا لیا۔ تاریخ میں اس کا لقب دوسون یا ”فراخ دست“ ہے شاید اس لیئے کہ وہ ہمیشہ قوّت و اقتدار سے دست بردار ہونے کے لیئے تیار رہتا تھا۔ سلطنت سے باہر مقدونی اثر کی حالت بہت بُری تھی، اس لیئے کہ تھسلی علیحدہ ہو گیا اور ایپرو کی پھر وسطی یونان میں پیش پیش

باب ۱

ہو گئے؛ پیلوپونیز میں ارسطوماخوس والیِ آرگوس خود سری سے دست بردار ہو گیا، اور گو لیدیادیس استراتی گوس تھا پھر بھی اراتوس نے اُسے ڈیڑھ سو تالنت بھیج دیئے۔ جب لیدیادیس نے ارسطوماخوس کا معاملہ اکائیائیوں کے سامنے پیش کیا جو اغلباً آرگوس کے شمول لیگ پر مشتمل تھا، تو اراتوس نے اُس سے مخالفت کی اور اکائیائیوں نے ارسطوماخوس کی درخواست مسترد کر دی۔ لیکن اس کے بعد اراتوس نے اُس کے موافق تقریر کی جس پر فیلقوس اور آرگوس دونوں لیگ میں شامل کر لئے گئے اور ارسطوماخوس سپہ سالار منتخب ہو گیا۔ یہ ایک مدبر کے لئے ایک نہایت ہی عجیب و غریب طرز عمل تھا۔ یہ بالکل عیاں ہے کہ اراتوس کی نظر میں ہر شئے کی صرف اتنی قیمت تھی جتنی وہ اُس کے مقاصد کے حصول میں کام آئے، اور سیاسیات اُسکے نزدیک ایک طرح کا کاروبار تھا، چنانچہ وہ اقتدار کے حصول میں روپیہ خرچ کرنے میں بھی دریغ نہیں کرتا تھا۔ مثلاً اُس نے اسی طرح کا کاروبار ایتھنزیوں کے ساتھ، یا یوں کہو کہ ایتھنزیوں کے لئے کیا گو اس کا وہ نتیجہ نہیں نکلا جس کی امید تھی۔ دیمتریوس کی موت کے بعد سپہ سالار دیوجانس نے اس پر رضامندی ظاہر کی کہ وہ اُن مقامات کو جو اُس کے قبضے میں تھے، یعنی پرائیوس، موونی خیہ، سالامس اور سونیوم کو ڈیڑھ سو تالنت کے معاوضے میں ایتھنزیوں کے حوالے کر دے گا۔ اس پر اراتوس نے یہ روپیہ بھیج دیا اور دیوجانس نے ان قلعوں کا تخلیہ کر دیا۔ ایتھنزیوں نے پہلے تو دیوجانس کا اظہار تشکر کیا، پھر اپنے ہم وطنوں یورقلیدیس اور میکیون کا اس خدمت کے لئے شکریہ ادا کیا، لیکن اُنھوں نے اراتوس کو بالکل نظر انداز کر دیا اس لئے کہ شاید وہ اُسے محض ایک کاروباری آدمی سمجھتے تھے جس کا پہلا کام محض اپنے غرض مطلب کو دیکھنا تھا؛ ساتھ ہی ایتھنز اکائیائی لیگ میں بھی شامل نہیں ہوا۔ آخر اس حکمت عملی کا اصل سبب

کیا تھا؟ ڈروائے سن کا قیاس ہے کہ اراتوس کو اس سے اس لئے اختلاف تھا کہ وہ لیگ میں کسی قسم کے "جدید خیالات" کے شمول کا خواہاں نہیں تھا، یا دوسرے الفاظ میں اُسے یہ خوف تھا کہ کہیں لیگ میں اعلیٰ تمدن یافتہ ایتھنزیوں کا اقتدار حد سے متجاوز نہ ہو جائے اور اُسے اپنے اثر سے دست بردار ہونا پڑے۔ گو یہ قیاس عجیب وغریب ہے، لیکن اس میں حقیقت کا عنصر ضرور ہے، لیکن ساتھ ہی یہ پوری حقیقت کا اظہار نہیں کرتا۔ اوّل تو خود ایتھنزی اس لیگ میں شرکت کے خواہاں نہیں تھے اس لئے کہ یہ اُن کے لئے ایک طرح کی ترقی معکوس ہوتی، چنانچہ اُن کی عدم رضامندی اس شمول کے لئے سب سے بڑی سدّ راہ ثابت ہوئی۔ علاوہ ازیں اغلباً ایک دوسری سدّ راہ بھی ملحوظ رکھنی چاہیئے۔ سوال یہ ہے کہ اراتوس کو یہ سب رقمیں کہاں سے مل جاتی تھیں؟ اس کا جواب صرف ایک ہی ہو سکتا ہے کہ مصر سے یہ بات تحریر میں موجود ہے کہ بطلیموس اُسے چھ تالنت سالانہ دیتا تھا، اور اگر اُسے کسی خاص کام کے لئے مزید رقم کی ضرورت ہوتی تو بطلیموس یقیناً اس سے بھی دریغ نہ کرتا۔ ظاہر ہے کہ اس کے معاوضے میں بطلیموس چاہتا تھا کہ اُس کے مفاد کی حتی الامکان نگرانی کی جائے۔ اب بطلیموس کی یہ بھی خواہش تھی کہ ایتھنز آزاد رہے، چنانچہ اگر اراتوس چاہتا بھی تو بھی ایتھنز کو اکائیائی لیگ میں شامل ہونے کی کوشش نہیں کر سکتا تھا۔ اسکے برعکس مقدونیہ نے جو یک بیک ایتھنزی علاقے میں سے اپنے محافظ رسالے ہٹا لئے اس کی وجہ سے ائی گینا، ہرمیونے اور بیشتر آرکیڈی اکائیائی لیگ میں شامل ہو گئے اور اُن کے شمول کی وجہ سے یہ لیگ بیحد ذی اقتدار ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈیڑھ سو تالنت سے کام ضرور نکلا[1]

---

[1] بلاشبہ انتی گونوس کا لقب "دوسون" اس کے اس قول کے سبب سے تھا

اسی دوران میں انتی گونوس مقدونی سرحد کی حفاظت کر رہا تھا؛ اُس نے ازسرنو تھسلی کے ایک حصے کو اپنا مطیع کر لیا، لیکن وہ ایتولیوں کو ملک سے نہیں نکال سکا، نہ انھیں لیزیماخیہ، کیوس، اور خالکدون میں آباد ہونے سے باز رکھ سکا[۱۱] اپنی سلطنت کے مزید استحکام کے لئے بھی اُس نے ایتھنز پر حملہ نہیں کیا اسلئے کہ ایتھنز مصر سے یا روما سے کمک حاصل کر سکتا تھا؛ اس نے ایتھنز کو چھوڑ کر اپنی توجہ پیلوپونیز کی طرف مبذول کی جہاں پہنچ کر اُس نے انتظار کیا اور آخرکار اُسے موقع مل گیا۔

اس نواح میں مداخلت کا موقع اس مدافعت سے حاصل ہو گیا جو اراتوس نے اسپارٹا کی جدید تحریک کی تھی۔ اس تحریک کا بانی شاید لیونید اس کا بیٹا کلیومنیس تھا جس نے آگس کے مقاصد

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ جس کا اعادہ یوستی نوس ۲۸، ۳، ۱۵ میں کیا گیا ہے:

”میں ترک سلطنت کے لئے اور خود اپنے ہاتھ سے اُسے دوسرے کے نذر کرنے کے لئے تیار ہوں“۔

قلعوں سے دست برداری اور ایتھنزیوں کی آزادی: ڈرواۓ سن ۳، ۲، ۵۶۔ اراتوس کے مقاصد کی بابت واخسموت کی راۓ ڈرواۓ سن سے مختلف ہے: ”بلدیۂ ایتھنز“ Wachsmuth : Die Studt Athen ۱، ۳۳ ۶ (نیز ۶۳۰ وغیرہ)۔

Koehler : Ein Verschollener ہرمیس، ۷، $\frac{۱}{۶}$ ۔نیز دیکھو پلوٹارک: ”اراتوس“ ۳۴۔ اراتوس کو بطلیموس باضابطہ تنخواہ دیتا ہے؛ پلوٹارک: ”اراتوس“ ۴۱۔

[۱۱] ڈرواۓ سن ۳، ۲، ۱۸ کے بموجب انتی گونوس نے کاریہ پر بھی قبضہ کر لیا؛ وہ اسکا ثبوت تروگوس کی تمہید ۲۸ سے دیتا ہے، جہاں لفظ ”کاریائی“ ضرور ملتا ہے لیکن یہ فقرہ مشتبہ ہے؛ اسکے علاوہ پولی بیوس ۲۰، ۵ میں لکھا ہے کہ انتی گونوس ایکمرتبہ اپنا بیڑا لیکر ایشیا کی طرف گیا تھا؛ لیکن یہاں الفاظ ”تکمیل کار“ ہیں؛ پھر کیا یہ امر قرین قیاس ہے کہ یہ مہم فاتحانہ تھی؟ نیز دیکھو عقب، حاشیہ ۱۵، اور فوق، حاشیہ ۳۔

اسکا خون بہا کر خاتمہ کر دیا تھا۔[12] کلیومنیس کو مجبوراً آگس کی بیوہ سے نکاح کرنا پڑا تھا، لیکن اسی اتحاد سے آگس کی کوششوں کی یاد تازہ رہی، اور چونکہ اُس کا فطری میلان اعلیٰ مقاصد کی طرف تھا اسلئے اُس نے آگس کا طرز عمل خود اختیار کر لیا، اور تہیہ کر لیا کہ اسپارٹا کی حالت بدل دینی چاہیئے۔ اس کے ساتھ بہت سے نوجوان اسپارٹی تھے جن کے نزدیک بھی مملکت کے دستور میں تبدیلی ہونی ضروری تھی، اور اس کا صلاح کار، یا یوں کہو کہ ان کا اُستاد رواقی فلسفی مسمی اسفائروس تھا۔ کلیومنیس تخت پر سنہ ۲۳۵ ق م میں بیٹھا

---

[12] کلیومنیس۔ گیلرٹ کا رسالہ "کلیومنیس" Gehlers : De Cleomene لائپزگ، سنہ ۱۸۸۳ء۔ اسفائروس کے لئے دیکھو ڈرواسے سن ۳، ۲، ۵، ۷؛ زوسے میل ۱، ۳، ۷، ۴، ۷۔

پولی بیوس ۵، ۳۷۔

پولی بیوس ۵، ۳۷-۳۹ میں کلیومنیس کے خصائص کیساتھ انصاف برتتا ہے۔ اُسکی بہت سی صفات خودسروں جیسی تھیں۔ آگس اور کلیومنیس دونوں اشتراکیت پسند تھے، لیکن قدیم زمانے میں یہ مسئلہ اسقدر اہم نہیں تھا جیسا آجکل ہے، اس لئے کہ اُس زمانے میں غلامی سے کسی کو کوئی سروکار نہیں تھا، اور اسکے علاوہ بہت سے غیر مطمئن شہری اجیر سپاہیوں یا بحری قزاقوں کا پیشہ اختیار کر سکتے تھے۔

پلوٹارک نے اسمیں اس مشابہت کو ملحوظ رکھا ہے جو برادران گراکھی میں پائی جاتی ہے؛ لیکن یہ دونوں اسپارٹی برادران گراکھی سے کہیں زیادہ گرم تھے اور کائیوس گراکھوس کلیومنیس سے زیادہ نتائج سے بے پروا تھا؛ مثلاً ساہوکاروں کو اپنا طرفدار بنانے اور انتقام کے طرز عمل کی تائید حاصل کرنے کیلئے اس نے نہ صرف صوبۂ ایشیا کے باشندوں بلکہ خود روما کے شہریوں کو بطور مال غنیمت کے اُنکے سپرد کر دیا۔ کلیومنیس کا خاتمہ اسپارٹا کے دشمنوں کے ہاتھوں ہوا، کائیوس گراکھوس کا خود اُس کے ہموطنوں کے ہاتھوں۔

واقعات کیلئے دیکھو تیولیفر کا مضمون "اکائیہ" پاؤلی وسووا کے محیط المحیط جلد ۱ میں۔

باب ۱۰

لیکن اُسے اپنی تدابیر چلانے میں ذرا دیر لگی۔ اُس کے مقاصد آگِس کے مقاصد سے بھی بڑھے ہوئے تھے، اور اُس کی اسکیم کے لئے پوری تیاری کی ضرورت تھی، لیکن ساتھ ہی ایسی نہ تھی کہ اُس کا پہلے سے اعلان کر دیا جائے۔ اصل میں اُس کا ارادہ یہ تھا کہ ایفوروں کے اقتدار کی جگہ بادشاہوں کو اقتدار حاصل ہو جائے، جس کے دوسرے الفاظ میں یہ معنیٰ ہوئے کہ عدیدی حکومت کی جگہ شخصی حکومت قائم ہو جائے، اور جب اس تبدیلی کی وجہ سے اسپارٹا میں قوت و سطوت پیدا ہو جائے تو اُس وقت اُسے یونان کا، یا کم از کم پیلوپونیز کا رہبر بنا دیا جائے۔ اس نے پہلے تو اسپارٹا کا تگیہ اور اَمین تی نیہ کے ساتھ محالفہ کرایا، جس کی وجہ سے اُس کی اکائیائیوں سے مخالفت ہو گئی جو کچھ مدت سے آرکیڈیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، اور آخر کار ۲۲۷؁ ق م میں فریقین کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ اکائیائیوں کا سپہ سالار اراتوس تھا جس نے پہلے تو حسب سابق کھلے میدان کی لڑائی سے گریز کیا، لیکن یہ تدبیر نہیں چلی، اور فریقین کے مابین میگالوپولس کے علاقے میں کوہ لیکائیوس کے دامن میں لڑائی ہوئی جس میں میدان کلیومنیس کے ہاتھ آیا۔ اراتوس بھاگ گیا، اور گو مشہور یہ ہوا کہ وہ لڑائی میں کام آیا ہے، لیکن اُس نے یہ معجزہ کر دکھایا کہ فوراً ایک فوج جمع کی، اُسے لے کر مین تی نیہ پہنچا، اور وہاں والوں کو اکائیائی لیگ میں شامل ہونے اور اپنے شہر کے غیر ملکی باشندوں کو شہری حقوق دینے پر مجبور کیا۔ اب کلیومنیس نے آگِس کے بھائی ارخی داموس کو جلا وطنی سے واپس بلا کر آگِس کے شیر خوار بچے کی جگہ اسپارٹا کے دوسرے یعنی یوری پونتی بادشاہ کی حیثیت سے تخت نشین کر دیا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ کلیومنیس کو کسی دوسرے کے سہارے کی ضرورت ہے، لیکن بہت جلد شائد عدیدی گروہ کے ہاتھوں ارخی داموس کا کام تمام ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ کلیومنیس چاہتا

باب ۱۰

تو یہ فعل قبیحہ نہ ہونے دیتا، بلکہ بعض مورّخ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ آرخی داموس کو خود اسی نے قتل کر دیا گو اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ بہرحال اگر یہ بھی قیاس کیا جائے کہ اس نے جان بوجھ کر عدیدیوں کو اس قتل سے باز نہیں رکھا، تو بھی اُس کے ماتھے پر کلنگ کا ٹیکہ ضرور لگ جاتا ہے۔ اکائیائیوں سے جنگ جاری رہی اور اس میں کلیومنیس کو میگالوپولس کے علاقے ہی میں لیوکترا کے مقام پر پھر فتح ہوئی۔ یہ جنگ لیدیادیس کی موت کی وجہ سے یاد رکھنے کے قابل ہے۔ لیدیادیس اکائیائی سوارے کی کمان کر رہا تھا، اور اُسے لے کر اُس نے اسپارٹیوں پر زبردست حملہ کیا، لیکن عین نازک موقع پر اراتوس نے جو ہوپ لیتوں کا سپاہدار تھا، اُسے مدد نہیں دی جس کی وجہ سے لیدیادیس کو سخت نقصان پہنچا اور وہ خود بھی کام آ گیا۔ یہ خبر سنتے ہی اکائیائیوں میں غیظ و غضب کی ایک لہر دوڑ گئی، چنانچہ وہ اے گیوم کے مقام پر جمع ہوئے اور ایک قرارداد منظور کی جس سے اس لیگ کی خاص حیثیت کا پتا چلتا ہے۔ اس قرارداد کا ماحصل یہ تھا کہ اراتوس کو اجیر سپاہیوں کی تنخواہوں کے لئے کوئی مزید رقم نہ دی جائے، اور اگر وہ اس پر بھی جنگ جاری رکھنا چاہے تو اس کے اخراجات اُسے خود برداشت کرنا پڑیں گے۔ لیدیادیس کی موت اراتوس کے لئے نہایت مبارک تھی، اور اگر وہ میدان جنگ میں اپنے معمولی تدبّر سے کام نہ لیتا تو اُس پر غداری کا الزام گویا بنا بنایا تھا۔ جب اُسے عدم اعتماد کی اس قرارداد کی خبر ملی تو پہلے تو اُسکا خیال ہوا کہ اپنے عہدے سے استعفا دے دینا ہی مناسب ہے، لیکن اُس نے بہت جلد اپنا ارادہ بدل دیا اور ایک ایسی چال چلی جو اُس کی فطرت کے عین مطابق تھی، یعنی اورخومینوس پر حملہ کیا، دشمن کے تین سو سپاہیوں کو تہ تیغ کیا اور کلیومنیس کے سوتیلے باپ

باب ۱

باگستونوس کو گرفتار کر لیا۔ اب اول تو (جیسا اوپر بیان کیا چکا ہے) وہ ہر دوسرے سال ہی استراتےگوس ہونے لگا تھا، اور دوسرے کلیومنیس بھی اسپارٹا کے دستور میں انقلاب کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا جس کی وجہ سے صورت حال میں معتد بہ تبدیلی پیدا ہو گئی تھی، اور (اراتوس کے دشمنوں کے قول کے مطابق) وہ اب یہ چاہتا تھا کہ باغی میں کوئی دوسرا شخص اپنا ہاتھ ڈالے۔ بہر نہج اراتوس اب اپنے عہدے سے ہٹ گیا اور اُس کی جگہ تموکسے نوس استراتےگوس مقرر ہوا۔

کلیومنیس نے کچھ تو بعض سربرآوردہ اسپارٹیوں کو اپنا ہمنوا کر کے اور کچھ رشوتوں کے ذریعے سے دستور اسپارٹا میں انقلاب کیا۔ اول تو وہ اسپارٹی فوج کو لے کر پیلوپونیز میں ادھر اُدھر پھرتا رہا، اور جب سپاہی اس کوچ درکوچ سے تھک کر سست پڑ گئے تو اُس نے انھیں چھوڑ کر اور اجیر سپاہیوں کی ایک فوج لے کر سیدھا اسپارٹا کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر یک بیک الیفوروں پر ٹوٹ پڑا، پانچ میں سے چار کو تہ تیغ کیا، اور اسّی اسپارٹائیوں کو شہر سے نکال کر آگِس والی اصلاحات کا اعلان کر دیا یعنی قرضے منسوخ کر دیے جائیں گے اور اراضی دوبارہ تقسیم کر دی جائے گی۔ ساتھ ہی اس غرض سے کہ اصلاحات پر اپنے عہدہ داروں کی وجہ سے کالعدم نہ ہو جائیں، اُس نے اسپارٹا کا دستور ہی بدل دیا۔ اول تو الیفوروں کا عہدہ توڑ دیا گیا۔ کلیومنیس چاہتا تھا کہ اس اعیانی قابو یافتہ مجلس کی نگرانی سے اپنے آپ کو آزاد کرے، چنانچہ اُس نے یہ تاریخی اکتشاف کیا کہ الیفوروں نے امتداد زمانہ سے اپنے اختیارات میں ناجائز توسیع کر لی ہے، اور اس نتیجے پر پہنچا کہ میرا فرض ہے کہ اس سقم کو رفع کر دوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مجلس سینات کا بھی خاتمہ کر دیا گیا، چنانچہ دوہری ملوکیت عملاً

شخصی حکومت کی شکل میں تبدیل ہو گئی۔ اس تبدیلی کی تائید کسی تاریخی واقعے سے نہیں ہوتی تھی۔ اُس نے ایک نئی مجلس قائم کی جس کے ارکان "پاترونومی" یا "صاحبان اقتدار ابوی" کہلاتے تھے۔ اسکے علاوہ اسپارٹی اقتدار کے عہد شباب کی طرح پیریوئیکی کو بھاری ہتھیاروں والے رسالوں میں شمول کی اجازت دے دی گئی اور فوج میں مقدونوی رسالوں کی طرح لمبے مقدونوی نیزے رائج کئے گئے، حقیقت یہ ہے کہ اس عہد میں مقدونوی "جتھے" کا اتنا ہی اوہام پرستانہ احترام کیا جاتا تھا جتنا زمانہ ماقبل میں لقونیہ کو چھوٹے چھوٹے مقامی اضلاع یا صوبوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ کلیومنیس کا برتاؤ شہریوں کیساتھ نہایت اچھا تھا اور اُس نے جو طریقہ اختیار کیا وہ متمدن یونانی مفکروں کا سا تھا اور ایک طرف اکائیائیوں سے اور دوسری طرف شاہ مقدونیہ سے بالکل مختلف تھا۔ اکائیائی دراصل متمول اعیانیت کے قائم مقام تھے اور انتی گونوس کا نقطۂ نظر ایسے بادشاہوں کا تھا جن کا سب سے پہلا خیال خود حکمران اور مخصوص حقوق والے امرا کے مفاد کے حصول کا ہوتا ہے اور اس کے لئے وہ کسی ظلم و ستم کو ناروا نہیں رکھتے۔ اراتوس، انتی گونوس اور کلیومنیس میں آخر الذکر سب سے زیادہ جدت طراز، شدید العمل اور ساتھ ہی سب سے کم خود غرض تھا۔ اکائیائی اُسے خود سر کہتے تھے، اور حقیقت میں بھی وہ خود سر تھا لیکن اُس کی خود سری پرانے قسم کی خود سری سے کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ تھی۔ آخر تک وہ اپنی قوم کے ساتھ اور اُس کی قوم اُس کیساتھ پورے طور پر وابستہ رہے۔

خارجی معاملات میں بھی کلیومنیس نے وہی مستعدی دکھائی جو اُسنے ۲۲۶ ق م کے انقلاب میں دکھائی تھی اور وہ مین تی نیہ کو اکائیائیوں سے علیحدہ کرنے میں کامیاب ہوا۔ اب اکائیائیوں میں اراتوس کی طرف سے اور بھی زیادہ بےچینی

باب ۱

پھیل گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے اکائیائیوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا ہو گا کہ اُن کی عہدیت کا سربراہ کار ایک ایسا شخص بہتر ہو گا جسے ہر طبقے کے ساتھ مساویانہ ہمدردی ہو اور جو بہادری کے ساتھ لڑے، بجائے ایک ایسے شخص کے جس کی واحد تدبیر رشوت اور چالبازی ہو اور جو غربا کی روزی تو درکنار، امن و امان کی ضمانت بھی نہیں کر سکے۔ اراتوس کا تدبر ایسے لوگوں کے نزدیک ایک ایسے جہاز کے مماثل تھا جس میں مسلسل پانی آنے کے سبب سے جہاز والوں کو ہر آن ڈوب جانیکا اندیشہ رہتا ہو۔

اب اراتوس کے لئے یہ ظاہر تھا کہ وہ اپنی اور اپنے ہموطنوں کی دولت اور امارت کو جو گویا ایک ہی کشتی میں سوار تھے، ایک قابل رہبر اور ایک انبوہ کثیر کی مداخلت سے نہیں بچا سکتا اس لئے اب وہ غیر ممالک کی طرف نگاہ دوڑانے لگا۔ مصر سے تو اس کے حسب دلخواہ مدد ملنی ناممکن تھی اس لئے کہ گو روپیہ وہاں سے آسکتا تھا لیکن فوجی کمک خارج از بحث تھی اور کلیومنیس کے خلاف محض اجیر سپاہیوں کی مدد سے کسی قسم کی کامیابی خارج از بحث تھی؛ رہے اکائیائی، تو وہ اراتوس کے مقاصد کے حصول کے لئے اپنی جانیں معرض خطر میں ڈالنا نہیں چاہتے تھے علاوہ ازیں جو روپیہ بطلیموس کے پاس سے آیا وہ اتنا نہیں تھا کہ اُس سے کافی اجیر سپاہی مہیا ہو سکیں۔ بطلیموس کو اس کی کیا پروا تھی کہ یونان میں امرا غربا پر حاوی ہو جائیں، بلکہ اس مُلک میں جتنا خلفشار ہو اُتنا ہی اُس کے لئے اچھا تھا۔ مقدونیہ کی کیفیت اس سے مختلف تھی اُس کے بادشاہ کو یہ صاف نظر آتا تھا کہ اگر یونان میں عوام الناس کو کسی قسم کی کامیابی حاصل ہوتا نہ صرف متمول شہریوں کے لئے بلکہ کم و بیش جائز حکمرانوں کے لئے بھی خطرے سے خالی نہیں بشرطیکہ انکی راجدھانیوں اور یونان کے درمیان چوڑے چوڑے سمندر حائل

نہ ہوں اور بشرطیکہ وہ پطالسہ کی طرح ایسے مطلق العنان حکمراں نہوں جو کسی غیر قوم پر محض قوت و جبروت سے حکومت نہ کرتے ہوں۔ الغرض اکائیائی اعیانیوں نے انتی گونوس کے سامنے دست استمداد پھیلانا چاہا لیکن اس میں یہ مشکل تھی کہ اس طرز عمل سے لیگ کی تمام پچھلی حکمت عملی پر کلیتہً پانی پھر جاتا۔ اب اراتوس کی باری آئی۔ اُسے اس قسم کی مشکلات سے آسانی کے ساتھ نکلنا خوب آتا تھا، اور اُس نے میگالوپولس والوں کو، جن کے تعلقات مقدونیہ کے ساتھ ہمیشہ اچھے رہے تھے، اس کیلئے تیار کیا کہ اکائیائی لیگ سے اسپارٹا کے خلاف انتی گونوس سے دست استمداد پھیلانے کی اجازت طلب کرے۔ اُنھیں اس کی اجازت مل گئی اور اس طرح اکائیائیوں اور مقدونیہ کے درمیان تعلقات قائم ہو گئے، چنانچہ صورت حال کچھ ایسی ہو گئی کہ آیندہ اگر خود اکائیائیوں نے براہ راست بادشاہ سے مدد چاہی تو کچھ ایسا خلاف فطرت نہیں ہوگا۔ لیکن اراتوس ایک قدم آگے بڑھا، یعنی اُس نے میگالوپولسی سفراکو جو انتی گونوس کے پاس جا رہے تھے، خفیہ ہدایات دیں کہ اگر بادشاہ نے کلیومنیس کو شکست دے دی تو مقدونیہ کے لئے کس قدر مفید ہوگا۔ انتی گونوس نے جواب دیا کہ میں مدد دینے کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ اکائیائی اُس کی تائید کریں، چنانچہ اراتوس نے غایت چالاکی کیساتھ اکائیہ کی مجلس میں تحریک کی کہ بادشاہ کی آمادگی کا شکریہ ادا کیا جائے، اور مقدونیہ کی مدد صرف اُس حالت میں طلب کی جائے اگر اکائیہ اپنے دشمنوں کا مقابلہ تنہا نہ کر سکے۔ اس طرح بجائے میگالوپولس کے واسطے کے اب مقدونیہ اور اکائیہ کے درمیان اب براہ راست گفت و شنود شروع ہو گئی۔ پہلے تو اکائیہ نے تنہا مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں اُسے کامیابی نہیں ہوئی اور اُنھیں سنہ ۲۲۴ ق م میں کلیومنیس نے ہکاتومبیوم کے ضلع میں دیماے کے مقام پر شکست

باب دے دی۔ اس شکست سے نہایت خاص نتائج مرتب ہوئے، یعنی اس کے بعد اکثر اکائیائیوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ کلیومنیس کیساتھ لڑنے میں اُن کا کوئی فائدہ نہیں اس لئے کہ کلیومنیس ظلم کرنا نہیں چاہتا بلکہ صرف یہ چاہتا ہے کہ متحدہ یونان کا رہبر بن جائے اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اس قسم کی رہبری تسلیم کر لینے میں مضائقہ نہیں۔ ظاہر ہے کہ اراتوس نے ان شرائط کی بنا پر کسی قسم کی گفت و شنود کی مخالفت کی، لیکن اُسے کامیابی نہیں ہوئی، اور اس کی مخالفت کو نظر انداز کر دیا گیا۔ چنانچہ یہ قرار پایا کہ اکائیہ کے سفرا اور کلیومنیس کی ملاقات لرنا میں ہو جہاں آئندہ کے لئے قطعی انتظام کیا جائے۔ لیکن کلیومنیس بیمار ہو گیا اور اندرونی جریان خون کی وجہ سے لرنہ نہ آسکا۔

جو موقع اس وقت ہاتھ لگا تھا وہ جا کر واپس نہیں آیا۔ اراتوس نے اپنے ہم وطنوں پر دوبارہ اثر قائم کر لیا، اور جب کلیومنیس کی طبیعت درست ہوئی اور فریقین کی ملاقات کے لئے آرگوس مقرر ہوا تو اراتوس نے مجلس میں ایک قرارداد منظور کرالی کہ بادشاہ آرگوس کو تنہا بغیر مسلح ساتھیوں کے آئے۔ اس سے کلیومنیس ناراض ہو گیا، اور فوراً اکائیائیوں کے خلاف از سر نو جنگ ٹھان لی۔ یہ اُس کی غلطی تھی، اس لئے کہ اگر کلیومنیس مدبر بھی ہوتا تو وہ اس مشکل کو عبور کر لیتا اور اکائیائیوں کا رہبر بن جاتا؛ لیکن ظاہر ہے کہ اراتوس کی طرح کلیومنیس کو عقبی دروازے سے داخل ہونا پسند نہیں تھا۔

ابتدا میں تو کلیومنیس کو بعض نہایت درخشاں کامیابیاں ہوئیں۔ اُس نے آرگوس کو فتح کر لیا، اور جب ہم اس پر غور کرتے ہیں کہ مدت دراز سے آرگوس برابر اسپارٹا کی دست اندازی کی ہمیشہ مدافعت کرتا رہتا تھا، تو ہمیں اس فتح کی صحیح اہمیت کا

اندازہ ہوتا ہے۔ گو اراتوس سکیون پر قابض تھا، لیکن پیلیے نے اور دوسرے شہر کلیومنیس سے جا کر مل گئے، اور کورنتھ نے بھی اُسکے لئے اپنے دروازے کھول دیئے۔ کورنتھ میں اراتوس کے مکانات اور دوسری جائداد تھی، اور اس وقت وہ اُسی شہر میں تھا، لیکن عین موقع پر وہ کسی نہ کسی طرح سے شہر سے نکل گیا۔ کلیومنیس نے اس جائداد کو ضبط نہیں کیا بلکہ اُلٹے اراتوس کو اس شرط پر بارہ تالنت پیش کیئے کہ وہ اُسے اکائیائیوں کا سپہ سالار بننے میں مدد دے؛ لیکن اراتوس نے جواب دیا کہ مجھے واقعات پر قابو نہیں رہا اور میں کسی قسم کی مدد دینے سے قاصر ہوں۔ اس کے لئے کذب و افترا اس قدر عادت ثانیہ ہو گیا تھا کہ وہ بے ضرورت بھی جھوٹ بولنے میں مضائقہ نہ سمجھتا۔ اکرو کورنتھ میں ایک اکائیائی حرس محافظ رہ گیا تھا جس کے اکثر سپاہی اراتوس کے تنخواہ یاب تھے؛ اور یہی حرس یونان کی تباہی کا باعث ہوا۔

اب اراتوس نے آمر مطلق کی حیثیت اختیار کر لی، اور اکائیائیوں نے اسکی اس حیثیت کو تسلیم کر کے اُسے مطلق العنان استرائےگوس،، مقرر کر دیا۔ اس وقت اراتوس سکیون میں تھا، چنانچہ کلیومنیس اس شہر کی فصیل کے سامنے نمودار ہوا، جس کی وجہ سے اراتوس پس و پیش میں پڑ گیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ اُس نے یہ دیکھ کر کہ ایتولیہ یا ایتھنز سے کمک طلب کرنا بیکار ہے اسلئے کہ وہ اسپارٹا کی ہمدردی کا دم بھرتے ہیں، انتی گونوس سے مدد کی التجا کی۔ جب وہ سکیون سے چلا ہے تو اُس کے ساتھ اُس کے روتے ہوئے ہم وطنوں کا ایک گروہ عظیم تھا جنھیں خوف تھا کہ اُسے کلیومنیس گرفتار نہ کر لے۔ سکیون سے وہ سیدھا اےگیوم پہنچا جہاں اس نے ایک قرارداد منظور کرائی کہ انتی گونوس سے مدد کی استدعا کی جائے اور اکرو کورنتھ اُس کے حوالے کر دیا جائے۔ اب اکائیائی لیگ کی

باب ۱

حالت اس درجہ زبوں ہوگئی تھی کہ اُس نے اپنی وفاداری کی ضمانت کے طور پر شاہ مقدونیہ کے پاس یرغمال بھیجے جن میں اراتوس کا بیٹا بھی شامل تھا، اور یہ یرغمال دربار مقدونیہ بظاہر نہایت درخشاں مستقبل کا وعدہ کرکے پہنچے لیکن درحقیقت اُن کے مُلک کا مستقبل نہایت ہی تاریک تھا - چونکہ ایتولی تھرموپلی پر بادشاہ کا راستہ روکے ہوئے تھے اس لئے اس نے یوبیہ ہوکر بیس ہزار پیدل اور چودہ سو سوار لے کر خالکیس کا رخ کیا - اب خالکیس پر قبضے کی اہمیت عیاں ہوگئی - گو کلیومنیس کا میگارا کے علاقے پر قبضہ تھا، لیکن اراتوس کے فریق نے ارگوس کو ملالیا، اور چونکہ اس کے عقب کو اس چال کی وجہ سے خطرہ پیدا ہوگیا اس لئے اُس نے کورنتھ چھوڑکر ارگوس مسخر کرنے کی ناکام کوشش کی اور آخرکار اُسے اسپارٹا واپس ہونا پڑا (۲۲۳ ق م) - ارسطوماخوس جو کسی زمانے میں آرگوس کا خودسر اور اس کے بعد اکائیائیوں کا سپہ سالار رہ چکا تھا اور جس نے آرگوس کلیومنیس کے حوالے کیا تھا اُسے شکنجے میں دیا گیا اور سمندر میں ڈبو دیا گیا - یہ حرکت خود اراتوس کے لئے نہایت ذلیل تھی -[۱۳] اب اکائیائیوں نے ایگیوم میں ایک قرارداد منظور کی کہ انتی گونوس لیگ کا صدر بنایا جائے اور غیر ممالک کے فرماں رواؤں سے جو بھی تعلقات ہوں وہ

---

[۱۳] ارسطوماخوس کیساتھ سختی کا برتاؤ؛ پلوٹارک: "اراتوس" ۴۵ - مقدونیہ کی صدارت میں ایک بڑی لیگ کا قیام؛ پولی بیوس ۵، ۴، ۹، ۴ - اس کا انتظام؛ پولی بیوس ۴، ۲۶ - کورنتھ میں جلسہ، اس کے بعد مختلف مع "اتحادوں" کو پیغامات تاکہ "قرارداد کی ازسرنو" کی توثیق ہوجائے - چونکہ اسپارٹا لیگ کا رکن نہیں ہے اسلئے یہ لیگ جنگ سیلاسیہ سے پہلے ہی بنی ہوگی - دوسون کے یک بیک چلے جانے اور قبل از وقت موت کیوجہ سے یہ اسکیم تکمیل کو نہیں پہنچی -

باب ۱۰

جو آجکل تونس کی ہے۔ اس کے بعد مقدونیہ کی صدارت میں ایک بڑی لیگ قائم ہوئی جس کے اراکین میں اکائیائی بھی تھے۔

انتی گونوس نے بالفعل اسپارٹا پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں کی، لیکن ظاہر ہے کہ یہ صورت حال زیادہ دن تک جاری نہیں رہ سکتی تھی۔ انتی گونوس اور ارآتوس ایک طرح پر اس لئے فائدے میں تھے کہ وہ ایک جدید طرز عمل پیش کر رہے تھے جو بہت سے لوگوں کی نظر میں مُلک کے لئے مفید تھا۔ رہا کلیومنیس تو وہ ابھی سے گویا تھک سا گیا تھا۔ اگر وہ غربا کا نجات دہندہ تھا، تو یہ دونوں بھی موجودہ معاشرے کے بچانے والے تھے؛ پھر وہ کامیاب بھی تھے اور یہی وہ چیز ہے جو رائے عامّہ پر اثر ڈالتی ہے۔ کلیومنیس کو اسی طرح بیرونی مدد کی ضرورت تھی جیسے ارآتوس کو، اور صرف مصر ہی ایسا ملک تھا جو اسے مدد دے سکتا تھا، اس لئے کہ ارآتوس مصر کا تنخواہ دار تھا، لیکن اب وہ مصر کے دشمن مقدونیہ سے جا ملا تھا۔ الغرض یوئرگیتیس نے سرزمین یونان میں از سر نو اپنے قدم جمانے سے خوش ہو کر کلیومنیس کی درخواست منظور کر لی۔ گو ہم تک شاہ مصر کے جواب کے الفاظ نہیں پہنچے تاہم اُس کا لب لباب اس واقعے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کلیومنیس کی ماں کراتے سکلیہ اور اُس کی بیوی آگیاتس کے بطن سے اُس کے بیٹے کو یرغمال کے طور پر مصر جانا پڑا۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دونوں محض پیامبروں کی حیثیت سے مصر گئے ہوں۔ اس میں شبہہ نہیں کہ بطلیموس نے کوئی لشکر نہیں بھیجا؛ ممکن ہے کہ اُس نے کلیومنیس کی رقمی امداد کی ہو، لیکن اُس کے مخصوص وسائل محض مدبرانہ گفت و شنود اور دھمکیوں پر مشتمل تھے اور ان کے لئے ایک پیسہ خرچ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ مصر نے اسپارٹا کی اس قدر کم جو مدد کی تو اس کی ظاہری وجہ وہ پیچیدگیاں تھیں جو ایشیا میں پیدا ہو رہی تھیں،

باب ۱۱

اور اس سے کلیومنیس کی حالت بہت دگرگوں ہو گئی۔ معلوم ہوتا ہے شائد اس کی ایک وجہ یوئرگی تیس کی علالت بھی ہوئی ہو جس کے باعث اُس کے عہد کے دوسرے حصے میں پہلے کی سی مستعدی نظر نہیں آتی۔ یہی وہ زمانہ تھا جب سلیوکوس سوم "سوتر" نے ایشیائے کوچک پر حملہ کر دیا تھا اور یہ وہ مُلک تھا جہاں مصری اقتدار مسلّمہ تھا اور اُدھر اُس کے پرگامم سے نہایت اچھے تعلقات تھے۔ بعد ازاں جب ۲۲۲؁ ق م میں افروجیہ میں سلیوکوس قتل ہوا تو اُس کے رشتہ دار اکائیوس نے جنگ کو جاری رکھا اور سلیوکوس کے بھائی انطاکوس سوم نے بابل سے شام آکر زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اکائیوس نے اتالوس کو ہر طرح سے دبایا، اُس کی پرگامم میں ناکہ بندی کر لی ساتھ ہی جتنے یونانی شہر تھے وہ سب شاہ سوریہ سے جا ملے لیکن مصر نے اپنی قوت افیسوس اور ساموس میں برابر قائم رکھی۔ اب انطاکوس نے پونتوس کے بادشاہ متھراداتیس کی بیٹی لاؤدیکے کے ساتھ اپنا نکاح رچایا۔ بلاشبہ سلیوکی اقتدار کی ترقی کی وجہ سے ہی یوئرگی تیس کلیومنیس کے پاس کمک نہیں روانہ کر سکا ہو گا؛ لیکن اسے کم سے کم مقدونیہ کے ساحل کو تاراج کرنا چاہئیے تھا جس سے اسپارٹا کو یقیناً فائدہ ہوتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ۲۲۲؁ ق م میں پیلوپونیز میں جنگ نہایت آہستگی سے جاری ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انتی گونوس کی چلت پھرت کو بطلیموس کی مداخلت کے امکان سے یقیناً صدمہ پہنچا ہو گا۔

انتی گونوس نے پہلے تگیہ اور پھر من تی نیہ کو فتح کیا، اور موخر الذکر مقام پر اکائیائی، جنھوں نے اُس کی تسخیر میں بہت کم حصہ لیا تھا، نہایت ہی بے رحمی سے پیش آئے یعنی یہاں کے باشندوں کا قتل عام کیا اور اُنھیں غلام بنایا۔ انتی گونوس نے اس شہر کو آرگوسیوں کے نذر کیا، جنھوں نے ارانوس کے کہنے سے

یہاں ایک نوآبادی کی بنیاد ڈالی جس کا نام اکائیائی سپہ سالار نے مقدونوی محافظ معاشرے کے نام پر انتی گونیہ رکھا[۱۴۵] کلیومنیس کو صرف ایک جگہ کامیابی ہوئی اور وہ بھی غیر مکمل؛ اُسنے میگالوپولس لے لیا، لیکن اس سے پہلے ہی اس شہر کے اکثر باشندے فلپوئے من کی سرکردگی میں شہر کو خیرباد کہہ کر نکل گئے تھے۔ کلیومنیس نے اُنسے یہ کہلوایا کہ اگر تم اسپارٹا کے ساتھ مل جاؤ گے تو میں تمھیں واپس آجانے دوں گا، لیکن فلپوئے من کے کہنے سے انھوں نے اُس کا پیام مسترد کر دیا جس پر کلیومنیس نے شہر تاراج کر دیا۔ انتی گونوس نے کسی قسم کی مداخلت نہیں کی۔ میگالوپولس والوں کی اس استقامت سے اُن کے اعلیٰ خیالات کا اندازہ ہوتا ہے، اور ہم دیکھتے ہیں کہ

---

[۱۴۵] مین تی نیہ میں اکائیائیوں کے مظالم؛ پلوٹارک: ''اراتوس'' ۴۵۔ پولی بیوس نے ۲، ۵۸ پر جو عذر کیا ہے وہ محض لفاظی ہی لفاظی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مین تی نیوں نے جن تین سو اکائیائیوں کو تہ تیغ کیا تھا وہ خود اہل مین تی نیہ کی استدعا پر آئے تھے، اور اس لئے مین تی نیہ والوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا وہ بالکل درست تھا۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ جن مین تی نیوں نے اکائیائیوں کو بلایا تھا وہ وہ نہیں تھے جنھوں نے ۳۰۰ کو قتل کیا، بلکہ فریق مخالف کے ارکان تھے۔ اسی طرح پولی بیوس کہتا ہے کہ تگیہ کے ساتھ جو سلوک اکائیائیوں نے روا رکھا وہ مین تی نیہ کے سلوک سے زیادہ نرم تھا، اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو مظالم مین تی نیہ میں روا رکھے گئے وہ محض ''بربریت'' کی وجہ سے نہیں تھے بلکہ انصاف پر مبنی تھے؛ یہ خیال بھی واقعات پر مبنی نہیں ہے۔ تشدد اور نرمی سے انصاف یا بے انصافی نہیں بلکہ غصے کے مدارج کا اظہار ہوتا ہے۔ اکائیائی بہ نسبت تگیہ کے مین تی نیہ سے کہیں زیادہ برافروختہ تھے؛ اس کی وجہ یہ تھی کہ (پلوٹارک: ''اراتوس'' ۲۵ کے بموجب) ایکمرتبہ مین تی نیہ نے اکائیائیوں پر تیس مینائے جرمانہ کیا تھا، اور گو یہ رقم نہایت ہی قلیل ہو لیکن اس سے اکائیائیوں کی بڑی بھاری توہین متصور تھی۔

فلیپوئے من کی خصلت میں سازشی اراتوس سے کہیں زیادہ علو پایا جاتا ہے، اور اس کے ذریعے سے اکائیائیوں نے جو سیدھے سچے طرزِ عمل کا اعلان کیا اس سے طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔ شاید اسی زمانے میں انتی گونوس اور بطلیموس کے درمیان وہ گفت وشنود شروع ہو گئی ہو گی، جس میں انتی گونوس نے کوشش کی کہ مصری بادشاہ نے جو بھی اسپارٹا کی تھوڑی بہت مدد کی ہے اس سے بھی وہ دستبردار ہو جائے۔ اس تحریک کو بطلیموس نے منظور کر لیا۔ ہمیں اس کے اسباب نہیں معلوم اور ہم محض قیاسات دوڑانے پر اکتفا کر سکتے ہیں بلاشبہ اس موقع پر بھی ایشیائی پیچیدگیاں ملحوظ ہوں گی اور مصر کو یہ پسند نہیں ہو گا کہ ایسے دور و دراز میدان میں اپنی فوج روانہ کرے۔ لیکن اگر یہ واقعہ ہے کہ مقدونیہ اور مصر کے درمیان گفت وشنود ہوئی تو ہمارا یہ قیاس کرنا حق بجانب ہو گا کہ کلیومنیس کا ساتھ چھوڑنے کے معاوضے میں مصر کو کچھ نہ کچھ ضرور مل گیا ہو گا۔ ڈرواے سن نے یہ امکان پیش کیا ہے کہ انتی گونوس نے کاریہ بطلیموس کے حوالے کر دیا ہو گا، لیکن ڈرواے سن کے متبع یہ جو فرض کر لیتے ہیں کہ مقدونیہ کاریہ پر قابض تھا، تو اس کا ہمیں کوئی قطعی ثبوت نہیں مل سکا۔ ممکن ہے کہ یونان کے اندرونی معاملات مصری مداخلت کے خاتمے کی اصلی وجہ یورگیتیس کی ناقص تندرستی ہو گی جس کی وجہ سے اس کا بہت جلد انتقال ہو گیا[۱۵]۔ بہرحال وجہ کچھ بھی ہو، انتی گونوس آئندہ مصری مداخلت کے خوف سے بغیر جنگ جاری رکھ سکا۔ اس نے دیمتریوس والیٔ فاروس کے الیریائیوں کو اپنا ہمنوا بنا لیا، چنانچہ ان میں سے ۱۶۰۰ عین اس وقت (یعنی سنہ ۲۲۲ ق م میں) آکر اس سے

---

[۱۵] کاریہ کو انتی گونوس بطلیموس کے حوالے کر دیتا ہے؛ ڈرواے سن ۳، ۲، ۵۴؛ دیکھو ۳، ۲، ۸، ۱ اور بالا حاشیہ ۱۱۔

باب۱

ل گئے جب وہ کلیومنیس پر ایک کاری ضرب لگانے والا تھا یہاں اُس کے ساتھ ۱۸۶۰۰ مقدونوی، ۱۰۵۰ ایپائروسی، ۲۰۰۰ بیوتی، ۱۰۰۰ الیان میگالوپولس اور ۳۳۰۰ اکائیائی تھے۔ کلیومنیس نے اس کے مقابلے کے لئے لشکر جمع کرنے کی حتی المقدور کوشش کی لیکن اس پر بھی وہ صرف بیس ہزار سپاہی ہی جمع کر سکا۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس لڑائی میں اکائیہ اور میگالوپولس کی مشترک فوج کی تعداد صرف ۴۳۰۰ تھی اور ان کے ساتھ ۱۸۶۰۰ مقدونوی تھے تو ہمیں اکائیہ کے فوجی نظام کی خراب حالت کا اندازہ ہوتا ہے اور رہ رہ کر افسوس ہوتا ہے کہ کیوں یونان نے اراٹوس جیسے شخص کے قبضے میں اپنی قسمت دے دی جو چاہتا تھا کہ سیاسیات میں بڑے پیمانے پر حصہ لے لیکن ساتھ ہی نہ اسکے پاس اس کی قوت تھی اور نہ اپنے پیروں پر اثر ڈالنے کی اہلیت۔ بہر حال، فریقین کے درمیان سیلاسیہ کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ کلیومنیس اور اس کی فوج نے بڑی بہادری دکھائی، لیکن انٹی گونس اور فلپوپمن کی شاندار فوجی قابلیت کے سر سہرا رہا۔ کہتے ہیں کہ بیس ہزار میں سے صرف چار ہزار اسپارٹی باقی رہے اور کلیومنیس نے آئندہ کسی قسم کی مدافعت کا خیال چھوڑ دیا۔ وہ کچھ روز تک اسپارٹا کے ایک فیل پائے سے لگا کھڑا رہا اور کھانے پانی سے بالکل انکار کرتا رہا۔ اس کے بعد اسپارٹا سے وہ گتھیوم گیا اور وہاں سے ایک جہاز میں بیٹھ کر اسکندریہ کا رخ کیا۔ انٹی گونس نے اسپارٹا کے پرانے دستور کا احیا کیا، لیکن ملوکی ادارے کو بالکلیہ منسوخ کر دیا، اور بیوتی براخیلاس کو اسپارٹا کا مقدونوی صوبہ دار بنا کر اسپارٹا کو کلیتہً عہدیدیوں کے سپرد کر دیا۔ انٹی گونس اسپارٹا ہی میں تھا کہ اُسے خبر ملی کہ الیریائیوں نے مقدونیہ پر حملہ کر دیا ہے،

باب ۱

چنانچہ جس قدر جلدی ممکن ہوا وہ واپس مقدونیہ گیا۔ اگر یہ خبر ایک ہفتہ پہلے آجاتی تو شائد جنگ سیلاسیہ لڑی ہی نہیں گئی ہوتی۔ انتی گونوس کی واپسی اور اُس کے تھوڑی ہی مدت کے بعد اُس کی موت نے یونان کو ایک سیاسی تنظیم کی بنا پر غلامی کی زنجیروں سے نجات دی۔ انتی گونوس نے الیریائیوں کو شکست دی۔ لیکن چند ہی روز بعد جریان خون سے مرگیا (اواخر ۲۲۱ سنہ ق م یا اوائل ۲۲۰ سنہ ق م)۔ اس کے بعد میگالوپولس کی ایرانی حیثیت عود کر آئی، لیکن فلیوپوئے من کریٹ چلا گیا اس لئے کہ وہ پیلوپونیز کی آنے والی تاریکی میں حصہ لینے پر جنگی فنون میں مشق کرنے کو ترجیح دیتا تھا۔ یہ زمانہ ایسا تھا کہ ایسے ایماندار لوگ جن میں خود رائی کا نقص نہ ہو، خود اپنی کامیابیوں سے گھبراتے تھے۔ رہا اورخومینوس، تو وہ مقدونیہ ہی کے قبضے میں رہا۔

ہم کلیومنیس کی افسوسناک موت کا ذکر، جو مصر میں واقع ہوئی، اور اراتوس کی وفات کا بیان پندرھویں باب میں کریں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ اراتوس نے اپنے طرز عمل سے اُن لوگوں کے ہاتھوں جنکی قربان گاہ پر اُس نے اپنی عزت تک چڑھا دی تھی، اپنے اوپر اور اپنے رشتہ داروں پر موت اور تذلیل و توہین کے علاوہ کچھ حاصل نہیں کیا۔ ہمارے نزدیک نہ صرف یہ کہ شاہ اسپارٹا اراتوس سے کہیں بڑا آدمی تھا بلکہ اُس سے زیادہ قسمت والا بھی تھا۔ دونوں کی زندگی کا خاتمہ اپنے نام نہاد دوستوں یعنی شاہان مقدونیہ و مصر کے ہاتھوں ہوا؛ لیکن کلیومنیس کی ضمیر تو کبھی اُصول کے توڑنے پر نفرین نہیں کرتی ہوگی، اور جب اُس نے دیکھا کہ عزت و وقار سے زندگی ناممکن ہے تو اُسنے جان بوجھ کر اپنے ہاتھوں کام تمام کردیا۔

باب یازدہم

رومن اور یونانی سنہ ۲۲۰ ق م تک

پہلی فنیقی جنگ

اب کچھ دیر کے لئے مغرب کا رخ کیجئے۔ ہم دیار مغرب کی تاریخ اُس وقت تک کی بیان کر چکے ہیں جب روما نے تارنتوم کو فتح کر لیا تھا اور تمام جزیرہ نمائے اٹلی کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ اس کے بعد رومن خاکنائے سسلی کو عبور کرتے ہیں۔ سسلی میں پرہوس کی واپسی کے بعد ایک نوجوان قابل شخص ہیرون ولد ہیرو کلیس نے اپنے آپ کو اس قدر طاقتور بنا لیا تھا کہ اُسے سرقوسی فوج اور سرقوسی شہریوں نے اپنا حکمران تسلیم کر لیا (سنہ ۲۷۵ ق م)۔ اس پُرآشوب زمانے میں اس کی ضرورت تھی کہ کوئی ایک شخص برسر اقتدار ہو۔ صورت حال یہ تھی کہ مغربی سسلی میں قرطاجنیوں کو اور شمال و مشرق میں مسانہ کے مامرتینیوں کو سیادت حاصل تھی۔ اگر سرقوسہ والے یہ چاہتے تھے کہ لوگ اُن کی عزت کریں تو یہ بسا ضروری تھا کہ وہ ان دونوں میں سے کسی کو نیچا دکھائے۔

باب ۱۱

چونکہ قرطاجنہ پر کسی قسم کا اثر ڈالنا ناممکن تھا اس لئے ہیئے رون نے مامرتی نیوں کو مغلوب کرنا چاہا اور اسے اس لئے اور بھی آسانی معلوم ہوئی کہ مسانہ سرقوسہ سے قریب تر تھا۔ وہ مسانہ پر قبضہ کرنے ہی کو تھا کہ قرطاجنی سپہ سالار ہنی بعل نے شہر میں اپنے سپاہی لا داخل کئے اور ہیئے رون کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ لیکن باوجود اس پسپائی کے اُس نے اپنی قابلیت کا کچھ ایسا سکہ جمایا کہ سرقوسیوں نے اُسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا (سنہ ۲۶۹ ق م)۔ اس طرح مامرتی نیوں کی آزادی قائم رہی لیکن مستقل طور پر نہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ بالکل خود مختار رہنے کو دل سے پسند کرتے۔ لیکن یہ ناممکن تھا۔ اگر وہ سرقوسہ کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے تو یہ ان کے لئے بڑی توہین ہوتی اور اُنھیں نقصان ہی نقصان پہنچتا۔ سرقوسہ کو نظر انداز کر کے دو مملکتیں اور اُن پر دانت لگائے بیٹھی تھیں، یعنی قرطاجنہ اور روما۔ روما سے انکے نسلی تعلقات تھے، چنانچہ سنہ ۲۶۵ ق م میں جب مسانہ کا قلعہ قرطاجنیوں کے قبضے میں تھا تو مامرتی نیوں کی سفارت روما یہ استدعا کرنے گئی کہ رومن قوم مسانیوں کو اپنی حمایت میں لے لے۔

رومنوں نے اُن کی اس استدعا کو منظور کر لیا۔ وہ جانتے تھے کہ اس تصفیئے کی وجہ سے اُنھیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا اور قرطاجنہ سے جس کے ساتھ اُن کے تعلقات اچھے تھے جنگ جیسی شدید اور ہلاکت آفرین چیز میں حصہ لینا پڑے گا۔ لیکن اگر مسانہ پر قرطاجنیوں کا قبضہ ہو گیا تو بھی قرطاجنہ کے ساتھ جنگ لابدی تھی اس لئے کہ ایسی حالت میں ریگیوم پر رومن اور مسانہ پر قرطاجنی ایک دوسرے کے مقابل آجائیں گے، اور سب سے بڑا سوال یہ پیدا ہو جائے گا کہ آخر یہ آبنائے کس کی عملداری میں رہے۔ پھر قرطاجنہ کے ساتھ جنگ اس وقت اور بھی زیادہ مشکل العمل ہو جائے گی

اگر اُس کے قبضے میں مسانہ بھی آگیا۔ ان تمام امور کو ملحوظ رکھ کر روما نے خود اپنے مفاد کی خاطر مامرتینیوں کو اپنی حمایت میں لے لیا، اور گو قرطاجنی نہایت درجہ ہوشیار تھے تاہم رومنوں نے مسانہ میں اپنا لشکر پہنچا دیا اور اس کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ اس پر روما اور قرطاجنہ کے درمیان جنگ چھڑ گئی، اور سسلی کے دو اہم یونانی شہروں یعنی سرقوسہ اور اکراگاس نے قرطاجنہ ہی کا ساتھ دیا لیکن سرقوسہ زیادہ دن تک جنگ میں شریک نہیں رہا، اس لئے کہ جوں ہی رومن فوج کو کامیابی ہوئی اور جزیرے کے مشرقی شہر اس کے جانبدار ہوئے، فوراً (۲۶۳؁ ق م) ہیئرون نے ان سے ایسے شرائط پر جو اس کے لئے مُضر نہیں تھے، صلح کر لی۔ اُسے ایک سو یا دو سو ٹالنٹ ضرور ادا کرنے پڑے، لیکن علاوہ سرقوسہ کے اُس کا قبضہ جنوب میں ہیلوروس سے شمال میں تورومے نیوم تک اور اندرون مُلک میں اکرائے تک قائم رہا۔ اس کے بعد وہ رومنوں کا حلیف بن گیا اور جنگ کے دوران میں نہایت وفاداری سے ان کا ساتھ دیئے گیا اور اپنی طویل زندگی کے اختتام تک برابر ان کا وفادار دوست بنا رہا۔

ہم اس جنگ کے مزید واقعات کا جسے رومن "جنگ سسلی" کہتے تھے، اور جسے آجکل پہلی فنیقی جنگ کہا جاتا ہے، اس جگہ اعادہ نہیں کر سکتے، بلکہ صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ ۲۶۲؁ ق م میں رومنوں نے اکراگاس پر جو اُس وقت تک قرطاجنیوں کا محروسہ تھا، سات مہینوں کے محاصرے کے بعد قبضہ کر لیا، اور پچیس ہزار سے زیادہ لوگوں کو غلام بنا لیا۔ ۲۴۱؁ ق م کے صلح نامے کی رو سے علاوہ ہیئرون کی سرقوسی سلطنت کے اور مسانہ کے مفصّلات کے تمام جزیرہ رومنوں کے قبضے میں آگیا، اور اس جزیرے کو سب سے پہلے "صوبے" کا لقب دیا گیا جس سے مراد ایک ایسے

باب ۱۱ رقبے کی تھی جو کسی واحد عہدہ دار کے زیر انتظام ہو، اور جسے ”علاقے“ کی اہمیت حاصل نہ ہو۔ اس عہدہ دار کے اختیار کا دار و مدار محض جغرافی حدود پر نہیں بلکہ واقعات و حالات پر تھا۔

آنتائیے مسانہ کو عبور کرنے کی کچھ ہی مدت بعد رومیوں نے اڈریاٹک پار کے ملکوں میں دست اندازی کر کے دنیائے یونان کے مرکز کی طرف اپنے ہاتھ بڑھائے۔ اس کا سبب الیریا کے حالات تھے۔

جب ۲۳۱ ق م کے قریب ایتولی میدون کے اکارنانی شہر پر قبضہ کرنے والے تھے تو ایک سو الیریائی جہاز پانچ ہزار سپاہیوں کو لئے ہوئے خلیج امبریسیہ گئے اور چھاپہ مار کر ایتولیوں کو محاصرے سے دست بردار ہونے پر مجبور کیا۔ الیریائیوں کے اس مہم کا اصلی باعث دیمیتریوس شاہ مقدونیہ تھا۔ اس مہم کا رہبر اور سپہ سالار اگرون شاہ الیریہ تھا، اور جب اُسے اس میں کامیابی ہوئی تو وہ اتنا خوش ہوا اور عیش و عشرت میں اس قدر مبتلا ہوا کہ اس کے اثرات سے جاں بر نہ ہو سکا۔ اُس کی موت کے بعد اُس کی بیوہ تیوتہ نے اپنے نابالغ بیٹے کی جانب سے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اس نے اپنی الیریائی رعایا کو اختیار دیا، یا یوں کہو کہ اجازت دی کہ جہاں چاہیں چھاپے ماریں، اور جب یہ اجازت انھیں مل گئی تو انھوں نے ایلس اور مسینیہ کے بہت سے مقامات کو تاراج کیا اور اس کے بعد اپیائروس کا اہم شہر فینیکے مسخر کر لیا؛ لیکن جب اپیائروسیوں کے پاس ایتولیوں اور اکارنانیوں کی کمک آ گئی تو انھیں اس شہر کو چھوڑ دینا پڑا۔ لیکن اپیائروسی اتنے پست ہو گئے تھے کہ انھوں نے الیریائیوں کے ساتھ میل کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ حال میں الیریائی بحری قزاقوں نے چند رومن جہازوں کو بھی گرفتار کر لیا تھا جس کی وجہ سے کائیوس کورنکانیوس اور

باب ۱۱

لوسیوس کورنکانیوس کی سیادت میں ایک رومن سفارت تیوتہ کے دربار میں پہنچی۔ تیوتہ نے ان سفیروں کو جواب دیا کہ رسم و رواج کے مطابق الیریائیوں کو بحری قزاقی کا بلا شرکت غیرے حق حاصل ہے جس پر رومن سفیر نے برجستہ جواب دیا کہ بہت اچھا روما والے اس رواج کو بدل دینے کی تدبیر کریں گے۔ واضح ہو کہ ایتولی بھی مدت دراز سے بحری قزاقی میں حصہ لیتے تھے۔ بہرحال جب یہ سفیر روما واپس جا رہے تھے تو ان میں سے ایک یعنی لوسیوس کو تیوتہ نے قتل کرا دیا۔ اس کے بعد روما کو جنگ کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں باقی رہا اور جنگ سنہ ۲۳۰ ق م میں چھڑ گئی۔

آئندہ سال تیوتہ نے اس سے بھی بڑی فوج روانہ کی۔ اسنے دیراکیوم پر حملہ کیا اور وہاں کے باشندوں نے اس حملے کی مدافعت کی؛ لیکن باوجود اکائیائیوں اور الیریائیوں کی مدد کے کورکائرا پر الیریہ کا قبضہ ہو گیا۔ اب کنیوس فلوِیوس کی سرکردگی میں ۲۰۰ جہازوں کا ایک رومن بیڑا نمودار ہوا چنانچہ کورکائرا کے ایک الیریائی عہدہ دار مسمی دیمتریوس ساکن فاروس نے باشندگان کورکائرا کی رضامندی سے اس شہر کو رومنوں کے حوالے کر دیا۔ ساتھ ہی رومنوں نے دیراکیوم پر بھی قبضہ کر لیا، اور بہت سے الیریائی قبیلوں اور شہر ایسا بھی ان کے مطیع ہو گئے۔ اب الیریائیوں کی دماغ داری کا خاتمہ ہوا اور سنہ ۲۲۸ ق م میں تیوتہ نے جو خلیج کتارو کے قلعہ بند شہر رھیزون چلی گئی تھی، امن کے لئے درخواست کی اور یہ اعلان کیا کہ میں ہمیشہ خراج ادا کیا کروں گی اور دو غیر مسلح جہازوں سے زیادہ کبھی لیسوس سے آگے نہیں بھیجوں گی۔ اس طرح ادریاٹک پر رومن اقتدار کا بیج بو یا گیا۔ سنہ ۲۲۹ ق م کے قنصل، پوستومیوس نے، جو چالیس جہازوں سمیت رہ گیا تھا، اپنے ایلچی اکائیائی اور ایتولی لیگوں کے پاس رومن طرز عمل کے اسباب سمجھانے کے لئے روانہ کئے اور

باب ۱۱ وہاں سے بے حد تشکر و امتنان کے ساتھ جواب موصول ہوئے۔ اس کے بعد رومنوں نے ایتھنزیوں اور کورنتھیوں کے پاس ایلچی بھیجے، وہاں سے بھی شکریہ ادا کیا گیا، اور کورنتھیوں نے رومنوں کو خاکنائی کھیلوں میں اور ایتھنزیوں نے اسرار ایلیوسس تک میں شریک کر لیا اور رومنوں کو اپنے شہر کے اعزازی شہری بنا لیا۔

الغرض ؁۲۲۸ ق م میں رومنوں کو خود یونانی یونانیوں کے زمرے میں اس حد تک شامل کر لیتے ہیں جتنے ٹروائے والوں کے جانشین (جس کے ہونے کے رومن دعویدار تھے) ہو سکتے تھے، اور یہ یونان کے رومن عہد کی گویا تمہید تھی۔

باب ۱۱

یادداشت

اس باب کے لئے میں مشہور و معروف تاریخہائے روما کا حوالہ دینا کافی سمجھتا ہوں ۔ میں نے اپنی تاریخ سسلی کی دوسری جلد میں ہیئے رون کی ابتدائی زندگی کا حال بیان کیا ہے اور ساتھ ہی اس جزیرے کی سیاسی کیفیت کا مستقل پیرائے میں ذکر کیا ہے ۔ پہلی فنیقی جنگ کے لئے مقابلہ کرو میلٹزر: ”تاریخ اہل قرطاجنہ“ Meltzer: Geschichte der Karthager، جلد ۲، ص ۲۵۳ — ۲۵۶

باب دوازدہم

دنیائے یونان تقریباً سنہ ۲۲۰ ق م میں

(۱) دیار مغرب اور ارض یونان

سنہ ۲۲۰ ق م یا اُس کے قریب کے زمانے میں اس تاریخ کا دوسرا عہد شروع ہوتا ہے جس کا اس جلد میں بیان کیا گیا ہے، اور اس عہد میں مشرق اور مغرب دونوں کے معاملات میں روما کا اثر فایق ہے۔ اس امر کو ملحوظ رکھ کر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر تمام یونان کی جو کیفیت تھی اُس کا ذکر کیا جائے، اور یہاں سب سے پہلے ہم یونان کی سیاسی کیفیت کا تذکرہ کریں گے۔

مغرب اقصیٰ کا سب سے اہم شہر فوکسی بلدیہ مسالیہ تھا، جس نے یونان کی بڑی بڑی تحریکات میں بہت کم حصہ لیا تھا، چنانچہ ہم نے نہ تو اپنی تاریخ میں اس وقت تک زیادہ تذکرہ کیا ہے اور نہ آئندہ زیادہ تذکرہ کرنے کا خیال ہے[1] وہ ایک اہم تجارتی

---

[1] مسالیہ۔ دیکھو جلد ۱، باب ۲۰؛ پاؤلی ۴، $\frac{۱۶۲۴}{۱۶۳۴}$ میں کلیس کا مضمون؛

باب ۱۳

شہر تھا، جو ایک محدود مرکز میں اپنا اقتدار جمائے ہوئے تھا لیکن ایک وسیع حلقے پر تہذیب و تمدن پھیلانے کے ساتھ ساتھ سیاسیات کی وسیع دنیا کے ساتھ صرف اتنا ہی تعلق قائم رکھتا تھا جو اُس کے لئے اشد ضروری تھا۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ نہایت ہی بعید زمانے میں بھی مسالیہ کے روما سے دوستانہ تعلقات تھے۔ ان دونوں شہروں کا دیلفی میں جو خزانہ تھا وہ مشترک تھا اور یہی وہ مقام تھا جہاں سنہ ۲۹۵ ق م میں روما نے ویائی کا ایک حصہ بطور پیشکش کے جمع کیا تھا۔ جب غالیوں نے روما پر قبضہ کیا ہے تو مسالیوں نے اپنے مجبور و معذور دوستوں کی روپے پیسے سے امداد کی، جس کے معاوضے میں انھیں رومیوں نے چند حقوق دیے جنھیں ایزولیتیہ، اتےلیہ اور پروہدریہ کہتے تھے، اور جن کے بموجب اگر وہ چاہتے تو رومن شہری بن سکتے تھے، اگر وہ روما آکر رہ پڑتے تو وہ فوراً ہی محاصل ادا کرتے جو رومن شہریوں کو ادا کرنے پڑتے اور تماشائے عامّہ میں انھیں اچھی نشستیں ملتیں۔ اس کے بعد دوسری فنیقی جنگ میں مسالیوں نے روما کو عملی مدد دی۔ وہ اپنے رسم و رواج کے لئے مشہور تھے اور ان کا دستور اعیانیت لئے ہوئے تھا، جس کے بموجب اکثر امور کے تصفیے کا

بقیۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ سکہ جات، ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۷، ۸؛ ان کے مطابق شہر کے خاص معبود ایفی سوس، ارتےمس اور اپولو دیلفی نیوس تھے۔ پی تھیاس، کرسٹ، ص ۲۶۳؛ اس کا سب سے مفصل بیان میولن ہوف: "قدیمیات المانیہ" Muellenhoff : Dentsche Alterthums.Kunde جلد ۱، دیکھو اشٹارک: "جنوبی فرانس میں شہری زندگی، فنون لطیفہ و قدیمیات" Stark : Staedteleben, Kunst und Alter:hum in Sued-Frankreich یینا سنہ ۱۸۵۵ء، ص ۳۱/۴۷ و ص ۵۸۴/۵۸۵، مع نقشہ، جس میں توصیفی اور تاریخی خاکہ دیا ہوا ہے۔ نیز دیکھو Niese جلد ۱، ص ۴۹۸/۴۹۴۔

باب ۱۲ اختیار چھ سو سیناتیوں کو دے دیا گیا تھا جنھیں تموخی کہتے تھے۔ اندرونِ غالیہ کے ساتھ مسالیہ کی تجارت ترقی پر تھی اور وہاں کے باشندوں کی نوآبادیاں دریائے رھون کے کنارے واقع تھیں اور تجارتی تعلقات برطانیہ تک پھیلے ہوئے تھے۔ مسالیہ کے ذریعے سے یونانی تہذیب غالوی قبیلوں میں پھیل گئی چنانچہ یہاں کے یونانیوں نے غالویوں کو زیتون اور انگور کی کاشت کے طریقے بتائے اور پتھر سے شہروں کی فصیل بنانا بھی سکھایا۔ خود مسالیہ حقیقی یونانی علوم وفنون کا مرکز تھا اور اس شہر میں صرف ونحو، لسانیات اور جغرافیے کا خاص طور پر مطالعہ کیا جاتا تھا۔ تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مسالیہ نے جو مصنّف پیدا کیئے اُن کی تعداد کچھ زیادہ ہوگی، بلکہ اگر ہم غائر نظر ڈالیں تو انھیں سے حقیقی معنوں میں صرف ایک ہی اہم شخص گزرا ہے، اور وہ پی تھیاس تھا جس نے چوتھی صدی ق م کے اختتام پر جزائر برطانیہ کے شمال میں تھولے کے مقام تک بحری سفر کیا اور اپنے سفر کے دوران میں عرض البلد کے متعلق ہیئتی مشاہدات کئے۔ لیکن جتنی تعریف کی مستحق اُس کی محنت اور اُس کی تحقیقات تھی وہ اُسے نہیں ملی، اور پولی بیوس اُسے "کذّاب" کا لقب دینے میں باک نہیں سمجھتا۔

اٹلی کی یونانی آبادی محض چند بلدیات تک محدود ہے، اور اہم مقامات میں صرف نیاپولس، تاراس، رھے گیوم، اور لوکری ہی باقی ہیں۔[۲] ۱۹۳ء ق م میں ان میں سے پہلے تین روما کے

---

[۲] تارنتوم، لوکری، ایلیہ اور نیاپولس پہلی فینیقی جنگ میں (پولی بیوس ۱، ۲۰) اور نیاپولس، رھے گیوم اور تارنتوم ۱۹۳ء ق م میں رومنوں کے پاس جہاز روانہ کرتے ہیں۔

تاراس اور اس کے سکوں کے لئے دیکھو ایونز: "سواران تارنتوم"، جریدۂ مسکوکیات Num. Chron. ۱۸۸۹ء۔ تاراس نے اپنا معیار تقریباً ۲۸/۲۷ ق م

خود مختار حلیفوں کی حیثیت سے نمودار ہوتے ہیں اور جب روما انطاکوس

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - میں تبدیل کیا اور اپنی دو درہمیان (کمپانیہ کے معیار کے مطابق) ۱۱۶ گرین کی اور پھر صرف ۱۰۰ گرین کی کردیں - ہرقلیہ اور تھوری میں بھی اسی قسم کی تبدیلی کی گئی، لیکن میتاپونتوم اور کروتون میں اس قسم کے سکّے نہیں نکلے - ایونز کہتا ہے کہ سنہ ۳۰۰ ق م سے ذرا پہلے لوکانیوں نے میتاپونتوم پر قبضہ کرلیا تھا، لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے؛ اس کے ساتھ ہی سنہ ۲۹۹ ق م میں کروتون پر اگاتھوکلیس کا قبضہ ضرور ہوگیا (دیودوروس ۲۱، ۳) - پرھوس کا جو اثر تارنتوم میں تھا وہ بھی سکّوں سے معلوم ہوتا ہے، اس لئے پرھوس نے سرقوسہ میں جو سکّے ڈھالے تھے اُن کی طرح یہاں کے سکّوں پر بھی ہاتھی، زیوس کے سر اور پالاس پروماخوس کی شبیہیں نظر آتی ہیں (ایونز، ۱۴۰-۱۷۰) -

سنہ ۲۷۲ ق م کے بعد بھی تارنتوم میں برابر سکّے بننا جاری رہا - ہرقلیہ کی طرح یہ بھی "حلیف بلدیہ" تھا، اور سسرو کی تقریر "بالبوس" ۲۲ کے بموجب اُس کا محالفہ خاص قسم کا تھا جس کی رو سے اُسے سکّے بنانے کا اختیار تھا؛ اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ اس اختیار کو کام میں لایا ہوگا اس لئے کہ اس مقام پر سکّے پائے گئے ہیں جو زمانۂ بعد میں مسکوک ہونے کے باوجود بھی پرھوس کے سکّوں کے نمونے پر بنائے گئے ہیں (ایونز ۱۶۵، ۱۶۹) - ایونز کہتا ہے کہ سنہ ۲۶۸ ق م میں روما نے جو دینار مسکوک کئے اُس کے بعد بھی تارنتوم برابر اپنے سکّے بناتا رہا (۱۷۱) - اس زمانے میں تاراس اور نیاپولس کے سکّوں میں ایک قسم کی مشابہت پائی جاتی ہے (ایونز ۱۷۵)، اور اسی قسم کے اسی وزن کی دو درہمیاں تیاتے (تیاتوم) میں (جو اپولیہ میں واقع ہے) ملے ہیں (ایونز ۱۷۶) - اسکے برعکس (ایونز ۱۹۳ کے بموجب) سنہ ۲۲۸ ق م میں رومنوں نے حکماً تارنتوم کی سکہ سازی بند کرادی، اور اسی زمانے میں دوسرے مقامات پر بھی اُنھوں نے کمپانی "وکتوریاتوس" (تقریباً ۵۲ گرین، اور ہیڈ کی رائے کے بموجب) نصف کمپانی فینقی استاتر کے برابر رائج کردیا، اور سنہ ۲۲۹ ق م میں اپولونیہ اور کورکائرا نے بھی وکتوریاتی

باب ۱۲

کے خلاف جنگ آزما ہوتا ہے تو وہ اُس کی مدد کے لئے جہاز مہیا کرتے ہیں۔ ان بلدیات کی خود مختاری کا ثبوت اُن کے حق پناہ سے ہی نہیں بلکہ اُن کی سکہ سازی کے اختیار سے حاصل ہوتا ہے، چنانچہ وہ چاندی اور تانبے دونوں کے سکّے ڈھالتے ہیں۔ میں نے اپنے حاشیے میں اس پر مفصل بحث کی ہے

رہیگیوم سنہ ۲۷۹ ق م میں روما کے زیر حمایت آگیا تھا، اور اُس نے دیسیوس ویبلیوس کی سیادت میں ایک لیجن وہاں مقرر کر دی۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ سنہ ۲۷۱ ق م میں انھوں نے ایک ترکیب چل کر شہر پر قبضہ کیا اور مسانہ کے مامرتینی کی طرح اُس کو تاراج کیا تھا۔ لیکن رومنوں کا اس شہر پر زیادہ دن تک قبضہ نہیں رہا، اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ سنہ ۲۷۱ ق م یا سنہ ۲۷۰ ق م میں رومن قنصل گینوکیوس نے اُسے باغیوں سے دوبارہ لے لیا۔ اب رہیگیوم نے اپنی آزادی از سر نو حاصل کر لی اور برابر سکّے بناتا رہا، اور چونکہ ان کا معیار وہی تھا جو سسلی کے سکّوں کا تھا اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا مقصد زیادہ تر یہ تھا کہ سسلی کے ساتھ تجارت میں سہولت ہو۔

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ کے نمونے پر اپنے درہم بنانے پڑے۔ (ایونز ۱۹۳)۔ اٹلی میں وکتوریاتی کروتون، لوکیریہ وغیرہ میں ڈھالے جاتے تھے۔

آخر میں تھوڑی ہی ایسا شہر رہ گیا تھا جو سکّوں کے معاملے میں تاراس کا اتباع کرتا رہا۔ (ایونز ۱۲۷، ۱۲۸)۔

رہیگیوم؛ ہیڈ، ۷۶، ۹۵ - ۵۰ اور ۸ گرین والے سکے ۴ اور ۱½ اشرفی کے ہیں۔

لوکری؛ ہیڈ ۸۸، ۸۹؛ تصویر ۵۹ ایک اسٹاتر کی ہے جس پر زیوس کا سر بنا ہوا ہے جس کے ایک طرف پستس پتّوں کا گھیرا روما کے سیر پر رکھتی ہوئی نظر آتی ہے۔

باب ۱۲

لوکری کی تاریخ بھی اُس کے سکوں سے ظاہر ہوتی ہے سنہ ۲۷۷ ق م میں لوکریوں نے وہ لشکر جو پرھوس نے اس شہر کی حفاظت کے لئے رکھا تھا، نکال باہر کیا، اور سنہ ۲۷۶ ق م میں انھیں دوبارہ بادشاہ ایپائروس کا مطیع بننا پڑا، لیکن بہت جلد اپنی آزادی بھی حاصل کرلی۔ پرھوس نے لوکری میں بعض نہایت نفیس سکے ڈھلوائے، جن کا بیان حواشی باب ۸ میں کیا جا چکا ہے؛ آزاد ہونے کے بعد لوکریوں نے اسٹاتر ڈھالے، جن کے ایک طرف زیوس کا سر تھا اور دوسری طرف ایک تشبیہی پیکر یعنی ایتادہ پستس نشستہ روما کے سر پر پتوں کا گھیرا رکھتی ہوئی نظر آتی تھی۔ واضح ہو کہ زیوس کا سر پرھوسی سکوں والے زیوس کے سر سے بہت کچھ مشابہ تھا۔

جہاں تیسری صدی ق م میں لوکری چاندی کے سکے بنانا بند کردیتا ہے، وہاں اسی زمانے میں بریتی قوم نہایت ہی نفیس چاندی اور سونے کے سکے پرھوسی معیار پر بناتی ہے اور اپنی نفیس طبیعت اور تموّل کا ثبوت دیتی ہے[۵۳] نہ صرف ان کا معیار پرھوسی ہے بلکہ جو شبیہیں اُن پر بنی ہیں وہ بھی پرھوس کے سکوں کی یاد تازہ کرتے ہیں اس لئے کہ وہ پوسیڈون اور تھیٹس کے (جو اکی لیس کی ماں تھی) مذہب کی طرف اشارہ کرتے ہیں؛ اس قسم کے کثیر و وافر سکوں سے روما سے مکمل آزادی کا پتا لگتا ہے، اور ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ مدت بعد بریتیوں نے آخر کار روما کا ساتھ چھوڑ دیا۔ گو بریتی اصل میں مُلک کے اصلی باشندے تھے، لیکن تہذیب و تمدن کے اعتبار سے وہ بالکل یونانی تھے۔ ان کا مستقر کونسن تیہ تھا۔ ہمیں ان کے دستور کا علم نہیں نہ یہ معلوم ہے کہ ان کا تعلق مُلک کے چھوٹے چھوٹے یونانی شہروں سے کیسا تھا، جن میں ہیپے لیہ، کولونیہ، لوکریہ، تیرینہ اور

---

[۵۳] بریتی؛ ہیڈ، ۷۷ و ۷۸، اور ایونز لوکانی؛ ہیڈ ۵۷۔

باب ۱۱ تیمیہ اُس زمانے میں غالباً ایک نہایت ناکارہ انداز سے موجود تھے۔

لوکانی قوم نے، جس پر یونانیت کا اثر کم تھا، صرف تانبے کے سکّے بنائے۔

سسلی میں؎ سنہ ۲۲۰ ق م میں، علاوہ رومن صوبے کے ہیئے رون

؎ سسلی - اس زمانے کے سکّوں کی مختصر تاریخ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۱۰۱؛ مقابلہ کرو "مسکوکیات سرقوسہ"، اور الیونز: "سوارہ ان تارنتوم"۔

اگاتھوکلیس، دیکھو اوپر، باب ۷۔ عمومیت سنہ ۲۸۹ تا سنہ ۲۸۷ ق م؛ تانبے کے سکّے جن پر زیوس الیوتھے ریوس۔ ہکےتاس سنہ ۲۸۷ ق م تا سنہ ۲۷۸ ق م۔ سونے کے سکّے جن پر اس کا نام ہے؛ نقرئی سکّہ جس پر پرسی فونے کا سر بنا ہے اور دوسری طرف چوکڑی کی شبیہہ ہے اسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ تانبے کا سکّہ جس کی ایک طرف زیوس ہیلے نیوس اور دوسری جانب ایک عقاب گرتی ہوئی بجلی پر بیٹھا نظر آتا ہے۔ ان آخری سکّوں کی ہو بہو نقل مامرتی نیوں نے بھی کی، صرف فرق یہ تھا کہ ان میں زیوس کے سر کو آریس بتایا گیا ہے۔

پرھوس کے متعلق عام بحث کے لئے دیکھو باب ۸۔ اس نے سسلی میں جو روپیہ ڈھالا اُس کی انواع مفصلۂ ذیل ہیں:— (۱) وہ سکّے جن پر اس کا نام کندہ ہے؛ ان میں سے تانبے اور چاندی کے سکّوں کے ایک طرف کھلے بالوں والی پرسی فونے جس کی نقل ہکےتاس کے سکّوں سے کی گئی ہے اور دوسری طرف لڑتی ہوئی اتھینے نظر آتی ہے۔ ان سکّوں کی نوع مقدونوی ہے۔ نقرئی سکّوں کا وزن ۸۰ گرین تھا۔ علاوہ ازیں مفصلۂ ذیل سکّے بھی پرھوس ہی کے زمانے کے ہیں: طلائی:— ایک طرف پرسی فونے اور دوسری طرف "گھوڑوں کی جوڑی" ہیڈ: "سکہ جات سرقوسہ"، تصاویر ۱۰ و ۹؛ مسی: ایک طرف پرسی فونے کا سر، دوسری جانب شاہ بلوط کے گھیرے میں مشعل؛ تصاویر ۱۰-۱۱، اور دوسری نوع کے سکّے کے ایک طرف ہرقل کا سر اور دوسری جانب لڑتا ہوا پالاس۔

کی سلطنت بھی تھی جس میں جزیرے کے مشرقی ساحل کا ایک بڑا حصہ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ہرقل کا سر مقدونوی نوع کا ہے؛ پرھوس نے ایرکس کی فتح کے بعد ورزشی کھیل قائم کر کے ہرقل کی یادگار قائم کی؛ پلوٹارک: "پرھوس ۲۲؛ دیودوروس ۲۲، ۱۰۔

ہیئے رون دوم۔ ہیڈ کے بموجب اسکے طلائی سکے: ایک طرف پرسی فونے کا سر دوسری جانب لفظ "ہیئے رونوس" مع جوڑی کے۔ نقرئی:۔ (۱) ایک طرف "ہیئے رونوس"، پالاس کا سر، دوسری جانب پیگاسوس؛ وزن وہی جو پرھوس کے سکوں کا ہے یعنی ۹۰۔ (۲) ایک طرف "بازی لیوس ہیئے رونوس" بغیر ڈاڑھی کے، ایک طرف، چوکڑی دوسری طرف؛ ۴۳۲ گرین = ۳۲ لترائے۔ (۳) الفاظ "سیراکیوزیوئے گیلونوس"، بے ڈاڑھی کا سر؛ دوسری جانب جوڑی؛ ۸ لترائے؛ ایک طرف سر دوسری طرف گرتی بجلی پر عقاب "؛ ۴ لترائے بعض سکوں پر XII بھی کندہ ہے۔ (۴) الفاظ "بازی لیساس فلیستی زوس" مع ملکہ فلیستس کے سر کے (جس کے لئے دیکھو ہولم: "تاریخ سسلی" ۲، ۴۹۱) جس طرح پرھوس کے سکوں پر فتیہ اور فلادیلفوس کے سکوں پر ارسی نوئے کی نقاب پوش شبیہہ ہے اسی طرح اس ملکہ کے چہرے پر بھی نقاب ہے، اور سکے کی دوسری طرف گھوڑوں کی ایک جوڑی نظر آتی ہے۔ یہ سکے ۱۶، ۱۸ اور ۵ لترائے کے ہیں۔ (۵) سونا اور چاندی:۔ ان پر لفظ "صقیلیوتون" کندہ ہیں، جن سے مراد اغلباً نیتون، ہیلوروس، اکسائے، میگارا، لیونتی نی اور تورومینیوم سے ہوگی۔ ان سکوں پر جو شبیہیں ہیں وہ قابل لحاظ ہیں، یعنی سب سے وزنی سکوں پر خود ہیئے رون کی تصویریں، ان سے ہلکوں پر اس کی بیوی کی، اس کے بعد کے سکوں پر اس کے بیٹے کی اور تانبے کے سکوں پر خود اس کی شبیہیں بنی ہیں۔ ہیئے رون اور بطلیموس کے سکوں کے معیار کی مشابہت دلچسپی سے خالی نہیں۔ مقابلہ کرو امھوف کے خیالات اس کی کتاب "شبیہوں کی تصاویر" Portrætkopfe ۲۱ میں۔

باب ۱۲ اور مسانہ کے امرتینی شامل تھے۔ سیرقوسہ کے علاوہ ہیئرون
شمال میں لیونٹینی، میگارا، اور تورومے نیوم اندرون ملک
میں آکرائے اور جنوب میں نیتون اور ہیلوروس پر قابض تھا۔ وہ
اُس زمانے کے حسب حال اور ایک ہوشیار حکمراں تھا اور اسکے
ہر ایک سے اچھے تعلقات تھے۔ اُس نے ہر طرح سے رومنوں
کی خدمت کی، اور اُس کی حیثیت مغرب میں تقریباً وہی تھی جو مشرق
میں اٹالوس کی تھی۔ لیکن قرطاجنہ سے بھی اُس کے تعلقات بُرے
نہ تھے، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اُس کے نزدیک ان دونوں مملکتوں
کے امن و اماں کے تعلقات خود اُس کے وجود کی گویا ضمانت
تھی۔ ساتھ ہی اُس نے مشرقی ممالک، مصر و رھوڈز کے ساتھ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ہیئرونیموس نے سونے، چاندی اور تانبے کے
سکے ڈھلوائے جن کے ایک طرف خود اُس کا سر اور دوسری جانب پر دار
گرتی ہوئی بجلی کندہ تھی۔

حکومت (۲۱۵-۲۱۲ ق م) کے زمانے میں اتنی انواع کے سکے بنے کہ ہم یہاں
تفصیل درج نہیں کر سکتے، دیکھو ہیڈ: "سکہ جات سرقوسہ" تصاویر ۱۲ تا ۱۳۔

ہیئرون کے سکوں سے مصر کے تعلقات ظاہر ہوتے ہیں، ہیڈ:
"سرقوسہ" ۲/۶۔ ہیئرون کی حکومت کے خصائص: پولی بیوس ۷/۸۔ اُسکے تعلقات
ممالک غیر سے: اولمپیا، پوسانیاس ۶/۱۲، ۲ تا ۴؛ ۶/۱۵، ۶۔ روما، دیودورس
۱۴/۲۵- لیوی ۲۲/۳۷ Plut. Marc. ۸؛ مصر، جہاز، Althen ۵/۲۰۹-

تورومے نیوم کے سکے، ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۱۶۶- ۹۰ گرین کے سکے
جنھیں ہیڈ آٹھ اوبول کہتا ہے ("تاریخ مسکوکیات" ۹۰) جو بریٹیوں میں بھی پائے
گئے ہیں اور رہے گیوم کے قریب اور اکراگاس میں ملے ہیں (ہیڈ ۹۵)۔

رومن ایسے شہروں کو بھی تانبے کے سکے بنانے کی اجازت دیتے ہیں
جہاں پہلے کہیں دار الضرب نہیں تھا۔

باب ۱۱

مساوات کے اصول پر اچھے تعلقات رکھے۔ غالباً اگاتھوکلیس نے بطلیموس اول کی سوتیلی بیٹی تھیوکسینہ کے ساتھ شادی کی تھی، اور اسلئے دونوں ممالک کے تعلقات اچھے تھے۔ جب مصر میں ایک سال قحط پڑا تو ہیرون نے اناج بھرا ہوا جہاز روانہ کیا جس کا مفصل بیان اتھے نائیوس نے ہمارے لئے چھوڑا ہے۔ سرقوسہ کے سکوں سے بھی اس کے اور مصر کی دوستی کا پتا لگتا ہے، اور اسکندریہ اور سرقوسہ کے ذہنی اثرات کا جو ایک دوسرے پر پڑتے تھے، تھیوکریتوس کے اشعار سے پتا چلتا ہے جن پر باب ۱۲ میں بحث کی جائے گی۔ ہیرون کے رہوڈز کے ساتھ بھی دوستانہ تعلقات تھے، اور جب اولمپیاد ۱۳۸ (۲۲۷ ق م) میں اس جزیرے کو زلزلے نے تہ و بالا کر دیا تو اُس نے روپے پیسے، غلوں، محاصل درآمد و برآمد کی کمی وغیرہ کے ذریعے سے اس جزیرے کو مدد پہنچائی۔ زمانۂ حال میں سسلی میں بہت سے ایسے برتنوں کے دستے ملے ہیں جن میں رہوڈز کی شراب ملک میں آئی تھی اور جن پر رہوڈز کے نشان بنائے ہوئے تھے، اور اس سے سسلی اور رہوڈز کے درمیان رسل و رسائل اور تعلقات کا پتا چلتا ہے۔ ہیرون نے اپنی سلطنت پر نہایت نرمی سے حکومت کی اور شاہی اقتدار کے ظاہری ٹیم ٹام کی زیادہ پروا نہیں کی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس وقت بھی جب سسلی پر رومن حکومت قائم ہوگئی اس وقت بھی ہیرون ہی کے قانون "عشر" کا ہی نفاذ ہوتا رہا، اور اس سے اس جزیرے کے مرکزی کاروبار یعنی زراعت سے ہیرون کو جو دلچسپی تھی اسکا اظہار ہوتا ہے۔

یونان میں دو اہم مملکتیں اور دو لیگیں نظر آتی ہیں یعنی ایتھنز، اسپارٹا، ایتولی لیگ اور اکائیائی لیگ۔

اسپارٹا کی حیثیت افسوسناک ہے۔ اس کی فطری ارتقا میں

خلل پیدا ہو گیا ہے - اُس نے اپنے سیاسی نقائص کا انسداد کرنے کی کوشش کی تھی لیکن دوسرے یونانیوں نے مقدونیہ کی مدد سے محض رشک و حسد کی بناء پر اسے اس نہایت قابل تعریف کوشش سے باز رکھا تھا - چونکہ اسپارٹا کے لئے زندہ رہنا ناممکن تھا اور مرنا بھی مشکل تھا اس لئے وہ خود اپنے لئے اور یونان کے لئے ایک بار گراں ہو گیا -

اس کے برعکس ایتھنز اپنے دائرۂ اقتدار کو عاقلانہ طور پر محدود کر کے اپنی قدیم قوت کو قائم رکھتا ہے[۵] - وہ یونان کے معاملات

---

۵ اسپارٹا - یہ بات قابل لحاظ ہے کہ تیسری صدی ق م میں یہاں شاہی سکے ڈھالے جاتے تھے - وہ سکے جن کی بابت ہمیں معلومات حاصل ہے اور جو حال ہی میں منکشف ہوئے ہیں حسب ذیل ہیں: آریوس کی چو درہمی، ہیڈ، تاریخ مسکوکیات، ۳۶۴ - حال ہی میں نابس کی ایک چو درہمی ملی ہے جس پر لفظ "نابیوس" کندہ ہے - جریدۂ مراسلات یونان Bull. Corr. Hell. سنہ ۱۸۹۱ء، ۴۱۶: لامبروس "اناگرانے" ایتھنز سنہ ۱۸۹۱ء - ممکن ہے کہ بعض کی چو درہمیاں جنھیں بوسیولس، دوسون کی طرف بحیثیت حکمران اسپارٹا منسوب کرنے کی طرف مائل تھا (دیکھو ہیڈ ۳۴۶) کلیومنیس کی ہوں -

ایتھنز - پولی بیوس (۵، ۱۰۶) یوری قلیدیس اور میکیون کے عہد میں اس شہر کی حالت پر مخالفانہ حکم لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ دونوں ہر بادشاہ کی چاپلوسی کیا کرتے تھے - اس رائے کا ہرمان ٹومزر (ص ۱۳۵) نے اعادہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ دونوں طماع خطیب تھے - یہ بالکل خلاف حقیقت ہے - اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ فیلقوس نے بالآخر انھیں زہر دلوا دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ایسے حکمران کی چاپلوسی نہیں کی جو سب سے طاقتور اور ایتھنز کیلئے سب سے خطرناک تھا، اور اس انجام سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے حب وطن کا ناقابل تردید ثبوت دیا - عام صورت حال کا صحیح اندازہ کر کے،

باب ۱۲

کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتا ہے، اور ایتولی و اکائیائی لیگوں میں شامل نہیں ہوتا بلکہ ان کی بجائے پرگامم اور رھوڈز کی صلح کل لیگ سے دوستانہ تعلقات قائم رکھتا ہے۔ اس طرز عمل کی ابتدا ایورتقلیدس اور ملیون برادران سے ہوتی ہے، چنانچہ فیلقوس شاہ مقدونیہ نے انھیں زہر دلوادیا۔

لیگوں میں ایتولی لیگ قدیم ترین ہے[۹۶]۔ اس قوم کی تاریخ کا کئی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ انھوں نے مصر کے ساتھ پرانے تعلقات کی تجدید کی؛ دیکھو پلوٹارک: "اراتوس" ۴۱۔ ان کے نام سکوں پر؛ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۳۱۹؛ مگر غالباً جن لوگوں کی شبیہہ کا حوالہ دیا گیا ہے وہ ان دو مشہور لوگوں کے جانشین ہوں گے قبیلوں کے نام ہرمان ٹومزر کہ ۱۳۵؛ گلبرٹ ۱ (۲) ۲۲۳۔

[۹۶] لیگیں۔ حال کے مورخ: ۱۔ فریمین: "تاریخ حکومت وفاقیہ" A. Freeman:
History of Federal Government. جلد ۱، لندن سنہ ۱۸۶۳ء؛ اشاعت جدیدہ
سنہ ۱۸۹۳ء۔ و۔ فیشر: "تحقیقات" "مکتوبات مختصر" جلد ۱۔ W. Vischer:
Abh. in Kleine Schr م۔ دیوبوا: "ایتولی و اکائیائی لیگیں" M. Dubois: Les
Ligues étolienne et achaéen پیرس سنہ ۱۸۶۴ء۔
ایتولیوں کے لئے دیکھو گلبرٹ ۲، ۲۱/۳۲، اور برانڈشٹاٹر Branslatter
کی وہ تحریریں جن کا وہاں اقتباس دیا گیا ہے "ایتولی لیگ کی تاریخ Gesch. desaito
aitol. Landes سنہ ۱۸۴۴ء؛ کون: "قیام بلدیات قدیمہ" Kuhn:Enstehung
der Staedte der A lten صفحہ ۷، ۸ وغیرہ۔
اکائیائیوں کے لئے گلبرٹ ۲، ۱۰۴/۱۲۴، اور ہیل ونگ Hellwing سنہ ۱۸۲۹ء،
مرلیکر سنہ ۱۸۳۱ء و سنہ ۱۸۳۷ء (مرلیکر Merlekcir نے جنگ کلیومنیس کی بابت بھی
لکھا ہے)، وانر Wahner سنہ ۱۸۵۴ء، وے نرٹ Weinert سنہ ۱۸۸۱ء۔ بے یر:
"مطالعات لیگ اکائیہ" Baier : Stud : Z ach. Bundesverf ورتزبرگ
سنہ ۱۸۸۶ء؛ ہماقی "مسائل" ۱۷۶/۱۸۶؛ بوسولٹ: "قدیمیات یونان" Busolt : Gr. St

مرتبہ حوالہ دیا جا چکا ہے۔[6] خیرونیہ کے میدان میں وہ فیلقوس کے حلیف

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اشاعت دوم، سنہ ۱۸۹۲ء صفحہ ۲۷، ۴۳ وغیرہ؛ تیوپفر: "اکائیہ" پاؤلی کی محیط المحیط میں؛ ایتولیوں کے لئے اسی محیط میں ولکن Wilcken کا مضمون جلد ۱، $\frac{۱۱۱۵}{۱۱۲۷}$ —

[6] ایتولی۔ دیمتریوس فتیہ کا تہوار ایتھنز میں مناتا ہے (پلوٹارک: Dem — ۴۰) اس لئے نہیں کہ ڈرواۓسن کے مفروضے کے مطابق ایتولیوں نے یونانیوں کو دیلفی آنے سے روکا تھا، جس کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی بلکہ اس کے برعکس ان کا مقصد تو یہ ہوگا کہ ان کی صدارت میں یہ تہوار بخیر و خوبی ختم ہو، اور اس کی اصلی وجہ یہ ہو گی کہ دیمتریوس کسی بہانے سے اپنے آپ کو ممتاز کرنا چاہتا تھا۔

ایتولیوں اور بیوتیوں کے باہمی تعلقات؛ دیکھو اوپر باب ۱۰۔

امفکتیونوں کی طرف سے آریوس ایتولیوں کی مخالفت کرتا ہے؛ یوستی نوس ۲۴، ۱؛ ڈرواۓسن ۲، ۲۴۴، ۲۴۵؛ فون ولاموونز ۲۵۹۔ لیکن ایتولی امفکتیونی لیگ پر قابو یافتہ تھے۔ آریوس اسپارٹا میں مقدونوی مفاد کی نگرانی کرتا تھا (دیکھو اوپر باب ۹) یہ غالباً امفکتیونیوں میں مقدونوی گروہ کی اس کوشش کا ایک مظاہرہ تھا کہ ایتولیوں کو لیگ میں جو رتبہ حاصل تھا اس سے محروم کر دے؛ دیکھو اوپر باب ۲، حاشیہ ۲۳۔

ایتولیوں اور امفکتیونی لیگ کے باہمی تعلقات؛ لیوڈرز: "دیونی سی نقاش" Luders : Die dionysichen Kuenstler ۸۳، ۱۱۲، ۱۱۳۔

لیگ میں ایتولیوں اور گوناتاس کا اکائیوں کا مد مقابل بننا؛ پولی بیوس ۲، ۴۳؛ ۹، ۳۴۔ اگر ایتولی لیزی ماخیہ، آئے نوس اور مارونیہ کے حلیف تھے (پولی بیوس ۱۵، ۲۳؛ ۱۷، ۳) تو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس محالفے کا منشا مقدونیہ کی مخالفت تھی اور اسی لئے فیلقوس ان مقامات کے پیچھے پڑا تھا۔

ایتولی تمارخوس الیونیہ میں لڑتا ہے؛ پولیائے نوس ۵، ۲۵ Front. ۳، ۲، ۱۱۔

باب ۱۲ تھے، لیکن جب اُنھوں نے اوے نیاداے پر سکندر کی خواہش کے خلاف اس پر قبضہ کرلیا (جلد ۳ باب ۲۶) تو وہ اس فعل سے مقدونیوں سے برسرپیکار ہوگئے اور ایتھنزیوں سے قریب تر ہوگئے، چنانچہ جنگ لامیہ میں وہ ایتھنزیوں کے حلیف تھے اور یونانیوں میں وہی ایک قوم تھی جنھوں نے انتی پاتر کے سامنے سرِتسلیم خم نہیں کیا۔ اُنھوں نے کاساندر کے خلاف پولیس پرخون کا ساتھ دیا اس لئے کہ وہ ایتولیہ کے قریب ہی کے پہاڑی علاقے کا باشندہ تھا، اور ۳۰۵ ق م تک اُن کی قوت اتنی بڑھ گئی تھی کہ ایتھنزیوں کے ہمنوا ہوکر اُنھوں نے دیمتریوس کو پیام بھیجا کہ اُس کے لئے یونان آنا اور کاساندر کی زیادتیوں کی مدافعت کرنا رھوڈز کے محاصرے سے بدرجہا بہتر ہوگا۔ لیکن جب دیمتریوس نے یونان کے بیشتر حصے پر قبضہ کرلیا تو ان میں اور اس میں جو اچھے تعلقات تھے اُن کا خاتمہ ہوگیا۔ اس وقت ایتولی لوکرس اور فوکس تک کے گویا مالک تھے، اور اُن کے قبضے میں دلفی تھا؛ جس کی وجہ سے دیمتریوس کو ایک بہانہ ہاتھ آیا (باب ۲) اور اُس نے قشیہ کو ایتھنز منتقل کردیا جہاں سے وہ اُن کے سرپرست ہونے کا دم بھر سکتا تھا۔ ۲۸۹ ق م میں ایتولیہ دیمتریوس اور اُس کے مدِمقابل پرھوس کے باہمی نزاعات کا میدان بن گیا۔ دیمتریوس نے ایتولیہ پر حملہ کردیا اور جب وہ ایپائروس کی طرف چلا تو اپنی جگہ اپنے سپہ سالار پانتوخیس کو چھوڑ دیا۔ اب پرھوس نے نمودار ہوکر اس پانتوکیس کو شکست دیدی۔ کیرانوس کے سلیوکوس کو قتل کرنے کے بعد ایتولیوں نے گوناتاس کو مقدونیہ پر قبضہ کرنے میں مدد دی۔ اب آریوس اور ایتولیوں کی عجیب وغریب جنگ آتی ہے، اور غالوی قوم کے یونان میں گھس آنے کے بعد ایتولیوں کا طرزِ عمل اور حیثیت صاف ہوجاتی ہے؛

باب ۱۱

وہ تھرموپلی کی دشمن کے حملوں سے حفاظت کرتے ہیں اور امفکتیونی لیگ کے مسلم محافظ بن جاتے ہیں، اور اسی حیثیت سے سوتیریہ کے جدید میلے کا آغاز کرتے ہیں جسے باقی تمام یونانی بھی تسلیم کر لیتے ہیں۔ سنہ ۲۷۲ ق م میں مولوسی شاہ سکندر اکارنانیہ کا کچھ حصہ خود لے لیتا ہے اور کچھ ایتولیوں کو دے دیتا ہے۔ چونکہ اب وہ دیلفی، تھرموپلی اور نئو پاکتوس جیسے اہم نقاط پر قابض تھے اس لئے یونان میں اُن کی حیثیت نہایت ارفع و اعلیٰ تھی اور جب بیوتیہ بھی اُن کی لیگ میں شامل ہو گیا تو اس میں پہلے سے بھی اضافہ ہو گیا، لیکن بیوتیہ کا شمول مستقل نہیں رہا۔ پولی بیوس کہتا ہے کہ اکائیائیوں کو زیر کرنے کی غرض سے اُنھوں نے گوناتاس کے ساتھ ایک عہد نامہ کیا، اور امتداد زمانہ سے اُن کا حلقۂ اثر وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ اُنھوں نے نہ صرف اپنے یک جدی باشندگان ایلس کو مغلوب کیا، بلکہ فگالیہ، تگیہ، مین تی نیہ، اور ارخومینوس اور جزیرہ کیفالینیہ کو فتح کر لیا، اور آخر الامر جزیرہ کیوس، لیزی ماخیہ اور خالکدون بھی انکی لیگ میں شامل ہو گئے۔ سنہ ۲۲۰ ق م میں ہم دیکھتے ہیں کہ ان کا مصر کے حلفاء میں شمار ہے۔ ان کے اثر کی اس عظیم الشان وسعت سے معلوم ہوتا ہے کہ سمندر پر بھی اُن کی قوت بڑھی ہوئی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کی بحری قزاقی مشہور آفاق تھی، اور معلوم ہوتا ہے کہ صرف رضاکارانہ بیڑے سے اُنھوں نے اپنی قوت کو بڑھایا، چنانچہ جب لیگ کے اعلےٰ عہدہ دار چاہتے اس سے اپنی بے تعلقی کا اعلان کر دیتے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس ایتولی لیگ کا دستور کیا تھا؟ خارجی امور مثلاً مختلف عہدوں، مجالس مباحثہ و رائے دہی کے ناموں سے ہم بخوبی واقف ہیں، لیکن ایک امر ایسا ہے جس سے ہمیں کما حقہٗ واقفیت حاصل نہیں ہے، وہ یہ کہ آخر لیگ کے احکام کا منفذ کیا تھا؟ ؎ لیگ

؎ فریمین کی رائے کے مطابق ایتولیوں کے دستور کا مقابلہ سوئیزرستان کے

باب ۲۱

کا اعلیٰ ترین عہدہ دار استراتے گوس تھا، اور اس کے علاوہ ایک ہپارخ، ایک گراماتیوس اور ایک تامیاس تھے۔ غور کنندہ اور رائے دہندہ مجالس میں سے ایک اپوکلے توئے، ایک سونیدریون یا بولے اور ایک کوئینے سونودوس، ایک پان ایتولیکون یا مجلس اقوام ایتولیہ تھی، جو ہر سال نقطۂ اعتدال ربیعی کے بعد ماہ تھرمون میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ قدیم دستور سے کیا جا سکتا ہے، جس میں ان مقامات کو بھی کچھ حقوق حاصل تھے جن کا مختلف اجزائے وفاقیہ سے تو گہرا تعلق تھا لیکن جن کے حقوق اتنے وسیع نہیں تھے؛ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اسی طرح اکائیائی دستور کا مقابلہ ممالک متحدۂ امریکہ کے دستور سے کیا جا سکتا ہے۔ نیز ایتولی اجیر سپاہی سوئیزرستانیوں کی طرح تھے۔

ایتولیوں کے تعلقات مصر کے ساتھ نہایت عمدہ تھے۔ پولی بیوس ۴، ۳۰۔

بعض مصنف کہتے ہیں کہ ۳۳۸ ق م جیسے بعید زمانے میں ایتولی امفکتیونی لیگ میں شامل ہو جاتے ہیں، لیکن بعض کے نزدیک وہ ۲۷۸ ق م تک شامل نہیں ہوتے۔ اکائیائی ایتولیوں کے امفکتیونی معاملات میں مداخلت کی شکایت کرتے ہیں؛ پولی بیوس ۴، ۲۵۔

ایتولی ان ریاستوں کی جو خود اپنے پاؤں پر کھڑی نہیں ہوتیں، حمایت کرتے ہیں۔ لیکن فی الجملہ ان میں بربریت پائی جاتی ہے۔ مقابلہ کرو پولی بیوس، کتاب ۴۔ فیلقوس اپنے دشمنوں ایتولیوں کے خصائص بیان کرتا ہے؛ پولی بیوس ۱۸، ۴، ۵۔

ایتولی خود اجیر سپاہی ہیں لیکن اکائیائی اجیروں کو اپنی فوج میں بھرتی کرتے ہیں؛ ایک طرف دولت ہے دوسری طرف زور۔

نفیس نقرئی سکے؛ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۲۸۳؛ ان پر صرف "اے تولون" کندہ ہے اور کسی خاص مقام کا نام نہیں ہے۔ انواع: مقدونیوں اور غالویوں پر جو فتوحات حاصل ہوئیں انکے حوالے گارڈنر: "انواع" صفحہ ۳۵، ۱۰۲؛ تصویر ۱۲، ۴، ۴۲۔ یہ عجیب و غریب بات ہے کہ وہی اقوام سکوں کی خوبروئی پر زور دیتی ہیں جو سب سے کم متمدن اور تہذیب یافتہ ہیں، جیسے کریٹی اور ایتولی، اسکے بالکل برعکس ایتھنزی ہیں۔

باب ۱۳

جمع ہوتی، جنگ و صلح کے مسائل طے کرتی اور لیگ کے عہدہ داروں کا انتخاب کرتی۔ بولے اس سے ذرا زیادہ مختصر مجلس ہے۔ اپوکلیٹوئے سے مراد یا تو سینیدرئی کی جماعت ہوگی ورنہ اس کی کوئی قبلی مجلس لیکن وہ کون لوگ تھے جنھیں لیگ کی جمعیت میں رائے دینے کا حق حاصل تھا؟ بلاشبہہ وہ ایتولی ہی ہوں گے، لیکن کیا یہ حق صرف ان ہی تک محدود تھا؟ اور جب لیگ حدود ایتولیہ سے باہر تک پہنچی تو عام صورت حال کیا تھی؟ اس توسیع کا مظاہرہ خود ایتولیوں نے ایک نہایت ممتاز طریقے سے کیا یعنی ان میں اور ڈیلفی کی امفکتیونی سے اس قدر مطابقت ہوگئی کہ علاوہ تھرمون والی پان ایتولیکوں کے بعض مرتبہ ایتولی جمعیت کا کام تھرموپلی یا ڈیلفی والی مجالس ارکان امفکتیوں سے لیا جانے لگا بعد ازاں پیلوپونیز کی مملکتیں، دور و دراز کے جزیرے اور ہیلیسپونٹ کے بلدیات بھی لیگ میں شامل ہوگئے۔ ان ارکان کے حقوق کیا کیا تھے؟ کیا وہ بھی تھرمون والی مجلس میں حصہ لیتے اور رائے دیتے تھے؟ کیا لیگ نے ان کے فرائض کا تعین کر دیا تھا، اور وہ فرائض کیا تھے؟ آجکل عام خیال یہ ہے کہ توسیع شدہ ایتولی لیگ کا واحد مقصد یہ تھا کہ بیرونی حملے سے حفاظت کیلئے ایک طرح کا محالفہ قائم کیا جائے یا یہ بھی ممکن ہے کہ ان ریاستوں کو خود ایتولی بحری قزاقوں اور ڈاکوؤں سے جو خطرہ تھا اس سے وہ مامون و محفوظ رہ سکیں۔ ایسی حالت میں دور و دراز حصہ جات یونان کے ارکان کو اندرونی ایتولی معاملات میں رائے دینے کا حق نہیں ہوگا۔ مگر اس کے بعد بھی سوال باقی رہتا ہے کہ آیا تمام غیر ایتولی اسی ایک زمرے میں آتے تھے؟ اور آخر الامر کون کون سے اجزائے لیگ کے مباحث میں حصّہ لینے کے مختار تھے؟ شائد ان ہی ریاستوں کو اس کا اختیار ہو جو اقلیم یونان کے وسط میں ہوں۔ بہر حال

باب ۱۲

ہمیں ان سب امور کا علم نہیں۔ لیکن اغلب امر یہ ہے کہ اگر لیگ کی مجلس تھرمو پلی میں منعقد ہوتی تو کم سے کم ان سب ارکان کو جو وسطی یونان میں رہتے تھے، رائے دہی کا حق ہوگا، بلکہ قیاس یہ بھی چاہتا ہے کہ ایسی جمعیت کا مقصد ہی یہ ہوگا کہ لیگ کی توسیع شدہ شکل کے معاملات پر بحث و مباحثہ کرے۔

ایتولی لیگ کے علاوہ اکائیائی لیگ ایسی ہے جس نے تاریخ میں سب سے زیادہ حرکت پیدا کی ہے[۵۹]۔ ۲۸۰؁ ق م میں اس میں صرف چار شہر شریک تھے، لیکن رفتہ رفتہ اس میں پہلے تو اکائیائیہ کے تمام شہر شامل ہوئے، اور ۲۵۵؁ ق م میں بجائے متعدد استراتے گوئے کے صرف ایک ہی استراتے گوس رکھا گیا تو اس میں مرکزیت اور قوت پیدا ہو گئی اور جب ۲۵۱؁ ق م میں اسمیں سکیون شامل ہوا تو ارض یونان میں اس کا ایک خاص رتبہ پیدا ہو گیا۔ اب اس میں مفصلۂ ذیل شہر شامل ہو گئے جن میں سے اکثر اراتوس لیگ میں لانے کا باعث ہوا تھا: کورنتھ (۲۴۳؁ ق م)، میگارا، تروزین، ایپی داروس، پھر ہیرائیہ اور کلیونائے، ۲۳۴؁ ق م میں میگالوپولس، اس کے بعد اکثر آرکیڈی شہر، اور پھر آرگوس، ہرمیونے، فلیوس اور شائد ایگینا بھی اس میں شامل ہو گیا۔ جوں ہی لیگ نے انتی گونوس دوسون کو اپنا سپہ سالار مقرر کیا، وہ مقدونیہ کا آلۂ کار بن گئی۔ بعد ازاں تھوڑی سی مدت کے لئے اس میں تمام پیلوپونیز شامل ہو گیا، لیکن ۲۲۰؁ ق م میں صورت حال مختلف تھی اور اسپارٹا اب بھی آزاد تھا۔

---

[۵۹] اکائیائی۔ اکائیائی لیگ کے قیام کے لئے مقابلہ کرو گلبرٹ ۲، ۱۰۶، حاشیہ ۵ - ابتدائی چار اراکین کا محل وقوع اقصائے مغرب میں تھا۔ ۲۸۰؁ ق م میں ایتولی پاترائے، فارائے، اور تریتیہ ہو کر فنگالیہ جاتے ہیں؛ پولی بیوس ۲، ۴۱۔

باب ۲۱ اکائیائی لیگ کا دستور ایتولی لیگ کے دستور کے مماثل
بلکہ شاید اسی پر مبنی تھا[۱] ایتولیوں کی طرح اکائیائیوں میں بھی لیگ

۱۔ اکائیائیوں کا دستور۔ اس کی تعریف و توصیف، پولی بیوس ۲، ۳۸۔ لیکن اسکی تکمیل کی نوبت کبھی نہیں آئی؛ فلوپوئے مین نے اس میں تبدیلی کی جس کے لئے دیکھو نیچے، باب ۱۸۔ آخر تک بہت سی اہم دستوری نزاعات برپا رہے، اور دستور کو کبھی ضبط تحریر میں نہیں لایا گیا؛ علی العموم تصفیے کا دارومدار رسم و رواج پر تھا، اور رسم و رواج میں ہمیشہ نزاعات کا امکان ہوتا ہے۔ گلبرٹ (۲، ۱۱۴) کہتا ہے کہ یہاں کوئی علٰحدہ بولے نہیں تھی، لیکن پولی بیوس ۲، ۳۷ میں جو الفاظ ہیں اُن سے یہ ہرگز نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ لفظ "بولیوتائے" سے مراد اراکینِ جمعیت مقننہ سے ہوگی؛ اور پولی بیوس ۲۲، ۱۰ کے الفاظ سے کیا یہ صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ "بولے" ضرور ایک ذیلی مجلس ہوگی؟ بلاشبہ وہ مؤلف راہ راست پر نہیں ہیں جو اس فقرے سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ مجلس خاص کے ایک سو بیس رکن تھے۔ آخر میں، چونکہ یونانی وقائع نگار اکثر فنی امور میں غیر درست ہوتے ہیں اس لئے ہمیں مختلف ادارات کے اُصول سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے، اور ایسا کرنے میں یہ انتاج جائز ہے کہ اگر ایتولیوں کے یہاں ایک مجلس خاص تھی، تو اکائیائیوں میں جو ان سے کہیں زیادہ اعیانیت پسند تھے، ایسی مجلس ضرور رہی ہوگی۔ اراتوس کی جلیت بھرت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ضرور ایک ایسی مجلس خاص ہوگی جس کے ساتھ مل کر وہ اپنے منصوبے پورے کر سکتا تھا۔ گلبرٹ بھی (۲، ۱۱۵) عملاً تسلیم کرتا ہے کہ دس دیمیورگی کی ایک چھوٹی سی مجلس مباحثہ تھی۔ بوسولٹ فرض کر لیتا ہے کہ لیگ کی جمعیتیں دو طرح کی تھیں، ایک تو معمولی، جو چھوٹی سی تھیں، اور غیر معمولی، جو بڑی تھیں۔ بہرحال یہ سب باتیں نہایت تاریک ہیں۔ اگر پولی بیوس ۴، ۵ وغیرہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عہدہ داران لیگ کی اجازت کے بغیر ایتولی بعض مرتبہ چھاپے مارتے تھے، تاہم قرارداد مندرجۂ پلوٹارک: "ارانوس" ۲۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکائیائیوں میں بھی بعض مرتبہ

باب ۱۲

کی جمعیت، مجلس اور عہدہ دار تھے، اور ان عہدہ داروں میں سب سے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - استراتے گوس کو خود اپنی ہی ذمہ داری پر جنگ آزمائی یعنی چھاپے مارنے کی اجازت دے دی جاتی تھی، لیکن اس قسم کی نبرد آزمائی کے اخراجات خود اُسی کو برداشت کرنے پڑتے تھے - پلوٹارک "ارا توس" ۲۵ میں جو قصہ نقل کیا گیا ہے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے - ارا توس شہریوں کی فوج کو آرگوس کے خلاف لے جاتا ہے (مقابلہ کرو پولی بیوس ۴، ۹) لیکن پھر پسپا ہوتا ہے جس پر اکائیائیوں کا مواخذہ ارسطی فوس خود سر آرگوس کے سامنے کیا گیا کہ اُنھوں نے امن میں خلل ڈالا ہے اور مین تی نیہ ان پر تیس مینائے کا جرمانہ کرتا ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہری فوج اپنے استراتے گوس کی سیادت میں ایک حلیف پر حملہ آور ہوتی ہے - ہم یہ کہتے ہیں کہ ایسے واقعات پیش آئیں تو پھر جمعیت کے ہونے نہ ہونے سے آخر فائدہ ہی کیا ہوا؟ بعض مرتبہ خود فوج ہی سے جمعیت عوام کا کام نکالا جاتا ہے - جمعیت لیگ کے تفویض اختیارات کے بعد فوج ایک سیاسی حیثیت اختیار کر لیتی ہے - اس صورت حال سے نسبتہً کم متمدن اقوام مثلاً مقدونیوں اور قدیم جرمانیوں کی یاد تازہ ہوتی ہے اور جب ہم رومنوں کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمارے سامنے رائے دہندہ قوم اور مسلح قوم کے مابین ایک صریح فرق نظر آتا ہے -

دیوبوا Dubois (۴۷۱) پولی بیوس ۲، ۵۸ سے یہ استدلال کرتا ہے کہ لیگ کا کوئی رکن رکنیت سے علیحدہ ہو سکتا تھا - لیکن باب ۵۷ میں جو لفظ "ایتھے لون تیس" استعمال کیا گیا ہے اس سے علیحدگی صرف رضامندی سے عمل میں آئی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی اجازت دی گئی ہوگی -

اکائیائیوں نے لیگ کے جو سکے ڈھلوائے وہ اپنے حسن میں کچھ زیادہ ممتاز نہیں تھے - چاندی کے سکوں پر حروف "اخ" کندہ ہیں اور تانبے کے دلچسپ تر سکوں پر دو نام نظر آتے ہیں، مثلاً "اخائیون اے گیتون"، "اخائیون اگیون" "آ - سکونیوں"، "آ - انتی گونیون" (مین تی نیہ) وغیرہ - ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات"

باب ۱۲ اہم استراتے گوس تھا جس کے دس ساتھی اُس کے فرائض میں مدد دیتے تھے جنھیں دمیورگی کہتے تھے؛ ان کے بعد ایتولیوں کی طرح ہپارخ، اس کے بعد ناؤآرخ کا شمار ہوتا تھا (واضح ہو کہ یہ آخری عہدہ دار ایتولیوں میں نہیں تھا حالانکہ وہ اکائیائیوں سے کہیں زیادہ بحری لڑائیوں میں حصّہ لیتے تھے) ان سب کے بعد گراماتیوس آتا تھا۔

اس میں شبہ نہیں کہ ایک کونسل بھی تھی، لیکن ہم اس سے واقف نہیں کہ یہ کن اجزاء سے مرکب ہوگی۔ ہر سال دو مرتبہ لیگ کے جلسے ہوتے تھے، اور یہ بات بالکل صاف ہے کہ لیگ کی ہر ایک آخری ریاست کو جلسوں میں رائے دینے کا اختیار تھا۔ لیکن ہمیں اس کا علم نہیں کہ لیگ کے اراکین اپنے خیالات کو کیسے منواتے ہوں گے۔ ہر شہر کو ایک رائے دینے کا حق تھا لیکن یہ رائے کیسے منضبط کی جاتی تھی؟ کیا ہر شہر اپنے مندوب مقرر کرتا تھا، یا ہر شخص جو آسکتا اور آتا وہ جلسوں میں حصہ لیتا اور اس مسئلے پر کہ شہر کی مجموعی طور پر کیا رائے ہو اپنے ساتھیوں سے استفسار کرتا؟ یہ فرض کرنے کے بعد کہ جمعیت کے لئے ہر شہر اپنے قائم مقام منتخب کرتا، یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ آیا ہر قائم مقام اپنی صواب دید پر رائے دیتا یا اسے پہلے سے ہدایات کر دی جاتیں۔ جو حالات ہم تک پہنچے ہیں، اُن کی بناء پر مختلف استدلال کئے گئے ہیں؛ ہمارا خیال ہے لیگ کے جلسوں پر اراکین موقع و محل کی بناء پر عمل کرتے ہوں گے۔ پولی بیوس کا یہ خیال بالکل درست ہے کہ اکائیائیوں کے قوانین، اوزان، پیمانے، سکّے، عہدہ دار، مجالس اور عادل سب مشترک تھے۔ ہم یہ کہتے ہیں غالباً حق بجانب

بقیۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ $\frac{۳۵۱}{۳۵۲}$ ۔ مقابلہ کرو فہرست سکہ جات اکائیائی لیگ” مولفہ میجر جنرل کلارک، لندن ۱۸۹۵ء۔

ہوں گے کہ اکائیائی دستور فی نفسہ اچھا تھا، اور یونان کی سیاسی زندگی میں اس سے ایک قدم ترقی کا اظہار ہوتا ہے؛ لیکن یہ بھی عیاں ہے کہ یہ دستور ہر ایک تفصیلی معاملے میں مکمل نہیں تھا، اور اس کا انطباق ہر معاملے میں صحیح انداز سے نہیں کیا جاتا تھا، حقیقت یہ ہے کہ اس دستور سے جو خوش آیند امیدیں وابستہ تھیں اُنکو یونانیوں کے مرکز گریز میلانات اور اغیار کی مداخلت سے بڑی بھاری ٹھیس لگی۔ کسی شخص کا انتخاب بطور استراتےگوس مسلسل نہیں ہو سکتا تھا، چنانچہ اراتوس ایک سال منتخب ہوتا اور کوئی دوسرا اگلے سال۔ لیدیادیس کے انتقال کے بعد جو واقعہ پیش آیا جس کا اعادہ کیا جا چکا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ استراتےگوس کی حیثیت کس قدر عجیب و غریب تھی۔ اکائیائی اےگیوم میں جمع ہوئے اور طے کیا کہ اراتوس کو لڑائی جاری رکھنے کے لئے مزید رقم نہ دیجائے اور اگر وہ لڑائی جاری رکھنا چاہے تو اُس کے اخراجات خود ہی برداشت کرے۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ بحیثیت استراتےگوس کے اگر آریوس کو جنگ کے آغاز کرنے کا حق نہیں تھا تو کم از کم اُسے یہ حق ضرور تھا کہ اپنی خوشی خاطر جنگ کو جاری رکھے اور ایسی حالت میں مہم کے دوران میں سپاہیوں کو اُس کے احکام کی تعمیل کرنا پڑے گی۔ اگر اکائیائی چاہتے تھے کہ استراتےگوس کوئی ایسا کام نہ کرے جو اُن کی خواہش کے خلاف ہو تو وہ روپیہ منظور کرنے سے انکار کر سکتے تھے، اور یہ زمانۂ حال کے دستوری طرز عمل کے عین مطابق ہے۔ اس مشابہت پر اس وقت تک کسی نے غور نہیں کیا۔ ساتھ ہی استراتےگوس کو جو آزادی اپنی صوابدید پر عمل کرنے کی دی گئی ہے اس سے محض ان لوگوں کی سادگی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس قصے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کسی اکائیائی استراتےگوس کے پاس کافی روپیہ ہوتا تو پھر جو جی چاہے کر سکتا تھا؛

باب ۱۲ آراتوس کے پاس بلا شبہہ کافی روپیہ تھا، اور وہ ان تمام رقوم کو جو بادشاہوں کے پاس سے آتا تھا، اجیر سپاہیوں کی تنخواہوں اور غداروں کو رشوت دینے پر صرف کرتا تھا۔ اس طرح ایک متمول چالاک شخص چاہتا تو کسی قسم کی شخصی پالیسی پر عمل کر سکتا تھا۔

گو اکائیائیوں اور ایتولیوں کا دستور ایک دوسرے سے مشابہ تھا تاہم دونوں لیگوں کے اصول میں بہت فرق تھا، اور یہ فرق دونوں کے خاص خاص حصوں کی کیفیات کی وجہ سے تھا۔ ایتولی دیہاتی لوگ تھے جن کا ہمیشہ سے ایک مرکز اور ایک لیگ تھی؛ ان کے برعکس اکائیائی شہری زندگی بسر کرنے کے عادی تھے جن کے بلدیات ایک دوسرے سے ممتاز اور آزاد تھے۔ ایتولیوں کو عام طور پر عمومیت کا اور اکائیائیوں کو اعیانیت کا طرفدار سمجھا جاتا ہے، لیکن میں دیوبوا کی رائے سے متفق ہوں کہ یہ رائے واقعات کے مطابق نہیں، گو یہ واقعہ ہے کہ اکائیائیوں پر اپنی تاریخ کے زیادہ تر حصے میں متمول لوگ حکومت کرتے تھے، اور یہ حکم ایتولیوں پر نہیں لگایا جا سکتا، اور یہ بھی واقعہ ہے کہ اراتوس کی ماتحتی میں اکائیائیوں نے متمول لوگوں سے اشتراکیت پسند کلیومنیس کی مخالفت کرائی۔ فی الجملہ ایتولی ذرا غیر مہذب اور اکائیائی ان سے زیادہ متمدن نظر آتے ہیں؛ ایتولی نتائج کی پروا نہیں کرتے اور جو چاہتے ہیں کرنے میں نہیں چوکتے، اور ساتھ ہی اگر ان سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اس کا پورا الزام خانگی اشخاص کے سر رکھ دیتے ہیں کہ انھوں نے لیگ کی رضامندی کے بدون فلاں فلاں بات کی ہے؛ اس کے برعکس اکائیائی مختلف امور کو چکنے چپڑے لفظوں اور میٹھی میٹھی باتوں میں چھپا دیتے ہیں لیکن ان کے افعال اور ایتولیوں کے افعال میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔

لیکن یہ ضرور ہے کہ لیگوں کے قیام کی کوششیں نہایت درجہ

قابل لحاظ ہیں، اور اس میں شبہ نہیں کہ مقدونوی اقتدار سے پہلے کے یونانی شاہراہ اتحاد پر اتنے آگے نہیں بڑھے تھے۔

ہم اس سے پہلے کہہ چکے ہیں کہ لیگوں کی تاریخ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یونانی پہلے سے کہیں زیادہ ایک دوسرے کے قریب تر آگئے تھے؛ یہ واقعہ بالکل درست ہے، اور اس کا ثبوت نہ صرف ان لیگوں کے وجود سے دیا جا سکتا ہے بلکہ اس خاص واقعے سے بھی کہ اگر اراتوس سدراہ نہ بنتا تو اسپارٹا اور اکائیائی مل کر ایک بڑی لیگ بنا لیتے، اور گو بلاشبہ یہ لیگ بغیر تبدیلیوں کے جاری نہ رہتی لیکن اس کا وجود یونان کے لئے یقیناً نہایت درجہ خوش آئند ہوتا[۱۱]۔

---

[۱۱] سکندر کے بعد یونانیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ پہلے سے زیادہ اختلاط: دیوبیا ۲۱۳/۲۱۶ -

تیسری صدی ق م میں صورت حال یہ ہے: ایتھنز پہلے کی طرح یونانیوں کی ذہنی تعلیم کا مرکز اور سیاسی آزادی کے حوصلوں کا آماجگاہ بنا ہوا ہے؛ اسپارٹا کی قوت و سطوت اپنے منتہائے زوال کو پہنچ چکی ہے؛ ایتولی نسبتہً کم متمدن مغربی یونانیوں کے اتحاد کا مرکز بنے ہوئے ہیں لیکن اس میں اکارنانی شامل نہیں ہیں اس لئے کہ وہ ان کے روایتی دشمن ہیں، اور نہ بیوتیہ شامل ہے جس نے اس لیگ کے سامنے کبھی اپنا سر تسلیم خم نہیں کیا؛ رہے اکائیائی تو وہ پیلوپونیز کے ان تمام عناصر کو متحد کر لیتے ہیں جن کی ان کے مقاصد کے ساتھ ہمدردی ہے، جیسے آرکیڈی قوم۔ لیکن من تی نیہ، اورخومینوس اور تگیہ اکائیائی نوآمدوں کی اطاعت پر تیار نہیں ہوتے، اور نسبتہً حال کا قائم شدہ شہر میگالوپولس اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے کہ کسی نہ کسی کی رہبری میں آگے گامزن ہو، چنانچہ پہلے تو مقدونیہ اور اس کے بعد اکائیائیوں کا کہنا مانتا ہے، اور ویسے بھی وہ محض مجرد اصول کا پابند نظر آتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ سنہ ۲۲۰ ق م میں اور اس سے پہلے یعنی کلیومنیس کے عروج سے پہلے یونان کی جو حالت تھی وہ ایک ایسی صورت حال کا قدرتی نتیجہ تھی جو اس سے پہلے ہو گزری تھی، اور اس سے صاف انتاج ہو سکتا ہے کہ اس قسم کی لیگ کی آیندہ زندگی امن و امان سے نہیں گزرے گی۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ سنہ ۲۲۰ ق م میں یونان میں چار مملکتیں تھیں یعنی دو لیگیں اور دو فردی مملکتیں۔ ایتولی لیگ میں پیلوپونیز میں وسطی یونان اور ایلس اور اکائیائی لیگ میں پیلوپونیز کا ایک بڑا حصہ اور میگارا شامل تھے؛ لیکن وسطی یونان میں ایتھنز آزاد رہتا ہے اور اس کے ایتولیوں سے نہایت اچھے تعلقات ہیں؛ اسی طرح پیلوپونیز میں اسپارٹا آزاد ہے اور علی العموم اکائیائیوں کا مخالف بنا رہتا ہے۔ حقیقت میں اسی ضمن میں یونانی نسلوں کے سیاسی ارتقا کی کیفیت صاف ظاہر ہوتی ہے۔ پانچویں صدی ق م میں یونان میں صرف دو ہی اہم مملکتیں تھیں یعنی اسپارٹا اور ایتھنز، اور چوتھی صدی ق م میں تھیبز بھی اسی صف میں آگیا۔ بعد ازاں تیسری صدی ق م میں، جب تھیبز کی اہمیت کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو وہ مملکتیں جو ان کے سامنے ہیچ تھیں آگے بڑھ جاتی ہیں اور لیگیں قائم کر لیتی ہیں۔ یہ واقعہ کہ یہ لوگ بھی صف اول میں آجاتے ہیں نہایت درجہ اہم ہے، اور ہم یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ یونان کی ایسی تاریخ جس میں ان لوگوں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - پولی بیوس ۴، ۹ (دیکھو اوپر باب ۱۰، حاشیۂ ۱۳) مقدونیہ کے زیر سیادت جس اتحاد کا ذکر کرتا ہے اس میں اکائیائی، اکارنانی، فوکسی اور بیوتی شامل تھے؛ لیکن ۴، ۵ میں پولی بیوس فوکسیوں اور بیوتیوں کا ذکر نہیں کرتا۔ الغرض دوسون کے مرنے کے بعد اس لیگ کی اہمیت میں ضرور کمی ہوگئی ہوگی۔ پولی بیوس ۴، ۱۳ کے بموجب اس کی جمعیت کی نشست گاہ کورنتھ تھی اور اس کا صدر شاہ فیلقوس تھا۔

باب ۱۲

کے ارتقاء پر بحث نہ کی جائے بالکل نامکمل ہوگی، اس لئے کہ اسکی ترقی سے یونان کی قوت حیات کا بیّن مظاہرہ ہوتا ہے۔

لیکن ہم اس سے بھی زیادہ کہہ سکتے ہیں، وہ یہ کہ یونان میں سیاسی ادارات کے ارتقاء نے وہی راستہ اختیار کیا جو یونانی قوم کی فطری تقسیم پر مبنی تھا، اس لئے کہ یہ چار مجموعے یا مملکتیں آخر مشہور و معروف قدیم اقوام یعنی دوریائیوں، ایونیائیوں، اکائیائیوں اور ایتولیوں کے قائم مقام ہی تو ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کے حدود قطعی طور پر متعین نہیں ہیں، مثلاً اکائیائی لیگ میں علاوہ ایلس کے جو ایتولیوں کے اقربا ہونیکی وجہ سے ان سے مل جاتا ہے، پیلوپونیز کی وہ سب ریاستیں شامل ہیں جنھوں نے دوریائی قابو کو تسلیم نہیں کیا۔ کلیومنیس کے زمانے میں آرگوس اور کورنتھ کبھی اکائیائی لیگ کی طرف ہوجاتے ہیں کبھی اسپارٹا کی طرف، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کی حالت دوریائی اور اکائیائی قوموں کے درمیان ڈانواڈول تھی۔ پھر ایتولیوں نے امفکٹیونی لیگ کو اپنے مفاد کی خاطر جو ایک جدید قالب میں ڈھالا وہ بھی پرانے دنوں کی یاد تازہ کرتا ہے، اس لئے کہ یہ لیگ آخر وسطی یونان کی چھوٹی قوموں کی ایک وفاقیت ہی تو تھی، اور یہ بالکل حالات اور کیفیات کے مطابق تھا کہ ان حصہ جات یونان میں جہاں دولوپیس اور اے نیانیس کسی زمانے میں ذی اقتدار تھے وہاں کے معاملات میں اب ایتولی ایک نمایاں حصہ لے سکیں۔ اس طرح لیگ ایک طور پر اپنی قدیم صوبہ داری جزریت کی طرف ازسرنو پھر گئی۔

یہ سب باتیں بیان کرنا ہمارے واسطے یہ صاف کرنے کے لئے ضروری تھا کہ تیسری صدی ق م میں بھی ہم یونان کے فطری ارتقاء کی پوری منجدھار میں ہیں اور تیسری صدی ق م اور پانچویں اور چوتھی صدی ق م کے درمیان کوئی اصولی تغیر نہیں ہے۔ تیسری صدی ق م ایتھنز میں

باب ۱۲

کم و بیش قدیمی خصائص نظر آتے ہیں، اور یہی کیفیت اسپارٹا کی ہے؛ اور جہاں اول الذکر متمدن مستقر ہے، آخر الذکر کی حالت غیر متمدن مستقر کی سی ہے۔ اُدھر اکائیائی صوبہ داری شہروں کے باشندوں کے مماثل ہیں اور ایتولی دیہاتیوں کی طرح اراتوس اُس مفصلات کے باشندے کی طرح ہے جس نے بڑے پیمانے کی سیاسیات کو اختیار کیا ہو، اور وہ تاجداروں کی اس قدر عزت کرتا ہے کہ خود سروں اور طبقۂ اسفل کے حملوں سے صاحب جائداد طبقوں کو بچانے میں ان تاجداروں میں سے ایک کی تائید کو نہایت خوشی سے قبول کرتا ہے۔ ایتولیوں کے طرز عمل میں ناشائستہ سختی نمایاں ہے اور اکائیائیوں کی حکمت عملی محدود اور ذہنی افق اور چالاکی پر مبنی نظر آتی ہے۔

چوتھی صدی ق م سے تیسری صدی ق م تک ارتقاء کی کیفیت کی صراحت کے لئے دو باتیں اور کہنی ہیں۔ چوتھی صدی ق م میں بھی ایتھنز اور اسپارٹا کے قریب ایسی یونانی بستیاں تھیں جو محض طوعاً و کرہاً ان دونوں کا حکم مانتی تھیں۔ ان بستیوں میں جو سب سے زیادہ زور دار تھیں وہ دونوں لیگوں میں مل گئیں اور اس کے بعد انھوں نے اپنے پلڑے میں کافی وزن پیدا کر دیا۔ لیکن ایتھنز اور اسپارٹا اب بھی زندہ ہیں، اور ان ہی کی وجہ سے مکمل اتحاد ایک نہایت دشوار معاملہ ہو گیا۔ اگر ایتولیوں اور ایتھنز کے درمیان کسی طرح سے گہرے محالفے کی کیفیت ممکن ہو بھی جائے تو بھی اس کی امید کرنا لاطائل تھا کہ اکائیائی مستقل طور پر اسپارٹا کے یا اسپارٹا مستقل طور پر اکائیائیوں کا دست نگر بن جائے گا۔

اب مقدونیہ آیئے جس کی حالت کی طرف (منجملہ دوسرے امور کے) پانچویں باب میں ناظرین کی توجہ مبذول کی گئی تھی[۱] بعض مورخوں کا

---

[۱] مقدونیہ۔ پولی بیس ۵، ۱۰ کے مطابق انتی گونس کے خاندان کے افراد

کا خیال ہے کہ تیسری صدی ق م میں اس سلطنت کا وجود یونان کے لئے مغتنمات سے تھا، لیکن ہم ان کی رائے سے متفق نہیں ہوں۔ چوتھی صدی ق م میں صورت حال ذرا مختلف تھی۔ فیلقوس ولد امین تاس نے یونان کو گزند ضرور پہنچایا، لیکن اس نقصان کا باعث ایک حد تک یہ تھا کہ دیموس تھنیس اور اس کے فریق کی یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اُسے ایشیا میں اپنی حکومت قائم کرنے کا جو حوصلہ تھا اس میں اس کی تائید کرنی چاہیئے، اور اس میں شبہ نہیں کہ سکندر نے بجائے نقصان کے فائدہ ہی پہنچایا۔ لیکن سکندر کے جانشین یونانیوں کو نقصان ہی نقصان پہنچا سکتے تھے اس لئے کہ وہ ان کے معاملات میں مداخلت کرتے تھے لیکن اس مداخلت کا معاوضہ مطلق کچھ بھی نہیں دیتے تھے۔ سنہ ۲۸۰ ق م سے سنہ ۲۲۰ ق م تک یونان میں اسی قسم کی مداخلت کے خلاف ایک ردعمل نظر آتا ہے۔ انتی گونس کی اولاد میں ایسے لوگ موجود تھے جن کی ذات کی ہر شخص عزت کرتا تھا، لیکن اس خاندان کے ابتدائی حکمرانوں میں سے ایک میں تو سنجیدگی اور دوسرے میں لہو و لعب کے ساتھ ساتھ فطری قابلیت نظر آتی ہے، اور یہ صورت حال ہمارے لئے نہایت دلچسپی کے قابل ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تینوں انتی گونس ہوشمند ہیں، دونوں دیمتریوس، پولیورکی تیس، اور دیمتریوس خوبرو، دو سے ان لہو و لعب کے پرستار ہیں، اور گوناتاس کے بیٹے دیمتریوس کی بابت ہمیں اس قدر کم معلومات ہیں کہ ہم کوئی حکم نہیں لگا سکتے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ فیلقوس اور پرسیوس جسمانی اعتبار سے تنومند نظر آتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اپنے آپ کو سکندر کا "ہم نسل" ثابت کرنا چاہتے تھے، لیکن ہمیں امید ہے کہ یہ استدلال محض اس بیان کی بناء پر نہیں کیا جاتا جو آرین، ۷، ۹، ۲ نے سکندر کی زبان سے کرایا ہے، یہی وجہ اس خاندان کے آخری بادشاہ پرسیوس کے نام کی ہے اور اسی سبب سے فیلقوس پنجم کے سکوں پر پرسیوس کی شبیہ کندہ ہے۔

باب ۱۲ ہے کہ اس خاندان میں جسمانی نہیں بلکہ ذہنی زوال پیدا ہو گیا تھا۔ اسکے برعکس مقدونوی قوم میں وہی پہلے کی سی تنومندی باقی تھی اور وہ اب بھی پہلے کی طرح محنتی کاشتکار ہی تھے۔

تھسالوی اب بھی بظاہر خود مختار تھے لیکن جہاں تک اُنھوں نے ایتولیہ کے ساتھ اپنے آپ کو مدغم نہیں کیا تھا وہاں تک اُن کے کان شاہ مقدونیہ کی آواز پر لگے ہوئے تھے[۱۳]

کریٹی جمہوریتوں میں یہ خصوصیت تھی کہ وہ ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ برسرپیکار ہونے کے لئے تیار رہتی تھیں۔ اور جب پردیسی سپہ سالار کسی کی مدد کے لئے آتے تھے تو اُن کی آمد پر خوش ہوتی تھیں[۱۴]۔ یہ جزیرہ گویا کہ عہدہ داران جنگی کے لئے مستقل تربیت گاہ تھا، اور کوئی شخص جو گھر پر مصروف جنگ نہ تھا اور جسے نامشق ہونے کا خوف تھا وہ اس جزیرے میں آسکتا اور چند روز جنگی خدمت کر کے اپنے آپ کو

---

[۱۳] پولی بیوس ۴، ۷۶، تھسالویوں کے ساتھ ذرا ہلکا سا برتاؤ کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان پر مقدونیوں کا قابو تھا۔

[۱۴] کریٹ کے لئے پولی بیوس ۶، ۴۶۔

رھوڈز اور کریٹ کے باہمی تعلقات کے لئے دیکھو نیچے، باب ۲۱۔

کنوسوس، کیدونیہ، لیکتوس کے لئے گلبرٹ ۲، ۲۱۷۔

گورتینا کی قلعہ بندی بطلیموس فلوپاتر کے ہاتھوں؛ استرابو ۱۰، ۴۷۶، ۴۷۸۔

یہ امر قابل غور ہے کہ بعض کریٹی شہر محالفۂ خرمیوندیس میں شریک ہوتے ہیں؛ دیکھو اوپر باب ۹؛ بلاشبہہ یہ مصر کو خوش کرنے کے لئے شریک ہوئے ہوں گے۔

مغربی اور وسطی یونان کے نہایت نفیس سکّے؛ پ۔ گارڈنر: "انواع" تصاویر ۱۱ و ۱۲۔

باب ۱۲

مکمل کردیتا۔ کریٹ فن حرب کا گویا میدان امتحان تھا جس پر فارغ التحصیل لوگ تجربے کرسکتے تھے۔ آریوس وہاں گیا اور اسی طرح سے سیلاسیہ کے بعد فلوپوئےمن نے بھی وہیں کی راہ لی، اور اس کا اتباع اس کے بعد بہت سے دوسروں نے کیا۔ متھراداتیس کا سپہ سالار کنوسوس کی فوج میں گورتینا کے خلاف لڑا۔ جزیرے کے شہروں میں یہ دونوں جنگ جوئی کے لئے ممتاز تھے، اور یا تو ایک دوسرے کے ساتھ ورنہ ایک دوسرے سے مل کر دوسرے شہروں مثلاً کیدونیہ یا لیکتوس سے لڑتے رہتے تھے۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ گورتینا کی بطلیموس فلوپاتر نے قلعہ بندی کرلی، اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کریٹ کے اندرونی حصے میں مصری حکمران کو کوئی شہر قلعہ بند کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی ہوگی۔ کیا گورتینا اس کے لئے اجیر سپاہی مہیا کرتا تھا، یا اُس نے اتالوس کی طرح (دیکھو باب ۱۳، حاشیہ ۶) رقم کے معاوضے میں ٹھیکہ دار کی حیثیت سے یہ قلعہ بندی کی تھی؟ کریٹی بستیوں، بالخصوص کنوسوس اور ہیئےراپیتنا کے تعلقات رھوڈز کے ساتھ بھی تھے، اور ان دونوں فریقوں نے مل کر بحری قزاقوں کے انسداد کی کوشش کی جن کا زیادہ تر حصہ کریٹ ہی سے آتا تھا۔ ہیئےراپیٹنا بحری ساحل پر آباد تھا؛ اس نے پرئی سوس کا الحاق کرلیا، جو اس سے ذرا مشرق کی طرف واقع تھا، اور جس کے قبضے میں معتدبہ اراضی تھی؛ چنانچہ دوسری صدی ق م میں یہ کریٹ کا ایک اہم شہر بن گیا۔ اس سے مشرق کی جانب سمندر کے ساحل پر اتالوس تھا جہاں سنہ ۳۰۰ ق م سے سنہ ۲۵۰ ق م تک اسکندری سکے ڈھالے گئے۔

یادداشت

تیسری صدی ق م میں لیگوں کی جو تنظیم کی گئی اس سے پہلے کی وفاقیتوں مثلاً اٹیکا کی وفاقیت سے بہت آگے قدم بڑھایا گیا۔ لیکن یہ ترقی اتنی واقعات میں نہیں نظر آتی جتنی اصول میں۔ لیگوں کے انفرادی ارکان کو آزادانہ رائے دہی کا زیادہ حق تھا، مختلف مسائل کا تصفیہ بظاہر رائے دہندہ بستیوں کی کثرت رائے سے کیا جاتا تھا اور نیابتی دستور کے لیے کوشش کی گئی تھی۔ نظریتاً یہ سب بہت اچھی بات تھی، لیکن عملاً صورت حال ذرا مختلف ہو گئی اس لئے کہ اراکین لیگ ہمیشہ اپنے فرائض پورے کرنے کے کوشاں نہیں رہتے تھے، اور جو لوگ استراتے گی مقرر ہوتے تھے وہ بھی اپنے فرائض کا خیال نہیں رکھتے تھے۔ بعض مرتبہ نیابت چند روز کے لئے معطل کر دی جاتی تھی اور نائبوں کی بجائے خود عموم پر تصفیے کا دار و مدار ہو جاتا تھا، اور بعض مرتبہ استراتی گوس مختار کلی بنا دیا جاتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ رہبر کی شخصیت ہی فیصلہ کن ہوتی تھی اور اسی سے لیگ کا طرز عمل معین ہوتا تھا (اراتوس، فلوپوئے مین)۔ حقیقت یہ ہے کہ یونانیوں کی نظر میں اشکال دستوری اور الفاظ قانونی کا اتنا احترام نہیں تھا جو

یادداشت

نیابتی ادارات کے مستقل قیام کے لئے لازمی ہے، اور یہی وہ احترام ہے جو قدیم ایام میں رومنوں میں بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے، اور یہ واقعہ ہے کہ رومنوں میں ایک بڑی حد تک قانون کی جگہ ذاتی عناصر نے لے لی ۔

باب سیزدہم

دُنیائے یونان تقریباً ۴۲۰ ق م میں

(۲) دیار شرقی

جو تصویر ہم یہاں بے نقاب کرنے والے ہیں اس کے حصے بغایت متنوع ہیں۔ اس میں جمہوریتیں اور ملوکیتیں نظر آتی ہیں لیکن دونوں کی کیفیت غیر متیقن ہے اور نہ اول الذکر کی آزادی کے مدارج نہ آخر الذکر کے حدود ملکی کا صحیح تعین کیا جا سکتا ہے۔ ان سب پر ایسی اقوام کا اثر پڑا ہے جو یونانی الاصل نہیں اور جو ہمیشہ اُن کے لئے باعث خطرہ رہی ہیں۔ بہت سے ممالک میں تو یہ حکم لگانا بھی دشوار ہے کہ آخر کسی مملکت کا اصلی معنی میں سرے سے وجود بھی ہے اس لئے کہ ذی اقتدار ہمسایوں کے واقعی اثرات میں اور اس مسئلے میں کہ آیا انھیں اس قسم کے اثرات ڈالنے کا کوئی حق بھی ہے، بہت کم تطابق ہوتا ہے۔

شمال میں یعنی بوسفورس سے تورک خرسونیز تک (جس کی طرف میں باب ۲۵ میں ناظرین کی توجہ رجوع کروں گا) یونانی عنصر کلیۃً ساحلی شہروں میں نظر آتا ہے، اور گو ان شہروں کو اندرون مُلک کے بربریوں سے

باب۱۳ ہمیشہ دو چار ہونا پڑتا ہے لیکن فی نفسہٖ ان قبائل کے قطعی طور پر غیر مہذب ہونے اور یونانیوں پر کسی نوع کا ذہنی دباؤ ڈالنے کے بالکلیہ نااہل ہونے کے باعث یہ شہر اپنی آزادی کو قائم رکھتے ہیں[۱]۔ اس کے برعکس مقدونیہ سے بوسفورس کے تھریسی شہر اکثر و بیشتر مقدونیہ، مصر اور شام کے زیر نگیں ہیں لیکن اس سیادت میں استقلال نہیں پایا جاتا۔ بلاشبہ جب فیلقوس پدر سکندر نے ایدیرا پر

---

[۱] تھریس۔ دوسری صدی ق م کے قریب مورونیہ اور ائے نوس کی تاریخ کے لئے دیکھو نیچے باب ۱۸۔

تقریباً ؁۲۲۲ ق م میں لیزی ماخیہ ائے نوس اور مورونیہ مصری قبضے میں؛ پولی بیوس ۵، ۳۴۔ اس کے بعد لیزی ماخیہ پھر ایتولیوں کا ساتھ دیتا ہے؛ پولی بیوس ۱۸، ۳؛ اسے تھریسی تاراج کر دیتے ہیں اور اس کا احیاء انطاکوس سوم کرتا ہے؛ پولی بیوس ۱۸، ۵۱۔

کلائن زورگے: "بحر افشین کے دہانے پر یونانی بلدیات" Kleinsorge: De civ. graee in Ponti ora occ. St. rebus، ہالے ؁۱۸۸۶ء۔

بیزنطہ کے لئے دیکھو پاؤلی ۱، ۲، ۲۶۰۱ وغیرہ میں فریک (Frick) کا مضمون، اور تیسری صدی کے لئے، خاص طور پر، ۲۶۰۹۔ بیزنطہ غالویوں کو خراج ادا کرتا ہے؛ پولی بیوس ۴، ۴۶۔ سکہ جات: "تاریخ مسکوکیات" ۲۳۰ وغیرہ۔ ؁۲۰۰ ق م کے بعد ان مقامات میں اٹیکائی معیار کے جو سکے ڈھالے جاتے ہیں وہ سکندری یا لیزی ماخی نوع کے ہیں۔ بیزنطہ اور رھوڈز (پروسیاس) کے مابین جنگ؛ پولی بیوس ۴، ۳۸، ۳۹، $\frac{۴۲}{۵۲}$۔ باب ۵۰ کے مطابق بیزنطی ازسر نو پروسیاس کے مقابلے کے لئے تبوئے تیس کو پیش کرتے ہیں (دیکھو اوپر باب ۹، حاشیہ ۱۰) لیکن تبوئے تیس کا خاتمہ ہی ہو جاتا ہے۔ رھوڈز ہی اب "سردار بحر" کی حیثیت سے نمودار ہوتے ہیں (باب ۴۷)، اور اسطرح ایسقراطیس کے زاویۂ نگاہ کو اختیار کر لیتے ہیں (یہی کتاب، جلد ۳، تتمہ۔)۔ دیکھو نیچے، حاشیہ ۳، اور باب ۲۲۔

باب ۱۳

قبضہ کیا ہے تو اس کے بعد اس شہر میں سکّے بننا بند ہو گیا اور اسکے بعد سے اس کا سلطنت مقدونیہ میں الحاق سمجھنا چاہئے؛ لیکن مارونیہ اور اے نوس نے مدت دراز تک نہایت افراط سے سکّے بنا کر اپنی آزادی کا ثبوت دیا اور یہی کیفیت تھاسوس کی ہے؛ رہا ساموتھریس، تو اُس کی حرمت کی وجہ سے ایک حد تک اُس کی خودمختاری قائم رہی۔ سستوس اور لیزی ماخیہ کو خارجی مدد کی ضرورت تھی، اور لیمنوس وامبروس پر ایتھنزیوں کا قبضہ تھا۔ بیزنطہ کو کلٹوں کے حملے کی وجہ سے نقصان پہنچ چکا تھا، اور اب بھی اُسے خراج ادا کرنا پڑتا تھا، جس کی مقدار پہلے تو دس ہزار طلائی سکّے تھی جو اسے کبھی کبھی ادا کرنے پڑتے تھے، اور پھر رفتہ رفتہ اسی تالنت سالانہ ہو گیا۔ سنہ ۲۲۰ ق م میں بیزنطہ کا خزانہ اس قدر زبوں حالت میں تھا کہ اُنھوں نے اپنے حلیف یونانیوں کے سامنے دست استمداد پھیلایا اور جب وہاں سے کوئی جواب نہیں ملا تو پونتوس کے مال پر محصول درآمد لگا دیا۔ اس کا تمام تجارتی ریاستوں پر سخت دباؤ پڑا، چنانچہ ان کی طرف سے رھوڈز نے مطالبہ کیا کہ اس محصول کو منسوخ کر دیا جائے گا، اور بیزنطہ نے انکار کرنے پر اس کے خلاف لڑائی ٹھان لی۔ رھوڈزیوں کی طرف پروسیاس حکمران بتھنیہ تھا اور دوسری جانب بیزنطہ کے دعاوی کا مؤید اتالوس جو اس وقت صرف پرگامم کے ہمسایہ ملک پر قابض تھا، اور سلیوکیوں کا رشتہ دار اکائیوس تھا جس نے عین اس وقت اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا تھا۔ لیکن جب رھوڈزیوں نے زرفدیہ دیکر اکائیوس کے باپ اندروماخوس کو اسکندریہ کے محبس سے رہا کرا دیا تو اکائیوس نے انھیں دانت دکھا دئے، اور جو جنگ رھوڈز اور بیزنطہ کے درمیان ہوئی اس میں بیزنطہ کو رھوڈز سے نہیں بلکہ پروسیاس سے اس قدر نقصان پہنچا کہ آخرکار انھیں محصول سے دست بردار ہونا ہی پڑا۔

باب ۱۳

تیسری صدی ق م میں ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل اور ہمسایہ شمالی ساحل والے بلدیات کی تاریخ میں بہت کچھ مدوجزر نظر آتا ہے[۱۰۷]

۱۰۷۔ ایشیائے کوچک، اتالوس اور اکائیوس اور یونانی شہر؛ پولی بیوس ۵، ۷۷۔ یہ شہر "پہلے کی طرح رضامندی کے ساتھ" اتالوس کے قبضے میں آجاتے ہیں۔ اے گئے کا موجودہ نام نمرود قلعہ سی ہے؛ دیکھو نیچے باب ۲۱ حاشیہ ۶۔ تیمنوس کے لئے دیکھو ریمزے: "تاریخی جغرافیہ" Ramsay : Hist Geog

۱۰۸۔

شاہان پرگامم، ایشیائے کوچک کی شہری زندگی کے محافظ، سلیوکیوں، مصر اور رھوڈز کے مدمقابل۔ انطاکوس سے ایک میدان خریدنے کے موقع پر فلے تائرس روپیے سے پتا نے کی مدد کرتا ہے؛ فرنیکل، صفحہ ۱۵۰۔ نیز دیکھو نیچے، باب ۲۱۔ سمرنا: مجموعۂ نوشتہ جات یونان C. I. Gr. ۳۱۳۷؛ دیکھو اوپر، باب ۵، حاشیہ ۱۲۔ ایفی سوس: دیکھو اوپر، باب ۵، حاشیہ ۱۲۔ تمارخوس وغیرہ۔ باب ۹۔ حاشیہ ۴۔ تقریباً سنہ ق م میں ایفی سوس کے تعلقات ارادوس کے ساتھ؛ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۶۶۷؛ ان دونوں شہروں کے سکندری سکے؛ میولر: "مسکوکیات سکندر اعظم" Mueller : Numism. d'Alex. le. Gr. نیز دیکھو نیچے، باب ۱۷، سکہ جات ایونیہ، سنہ ۳۰۱–۱۹۰ ق م: "فہرست سکہ جات نوادر خانہ برطانیہ" مرتبہ ہیڈ Cat. Br. Mus., Ionia XLVI XLVII لیزی ماخوس کی اٹیکائی جو درہمیاں سمرنا، ایریتھرائے، ایفی سوس اور مگنیشیہ ہیں؛ بطلیموسی سکے ایفی سوس میں مختلف بلدیات کی آزادانہ تسکیک نقرہ میں بہت کمی پیدا ہو جاتی ہے، تاہم اس کے نمونے تیوس میں (فنیقی معیار کے)، ایریتھرائے، ایفی سوس، ساموس اور ملطہ میں (رھوڈزی معیار کے)، مگنیشیہ میں (اٹیکائی معیار کے) اور سنہ ۲۵۰ ق م سے سنہ ۱۹۰ ق م تک ملطہ میں (ایرانی معیار کے) پائے جاتے ہیں۔ تیسری صدی ق م تک پری اینے میں سکے نہیں بنتے، اور یہ امر باعث تعجب ہے کہ گو خیوس کافی ذی اقتدار تھا، لیکن اس میں سنہ ۲۵۰ ق م سے سنہ ۱۹۰ ق م تک کوئی سکہ نہیں ڈھالا گیا۔

باب ۱۳ ان کے قانونی رتبے کی جو کیفیت پانچویں باب میں بیان کی گئی ہے وہ اس وقت تک حسب سابق تھی۔ ہرقلیہ، قبرص، لمیساکوس، اور ابی دوس ۲۲۰ سنہ ق م میں اتنے ہی آزاد تھے جتنے ۲۷۵ سنہ ق م میں؛ ایونی شہر سلیوکی، بطلیموسی، اتالوسی اور انتی گونوسی جھگڑوں میں برابر ملوث رہے، لیکن چونکہ رھوڈز اور مصر ہی کاریہ کے معاملات میں دلچسپی لیتے تھے اور یہ دونوں ایک دوسرے کے راستے میں زیادہ حائل نہیں ہوتے تھے۔ نہ ایکدوسرے کے دست نگروں میں مظالم ڈھاتے تھے اسلئے کاریہ کا ان جھگڑوں سے نسبتہً کم تعلق تھا۔ ۲۱۸ سنہ ق م میں کیمے، سمرنا، فوکیہ، ایگئے، تیمنوس اور کولوفون اکائیوس سے اتالوس کیطرف چلے گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان شہروں کے اتالوس کے ساتھ پہلے سے تعلقات تھے، اور انھوں نے اکائیوس کے سامنے صرف جبراً و قہراً سر تسلیم خم کیا تھا۔ سمرنا ایک بڑی حد تک سلیوکیوں کا طرفدار تھا اور اُدھر افی سوس اور ساموس بطالسہ کی قوت و اقتدار کے مستقر بنے ہوئے تھے اور نہ صرف مصری بیڑے کی قیامگاہ تھے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ افی سوس میں بولس؛ پولی بیوس ۸، ۱۸۔ افی سوس اور ساموس میں مصری پڑاؤ؛ ایضاً ۵، ۳۵۔

مغربی ایشیائے کوچک میں مصر کا اثر، وغیرہ؛ پولی بیوس ۵، ۳۴۔

لیوی ۳۳، ۱۹، ۲۰ سے ایشیائے کوچک میں مصر کی حیثیت پر روشنی پڑتی ہے۔ باب ۱۹ میں کلکیہ لیکیہ اور سوریہ کے بعض شہروں کو، جن کے نام نہیں دئے گئے، "زیر اقتدار بطالسہ" بیان کیا گیا ہے اور باب ۲۰ میں کاؤنوس، میدنوس، ہالی کارناسوس اور ساموس کو "حلفائے بطلیموسی" کا لقب دیا گیا ہے۔ بطالسہ اپنے حدامکان تک اپنا اقتدار جمائے رکھتے تھے؛ اور نیز: "کتبۂ کنیدوس" Usener: Epigr. von Knidos ۴۹۔

خیوس کی وساطت؛ پولی بیوس ۵، ۲۴؛ لیوی ۲۷، ۳۰۔ ابی دوس کی آزادی اور جرأت؛ ایضاً ۱۶، ۲۹ وغیرہ۔

باب ۱۳

بلکہ ان ہی کو مرکز بنا کر اجیر سپاہیوں کو جمع کیا جاتا تھا۔ خیوس کو جو سنہ ۲۱۸ ق م میں رھوڈز اور ایتھنز کے ساتھ مل کر فیلقوس اور ایتولیوں کے بیچ میں پڑا تھا، ان سے زیادہ اختیارات حاصل تھے۔ پولی بیوس نے ان پاروں میں جن میں وہ بطلیموس چہارم سے پہلے کے زمانے میں مصر کی اہمیت بتاتا ہے، ان ہی میں ان حصہ جات ایشیا میں مصر کے اثرات کا بھی ذکر کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ابتدائی بطالسہ نے کیلے سوریہ اور قبرص پر قبضے کر کے شاہان شام کو یہ تسلیم کرایا کہ ہم شاہان ایشیا و جزائر کے نہایت ذی سطوت ہمسایہ ہیں اس لئے کہ ہم پمفیلیہ سے ہلیس پونت تک کے ساحل تک کے اہم ترین مقامات پر قابض ہیں، اور چونکہ ہم اے نوس، مارونیہ اور ان سے بھی بعید شہروں کے مالک ہیں اس لئے تھریس و مقدونیہ کی صورت حال پر اپنی نظر جمائے بیٹھے ہیں۔ پولی بیوس کے ان فقروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نویں، اور دسویں بابوں میں ادولے والے کتبے اور تھیوکری توس کے سرکاری یا شاعرانہ بیانات میں بہت کچھ مبالغہ آمیزی کی گئی ہے۔ مصریوں کا صرف ساموس اور شاید کوس اور بعض چھوٹے چھوٹے جزیروں پر قبضہ ہوگا؛ ایشیائے کوچک میں ان کے قبضے میں ساحل کے صرف تھوڑے ہی سے مقامات تھے اس لئے کہ یہاں کے جو اہم بستیاں تھیں وہ انکے حلیف تھیں دست نگر نہیں تھیں۔ الغرض چونکہ بتھینیا ایک امن پسند ملک تھا اس لئے بحیرۂ اسود کا راستہ کھلا ہوا تھا، لیکن مقدونیہ اور شام دونوں نے اس پر قابو حاصل کرنا چاہا اور مصر اور ایتولیہ نے فاصلے سے اس کی حفاظت کرنے کی کوشش کی۔

ہم ابھی رھوڈز کی صورت حال سے واقف ہو چکے ہیں[۵۳]

---

[۵۳] رھوڈز سنہ ۲۲۷ ق م کا زلزلہ اور بادشاہوں کی اعانت؛ پولی بیوس ۵، ۸۸-۹؛ مقابلہ کرو، ڈروائے سن ۳، ۲، ۸، ۱۷ وغیرہ۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ دیگر)

باب ۱۳

اُس کی حیثیت اس وقت وہی تھی جس کی ایتھنز ہمیشہ تمنا کیا کرتا تھا، یعنی کمزور بحری شہروں کا ایک طرح پر وہ حامی و مددگار تھا۔ لیکن جہاں ایتھنز اس سے تابع ہونے کی بجائے حکومت چلاتے کا بھی خواہاں رہنے کی وجہ سے غیر مقبول تھا وہاں رھوڈز نے کبھی اپنے دوستوں پر اپنا اقتدار جمانے کی کوشش نہیں کی چنانچہ وہ ان میں ہمیشہ ہر دل عزیز رہا۔ یہ سچی، بلا معاوضہ حمایت صرف سکندر کے بعد ہی ممکن تھی اور چونکہ بجائے ایرانیوں کے اب صرف بحری قزاقوں سے مقابلہ کرنا پڑتا تھا اس لئے ایک واحد ذی اقتدار مملکت کافی تھی۔ رھوڈز کے اس اقتدار پر دنیائے یونان کی رضامندی کا سبب یہ تھا کہ انھیں ۳۰۵-۳۰۴ ق م کا وہ واقعہ یاد تھا کہ اُس نے نہایت بہادری سے دشمن کی مدافعت کر کے سب کی تعریف و توصیف کا اپنے آپ کو مستحق ثابت کر دکھایا تھا۔ اس کی ہر دل عزیزی کی وسعت کا اظہار اُس خوفناک زلزلے کے وقت ہوا جس نے ۲۲۷ء میں شہر رھوڈز کو ہلا کر ویران کر دیا، جب رھوڈز کے اطراف و جوانب کے بلدیات کی طرف سے اسکی جانب تحفہ و تحائف گویا بہنے لگے تاکہ ویران شدہ حصص کی دوبارہ تعمیر ممکن ہو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ پولی بیوس کی یہ رائے (باب ۹۰) قابل لحاظ ہے کہ بادشاہوں کے لئے "ہیلی نیس" پر تحفوں سے مالا مال کرنا نہایت مناسب تھا اس لئے کہ اس کے معاوضے میں "عزت" اور "وقعت" حاصل ہو جاتی ہے (باب ۹۰) چنانچہ ان تحائف کے بدلے میں جن اعزاز کی ان پر بوچھار کی جاتی تھی وہ بالکل درست تھے، اور پولی بیوس یہ بھی کہتا ہے کہ ہیلی نیس کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ "وہ ہر شخص کا اس کی بساط کے مطابق خیال رکھتے تھے۔ اس وصف سے ایتھنزی بھی متصف تھے"؛ دیکھو اوپر باب ۶، حاشیہ ۱۔

اہالیان رھوڈز دمیتریس والئ فاروس کا مقابلہ اس وقت کرتے ہیں جب وہ اپنی کشتیوں کو لے کر جزائر دور کو تاراج کرتا ہے؛ پولی بیوس ۴، ۴۷، ۱۹۔

باب ۱۳ (بالکل اسی طرح جیسے سنہ ۱۸۴۲ء کی آتش زدگی کے بعد ہامبرگ کو ہدیوں اور تحفقوں سے مالا مال کیا گیا)، اور یہ تحفے خاص طور پر مختلف بادشاہوں کی طرف سے آئے اس لئے کہ وہ اپنا روپیہ اس طرح خرچ کرنے میں اپنی عزت سمجھتے تھے۔ رہے جمہوری یونانی، تو وہ نہایت خوشی سے ان بادشاہوں کو یہ امتیاز حاصل کرنیکی اجازت دے کر خود علیحدہ ہوگئے۔

حکمراں بادشاہوں کی حوصلہ مندیوں سے دوسرے درجے پر غالوی ہیں جن کا ایشیائے کوچک کے سیاسی ارتقاء میں اب بھی بہت کچھ اثر ہے[۹۴] اس ملک میں جو قومی عناصر موجود تھے انمیں یہ ایک اور عنصر کا اضافہ کرتے ہیں جن کی وجہ سے دوسرے عناصر میں جسمانی افتراق پیدا ہوگیا ہو لیکن اخلاقاً وہ ان کے باہمی اتحاد کے کبھی کبھی ضرور معاون ہوتے ہیں۔ ہم اب ہمیں دیکھ چکے ہیں کہ ان کے تین قبیلے تھے جن کی ابتداء میں تین ہی آماجگاہیں تھیں، یعنی تولستوبوئی (تولستوگوئی) مغرب کے ایوس اور ایونیہ میں، تروکمی شمال اور ہیلیس پونت کے ساحل پر، اور تیکتوساگیس اندرون ملک میں۔ لیکن زمانۂ مابعد میں تولستوبوئی نے مغرب کو، تیکتوساگیس نے دیار وسطی کو

---

[۹۴] ایشیائے کوچک میں غالطیوں کے قیام کی تاریخ اور واقعات کے لئے دیکھو کیوپ کا مضمون Rhein. Mus. ۴۰، ۱۳۳۔ اس کی رائے ہے کہ لیوی کا بیان (۳۸، ۱۶) سب سے زیادہ قابل وثوق ہے اور اسکے لئے پوسانیاس ۱، ۸، ۲، استرابو ۱۲، ۵۶۶ اور یوستی نوس ۲۵، ۲ کا حوالہ دیتا ہے۔ اتالوس، پرسیاس اور اسے گوساگاے؛ پولی بیوس ۵، ۷۷، ۸، ۱۱۱۔

غالطیوں کے دستور کے لئے رائناش: "متھرا داتیس" ۸۷۔

شمالی غالطیہ کی زرخیزی کے لئے دیکھو Allgem. Zeitung, Beilage، ۱۲ جنوری سنہ ۱۸۹۳ء۔

باب ۱۳

اور تروکمی نے مشرقی حصوں کو اپنا مستقل مسکن بنا لیا۔ بعض مورخوں نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ غالویوں نے جن ممالک پر قبضہ کیا وہ ایشیائے کوچک کے قابل زراعت حصوں میں سب سے کم زرخیز ہے؛ ہم اس رائے سے یقیناً متفق ہیں، لیکن ہمارے خیال میں اس پر زیادہ زور دینا بھی نہیں چاہیئے اور اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ غالطیہ قدیم افروجی تمدن کا مرکز تھا اور زراعت اس کے لئے لابد اور ضروری تھی، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ گوردیوس عین اس ملک کے قلب میں رہتا تھا جو بعد میں غالویوں کا مسکن بن گیا، اور زمانۂ حال میں انگورہ کو جو ریل بنائی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آج بھی یہ اضلاع بہت کچھ زرخیز ہیں۔ بہر حال غالطی قوم ان اضلاع کو مرکز بنا کر قرب وجوار کے ملکوں پر چھاپے مارتی تھی۔ ظاہر ہے کہ ان حملوں کا مخصوص نصب العین یونانی بستیوں کی زرخیز اراضی اور پرگامم کی سلطنت تھی، اور بادشاہ اور چھوٹے چھوٹے حکمران اپنے ذاتی جھگڑوں اور خانگی لوٹ مار میں ان سے مدد لینے سے نہیں چوکتے تھے۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے تعلقات نہ صرف بتھی نیوں کے ساتھ بلکہ شاہان انشیین اور انطاکوس ہیئراکس کے ساتھ بھی اچھے تھے اور دوسری طرف علاوہ شاہان پرگامم کے سلیوکوس دوم ان کے خاص مخالفوں میں سے تھا۔ وہ غالوی جنھیں اتالوس نے طلب کیا تھا اور جن کا پردسیاس نے خاتمہ کیا وہ خاص یورپ سے آئے تھے۔ آجکل کے ایک مورخ نے کیا خوب کہا ہے کہ جس دستور کے ذریعے سے غالویوں پر حکومت کی جاتی تھی اس میں جمہوریت اور ملوکیت دونوں کے جملہ نقائص پائے جاتے تھے۔ ہر قبیلہ مختلف کنٹوں میں منقسم تھا جو ایک دوسرے سے آزاد تھے اور جن پر نام نہاد تترارخ حکومت کرتے تھے۔ ان سرداروں کے دوش بدوش عادل اور سپہ سالار تھے۔ تترارخوں کی مجلس کا انعقاد شاہ بلوط کے ایک باغیچے میں ہوتا تھا،

باب ۱۳ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس مجلس کو صرف عادلانہ اختیارات حاصل تھے، ورنہ ہر کٹھم جو چاہتا تھا کرتا تھا۔

ملوکیتوں میں سب سے پہلے بتھی نیہ کو لیجیے[۵]۔ تھریسی بتھی نوی غالباً ساتویں صدی ق م میں یورپ سے ایشیائے کوچک آئے اور وسطی و زیرین سنگاریوس کے کنارے آباد ہو گئے، جو قلب افروجیہ سے نکل کر بجائے خلیج کیوس یا خلیج استاکوس میں جا گرنے کے، جہاں کی جھیلیں اور دریا گویا اسے اپنی طرف دعوت دیتے معلوم ہوتے ہیں، شمال کی طرف جا کر بحیرۂ اسود میں گر جاتا ہے۔ میم نون ہمیں بتھی نیہ کے تین حکمرانوں یعنی دِ دالسوس، بوتی راس اور یاس کے نام بتاتا ہے، جنھوں نے ۴۴۰ء ق م سے ۳۲۵ء ق م تک اس ملک پر حکومت کی۔

---

[۵] بتھی نیہ۔ رائناش: ”ایشیائے کوچک کی تین سلطنتیں“ Th. Reinach: Trois royaumes de l'Asie Min. پیرس، ۱۸۸۸ء، صفحہ ۸۹/۱۵۲؛ دیکھو اوپر باب ۵، حاشیہ ۱۱۔

بتھی نیہ کے شہروں مثلاً استاکوس، نکومیدیہ وغیرہ کے لئے دیکھو کون: ”قیام بلدیات عہد قدیم“ Kuhn: Enstehung der Staedte d. Alten صفحہ ۳۷۳/۳۷۶

وسطی سنگاریوس کے خصائص۔ Ritter ۸)، ۶۵۰۔

اہل بتھی نیہ فتوحات کے شائق نہیں؛ وہ اپنے چاروں طرف کمزور یا نیم بربری اقوام کو، جیسے میغزیہ کی چھوٹی چھوٹی بستیوں، غالطیوں اور پفلاگونیوں کو اپنے چاروں طرف جمع رکھتے ہیں۔

اس زمانے میں افروجیہ اپیکتےتوس، دریائے تیم بریس (دڑساک)، اور اسکے شہروں یعنی کوتیائیوم (قوتاہیہ) اور ددری لائیوم (عسکی شہر) کی (جو اغلباً متھراداتیس کے کسی سپہ سالار نے آباد کئے ہوں گے) کیا کیفیت تھی، یہ فیصلہ مشکل ہے سلیوکیوں کے زیر نگین ہوگا، اور صرف کادوی ہی ایسا شہر ہے جس پر شائد اُن کا قبضہ تھا، دیکھو نیچے، حاشیہ ۷۔ عام طور پر، ریمزے: ”ایشیائے کوچک“ ۱۴۵۔

باب ۱۳

۳۲۵ سنہ ق م سے ۲۷۸ سنہ ق م تک زیبوئے تیس ولد باس نے پہلے تو بطور خود مختار حکمراں کے حکومت کی اور بعدازآں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا نکومدیس تخت نشین ہوا، اور یہی وہ نکومدیس ہے جس نے اپنے بھائی کا مقابلہ کرنے کی غرض سے غالویوں کو ایشیا میں بلایا اور استاگوس کے قریب شہر نکومیدیہ آباد کیا (جو اس وقت روبزوال تھا)۔ ہم آگے چل کر ابواب ۱۸ و ۲۱ میں بیان کریں گے کہ کس طرح اُس نے اور اس کے جانشینوں نے یونانی تمدن کی حفاظت کی۔ نکومدیس نے ۲۵۰ سنہ ق م تک حکومت کی۔ ہم اس سے پہلے باب ۹ میں لکھ چکے ہیں کہ نکومدیس کے بعد اُس کی وراثت کی بابت جھگڑے پیدا ہوئے، اور آخرکار زیئے لاس تخت پر بیٹھا، لیکن اسے ۲۲۸ سنہ ق م کے قریب غالوی اجیر سپاہیوں نے جان سے مار ڈالا۔ ہم آگے چل کر اُس کے بیٹے اور جانشین پروسیاس کا ذکر کریں گے، جس نے تقریباً ۲۲۸ سنہ ق م سے تقریباً ۱۸۵ سنہ ق م تک حکومت کی۔ واقعہ یہ ہے کہ باوجود بتھی نیہ کے حکمرانوں کے ادنیٰ اخلاقی معیار کے، چونکہ اس کے ذریعے سے بحیرۂ اسود کی آزاد جہازرانی کی حفاظت ممکن تھی اس لئے ہمارے نزدیک وہ تہذیب و تمدن کا بڑا بھاری پشتی بان تھا۔

اب ہم بتھی نیہ اور غالطیہ کے باہمی تعلق پر بحث کریں گے۔

گو غالطیہ کا خاص دریا سنگاریوس ہے، اور اس صوبے کا مغربی حصے کو بتھی نیہ کا حصہ ہی سمجھنا چاہیئے، تاہم ان دونوں کے مابین بہت ہی کم اندرونی تعلق تھا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کو دریائے سنگاریوس ملاتا ہوگا، لیکن ایسا نہیں تھا۔ اس کا وسطی حصہ جہاں وہ مشرق سے مغرب کی طرف جاتا ہے ایک دشوار گزار گھاٹی بن گیا ہے، اور اس سطح مرتفع کو جو سڑکیں عبور کرتی ہیں وہ اس سے کچھ فاصلے پر عبور کرتی ہیں؛ بلکہ نکومیدیہ سے انگورہ کو جو ریل جاتی ہے وہ بھی اس سے

باب ۱۳

گریز کر کے جاتی ہے - رومنوں کے عہد تک بتھی نیہ اور غالطیہ کے درمیان رسل و رسائل کا سلسلہ نہایت دشوار گزار تھا - ان تمام باتوں کو مدنظر رکھ کر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ غالطیوں سے وہ کام آسانی سے نکل سکتا تھا جو شاہان بتھی نیہ ان سے لینا چاہتے تھے، یعنی بتھی نیہ کی فوجی سرحد کی حفاظت کرنا، لیکن ساتھ ہی راستوں کی خرابی کی وجہ سے وہ ایسی جگہ نہیں پہنچ سکتے تھے جہاں سے وہ حکمرانوں کو مشکلات میں پھنسا سکیں - غالطیہ کے فطری راستے (جو دراصل افروجیہ ہی کا دوسرا نام تھا) رومنوں کے زمانے تک مغربی جانب جاتے تھے، لیکن کائے کوس کی وادی اور پرگامم تک پہنچنے کی بجائے جنوب کی طرف بالائی پرھوس اور وہاں سے ساردس اور سمرنا تک پہنچتے تھے -

اس کے بعد پرگامم کا نمبر آتا ہے جس کی اہمیت روز بروز بڑھ رہی تھی[6] - اس کے نام ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں اور ایشیائے کوچک

---

[6] پرگامم - دیکھو ابواب ۲ و ۵، باب ۱، حاشیہ ۲، اور باب ۲۱ - تصانیف حالیہ:
مے یر: "پرگامم ابتدا و اختتام" Meier : Pergamon, Ersch u. Gruber.
۳۵۳ وغیرہ؛ ہیسل مے یر: "قیام سلطنت پرگامم" Hesselmeyer: Die urspruenge.
der Stadt P. ٹیوبنگن، ۱۸۸۵ء؛ رائناش: "شہر پرگامم کی ابتدا" Reinach :
Les origines de la ville de P. ، جریدۂ تاریخی، ۱۸۸۶ء - نیز دیکھو مہافی:
"ملوکیت پرگامم" جریدۂ ہرماتھینا، ۹، نشان ۲۲؛ میں مہافی کے خیالات سے
ایک بڑی حد تک متفق ہوں - تیوتھرانیا کا قدیم یونان کے افسانوں سے تعلق
تھا - ترمیر: "پرگاموس" Thræmer : Pergamos لائپزگ، ۱۸۸۸ء -

پرگامم کے شمال میں اس کے دوسرے مقبوضات اور مشرق میں پہاڑوں کے زنجیرے تھے، اور صرف جنوب ہی میں ایک قوت دار ہمسائے یعنی سلیوکی تھے، جنھیں اس نے کامیابی کے ساتھ ہیلیس پونت پہنچنے سے روکا - (بقیہ حاشیہ بر صفحہ دیگر)

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اتالوسیوں اور غالطیوں کی باہمی لڑائیوں کے لئے میں نے کیوپ کے مضمون کا اتباع کیا ہے جو Rhein. Mus ۴۰ ۱۱۴/۱۳۲ میں چھپا ہے۔ لیکن مقابلہ کرو گیبلر: "ایریتھرائے" Gaebler : Erythrae برلن سنہ ۱۸۹۲ء عام طور پر یہ فرض کیا جاتا تھا کہ صرف ایک ہی میدان میں فتح ہوئی، اور نی بُور Niehbur کہتا ہے کہ یہ غالویوں پر ہوئی تھی جو اُس وقت انطاکوس کی فوج میں ملازم تھے، لیکن ڈروائے سن کہتا ہے کہ یہ کامیابی غالوی قوم پر بحیثیت ایک قوم کے حاصل ہوئی۔ لیکن پولی بیوس (۱۸، ۴۱) سے ظاہر ہوتا ہے کہ غالویوں سے صرف اجیروں کی ٹولیوں سے مراد نہیں تھی۔ لیکن جب سے نی بور اور ڈروائے سن نے اپنی رائے کا اظہار کیا متعدد نوشتے ایسے برآمد ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح بہت سے میدانوں میں ہوئی ہوگی۔ تکتوساگیس پر جو کامیابی ہوئی وہ منبع کائیکوس کے قریب ہوئی اور یہ وہی لڑائی ہے جسے پوسانیاس "میزیہ میں" ہونا بیان کرتا ہے (۱، ۸، ۲)، اور غالباً یہی وہ فتح تھی جس کے بعد اتالوس نے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ پولیائے نوس ایک جنگ کا حال بیان کرتا ہے (۴، ۱۹) جس سے پہلے اتالوس نے جانوروں کی آنتوں پر الفاظ "فتح شاہی" لکھوا دئے تھے۔ چونکہ اس وقت بادشاہ انتی گونوس تھا اس لئے یہ لڑائی صرف غالویوں کے خلاف لڑی گئی ہوگی، اور کیوہلر اس کی تاریخ کا تعین سنہ ۲۴۰ ق م کرتا ہے۔ تقریباً اسی زمانے میں (جیسے گیبلر تقریباً سنہ ۲۳۵ ق م بتاتا ہے اور جس کے لئے دیکھو اوپر، حاشیہ ۲) تولستواگیون نے انطاکوس اور متھراداتیس کی طرف سے سلیوکوس کو ایک بڑی بھاری فتح انگورہ کے مقام پر دی تھی، اور یہی وہ جنگ ہے جس کا حوالہ تروگوس کی تمہید ۲۷، اور یوستی نوس ۲۷، ۲، ۱۱ میں دیا ہوا ہے۔ اب غالسطی انطاکوس کے طرفدار ہو کر سنہ ۲۲۹ ق م میں پرگامم پر چڑھائی کرتے ہیں لیکن انھیں پرگامم کے نواح میں افرودی زیون پر شکست ہو جاتی ہے۔ شائد یہی زمانہ ہوگا جب

باب ۱۳ ایک ہی قوم نہیں رہتی تھی بلکہ پونتوس کی طرح جزو قوم اور جزو صوبہ سے مرکب تھی، اور اس کا آغاز ایک ایسے شہر کے حکمرانوں نے کیا جسکے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ انطاکوس نے اپنے خسر زیئے لاس کے یہاں پناہ لی، وہی زیئے لاس جسے بعد میں غالویوں نے قتل کر دیا۔ ایک نوشتے میں ہیلیس پونتی افروجیہ کی تیسری لڑائی کا ذکر ہے، لیکن کسی دوسرے ماخذ سے اس کا پتا نہیں چلتا معلوم ہوتا ہے کہ پردسیاس اول نے، جو سنہ ۲۲۹ ق م میں تخت پر بیٹھا تھا، انطاکوس کا ساتھ چھوڑ دیا ہوگا، جس کے بعد انطاکوس ایشیائے کوچک چھوڑ کر چلا گیا۔ یوستی نوس ۲۷، ۳ اسی لئے کہتا ہے کہ اتالوس کے قبضے میں "ایشیا کا زیادہ تر حصہ" آگیا لیکن یہ اُس کے پاس زیادہ مدت تک نہیں رہا۔ اتالوس اور ہیئے راکس کے مابین جو لڑائی ہوئی اس کی بابت یوسے بیوس ۱، Sch. ۲۵۳ پورفیریوس سے حوالہ دیا ہوا ہے۔ واضح ہو کہ کولوئے ساردس کے قریب تھا۔

اتالوس نے ایتولیوں کے لئے شہر ایلاؤس کی فصیل کی تعمیر کی (پولی بیوس ۴، ۶۵) اور خاندان اتالوس کی روایت کے بموجب اس طرح کچھ روپیہ کمایا۔

حکمرانان پرگامم اور مرمنادیوں کے درمیان جو مقابلہ ہم نے کیا ہے اُسے آگے بھی بڑھایا جا سکتا ہے۔ ان دونوں میں مفصلۂ ذیل مشابہت پائی جاتی ہے:۔ (۱) جغرافیہ: دونوں کے علاقے کم و بیش ایک ہی تھے؛ اتالوس نے جو شہر آباد کئے ان میں سے اکثر لیدیہ میں واقع تھے (۲) دونوں کی قوت کی بنیاد روپے پر تھی؛ سکّوں کی اہمیت؛ ایلکترون، کستونوری۔ (۳) دونوں کا تمدن یونانی گی گیس سے کریسوس سب حکمرانوں کے یونانی حرموں کے ساتھ نہایت اچھے تعلقات تھے، اور ایفی سوس کے ساتھ برا سلوک نہیں کیا جاتا تھا۔ یہی کیفیت اتالوسیوں کی تھی، اور ایفی سوس ایک طرح سے انکا دوسرا پائے تخت تھا۔ پئوسانیاس ۱، ۳۶ کے مطابق اتالوس کو ایک

نام سے یونانی سورمائی عہد کی یاد تازہ ہوتی ہے لیکن جو ایک بستی کی حیثیت سے کبھی زیادہ اہم نہیں ہوئی اور جس کے حکمرانوں کے نام یونانی مقدونوی نوع کے ہیں۔ پرگامم کی اہمیت کا راز اس کے قلعے کے استحکام میں مضمر تھا اور اس طرح پوری سلطنت گویا ایک جاگیردار کی مملوکہ تھی۔ یہ امر بھی عیاں ہے کہ اتالوسی خاندان یونانی الاصل تھا، مقدونوی الاصل نہیں، اور اس کے ارکان سپاہی منش ہونے کی بجائے مدبر تھے۔ ان کی جو حیثیت تھی وہ ان کے کاردیہ والے ہمنام کی حیثیت سے تھوڑی بہت مشابہ تھی۔ لیکن فلے تائروسی یومنیس حکمران کاردیہ کی طرح (جس کی سب سے پہلی صفت یہ تھی کہ وہ ایک سیاسی اور روپئے والا آدمی تھا) مطمح خیال کا نہیں تھا بلکہ وہ اس کی بہ نسبت بطلیموس سے زیادہ مشابہ تھا اور دونوں کے عادات پر اسی اصول کا اثر تھا کہ کوئی چیز تھوڑی ہی ہو لیکن وہ تھوڑی یقینی ہو۔ پرگامم کا فطری رقبہ چھوٹی سی ندی کئیکوس کی وادی کے مساوی ہے جو لسبوس کے جنوب میں خلیج ایلائیہ میں سمندر میں گر جاتی ہے۔ اس کی شمالی سرحد پر ایک زنجیرۂ کوہ ہے جس پر ہو کر ایک سڑک ادرامی تیوم کو جاتی ہے۔ اسی زنجیرے کی دو شاخیں جنوب کی طرف جاتی ہیں جن میں سے ہر ایک پر دو دریاؤں سے گھرا ہوا سطح سمندر سے تقریباً ایک ہزار فٹ بلند قلعۂ پرگامم واقع ہے۔ قدیم روایت ہے کہ اس علاقے میں جس کا نام تیوتھرانیا کہتے تھے کسی زمانے میں یونانی رہتے تھے۔ ہم اس سے پہلے دوسرے باب میں دیکھ چکے ہیں کہ لیزی ماخوس کا پرگامم والے خزانہ دار فلے تائروس ساکن کیوس نے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ایتھنزی کہتے ہیں ”میزوی“ کا لقب دیا گیا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہان پرگامم نے اپنے اقتدار کی بنیاد صوبوں کو بنا دیا تھا۔

باب ۱۳

اپنے آقا سے باغی ہو کر خزانے پر مالکانہ قبضہ کر لیا اور سلیوکوس سے جا ملا۔ اُس نے اور اُس کے جانشینوں نے اس خزانے کو نہایت عاقلانہ طور پر جو استعمال کیا وہ اُس کے خاندان کی عظمت میں ممد و معاون ہوا۔ ان شاہان پرگامم کی قوت کا دار و مدار روپے پر تھا اور اُس قوت کے مماثل تھا جو چار سو برس پہلے اسی حصۂ ملک میں مرمنادیوں کی تھی۔ جب غالویوں نے اپنی یورشوں کی ابتدا کی ہے تو دُنیا کے اس حصے میں کوئی ایسا نہیں تھا جو بغیر کسی خاص سبب کے روپے والے اور عقلمند فلے تائے رُوس کے ساتھ بیکار جھگڑا مول لے۔ اسکے برعکس لوگوں نے اُس کی پناہ ہی ڈھونڈی۔ الغرض جس طرح مرمنادیوں نے کیمیریوں کی مخالفت کی تھی اسی طرح پرگامم نے غالویوں کی مدافعت کی۔ آخر کار جاگیردار امیر ملکی حکمران بن گیا۔ فلے تائے روس کا ۲۶۳ ق م میں انتقال ہو گیا اور اس کے بعد اس کا بھتیجا یومنیس اول (۲۶۳/۲۴۱ سنہ ق م) اور اس کے بعد ایک دوسرا بھتیجا اتالوس اول (۲۴۱/۱۹۷ سنہ) تخت نشین ہوئے اور آخر الذکر نے غالویوں کو شکست دینے کے بعد (جسکے لئے دیکھو باب ۱۰ اور اس موجودہ باب کے حواشی) اپنی باضابطہ بادشاہی کا اعلان کر دیا۔ اتالوس کے عہد حکومت میں اسے بہت سے نشیب و فراز دیکھنے پڑے۔ کچھ دنوں کے لئے وہ (ہمعصر مبالغہ آمیزی سے) گویا ایشیا کا مالک بن گیا، لیکن چونکہ اُس کی تائید میں کوئی قوم نہیں تھی اسلئے اُسے پھر اپنے قلعے میں اپنی حکومت کو محدود کر دینا پڑا۔ اس کے بعد قلب انیتولیہ تک اپنا اثر پھیلا کر اور یونانی مقاصد کی پشت پناہی کر کے اُسے غالویوں کو اپنی مدد کے لئے بلا لینا پڑا، گو ان کے آنے کے بعد بھی وہ کوئی ممتاز کام انجام نہ دے سکا۔ لیکن بدقسمتی کے زمانے میں بھی اتالوس کی قوت باقی رہی اور اسے زیر نہیں کیا جا سکا۔ واضح ہو کہ پرگامم اسی کے عہد حکومت میں اپنے فنونِ لطیفہ کے لئے شہرۂ آفاق ہو گیا تھا۔

باب ۱۳ ایشیائے کوچک آنے سے پہلے، جن پر بالکل مختلف نوع کی ملوکیتیں قبضہ کئے ہوئے ہیں، ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ مغرب اور جنوب میں سلیوکیوں کی حکومت کہاں کہاں تک پھیلی ہوئی ہے[٤٧]۔ قدما کے خیال کے مطابق ان کا ایشیائے کوچک کیساتھ

---

[٤٧] ایشیائے کوچک میں سلیوکیوں کے قائم کردہ شہر۔ مقابلہ کرو ڈروائے سن کا مشہور ومعروف تتمہ، ۳، ۲، خاصکر ۲۷، ۸، ریمزے اور دوسرے سیاحوں کے مضامین، جن کا شمار یہاں ممکن نہیں اور جن کی بابت بہت کچھ معلومات رائناش کے "اخبار مشرقیہ" Sal: Reinach:Chroniques d'Orient سے مل جائیں گے؛ شخہارٹ: "معلومات متعلقۂ ایتھنز" Schuchhardt : Athen.Mittheil. ۱۳، ۱ وغیرہ؛ گ۔ رادے: "ایشیا میں مقدونیوں کی نوآبادیاں طاروس سے اس طرف" G. Radet : De Coloniis a Macedonibus in Asian cis Taurem deductis پیرس ۱۸۹۲ء (اس کتاب میں ایک نہایت نفیس نقشہ بھی ہے)؛ اسی مورخ کی کتاب مسمی "لیدیہ" La Lydie پیرس ۱۸۹۳ء۔ رادے کے نقشے کے علاوہ مفصلۂ ذیل کا مطالعہ مفید ہوگا۔ کیپرٹ Kiepert کا بنایا ہوا ایشیائے کوچک کا بڑا نقشہ (۱۸۸۶ء) اور اسی کا تیار کردہ نقشہ سٹیریٹ کے ولفی مہم کے لئے، بوسٹن ۱۸۸۸ء۔

قدیم اسناد میں سے بہت کچھ معلومات نوشتوں (جن کے لئے دیکھو رادے) اور سکوں (جن کے لئے دیکھو ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات") سے بہم پہنچ سکتی ہیں۔ استیفان ساکن بیزنطہ کے انطاکیہ اور تھیاتیرا کے متعلق دو پارے ایسے ہیں جن کا اکثر اقتباس دیا جاتا ہے لیکن ان کا مفہوم سمجھنا نہایت دشوار ہے۔

سلیوکوس اول نے جو شہر آباد کئے ان کے لئے دیکھو اوپر، باب ۵۔ رادے (۵۰) مفصلۂ ذیل شہروں کو اس کی طرف منسوب کرتا ہے: لاؤدیکیہ کتالیکومینے اور تھیاتیرا مع دودسے (قریب تھیاتیرا)، اکراسوس، نکراسہ؛ انطاکوس اول کی طرف وہ اپامیہ، سلیوکیہ سیدیرہ پلتینی، بلوندینی، کادینی، میزومقدونیز (جو غالطیوں کے مقابلے کے لئے آباد کیا گیا تھا)، لاؤدیکیہ بدریائے لیکوس انطاکیہ بدریائے میاندر، نیسہ،

باب ۱۳ کسی قسم کا تعلق نہیں تھا۔ اگر ہم ادیوکلے کے نوشتے محض فریقانہ کاغذ قرار

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ = مگنیشیہ قریب کوہ سیپی لوس منسوب کرتا ہے۔ اسی طرح اس کے نزدیک انطاکوس دوم نے ایریزا اور تھیمی سونیوم آباد کئے اور سیپی لوس والے زنجیرے پر جو مگنیشیہ تھا اُس کے چاروں طرف ہیر کانیوں میں چار بستیاں قائم کیں۔ انطاکوس سوم کے لئے دیکھو نیچے۔

سلیوکیہ بدریائے کالی کادنوس۔ کلیس کا مضمون پاؤلی ۶، ۹۵۶۱ پر؛ نیز دیکھو اوپر، باب ۵، حواشی۔ اس نے پہلی صدی ق م سے برابر خود مختارانہ سکے ڈھالے؛ ہیڈ، ۶۱؛ استرابو ۱۴، ۶۷۰؛ اسٹیفان ساکن بیزنطہ "سلیوکیہ" و "ہیریہ"۔ سالانہ اولمپیائی کھیل؛ سارپیدنی اپولو کی فال گاہیں۔ رادے سلیوکیہ گیا اور ۱۸۹۱ء میں ایک آسٹروی مہم وہاں پہنچی جس کے سرگروہ ہبرڈے اور ولہلم تھے۔ اس کے قابل لحاظ خصائص: (۱) بر آمدے دار سڑک (۲) دوسری صدی ق م کی لوح جس پر ۴۹ سطروں کا ایک کتبہ ہے؛ اس میں انطاکوس سوم کے ایک درباری یودیموس ساکن سلیوکیہ کے اعزاز میں مختلف یونانی شہروں کی قراردادیں کندہ ہیں۔ اس کے محل وقوع کے لئے دیکھو کیپرٹ کا نقشہ سٹیریٹ کی کتاب میں۔

لاؤدیکیہ کتاکیکومینے۔ یہ ملک آتش فشاں نہیں ہے۔ کلیس کا مضمون پاؤلی ۴، ۷۶۶ میں؛ ریمزے: "معلومات ایتھنز" Ramsay: Athen. Mithheil. ۱۳، ۲۳۳ وغیرہ؛ "ایشیائے کوچک" ۸۶۔ اس کا نقشہ ایک تماشاگاہ کی طرح ہے یہ جنوبی فوجی سڑک کی شمالی شاخ پر واقع ہے اور چونکہ مزاکا والی سڑک اسی سے نکلتی تھی اس لئے اس کی حیثیت مرکزی تھی۔ سکے؛ ہیڈ ۵۹۶۔ موجودہ نام ییرغان لادق؛ کیپرٹ کا نقشہ سٹیریٹ میں

انطاکیہ (پسیدیہ والا) یہ میاندر والے مگنیشیہ کی ایک نوآبادی تھی؛ استرابو ۱۲، ۵۷۷۔ اس کا نام بعد میں قیصریہ پڑ گیا اور اس میں مین اسکینوس Men Askenos. کا ایک بت خانہ تھا (استرابو ۱۲، ۵۷۵، ۵۷۷ میں عبارت ٹھیک نہیں پڑھی گئی)۔ سکے،

باب ۱۲ دے کر نظر انداز کردیں تو یہ خیال پولی بیوس سے ظاہر ہوتا ہے، جو علی العموم

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ہیڈ ۵۸۹۔ موجودہ نام یلووچ۔ انطاکیہ میں پولوس رسول کا پہلا وعظ غیر اقوام کے سامنے اور اُن کا عیسوی مذہب اختیار کرنا؛ "رسولوں کے اعمال" ۱۳۔ کیپرٹ: "مغربی ایشیائے کوچک" Kiepert : Westl. Kleinas, ۰۹ اور اسٹیریٹ۔

اس کے قریب ہی سلیوکیہ (واقعہ پسیدیہ) جسے "سدیرہ" اور "قریب طارُوس" بھی کہتے تھے؛ ہیڈ، ۲۵۲؛ کلیس کا مضمون پاؤلی میں ۱، ۶، ۹۵۶؛ رٹر Ritter ۱۹، ۴۸۲۔ محل وقوع اغندیر گیول کے مغرب میں؛ کیپرٹ کا نقشہ اسٹیریٹ میں۔ اسی کے قریب اپولونیہ تھا؛ دیکھیئے، باب ۲۱۔ اس تمام ملک میں مقدونوی آثار؛ رادے: "نوآبادیات" ص ۳۵/۳۷۔

اپامیہ کبوتس۔ کبوتس = سینہ۔ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ، جنکی کشتی کا یہاں آکر ٹھہرنا بیان کیا جاتا ہے؛ اس افسانے کو اس مقام کی طرف ان یہودیوں کو منسوب کیا جو انطاکوس سوم کے زمانے میں یہاں آکر آباد ہو گئے تھے۔ مقابلہ کرو بابلون: "مجموعۂ مسکوکیات" Babelon : Mel. numismat ۱، ۱۶۵/۱۷۴۔ ہیڈ کی بھی یہی رائے ہے، ۵۵۸۔ اپامیہ دریائے میاندر کے منبع کے قریب اس کے معادن مارسیاس کے نکلنے کی جگہ واقع تھا۔ قریب کے شہر کیلینے کی جگہ لے کر وہ مغربی ایشیائے کوچک کا سب سے اہم تجارتی شہر بن گیا۔ کیلینے کو خاص فائدہ تھا کہ وہ شمالی شاہراہ (مہم زرکسز) پر واقع تھا، جو اپسوس یولیہ تک جنوبی شاہراہ کی شاخ بھی تھی؛ چنانچہ وادیٔ میاندر اور اندرون ملک کے درمیان جو کچھ بھی تجارتی مال اسباب تھا وہ سب کیلینے ہو کر جاتا تھا۔ اپامیہ کی کیفیت بھی یہی تھی اور جنوب کی طرف اس کا تعلق افروجیہ سے اُس سڑک کے ذریعے سے تھا جو سگالاسوس ہو کر جاتی تھی۔ یہی وہ سڑک پمفیلیہ سے افروجیہ تک تھی جس پر ہو کر سکندر گیا تھا۔ صندوق والے سکے جن پر دو شخصوں کی شبیہہ بنی تھی اور جن کے اوپر فاختہ اور شاخ زیتون اور لفظ "نوئے" کندہ تھا؛ ہیڈ ۵۵۸، تصویر ۳۱۶۔

ایشیائے کوچک کے حکمرانوں کا حوالہ دیتا ہے، اور صرف ملک شام باب ۱۳

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ مقابلہ کرو گ. ہرشفیلڈ، Berl. Ak. ۱۸۷۵ء اور ہوگرتھ: "جریدۂ مطالعات یونان" Jour. Hell. St. ۱۸۸۸ء؛ رادسے ۱۳۱۔ دنیر کے قریب باقیات، کیپرٹ: "مغربی ایشیائے کوچک" ۹؛ سٹیریٹ؛ رادسے: "لیدیہ"، نقشہ۔

لاؤدیکیہ بدریائے لیکوس۔ کلیس کا مضمون پاؤلی ۴، ۷۶۴، ۷۶۵ میں اس نے لیدیہ، افروجیہ، اور کاریہ کے جائے اتصال پر ہونے کی وجہ سے قریب کے شہر کولوسائے کی جگہ لے لی۔ استیفان ساکن بیزنطہ کہتا ہے ("لاؤدیکیہ") کہ اسے انطاکوس دوم نے آباد کیا تھا، لیکن رادسے (۵۳) کا خیال ہے کہ چونکہ استیفان کے بیان میں صراحت نہیں ہے اس لئے غالباً اس کا بانی انطاکوس اول ہوگا۔ یہ موجودہ عسکی حصار کے محل وقوع پر آباد تھا۔ بھیڑوں کی پرورش؛ اون کی صنعت؛ کاریہ کے مین کی پوجا؛ مدرسۂ طبیہ۔ سکے؛ ہیڈ، ۵۶۵۔ قدیم ترین سکے کستوفوری ہیں، اور بعد میں تانبا مسکوک ہونے لگا لیکن ان سکوں کے انواع مختلف تھے۔ زمانۂ وسطیٰ میں اس کی جگہ اس کے قریب کے شہر خونائے نے لے لی۔ لاؤدیکیہ کے شمال میں ہیئے راپولس تھا جو اپنے متحجّر پانی کے لئے مشہور تھا؛ استرابو ۱۳۴، ۶۳۰۔ پروپونتس سے پمفیلیہ جو سڑک جاتی تھی وہ یہاں ہو کر (رادسے: "لیدیہ" ۴۳)، اور راستے میں ساردس، فلادیلفیہ، لاؤدیکیہ، کھیمی سونیوم، کبیرہ اور اتالیہ ہوتی ہوئی جاتی تھی۔ دیکھو کیپرٹ ۱۱؛ رادسے: "لیدیہ"، نقشہ۔

انطاکیہ بدریائے میاندر۔ استیفان ساکن بیزنطہ کے مضمون "انطاکیہ" کے گنجلک اور نیم درست بیان کی بنا پر اسے انطاکوس اول سے منسوب کیا جاتا ہے، لیکن بابلوں ("مسکوکیات" Babelon: Mel صفحہ ۱۷) کہتا ہے کہ یہ دراصل انطاکوس سوم کے زمانے تک آباد نہیں ہوا تھا، اور اس شہر کی ایک چو درہمی کی تاریخ کا تعین ۱۶۸ ق م کے بعد کی کسی تاریخ کا کرتا ہے۔

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ مقابلہ کرو ہیڈؔ ۵۲۰۔ اس میں شک نہیں کہ انطاکوس سوم، نے دو ہزار یہودی خاندانوں کو لیدیہ اور افروجیہ منتقل کر دیا (Jos. Ant.12, 2, 3) لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ سنہ ۱۹۷ ق م اور سنہ ۱۹۰ ق م کے درمیان اس قدر اہم شہر وہاں آباد ہوا ہو؟ آج کل اسے چرکس کوئی کہتے ہیں، کیپرٹ ۹؛ رادسے کا نقشہ۔

استرانونیکیہ بدریائے مارسیاس (بالائی) واقع ملک کاریہ۔ استیفان ساکن بزنطہ کہتا ہے کہ اسے انطاکوس اول نے خری ساوری زیوس کے تبخانے کے قریب آباد کیا تھا جسے کاریہ والے خاص طور پر عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہ بت خانہ "خریزاری قوم" کا مرکز تھا اور "کومائے" پر مشتمل تھا جو استرابو کے زمانے میں مختلف شہروں سے متعلق تھے (۱۴، ۶۶۰)۔ مقابلہ کرو کون: "قیام بلدیات قدیمہ" ۳۶۸۔۳۷۰۔ سکّے؛ ہیڈ ۵۳۰؛ دوسری اور پہلی صدی ق م سے چاندی اور تانبا بھی مسکوک ہوتے تھے "موجودہ عسکی حصار"۔ کیپرٹ ۹۱۔ یہ شہر خلیج کیرامیکوس پہ اس سڑک پر واقع تھا جو الیفی سوس سے مگنیشیہ، ترالیس، الابندہ ہو کر ادی سوس جاتا تھا۔ شیرارڈ Sherard کو اسی مقام پر دیوکلی تیان کا مشہور حکم موسومہ "قیمت اشیاء" منکشف ہوا تھا۔

کھیمی سونیوم بدریائے کزانیس۔ کزانیس دریائے سندھ کے ایک معاون ندی کا نام تھا؛ ڈروائے سن ۳، ۲، ۲۷۰۔ اسے آجکل کریوک بازار کہتے ہیں، کیپرٹ ۱۲۔

ایریزا۔ کتبے؛ رادسے ۳۵؛ "اسخیان بازار"۔ ریمزے کہتا ہے کہ یہ کھیمی سونیوم کے جنوب میں واقع تھا۔ کیپرٹ ۱۲۔ سٹرک؛ ریمزے As. M. ۴۹؛ رادسے: لیدیہ ۳۴، ۳۵۔

کبیراتس کے لئے پولی بیوس ۳۰، ۹ (حکمران، پنکراتیس) رٹر Ritter ۹، ۸۰۰ تا ۸۵۴۔

کرتا ہے۔ ان کا مطلق کوئی اقتدار سنگاریوس، ہالیس، بالائی سارڈس

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ نیسا جسے استیفان ساکن بیزنطہ کے گنجلک بیان "انطاکیہ" کے مطابق کسی ایک انطاکوس نے بسایا تھا؛ اس بیان پر ڈروائے سن ۲،۰۲،۲۳ میں بحث کی گئی ہے۔ یہ کوہ میسوگس کے جنوبی ڈھال پر سلطان حصار کے قریب واقع تھا۔ کیپرٹ ۱۱؛ نقشہ رادے میں۔

ترالیس مقابلہ کرو پاؤلی ۶، ۲، ۲۰۷۳۔ پلینی (۵، ۱۰۸) کہتا ہے کہ اسے ایوانتھیا، سلیوکیہ اور انطاکیہ بھی کہتے تھے۔ اصل میں یہ آرگوس کی ایک نوآبادی تھی۔ یہ وادیٔ میاندر میں موجودہ ایدن کے قریب ہی واقع تھا جو آج کل ریل کا اسٹیشن بھی ہے۔ کیپرٹ ۱۱؛ نقشہ رادے میں۔ رومن عہد کے تانبے کے سکے جن پر یونانی لفظ "سلیوکیون" کندہ ہے؛ ہیڈ، ۵۵۵؛ رادے ۲۶۔ ترالیس تھریسی اجیر سپاہیوں اور الیریہ کے ایک ضلع دونوں کو کہتے تھے۔ دیکھو فرینکل "کتبات" Fraenkel : Inschr. صفحہ ۱۶۔ اسے انطاکوس سوم نے آباد کیا تھا؛ رادے ۴۵۔ خاص طور پر مقابلہ کرو ریمزے کے دلچسپ خیالات (As. M. ۸، ۱۱۲): "اپنے محل وقوع کی وجہ سے وادیٔ میاندر میں ترالیس سب سے اہم قلعہ تھا، جس کی وجہ سے پہلے تو وہ سلیوکی بادشاہوں کا قلعہ رہا، جیسا اس کے دوسرے ناموں سلیوکیہ یا انطاکیہ سے ظاہر ہوتا ہے؛ سنہ ۱۹۰ ق م کے بعد اس پر پرگامم کا قبضہ ہو جاتا ہے اور یہ قبضہ ان کستوفوری سکوں سے ظاہر ہوتا ہے جو یہاں پائے جاتے ہیں۔

الابندہ بملک کاریہ، جو دریائے مارسیاس کے قریب واقع تھا۔ اس کا نام انطاکیہ بھی تھا۔ یہاں بہت سے سکے ملے ہیں جن پر ایک ہی عامل کا نام کندہ ہے لیکن بعض پر لفظ "الابندیون" اور بعض پر "انطاکیون" لکھا ہے۔ بابلون: "مسکوکیات" میں اس مسئلے پر مفصل بحث کی گئی ہے، اور وہ کہتا ہے کہ اس کا نام انطاکیہ صرف انطاکوس سوم کے زمانے میں پڑا تھا۔ اسے اب "عرب حصار" کہتے ہیں؛ کیپرٹ ۱۱۔

تھیاتیرا: استرابو ۱۳، ۶۲۵۔ استیفان ساکن بیزنطہ کہتا ہے کہ اسے سلیوکوس اول نے آباد کیا تھا (وہ کہتا ہے کہ اس کا اصلی نام "پھیوگاتیرا" تھا!)۔ یہ دریائے

باب ۱۳ دیپراموس کے طاسوں پر یا ٹاٹا جھیل اور کوہ ارگایوس کے قریب نہیں ہے۔

بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ہرموس کے شمال میں دریائے لیکوس پر واقع تھا، اور روایت ہے کہ اسے سلیوکیوں سے پہلے پیلوپیا کہتے تھے۔ اب اس کا نام "اق حصار" ہے اور یہ اس ریل پر واقع ہے جو سمرنا سے وادیٔ کئیکوس جاتی ہے۔ کیپرٹ، ۸؛ رادے میں نقشہ۔ دوئے وے کے لئے رادے ۱۶۷۔

نکراسہ۔ "مجموعۂ نوشتہ جات یونان" C. I. G. ۳۵۲۲؛ شنھارٹ: "معلومات ایتھنز" ۱۳، ۱ وغیرہ۔ بکیر کے قریب تھیاتیرا کے شمال میں؛ ہیڈ، ۵۵۱؛ کیپرٹ، ۸؛ نقشہ رادے میں۔ یہ قریب کے شہر اکراسوس سے مختلف تھا (رادے: "لیدیہ" ۳۰۶)۔

مقدونیز ہیرکانی اور میزو مقدونیز؛ پلینی ۵، ۱۲۰۔ اول الذکر دریائے ہرموس کے زیرین حصے میں مگنیشیہ کے مقابل، اور آخر الذکر وسطی میاندر پر واقع ہیں۔ مقابلہ کرو ریمزے: "معلومات ایشیا" ۱۲۴ و رادے ۱۷، جہاں مگنیشیہ بدریائے سپی لوس کے قریب والی دوسری مقدونوی نوآبادیات کا ذکر کیا گیا ہے؛ مقابلہ کرو "مجموعۂ نوشتہ جات یونان" ۳۱۳۷ = ہکس ۱۷۶ = ڈٹن برگر ۱، ۱۷۱ (انطاکوس اول و دوم نے مگنیشیہ میں جو دلچسپی لی اس کا ذکر اس کی سطر ۱۰۰ میں دیکھو) رادے ۲۸ میزو مقدونیز کے لئے۔

بلیندوس۔ "مجموعۂ نوشتہ جات یونان" ۳۸۶۶۔ یہ میاندر کے شمال میں اسی جگہ تھا جہاں موجودہ سلیمانلی واقع ہے۔ ہیڈ ۵۵۹۔ اس کے خود مختارانہ سکے دوسری اور پہلی صدی ق م کے؛ کیپرٹ، ۸۔ نقشے کے لئے رادے قریب کا شہر دیونی سو پولس (آتا لوسی تھا؛ دیکھو نیچے باب ۲۱۔ بظاہر نکراسا، بلیندوس اور باقی ماندہ دو شہروں کے نام نہیں بدلے گئے۔ "اندوس" کا لاحقہ کاریہ کے شہروں کے ناموں میں بھی ملتا ہے، مثلاً میندوس، اور یہی کیفیت لاحقہ "اسا" کی بھی ہے، جیسے "میلاسا"۔ "دا" (دیکھو نیچے، سینادا) یہ لاحقہ کاریہ اور کلیکیہ کے شہروں میں پایا جاتا ہے۔

لیکن اس سے جنوب و مغرب کی جانب مصر اور رہوڈز کا اقتدار بالا ہے۔ باب ۱۳

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ بیلتائے۔ اپامیہ کے شمال و مغرب میں دریائے گلاؤکوس پر تھا جو میاندر کا معاون ہے؛ ہیڈ، ۵۶۷۔ یہاں کے خود مختارانہ تانبے کے سکے غالباً پہلی صدی ق م کے ہیں۔ اس کے قریب ہی یومینیہ تھا جس کے لئے دیکھو نیچے باب ۲۱۔ کیپرٹ ۹؛ رادے میں نقشہ۔

کاوی دریائے ہرموس کے منبع پر، ایزانوئے کے قریب؛ دیکھو نیچے باب ۲۱۔ رادے، ۲۳؛ ہیڈ ۵۶۰۔

مقدونوی آبادی والے شہر دریائے ہرموس اور اُس کے معاون دریاؤں پر جو میسونیہ میں واقع تھے۔ رادے ص ۲۰/۲۲ اور نقشہ۔

لیسیاس۔ اپسوس اور اپامیہ کے درمیان۔ ریمزے ‘As, M: ۳‘ ۱۴؛ رادے ۳۹۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام سلیوکوس نکاتور کے سپہ سالار لیسیاس کے نام پر رکھا گیا ہوگا (پولیائے نوس ۴، ۵/۹)؛ قریب کرج یورن کیپرٹ ۹۔

سینادا۔ استیفان ساکن بیزنطہ؛ دیودوروس ۲۰، ۱۰۷، ۱؛ سنہ ۳۲۰ ق م میں؛ ڈروائے سن ۳، ۲، ۲۶۷، ۲۶۸ (مع دوکی میوم کے)۔ دوکی موس کے لئے رادے ۴۷۔ موجودہ جیفوت قصبہ؛ کیپرٹ ۹؛ رادے کا نقشہ؛ ہیڈ ۵۶۹۔ خود مختارانہ تانبے کے سکے پہلی صدی ق م کے۔

دوکی میوم۔ ہیڈ ۵۶۲؛ رادے ۴۰؛ ریمزے: "معلومات ایتھنز" ۳۹؛ کیپرٹ ۹۔ موجودہ اچی قرا حصار۔ افیوم قرا حصار، جو سینادا کے شمال والے میدان میں ایک ڈھلوان چٹان کی چوٹی پر واقع ہے، ہرشفیلڈ (ہفتہ وار جریدۂ لسانیات برلن Berl. Phil. Woch. سنہ ۱۸۹۱ء نمبر ۴۴) کی رائے کے مطابق جس کی تائید رادے کرتا ہے، اسی جگہ واقع ہے جس جگہ پلوٹارک: "تمسطاکلیس" ۳۰ والا "لیونتون کیفائے" تھا؛ لیکن کیپرٹ ("جدید کتابچۂ نقشہ جات دنیائے قدیمہ") کے نزدیک یہ فرماکی جگہ اور رمزے: "کتابچہ" ۱۳۱ کے نزدیک اکروئے نوس کی جگہ ہے۔

ہمسایہ مقامات پر مینے سوس واکردے نوس کے لئے مقابلہ کرو رادے و ریمزے۔

باب ۱۲ مفصلۂ ذیل بیان سے ظاہر ہو جائے گا کہ ممالک مذکورۂ بالا کے علاوہ کون کونسے ملک شاہان سوریہ کے زیر نگیں تھے :۔ اگر ہم مشرق سے مغرب کی طرف جائیں تو ہمیں بہت سے ایسے شہر ملیں گے جن کے ناموں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بنیاد سلیوکیوں نے ڈالی ہو گی ۔ اگر ہم اس سلیوکیہ کو چھوڑ دیں جو ملکِ شام کے قریب کالیکادنوس پر واقع تھی، اور جسے سلیوکوس "فاتح" نے آباد کیا تھا، تو یہ شہر مفصلۂ ذیل ہیں :۔ لاؤدیکیہ کاتاکیکومینے، جو اقونیوم کے شمال میں لیکاؤنیہ میں واقع تھا؛ انطاکیہ پسیدیہ اور افروجیہ کی سرحد پر؛ اپامیہ کبوتوس دریائے میاندر کے منبع کے قریب (جسے غالباً کولوسائے کے بدلے میں انطاکوس دوم نے آباد کیا تھا)؛ استراتونیکیہ کاریہ میں جو انطاکوس اول کی نو آبادی تھی)؛ ستدھی ملک کے شمال میں تھیمیسونیوم جس کا نام انطاکوس دوم کے ایک درباری کے نام پر رکھا گیا تھا؛ اور اپامیہ و اپسوس کے درمیان لیسیاس، جس کا نام بظاہر سلیوکوس نکاتور کے ایک سپہ سالار کے نام پر رکھا گیا تھا ۔ اگر یہ خیال درست ہے تو لیسیاس کی بنیاد غالویوں کے حملے سے پہلے کے دور میں رکھی گئی ہو گی، اس کے بعد استراتونیکیہ، اپامیہ اور غالباً انطاکیہ بدریائے میاندر کو اسکے بعد انطاکوس اول نے آباد کیا، تھیمیسونیوم اور غالباً لاؤدیکیہ بدریائے لیکوس انطاکوسِ دوم نے بنیاد ڈالی اور لاؤدیکیہ کاتاکیکومینے وانطاکیہ (پسیدیہ) کسی بعد کے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ۔ یہ عجیب بات ہے کہ پیسی نوس کے جنوب میں ارمو ریوم میں مقدونوی آبادی تھی، شائد اس لئے کہ وہ سکندر کی شاہراہ پر واقع تھا کیا یہ ممکن ہے کہ وہ غالطیوں کے خلاف سلیوکیوں کی آخری چوکی تھی؟ رادے، ۴۰ ؛ ڈروائے سن ۳، ۲، ۱۹۸ ؛ ریمزے ۲۳۰ ۔ اب یہ مقام حمزہ حاجی کہلاتا ہے ۔

انطاکیہ بدریائے کراگوس سلیکیہ اسپرا کے ساحل پر دیکھو پاؤلی، ۱۱۲۸ ۔ سنہ ۱۸۹۱ء میں ہیبرڈے اور ولہلم یہاں آئے تھے (بر آمدوں کی سڑک ؛ نہایت نفیس مصری بتخانہ؛ مقابلہ کرو رڈر: "ایشیائے کوچک" ۱۹، ۳۸۹) ۔ کیا یہ اغلب نہیں کہ اس شہر کا قیام انطاکوس سوم کے عہد میں ہوا تھا؟ ہم جانتے ہیں کہ اُس کے پاس جہازوں کا ایک بیڑا تھا ۔

باب۱۳ زمانے میں قائم ہوئے جن کا ہم تعین نہیں کر سکتے۔ اسی لئے لیسیاس کے ذریعے سے سلیوکوس نکاتور نے تو غیر مزروعہ میدانوں کے قریب اپنے اثرات کو مستحکم کر لیا، انطاکوس اول وہاں سے سیدھا جنوب و مغربی سمت چل کر کاریہ کے قلب میں جا گھسا اور انطاکوس دوم نے ضلع کبی راتس میں اپنا اقتدار مستحکم کرکے (تھیمی سونیوم وار یزا: دیکھو حاشیہ) اس راستے پر قبضہ کر لیا جو وہاں سے لاؤدیکیہ بدریائے لیکوس سے ہوتا ہوا، وادیٔ میاندر کو جاتا ہے۔ علاوہ ان مقامات کے، جن کے ناموں اور دوسرے اسناد سے انھیں کلیتہً سلیوکی قرار دیا جا سکتا ہے، بعض دوسرے مقامات بھی ہیں جن کی بابت ہمارے پاس ایسے کافی اسناد نہیں ہیں کہ ہم انھیں قطعی طور پر سلیوکی آبادیاں قرار دے سکیں۔ یہ شہر نیسا (جو میاندر کی وادی میں ہے) اور ترالیس و الابندہ ہیں جن کے کچھ عرصے تک سلیوکی نام تھے۔ بعض دوسرے مقامات جن کے نام مقدونوی نہیں ہیں، بعض قابل وثوق نوشتوں کی رو سے مقدونوی آبادیاں تھیں، مثلاً ساردس کے شمال میں تھیاتیرا، تھیاتیرا کے شمال میں نکراسہ، بالائی ہرموس پر کادی اور میاندر کے علاقے میں بلیندوس اور پیلیتا ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان شہروں کے ابتدائی آباد کار سلیوکی تھے، بلکہ یہ بالکل ممکن ہے کہ اس سے پہلے ہی یہاں مقدونوی آباد ہو گئے ہوں۔ اس طرح میزو مقدونیز اور مقدونیز ہرکانی کی بستیوں کی آبادی کی تاریخ جو زیریں ہرموس پر تھیں بالکل غیر متیقن ہے۔ اس کے برعکس سینادا اور دوکی میسوم کی مقدونوی نوآبادیاں، جو اندرون افروجیہ میں واقع تھیں۔ انھیں بہت کچھ وثوق کے ساتھ جانشینان سکندر کے ساتھ منسوب کیا جا سکتا ہے۔ ان واقعات سے ایشیائے کوچک میں سلیوکیوں کی قوت کی توسیع اچھی طرح سے سمجھ میں آ جاتی ہے۔ ان کے مستقر افروجیہ، جنوبی لیدیہ اور وسطی کاریہ میں تھے، اور اس کے علاوہ ان کے قبضے میں وہ راستہ بھی تھا جو ریگستان کے کنارے کنارے کلیکیہ کا بیسترس

باب ۱۳ کو جاتا تھا۔ ان ہی نے اس راستے کو سب سے پہلے دریافت کیا تھا۔ اگر ہم اموریوم کو نظر انداز کردیں، جو شمال و مشرق میں کیلینے اپامیہ سے افروجی غالطی مستیقر کی سڑک پر پیسی نوس کے قریب واقع تھا اور جس میں مقدونوی آباد تھے، تو اس علاقے میں پیسیدی انطاکیہ اور لیسیاس انکی آخری آبادیاں تھیں۔ شائد وہ اس راستے پر بھی قابض تھے جو پمفیلیہ سے کبیرہ اور تھیمی سونیوم ہوتا ہوا الیکوس اور میاندر کو جاتا تھا۔ تاہم یہ ممکن ہے کہ وہ ضلع کبیر اٹس میں شمال کیطرف سے صرف میاندر کی طرف ہو کر گھسے ہونگے کم از کم انکے خاص خاص علاقے میاندر اور ہرموس کی وادیوں میں اور دریائے کیسٹر کی وادی کے شمالی حصے میں واقع تھے۔ چونکہ دریائے کیسٹر کے جنوبی حصے کے بالکل قریب افی سوس تھا جو بطالسہ کی طرف زیادہ مائل تھا اس لئے اس حصے پر ان کا اثر مشکل سے ہوگا۔ اسی طرح کاریہ اور لیکیہ کے ساحلی علاقے اُن کی سیادت کو تسلیم نہیں کرتے تھے، اور پسیدیہ اور پمفیلیہ بجائے سلیوکیوں کے بطالسہ کو زیادہ مانتے تھے[۸]، اور یہی حالت دریائے کالی کادنوس کے دہانے (جہاں سلیوکیہ آباد تھا) اور ساحل کے بعض مقامات مثلاً انطاکیہ بر دریائے کراگوس کے علاوہ کلیکیہ اسپرا کے ملک کی تھی۔

اب شمال و مشرق آئیے۔ یہاں ہمیں پفلاگونیہ کی بابت کچھ زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے[۹] ہومری زمانے سے برابر اُسکے حکمرانوں کے نام یونانی تھے، چنانچہ اُسے ہمیشہ نیم یونانی ریاست شمار کیا جاتا تھا۔ یہ ملک مختلف چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا اور باقی دنیا سے بالکل الگ تھلگ تھا۔ اس ملک کی واحد سڑک جنوب میں تھی، اور یہ مغرب سے مشرق کی طرف جاتی تھی۔ اس کے ساحل پر

---

[۸] مصر اور اسپندس کے درمیان تعلقات، Ath. ۱۲۴/۴۴ ۔

[۹] پفلاگونیہ۔ رائناش: "متھرادآتیس" ۸۸، ریزے As. M. ۱۹۱؛ ایضاً ۲۸، اسقوف کے لئے۔

باب ۱۲

استیوف تھا جس کا اندرون ملک سے ضرور کسی نہ کسی قسم کا تعلق ہو گا۔ پفلاگونیہ سے زیادہ اہم اُسکے جنوب ومشرق میں مُلک کاپادوسیہ واقع تھا جس میں بالائی ہالیس، پیراموس اور سارُدس کا بالائی حصہ اور کوہ آتش فشاں ارگائیوس کے قرب وجوار کا علاقہ شامل تھا[۱] اس کا قدیم ترین تاریخی حکمراں اریاراتھیس اول تھا جسے سنہ ۳۲۲ ق م میں پرڈکاس نے صلیب پر چڑھایا۔ یہ ملک کچھ مدت کے لئے یومنیس والیٔ کاردیہ کے اور اس کے بعد انتی گونوس کے قبضے میں رہا۔ جسکے بعد اریاراتھیس اول کا بیٹا اریاراتھیس دوم تخت نشین ہوا۔ اس کے بعد اریارامنتیس (تقریباً سنہ ۲۸۰ ق م) اور اراراتھیس سوم (تقریباً سنہ ۲۳۰ ق م) ملک کے بادشاہ ہے اور موخر الذکر نے انطاکوس دوم کی ایک بیٹی استراتونیس سے شادی کی۔ واضح ہو کہ اس استراتونیس کی بہن مستھراداتیس شاہ افستین کی ملکہ بنی' اور جہاں استراتونیس کو غالبًا کاتاونیہ کا علاقہ جہیز کے طور پر ملا وہاں اس کی بہن کو افروجیہ عظمیٰ دیا گیا۔ ہم اس سے واقف ہیں کہ

---

[۱] کاپادوسیہ۔ رائناش: "تین سلطنتیں" ۱ تا ۸؛ نیز "مستھراداتیس" کے مختلف پارے۔ رائناش اول الذکر کتاب کے صفحہ ۵ اور دوم الذکر کے صفحہ ۹ پر اس سے پہلے کی کتابوں کے اقتباس دیتا ہے۔

دیودوروس ۳۱، ۱۹ کے مطابق قدیم کاپادوسی بادشاہوں کا ایک سلسلہ تھا، جن میں سے پہلا بادشاہ فرناسیس کورش کے باپ کیکادِس کی بہن کو بیاہا تھا۔ لیکن یہ درست نہیں معلوم ہوتا؛ دیکھو "تین سلطنتیں" ۱۰، وغیرہ۔

بلاشبہہ استراتونیس کو کاتاونیہ جہیز میں ملا تھا؛ "تین سلطنتیں" ۱۸، جہاں رائناش استرابو ۱۲، ۵۳۴ کا اتباع کرتا ہے۔ اسی کتاب کی تصویر ۱، ۷ میں اریاراتھیس کے ایک سکے کی شبیہہ ہے جو لیزی ماخوس اور فلاتیردس کے سکوں کی نقل معلوم ہوتی ہے؛ اس کے ایک طرف جو پالاس ہے اُس سے غالبًا مراد ماذیبی سے ہوگی اس نقل سے مقدونوی استراتونیس کے اثر کا پتا چلتا ہے۔

باب ۱۷

زمانۂ مابعد میں کاتاڈنیہ پر کاپادوسیہ کا قبضہ تھا، چنانچہ یہ بالکل ممکن ہے کہ جہیز دراصل موجودہ صورت حال کو تسلیم کرنے پر مشتمل ہوگا۔ اسکے برعکس دوسری صدی ق م میں افشین کے حکمرانوں کے پاس افرد جیۂ عظمیٰ زیادہ سے زیادہ صرف دو سال کے لئے رہا، چنانچہ غالباً جہیز سے مراد یہ تھی کہ داماد کو اجازت دیجائے یا دعوت دیجائے کہ اُس ملک پر قبضہ کرے، اور چونکہ اِفشین اور افرد جیۂ عظمیٰ کے مابین غالطیہ کا ملک حائل تھا اس لئے اُس پر قبضہ کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اریار اتھیس سوم کا جانشین اریار اتھیس چہارم مشرق کے حکمرانوں میں پہلا تھا جس نے یوسے بیس (متقی) کا منکسرانہ خطاب اختیار کیا۔ ہم اسکی طرف بعد میں متوجہ ہوں گے۔ ابتداء میں لفظ کت پتوکا سے مراد تمام تیسرے ایرانی صوبے سے تھی، لیکن بعد میں اس سے اس صوبے کی مشرقی سمت سے مراد لی جانے لگی، اور آخر میں یہ لفظ اس حصے کے صرف وسطی حصے پر منطبق ہونے لگا۔ ان تنگ معنی میں کاپادوسیہ سے مطلب سطح مرتفع سے ہے جس کا گرما نہایت گرم اور سرما نہایت سرد ہوتا ہے اور جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس میں اس حصے میں شہر نہیں بلکہ گاؤں پھیلے ہوئے تھے اور اُس کے باشندوں کا پیشہ شبانی تھا۔ ان کے سب سے بڑے معبود کی پوجا جسے یونانی زیوس کہتے تھے، وینا سا کے بت خانے میں ہوتی تھی جو موری مینے کے صوبے میں تیانہ کے قریب منبع اسباسہ پر واقع تھا؛ اس کے علاوہ ایک دوسرے دیسی معبود کو یونانی اپولو بتاتے تھے، اور ما نامی معبودہ کا جائے قیام دریائے ساروس پر شہر کومانا میں تھا۔

اب ہم پونتوس یا افشین آتے ہیں جس کا اصلی نام "کاپادوسیہ بہ ساحل افشین" ہونا چاہئیے۔ یہ ملک اس زنجیرۂ کوہی کے شمال میں واقع ہے جو ہالیس کے مشرق میں پھیلا ہوا ہے اور وسطی سطح مرتفع کو ساحل سے جدا کرتا

ہے۔[۱۱] جتنا یہ حدیب خشک اور بعض جگہ بنجر ہے اتنا ہی ساحلی علاقہ سیر آب اور پیداوار میں ممتاز ہے۔ اس کا خاص دریا ایرس ہے، اور یہ ایشیائے کوچک کے دوسرے دریاؤں کی طرح پہلے مشرق سے مغرب کی طرف بہتا ہے اور پھر شمال کی طرف مڑ جاتا ہے۔ اس کے مشرقی کنارے پر دریائے لیکوس اس سے مل جاتا ہے، اور ان دونوں کی وجہ سے دو نفیس متوازی وادیاں پیدا ہوتی ہیں جو مل کر ایک وادی بن جاتی ہیں جس کا رخ شمال کی طرف ہے۔ ایرس کے دہانے کے مشرق میں ایک تیسری وادی دریائے تھرمودون کی ہے جو امیزنوں کا روایتی مسکن تھا۔ اس کے مشرق کی طرف زنجیرۂ پریادریس ہے، اور یہ ساحل کے اتنے قریب آتا ہے کہ کسی دوسرے دریا کے لئے گویا جگہ ہی نہیں چھوڑتا؛ تاہم یہ ساحل بھی (جو ضلع طرابزون

---

[۱۱] پونتوس یا فشین۔ دیکھو رائناش کی تصانیف۔ اپنی کتاب "متھراداتیس" (پیرس سنہ ۱۸۹۰ء) میں وہ اس سے پہلی کتابوں کے اقتباس دیتا ہے۔ ابتدائی متھراداتیس کے لئے مقابلہ کرو رائناش: "تین سلطنتیں" ۱۵۸؛ "متھراداتیس" ۵۔ لیکن ان حکمرانوں کا نہ تو حسب نسب متعین ہے نہ سنوی تسلسل؛ میں نے رائناش کا اتباع کیا ہے۔ اریوبارزان وہی حکمراں ہے جس کا ذکر اسی کتاب کی جلد ۳، باب ۲۱ میں کیا گیا ہے۔ یوستی نوس ۳۸، ۵ کے مطابق متھراداتیس دوم کو سلیوکوس کالی نی کوس نے افروجیہ اپنی بیٹی کے جہیز میں دی۔ اس سے پہلے وہ ہیئے راکس کا حلیف تھا، اور جب اس سے افروجیہ کا وعدہ کیا گیا تو وہ بے کھٹکے افروجیہ کے دشمن سے جا ملا۔ شائد افروجیہ ایپک تے توس زیر بحث ہو سکتا؛ دیکھو اوپر حاشیہ ۵۔ بظاہر خود سلیوکوس کا اس ملک پر قبضہ نہیں تھا، اور شائد اسی لئے اُس نے اس ملک کو تحفۃً دیا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ متھراداتیس کبھی اس پر قبضہ نہیں کرسکا۔

متھراداتیس اور اسموف؛ پولی بیوس ۴، ۵۶۔

پوسانیاس ۵، ۹۰ کے مطابق ۲۲۷ ق م کے قریب ایشیا میں لیسانیاس، اوپیبی نوس اور لمنایاس ایشیا میں "مصروف" تھے؛ دیکھو نیچے، باب ۲۹۔

باب ۱۳

سمجھنا چاہیئے) اچھی طرح سے سیراب اور زرخیز ہے۔ ۳۰۲؁ ق م میں ایک نوجوان ایرانی نبیل مسمی متھرا داتیس، جسے انتی گونوس قتل کر دینا چاہتا تھا، بھاگ نکلا اور یہاں آ کر پناہ لی۔ یہ متھرا داتیس کیوس کا باشندہ تھا جس پر اُس کے آبا و اجداد کا قبضہ رہا تھا۔ اس کا جدّ اعلیٰ پہلا متھرا داتیس تھا جس کا ہمیں علم ہے؛ اس کا دادا وہی اریوبارزان ہے جس نے چوتھی صدی ق م میں تاریخ میں اپنا نام پیدا کیا؛ اس کے باپ کا نام بھی متھرا داتیس تھا۔ اس دوسرے متھرا داتیس نے انتی گونوس کو ناراض کر دیا، چنانچہ اُسے سزائے موت بھگتنی پڑی۔ باپ کی طرح بیٹے کے خلاف بھی اسی سزا کا حکم لگایا گیا لیکن اُسے اس کے دوست دیمتریوس پولیورکیتیس نے بچا لیا دیمتریوس نے متھرا داتیس سے وعدہ کیا تھا کہ اُس کے لئے جو کچھ تجویز ہوگا اس سے اُسے مطلع کر دیگا چنانچہ اُس نے بالو پر الفاظ "اڑ جا متھرا داتیس" لکھ دیئے۔ الغرض اُس نے افشین کا رخ کیا، اور یہاں پہلے تو ڈاکوؤں کا سردار بنا اور آخر کار ۲۸؁ ق م کے قریب اُس نے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔

اس کی راجدھانی میں پفلاگونیہ کا ایک حصہ اور افشین والا کاپادوسیہ شامل تھا۔ اس نے تقریباً ۲۶۶؁ ق م تک حکومت کی۔ اور اسکے بعد اس کا بیٹا اریوبازان ۲۵۰؁ ق م یا ۲۴۶؁ ق م تک تخت پر بیٹھا رہا، اس کے بعد متھرا داتیس دوم بادشاہ بنا۔ یہ وہی متھرا داتیس تھا جس نے انطاکوس ہیئے راکس کو ۲۴۱؁ ق م کے قریب غالطیوں کی ایک فوج سے جنگ انگورہ کے موقع پر مدد دی مگر اس کے بعد وہ سلیوکوس کی طرف چلا گیا جس کے معاوضے میں اُسے استراتونیس دلھن اور افروجیہ عظمیٰ جہیز ملا۔ متھرا داتیس نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح اکائیوس کے ساتھ، دوسری کا انطاکوس سوم کے ساتھ کیا اور اس طرح فریقین کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کر لئے۔ ۲۲۰؁ ق م میں اس نے اسنوف پر حملہ کیا، لیکن اسنوف نے رہوڈز سے مدد طلب کی جس پر

باب ۱۳

رھوڈزیوں نے اسنوفیوں کو ایک لاکھ چالیس ہزار درہم (۲۳ ۱/۲ تالنت) اسلحۂ جنگ خریدنے کے لئے تحفۃً دے دیئے۔ ابھی اسکا وقت نہیں آیا تھا کہ شاہان افشین اس قدیم ملطی نو آبادی پر قبضہ کر لیں۔

اب ہم ایشیائے کوچک کے ہر ملک سے دوچار ہو چکے ہیں اور دیکھ چکے ہیں کہ اس کا شمالی حصہ غالوی آبادکاروں کی وجہ سے اور جنوب صحرا کی وجہ سے ناقابل گذر تھا۔ لیکن اس صحرا کے کنارے پر سلیوکیوں نے قلعبند شہروں کے ذریعے سے ایک شاہراہ قائم کر دی تھی جس کی وجہ سے بڑی بھاری محنت کر کے ایونیہ اور کاریہ میں تھوڑا بہت کام کر سکے تھے، لیکن چونکہ ان کے پاس بیڑا نہیں تھا اس لئے زیادہ کرنا ان کے امکان میں نہیں تھا؛ اُدھر قریب قریب تمام فنیقیہ مصریوں کے قبضے میں تھا۔

یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس خاندان کے اکثر اراکین مستعدی میں کسی سے کم نہ تھے۔ سب سے پہلے حکمران انطاکوس سوتر کا عہد نہایت جوش آفرین تھا۔ جہاں غالویوں کے خلاف جانبازیوں کی وجہ سے اُس نے اپنے آپ کو "سوتر" ("نجات دہندہ") کے خطاب کا مستحق ثابت کیا تھا تو دوسری جانب اپنی موت سے ذرا پہلے یومنیس شاہ پرگامم کے ہاتھوں اُسے نیچا دیکھنا پڑا تھا۔ اسے مشرقی ممالک کے ساتھ جو دلچسپی تھی وہ اس لیے ظاہر ہوتی ہے کہ اُسنے شہر خراسان کے چاروں طرف ایک فصیل تعمیر کی[۹۱۲] اور ہندوستانی بادشاہ، مہاراجہ امتراگھاٹ ولد مہاراجہ چندرگپت کے ساتھ تعلقات

---

[۹۱۲] خراسان کے چاروں طرف۔ دیکھو باب ۹ حاشیہ ۵۔ انطاکوس اول و دوم کے سکے؛ باب ۹ حاشیہ ۴؛ سلیوکوس دوم کے سکے وغیرہ، باب ۱۰، حاشیہ ۲۔

قائم کئے۔ لیکن ایک ایسا بادشاہ جو سوریہ یا بابلستان میں رہتا ہو ایونیہ یا خراسان میں اپنا مستقل اثر کیسے قائم رکھ سکتا ہے جب ایونیہ جانے کے لئے اُسے ایک نیم محفوظ سڑک پر ہو کر گزرنا پڑتا ہو اور خراسان جانے کے لئے ایرانی میدان کے کنارے پر سے صرف ایک تنگ راستہ ہو، خاصکر جب یہ میدان ایشیائے کوچک کے اس میدان سے جس پر ہو کر سکندر گیا تھا، کہیں زیادہ ناقص تھی۔ انطاکوس دوم "تھیوس" (سنہ ۲۶۱ ۲۴۶ ق م) کے زمانے میں مشکلات المضاعف ہو گئیں۔ پہلے تو مصر سے جھگڑا کرنا پڑا، پھر ایشیائے کوچک کا اختلال جاری رہا، اور آخر میں مشرق اقصیٰ ہاتھ سے نکل گیا، اور یہ سب اس وقت جب بادشاہ نے اپنی بیوی یعنی لاؤدیس اور بیرے نیس سے جو سلوک کیا اس سے اس کی عدم استقامت کا پتا چلتا ہے۔ ابتدا میں انطاکوس دوم نے ہندوستان کے ساتھ قدیم تعلقات قائم رکھے۔ مگدھ کے تخت پر امتراگھاٹ کی جگہ اشوک بیٹھا جو بودھ مت کا پیرو ہو جانے کی وجہ سے تاریخ ہند میں ایک نہایت ممتاز رتبہ رکھتا ہے۔ لیکن جب انطاکوس کا کوئی علاقہ ایسا نہ تھا جو ہندوستان کے محاذ میں ہو اور جب اس کا اس تنگ راستے پر بھی کسی قسم کا قابو نہیں رہا تھا جس سے اُس کے سپاہی مشرق پہنچ سکتے، تو پھر ہندوستان کی سلطنت سے کسی قسم کے دوستانہ تعلقات بالکل بیکار تھے۔ ہم باب ۹ میں کہہ چکے ہیں کہ اس بادشاہ کے عہد حکومت کے آخری زمانے میں دو سلطنتوں یعنی باختر اور پارتھیا کے قیام کی وجہ سے یہ صوبے اور راستے اس سے علیحدہ ہو گئے تھے، اس لئے کہ ان میں سے اول الذکر نے تو سلیوکیوں سے اُن کے باقی ماندہ مشرقی مقبوضات پر قبضہ حاصل کر لیا اور ثانی الذکر اُس راستے پر قابض ہو گئی جس کے ذریعے سے سلیوکی وہاں پہنچ سکتے تھے۔ الغرض سنہ ۲۴۰ ق م سے سنہ ۲۲۰ ق م تک مشرق اور مغرب دونوں میں سلیوکیوں کی حالت نہایت زبوں تھی، اور

باب ۱۳

ایران و ایشیائے کوچک، دونوں میں تقریباً ہر ملک جو بیکار غیر مزروعہ میدان نہیں تھا وہ دشمنوں کے قبضے میں پہنچ گیا تھا۔ تاہم اس وقت بھی اُن کے پاس مغرب میں کلیکیہ اور مشرق میں پرسس (لارستان) کا میدان تھا، اور نہ صرف یہ کہ یہ ممالک نہایت قیمتی تھے بلکہ یہاں سے دور دراز ملکوں میں مہمیں لے جائی جا سکتی تھیں۔ الغرض سلیوکس کی سلطنت میں یوروپیت اور ایشیائیت دونوں پائی جاتی تھیں۔ ایشیائیت اسلئے کہ اس کے دعاوی بڑے بڑے تھے لیکن اُس کی حدود تنگ تھیں، اور یوروپیت اس لئے کہ اُس کا مرکز سلیوکس دراصل یونانی بلدیات کا ایک مجموعہ تھا، اور یہی اُس کی قوت و اقتدار کی بنیاد تھی۔ اُنکی حیثیت مشرق میں نہایت ناقص تھی لیکن مغرب میں بھی کچھ اچھی نہ تھی۔

مشرق میں دیودوتوس صوبہ دار باختر نے تقریباً سنہ ۲۵۰ ق م میں علم بغاوت بلند کر دیا اور سغدین و خراسان اس سے مل گئے تھے[ب۱۳]۔ ان واقعات سے متاثر ہو کر اور پارنی قبیلے کے دو سرداروں یعنی ارشک و متری داتیس نے جو آپس میں بھائی بھائی تھے، اپنی آزادی کا اعلان کر دیا اور مغرب کی طرف چل دئیے۔ یہی دو بھائی جدید سلطنت پارتھیا

[ب۱۳] سلطنت باختر، ا، فون سالیٹ: "جانشینان سکندر باختر و ہندوستان میں"

A. V. Sallet : Die Nachfolgar Alexanders in Baktrien und Indien

جریدۂ مسکوکیات، Zeitschr. f. Num سنہ ۱۸۷۸ء؛ فون گٹشمٹ:

"تاریخ ایران" V. Gulschimdt:Geschichte Irans ۲۸، ۵۱، ۶۳ (چینی ماخذ سے)۔ سکوں کیلئے علاوہ فون سالیٹ کے دیکھو ہیڈ ۱، ۷، وغیرہ؛ گارڈنر: "فہرست سکہ جاتِ نوادر خانۂ برطانیہ" سنہ ۱۸۸۶ء۔ کننگہم کے مضامین "اخبار مسکوکیات" Num. Chro. خصوصاً سنہ ۱۸۹۲ء ایس ۱، ۱۷؛ دروئین: "سنویت و مسکوکیات شاہان ہند و اسکیتی" "جریدۂ مسکوکیات"

E. Drouin : chronol. et Num des rois indoscythes, Rev. Num. 1888.

مقابلہ کرو رپ. بگارڈنر: "ابواب جدید" صفحہ ۴۳۴۔

باب ۱۳ کے بانی تھے۔[۱۴۸] پارتھی روایت کے بموجب اُنھوں نے سلیوکی صوبہ دار یارتھیا کو قتل کر دیا اور سنہ ۲۵۰ ق م ہی میں ارشک نے اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا؛ واقعاً بھی سنہ ۲۴۸ ق م میں سنہ ارشکی کا آغاز ہوتا ہے۔ ہم باب ۱۰ میں دیکھ چکے ہیں کہ کالی نی کوس نے اپنی شکست کو تسلیم نہیں کیا تھا بلکہ مشرق اور مغرب دونوں میں جنگ جاری رکھنے کی جی میں ٹھان لی تھی، لیکن اُسے کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ ارشاک نے اپنی سلطنت کو منظم کر کے شہنشاہ کا لقب اختیار کیا۔ اس نے سنہ ۲۱۲ ق م میں وفات پائی اور اپنی موت کے بعد اپنے مُلک میں اُس کی بہت کچھ عزت و وقعت کی گئی۔

پارنی، جن کا نام بدل کر پارتھی پڑ گیا، ایرانیوں کے قریب کے عزیز تھے۔ وہ تیر کمان لے کر گھوڑے پر سوار لڑتے تھے اور کبھی حملہ کرتے تھے کبھی بظاہر بھاگتے نظر آتے تھے۔ مفتوحہ مُلک میں ان کی اعیانیت کی تعداد نہایت قلیل تھی، اور جس فوج نے انٹونی کا مقابلہ کیا اس کے پچاس ہزار سپاہیوں میں صرف ۴۰۰ آزاد تھے۔ ان کا مذہب ایرانی تھا، لیکن اُس کے بادشاہ یونانی تمدن کی قدر کرتے تھے اور اپنے سکوں پر اپنے آپ کو یونانی حروف میں ”یونان دوست“ کا لقب دیتے تھے۔

ان سے بھی زیادہ یونانیت لئے ہوئے سلطنت باختر کی حکومت تھی، جس کی تاریخ باب ۱۹ میں بیان کی جائے گی۔

سلیوکی فرماں رواؤں نے تو اپنی مستعدی مدت دراز تک جاری رکھی لیکن مصری فرماں رواؤں کی بابت سنہ ۲۲۰ ق م سے پہلے یہ حکم نہیں لگایا جا سکتا اور جیسا جیسا زمانہ گزرتا گیا حالت بد سے بدتر ہی

---

[۱۴۸] پارتھی۔ مقابلہ کرو شپیگل: ”قدیمیات ایران“ Spiegel ; Eranische Alterthumsk. جلد ۳۔ اس موضوع پر فصل: کلیس کا مضمون پاؤلی، جلد ۵ میں؛ اور فون گتشمٹ،

باب ۱۳

ہوتی گئی۔[۱۵] دنیا کے اس حصے میں شاہی حوصلہ مندیوں اور آرزوؤں کا خاتمہ بطلیموس چہارم کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ بطلیموس فلادیلفوس کا بیان باب ۹ میں دیا جا چکا ہے۔ اس کی ممتاز صفت دور اندیشی تھی اور اُس کا وقت زیادہ تر تدبیر میں صرف ہوتا تھا۔ روما اور قرطاجنہ دونوں کے ساتھ اُس کے تعلقات عمدہ تھے اور اُس نے دونوں میں سے ایک کے ساتھ بھی دشمنی مول نہیں لی۔ اسے علوم و فنون سے، جو کسی دربار کے لئے بھی باعث فخر ہوتے ہیں، خاص شغف تھا؛ وہ نئے شاہی خاندانوں کی دوسری پیڑھی کا صحیح قائم مقام تھا اور اسے اپنے پیش روؤں کے کارناموں سے محظوظ ہونے میں اسی طرح لطف آتا تھا جیسے حضرت داؤدؑ کے بعد حضرت سلیمانؑ کو گیلون کے بعد ہیرون اور کیپسی لوس

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ "تاریخ ایران"، صفحہ ۲۸ وغیرہ؛ موم سین: "تاریخ روما"، ۵، ۳۴۱ Mommsen: R. G.۔ ہیڈ ۶۹۱/۶۹۶ میں جو سکے ہیں اُن کا بیان گارڈنر کی کتاب: "سکہ جات پارتھیا"، لندن ۱۸۷۷ء پر مبنی ہے؛ پ بگارڈنر: "ابواب جدید" ۵، ۳۴۔ ایک حکمران اندراغورس کا سکہ (۲۵۰ ق م سے پہلے) قابل لحاظ ہے؛ ہیڈ، ۶۹۱؛ پ بگارڈنر: "انواع" تصویر ۱۴، ۲۔

بابلی تختیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ارشکی کا آغاز ۲۴۸ ق م میں ہوا؛ دیکھو شٹراس میر کا مضمون "جدیدۂ اشوریات" Strassmeier: Zeitschr. F. Assyriologie ۳، ۲ (۱۸۹۲ء) میں۔

[۱۵] مصر۔ دیکھو کلیس کا مضمون بطالسہ پر پاؤلی میں؛ کلیس فلادیلفوس کا مقابلہ لورینیزو دی میدیچی سے مقابلہ کرنے میں حق بجانب ہے۔ سفائروس کے متعلق ستوئی مشکلات؛ زوسے میل، ۱، ۳۰۲، ۴۷۔ ریول: "خزانہ بطلیموس دوم" Ruehl: Der Schatz Ptol. II. N. Jahrl. ۱۸۷۹ء۔ بطلیموس ۴ کیلئے دیکھو مہافی: "سلطنت"، ۲۴۳/۲۸۸ ق م؛ اسکی رائے ہے کہ یہ بادشاہ خارجی معاملات میں خاص دلچسپی لیتا تھا۔ اس کے تعلقات یہودیوں کے ساتھ؛ دیکھو ایضاً، ۲۶۷ وغیرہ۔

باب ۱۳ کے بدیری اندر کو، اور طرز عمل اور خصائص دونوں میں اس کا لورنیتسو "ذی شان" کے ساتھ مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ وہ جغرافیہ اور موالید ثلاثہ میں خاص طور پر دلچسپی لیتا تھا، چنانچہ اُس نے افریقی ہاتھیوں کو پکڑوایا اور عربستان و ہندوستان کو وہاں کے حالات دریافت کرنے کے لیے مہمیں روانہ کیں۔ جب کبھی لوگ اُس کے محل میں مختلف اقلیموں کے عجائبات دیکھنے کے لئے آتے تھے تو وہ بغایت محظوظ ہوتا تھا۔ ہم نے اُس کے دربار کے علماء و شعراء کا تذکرہ چودھویں اور بیسویں باب میں کیا ہے۔ وہ خود مشائی فلسفی استراتون کا شاگرد تھا۔ لیکن اُسے وہ اطمینان قلبی حاصل نہیں ہوتا تھا جس کا وہ خواہاں تھا۔ ایک مرتبہ اُس نے اپنے محل کی کھڑکیوں میں سے دیکھا کہ کچھ غریب مصری دریا کے کنارے ریت پر بیٹھے ہوئے اپنا غریبانہ کھانا کھا رہے ہیں، تو وہ بول اُٹھا کہ کاش کہ میں بھی ان ہی میں سے ہوتا۔ لیکن باوجود اس قسم کے جذبات کے اُسنے کوشش کی کہ کسی طرح ابدی زندگی کا راز دریافت کرے۔ حضرت سلیمانؑ کی طرح فلادیلفوس نے نہایت افسوس کے ساتھ یہ معلوم کیا کہ عیش پرست کو صرف ایک ہی چیز حاصل ہو سکتی ہے اور وہ تفاخر ہے۔

اس کا بیٹا بطلیموس یورگی تیس اپنے باپ سے مختلف تھا، اور اس سے زیادہ مستعد تھا، جنگ کا عاشق تھا اور میدان میں اُس کے کارنامے نہایت درخشاں ثابت ہوتے تھے۔ اس کے باپ کے زمانے میں جو رتبہ ارسی نوئے کا تھا وہی اب بیرے نیس کو حاصل تھا اور موخر الذکر اپنے پیشرو سے کہیں بہتر تھی۔

پہلے تین بطالسہ میں سے ہر ایک اپنے اپنے طور پر قابل افراد تھے، پہلا بطور ایک سپاہی اور مدبر کے، دوسرا میدان تدبر میں اور تیسرا میدان جنگ میں؛ لیکن چوتھا بطلیموس عرف "فلو پاتر" ("پدر پسند") نہ سپاہی ہی تھا نہ مدبر۔ یہاں اس پر اس لئے بحث کرتا ہوں کہ دکھاؤں کہ اسکی تخت نشینی کے بعد مصر کی حالت میں زوال آنا لازمی تھا اس لئے کہ مصر

باب ۱۳

ایسا ملک تھا جس میں ترقی اور تنزل کا دار و مدار بادشاہ کی ذات پر تھا۔ فلو پاتر بد، کمینہ اور عیاش تھا، اور اپنے ہمنشینوں اور درباریوں کے ساتھ، جنھیں گیلو یاست ("خندہ پسند") کہتے تھے اور جن میں مرد اور عورتیں دونوں شامل تھے وہ عیش و عشرت میں سرشار رہتا تھا اور نہ صرف اپنے محلات میں بلکہ بعض مرتبہ اسکندریہ کی سڑکوں تک میں باکھوس کا بھیس بدل، ڈفلی ہاتھ میں نکل جاتا تھا۔ اُس نے اپنے بھائی ہی کو نہیں بلکہ اپنی ماں بیرے نیس کو بھی جان سے مروا ڈالا، اور اپنے ہر کام میں اُس کی لگام اُس کے وزیر سوسی بیوس، ایک شخص اگا تھوکلیس، اُس کی بہن اگا تھوکلیہ اور ان دونوں کی ماں کے ہاتھ میں تھی، اور یہ سب کے سب اول درجے کے بدکار اور قابل نفرت بد معاش تھے۔ بہت سوں کے نزدیک یہ بھی اچھا تھا کہ فلو پاتر شاعر تھا اور اُس نے ایک دردیہ ادونیس نامی لکھا جس پر اُس کے درباری اگا تھوکلیس نے اپنا فرض ادا کر کے ایک تفسیر لکھی۔ ساتھ ہی اُس نے قدیم شعرا کی عزت بھی کی؛ ہومر کے لئے اُس نے ایک معبد قائم کیا جس میں اس شاعر کے مجسمے کے چاروں طرف اُن سات شہروں کے مجسمے تھے جو اُسے اپنا شہری تصور کرتے تھے۔ وہ علما و فضلا کے سامنے دقیق لسانیاتی مسائل پیش کر کے نہایت محظوظ ہوتا تھا، اور واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ اُس کے درباری مسخروں کے مماثل تھے۔ وہ چاہتا تھا کہ رواقی فلسفی کلیانتھیس کو بھی اپنے درباریوں میں شامل کرے، اور جب اُس نے اور کری سی پوس دونوں نے انکار کر دیا تو اُس نے صرف سفائروس کو بلانے پر قناعت کی، جو کلیومنیس کے ساتھ رہکر شاہی دربار داری کے اُصول سے واقف ہو گیا تھا، لیکن ظاہر ہے کہ اس فلسفی نے کلیومنیس اور فلو پاتر کے درمیان جو فرق تھا اُسے بہت جلد بھانپ لیا ہوگا۔

ان سب حکمرانوں نے مصری بیت خانوں کو وسعت دی اور اُن کی زینت میں اضافہ کیا، چنانچہ ان پر ان کے نام آج تک کھدے

باب ۱۳

ہوئے ہیں۔

ایشیا میں مصری اثر کا پتہ شہروں کے ناموں سے لگتا تھا۔ فنیقی شہر آکے کو مدت دراز تک بطلیمائس کہتے تھے اور اسی نام کا ایک دوسرا شہر پمفیلیہ میں بھی تھا۔ کیلی سوریہ اور کلیکیہ میں ایک ایک ارسی نوئے اور کلیکیہ میں ایک بیرے نیس ملتا ہے، اور لیکیہ میں جو پتارا تھا اُس کا نام فلاڈیلفوس نے بدل کر ارسی نوئے رکھدیا۔ کیلی سوریہ اور فنیقیہ دونوں زمانۂ دراز تک مصریوں کے قبضے میں تھے، اور مغربی کلیکیہ اور پمفیلیہ پر مصر کا بہت کچھ اثر تھا اور لیکیہ کبھی اُن کے اثر سے باہر نہیں تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ لیکیہ کے شمال میں بطالسہ نے کوئی جدید شہر تعمیر نہیں کیا، اور اس سے میری اوپر والی رائے کی تائید ہوتی ہے کہ باقی ماندہ ایشیائے کوچک میں مستقل مصری حکومت کا ذکر ہی نہیں، بلکہ یہاں صرف چند ہی مقامات بطالسہ کے قبضے یا حمایت میں تھے۔[16]

---

[16] مصری مذہب اور فنون لطیفہ میں پہلے چار بطالسہ کی دلچسپی: بطلیموس اول۔ لکسر کے بت خانے کے حرم کی سکندر دوم کے نام سے تجدید کرتا ہے؛ بیڈیکر ۲، ۱۳۰؛ کارنک کی مرمت ایضاً ۲، ۱۵۱، ۱۵۳؛ یہ دونوں رامعبود کے نام پر معنون تھے۔ قاہرہ کے نوادر خانے میں جانشینان سکندر کی لوح (ایضاً ۱، ۳۱۸) جسکا اوپر باب ۵، حاشیہ ۱۳ میں ذکر کیا گیا ہے دراصل اسی نے تیار کرائی تھی۔

بطلیموس دوم۔ مفصلۂ ذیل اشیاء اسی کی بنائی ہوئی ہیں:۔ کوپتوس کے قریب قوس (اپولنوپولس پاروا) میں پتھر (ایضاً ۲، ۱۱۳)؛ کارنک میں جنگی معبود منتو کا دروازہ (ایضاً ۲، ۱۶۱)؛ ایسس کا بت خانہ فیلائے میں، جہاں اُسے ایسس کو تحفہ تحائف نذر کرتا ہوا دکھایا گیا ہے (ایضاً ۲، ۳۲۴، ۳۲۵)۔

بطلیموس سوم۔ کارنک میں ایک دروازہ تعمیر کرتا ہے جہاں وہ تھبز کے معبود چنسو کے سامنے قربانی کرتا نظر آتا ہے۔ (ایضاً ۲، ۱۳۱ (مقابلہ کرو ۱، ۱۵۲)؛

میں اس باب کو سنہ ۲۲۱ ق م میں دنیائے یونان کی جو سیاسی حالت تھی اُس کے مختصر بیان پر ختم کروں گا- اس زمانے میں اُن مملکتوں کی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ- کارنک میں مینتو کے بت خانے کی تعمیر کو جاری رکھتا ہے؛ ایدفو میں ہوروس کے بت خانے کی ابتدا کرتا ہے (ایضاً ۲، ۲۷۲، ۲۷۴) اور اسطرح مصر کے اعلیٰ ترین اور محفوظ ترین عمارت کا بانی بن جاتا ہے؛ (کتبہ، بیڈیکر ۲۷۴) سئےنے میں ایک چھوٹا سا مندر بناتا ہے؛ (ایضاً ۲، ۳۰۵)؛ ثالوثِ تھبز را، متھ، چنسو کا بتخانہ الشرج نامی نخلستان میں-

بطلیموس چہارم- اس کا نام کارنک کے بڑے چھتے دار صحن میں مندرج ہے (۲، ۱۳۵)؛ کارنک کے بت خانے کو وسیع کرتا ہے (۲، ۱۶۱)؛ تھبز کے مغربی کنارے پر دیر المدینہ میں ہاتھور کے بت خانے کی بنیاد ڈالتا ہے (۲، ۲۱۱)؛ اپنے باپ کے تعمیر کردہ ایدفو کے بت خانے اور سئےنے کے چھوٹے سے بتکدے میں اضافہ کرتا ہے (۲، ۲۷۴، ۳۰۵)، اور اسی طرح سئےنے کے جنوب میں پسیلخس (داکے) کے بت خانے میں توسیع کرتا ہے- مقابلہ کرو مہافی؛ "سلطنت" ۲۷۲؛ بطلیموس چہارم کے زمانے میں بطلیموسی اثر جنوب تک پہنچتا ہے اور اسطرح پہلے سے کہیں زیادہ وسیع ہو جاتا ہے- یہ "پدر پسند" "مہربان" کے خطاب سے اپنے اجداد کی تعریف و توصیف کرتا ہے لیکن اپنی ماں کو قتل کرا دیتا ہے-

بطلیمائس؛ آکے؛ ہیڈ، ۶۷۶؛ پاؤلی ۶، ۱، ۲۴۳؛ بیڈیکر، "فلسطین"، ۲۲۵-

بطلیمائس بملک پمفیلیہ؛ پاؤلی؛ ہیڈ، ۵۸۸-

ارسی نوئے کیلے سوریہ میں؛ پاؤلی ۱، ۲، ۱۲۷۶، نشان ۱۷-

ارسی نوئے کلیکیہ میں؛ پاؤلی، ایضاً نمبر ۱۲- اسے اب مرش کہتے ہیں اور سنہ ۱۸۹۱ء میں ہیبرڈے اور ولہلم یہاں پہنچے تھے-

بیرے نیس کلیکیہ میں؛ پاؤلی ۱، ۲، ۲۳۵۲-

تینار ارسی نوئے؛ مرادے، ۳۴-

فلادلفیہ کے لئے دیکھو اوپر باب ۹، حاشیہ ۲-

جو عام طور پر سیاسی اعتبار سے اہم تھیں دو قسمیں تھیں، ایک تو جنگ پسند اور دوسرے امن پسند۔ ہمارے پاس کوئی ایسے نوشتے نہیں ہیں جن سے معلوم ہو کہ امن پسند دول کا ایک معاقدہ قائم ہوا تھا، لیکن ہم مختلف واقعات سے یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ ایسے معاقدے کا وجود ضرور تھا، اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اسے جنگجو دستوں، یعنی مقدونیہ و سوریہ کا مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ ان دونوں ملکوں میں دو حوصلہ مند حکمراں یعنی فیلقوس و انطاکوس تخت پر نظر آتے ہیں اور یہ ایک دوسرے کو اچھی طرح پہچان کر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، لیکن چونکہ دونوں میں سے ایک بھی دور اندیش نہیں اور وقتی فائدے کے حصول میں منہمک ہیں اس لئے ایک دوسرے کی کافی مدد نہیں کر سکتے۔ دونوں مملکتوں کا دار و مدار فوج پر ہے اور دونوں بحری سلطنتیں بننے کے خواہاں ہیں۔ اول درجے کی مملکتوں میں جو امن پسند ہیں ان میں مصر شامل ہے۔ اس کی مزید توسیع سلطنت کی آرزو باقی نہیں اس لئے کہ وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اُسے جتنا بڑھنا تھا بڑھ چکا، لیکن چونکہ جو کچھ اُس کے قبضے میں ہے اسے وہ رکھنا چاہتا ہے اس لئے وہ ایک عمدہ فوج اور بیڑے کو بہت کچھ اہمیت دیتا ہے۔ سیرنہ و قبرص پر بطالسہ کا پورا قبضہ ہے، لیکن فنیقیہ اور کیلے سوریہ میں ان کا قبضہ مابہ النزاع ہے؛ اور وہ مغربی کلیکیہ، پمفیلیہ اور شاید لیکیہ میں سب سے زیادہ ذی اثر ہیں، ان کے کاریہ میں تھوڑے بہت مقبوضات ہیں اور الفی سوس اور ساموس کے علاوہ تھریس کے بعض شہروں پر بھی ان کا قبضہ ہے۔ ان سب باتوں کی وجہ سے بطالسہ اور بھی زیادہ موجودہ صورت حال کے قیام اور امن کی طرف مائل ہیں، اور ان کے ہمیشہ دوسری امن پسند مملکت (جس کا اصول ہی امن پسندی ہے) یعنی رھوڈز کے ساتھ اچھے تعلقات ہیں، اور پولیبور کی تیس سے لے کر اس وقت تک

باب ۱۳

ان دونوں کے خوش آئند تعلقات میں مشکل سے کسی قسم کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ رھوڈز کی تائید بعض دوسری آزاد مملکتیں مثلاً ہرقلیہ، کیزی کوس، خیوس، بیزنطہ (جس کی رھوڈز کے ساتھ جنگ کو مستثنیات سے سمجھنا چاہئے) اور ایتھنز بھی رھوڈز کی تائید کرتی ہیں۔ اس مجموعے کا ایک متفقہ تتمہ ایتولیہ ہے؛ اور چونکہ ہیلیس پونت اور بوسفورس میں اُس کی ایک خاص حیثیت ہے اس لئے یہ امن پسند مملکتوں سے (جو سب کی سب بحری ریاستیں ہیں) اچھے تعلقات رکھنے پر مجبور ہے، اور مصر کو تو وہ اجیر سپاہی بھی مہیا کرتا ہے۔ بڑی دولتوں میں سے صرف پرگامم ہی اُن کی جانبدار ہے، گو فی نفسہٖ ائی گینا پر اس کا قبضہ ہونے سے اسے شائد بحری سلطنت کہنا ہی مناسب ہوگا۔ اراتوس کی وجہ سے اکائیہ ایک حوصلہ مند مقدونیہ کے توابع میں سے ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں مصر اور رھوڈز کے ہیرون ثانی سرقوسہ سے بھی اچھے تعلقات ہیں اس لئے کہ اس کی سیاسی حالت امن پسندی کی متقاضی ہے۔ آخر میں، یہ سب امن پسند دولتیں روما کے دوست ہیں، اور اس وقت روما کی کیفیت سازشی کی ہرگز نہیں ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ سنہ ۲۲۰ ق م سے سنہ ۱۶۸ ق م تک جن لڑائیوں کی طرف ہم اپنی توجہ مبذول کریں گے اُس کی بنیاد اسی مخالفت پر ہے جو ایک طرف مقدونیہ و سوریہ اور دوسری جانب مصر، رھوڈز، پرگامم، ایتھنز اور ایتولیہ میں نظر آتی ہے۔

اگر ہم اس اختلاف کو جغرافی نقطۂ نظر سے دیکھیں تو ایشیائے کوچک کی حالت کو غایت دلچسپ پائیں گے جہاں نسلی تنوع اُتنا ہی ہے جتنا سیاسی، اور یہاں ملوکیتیں جمہوریتوں اور اقوام شہروں کے دوش بدوش نظر آتی ہیں۔ ذہنی اعتبار سے ان میں ممتاز ترین مغرب کے بلدیات ہیں جو یونانی تمدن اور شہری آزادی کے گہوارے ہیں۔ ان کی حفاظت ملوکیتوں کے باہمی تنازعات کی وجہ سے قائم ہے،

اور اب بھی جب بظاہر وہ کسی نہ کسی ملوکیت میں مدغم نظر آتے ہیں اُس وقت بھی اُن کی اندرونی آزادی قائم ہے۔ یہی ایشیائے کوچک کے اُس درخشاں دور کا آغاز ہے جس کی وجہ سے یہ ملک عہد روما میں اس درجہ ممتاز ہو گیا۔

بحیرۂ ایجیئن اور اُس کے سواحل و جزائر پر نظر ڈالنا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا، اور ہم دیکھیں گے کہ تاریخ یونان کے اس قدیم منظر نے ابھی اپنی اہمیت کو نہیں کھویا۔ دو مملکتیں اپنے فاتحانہ جوش میں اس مُلک پر دو طرف سے دھاوا کرتی ہیں، یعنی مقدونیہ شمال کی طرف سے اور سوریہ جنوب و مشرق کی جانب سے؛ دونوں کا مقصد یہ ہے کہ بحری دولتیں بن جائیں لیکن بالآخر اس مقصد کو حاصل نہیں کر سکتیں۔ جو بحری مملکتیں اُن کے مقابلے میں آتی ہیں ان کی تین شقیں ہیں: (۱) وہ جمہوریتیں جو تمدن کی پشت پناہی کرتی ہیں، جیسے رھوڈز، ایتھنز اور بعض چھوٹی چھوٹی ریاستیں؛ (۲) ایک ایسا جمہوریہ جو تمدن و تہذیب سے مشکل سے کام آشنا ہے، یعنی ایتولیہ؛ (۳) دو ملوکیتیں؛ ان میں سے ایک یعنی پرگامم لبرل خیالات کا حامی ہے، اور دوسرے مصر جہاں مطلق العنان حکومت رائج ہے۔ مصر و ایتولیہ جو ایک دوسرے کو گویا کاٹتے ہیں دونوں بحیرۂ اسود کی شاہراہ کی ایک تھریس میں اور دوسری بوسفورس میں حفاظت کرتے ہیں اور اُس میں ایتھنز اور رھوڈز بھی اُن کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ کریٹ کی بندرگاہوں سے بحری قزاق سمندر پر لوٹ مار کرتے دکھائی دیتے ہیں، چنانچہ وہ ایک بڑی حد تک مطلق العنان حکومت کا مسکن ہے لیکن ساتھ ہی بر اعظموں سے متبائن آزادی کی بھی جائے پناہ بنا ہوا ہے۔

سیاسی اعتبار سے ان سب مملکتوں میں مقدونیہ کی کارگزاری سب سے کمتر درجے پر ہے۔ آخر کار شام بھی اپنی شہری بستیوں کے

باب ۱۳ ذریعے سے آزادی کی تھوڑی بہت اعانت کرتا ہے اور مصر کو اسکندریہ میں تہذیب وتمدن کی پشت پناہی کو رھوڈز کے ساتھ محالفے کی وجہ سے ایک خاص امتیاز حاصل ہے؛ لیکن مقدونیہ اپنے اسی چولے میں آجاتا ہے جو فیلقوس ولد امینتاس سے پہلے تھا، یعنی ایک ایسی مملکت بن جاتا ہے جس کا واحد مقصد یہ ہو کہ کسی طرح سے، جبر کر کے یا دھوکہ دے کر، اپنے اقتدار میں توسیع کرے اور فیلقوس و سکندر کے اعلیٰ مقاصد کو بالکل ہی کھو دیتا ہے۔

باب چہار دہم

دنیائے یونان بالخصوص ملوکی درباروں میں تہذیب و تمدّن کی کیفیت

سنہ ۳۰۰ ق م تا سنہ ۲۲۰ ق م

اب ہم سیاسیات سے تیسری صدی ق م کے وسط کی تمدنی حالت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یہاں یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ سنہ ۳۰۰ ق م سے ایتھنز نے جن خیالات کی ابتدا کی تھی (دیکھو باب ۶) وہ تمام یونان میں برابر جاری رہے لیکن اس عہد کے یونانیوں پر ایک دوسری قسم کا اثر بھی پڑ رہا تھا جس کا منبع و ماخذ ملوکی شہر تھے، اور جو شعبے اُس سے زیادہ تر متاثر ہو رہے تھے وہ ادبیات اور علوم عامّہ کے تھے۔ اس عہد میں یونانی تمدّن کے درخشاں ترین مراکز شاہی بلدیات نہیں تھے بلکہ وہ مقامات تھے جن کے قیام کے باعث مختلف ممالک کے فرماں روا تھے، ایسے فرماں روا جو قدیم یونان کے خودسروں مثلاً پی سستراتوس، ہیئرون، پری اندر یا پولیکراتیس کی طرح فنون لطیفہ اور ادبیات کی پشت پناہی کرکے خود اپنے

درباروں کی تزئین وتشہیر کرنا چاہتے تھے۔ ان شاہی بلدیات کے دوش بدوش جزیرۂ رھوڈز بھی تمدن کا مرکز بنا ہوا تھا جس میں گو اندرونی اہمیت نہ ہو لیکن بیرونی تابناکی ضرور تھی۔ اپنی خصوصیت اور عظمت کے اعتبار سے شہر اسکندریہ شائد سب سے ممتاز تھا اس لئے کہ یہی وہ مقام تھا جہاں ہمارے علم میں دنیا میں سب سے پہلے حکمیات کے مطالعے کے لئے مخصوص ادارات قائم کئے گئے۔ ان اسباب کی بناء پر ہم سب سے پہلے بطالسہ کے اس پائے تخت پر بحث کریں گے، گو بعض وجوہ کی بناء پر، جس کا ذکر آگے آئے گا، یہ بحث بالفعل مفصل نہیں ہو سکیگی۔ اسی طرح دوسرے شاہی مستقروں کا مفصل بیان بھی سر دست ملتوی رہیگا اس لئے کہ اُن کے شباب کے زمانے تک ہم اس وقت تک نہیں پہنچے۔

اسکندریہ کا نقشہ اُس مشہور تعمیر کار، دینوکراتیس نے تیار کیا تھا اور یہ شہر دریائے نیل کے مغربی دہانے کانوپوس سے بارہ میل مغرب کی طرف تعمیر کیا گیا تھا تاکہ دریائے نیل جس مٹی کو سمندر کی طرف لے جاتا ہے اور جسے دریا کی موجیں مشرق کی طرف پھینک دیتی ہیں وہ بندرگاہ کو بند نہ کردے[۱] یہ شہر ماریوتس دلدل اور سمندر

---

[۱] اسکندریہ۔ اس شہر کا بیان استرابو میں، ۱۷، ۷۹۱/۷۹۹؛ دیودوروس، ۱۷، ۵۲؛ پلینی ۵، ۱۰، ۱۱؛ پلوٹارک: "سکندر"، ۲۶۔

حال کے مؤلفین میں سے ایک ممتاز شخصیت محمود بک کی ہے جس نے "یادداشت قدیم اسکندریہ" پر Mahmoud Bey: Mem. sur l'ant. Alexandrie، کوپن ہاگن سنہ ۱۸۷۲ لکھی۔ محمود بک نے نپولین سوم کے ایماء سے تحقیقات کی اور وہ پہلا محقق تھا جس نے موقع پر تجسسات کرکے یہاں کی توصیف ارضی کی معلومات میں اضافہ کیا۔ اس سے پہلے جو کچھ کام اس ضمن میں ہوا وہ بالکل معدوم ہو چکا ہے۔ محمود کی تحقیقات کو ہ. کیپرٹ کام

باب ۱۲ کے درمیان دو میل لمبی خاکنائے پر آباد کیا گیا جو تقریباً دو ہی میل چوڑی

بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ میں بھی لایا ہے اور اس میں اضافے بھی کیے ہیں؛ "قدیم سکندریہ کی توصیف" Kiepert, Zur Topogr. des alten Alex. برلن ۱۸۷۲ء ("جریدۂ جغرافیۂ عالم" جلد ۷ - Zeitschr. f. allgem. Erdk. vii)؛ واخسموت: "اسکندریہ" ۱۸۶۶ء؛ بیڈیکر: "مصر زیریں" مع نقشے کے؛ نروتسوس: "اسکندریۂ قدیمہ" Neroutzos, L'anc Alex پیرس ۱۸۸۸ء جس میں ایک بڑا نقشہ بھی منسلک ہے۔ نروتسوس خاص طور پر قبرستانوں کا ذکر کرتا ہے اور جو چیزیں ملی تھیں اُن کے برباد ہونے پر اپنے افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ آجکل اسکندریہ میں یونانی رومانی قدیمیات کا ایک نوادر خانہ ہے، اور حتی الامکان اس بات کی کوشش کیجا رہی ہے کہ باقیات میں جس قدر بھی ممکن ہو محفوظ کیا جائے؛ دیکھو بوتی: "نوادر خانہ اسکندریہ اور ۱۸۹۲ء کی کھدائیاں" Botti: It muses di Aless. e gli scavi di 1892 اسکندریہ ۱۸۹۳ء۔ نیز دیکھو نقشہ بروک ہاؤز کے قاموس مکالمہ؛ Brokhaus : Conversations lex. (چودھویں اشاعت)؛ یانکو: "نیل کا ڈیلٹا" Janko : Das Delta des Nil جریدۂ انجمن ارضیات ہنگری Jahrb. der koen. ung. geolog. ۹، ۳، بوداپست ۱۸۹۰ء۔ اسکندریہ کی توصیف بلدی کے متعلق جو اہم امور مابہ النزاع ہیں ان پر اس وقت تک اتفاق رائے نہیں ہوا، اور یہاں کی توصیف کی از سر نو کاغذی تعمیر کی نہایت ضرورت ہے۔ نیز دیکھو یودائخ: "قیصر مشرق میں" Judeich : Cæsar in Orient لائپزگ ۱۸۸۵ء۔

موجودہ اسکندریہ میں قدیم شہر کا مغربی حصہ، "ہفت استادیون" مع اضافہ جات، اور جزیرۂ فاروس شامل ہیں، اور مغربی بندرگاہ مشرقی سے زیادہ اہم تھی۔ ک۔ واخسموت نے اس بندرگاہ کے نام اور بطلیموس اول کے داماد سے تعلق دکھایا ہے۔ پولی بیوس (۳۴، ۱۴، ۱) اسکندریہ کی آبادی کے تین شقوں کا شمار کرتا ہے، یعنی دیسی آبادی، جن میں تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ ہیں، اجیر سپاہی اور "ایماندار یونانی"۔ لیکن انھیں فیسکون نے تقریباً برباد کر دیا اور اس کا شیوہ تھا کہ

باب ۱۴

تھی لیکن جنوب کی طرف اُس کا کچھ حصہ خالی رہ جاتا تھا۔ ساحل سے ذرا دور جزیرۂ فاروس تھا جو ہومر کے زمانے سے مشہور تھا۔ سکندر نے اُسے سات استادیز (تقریباً ایک میل) طویل پشتہ بنا کر دو بندرگاہ بنائیں جنھیں دو نہریں جو "ہفت ستادیون" کو عبور کرتے ہوئے ملاتی تھیں، اور دونوں، خاصکر مشرقی بندرگاہ آگے کو بڑھی ہوئی راسوں سے محفوظ تھیں۔ مغربی بندرگاہ کا نام، بلاشبہہ بطلیموس اول کے داماد کے نام پر، جو قبرص کے شہر سولی کا بادشاہ تھا، یونوستوس تھا اور اس بندرگاہ کو ایک نہر ماریوتس جھیل سے ملاتی تھی۔ لیکن مغربی بندرگاہ سے زیادہ اہم مشرقی بندرگاہ تھی جو شہر کے اعیانی حصے کے قریب ہی واقع تھی؛ اُس کے اندر جانے کے راستے پر جزیرۂ فاروس کے شمال و مشرقی کنارے پر ایک عظیم الشان منارہ تھا جو قرون وسطی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اکثر اُنھیں اجیر سپاہیوں کے رحم پر چھوڑ دیتا تھا شہر میں یہودیوں کی ایک خاص حیثیت تھی؛ سوم سین ۵، ۹۱؛ ہیروداس mimiamb. ۱، ۲۸ وغیرہ) اسکندریہ کے ممتاز خصائص کو حسب ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے: "جب ہم دیکھتے ہیں کہ ارسی نوئے کے کھنڈروں میں جو پاپی روس ملے ہیں اُن میں علاوہ قبطی زبان کے تینوں بولیوں کے یونانی، عربی، فارسی، عبرانی، سریانی لاطینی ان سب زبانوں میں تحریریں ملی ہیں تو اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ بطالسہ اور سلطنت روما کے عہد میں اسکندریہ میں کتنی زبانیں بولی جاتی تھیں اور وہاں کے بازاروں میں کیا کچھ کان پھوڑنے والی آوازیں نہ سنی جاتی ہوں گی!" کرال؛ "اگرام کے قومی نوادر خانے میں اٹروری مومیائیاں" Krall : Die etruskischen Mumienbinden des Agramer National-Museums "وئنا کی فلسفیانہ تاریخی مجلس علمی" Wiener Phil-Hist. Akad. جلد ۴۱۔

اسکندریہ کے مشرقی حصے میں عبادت اور تماشا گاہیں الیوسس میں تھسموفوریوم اور کانوپوس میں سیراپیوم واقع تھے، اور لوگ یہاں کشتیوں میں بیٹھ کر نہر پر ہو کر جاتے تھے؛ استرابو ۱۷، ۸۰۰۔

کے ایک بیان کے مطابق تقریبًا ۶۵۰ فٹ طویل تھا، اور یہی وہ منارہ تھا جو اس قسم کے مناروں کے لئے ایک نمونہ بن گیا اور بعض زبانوں میں لفظ "فاروس" ان کے لئے ایک اسم نکرہ ہو گیا۔ اس کے مقابل راس لوخیاس سمندر میں چلی جاتی تھی۔ چونکہ جھیل ماریوتس دریائے نیل سے ملی ہوئی تھی اور دریائے نیل سے بحر احمر کو ایک نہر جاتی تھی اس لئے مشرقی ممالک کی پیداوار آسانی کے ساتھ اسکندریہ آسکتی تھی اور وہاں سے جہازوں میں بھر بھر کر دوسرے ملکوں کو بھیجی جاتی تھی۔

شہر کی آب و ہوا اپنے اعتدال کی وجہ سے مشہور آفاق تھی۔ اسکندریہ میں سڑکوں کا ایک جال پھیلا ہوا تھا جو ایک دوسرے کو زاویۂ قائمہ بنا کر کاٹتی تھیں، جن میں سے اکثر ۲۳ فٹ اور دو اہم سڑکیں ۴۶ فٹ چوڑی تھیں؛ ان دو میں سے ایک جنوب و مشرق سے شمال و مغرب کو یعنی ماریوتس سے بڑے مشرقی بندرگاہ کو، اور دوسری جنوب مغرب سے شمال و مشرق کی طرف شہر کے وسط میں ہوتی ہوئی کانوپی دروازے کو جاتی تھیں، اور ان دونوں کے دونوں طرف ستونوں کی قطاریں تھیں۔ یہ شہر عمارات عامہ سے بھرا ہوا تھا۔ بلاشبہ ان میں نفیس ترین وہ عمارات تھیں جو شمال و مشرق میں بندرگاہ کے قریب محلات شاہی میں شامل تھیں، اور جن کا رقبہ تمام شہر کے پانچویں یا تیسرے حصے کے برابر تھا۔ اس ضلع میں باغات، پردیسی جانوروں کے کٹہرے، ایک سلاح خانہ، سپاہیوں اور جہازرانوں کی بارکیں، اور مقبرے تھے جن میں سکندر کا مقبرہ بھی تھا، اور غالبًا اسی مقام پر میوز خانہ بھی تھا۔ شہر کے باقی ماندہ حصے میں بھی بہت سی عمارات عامہ تھیں جیسے تماشا گاہیں، گول گھر، ورزش گاہیں اور متعدد حرم جن میں سب سے شاندار سیراپیوم تھا جو ایک اونچی جگہ واقع تھا اور جس کے متعلق ایک کتب خانہ بھی تھا۔ ایک دوسرے مصنوعی ارتفاع پر پان کی خانقاہ تھی جس پر ایک پیچدار راستے پر ہو کر چڑھتے تھے۔ وہ محلہ جس میں

باب ۱۷

محلات شاہی تھے انھیں بعد میں بروخیوم کہتے تھے، اور اسی میں مقدونوی اور سر برآوردہ یونانی رہتے تھے؛ مغربی حصہ جس کا قدیم نام رہاکوتس تھا، دیسی مصریوں کی فرودگاہ تھی، اور یہودیوں کے لئے شہر کا مشرقی حصہ مخصوص تھا۔

ظاہر ہے کہ ایک ایسے شہر کا دستور کیسے یکساں ہو سکتا تھا جس میں اس قدر مختلف القوم چار عناصر جیسے مقدونوی اور ان سے مساوی المرتبہ یونانی، یوروپی اجیر سپاہی اور سوداگر، ایشیائی جنھیں یہودیوں کو بھی شامل سمجھنا چاہئے، اور مصری موجود ہوں؟ یہ ممکن تھا کہ مختلف اقوام خود مختارانہ طور پر منتظم ہوں، لیکن یہ حکم صرف یہودیوں پر لگایا جا سکتا تھا، یونانیوں پر نہیں؛ یہ بات قابل لحاظ ہے اس لئے کہ مصر سے باہر کسی یونانی بستی کا وجود بغیر سوراج کے ناممکن تھا، اور یہ ایسا یونانی عنصر تھا جس نے اس تمام عہد کو اپنا نام دیا ہے! اسکندریہ کا نہایت وسیع یونانی مقدونوی قبرستان شہر کے جنوب و مغرب میں، جہاں کسی زمانے میں اجیر سپاہی رہتے تھے حال ہی میں دریافت ہوا ہے۔

گو بطالسہ برابر اپنے آبائی مذہب کے پیرو رہے لیکن انھوں نے مصری مذہب سے بھی اچھے تعلقات قائم رکھے۔ اُن کا یہ برتاؤ یونانیوں کی قدیم روایات کے عین مطابق تھا، اس لئے یونانیوں نے جیسا برتاؤ ایرانی مذہب کے ساتھ کیا وہ اس برتاؤ سے مختلف تھا جو وہ مصری مذہب کے ساتھ کر رہے تھے؛ مدت سے یونانی و مصری معبودوں کے درمیان تطابق کی کیفیت دکھائی جاتی تھی اور مصری پتاہ کو ہفائستوس، ثوت کو ہرمیس، را کو ہیلیوس، عمون کو زیوس سمجھا جاتا تھا۔ اب بطالسہ ایک قدم آگے بڑھے اور انھوں نے ایک جدید یونانی معبود اختراع کیا جو در اصل مصری ہی تھا۔ کہتے ہیں کہ بطلیموس سوتر نے اپنے خواب کے بموجب ایک پردیسی معبود کی پرستش کا حکم دیا، جس کا مقام ابتدا میں نامعلوم تھا لیکن بعد میں منکشف

باب ۱۲ ہوا کہ وہ اسنوف کا "ہادیس" ہے، چنانچہ اُسے اب مصری زبان میں ساراپس کہنے لگے ۔ پلوٹارک کے زمانے میں یونانی اُس نام کے ماخذ پر طرح طرح کے خیالات دوڑاتے تھے، اور انیسویں صدی تک یہ نام معما ہی معما رہا ۔ اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ساراپس دراصل اُسار ہاپی یعنی اوسی رس آپس ہے جس سے مراد دُنیائے زیریں میں اوسی رس کی شخصیت سے ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ساراپس کا بت خانہ میم فس میں آپس کے مقبرے کے قریب ہے جہاں اُسے ماریت نے کھود کر نکالا ہے ۔ یونانی ساراپس کو زیوس اور ہادیس کی شخصیت کو مرکب سمجھتے تھے ۔ اس معبود کا سب سے مشہور مجسمہ جسے بریاکسس نے بنایا تھا، اسکندریہ میں تھا، اور ممکن ہے کہ یہ مصر اسنوف سے آیا ہو ۔ ساراپس کا اختراع کرکے بطلیموس مصریوں میں، بالخصوص میمفس والوں کو مقبول ہوگیا، جو آپس کے بے حد معتقد تھے ۔ ابتداء میں الیسس کا مرتبہ اس سے بلند تھا لیکن امتداد زمانہ سے دونوں کی حیثیت مساوی ہوگئی اور یہ دونوں مغربی ممالک میں مصری مذہب کے گویا قائم مقام بن گئے، اور ساراپس نے یہاں اوسی رس کی گویا جگہ لے لی [2]

---

[2] ساراپس ۔ تاکی توس: "تاریخ" ۴، ۸۱/۸۴ ؛ پلوٹارک : Is ۲۸، Muer. ۱، ۴ - مقابلہ کرو: "پلیو، بساراپس" Plew: De Sarapide کیونگزبرگ، ۱۸۶۸ء، جو آرین ۷، ۲۶ سے استدلال کرکے اس نتیجے پر پہنچتا ہے اسنوف اور بابل میں جس معبود کی پوجا کی جاتی تھی وہ سامی تھا، اور اوسی رس آپس کے نام کے ساتھ جو مشابہت ہے وہ محض اتفاقی ہے ۔ لیکن اسنوف و بابل میں ساراپس کا اس کے علاوہ کہیں ذکر نہیں ہے، چنانچہ ہم اس نتیجے پر پہنچنے میں مضائقہ نہیں سمجھتے کہ اس معبود نے مصر ہی میں جنم لیا تھا، اور بابل میں اس نے جو اپنی شکل دکھائی اس کی بابت کوئی دوسرا نظریہ قائم کرنا پڑے گا ۔ نیز دیکھو مضمون "ساراپس" بہ گو میسٹر میں؛

باب ۱۴

لیکن بطالسہ کی اسی سارا پیوم سے بھی مشہور عمارت میوزیوم کی تھی، اور یہاں بھی یونانی خیالات و ادارات کا مصری خیالات و ادارات کے ساتھ اختلاط نظر آتا ہے۔ یہ وہ مقام تھا جہاں طالب علم جمع ہوتے اور ساتھ ساتھ مطالعے میں مصروف رہتے۔ اس سے پہلے بھی یعنی ۱۹ ویں اور ۲۰ ویں شاہی خاندانوں کے عہد حکومت میں بھی اس قسم کے ادارات مصر میں موجود تھے؛ یونان

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ برون: "یونانی ماہران فنون لطیفہ" Brunn: Griech. Kusnstler. ۴، ۳۸۴؛ مہافی: "یونانی زندگی" Mahaffy: Greek, Life پ-گارڈنر ("ابواب جدید" New chapters صفحہ ۴۴۳) اسے "عیسویت کے پیش خیمے" کا لقب دیتا ہے، اس مسلک کے انتشار کے لئے دیکھو روشر: "قاموس" Roscher " Lexicon میں ڈریکسلر کا مضمون "ایسس" پر، لافے: "تاریخ معبودین اسکندریہ" Lafaye: Histoire du culte d.s divinités of Alexandrie پیرس ۱۸۸۴ء - آخر میں دیکھو پول: "فہرست سکہ جات یونان - اسکندریہ" ۱۸۹۲ء صفحہ LIX وغیرہ؛ پول غایت ہوشیاری سے یہ واقعہ بیان کرتا ہے کہ میمفس کے قریب ایک "کوہ سینوپی" تھا اور غایت ہوشیاری سے اسکا تعلق اسنوف سے قائم کرتا ہے، لیکن یہ دراصل سے (ت) ن ہاپی یا "کوہ آپیس" تھا۔

مصری اور یونان سارا پیوم میمفس کے قریب؛ بیڈیکر، ۴۱۰، ۴۱۱؛ ماریت کی مشہور کھدائیاں؛ مصری سارا پیوم میں آپیس کے سانڈوں کے مقبرے تھے، اور یونانی بت خانہ قدیم یونانی طرز پر تو ادرخانے کے انداز پر بنا تھا اور اس میں یونانی فلاسفہ اور مفکروں کے مجسمے آویزاں تھے۔ مے یر اپنی تاریخ مصر Mayer, Gesch. Aegptens ۴۱۰ میں کہتا ہے کہ عیسوی رہبانیت کی ابتدا یہیں سے ہوتی ہے۔

اسکندریہ کا نفیس سارا پیوم؛ مقابلہ کرو روپرتی Ruperti کے خیالات تاکی توس ۴، ۸۴ ب ۱-۸۳ کے علاوہ اسکندریہ ہی میں ایک اور چھوٹا سارا پیوم بھی تھا

باب ۱۲

میں بھی ان شہریوں کو جو اس کے مستحق سمجھے جاتے ہوں خزانہ عامّہ کے خرچ سے کھانا کھلانا ایک مشہور بات تھی، اور حال ہی میں مسائل فلسفہ کے شیوخ کی طرف سے جائدادیں وقف کی جانے لگی تھیں جسکے ذریعے سے ایسے لوگوں کی ہم عملی ممکن ہوتی تھی جن کے حوصلے اور آرزوئیں ایک سی ہوں۔ اس خیال کی ترویج افلاطون کی اکادمی کے ذریعے سے ہوئی جو میوزوں کی خاص حفاظت میں سمجھی جاتی تھی، اور اسی وجہ سے اسکندریہ کے حکمیاتی ادارے کا نام بھی میوزیوم یا "میوزخانہ" رکھا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس عظیم الشان دار الفنون کا خیال سب سے پہلے مشائی فلسفی دیمتریوس ساکن فالیرم نے بطلیموس اول کو دلایا تھا۔

"میوزخانہ" باہر سے بہت سے ایسے ایوانوں کا مجموعہ معلوم ہوتا تھا جن سے ایک ہی قسم کا کام لیا جاتا ہو، اور اس میں میوزوں کا بت خانہ، کتب خانہ، رواق، رہنے کے لئے مکانات اور ایک بڑا کمرہ جس میں تمام طلبہ ساتھ کھانا کھاتے تھے، یہ سب شامل تھے۔ اس دار الفنون میں جو لوگ رہتے تھے وہ گویا علم کے طلاب، اور شعرا کا ایک خاندان تھے، جنھیں یہ حق حاصل تھا کہ اپنے مطالعے کے اخراجات شاہی خزانے سے پورے کرائیں اور ساتھ ہی بادشاہ اس کے علاوہ ہر دوسری قسم کی مدد دینے کے لئے بھی تیار رہتا تھا۔ وہ ایسا ادارہ تھا جس میں فرانس کے انسٹی ٹیوٹ اور آکسفرڈ کیمبرج کے جامعات کی جھلک نظر آتی تھی۔ اس کا انتظام تو ایک مذہبی پجاری کے سپرد تھا، لیکن مہتمم کتب خانہ اسی طرح، اس کا سب سے ذی اثر عہدہ دار تھا جیسے آجکل نوادر خانہ برطانیہ کا سب سے اہم عہدہ دار اس کے کتاب خانے کا صدر مہتمم ہوتا ہے[۵۳]

---

[۵۳] میوزخانہ۔ پارتھی کے مضامین موسومہ "میوزخانہ اسکندریہ"

باب ۱۴

یہ عہدہ دار کتاب خانے کا براہ راست نظم قائم رکھتا تھا، اور یہ کتاب خانہ قدیم زمانے کا سب سے گراں بہا کتابخانہ تھا۔ اولمپیاد ۱۲۳ اور ۱۲۵ (یعنی سنہ ۲۸۸ ق م اور سنہ ۲۴۴ ق م) کے درمیان اسمیں تقریباً پانچ لاکھ تیتیس ہزار قلمی نسخے تھے۔ بطالسہ کو اس کا خاص خیال تھا کہ کسی نہ کسی طرح ہر موجودہ کتاب کا خصوصاً اشعار و دواوین کا ایک ایک نسخہ حاصل کریں، اور اس میں انھوں نے نہ کبھی کسی خرچ کا خیال کیا نہ کسی دقت و پریشانی کا[عہ] ان کتابوں کی درجہ بندی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ Das Alexandrinsche Museum von Parthey برلن، سنہ ۱۸۳۸ء؛ کلیپل Klipple، گیوٹنگن سنہ ۱۸۳۸ء؛ گیول Gœll شلیئٹز Schleiz سنہ ۱۸۶۵ء؛ وینیگر Weniger، برلن سنہ ۱۸۷۵ء؛ نیز زیوسے میل ۱، ۷؛ واٹن برگز، N. Jahr, B.D. ۱۴۵، ص ۲۶۸-۲۷۲-

یہ میوزخانہ دنیا میں پہلا مستقل ادارہ تھا جس میں حکومت کی طرف سے مجرد حکمیات کی تحقیقات کرائی جاتی تھی، اور اس وجہ سے اس کی عظمت میں کلام نہیں اس میں کوئی شاگرد نہیں تھے، اور درسگاہ جس کی بابت ہمیں مطلق کوئی معلومات حاصل نہیں، قریب ہی تھی اور یہ دونوں گویا جامعہ اور اکادمی کے مماثل تھیں رام سیس دوم کے عہد میں تھبز میں ایک رام سیوم تھا جس میں علما ایک دوسرے کے ساتھ رہتے تھے؛ بیڈیکر ۲، ۱۸۸؛ اسی طرح چنتو میں ایک فوقانی مدرسہ تھا؛ ایضاً ۲، ۲۸۹-

”میوزخانہ“ کی نگرانی کے لئے جو پجاری تھا اسے سب سے پہلے بادشاہ اور زمانہ مابعد میں حکومت روما مقرر کرتی تھی۔

[عہ] رچل: ”کتاب خانہ جات اسکندریہ“ Ritschl: Die Alexandrinis chen Bibliothaken بریزلاؤ؛ پاؤلی ۱، ۲۳۴ میں ”کتاب خانوں“ پر مضمون۔ کرسٹ ۳۷۶- زیوسے میل ۱، ۶، $\frac{۳۳۵}{۳۴۴}$ - نوریسوں: ”کتابخانۂ بطالسہ“ Nourisson: La bibliotheque des Pltolemées (اسکندریہ سنہ ۱۸۹۳ء) پر میری نظر نہیں پڑی۔

باب ۱۹

اور اُن کے مضامین کے تعین کے اہم کام میں مہتممین کتاب خانہ، میوز خانے کے باقی ماندہ اراکین اور اسکندریہ کے دوسرے علماء و فضلا نے لسانیاتی اور جمالیاتی تنقید کی بنیاد ڈالی اور علم کی اس شاخ کا اُس وقت سے لیکر آج تک اسکندریہ کے بڑے بڑے ماہرین لسانیات سے تعلق رہا ہے۔ ساتھ ہی ریاضی اور موالید ثلاثہ کا بھی مطالعہ کیا جاتا تھا جن پر میں باب ۲۰ میں بحث کروں گا اور یہاں نظم تک اپنے خیالات کو محدود کردوں گا جسکی سرپرستی شاہان مصر کرتے تھے۔ اسکندریہ حکمیات کے مطالعے کا عرصے تک مرکز رہا، اور اُس کا شباب بہت مدت بعد تک یعنی سنہ ۲۰۰ تک نہیں ہوا؛ اسی لئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شاعری پر اس وقت پورے طور پر بحث کی جائے اور دوسرے علوم کو دوسرے وقت کیلئے اٹھا رکھا جائے۔ یہاں صرف نظم پر بحث کی جائے گی اور اسکندری نظم پر بحث کرتے ہوئے میں بعض دوسرے ملکوں کی نظم کو بھی مد نظر رکھوں گا اس لئے کہ دوسرے ممالک میں شاعری کے جو اسالیب اسکندریہ کے نمونے پر قائم ہوئے وہ اسکندری اثرات کے تابع تھے۔ اس کے برعکس یہ حکم لگانا درست نہیں ہے کہ کوئی ایسا اسکندری مدرسہ ہوگا جہاں سے ہر چیز جو اسکندریہ کے ساتھ منسوب ہے، اسی طرح نکلی ہوگی جیسے کسی چشمے سے پانی نکلتا ہے۔[سہ]

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ صدر مہتممین کتاب خانہ پہلے تو زینودوتوس، اسکندر، لیکوفرون تھے اور ان کے بعد غالباً ایراتوس تھنیس، ارسطوفانیس، ارسطارخوس

[سہ] ادبیات ۔ ماتے: "مسالک اسکندریہ پر تاریخی مقالہ" Matter: Essai historique sur l'ecole d'Alexandrie اشاعت دوم، پیرس ۱۸۴۰ء-۱۸۴۴ء کوآ: "اسکندریہ کی شاعری ابتدائی تین بطالسہ کے عہد حکومت میں" Couat: La Poesie alex. sons les Trois prem. Ptolemées. پیرس، ۱۸۸۲ء ۔ پیرس ۱۸۸۴ء ۔ کرسٹ اور زیو سے میل

باب ۲

جس شاعری کو اُس زمانے میں مصر کے پائے تخت میں فروغ ہوا اس کا باضابطہ تعلق دربار شاہی سے تھا۔ علاوہ ہزاروں مصریوں، ایشیائیوں اور کم و بیش بربری اجیر سپاہیوں کے اس شہر میں یونانی بھی تھے جنہیں سوداگروں اور سپاہیوں نے تو شعر و شاعری کیطرف زیادہ توجہ کی نہیں ہوگی، باقی چند سو مقدونیوں اور یونانیوں کو یونانی نظم میں دلچسپی لینے کا شغف بھی تھا اور دلچسپی بھی۔ چنانچہ یہی وہ چھوٹا سا حلقہ تھا جس کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کی جائیگی۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ انھوں نے جو اشعار نظم کئے اُن میں علما کی مدد بھی شامل تھی۔ اُنھوں نے قدیم یونانی شعرا کے کلام کو اس قدر باریک بینی کے ساتھ مطالعہ کیا کہ انھیں یہ محسوس ہونے لگا کہ شعر گوئی میں کس اسلوب کو اختیار کرنا چاہیئے اور کسے چھوڑ دینا چاہیئے، اور ساتھ ہی یہ بھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ اسکندریہ کے شعرا شاعر کے ساتھ عالم بھی تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ عالم زیادہ تھے شاعر کم تھے۔ تیمون میوزخانے کے اراکین شاعروں کو ایسے لوگوں سے تشبیہ دیا کرتا تھا جو مرغیوں کی طرح کسی ڈربے میں پلے ہوں۔

اسکندری شاعری کی ابتدا مرثیوں سے ہوئی۔ یہ واقعہ قابل لحاظ ہے اسلئے کہ مرثیہ ہمیشہ ایسی چھوٹی سی نظم ہوتی ہے جو نیم رزمیہ نیم مزاریہ ہو اور جسمیں غور و فکر نمایاں ہو۔ وہ ایسی چھوٹی سی نظم ہوتی تھی جو اعلیٰ درجے کے متمدن عیش پرست معاشرے کیلئے بغایت مناسب تھی، جیسا اسکندریہ کا معاشرہ تھا جو ایک ہی طرح کی نظم پر زیادہ دیر تک اپنی توجہ قائم رکھنا نہیں چاہتا تھا۔

مرثیہ نویسوں بلکہ اسکندری شعرا میں اولیت کا فخر۔ فلے تاس ساکن کوس کو حاصل ہے، جو بطلیموس اوّل کے بیٹے کا اُستاد تھا۔ کہتے ہیں کہ افراط مطالعہ سے فلے تاس لاغر ہو گیا تھا، تاہم وہ عاشقانہ شاعر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کے اقتباسات مہافی: "یونانی زندگی" ابواب ۱۱، ۱۲ - اسکندریہ کے تمدن پر عام مباحث کے لئے دیکھیے باب ۲۰ -

[۶] فلے تاس Chr. ۳۳۶ - زیوسے میل ۱۷۳/۱۷۸ - اس کا ایک دوست ہرمیاناکس

کی حیثیت سے مشہور آفاق تھا۔ یہ اُس کی ایک خصوصیت ہے کہ اس جیسا مکتب کا ملا اور کتاب کا کیڑا اسکندریہ کی شاعری کا امام بھی بن گیا۔ عمر میں اس سے بہت چھوٹا کالی ماخوس ساکن سرینہ تھا جسے بطلیموس دوم کے عہد میں صدر مہتمم کتاب خانہ کا معزز عہدہ تفویض کیا گیا تھا اور تیسرے بطلیموس کے دربار میں بھی اُس کی عزت و وقعت کی جاتی تھی[۶]۔ یہ بہت بڑا عالم تھا اور اُس کی تالیف جس میں تاریخ ادبیات کا خلاصہ دیا ہوا تھا، مشہور تھی۔ اس کے مراثی میں اسے تیا ممتاز تھا جسمیں رسم و رواج کی وثنیاتی ابتدا بیان کی گئی تھی[۷]۔ اور یہ وہ چیز تھی جو بعد کے متجسسوں کے لئے ابتدائی تاریخ کے مسخ شدہ اشکال کا گویا ایک ذخیرہ بن گئی۔ اسکے چٹکلے اور بھجن ہم تک پہنچے ہیں۔ اس میں اور اُسکے شاگرد و مد مقابل اپولونیوس ساکن اسکندریہ (یا نوکراتس) میں جو رھوڈز میں مستقلاً رہنے کی وجہ سے رھوڈزی کہلاتا تھا ایک لا متناہی جنگ زرگری جاری تھی[۸]۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ساکن کولوفون تھا جسکے لئے دیکھو کرسٹ ۳۳۷؛ زیوسے میل ۱، $\frac{۱۸۴}{۱۸۷}$

فانوکلیس۔ کرسٹ ۳۳۸؛ زیوسے میل ۱۔ ۱۹۰ وغیرہ۔

[۶] کالی ماخوس۔ کرسٹ ۳۳۹؛ زیوسے میل ۱، $\frac{۳۵۸}{۳۷۳}$ وہ "ولد باتوس" تھا۔ اسی کا مقولہ تھا کہ "جتنا کاغذ اتنی لغویت" اور اسی اصول پر وہ . . چھوٹی چھوٹی نظمیں لکھنا پسند کرتا تھا لیکن ان میں بھی صراحت کی ضرورت تھی۔ اپولونیوس کا حکم کالی ماخوس پر II Anth Pal، ۲۷۵۔

شنائیڈر: "کالی ماخیہ" لائپزگ، ۱۸۷۰-۷۳ء دو جلد۔

کلیانتھیس کا عظیم الشان بھجن زیوس کو، Stob : Ecl. ۱، ۳، ۱۲۔

ایپی ووروس کے ایک نوشتے میں اسی لوس کی نظمیں، فون ولاموونتز: "انتی گونوس ساکن کاریستوس"

[۸] اپولونیوس۔ کرسٹ $\frac{۳۴۲}{۳۴۳}$۔ زیوسے میل ۱، $\frac{۳۸۳}{۳۹۴}$۔ وہ مقامات اور حالات کا بیان کرنے کا بڑا مرد ہے لیکن اس کی نظموں میں قواعد کی کیفیت نہیں پائی جاتی اس لئے ہمارے نزدیک کالی ماخوس نے اس پر جو حکم لگایا تھا وہ درست تھا۔

باب ۱۴

ان دونوں کے درمیان جو جھگڑا تھا وہ دراصل اصولی تھا اور مسئلہ مابہ النزاع یہ تھا کہ اُس عہد کے شعرا کو اپنا کام کس طرح انجام دینا چاہیئے۔ کالی ماخوس نے یہ صحیح راستہ اختیار کیا ایک نئے عہد کے لئے شاعری کا ایک جدید اسلوب مناسب ہے، اور مختصر نظم طویل نظم سے زیادہ اس عہد کی ضروریات کو پوری کرسکتی ہے، اور اپولونیوس کہتا تھا کہ اس وقت بھی شعرا کو ہومر ہی کے نمونے پر نظم لکھنی چاہیئے خوش قسمتی سے اُس نے اپنی "ارگونوتیکا" میں بجائے ۲۴ بندوں کے صرف ۴ پر ہی اکتفا کیا۔ یہ دونوں رقیب اشعار میں بھی ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے میں نہیں چوکے؛ کالی ماخوس نے لکھا کہ اپولونیوس ایسے سؤر کی طرح ہے جو اپنی ہی نجاست کو نگل رہا ہو؛ اپولونیوس نے اپنے بزرگ کو صرف چوب دماغ کا لقب دیا، جو نسبتۃً مہذب ہے مگر زیادہ برمحل نہیں اس لئے کہ اگر دونوں میں سے کوئی اس حکم کا مستحق تھا تو وہ خود ہی تھا۔ کالی ماخوس کا کلام اکثر تاریک ہے، اپولونیوس کا علی العموم تکان آفرین۔

اسکندریہ کے دوسرے رزمیہ شاعر کا ہم نہایت مختصر ذکر کریں گے۔ یہ رھیانوس ساکن کریٹ تھا جس نے مختلف ملکوں کے افسانے اور قصے بیان کئے، اور اس کی تالیف میسانیاکا کو پوسانیاس نے نثر کا جامہ پہنا کر اُسے ایک تاریخی ماخذ کا رتبہ دیا۔ یوفوریون ساکن خالکس، جو پہلے ایتھنز میں رہتا تھا اور اس کے بعد بدقسمتی اور بداخلاق انطاکوس سوم کا مہتمم کتب خانہ مقرر ہوا، اُس نے نہایت تاریکی میں کتابیں تالیف کیں۔ اس کی ایک رزمیہ نظم کا نام موپسوپیا تھا جیسے اٹیکا کا قدیم نام بیان کیا جاتا تھا کون تعلیم یافتہ شخص اس کی تہ تک کبھی پہنچا ہوگا؟ ساتھ ہی اس زمانے میں نصیحت آمیز نظم کو بھی ترقی ہوئی۔ اس کا سب سے ممتاز قائم مقام ارا توس ساکن سولی (کلیکیہ) تھا جو کسی زمانے میں مقدونیہ کے پایۂ تخت پیلا میں

باب ۱۲

انتی گونوس گوناتاس کے دربار میں رہا تھا لیکن جو اس زمانے کے تمام بڑے بڑے شاعروں اور انطاکوس اول کا دوست تھا۔ اُس کی سب سے ممتاز تالیف فینومینا تھی جس میں یوکسودوس کے ہیئت کو نظم کا جامہ پہنایا گیا تھا۔ اس نظم میں بعض بند نہایت نفیس ہیں اور رومنوں کو یہ اتنا پسند خاطر ہوئے کہ بہت سوں نے اُن کا ترجمہ کرنے کی کوشش کی۔ ایک دوسرا ممتاز نصّاح شاعر نکاندر ساکن کولوفون تھا جو دربار پرگامم میں رہتا تھا اور اس نے ایک کتاب تریاقوں پر تالیف کی جس میں اُس زمانے کے درباروں کو یقیناً نہایت دلچسپی رہی ہوگی (دیکھو باب ۱۸) اس کی کتاب ہیتے ریو مینا یا تبدیلی صُوَر کو رومن شاعر اوِڈ نے اپنے لئے ایک نمونہ قرار دیا[۹]۔

اسی زمانے میں شاعری کی ایک نہایت دلکش شاخ کی ابتدا ہوئی اور ابتدا ہوتے ہی اُس نے فی الفور ایک ایسا مرتبہ حاصل کیا جس کا اس وقت تک ثانی نہیں ہوا، اور وہ شبانی یا دیہاتی شاعری تھی[۱۰]۔ اسے اسکندریت نام کو بھی نہیں اس لئے کہ جس شخص نے اس کی ابتدا کی وہ صرف تھوڑی ہی سی مدت کے لئے اسکندریہ رہا تھا اور شاعرانہ

---

[۹] اُن شعرا کے لئے جن کا متن میں ذکر ہے دیکھو خاص طور پر کرسٹ اور زوسے میل فون والاموونز: "انتی گونوس ساکن کارسیتوس" ۱۶۷ کے نزدیک نکاندر علیسویت سے پہلے کی شاعری کا سب سے غیر دلچسپ نمونہ ہے۔

[۱۰] شبانی نظم۔ اس کی ابتدا اور خصائص کے لئے، و نیز تھیوکری توس کے حالات کے واسطے دیکھو ہولم: "تاریخ سسلی بزمانۂ قدیم" ۲، $\frac{۲۹۸}{۳۲۴}$ مع حواشی؛ کرسٹ $\frac{۳۲۸}{۳۴۴}$؛ خصوصاً زیوسے میل ۱، $\frac{۱۹۶}{۲۲۵}$ جس میں نہایت مفصل اور ٹھوس باب ہے۔ پےٹن: "نوشتہ جات کوس" Inscriptions of Cos. صفحہ $\frac{۳۵۴}{۳۶۰}$ کے بموجب تھیوکری توس کا اسکندریہ سے بہت ہی کم تعلق تھا۔

مشرقی اشعار کا اثر؛ ہولم: "تاریخ سسلی" ۲، ۴۹۹۔

نظم کے لئے وہاں کے شعرا کا صرف ایک حد تک ہی مرہون احسان تھا۔ یہ تھیوکری توس تھا جو شبانیوں میں پہلا اور شاید سب سے بڑا شاعر تھا۔ وہ شاید سرقوسہ میں سنہ ۳۰۰ ق م کے ذرا بعد پیدا ہوا تھا؛ اپنی زندگی کے ابتدائی ایام ہی میں وہ کوس چلا گیا جہاں اُس نے چند دوستوں کی مدد سے ایک انجمن بنائی جس کے اراکین نے خود اپنے آپ کو چرواہوں کا لقب دیا تھا۔ اس کے بعد تقریباً سنہ ۲۷۰ ق م میں وہ اسکندریہ چلا گیا اور وہاں پہنچ کر بطلیموس فلادیلفوس کا قصیدہ خواں بن گیا۔ لیکن اُسے کوئی معاوضہ نہیں ملا چنانچہ وہ مایوس ہو کر پھر سسلی پہنچا اور یہاں آ کر ہئیرون کی مدح سرائی کرنے لگا لیکن اس کا بھی کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔ شاید اپنے وطن مالوف میں اس قیام کے دوران میں اُسے یہ خیال پیدا ہوا کہ اپنی زندگی شبانی نظم پر وقف کرنی چاہیئے۔ سسلی میں اس کے لئے بہت زرخیز میدان موجود تھا اس لئے کہ یہ جزیرہ روایتی چرواہے دافنس کا جو ارتیمس کا معشوق تھا، مسکن تھا اور اس قصے کو ستیسی خوروس اس سے پہلے نظم کر چکا تھا۔ الغرض تھیوکری توس سسلی اور اٹلی کے چرواہوں پر شعر کہنے لگا اور وہ صوری نظموں میں دکھاتا ہے کہ یہ چرواہے سیدھے سادے اور بعض مرتبہ غیر متمدن لوگ ہوتے تھے۔ اس کے اشعار دو چیزوں کی وجہ سے مقبول عام ہوئے، ایک تو اس وجہ سے کہ اُن سے اُس زمانے کی درباری فضا سے ایک طرح کا تباین ظاہر ہوتا تھا اور دوسرے اس لئے کہ اس میں وہاں کے جو دیہاتی مناظر دکھائے گئے تھے لوگ بہت محظوظ ہوتے تھے۔ تھیوکری توس کے زمانے سے شبانی نظم کبھی محو نہیں ہوئی اور اس کا رواج چلا جاتا ہے اور پھر آ جاتا ہے، لیکن تھیوکری توس کے نقال کبھی اس کی برابری نہیں کر سکے حقیقت یہ ہے کہ اسکندری شعرا میں وہی ایک ہے جس کی نظم کو ہم ادبیات عالم میں شمار کر سکتے ہیں۔

باب ۱۸

بطلیموسی عہد کے ابتدائی زمانے میں دردیہ نویسی کے احیاء کی کوشش بھی کی گئی تھی، اور اس کے لئے مقابلے بھی تجویز کئے گئے تھے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ سات دردیہ ادیب شفق شاعری سے ذرا اوپر کو بھی آجانے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک لیکوفرون ساکن خالکس بھی تھا جس کی تالیف اسکندرہ اب بھی موجود ہے، جس میں کاساندرا کی پیشگوئیوں کا ذکر ہے؛ لیکن اس کا واحد امتیاز یہ ہے کہ اس میں جو لفاظانہ اظہار علم کیا گیا ہے اُس سے بیزنطہ کے ماہرین مدرسیت کو اپنا علم و فضل ظاہر کرنے اور اس طرح تاریخ قدیم خصوصاً اطالیہ زیرین کے تاریخ میں مایوسانہ اختلال پیدا کرنے کا موقع مل گیا۔ باقی دردیہ نویسوں کا کلام بالکل مفقود ہو چکا ہے[۱۱]

ظاہر ہے کہ سروری ناٹک بھی اسکندریہ میں کھیلے جاتے تھے، لیکن اس ضمن میں بھی کسی نے کوئی اہم سروریہ تصنیف نہیں کیا۔ ہیرونداس کی نظمیں ضرور دلچسپ ہیں، اور سوتادیس ساکن مارونیہ کا ناشائستہ مزاح ہمعصر درباری معاشرے کے لئے نہایت مناسب تھا۔ لیکن یہ شاعر خود اپنی ناشائستہ زبان کی نذر ہو گیا۔ اس لئے کہ لیزی ماخوس کے دربار میں فلادیلفوس کی ہنسی اڑانے پر فلادیلفوس نے کاؤنوس میں اُسے گرفتار کرا کر فوراً سمندر میں غرق کرا دیا۔ اسکندریہ میں کٹھ پتلیوں کا تماشا اس قدر مقبول تھا کہ ہیئے رون جیسے بڑے مہندس کو جنہیں جنگی منجنیقیں تیار کرنے میں کمال حاصل تھا، ان پتلیوں کو متحرک کرنے کی کلیں بنانی پڑیں۔ ایک دوسری طرح کی مبالغہ آمیز شاعری کو بالخصوص تارنتوم میں خاص طور پر ترقی ہوئی اور اس کا سب سے ممتاز قائم مقام رنتھون تھا[۱۲]

---

[۱۱] دردیہ - کرسٹ، ۳۴۶، ۳۲۱؛ زیو سے میل ا، ۲۶۹/۲۸۳ لیکوفرون کیلئے ایضاً ۲۷۲/۲۷۹ -

[۱۲] سروریہ وغیرہ، کرسٹ ۴۴۳؛ زیو سے میل ا، ابواب ۸۷۶ - ایک مصری

باب ۱۳

ان تمام تصانیف میں یونانی خصائص نمایاں ہیں۔ بلاشبہہ یہ دکھانا آسان ہے کہ بہت سے خیالات اور تشبیہیں مشرقی ادب سے لیگئی ہیں؛ لیکن یہ ان تتر بتر پھولوں کے مماثل ہیں جو آسانی سے ایک تیار شدہ ہار میں پروئے جا سکتے ہیں، اور ان کا مواد اور طرز بیان دونوں بالکلیہ یونانی ہیں۔ اسکندریہ کے یونانیوں نے مشرق کا جو مطالعہ کیا اس کی بنا پر انھوں نے کم و بیش عالمانہ کتابیں تصنیف کیں، جن کی طرف ہم باب ۲۰ میں ناظرین کی توجہ مبذول کریں گے؛ لیکن ان تصانیف کو شائستہ ادبیات کا مرتبہ نہیں دیا جا سکتا۔ اس لئے کہ اسکندریہ میں ان یونانیوں نے صرف دوسرے درجے کی رزمیہ نظمیں اور مراثی مرتب کئے، اور اُن کی تصانیف میں ہمیں نہ کوئی سرودیہ، نہ کوئی اہم تاریخ، نہ خطابانہ کتاب نہ فلسفیانہ مضمون نظر آتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ شائستہ ادبیات کے شعبے میں، جہاں ظاہری شکل کی بہت کچھ اہمیت ہوتی ہے۔ درباری شعرا کا کلام علی العموم اعلیٰ طرز کا ہے یا ادنیٰ طرز کا، اور عوام الناس کے اخلاقی یا ذہنی ارتقا میں جو چیز ممد و معاون ہوتی ہے وہ زمانہ ماقبل کی طرح تیسری صدی ق م میں بھی جمہوریتوں میں سے نکلتی تھی۔

بطلیموس فِلادیلفوس کی تخت نشینی کے وقت جو جلوس اسکندریہ کی سڑکوں پر ہو کر نکلتا تھا اُس کا مفصل بیان کالکسے نوس ساکن رھوڈز نے اپنی ایک کتاب میں لکھا تھا، جس کا اقتباس اتھے نایوس نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ پیاپی روس میں ہیروندا س کی سات خاموش ناٹک ملے ہیں جنکی طرز مکالمے کی ہے اور جنکو "لیامبی" ہے، انکی اشاعت کینیون رتھرفرد، بیوشیلر اور کروزیوس Kenyon: Rutherford , Buecheler and Crusius. نے کی ہے۔ نیز دیکھو رسالہ اتھے نیوم ۱۸۹۲ء، ز صفحہ ۵۸، -

چیٹلے - کرسٹ، $\frac{۳۴۳}{۳۴۵}$

باب ۱۹

چھوڑا ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر میں لوگ محض ایسے کھیل تماشوں کو کس قدر پسند کرتے تھے جن میں کوئی اعلیٰ مطلب نام کو بھی نہو [۱۳]

یہ تماشا اسکندریہ کی ورزشگاہ میں ہوا اور تمام دن جاری رہا۔ یہ مختلف معبودوں یا اشخاص کے اعزاز میں مختلف جلوسوں پر مشتمل تھا، اور اس کی ابتداء علی الصباح صبح کے ستارے کے جلوس سے ہوئی اور خاتمہ ہسپیروس کے جلوس پر ہوا۔ اتھے نایوس نے خاص طور پر دیونی سیوس کے جلوس کو بیان کیا ہے اور میں اُسی کے چند اقتباسات سے ناظرین کو محظوظ کروں گا۔ پہلے تو بہت سے

---

[۱۳] اسکندریہ میں جلوس۔ اتھے نایوس ۵، ۱۹۶؛ نیز دیکھو میولر جزو ۳، ۵۸ وغیرہ جیسے سونے کا نام دیا جاتا تھا وہ غالباً زیادہ تر نابنا ہی ہوگا۔ ۵۳۱ فٹ لمبے "طلائی عصا" سے ہمیں اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ ایسے کھیل تماشوں کا واحد مقصد یہ تھا کہ لوگوں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا جائے۔ دربار کی طرف سے فنون لطیفہ کی جو سرپرستی کی جاتی تھی اُس کا مطلب بھی محض ظاہری دکھاوٹ تھا؛ مقابلہ کرو برلن کی "انجمن آثاریات Archaeolog. Gesesllschaft میں ہیروندا اس کے موضوع پر ڈیلز Diels کے خیالات؛ جریدۂ لسانیات برلن" Berl; Phil, woch. سنہ ۱۸۹۲ء، نمبر ۳۔ مسلک اسکندریہ کا اُصول تنقید بھی، جس کا پلینی وغیرہ نے اتباع کیا، یہی تھا۔ بڑے بڑے نقاشوں کی بھی اُسی وقت قدر کی جاتی تھی جب وہ فطرت کے حسب حال تصاویر تیار کرتے تھے، یعنی جب اُن کے شاہکار آنکھ کو دھوکا دے دیتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم آج بھی اس قسم کی بیکار تنقید کو حق بجانب قرار دیتے اور اسکا مفہوم سمجھانیکی کوشش کرتے ہیں دیکھو جلد ۳، صفحہ ۲۴۳؛ دیکھو نیچے حواشی باب ۲۰۔

مقابلہ کروٹ بکامپ: "بطلیموس فلادیلفوس کا باکھوسی جلوس" Kamp: De Ptolem. Philad. pompa Bacchica، یونان سنہ ۱۸۶۴ء۔

باب ۱۴

نیم انسان اور گدھے سوار شراب پیئے ہوئے ہوتے ہیں جن میں سے چالیس نیم انسانوں کے جسموں کو طرح طرح کے رنگوں سے رنگا گیا ہے اور سنہری پتوں کے حلقے پہنائے گئے ہیں؛ پھر ایک عظیم الشان رتھ آتا ہے جس پر دیونی سیوس کا مجسمہ ایستادہ ہے اور اسے جیسے ایک سو اسی آدمی کھینچ رہے ہیں۔ یہ مجسمہ ۱۵ فٹ بلند ہے اور ایک سنہری برتن سے شراب انڈیلتا ہوا نظر آتا ہے، اور اسکے سامنے ایک دوسرا سنہری برتن ہے جس میں ۱۵ پیمانے یا تقریباً گیارہ من شراب بھری ہے، اور ایک سنہری میز ہے جس پر ایک سنہری عود دان اور دو سنہری شیشے ہیں۔ اس رتھ کی چھت بیل اور انگور کے پتوں کی ہے، جس پر ہار، سربند، مصنوعی چہرے اور ڈفلیاں ٹنگی ہوئی ہیں۔ اس رتھ کے پیچھے بے شمار مرد و عورتیں نظر آتی ہیں جنکے بالوں میں گجرے اور سانپ پروئے ہوئے ہیں۔ آجکل کے تاریخی اور دوسرے جلوسوں کی طرح ہر چیز گاڑیوں پر رکھی ہوئی ہے؛ چنانچہ ایک دوسری گاڑی پر ۱۲ فٹ اونچا نیسا کا مجسمہ ہے جو کھڑے ہو کر سونے کے ایک کلسے میں سے دودھ انڈیلتا اور اسکے بعد بیٹھ جاتا ہے؛ ایک دوسری گاڑی میں ۳۶ فٹ لمبا ۲۱ فٹ چوڑا شراب کشید کرنے کا آلہ ہے جسے بانسری کی آواز پر سیلے نوس اور ساٹھ نیم انسان اس طرح کھینچتے نظر آتے ہیں کہ اس میں سے تازہ شراب کا ایک مسلسل چشمہ نکلتا ہے۔ ایک دوسری گاڑی میں تیندوے کی کھال کی بوتل رکھی ہے جس میں ۶۰۰ پیمانے یعنی تقریباً پانچ سو من شراب بھری ہے اور جس کے کنارے، دستوں اور پیندے پر مجسمے بنے ہوئے ہیں اور جس کے وسط میں جڑاؤ ہار نظر آتا ہے جس میں ہیرے جڑے ہوئے ہیں اس کے تھوڑی دور پیچھے کی طرف دیونی سوس کے ہندوستان سے واپسی کا منظر پیش کیا گیا۔ یہاں اس معبود کا ۱۸ فٹ اونچا مجسمہ ہاتھی پر بیٹھا

باب ۱۴

نظر آتا ہے اور اُس کی گردن پر $\frac{1}{2}$ ، فٹ لمبا نیم انسان ہے اور یہ ہاتھی بھی گاڑی میں کھڑا ہے۔ اس کے بعد پانچ سو لڑکیوں کا جلوس جو قمیصیں پہنے سنہری پیٹیاں باندھے آتی ہیں۔ ان کے بعد ۱۲۰ نیم انسان سنہری روپہلی کپڑے پہنے ہوئے، یا گدھوں پر سوار، ہاتھیوں کی گاڑیاں، شتر مرغ اور اونٹ، خچروں کی گاڑیاں جن پر ڈیروں میں قیدی عورتیں بیٹھی ہیں، اونٹ جن پر طرح طرح کے عطریات، مُر اور گرم مصالحے لدے ہوئے ہیں، حبشی جن کے ہاتھ میں ہاتھیوں کے چھ سو دانت ہیں، شکاری جن کے پاس ۲۴۰۰ کتے ہیں، درخت کے تنے جن میں ہمہ قسم کے جانور بندھے ہیں، طوطے اور دوسرے پرند پنجروں میں اور ہر قسم کے درندے جن کے آخر میں ایک گینڈا نظر آتا ہے، غرض یہ سب چیزیں اس عظیم الشان جلوس میں موجود ہیں۔ اس کے ایک دوسرے حصے میں ایک گاڑی ہے جس میں بہت سی عورتیں بیٹھی ہیں جن سے مراد وہ شہر ہیں جنھیں سکندر اور بطلیموس نے آزاد کرایا ہے؛ پھر ۱۳۵ فٹ لمبا طلائی عصائے بالکوس آتا ہے اور اس کے بعد شاہی فوج کے ایک لاکھ ستاون ہزار پیدل اور تیئیس ہزار سوار کوچ کرتے ہوئے آتے ہیں۔ یہ سب لاانتہا ہی جلوس، جس میں قدیم مصر کے اسی قسم کے مناظر کا اعادہ اور اُن پر اضافہ کیا گیا تھا، مذہبی اور سیاسی دونوں اعتبار سے اہم تھا، اس لئے کہ ایک طرف تو اسمیں مختلف معبودوں، خصوصاً دیو نی سوس کا اعزاز کیا گیا تھا، جو اوسی رس کے مشابہ تھا اور جس کا خود مصر کے بادشاہ کو ہم پلہ سمجھا جاتا تھا، اور ساتھ ہی اس سے مصریوں اور پردیسیوں دونوں کو بادشاہ کی دولت اور سطوت کا کافی ثبوت دیا گیا تھا۔ یہاں میں اسی مورخ کی کتاب سے شاہی پائین باغ کے اس گرما بنگلے کا ذکر بیکار سمجھتا ہوں جو سکیونی نقاشوں اور سنگ کاروں کے مجسموں اور تصاویر

باب ۱۷

سے سجا ہوا تھا، نہ ان عظیم الشان جہازوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو بطالسہ اور ہیرون نے اپنے لئے بنوائے تھے اور جن کا بیان ہم اتھینے ناوس میں پڑھتے ہیں۔ تزک واحتشام کی محبت مشرق میں ہمیشہ سے چلی آتی تھی، اور اگر بطلیموس فلاڈیلفوس اس جلوس سے اپنے پیش روؤں سے بڑھ گیا تو وہ صرف اسی وجہ سے کہ وہ اپنے آپ کو ہر طرح سے ہر دل عزیز بنانے کا خواہاں تھا۔ مقبول عام ہونے کی کوشش تھیوکریتوس کے دو سرقوسی بیگموں کی صوری نظم سے ظاہر ہوتی ہے، جو ادونس کا وہ میلا دیکھنے کو جاتی ہیں جسے ارسی نوئے نے اسکندریہ کے محل میں تیار کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی ملکہ ہر دلعزیز نہ ہوگی، تو کون ہوگا، جو معمولی شہریوں کی بیویوں کو کمال آزادی کے ساتھ اپنے محل میں اس طرح آنے کی اجازت دیتی تھی۔ جو کچھ ہم کہہ آئے ہیں اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسکندریہ میں مینا کی فنون اوج ترقی کو پہنچ چکے تھے۔ میں اس موضوع کی طرف پھر بیسویں باب میں رجوع کروں گا۔

مصر میں بہت ہی کم یونانی بستیاں تھیں اور مشکل سے ایک بھی ایسی ہوگی جو حقیقی معنی میں خود مختار ہو (استرابو صرف بطلیمائس کا ذکر کرتا ہے)، لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ملک میں یونانیوں کے متعدد مجموعے ضرور تھے۔ اسی مشق میں اکروکو ویلوپولس کے قریب مدینۃ الفیوم کے یونانی سوار تھے (دیکھو باب ۹، حاشیہ ۲) مصر پر یونان کا اثر روز بروز زیادہ ہو رہا تھا، تا آنکہ قدیم مصری تحریریں یعنی ''ہیروگلیف'' ناقابل فہم ہو گئے۔ لیکن یہ صورت حال زمانۂ مابعد یعنی رومن عہد تک نہیں پیش آئی، اور اس کا زیادہ تر تعلق عروج عیسویت سے تھا؛ بطالسہ تو قدیم تمدن کا بے حد عزت واحترام ہی کرتے تھے۔

یہاں میں دوسرے شاہی درباروں کا صرف سرسری طور پر

باب ۱۷ ذکر کروں گا اس لئے کہ اُن کے اور بطلیموسی دربار کے خصائص میں بہت کم فرق نظر آتا ہے۔ شہر انطاکیہ کی تابناکی بنہایت قابل لحاظ ہے اور اس کا اسکندریہ سے مقابلہ کیا جائے تو وہ ہیٹا نہیں اترتا لیکن انطاکیہ کے کمال عروج کا زمانہ اسکندریہ کے بعد کا ہے چنانچہ اس کی طرف ہم اس وقت متوجہ ہوں گے جب ۱۴۶ ق م میں ہم پھر از سر نو دنیائے یونان کی ذہنی کیفیت کا (باب ۲۲ میں) بیان کریں گے دربار انطاکیہ نے بھی ادبیات کی خدمت کرنے کی کوشش کی لیکن جو مؤلف وہاں پھولے پھلے اُن کا ذکر ہم اس سے پہلے ہی کر چکے ہیں۔ ہم باب ۲۱ میں پرگامم پر بحث کریں گے۔

لیکن مغرب کا ایک شہر سرقوسہ، ایسا ہے جس کی اہمیت کا اگلے عہد میں بالکلیہ خاتمہ ہو جاتا ہے، چنانچہ اس کا تذکرہ یہیں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ سرقوسہ شاہ ہیئرون کا پایۂ تخت تھا، اور اس زمانے کے یونانی شہروں میں سب سے بڑا اور اپنی فصیل اور محل وقوع کی وجہ سے سب سے مستحکم تھا۔ وہ پانچ مختلف حصوں پر مشتمل تھا: پہلے تو جزیرہ اورتی گیہ، دوسرے خاص اقلیم سسلی پر مشرق کی طرف اخرادینا، تیسرے اس کے محاذ میں مغرب کی جانب تیخے اور نیاپولس اور مغرب اقصیٰ میں ایپی پولائے۔ سسرو نے (تمائیوس کے بیانات کی بنا پر جو اس نے تیسری صدی ق م میں منضبط کئے تھے) اس خوبصورت شہر کا مفصل ذکر اس تقریر میں کیا ہے جو اس نے ویریز کے خلاف دی تھی۔ اس کا نقشہ ایسے عظیم الشان پیمانے پر تیار کیا گیا تھا کہ اس زمانے میں اورتی گیہ سے کلیتہً قلعے کا کام لیا جاتا تھا اور علاوہ درباریوں اور اجیر سپاہیوں کے کسی معمولی شہری کو اس میں رہنے کی اجازت نہیں تھی؛ اس کے علاوہ ایپی پولائے کے وسیع مثلے میں ایک دوسرا بالائی قلعہ تھا جس کے باقیات آج تک

محفوظ ہیں[13]۔

ہیئرون کی راجدھانی کے دوسرے شہروں میں سے تورومے نیوم کے علاوہ جس کا محل وقوع نہایت ہی دلفریب تھا، اکرائے کا ذکر بھی مناسب ہے جس کے کھنڈر اس کی مرفہ الحالی کا ثبوت دیتے ہیں[15]۔

اس میں شک نہیں کہ تاراس بھی اتنا ہی ممتاز تھا جتنا سرقوسہ لیکن ہمیں اس شہر کے صحیح حالات کا اندازہ تو قدیم مورخوں کی تحریروں سے ہوتا ہے نہ اس کے باقیات سے[16]۔

آخر میں ہمیں یہ کہنا باقی ہے کہ سیدا کے حجری تابوتوں سے سب سے مشہور تابوت سے، جسے تابوت سکندری کہتے ہیں، اس کا ثبوت ملتا ہے کہ چوتھی صدی ق م کے اختتام پر فن سنگ تراشی کس کمال کو پہنچ گیا تھا[17]۔

---

[14] سرقوسہ۔ دیکھو ہولم: "تاریخ سسلی"، ۲، ۳۲۵/۳۳۴

[15] اکرائے۔ یودیکا: "قدیمات اکرائے" Judica: La antichita di Acre سسینہ سنہ ۱۸۱۹ء۔ شوبرنگ: "اکرائے یا لاتسولو" Schubring: Acrae-Plazzolo، "جریدہ لسانیات قدیمہ" Jahr. F Klass. Phil. تتمہ ۴، سنہ ۱۸۶۴ء۔

[16] تاراس۔ لورنتز: "بلدیہ تاراس" Lorentz "De civil Taras سنہ ۱۸۳۳ء اور اسی مورخ کی کتاب "تاراس کے مذہبی اور فنی حالات" De rebus Sacris etartibus Tar. سنہ ۱۸۳۶ء

دیمیتریوس پولیورکیتیس کی تجدید سکیوں کے لئے دیکھو مہافی: "یونانی زندگی"، ۳۰۱

[17] سیدا کے تابوت کے لئے دیکھو حمدی بک اور رائناش کی نفیس کتاب پیرس سنہ ۱۸۹۲ء اور رائناش کا مضمون "جریدہ فنون لطیفہ" Gazette des Beaux-arts. پیرس سنہ ۱۸۹۲ء مقابلہ کرو استدنچکا

یادداشت

اس باب میں جن موضوعات پر بحث کی گئی ہے ان کے لئے پاؤلی وسووا کے "محیط" میں پخشتائن کا مضمون "اسکندریہ" اور کناک Knaack کی کتاب "ادبیات اسکندریہ" Alexandrinische Litteratur کا بھی مقابلہ کیا جائے ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ Studniezka: Jahrb des K. D. Arch. Inst. ۱۸۹۴ء ۲۰۴ - ۲۴۴ اور پ ۔ گارڈنر کا مضمون جلسہ انجمن یونانی Hellenic Society مئی سنہ ۱۸۹۵ء اتھینیوم یکم جون سنہ ۱۸۹۵ء ۔ گارڈنر کے نزدیک (۱) تابوت لکیہ پانچویں صدی ق م کے نصف آخر میں (پارتھے نون کے حاشیے کے سواروں کی طرح) بنا ہوگا؛ (۲) اسی زمانے میں ساتراپ کا مقبرہ بھی تعمیر ہوا ہوگا جو نے ریوس کے مقبرے سے مشابہ ہے؛ (۳) سوگوار عورتوں کے مجسمے چوتھی صدی ق م کے وسط میں بنے ہونگے اور یہ دراصل غالباً استراتون دوم کا مقبرہ ہوگا (اٹیکائی طرز تعمیر) (۴) نام نہاد بڑا تابوت جو واکنا کے ایمزن والے تابوت سے مشابہ ہے) غالباً ابدالونی سوس کا تابوت ہے اور چوتھی صدی ق م کا بنا ہوا ہے ۔ اب یودائخ کے خیال کے بموجب) اسے بجائے دوتیغانی ابدالونی سوس کے لاؤمیدون کا تابوت تصور کیا جاتا ہے ۔

باب پانزدہم

رومن عہد کی ابتدا

انطاکوس اور فلیقوس

لیگ والی جنگ

دوسری فنیقی جنگ

سرقوسہ

فلوپوئے من

سنہ ۲۲۰ ق م تا سنہ ۲۰۵ ق م

اب وہ زمانہ آتا ہے جب رومن معاملاتِ یونان میں براہ راست مداخلت کرتے ہیں۔ یہ مداخلت اس لاثانی شہر روما کے خصائص کی وجہ سے ممکن ہوئی، اور اگر ہم نظرِ غائر سے دیکھیں تو یہی خصائص اس کے تمام مدارج تاریخ کا گویا راز ہیں۔ روما ایسے ملک میں اور ایسی آبادی کے درمیان جن میں دیہاتی زندگی کو فوقیت حاصل تھی ایک ممتاز شہر تھا، اور اس میں ایک نہیں بلکہ متعدد قومیں آباد تھیں۔ اصل میں یہی کیفیت اس کے نہایت استوار اور منظم قانونی سلسلے کی بنیاد تھی۔ لیکن ساتھ ہی

باب ۱۵ اس نظم کے تشدد ہی میں ان سب کے لئے ایک طرح کی کوشش کا مادہ تھا جو وسیع اور آزاد حکومت میں حصہ لینے کے خواہاں تھے؛ بالکل جیسے باہر والے رومن حقوق حاصل کرنا چاہنے لگے ویسے ہی روما نے خوش آمدید کہنا شروع کیا اور دوسری جمہوریتوں سے کہیں زیادہ سیاسی حیثیت دینی شروع کی۔ روما نے اپنے سیاسی دائرے میں اپنے خاص پیشرو ایتھنز سے کہیں زیادہ پردیسی اقوام کو اپنے شہریوں میں شامل کرنے کے مسئلے کو کہیں بہتر حل کیا۔ ہم اس رائے سے متفق نہیں ہیں کہ اسنے جان بوجھ کر ابتدا ہی سے دوسرے ملکوں کی فتح کو اپنا خاص پیش نامہ بنایا تھا، بلکہ اصل واقعہ یہ تھا کہ اپنے چند در چند تعلقات کی بنا پر اسے مختلف اقوام سے دست و گریباں ہونا پڑا! گو ان تنازعات میں وہ ہمیشہ برسر حق نہ تھا لیکن ان میں روما کو ہمیشہ یہ خیال رہتا تھا کہ وہ کسی نہ کسی حق کی طرفداری کر رہا ہے۔ اس نے مغلوب اقوام کی آراضی پر قبضہ کر کے ضرور اپنے شہریوں کو اس سے استفادہ حاصل کرنے دیا، لیکن ان سب باتوں سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ روما کی جنگوں کا مقصد خاص یہ تھا کہ مختلف ملکوں کو فتح کر کے ان کا الحاق کر لے۔ زمانۂ قدیم میں بھی بہت سے پردیسی اکثر یہ تسلیم کرتے تھے کہ فی الجملہ روما دوسرے ملکوں سے بہت اچھا برتاؤ کرتا تھا اور یہ بات نہایت اہم ہے کہ اپنی قوت اور حقوق شہریت کی درجہ بدرجہ توسیع اور حقوق شہریت کی وجہ سے غیر اقوام کے خصائص کا اندازہ کرنے اور انکے ساتھ انصاف کرنے کے گر کو رفتہ رفتہ سمجھنے لگا۔

جب تک رومنوں نے جزیرۂ سسلی کے قرطاجنی حصے پر قبضہ نہیں کر لیا اس وقت تک انھوں نے یونانیوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کی؛ ان کی مداخلت کی فوری وجہ یہ تھی کہ فیلقوس شاہ مقدونیہ نے روز بروز زیادہ مستعدی دکھائی اور روما کے خلاف قرطاجنہ سے محالفہ کر لیا۔ اس کا فطری نتیجہ یہ تھا کہ رومنوں نے خود اس کے حلقہ اثر میں طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کرنا شروع کیں۔ اس کے برعکس مشرقی

باب ۱۵

دنیائے یونان پر بالفعل روما کا مطلق کوئی اثر نہیں پڑا اور اب ہم اسکی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کریں گے[1]

سنہ ۲۲۰ ق م سے سنہ ۱۴۶ ق م تک کی تاریخ کے اسناد:-

اس عہد کی تاریخ پولی بیوس کی تصنیف میں مندرج ہے جسکے خصائص اور حالات زندگی کے لئے دیکھو نیچے، باب ۲۴ - اس کے حصوں میں سے صرف کتاب ۱ تا کتاب ۵ ہی مکمل حالت میں محفوظ ہیں - ان میں سے ۱ و ۲ میں تمہید ہے؛ یعنی کتاب ۱ میں پہلی فنیقی جنگ اور قرطاجنیوں کی جنگ اپنے اجیر سپاہیوں کے ساتھ، اور کتاب ۲ میں روما و الیریہ کی جنگ، روما و غالویوں کی جنگ، اور کلیومنیس کی وفات تک اکائیائیوں کی تاریخ مندرج ہے - کتاب ۳ میں جنگ کانائے تک سنہ ۲۱۶ ق م دوسری فنیقی جنگ کا ذکر ہے - کتاب ۴ میں مؤلف یونان کا رخ کرتا ہے اور لیگ کی جنگ کی ابتدا، رھوڈز و بیزنطہ کی جنگ اور اسنوق کے معاملات (ابواب ۳۸ تا ۵۶)، اس کے بعد لیگ کے جنگ کا بیان (ابواب ۵۸ تا ۸۷) کر کے سنہ ۲۱۸ ق م کے موسم بہار تک پہنچ جاتا ہے - کتاب ۵ میں اسی موضوع پر مئی سنہ ۲۱۷ ق م تک بحث کی جاتی ہے (ابواب ۱ تا ۸۷) اس کے بعد کیلے سوریہ کے لئے مصر اور شام کے باہمی جنگ کا بیان ہے اور ساتھ ہی انطاکوس کی مہمات (۳۱ تا ۸۷)، رھوڈز کا زلزلہ اور اسکے نتائج (۸۸ تا ۹۰)، سنہ ۲۱۷ ق م تک کا یونانی اختلال (۹۱ تا ۱۰۵)، ایتھنز کی حالت (۱۰۶)، مصر، فیلقوس و الیریہ، پروسیاس اور غالویوں (۱۰۷ تا ۱۱۱) کا بیان ہے - کتاب ۶ کا جو حصہ اس وقت تک محفوظ ہے اس میں روما کے دستور اور فوجی نظم، اور کتاب ۶ کے محفوظہ حصے میں دوسری فنیقی جنگ اور سرقوسہ (۲ تا ۸) فیلقوس و ہنی بعل (۹)، میسنے و فیلقوس، سنہ ۲۱۵ ق م (۱۰ تا ۱۴)، انطاکوس و اکائیوس (۱۵ تا ۱۸) کا ذکر ہے - کتاب ۸ میں سرقوسہ کے محاصرے کی کیفیت سنہ ۲۱۴ ق م تک (۵ تا ۹)، فیلقوس و اراتوس (۱۰ تا ۱۴)، فیلقوس کی تسخیر لیسوس (۱۵، ۱۶)، اکائیوس کی قید (۱۷ تا ۲۳)، تھریس میدیہ (۲۴؛ لیکن بابلون CCXX حاشیہ ۲۱ کتاب ۲۵ کے جزء کو جس میں انطاکوس و ارموزاتا کا ذکر ہے، اسے انطاکوس ۳ کے متعلق سمجھتا ہے)،

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ تارنتوم (۲۶ تا ۳۶)؛ زوال سرقوسہ (۳۷، ۳۸) کا بیان ہے۔ کتاب ۹ اور کتاب ۱۰ میں اولمپیاد ۱۴۲ کے واقعات دئے ہوئے ہیں جن میں فلوپوئےمن (۲۱ تا ۲۴)، انطاکوس و پارتھیان (۲۷ تا ۳۱، ۴۸، ۴۹) اور معاملات یونان وغیرہ (۴۱ تا ۴۸) کی تاریخ شامل ہے۔ کتاب ۱۱: سنہ ۲۰۷ ق م میں رھوڈزیوں کی کوشش کہ ایتولی صلح کرلیں (۴ تا ۷)، فلوپوئےمن و مخانیداس (۸ تا ۱۹)، انطاکوس باختر میں (۳۴)۔ کتاب ۱۲ تقریباً سب کی سب تمائیوس کی تجسسانہ تنقید سے بھری ہوئی ہے۔

اب میں باقی ماندہ کتابوں کے اہم ترین مضامین کا مختصر طور پر بیان کروں گا۔

کتاب ۱۳: ایتولی، فیلقوس، نابس، انطاکوس۔

کتاب ۱۴، باب ۱۱، بطلیموس ۴۔

کتاب ۱۵، ابواب ۲۰ تا ۲۵، فیلقوس؛ ۲۵ تا ۳۶، بطلیموس ۵، ۲۷، انطاکوس ۳۔

کتاب ۱۶، ۱۰ تا ۲۰؛ اتالوس، رھوڈز و فیلقوس و نابس؛ ۲۱، ۲۲، مصر؛ ۲۴ تا ۳۵، فیلقوس؛ ۳۶ تا ۳۸، یونان؛ ۳۹، انطاکوس

کتاب ۱۸؛ فیلقوس؛ ایشیا و مصر کا مختصر بیان

کتاب ۲۰، یونان و انطاکوس

کتاب ۲۱؛ رومن فتوحات انطاکوس، ایولیہ والوں اور غالطیوں کے خلاف۔

کتاب ۲۲۔ سنہ ۱۸۴ ق م تک یونان و ایشیا۔

کتاب ۲۳، سنہ ۱۸۳ ق م کا ذکر۔

کتاب ۲۴؛ سنہ ۱۸۲ ق م سے سنہ ۱۸۰ ق م تک کا ذکر۔

کتاب ۲۵؛ پرسیوس، رھوڈز اور لیکیہ۔

کتاب ۲۶؛ انطاکوس ۴۔

کتاب ۲۷؛ خاص طور پر سنہ ۱۷۱ ق م۔

کتاب ۲۸؛ خاص طور پر سنہ ۱۶۹ ق م

کتاب ۲۹۔ سنہ ۱۶۸ ق م؛ پرسیوس، بطلیموس، انطاکوس ۴۔

نے حکومت کی جو سلیوکوس کالی نیکوس کا دوسرا بیٹا اور اپنے بڑے بھائی سلیوکوس کیرانوس کا جانشین تھا۔عہ جب وہ تخت پر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کتاب ۳۰؛ تاریخ فرمارویان پرگامم والی رھوڈز۔

کتاب ۳۱؛ پرگامم، شام، مصر۔ دیمتریوس کی فراری روما سے۔

کتاب ۳۲؛ بطالسہ، شام، مصر۔

کتاب ۳۳ میں ۱۵۳ سنہ ق م تک کا ذکر ہے۔

کتاب ۳۴۔ جغرافی مواد۔

کتاب ۳۵۔ ہسپانیہ۔

کتاب ۳۶۔ تیسری فنیقی جنگ۔

کتاب ۳۷ تا ۳۹؛ یونان۔ خاتمہ۔

ان اجزا کو مختلف کتابوں میں جو تقسیم کیا گیا ہے اس پر انحصار نہیں کیا جا سکتا۔

لیوی۔ کتاب ۲۱ تا ۳۰ میں ۲۱۸ سنہ ق م سے ۲۰۱ سنہ ق م تک کا اور کتاب ۳۱ تا کتاب ۴۵ ۱۶۷ سنہ ق م یعنی پرسیوس والی جنگ کے اختتام تک کا بیان ہے۔ جہاں ہو سکتا ہے، لیوی پولی بیوس کا اتباع کرتا ہے۔ مقابلہ کرو نیسن: ولیوی کی چوتھی اور پانچویں دھائیوں کی تنقیدی تحقیقات Niessen : Krit. Untersuch. ueber die Quellen der 4 and 5 Deckade des Livius. برلن سنہ ۱۸۶۳ء۔

یوستی نوس۔ کتب $\frac{۲۹}{۳۴}$ مع تروگوس کی تمہیدوں کے۔ کتاب ۲۹ میں ۲۲۰ سنہ ق م کے قریب کی سیاسی کیفیت کا اچھا خاصہ بیان ہے اور اس کے بعد فیلقوس کے متعلقہ واقعات کا ناکافی تذکرہ کیا گیا ہے۔ کتاب ۳۰؛ فلوپاتر کے زمانے میں مصر کی حالت؛ فیلقوس اور اسکے یونانی دوست اور دشمن؛ کوئنک تیوس۔ انطاکوس کا ذکر صرف تمہید میں دیا ہوا ہے۔ کتاب ۳۱؛ رومنوں کی جنگ انطاکوس کے ساتھ۔ جو باتیں یوستی نوس میں نہیں ملتیں انہیں سے بہت سے واقعات تمہید سے دستیاب ہوئے ہیں، لیکن ساتھ ہی اس میں بیکار لفاظی بھی بہت کچھ بھری ہے۔ کتاب ۳۲؛ فلوپوئے مین کی موت، فیلقوس و دیمتریوس؛ پرسیوس۔ پر وسیاس اور یومنیس کے مابین جنگ؛ ہنی بعل، فلوپوئے مین اور سسرو کی وفات؛ تمہید میں ایشیا کی جنگ کا مفصل ذکر ہے۔ کتاب ۳۳؛ پرسیوس سے جنگ؛ تمہید میں اس کی مزید تفصیل کتاب ۳۴

عـــہ اس حاشیہ نمبر ۲، کیلئے کتاب ہذا کے صفحہ (۴۹۱) کی سطر ۲۵ ملاحظہ کیجئے ۱۲

باب ۱۵ بیٹھا تو اس کی عمر صرف بیس برس کی تھی، اور وہ اپنے وزیر ہرمیاس

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ اکائیائیوں کی شکست؛ یہاں پوستی توس اپنے سیاسی نقطۂ نظر کو منظم کرتا ہے ۔ انطاکوس اور پوپی لیوس کے واقعات سب سے پہلے بیان کئے جاتے ہیں، اور جو کچھ باقی ہے وہ تمہید میں بیان کیا گیا ہے ۔

کتاب ۳۵ میں دیمتریوس اوّل اور اسکندر بالا کا ذکر کیا گیا ہے ۔

تالیف دیودوروس کے اجزا ۔ اس کی کتاب ۲۶ (سنہ ۲۱۷ ق م تا سنہ ۲۰۲ ق م) میں کلیتہً دیار مغربی کا بیان ہے اور کتاب ۲۷ (سنہ ۲۰۲ ق م تا سنہ ۲۰۱ ق م) تھوڑا بہت مشرق کا ذکر کیا گیا ہے؛ نابس؛ کریٹی ۔ اس کے بعد کی کتابوں میں طرز کلام بدل گیا ہے؛ اور کتاب ۲۸ تا کتاب ۳۱ تقریباً کلیتہً مشرقی واقعات سے مُلبّب ہیں ۔ کتاب ۲۸؛ سنہ ۲۰۰ ق م تا سنہ ۱۹۳ ق م؛ فیلقوس؛ انطاکوس؛ کتاب ۲۹؛ سنہ ۱۹۲ ق م تا سنہ ۱۶۸ ق م: انطاکوس اور اس کے جانشین؛ فیلقوس و پرسیوس؛ بطالسہ ۔ کتاب ۳۱؛ سنہ ۱۶۷ ق م تا سنہ ۱۵۱ ق م: بیتھی نیہ، سوریہ، کاپادوسیہ، پرگامم، رھوڈز، کریٹ ۔ اس کے برعکس کتاب ۳۲ (سنہ ۱۵۰ ق م تا سنہ ۱۴۶ ق م) میں مشرق (اکائیہ، شام) اور مغرب (قرطاجنہ) دونوں کے حالات مندرج ہیں ۔ دیودوروس کے اس ملخص سے اور باب ۹ حاشیۂ ۱ سے ہم اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں جس پر ہم جلد ۳، باب اوالی یادداشت میں اس کے پہلے کی تالیفات پر بحث کر کے پہنچے تھے، اور یہ اس کی کوشش تھی کہ اپنے بیان کو پیچیدہ اور غیر مساوی نہ ہونے دے، چنانچہ محض اپنی صوابدید پر کبھی وہ مشرق کا بیان نسبتہً کم کرتا ہے اور کبھی مغرب کا جس کا عملی نتیجہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مکمل نہیں ہوتا اور اگر وہ کسی خاص واقعے کو اپنی کتاب کی فصلوں میں جنھیں جان بوجھ کر نظرانداز کیا گیا ہے بیان نہیں کرتا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ان واقعات کو تسلیم بھی نہیں کرتا۔ بلاشبہ اس وقت ہمارے سامنے صرف اجزا ہی ہیں ۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ انھیں صرف تفصیلات میں جو دلچسپی تھی اسکی وجہ سے انھیں انتخاب اور محفوظ کیا گیا تھا، اور ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کونسے موضوعات کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہوگا ۔ الغرض ہم اس نتیجے پر پہنچنے میں حق بجانب ہیں کہ کتب ۲۲ تا ۲۶ میں اسنے مغرب کو مشرق سے زیادہ نمایاں کیا، کتاب ۲۷ میں مشرق کو ذرا بڑھا کر ۲۸ تا ۳۱ میں مشرق کو قطعی طور پر ممتاز کر دیا اور ۳۲ میں مشرق اور مغرب

باب ۵ | ساکن کاریہ کے زیر اثر تھا۔ اس بادشاہ کے سامنے بہت سے مسائل تھے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ دونوں کو مساوی طور پر بیان کیا۔ تاریخ عالم کو پیش نظر رکھکر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایسا کرنے میں وہ حق بجانب تھا؛ اسلئے کہ ۲۳۰ سنہ ق م سے ۲۴۰ سنہ ق م تک (کتب ۲۲ تا ۲۵) پر ہوس، پہلی فنیقی جنگ اور ہسپانیہ میں قرطاجنیوں کی مہمات یہ سب یونانی و مشرقی واقعات سے کہیں زیادہ موجب دلچسپی تھے؛ اور اسی طرح سے ۲۱۷ سنہ ق م سے ۲۰۷ سنہ ق م تک (کتاب ۲۶) سب سے اہم واقعہ ہنی بعل کی جنگ ہے (۲۱۸ سنہ ق م سے ۴، سال، پانچ کتابوں میں) اس کے برعکس جوں ہی روما نے مشرق اور یونان کے معاملات میں مداخلت کی، فوراً یہ ممالک تاریخ عالم کے لئے اہم ہو گئے؛ یہ حالت کتب ۲۸ تا ۳۱ تک کی ہے جس میں ۲۰۰ سنہ ق م سے ۱۵۱ سنہ ق م تک کے پنجاہ سالہ حالات بیان کئے گئے ہیں۔

یہ کسی تاریخ عالم کی خصوصیت ہوتی ہے کہ اس میں ایک خاص مجموعۂ واقعات کو دوسرں سے ممتاز کر دیا جاتا ہے اور یہ نہ صرف بالکل فطری امر ہے بلکہ بعض مرتبہ ضروری اور لازمی بھی ہوتا ہے۔ تاریخ عالم کی تالیف ممکن نہیں کہ بہت سے ایسے واقعات نہ حذف کر گئے ہوں جو بجائے خود تو اہم ہوں لیکن تاریخی تسلسل قائم کرنے کے لئے ضروری معلوم نہ ہوتے ہوں۔ اس خاص بات کو تاریخ روما میں ہمیشہ مد نظر رکھنا چاہئے۔

آپیان کتاب ۶ (متعلق ایبیریہ)، ۷ (”ہنی بعل“) ۸ (لبیہ، قرطاجنہ و نومیدیہ) نسبتہً کم اہم ہیں، لیکن ۹ (”مقدونیہ“) زیادہ اہم ہے۔ کتاب ۱۰ (متعلق ہیلاس و ایونیہ) مفقود ہے، لیکن ۱۱ (متعلق سوریہ و پارتھیا) موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ زیر بحث کے لئے اپیان نے نہایت افراط سے پولی بیوس سے کام لیا لیکن مسلسل نہیں بلکہ کہیں کہیں سے؛ مقابلہ کرو نیسن: ”تحقیقات تنقیدی“ صفحہ ۱۱۴؛ ہارناک: ”اپیان اور اس کے ماخذ“ (Harnack : Appian und seine Quellen) وائنا، ۱۸۶۹ سنہ ع۔

پلوٹارک کی سوانح عمریوں میں سے مفصلۂ ذیل اسی عہد سے متعلق ہیں: فلو پوئے مین، فابیوس ماکسی موس، مارکیلوس، فیتوس کوئنک تیوس، کاتو کینسوریوس، ایمیلیوس پاؤلوس۔ یونانیوں کی سوانح عمریوں کے ماخذ کے لئے دیکھو ہاؤگ Haug ٹیوبنگن، ۱۸۵۴ سنہ ع اور رومیوں کی سوانح عمریوں کے ماخذ کے لئے پیٹر ہالے، ۱۸۶۵ سنہ ع؛ نیز نیسن صفحہ ۲۸۰ وغیرہ

لیکن دو مسئلے ایسے تھے جو خاص طور پر اس کے پیش نظر تھے، یعنی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ شوارتزے: "ماخذ پلوٹارک در سوانح عمری ایمیلیوس پاؤلوس" W. Schwarze : Quibus Fontibus Plut. in vita L. Aem Pauli usus sit لائپزگ، سنہ ۱۸۹۱ء۔

مشرق کی تاریخ کے لئے مقابلہ کرو شیورر: "تاریخ اقوام یہود" (Schuerer : Gesch. des Jued. Volkes) جلد ۱، تمہید۔

زمانہ حال کے مصنفوں میں سے بھی دیکھو خاص طور پر ہرتزبرگ کی کتاب جس کا حوالہ باب ۹ حاشیہ ۱ میں دیا گیا ہے، لیکن یہ صرف مشرقی معاملات پر رائے زنی کرتا ہے۔ فلاتے: "تاریخ مقدونیہ و ممالک ماتحت سلطنت مقدونیہ" Flathe : Gesch. Macedonians und der Reiche welches von Maced. Kœnigen bcherrscht wards جلد ۲، سنہ ۱۸۳۶ء؛ رھوڈز کی حیثیت کے لئے روسپاٹ: "سیاسیات جمہوریہ رھوڈز" Rospatt : Die Politik der Republik Rhodos جریدۂ فلولوگوس جلد ۲۷، ۲۹۔

دنیائے قدیمہ کی تاریخ میں، جس کی اعلیٰ ترین پیداوار شہری مملکتیں ہیں، روما کی ایک خاص حیثیت ہے، اور وہ دو وجہ سے؛ ایک تو اس لئے کہ اُسے دوسرے بلدیات کو اپنے سے ملا لینے کا شعور حاصل ہو گیا تھا، اور دوسرے اس کے قانونی نظام کی ترقی کی وجہ سے (دیکھو نیچے باب ۲۴)۔ کیا یہاں یہ نامناسب ہو گا کہ ہم اس سے روما کی تاریک ابتدا کی بابت استدلال کریں اور کہیں کہ اس متنازعہ فیہ روایت میں ضرور کوئی حقیقت پنہاں ہے کہ روما دراصل مختلف عناصر سے مرکب تھا؟ کیا اس قسم کے آغاز سے روما کی اس عجیب قوت کا صحیح اندازہ آسانی سے نہیں ہو سکتا جس کی وجہ سے وہ خارجی وساتیر و قوانین کی قدر کر سکتا تھا بلکہ اس حد تک انھیں اپنا بنا سکتا تھا کہ پردیسیوں کا رومن شہری بننا بھی ممکن ہو گیا اور ساتھ ہی اسکی بھی ضرورت نہیں رہی کہ وہ اپنے خصائص کو خیرباد کہہ دیں۔

مقابلہ کرو، ارتقائے "بلدیہ" کے لئے، وارڈ فاؤلر کی نفیس کتاب "یونانیوں اور رومنوں کی شہری مملکتیں" Warde Fowler : City States of the Greeks & Romans لنڈن سنہ ۱۸۹۳ء

باب ۱۵

مشرقی ممالک اور مصر کے ساتھ کس قسم کے تعلقات رکھنی چاہئیں؛ رہا ایشیائے کوچک، تو جہاں تک اس کا سلیوکیون سے تعلق تھا، اسے حال ہی میں اتالوس سے اس کے رشتہ دار اکائیوس نے لے لیا تھا، جس کی وجہ سے فی الحال یہ ملک اس بادشاہ کے لئے باعث تردد نہیں تھا، اس کے برعکس مصر کی قوت مسلم تھی، اور فنیقیہ کیلئے سوریہ اور سلیوکیہ (لبساحل بحر) تک پر قبضہ ہونے کی وجہ سے انطاکیہ سمندر سے بالکل جدا ہو گیا تھا اور وہ خود بھی معرض خطر میں تھا۔ لیکن مصر کے نئے بادشاہ بطلیموس چہارم "فلوپاتر" (سنہ ۲۲۲ – ۲۰۴ ق م) نے، جس کے ذاتی خصائص کا خاکہ ہم نے تیرہویں باب میں بیان کر دیا ہے۔ اس زرین موقع کو ہاتھ سے نکل جانے دیا۔ کلیومنیس کو اسکندریہ کے بیشمار اجیر سپاہی، جس میں کم سے کم تین ہزار پیلوپونیزی تھے، نہایت وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے، اور بطلیموس کے وزیر سوسی بیوس نے پہلے تو اس حد تک اسے خوش کرنے کی کوشش کی کہ بیرے نیس اور ماگاس کے قتل

حاشیہ صفحہ ۴۸۷ سطر ۲۔ انطاکوس سوم۔ اسکی بابت خاص سند پولی بیوس، خصوصاً ۵، ۴۰ سے ۱۲ ویں کتاب تک ہے؛ اس کے بعد لیوی خصوصاً کتاب ۳۱ وغیرہ۔ یوستی نوس کتاب ۴۱، یوسفوس "قدیمات" (Joseph:Antiquitates App Syr.) جہاں سے مشرقی مہمات کی وجہ سے "اعظم" کا لقب دیا گیا ہے۔

پاڈلی ۱/۱، ۱۱۳۱ تا ۱۱۳۵ میں اسپر جو مضمون ہے اس میں سابق کی کتابوں کا حوالہ دیا ہوا ہے؛ ہیڈن: "انطاکوس سوم کی کارروائیاں Heyden : Res Ab Ant. III Gestæ سنہ ۱۹۷۷؛ بابلون: "بادشاہان سوریہ" (Babelon : Rois de Syrie ؛ ولکن LXXXVI تا LXXVII Wilken پاڈلی وسوواہیس

اس کے سکے، کتاب ہذا، باب ۱۷، حاشیہ ۱۲۔

کلیومنیس کی وفات پولی بیوس ۵، $\frac{۳۵}{۳۹}$ ۔

باب ۱۵

قتل پر اپنی چھنگلی بھی نہیں اٹھائی، اور جب کلیومنیس بیکار ہو گیا تو اسے بھی ایک طرف کو جھاڑ دیا۔ یونان میں دوسون کے انتقال کے بعد کسی ایسے شخص کے کامیاب ہونے میں بہت کم شبہہ نظر آتا تھا جو مقدونیہ کی مخالفت کرے، چنانچہ اب کلیومنیس نے اس ملک کو جانے کی خواہش ظاہر کی لیکن سوسی بیوس نے اسے جانے سے باز رکھا، اور بادشاہ کے سامنے طرح طرح کی غلط بیانیاں کر کے اس بچپن اسپارٹی کو مقید کرنے پر اکسایا۔ جب کلیومنیس نے دیکھا کہ مجھے آزاد ہونے کا مطلق کوئی موقع نہیں ہے تو اس نے اس ناقابل برداشت کیفیت کا خاتمہ کرنے کا تہیہ کر لیا اور اپنے باقی ماندہ مٹھی بھر ساتھیوں کو لے کر وہ جیل خانے سے نکل بھاگا۔ اس نے باشندگان اسکندریہ سے کہا کہ اب وقت ہے کہ اپنی آزادی کے خاطر اٹھ کھڑے ہو، اور جب اسکندریہ والے ساکت و صامت رہے تو اس نے شاہی محل کو لینے کی کوشش کی۔ یہاں بھی وہ ناکام ہوا اور آخر کار اس نے خودکشی کر لی۔ یہ وہ شخص تھا کہ جسے اس کا سیاسی مخالف پولی بوس فطرتاً سپہ سالار اور پوتڑوں کے بادشاہ کا لقب دیتا ہے اور واقعتاً یہی وہ واحد ممتاز مدبر ہے جو ۳۲۳ ق م کے بعد دنیائے یونان میں نظر آتا ہے۔ اس میں علو خیالی ضرور ہے لیکن شدت عمل نہیں۔ چھٹی صدی ق م میں سولون، پانچویں میں فارقلیس، چوتھی میں سکندر ان سب کی سطح اس سے کہیں اونچی ہے، لیکن یہ سطح ان تینوں کی ہمعصر سطح کے مقابل ہے۔ اسپارٹیوں میں جو تنگ نظری ہے اس کی وجہ سے وہ کلیومنیس سے بڑا آدمی پیدا نہیں کر سکتے۔ یہ چاروں یونان کے سیاسی ارتقاء کے چار مدارج کے گویا قائم مقام ہیں؛ یعنی سولون مثالی مقنن فارقلیس ذہنی قوت کے ذریعہ سے مثالی حاکم، سکندر مثالی فاتح اور تہذیب پھیلانے والا، کلیومنیس ایسے شخص کی مثالی مثال جو جبر و تشدد سے لوگوں کو متحد کرے اور عجیب بات یہ ہے کہ ان تینوں نے اپنے مقاصد کی ناکامی کو اچھی طرح

باب ۱۵

سے دیکھ لیا۔ سولون نے اپنی زندگی ہی میں خودسری، فارقلیس کو طاعون اور قوم کی ناشکری، سکندر کو ہندوستان سے واپسی اور کلیومنیس کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور جلا وطنی کی حالت میں خودکشی کرنی پڑی۔ ان عظیم الشان انسانوں کی قسمت میں ہم کو یونانی قوم کی پاداش کا تھوڑا بہت پرتو نظر آتا ہے۔

اب مصر واپس آئیے۔ اس ملک کا بادشاہ کسی نہ کسی وقتی منظور نظر کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح رہتا تھا، چنانچہ اس ملک کی زبون حالت اسکی مقتضی تھی کہ اگر حوصلہ مند حکمران شام زوردار طرز عمل اختیار کرے تو اسے کامیابی حاصل ہونا کچھ بعید از قیاس نہیں عین اسوقت پرسس (لارستان) اور میدیہ میں اسکندر و مولون نامی بھائیوں نے علم بغاوت بلند کردیا چنانچہ سوال یہ پیدا ہوا کہ آیا سپہ سالار ایپی گنیس کے کہنے پر انطاکوس خود جاکر اس بغاوت کو فرو کرے، یا ہرمیاس کے کہنے کے مطابق خود مصر پر حملہ کردے اور بغاوت فرو کرنے کا کام دوسروں پر چھوڑ دے۔ الغرض اسلئے ہرمیاس کے صلاح پر عمل کیا، لیکن مصری سپہ سالار تھیودوتوس کے دور اندیشانہ کارروائیوں کی وجہ سے مصریوں کے خلاف کچھ کرسکا، اور اُس طرف مولون نے دریائے فرات تک کا ملک فتح کرلیا۔ انطاکوس نے اب اپنا رُخ بدل کر مشرق کیطرف گیا اور باغیوں کو شکست دی جسپر مولون اور اسکندر دونوں نے خودکشی کرلی۔ اسکے بعد انطاکوس نے ہرمیاس کا کام تمام کردیا اسلئے کہ اسی نے ایپی گنیس کو مروا ڈالنے کے لئے کہا تھا، اور ارتابارزان حکمران اتروپاتینے سے حلف وفاداری لیا۔ اسکے بعد، گو اکائیوس نے ایشیائے کوچک میں علم بغاوت بلند کردیا تھا، تاہم وہ ایک فوج کو مصر لے گیا۔ اس مرتبہ اسے جنگ میں اسلئے بہت کچھ آسانی پیدا ہوگئی کہ تھیودوتوس خود اسکی طرف آگیا اور صور و بطلیمائس اور بہت سے جنگی جہاز اسکے سپرد کردیئے۔ اس موقعہ پر سوسی بیوس اور

اگاتھوکلیس نے چال چلی کہ کسی طرح سے گفت وشنود کے ذریعے سے انطاکوس کو دور ہی رکھا جائے تاکہ اس دوران میں اپنی تیاریاں مکمل کیجا سکیں۔ رسوڈز، کینزکوس، بیزنطہ اور ایتولیون نے انطاکوس کے ساتھ صلح کرنے کی خواہش ظاہر کی، اور جب موخرالذکر نے شرائط صلح کو قبول کرنے سے انکار کرکے جنگ ازسرنو جاری کی تو سنہ ۲۱۷ ق م میں رافیہ کے مقام پر اسے شکست ہوئی جسکے بعد اسے فنیقیہ اور کیلیے سوریہ سے دست بردار ہونا پڑا لیکن سلیوکیہ جسے اسنے سنہ ۲۱۹ ق م میں فتح کرلیا تھا، برابر اسکے قبضے میں رہا۔ اب وہ اکائیوس کا تیاپانچا کرنے کے لئے بالکل آزاد تھا، چنانچہ اس نے باب ۱۵

---

۵۳ مصریوں کی تیاریاں؛ پولی بیوس ۵، ۶۳/۶۵ جہاں سے بطالسہ کے فوجی نظام کے بابت بہت کچھ معلومات حاصل ہوسکتی ہے، جیسے ”گھوڑوں اور خیموں“ کا ذکر ہے اور اسی طرح تھرسیون اور غالطیون کا جنھیں ”باشندوں“ (دیکھو اوپر، باب ۱۳، حاشیہ) اور ”جانشینوں“ یعنی ابتدائی آبادکار اور انکی اولاد کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ دیکھو یونانی نوشتے نیروتزوس: اسکندریہ قدیم (Neroutzos:) صفحہ ۱۰) پر۔ جنگ رافیہ؛ پولی بیوس ۵، ۸۲/۸۶ صلح نامہ، ۵، ۸۷۔

انطاکوس سلیوکیہ (بہ ساحل بحر) کو بطالسہ سے لے لیتا ہے؛ پولی بیوس ۵، ۵۸/۶۱؛ یہ شہر سنہ ۱۹۶ ق م میں شام کا ہی مقبوضہ ہے، اور اسلئے ہم یہ فرض کرسکتے ہیں کہ یہ پھر مصریوں کے قبضے میں نہیں گیا ہوگا۔

ایپی گینیس؛ ڈٹن ہرگر ۳، ۱۷۳؛ فرنیکل نمبر ۲۹ و ۳۰ مع حواشی کیوہلر (Kochler)؛ اتھے نیوم ۱۰ دسمبر سنہ ۱۸۹۲ء۔

انطاکوس کی مہمات مشرق میں؛ پولی بیوس ۸، ۲۷/۳۱، ۴۸، ۴۹۔ غالباً اسی زمانہ میں اسنے یہودیونکو افروجیہ میں آباد کیا تاکہ اس ملک پر اسکا قبضہ مستحکم ہوجائے؛ یوسفوس: ”قدیمات“ (Jos Ant) ۱۲، ۳، ۴۔

دونوں اکائیوسوں کیلئے مقابلہ کرو ولکن کا مضمون پاؤلی وسووا ۱، ۲۰۶ میں۔

باب ۱۵

ساروس میں اسے محصور کر لیا۔ سوسی بوس اسے حصار سے نکال لانا چاہتا تھا، چنانچہ اسنے یہ کام ایک کریٹی مسمی بولس کے سپرد کیا۔ لیکن بولس چاہتا تھا کہ خود اپنا ذاتی فائدہ حاصل کرے، جسکے لئے اسنے انطاکوس سے ایک کریٹی خادم کے ساتھ رسل و رسائل جاری کئے اور اکائیوس کو قلعہ سے آزاد کرنے کے بعد فوراً اسے انطاکوس کے حوالے کر دیا جسنے اسے فوراً ملک عدم پہونچا دیا۔ اس طرح فرمانروائے شام ایشیائے کوچک کا وہ حصہ دوبارہ اپنے قبضے میں لے آیا تھا جسپر کسی زمانے میں اسکے اباواجداد حکومت کرتے تھے، یعنی وسطی لیدیہ کا حصہ، افروجیہ و کاریہ، اور اسطرح ساروس سے مغرب میں استراتونی کیہ تک اور جنوب میں اپامیہ تک تمام ملک اور یہاں سے کلیکیہ کا پستریس تک کے راستے کا مالک بن گیا۔ اب اسکی یہ آرزو ہوئی کہ مشرق اقصیٰ خصوصاً پارتھیا اور باختر پر از سر نو قبضہ کرے، اور اس مقصد کے حصول کے لئے ایک بڑی مہم سر کی جسکی وجہ سے اسکے دوستوں نے اسے "اعظم" کے لقب کا مستحق قرار دیا۔

ہمیں اس مہم کی بابت محض غیر مسلسل معلومات حاصل ہیں جنسے پتہ چلتا ہے کہ اسنے اپنے باپ کالی نیکوس کی مہم کا گویا اعادہ کیا تھا (دیکھو باب ۱۰)۔ ۲۰۹ ق م میں انطاکوس نے ہمدان پہونچا اور اینے نامی معبودہ کا خزانہ پگھلا کر اپنے ساتھ لیا اور ایک لاکھ پیدل اور بیس ہزار سوار ساتھ لیکر پارتھیا ہیر کانیہ کا رخ کیا۔ شکست خوردہ پارتھیوں نے شہر سی رنکس میں پناہ لی، لیکن یہاں کے یونانی باشندوں نے انھیں سب کے سب کو تہ تیغ کر دیا، گو ساتھ ہی خود بھی ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوئے۔ ۲۰۸ ق م میں اسنے باختر کی طرف حرکت کی، جہاں دیودوتس کے خاندان کو یوتھی دیموس ساکن مگنیشیہ نے تخت سے اتار دیا تھا۔ یوتھی دیموس اس نئے حملہ آور کے سامنے

باب ۱۵

زارہی اسپا کی طرف پسپا ہو گیا، اور اس نے اعلان کیا کہ مجبوری کی حالت میں وہ خانہ بدوش اقوام کو بلائے گا، جسپر انطاکوس نے اسے بادشاہ تسلیم کرلیا۔ اسکے بعد اسنے ہندوستانی بادشاہ سوبھاگ سین سے ایک عہد نامہ کیا کہ وہ اسے چند ہاتھی نذر کردے گا انھیں لیکر وہ اراخوزیہ اور کرمانیہ ہوتا ہوا مغرب کی طرف آیا اور راستے میں مقامی عربوں کو مجبور کیا کہ وہ چاندی، لوبان اور مُر اسکے حوالہ کریں۔ انطاکوس نے بالکل مشرقی حکمراں کا سا برتاؤ کیا، یعنی دور دراز مقامات میں مہمات سر کیں، لیکن ان کے بعد بھی سیاسی صورت حال میں کسی قسم کی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ باختر اور پارتھیا دونوں کی آزادی برقرار رہی۔ ترماتیوں کے نزدیک وہ بلاشبہ ایک عظیم الشان حکمراں تھا، اور وہ خود بھی اگر بادشاہ مصر سے اپنا مقابلہ کرتا تو یقیناً اسی نتیجے پر پہونچتا۔ بطلیموس کو اس زمانے میں دیسی عنصر کے ساتھ مشکلات پیش آرہی تھیں، اسلئے کہ بیس ہزار مصریوں کے جنگ رافیہ میں شمول کی وجہ سے انہیں اپنی اہمیت کا احساس پیدا ہوگیا تھا۔ لیکن ان باغیوں کو نیچا دیکھنا پڑا۔ "مکابیوں" کی تیسری کتاب میں بطلیموس فلوپاتر اور اسکندریہ کے یہودیوں کے باہم پیچیدگیوں کا ذکر ہے، لیکن وہ محض افسانہ ہی افسانہ معلوم ہوتا ہے[۵۴]۔ فلوپاتر رومنوں کا نہایت گہرا دوست تھا اور جب وہ مرا تو اسنے وصیت کی کہ اسکے بیٹے ایپی فانیس کی اتالیقی کا کام انھی کے سپرد کیا جائے۔ اسطرح مصر روما کے زیر حمایت آگیا اور یہ حمایت ہمیشہ قائم رہی۔ اسوقت سے مصر کی اہمیت کلیتہً تاریخ تمدن سے متعلق ہے[۵۵]

---

[۵۴] مصری بغاوت، پولی بیوس ۵، ۱۰۷، مقابلہ کرو کلیس، پاؤلی ۶، ۱۳۱، ۲ میں۔ مکابیوں کی تیسری کتاب کے لئے دیکھو شیورر (Schuerer) ۲، ۴۳۳، ۴۴۵

[۵۵] فلوپاتر اور رومن، پولی بیوس ۹، ۴۴، لیوی ۲۳، ۱۰، ۷۔ فیلقوس اور انتولیہ کے درمیان ثالثی، پولی بیوس ۵، ۱۰۰۔ فلوپاتر کے تعلقات گورتینا کے ساتھ استرابو ۱۰، ۴۷۶، ۴۷۸۔

باب ۱۵

اب یورپ آئیے۔ یہاں مقدونیہ کا بادشاہ فیلقوس پنجم تھا جسنے سنہ ۲۲۰ ق م سے سنہ ۱۷۹ ق م تک حکومت کی۔ اُسے چاہیئے تھا کہ یونان پر فیصلہ کن قابو رکھنے کے لیئے (جو اسوقت تک ممکن نہیں ہوا تھا) ایتولیون کو بالالتزام زیر کرتا۔ ایتھنز بھی آزاد تھا، لیکن فیلقوس کے دست برد سے بچنے کے لیئے حتی الامکان ایسی سیاسی پیچیدگیوں سے الگ رہتا تھا جن کا تعلق اقلیم یونان سے ہو۔ ایتولیون نے اسکی دست اندازی کے لیئے اسے کافی مواقع دیئے۔ دو ایتولی اعیانیوں، مسمی دوری ماخوس و سکوپاس نے فگالیہ کو اپنا مرکز بنا کر مسینیہ پر بطور خود چھاپے مارنے شروع کیئے علاوہ ازیں فگالیہ پہونچنے کے لیئے وہ پاترائے، فارائے اور تری تائیہ میں ہو کر کچھ اس انداز سے نکلے کہ گویا اکائیہ انکی میراث تھی۔ جب اہل مسینیہ نے اکائیائیوں سے مدد کے لیئے کہا تو ارا توس نے ایتولی غارتگروں کی سرزنش کرنے کا دعویٰ کیا، لیکن اسنے اس کام کو کچھ اس لغو طور پر شروع کیا کہ فریقین میں کافیائے پر جو لڑائی ہوئی اسمیں خود اسی کو شکست ملی۔ لیکن اکائیائی اس لیگ کے ارکان تھے جو کلیومینیس والی جنگ میں دوسون نے قائم کی تھی، جسمیں تھسالوی، بیوتی، اکارنانی، ایپائروسی اور مقدونیہ شامل تھے۔ اب ممکن ہے کہ اس لیگ سے کام لیا جا سکے۔ الغرض فیلقوس نے اس لیگ کا ایک جلسہ کورنتھ میں طلب کر کے یہ قرارداد منظور کرائی کہ ایتولیوں سے فوراً جنگ ٹھان لی جائے۔ لیکن اس نام نہاد لیگ والی جنگ میں[6]

---

[6] اس "جنگ معاقدہ" کا حال پولی بیوس ۴، ۳ وغیرہ میں دیا ہوا ہے۔ دیکھو تیوپفر: "اکائیہ"، "پاؤلی"، اشاعت سوم جغرافی تفصیلات، اوبرہومر: "اکارنانیہ" Ober nummer
Akarnanien نیز دیکھو آرچی: "پیلوپونیز" بزمانہ جنگ حلفا" Arci : Peloponn
al tempo della guesra مطالعات تاریخ قدیمہ عامہ Studi di Stor. ant. Public
روما، سنہ ۱۸۹۳ء)

حلیفوں میں سے صرف فیلقوس ہی ایسا تھا جسنے کچھ چلت پھرت دکھائی اور چونکہ اسنے اپنی توجہ منقسم کرلی اسلئے وہ بھی کچھ زیادہ نہیں کرسکا۔ چونکہ اسپارٹیوں نے ایتولین کا ساتھ دیا، اسلئے فیلقوس نے سوچا کہ پیلوپونیز میں اپنا اقتدار جمانے کا بہت ہی اچھا موقع ہے۔ لیکن وہ مختلف محاذوں میں کوئی کارنمایاں کرنے کے لئے اسمیں یا نہ اہلیت تھی نہ اسکے پاس وسائل۔ اکائیاییوں کو چاہیئے تھا کہ وہ پیلوپونیز میں جنگ کو جاری رکھتے لیکن چونکہ اراتوس نے ان کے فوجی نظام کی طرف کافی توجہ نہیں کی تھی اسلئے ان کے لئے یہ ممکن نہ تھا چنانچہ سربرآوردہ شہروں نے لیگ کے خزانے میں روپیہ داخل کرنے کے بجائے خود اجیر سپاہی بھرتی کرنی شروع کردیئے ابتدا میں تو فیلقوس نے جنگ کو صرف شمال میں ۲۱۹ ق م میں جاری رکھا، اور امبرکیہ پہونچکر وہاں کے قلعہ امبراکوس کا محاصرہ کرنے کے لئے ٹھہر گیا ادھر اسکوپاس نے ایتولیوں کو لیکر تھسلی میں ہوکر گیا اور مقدونیہ کے شہر دیوم تک کو تاراج کردیا۔ اب فیلقوس نے روئے نیاوائے پر قبضہ کیا اور اپنے سپاہیوں کو اجازت دیدی کہ کھیتوں کو تاراج کریں، لیکن ادھر ایتولیوں نے دودونا کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی۔ ۲۱۹ ق م میں بادشاہ نے جنوب میں اپنی مہم کی ابتدا کردی اور پیلوپونیز میں جاکر استیم فالوس کے مقام پر ایتولی لٹیروں پر جا پڑا اور انھیں شکست دیدی۔ اسکے بعد اسنے لپیومن پر چھاپا مارکر اسے لیا، ایلس گیا اور وہاں چھ روز میں پورے ضلع ترفی فالیہ پر قابض ہوگیا لیکن قبل اسکے کہ ایتولی اس ضلع کا تخلیہ کریں، انھوں نے قرب و جوار کے علاقے کو بالکل تاراج کردیا تھا۔ ۲۱۹-۲۱۸ ق م کا موسم سرما آرگوس میں بسر ہوا۔ آئندہ سال یعنی ۲۱۸ ق م میں اسنے یہ دیکھ کر کہ میدان جنگ میں اکائیائی کوئی کارنمایاں نہیں کرسکے تھے، انسے صرف روپیہ مہیا کرنے کے لئے کہا

باب ۱۵

اور اس کے بعد اسنے پہلے سے بھی بڑے پیمانے پر اپنی مہم کو جاری کیا۔ اسنے ایک بیڑا آراستہ کرکے اسکی مدد سے کیفالے نیہ پہونچا لیکن اپنے مصلاح کاروں، اپے لیس اور لیونٹیوس کی غداری کی وجہ سے وہ پایۂ تخت پر قبضہ نہیں کرسکا۔ اقلیمی علاقے پر اسے اس سے ذرا زیادہ کامیابی ہوئی، یعنی اسنے ایتولیوں کے جلسہ گاہ تھرمون پر قبضہ کرلیا اور دیوم کے بدلے میں اسکے ایک طرف سے دوسرے طرف تک اسے ویران و برباد کردیا۔ اسکے بعد وہ ایک ساتھ مشرق کی طرف مڑا، اور ایجائیوم پر لنگر انداز ہوکر سیدھا لقونیہ پہونچا جسے ساحل تک تاراج کرکے کمال چالاکی سے اسپارٹا کے قریب ہوتا ہوا شمال کی طرف نکل گیا۔ اسی دوران میں ایتولیوں نے بھی پیلوپونیز کو تاراج کیا۔ اب مصر، رھوڈز، خیوس اور بیزنطہ جیسی بحری مملکتوں نے صلح کرانے کی کوشش کی جسپر اپنے دوست دیمتریوس حکمران فاروس (ساحل الیریہ) نے کہنے سے جسے رومنوں نے جلاوطن کردیا تھا، فیلقوس راضی ہوگیا۔ رومنوں کو حال ہی میں جھیل تراسی مین پر شکست مل چکی تھی، اور جو مسئلہ اسوقت درپیش تھا وہ یہ تھا کہ آیا مقدونیہ کے اقتدار کو روما کے خلاف کامیابی کے ساتھ استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ خود یونانیوں کا میلان بھی امن کی طرف تھا۔ الغرض فریقین کے درمیان نئوپاکتوس کے مقام پر کانفرنس ہوئی جسمیں اگے لائوس ساکن نئوپاکتوس نے اپنی تقریر میں اس خطرے کو بیان کیا جو روما یا قرطاجنہ کی طرف سے مغرب کیجانب سے لگا ہوا تھا اور کہا کہ اب ہمیں آپسمیں اتحاد کرلینا چاہئے۔ چونکہ فریقین میں سے کسی نے اپنے حریف کو نیچا نہیں دکھایا تھا اسلئے جو صلح سنہ ۲۱۷ ق م میں ہوئی اسمیں صورت حال وہی رہی جو پہلے تھی[۵]۔ اس جنگ میں اور جنگ ارخی داموس (دیکھو

---

[۵] گلبرٹ: "مملکت قدیم" ۳، ۲۵ میں کہتا ہے کہ سنہ ۲۱۷ ق م کے صلحنامے میں ایتولیوں نے فوکس اور لوکرس اپنے قبضے میں رکھا۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

باب۵

جلد ۲) کے درمیان بہت کچھ مشابہت نظر آتی ہے، یعنی اسمیں بھی اس جنگ کی طرح ہر فریق نے دوسرے کے ملک پر چھاپے مارے لیکن کسی کو خاطر خواہ نتائج حاصل نہیں ہوئے۔ صرف ایک فرق ضرور تھا، وہ یہ کہ لیگ کی جنگ میں شہروں پر حملے کیئے گئے تھے لیکن جنگ آرخی داموس میں ایسا کوئی حملہ نہیں کیا گیا تھا، لیکن یہ حملے صرف فیلقوس ہی کیئے تھے۔ بحیثیت ایک سپاہی اور ایک سپہ سالار کے فیلقوس اپنے یونانی معاصروں سے کہیں زیادہ ممتاز ہے اور اسکے خصائص میں مستعدی، تصفیہ کنی اور صاف نظری اسے نمایاں کردیتی ہیں۔ لیکن اسکے تدبر میں بہت کچھ خامی تھی، وہ یہ کہ اس میں دوراندیشی اور استحکام کی بہت کمی تھی، اسنے اپنی زندگی کے سب سے اہم تنازع یعنی روما کے ساتھ آویزش کے معاملہ میں جو کمزوری دکھائی اس سے یہ صاف ظاہر ہوجاتا ہے کہ اسنے صلحنامے پر جو رضامندی ظاہر کی وہ اسلئے نہیں کہ اسے عام سیاسی کیفیت کا صحیح اندازہ تھا بلکہ محض اسلئے کہ اسمیں فطرتاً استقامت کی صفت موجود نہ تھی۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ اکائیائیوں نے فیلقوس کو پچاس تالنت یکمشت اور ۱۰ تالنت ماہوار ادا کرنے کا وعدہ کیا؛ پولی بیوس ۵، ۱۔ اس قسم کے خراج کی ادائگی یونانیوں کے لیئے توہین آمیز تھا اسلئے کہ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ یونانیوں میں مردانہ قوت کی بجائے حب زر پسندیدہ تر ہوجاتا تھا۔ اس سے پہلے قاعدہ یہ تھا کہ بادشاہ روپیہ اور یونانی بلدیات سپاہی مہیا کریں، اور اب جو اس طرز عمل کے بالکل مخالف کارروائی کی گئی اس کا الزام اراتوس کے سر ہے اسلئے کہ اسنے لیگ کے فوجی نظام میں اس درجہ نقص پیدا ہونے دیا کہ آخر ۲۱۷ ق م میں بلدیات نے لیگ کو اپنے اپنے حصے ادا کرنے سے انکار کردیا اور اس سے بے تعلق ہوگئے؛ دیکھو پولی بیوس ۴، ۶۰ فلوپوئیمن نے اس صورت حال میں تبدیلی پیدا کردی۔

باب ۱۵

موسم بہار سنہ ۲۱۶ ق م میں وہ روما کے حلیف اسکر ودی لائرا اسس ساکن الیریہ کے خلاف چلا اور کوشش کی کہ شہر اپولونیہ پر قبضہ کرلے؛ لیکن یہ سنتے ہی کہ ایک رومن بیڑہ آرہا ہے وہ مقدونیہ واپس چلا گیا۔ جنگ کانائے کے بعد وہ پھر بیدار ہوا اور ہنی بعل کے ساتھ محالفہ کرلیا[۸] لیکن رومنوں نے یہ سنتے ہی اڈریاٹک میں ایک بیڑے کو چھوڑ دیا جس اسنے اٹلی کے جھگڑے میں مداخلت کرنے سے باز رہا اور اسکے بجائے از سر نو پیلو پونیز پر حملہ آور ہوگیا۔ اسکا مقصد یہ تھا کہ اتھومے پر قبضہ کرکے اسے خالکس اور اکرو کورنتھ کو یونان پر مظالم ڈھانے کے لئے تین مرکز بنادے؛ لیکن دو مرتبہ کوشش کے باوجود اسے ناکامی ہی ہوئی، پہلی مرتبہ تو اراتوس نے اسے حملہ کرنے سے باز رکھا اور دوسری مرتبہ جب اسنے اتھومے پر حملہ کرہی دیا تو اسے شکست ہوئی اور جنگ میں اسکا دوست دیمتریوس ساکن فاروس بھی کام آیا[۹] اراتوس اب فیلقوس کا صلاح کار رہی صلاح کار رہ گیا تھا، اور اس حیثیت سے اسے بہت سے افعال شنیعہ سے باز رکھا تھا لیکن اب فیلقوس نے اسے زہر دلوا کر مار ڈالا[۱۰]

---

[۸] فیلقوس کا محالفہ ہنی بعل کے ساتھ؛ پولی بیوس ۷، ۹؛ مقابلہ کرو پاؤلی ۵، ۱۴۸۳؛ نیز دیکھو موم سن و روبرٹ؛ فیلقوس پنجم و اہل لاریسہ (Mommsen & Robert : Philipp V und die Larissær) جریدہ ہرمیس، جلد ۱۷۔

[۹] دیمتریوس ساکن فاروس، پولی بیوس ۴، ۶۶؛ یوستی نوس ۲۲؛ اسکی وفات، ایضاً، ۳، ۱۹۔

[۱۰] پولی بیوس (۷، ۱۴) اراتوس کو فیلقوس کا "زہر" کہتا ہے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ شکبرہ (Shuckburgh) کے نزدیک محض اس فقرہ سے کہ یہ لازم نہیں آتا کہ اراتوس کو زہر دیا گیا تھا، گو ہم اسمیں یہ اضافہ کرتے ہیں کہ سنکھئے سے ضرور موت واقع ہوجاتی ہے۔ اس قصے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ

ارا توس کی وفات پر روما کی حالت پہلے سے بہتر ہو گئی تھی[۱۱۵]
۲۱۶ ق م میں روما کو ہیرون کی موت کی وجہ سے بہت
بڑا دھکا لگا اسلئے کہ ہیرون کے بعد اسکا پوتا ہیرونیموس
تخت پر بیٹھا جو قرطاجنیوں کا گہرا دوست تھا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ
ہیرونیموس قتل ہو گیا اور سرقوسہ کی آزادی کا اعلان کر دیا گیا
لیکن اسکے فوراً بعد دو نیم قرطاجنی بھائیوں یعنی بقراط اور اپی کی دیس
نے سرقوسہ پر قبضہ کر لیا اور اسطرح اس شہر کو پہلے سے بھی زیادہ قرطاجنہ
کی طرف مائل کر دیا۔ اسپر قرطاجنیوں نے اپنی فوج کو جزیرے میں
بھیجکر اگراگاس کو اپنا قلعہ بند مستقر بنایا۔ لیکن گو روما کو اسپین میں
ہسدروبعل کا مقابلہ کرنا پڑ رہا تھا اور اطالیۂ زیریں میں برابر ہنی بعل
سے برسرپیکار تھا تاہم اسکی قوت اسوقت اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ اسنے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ جنوبی ممالک میں جو چاروں طرف بلکہ دیواروں تک پر تھوکنے کی میلی عادت پھیلی ہوئی ہے اس سے عہد زیر بحث میں یونان کے بہترین مکانات بھی مستثنی نہیں تھے۔

[۱۱۵] دوسری فینقی جنگ۔ فتح سرقوسہ؛ کاوالاری ہولم: سرقوسہ کی آثاری توصیف Cavallari & Holm : Topographia arch eologica di Siracusa پالرمو ۱۸۸۳ء؛ لوپوس: "بلدیۂ سرقوسہ بزمانہ قدیمہ" (Lupus : Die Stadt Syrakus in Alterthum) اشٹراس برگ ۱۸۸۷ء۔

تاراس کے لئے دیکھو تصانیف لورنتز و ویولا (Lorentz & Viola) نقشے اقتباسات اوپر دیئے گئے ہیں (جلد ۱، باب) برونتیوم؛ نیسن "جغرافیہ اطالیہ" (Niessen Italische Landeskunde) ۱، ۲۴۵۔

سسرو نے اپنی تقریر میں جو ویریس کے خلاف اسنے دی تھی، رومنوں اور سسلی کی مختلف بستیوں کے قانونی تعلقات کو شرح و بسط سے بیان کیا ہے۔

باب ۱۵

مارکوس کلاؤدیوس مارکیلوس کو سرقوسہ پر قبضہ کرنے کے لئے سسلی روانہ کر دیا (سنہ ۲۱۳ ق م)۔ مارکیلوس نے شہر کا محاصرہ کر لیا لیکن چونکہ شہر فطرتاً محفوظ تھا اور اس کی حفاظت کے لئے ہر طرح کے ذرائع اختیار کئے گئے تھے اور سب سے بڑی بات یہ کہ اسکے نامآور شہری ارشمیدس نے ہر طرح کے حکمیاتی طریقے سے اور اپنی عقل و دانش سے ہر طرح کے موجودہ وسائل کو کام میں لاکر اس کی حفاظت کی تھی، اسلئے رومنوں کو مدت دراز تک اسکا محاصرہ کئے پڑا رہنا پڑا۔ سنہ ۲۱۲ ق م میں روما کو دور و دراز مقامات میں فتح و شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس طرف ہنی بعل نے شہر تارنتوم پر قبضہ کر لیا گو قلعہ رومنوں ہی کے قبضے میں رہا۔ اس سے زیادہ اندیشہ ناک ہسپانوی واقعات تھے، جہاں دو بھائی، پ اور ک کورنے لیوس جو رومن فوج کے سپہ سالار تھے، لڑائی میں کام آئے اور علاوہ مٹھی بھر سپاہیوں کے جنھیں مارکیوس نامی مبارز دریائے ابرہ کے مغربی کنارے پر بچا لایا باقی رومن فوج کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اس کے برعکس ادھر سرقوسہ نے اسی سال میں ہتھیار ڈال دیئے۔ مارکیلوس کا اس عظیم الشان شہر کے فصیل کے اس حصے پر قبضہ ہو گیا جسکے عقب میں کھلے ہوئے میدان کے علاوہ کچھ نہیں تھا، اور اسپر ہو کر وہ اپی پولائے کے قلعے اور شہر کے چار مشرقی محلوں کے درمیان کی اراضی میں پہنچ گیا اور آخر کار ان محلوں میں سے اہم ترین یعنی جزیرہ اورتی گرہ اور مرتفع اخرادینا ہسپانوی مرکوس کی غداری کیوجہ سے رومن قبضے میں آ گیا۔ رومن شہر میں گھس پڑے اور اس کی تاراجی میں ارشمیدس بھی کام آیا۔ بے شمار مال غنیمت رومنوں کے ہاتھ لگا۔ بہت سے فنی شاہکاروں کو روما لے گئے جہاں وہ مارکیلوس کے بنا کردہ "اعزاز" اور "جوانمردی" کے مندروں میں نصب کئے گئے جو پاس پاس تعمیر کئے گئے تھے۔ سرقوسہ پر رومن قبضہ ہونے کے بعد قرطاجنہ کی

قسمت میں زوال شروع ہوگیا، چنانچہ سنہ ۲۱۱ ق م میں کاپوا پر جو یونانی تمدن کا مرکز تھا اور جو دولت و زینت میں خود روما کا مقابلہ کر رہا تھا، رومنوں نے مسخر کرلیا، اور اسکی وجہ سے رومن اقتدار از سر نو کمپانیہ پر قائم ہوگیا، گو نیاپولس کبھی روما کی وفاشعاری سے نہیں ہٹا تھا اسی سال میں کانسل م۔ و اے ریوس لائی وی نیوس نے اکراگاس پر قبضہ کرلیا اور سرقوسہ کی طرح اس شہر کو بھی اجیر سپاہیوں کے ایک سرگروہ، موتی نیس نامی نومیدیہ کے باشندے کی غداری کی وجہ سے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ اب رومن علم تمام سسلی پر آویزاں تھا، اور یہ صوبہ، جسمیں سنہ ۲۱۶ ق م تک جزیرے کا ایک بڑا حصہ شامل تھا، سنہ ۲۱۱ ق م میں علاوہ مسانہ کے جو رسمًا آزاد تھا، اور تورومے نیوم و نے تون کے، تمام جزیرے پر حاوی ہوگیا تھا۔ آیندہ مختلف بلدیات کی حیثیت مختلف ہوگئی، یعنی جن بلدیات نے اپنی خوشی خاطر روما کا ساتھ دیا تھا انکا رتبہ ان بلدیات کے رتبہ سے جدا ہوگیا جنھیں مجبورًا روما کا ہمنوا ہونا پڑا تھا، اور بدترین سیاسی رتبہ سرقوسہ کا تھا۔ سنہ ۲۱۰ ق م میں ہسپانیہ میں بھی رومنوں کی قسمت جاگ اٹھی، اور نوجوان پب کورنے لیوس سی پیو نے، جو مقتول پبلیوس کا بیٹا تھا، بڑے بڑے کام انجام دیئے، بلکہ قرطاجنہ جدیدہ تک بھی قبضہ کرلیا۔ سنہ ۲۰۹ ق م میں فابیوس ماکسی موس نے وہ کام کیا جو مارکیلوس کے مہم کے مساوی تھا، یعنی مغرب کے یونانی شہروں میں سے سرقوسہ کے مد مقابل متمول بلدیہ تارنتوم پر قبضہ کرلیا، اور یہ بھی غداری ہی سے یعنی بروتیوں کے سردار کے رومنوں کی طرف آجانے کی وجہ سے انکے ہاتھ آیا۔

دراصل یہ سب اجیر سپاہیوں کے نظم کا نتیجہ تھا؛ آخر ایک ہسپانوی ایک نومیدی یا ایک بروتی کیوں قرطاجنیوں سے وفاداری برتیں جب وہ قسمت کے ہیٹے تھے اور انھیں صرف تنخواہ دیتے تھے جب دوسری طرف رومنوں کا خاور اقبال اوج پر آتا جاتا تھا اور

باب ۱۵

ان کے تھیلے غداروں کے انعام کے لئے کھلے ہوئے تھے۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ غداری کی یہ نمایاں مثالیں یونانی النسل اجیر سپاہیوں میں ایسی عام نہیں تھیں۔ قرطاجنہ کا ستارہ اسوقت بالکل ہی غروب ہو گیا جب ہسدروبال نے اپنے بھائی کی مہم کا اعادہ کرنا چاہا لیکن سنہ ۲۰۷ ق م میں دریائے میتوروس پر اسے فاش شکست ملی اور لڑائی میں وہ خود بھی کام آگیا۔ سنہ ۲۰۶ ق م میں سپیو ہسپانیہ سے روما آیا اور گو ہنی بعل اب بھی نشیبی اٹلی میں موجود تھا، تاہم وہ سیدھا سسلی گیا تاکہ خاص قرطاجنہ پر حملہ کرنے کے لئے فوج جمع کرے اور اسے افریقیہ لے جائے، یہ سنکر ہنی بعل کو اٹلی کو خیرباد کہنا پڑا، جہاں وہ اپنے لئے ایک سلطنت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا، اور سیدھا اپنے وطن مالوف کی حفاظت کرنے کے لئے چلا۔ لیکن سنہ ۲۰۲ ق م میں سپیو نے اسے زاما کے مقام پر ایک فیصلہ کن شکست دی اور اگلے سال قرطاجنیوں نے رومن شرائط کو مان اپنے آپ کو ہمیشہ کیلئے روما کا ماتحت بنالیا، اور یہ اصول تسلیم کرلیا کہ آئندہ وہ بغیر روما کی اجازت لئے بغیر وہ کسی سے برسرپیکار نہیں ہونگے۔ نشیبی اٹلی کو ہنی بعل کے ساتھ دینا بڑا گراں گذرا، اور یونانی تمدن کا، جسنے بروتیوں کے ملک میں گھر کرلیا تھا، بالکل خاتمہ ہوگیا۔ سنہ ۱۹۴ ق م میں تیمپسہ اور کروتون میں، اور سنہ ۱۹۲ ق م میں سکی لے تیوم میں رومن شہریوں کی نوآبادیاں، اور سنہ ۱۹۳ ق م میں تھوری اور سنہ ۱۹۲ ق م میں ہبو تیوم میں لاطینی نوآبادیاں قائم کردی گئیں، اور ملک بروتیاں مع سیلا سلوا کے رومن قوم کی ملک عامہ بن گیا۔

اب ہم ارض یونان کے واقعات پر نظر ڈالنے کے لئے چند سال پیچھے لوٹتے ہیں۔ گو فیلقوس روما سے برسرپیکار تھا لیکن اسمیں اتنی ہمت نہیں تھی کہ خاص رومنوں پر حملہ آور ہو اور روما نے بھی

باب ۱۵

باضابطہ جنگ کی ابتدا کرنا بالفعل ضروری نہیں سمجھا لیکن جب ۲۱۱؁ ق م میں وہ ذرا آزاد ہوے تو انھوں نے مناسب سمجھا کہ اُنکی بالواسطہ مخالفت کریں چنانچہ انھوں نے اُسکے دشمنوں، ایتولیوں، ایلیسیوں، اور اسپارٹیوں کے ساتھ و نیز تھریس و الیریہ کے حکمرانوں، اتالوس فرمانروائے پرگامم کے ساتھ محالفہ کرلیا جسے ایتولی لیگ نے ۲۰۹؁ ق م میں اپنا سپہ سالار مقرر کردیا تھا۔ اس زمانے میں اسپارٹیوں پر ایک خودسر مخانیداس حکومت کرتا تھا اور فیلقوس کے تقریباً واحد حلیف اکائیائی لیگ تھی لیکن بہ نسبت پہلے کے اب اکائیائی فیلقوس کی زیادہ خدمت کرسکتے تھے اسلیئے کہ وہ ایک قابل سپہ سالار فلوپوے مین کے تابع تھے[۱۲] جسکا ذکر ہم باب ۱۰ میں کرچکے ہیں۔ یہ شخص ۲۵۳؁ ق م میگالوپلس میں پیدا ہوا تھا اور اسنے اکائیائیوں کی فوجی جوش کا احیاء کرکے وہاں کے فوجی نظام کو ازسرنو ابھارا تھا، اور اراتوس کے بعد اسنے اپنی تمام تر توجہ لیگ کی طرف مبذول کردی تھی۔ فیلقوس نے ایتولیوں کو اکارنانیہ سے نکال باہر کیا اور ۲۱۰؁ ق م میں اسے لامیہ کے مقام پر شکست دی، اور گو ۲۰۸؁ ق م میں اسے اوریوس رومیوں کے حوالہ کرنا پڑا لیکن اسنے اتالوس کو اوپس پر نیچا دکھایا۔ مصر رھوڈز خیوس اور ایتھنز سب نے صلح کرانے کی کوشش کی، لیکن یہ سب ناکام ہوئے۔ اب فیلقوس نے ایتولیوں کو ایلیس سے نکالا اور

---

[۱۲] فلوپوے مین۔ دیکھو حوالے ہرمان کی "مملکت قدیمہ" ۱۸۸ ایں، جہاں فریمین کے حکم کو بھی نقل کیا گیا ہے۔ لیکن فان گورکم (Von Gorkam) (یوٹرخٹ، ۱۸۴۳ء) کی رائے مختلف ہے؛ مہافی: "یونانی زندگی"، ۴۸۲، پیٹر "مطالعات تاریخ روما" Peter : Zur roemischer Geschichte Cæserea Philippi (۱۸۶۳ء) کلیومنیس کی موت کے بعد یعنی ۲۱۹؁ ق م میں اسپارٹا میں پھر ملوکیت قائم ہوجاتی ہے اور پہلے آگے سی پولس، جو اگیسیوں میں سے تھا، اور لیکرگوس، جو کسی شاہی خاندان کا رکن نہ تھا، تخت پر بیٹھتے ہیں، اور آخر میں ۲۱۱؁ ق م میں مخانیداس

فلوپوئے مین نے ۲۰۷ ق م میں مخانیداس کو مین تی نیہ پر شکست دی اور اسی لڑائی میں خود اپنے ہاتھ سے اسے سکندر یا پرھوس کی طرح سے ملک عدم پہونچا دیا۔ اسپارٹا کے لئے اس لڑائی کا واحد نتیجہ یہ ہوا کہ مخانیداس کی جگہ نابس یہاں کا خود سر ہوگیا۔ اور نابس مخانیدہ اس سے بھی بدتر شخص تھا۔ آخر میں فیلقوس نے تھرمون پر از سر نو قبضہ کر لیا اور ۲۰۵ ق م میں ایتولیوں نے اس سے صلح کرنے کا تہیہ کر لیا گو انھوں نے اپنے وعدے کے مطابق روما سے مطلق استمزاج نہیں کیا۔ اسکے کچھ ہی عرصے بعد اسنے روما سے بھی صلح کر لی جس کے مطابق اسنے الیریا کا تھوڑا سا حصہ رومنوں کو دیدیا اور اسکے معاوضے میں اتن تانیہ اسے مل گیا[۱۳]۔

یہ دونوں صلحنامونکی دراصل التوائے جنگ سے زیادہ وقعت نہیں تھی اسلئے کہ فیلقوس کے دلمیں اب بھی روما کی طرف سے پرخاش تھی اور روما ایتولیوں سے اس لئے ناراض تھا کہ انھوں نے فیلقوس سے علیحدہ صلح کر لی تھی۔

---

[۱۳] رومنوں کی ایتولیوں سے تقسیم مال غنیمت کے بابت معاہدہ جو لیوی ۲۶، ۲۴ میں درج ہے وہ قدیم یونانی طرز عمل کے مطابق ہے اور بالکل اسی قسم کا ہے جیسا کہ نکیاس نے ہیکارہ میں کیا تھا (طوسی دیدیس ۶، ۶۲)؛ اسے ہرٹزبرگ روما کے لئے بالکل "ذلت آفرین" کا لقب دیتا ہے؛ فریمین: تاریخ سسلی ۲، ۵۶۳ ہمارے نزدیک اگر ہم قدیم قانون بین الاقوام کو ملحوظ رکھیں تو یہ طرز عمل ایسا ذلیل معلوم نہیں ہوگا۔

صلحنامہ: پولی بیوس ۱۱، ۴ تا ۷؛ ہرٹزبرگ ۱، ۶۴، ۷۴۔ اس صلحنامے سے روما پرگامم، اتھینز، اسپارٹا، میسینیہ، ایلس کی قائمقامی کرتا ہے اور فیلقوس بتھی نیہ، تھسلی، ایپائرس، اکارنانیہ، بیوتیہ، اور اکائیہ کا قائمقام ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روما یونان کے حمایتی مملکتوں میں سے ہوگیا ہے۔

باب شانزدہم

مشرقی معاملات

یونان

فیلقوس کی روما کے ہاتھوں شکست

سنہ ۲۰۵ ق م تا سنہ ۱۹۲ ق م

اب ہم اس عہد کی طرف رجوع ہوتے ہیں جب شاہ مقدونیہ کا غرور و تکبر سب کا سب خاک میں ملجاتا ہے اور شام کے بادشاہ میں کامیاب مہمات کی وجہ سے مزید حوصلے اور آرزوئیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

ہمیں پھر مشرق کی طرف منہ کرنا پڑتا ہے سنہ ۲۰۴ ق م میں مصر کے بدکردار حکمران بطلیموس چہارم "فلوپاتر" کا انتقال ہو گیا۔ جبکے خارجی معاملات کا سوسی بیوس نے اچھا خاصہ انتظام کیا تھا[1]

---

[1] مصر۔ پولی بیوس ۵، ۳۵ وغیرہ۔
شام و مقدونیہ بطلیموس پنجم کے خلاف؛ پولی بیوس ۳، ۲؛ لیوی ۲۱، ۱۴؛ بطلیموس پنجم

باب ۱۶ اسکے بعد اسکی بہن کے بطن سے اسکا بیٹا بطلیموس پنجم تخت نشین ہوا اور اسنے سنہ ۲۰۴ ق م سے سنہ ۱۸۱ ق م تک حکومت کی۔ بطلیموس اپنی تخت نشینی کے وقت صرف چار پانچ برس کا تھا، اور یہی وہ شخص ہے جسے ایپی فانیس (ہوید الشان) کا لقب دیا جاتا ہے۔ اسکے زمانے میں حکومت کی ہیئت وہی رہی جو پہلے تھی، لیکن فرق صرف یہ ہو گیا کہ وزرا میں جلد جلد تبدیلی ہونے لگی اور وزرا کو پہلے سے زیادہ سختی و تشدد کے ساتھ ہٹایا جانے لگا، اسلئے کہ بادشاہ کی کم عمری کیوجہ سے مصر جیسے ملک میں کسی وزیر کے اثر کو زیر کرنیکا واحد یقینی طریقہ یہی تھا کہ اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ وزیر سے کوئی بد اخلاقی سرزد ہو جاتی تو اسکی سزا کا کام اسکندریہ کے ایسے لوگ اپنے سر لیتے جو خود پابندی اخلاق میں مشہور نہیں تھے، گو یہ ضرور ہے کہ علی العموم حاکموں سے محکوم اخلاقاً بہتر تھے۔

بہر نہج اس زمانے سے مصر کی حکومت صرف متلون اور بد اخلاق مطلق العنانوں کی حکومت ہو گئی جسمیں کبھی کبھی تھوڑی بہت اعتدالی کیفیت بغاوت عامہ اور خارجی اثرات کی وجہ سے پیدا ہو جاتی تھی۔ ابتدا میں سوسی بیوس اور اگاتھوکلیس ایپی فانیس کے ماتحتی میں حکومت کرتے ہیں، پھر سوسی بیوس کسی غیر معلوم طریقے سے غائب ہو جاتا ہے اور اگاتھوکلیس اپنے عزیز کے ساتھ ملکر حکومت کرتے ہوئے نظر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ "ایپی فانیس" کے لئے مہافی: "سلطنت" ۲۸۹ تا ۳۲۷۔ روداد مصر؛ باب ۷، حاشیہ ۲؛ مہافی ۲۹۶ تا ۲۹۸۔ مہافی کہتا ہے کہ مارکوس لیپی دس بادشاہ کا اتالیق نہیں تھا۔

جنگ کوہ پانیوم؛ پولی بیوس ۱۶، ۱۸؛ پانیاس کا محل وقوع "قیصریہ فیلقوسیہ" (Cæsarea Phillippi) دریائے اردن کے نکاسوں کے قریب؛ بڈنگ: "فلسطین" ۲، ۲۶۵۔

آتا ہے لیکن اسکندریہ کے مقدونیوں نے علم بغاوت بلند کردیا، اور انھیں اسقدر غلبہ حاصل ہوا کہ اگاتھوکلیس نو عمر بادشاہ کو انکے حوالہ کرنے پر مجبور ہوا اور اگاتھوکلیس اور اسکے ساتھیوں کو اپنی حرکات کی پاداش میں موت کے گھاٹ اترنا پڑا۔ اسکے زوال کا خیال تلے پولیموس کو پیدا ہوا تھا، چنانچہ وہ اب وزیر بن گیا، لیکن اپنے زمانۂ وزارت میں اسنے اپنی قابلیت کا اظہار نہیں کیا، چنانچہ اسے ایتولی سپہ سالار اسکوپاس اور اکارنانی ارسطومنیس نے برطرف کرا دیا، اور کچھ مدت کے بعد ارسطومنیس نے اسکوپاس کو بھی ایکطرف ہٹا دیا (سنہ ۱۹۶ ق م)۔ لیکن ارسطومنیس بھی بہت دن تک برسر اقتدار نہیں رہا اسلئے کہ اب ایپی فانیس سن شعور کو پہونچ گیا تھا اور محض اپنے اقتدار کا مظاہرہ کرنے کے لئے اسنے اسے زہر دلوایا اس بادشاہ کے باقیماندہ عہد میں پولیکراتیس اور ارسطونیکوس کے ہاتھ میں حکومت کی باگ رہی، اور ایپی فانیس انکے قبضے میں ایک کٹھ پتلی کیطرح تھا۔ اس سے مقابلہ کیا جائے تو انطاکوس بادشاہ سوریہ بھی بڑا آدمی نظر آتا ہے اسلئے کہ جب وہ (فیلقوس شاہ مقدونیہ کے ساتھ محالفہ کرنے کی طرح) اپنے عقب کی حفاظت کرلیتا تو اسے آسانی سے کامیابی حاصل ہو جاتی۔

مصر اور شام کی باہمی جنگ میں پانسا کبھی ایک طرف ہوتا تو کبھی دوسری طرف۔ ابتدا میں اسکوپاس نے فلسطین پر از سر نو قبضہ کرلیا لیکن پھر (سنہ ۱۹۸ ق م میں) دریائے اردون کے منبع کے قریب کوہ پانیوم کے موقعہ پر اسے انطاکوس نے شکست دیدی، اور گو ابتدا میں وہ سیدہ میں مدافعت کرتا رہا لیکن بعد میں اسے مصر کی طرف ہٹ جانا پڑا۔ اب یروشلم پر انطاکوس کا قبضہ ہو گیا۔ تعجب ہے کہ فریقین میں جب صلحنامہ پر دستخط ہوئے (سنہ ۱۹۷ ق م) اسمیں انطاکوس کو خاص فائدہ نہیں ہوا۔ طے یہ پایا کہ ایپی فانیس

باب ۱۶

انطاکوس کی بیٹی قلوپترہ کے ساتھ نکاح کرے اور اس کے جہیز میں کیلئے سوریہ، فینیقیہ اور فلسطین دیدیا جائے۔ ساتھ ہی یہ بھی طے پایا کہ ان صوبوں کی آمدنی دونوں ملکوں کے درمیان تقسیم ہوجایا کرے جسکی وجہ سے ان کا مصر کے ساتھ محض نام کا تعلق سمجھنا چاہیئے[2]؛ ساتھ ہی مصر نے ایک خفیہ عہدنامے کے ذریعے سے ایشیائے کوچک کے اپنے تمام مقبوضات سے دست برداری دیدی، اور یہی انطاکوس کے لئے ایک بڑی بھاری کامیابی سمجھنی چاہیئے (دیکھو باب ۱۷ حاشیہ ۲)

داخلی معاملات میں ایپی فانیس کی حکومت میں بھی اتنی ہی تبدیلیاں ہوئیں جتنی خارجی معاملات میں۔ پردیسی عنصر کی اہمیت میں حال میں بہت کچھ اضافہ ہو رہا تھا۔ قلوپاترہ نے مصریوں سے میدان جنگ

---

[2] شرائط صلحنامہ کے بارے میں ٹھیک معلومات حاصل نہیں ہیں؛ App Syr ۴، اور لیوی ۳۳، ۴۰، ۴۱ میں کچھ حوالے دیئے ہوئے ہیں۔ باب ۴۱ کے مطابق بطلیموس کی موت کی افواہ پھیل گئی؛ App. Syr ۴ کو مغالطہ ہوتا ہے جسکی وجہ سے وہ اس بطلیموس کو قلوپاترہ سمجھتا ہے۔ لیوی اس صلحنامے کی تاریخ سنہ ۱۹۶ ق م بتاتا ہے۔ نکاح؛ App. Syr. ۵۔ رسوم نکاح رافیہ میں، سنہ ۱۹۴/۱۹۳ ق م، لیوی ۳۵، ۱۳۔ نیز دیکھو شیورر: تاریخ قوم یہود Schuerer Gesch. d. Juetl. Volkes ۳، ۵۲۔

فنیقی شہروں پر مصر کی حکومت؛ مقابلہ کرو ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات"، سیدا، ۶۷۰؛ طرابلس، ۶۷۳؛ صور، ۶۷۴؛ بکس؛ "جریدۂ مسکوکیات" Num. Chron. سنہ ۱۸۷۷ء ص ۱۹۲؛ ارادوس، (ہیڈ، ۶۶۵ وغیرہ) نے بجائے بطالسہ کے سلیوکیوں کا ساتھ دیا؛ اسنے اسکندری نمونے کے بہت سے سکے بنائے، خود اپنا سنہ (سنہ ۲۵۹ ق م سے) جاری کیا اور سنہ ۱۷۰ ق م کے بعد الفیسوس والی شہد کی مکھی کی شبیہ کو رواج دیا۔ مقابلہ کرو "ارادوس" بابلوں کے کتاب Melange numis. پیرس سنہ ۱۸۹۲ء میں۔

بطالسہ کے محاصل؛ یوسفوس: "قدیمیات" Jos. Antiq ۱۲، ۴۔

باب ۱۶

میں خدمت لے کر انہیں اپنی قوت کا احساس پیدا کر دیا تھا، اور وہ پہلے سے بہت زیادہ بہادر ہو گئے تھے چنانچہ انھوں نے جگہ جگہ بغاوتیں کر دیں جنھیں حکومت نے نہایت ہی سختی کے ساتھ فرو کیا۔ ایپی فانیس کے عہد حکومت میں بھی یہی صورت حال رہی، اسلئے کہ علاوہ پردیسیوں خصوصاً ایتولیوں کے خلفشاروں کے دیسی مصریوں کی بغاوتیں برابر جاری رہیں جنمیں سے اہم ترین بغاوت لیکوپولس کے قبضے کے ساتھ خاتمے کو پہونچی۔ اب وزرا نے دیسی عنصر کا راضی کرنا ہی مناسب سمجھا چنانچہ انھوں نے سنہ ۱۹۵ ق م میں بادشاہ کی تاجپوشی کی رسم نہایت تزک سے میمفس کے بتخانہ پتاہ میں ادا کی، جسے پولی بیوس رسم اناکلیتیریہ کا لقب دیتا ہے۔ اس طرز عمل کی بنا پر مصری پجاریوں کو تحفہ تحائف اسی طرح دیئے گئے جیسے بطلیموس اول کے زمانے میں دیئے جاتے تھے، اور انھوں نے جو اسکے جواب میں اظہار تشکر و امتنان کیا وہ روزیتہ والے پتھر سے ظاہر ہوتا ہے[سلہ]۔ آخر میں ایپی فانیس اور اسکے نسبتی بھائی انطاکوس چہارم کے درمیان جھگڑا پیدا ہو گیا، اور چونکہ اب ایتولیوں کو روما نیچا دکھا چکا تھا اور مصر ان سے پہلے کی طرح سپاہیوں کا کام نہیں لے سکتا تھا اسلئے بادشاہ اکائیائیوں سے مدد کا طالب ہوا لیکن قبل اسکے کہ اسے اس نواح سے مدد ملے اسے

[سلہ] پجاریوں کے ساتھ مراعات؛ مہافی: "یونانی زندگی" ۴۳۹؛ سلطنت سکندر اعظم میں یہودیوں کی اہمیت؛ ایضاً ۴۶۹، ۴۷۰۔ مقابلہ کرو لیترون کی اشاعت نوشتہ روزیتہ Letronne: édition de l' inscription gracque de Rosette، جلد ۱، میولر: "اجزاء تاریخ یونان" Muller: Fr. Histor.Gr.، پیرس، دیدو۔ لیترون ان بغاوتوں پر بحث کرتا ہے جنکا بطالسہ کو مقابلہ کرنا پڑتا تھا؛ سنوں کی تسلسل کے لئے حاشیہ ۱۶؛ تسخیر لیکوپولس، حاشیہ ۴۲۔ اس نوشتہ کے یونانی متن سے قدیم پیسے قرما کی یاد تازہ ہوتی ہے: سطر ۸، "کہا گیا"، سطر ۳۶ "حکم دیا گیا"۔ مہافی: "سلطنت" $\frac{۳۰۱}{۳۰۵}$، $\frac{۲۱۶}{۲۲۷}$ (یونانی متن معہ تفسیر کے)

باب ۱۶

خود اسکے "دوستوں" یعنی درباریوں، ارکان مجلس مملکت اور وزرا نے زہر دیدیا ۔ حق یہ ہے کہ اس بادشاہ کی جیسے زندگی گذری ویسے ہی خاتمہ بھی ہوا ۔ ہم اسکے فرزندوں کی طرف ناظرین کی توجہ پھر مبذول کرینگے ۔

اب ہم یونانی مقدونوی امور کی طرف رجوع ہوتے ہیں[۵۴]۔ روما کے

---

[۵۴] فیلقوس پنجم ؛ ہرٹزبرگ ۱، ۵۳ وغیرہ ۔

ہرقلیدس رھوڈز میں ؛ پولی بیوس ۱۳، ۴، ۵ : پولیائے نوس ۵، ۱۷، ۲ ۔

دکائے آرخوس اس مقام پر جہاں وہ لنگرانداز ہوتا ہے "گناہ کاری" اور "قانون شکنی" کے نام سے قربانگاہیں بناتا ہے ؛ پولی بیوس ۱۸، ۵۴، ۳۷ ؛ مقابلہ کرو دیودوروس ۲۸، ۱ ۔

رھوڈزی کیوس کے بابت اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں ؛ پولی بیوس ۱۵، ۱۲ ۔

فیلقوس کا پرگامم پر حملہ ؛ پولی بیوس ۱۶، ۱ ؛ دیودوروس ۲۸، ۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۲۰۱ ق م میں بھی پرگامم اپنے فنون لطیفہ کے لئے ممتاز تھا ۔

بحری لڑائی ؛ پولی بیوس ۱۶، ۱۴، ۱۵ ۔

ایتھنز میں دو اکارنانیوں کو سزائے موت ؛ لیوی ۳۱، ۱۴ ۔

ایتھنز میں کانگریس ؛ پولی بیوس ۱۶، ۲۵، ۲۶ ۔ پوسانیاس ۱، ۳۶ کے مطابق کیفی سودوروس کی وساطت سے ایتھنز، اتالوس ساکن میزیہ، بطلیموس، ایولیائیوں اور کریٹیوں کے مابین ایک محالفے پر دستخط ہوئے ۔ ہیڈ ("تاریخ مسکوکیات") اس محالفے کا تعلق سکہ جات کنوسوس (صفحہ ۳۹۰)، کیدونیہ (۳۹۲)، گورتی نہ (۳۹۵)، ہئے رابیت نا (۳۹۷)، پولی رے نیون (۴۰۳) اور پریانسوس (۴۰۵) سے بتاتا ہے، جو ایتھنزی نمونے پر بنائے گئے تھے ۔

اتالوس ائی گینا کو ایتولیوں سے خرید لیتا ہے، جسکی وجہ سے یہ جزیرہ یونان میں حکمرانان پرگامم کا مرکز بنجاتا ہے ؛ پولی بیوس ۲۳، ۸ ؛ مقابلہ کرو فرنیگل، ۴۷ ۔ یومینس اور اتالوس دونوں اپنا بہت کچھ وقت یونان ہی میں گذارتے تھے ۔

فیلقوس کا مارکوس ایمی لیوس سے مذاق ؛ پولی بیوس، ۱۶، ۳۴ ؛ لیوی، ۳۱

باب ۱۶

ساتھ جنگ کے بعد فیلقوس کی سیاسی حیثیت اسکے لئے ناقابل برداشت ہوگئی تھی لیکن اسے رومنوں پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں تھی۔ اسکی خواہش یہ تھی کہ اسکے نقصان کا معاوضہ اسے مشرق اور جنوب کے علاقوں میں ملجائے اور اس مقصد کے حصول کے لئے اسنے انطاکوس کے ساتھ محالفہ کرلیا جسکے بموجب انطاکوس کو تمام

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ ۱۸۔ پولی بیوس کہتا ہے کہ فیلقوس اس سے پریشان ہوا، اور لیوی کا بیان ہے کہ فیلقوس آزادانہ گفتگو کا عادی نہیں تھا۔ اب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ رومن چاہتے تھے کہ فیلقوس جنگ کی ابتدا کرے، چنانچہ فیلقوس نے جس جواب کے ذریعے سے اپنے آپکو جال سے نکالا وہ عیارانہ تھا، ہومسن ۱، ۱۰، ۷۔ اس بیان کا پہلا حصہ غلطی پر مبنی معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ رومن کیوں جنگ کی ابتدا کرنے سے جھجکتے رہا فیلقوس، تو اگر اسے شبہ ہوتا کہ میرے لئے کوئی جال پھیلایا جارہا ہے اور وہ اس سے نکلنا چاہتا تو وہ آسانی سے یونانیوں کا قدیم مدبرانہ طریقے پر کاربند ہوکر جنگ پیلوپونیز کی طرح جواب دعوی داخل کردیتا۔ اسکے بجائے اگر اسنے سفیر کے شخصیت کو دھر گھسیٹا تو وہ اتنا عیارانہ نہیں تھا جتنا بے وقوفانہ۔ اسکا تو یہ قول تھا کہ یہ جواب بھی نرم تھا اور ممکن تھا کہ اس سے بھی سخت ہوسکتا تھا، اور اگر ائے میلیوس اتنا خوبرو جوان نہ ہوتا تو یہ ناممکن نہ تھا۔

فیلقوس کے خصائص؛ پولی بیوس ۱۸، ۲

کوئنک تیوس کے لئے پولی بیوس ۱۸، ۱۲۔ نقیبہ والی ملاقات؛ پولی بیوس ۱۸ (۱۷)، ۱ وغیرہ؛ لیوی ۳۲، ۳۴ وغیرہ۔ فیلقوس علی العموم کسی ظلم سے جی نہیں چراتا تھا لیکن یہاں اُسنے اپنی پرہیزگاری کا مظاہرہ کیا۔

یہاں خدا کے خوف کا جو حوالہ ہے اور اسکا تباین انسان کے خوف سے جو کیا گیا ہے اس سے اس عہد کے مشرقی تمدن کی کیفیت نظر آتی ہے (امثال حضرت سلیمان ع) اس بات کا اعادہ راسین نے "آتالی" کے مشہور مصرع میں کیا گیا ہے:۔ "مجھے صرف خدا ہی کا خوف ہے اور میں اسکے سوا کسی سے نہیں ڈرتا" (۱، ۱)۔ نیز ہمارے زمانے میں ایک مشہور و معروف شخص نے بھی اسی خیال کا اعادہ کیا ہے۔ دیکھو اوپر باب ۳ حاشیہ ۱۵۔

باب ۱۶ ملک شام مل جاتا اور خود وہ یعنی فیلقوس کو آزادی حاصل ہو جاتی کہ جسقدر ایشیائے کوچک چاہے اپنی قوت بازو سے فتح کرلے لیکن اس طرز عمل کیوجہ سے انطاکوس سے بھی زیادہ فیلقوس اس بڑی امن کی لیگ کے مقابلہ میں آگیا جسکے ممتاز ترین اراکین اسوقت یعنی ۱۹۷؁ ق م میں رھوڈز، پرگامم اور مصر تھے، اور دوسرے درجہ کے دول میں ایتھنز، بیزنطہ اور اخیوس شمار کئے جاتے تھے۔ نیز اسیطرف ایتولیہ بھی تھا، جو لیسی ماخیہ، خالکدون اور کیوس کا گویا محافظ تھا۔ لیکن اس تماشہ گاہ کے پس منظر میں، گویا ان سب مملکتوں کے محفوظ حفاظت کنندہ کے طور پر روما کھڑا تھا، اور فیلقوس کے سیاسی نقطہ نظر کی تنگی اس کے اس خیال سے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ بغیر رومنوں کو ناراض کرنے کے اسوقت رھوڈز، پرگامم، مصر، ایتولیہ اور ایتھنز کو نقصان پہونچا کر اپنے ملک کو وسیع کرسکتا ہے۔ اور انحالیکہ اسے براہ راست روما پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ مدت تک تو اسے بظاہر کامیابی ہوئی، لیکن ایک ہی وار میں اسے اپنے تمام فوائد محصلہ سے دست بردار ہونا پڑا۔ فیلقوس کو رھوڈزیوں سے خاص طور پر پرخاش تھی اسلئے کہ اسکے خیال کے مطابق وہ ایسے معاملات میں اپنی ٹانگ اڑا دیتے تھے جنسے انکا کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا۔ اسکا خیال تھا کہ صرف بادشاہوں ہی کو اعلیٰ سیاسیات میں حصہ لینا چاہئیے۔ اسنے اپنے سپہ سالار ہرقلیدس سے یہ اعلان کرایا کہ میرے آقا نے میری توہین کی ہے جسکی وجہ سے مجھے اپنے وطن کو خیرباد کہنا پڑا ہے اور میں اب کسی دوسری جگہ اپنا گھر بناؤنگا؛ چنانچہ اس کے بعد وہ سیدھا رھوڈز گیا جہاں اسکی بڑی آؤبھگت ہوئی۔ یہاں پہونچکر ایک دن موقعہ پاکر اسنے سلح خانے کو آگ لگادی اور غائب ہوگیا، اور جب دوبارہ نمودار ہوا تو اپنے آقا فیلقوس کے دربار میں اسکے سپہ سالار کی حیثیت سے! لیکن اس ترکیب سے

باب ۱۶

بادشاہ کو کچھ زیادہ فائدہ حاصل نہیں ہوا، گو رھوڈز سے کمزور تر مخالفوں کے مقابلے میں اسے نسبتہً زیادہ کامیابی ہوئی (سنہ ۲۰۱ ق م)۔ اسنے ایتولی دکائیارخوس کے ذریعے سے بحری قزاقی شروع کی، رھوڈزیوں کے خلاف کریٹیوں کی مدد کی، اور جزائر مدور پر جو اسوقت مصریوں کے زیر حمایت تھے، اور ایتولیہ کے حلیف بلدیات ہیلیس پونت مثلاً لیزی ماخیہ، خالکدون و کیوس پر اور آخرکار تھاسوس پر قبضہ کرلیا۔ اسوقت تک رھوڈزیوں پر فیلقوس نے کھلا حملہ نہیں کیا تھا، اور اب انھوں نے کیوس کے ساتھ جو برتاؤ کیا گیا تھا اسکے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ عین اسوقت جب وہ کیوسیوں کو غلام بنا بنا کر فروخت کر رہا تھا، اسکے سفیر رھوڈزیوں کے سامنے مقامی تماشہ گاہ میں یہ اعلان کر رہے تھے کہ انھوں محض انکی خوشنودیٔ مزاج کی وجہ سے کیوس والوں کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ کیا ہے، جسپر رھوڈزی پری تانس نے، جسے اصلی صورت حال سے آگاہی ہوگئی تھی، اپنے ہم وطنوں سے واقعی شاہانہ مرحمت کا ذکر کیا۔ اسکے بعد رھوڈز، خیوس، اور بیزنطہ نے قطعی طور پر دشمن کا سا برتاؤ کرنا شروع کیا، جسپر فیلقوس نے خیوس و ساموس پر حملہ کیا اور پرگامم کا علاقہ تاراج کردیا۔ اسکے بعد اتالوس نے رھوڈز کے ساتھ تعاون کرکے سمندر پر جنگ کا فیصلہ کن خاتمہ کرنا چاہا لیکن اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اور رھوڈزی امیر البحر تھیوفلسکوس کو خیوس کے قریب تھوڑی بہت کامیابی ہوئی، لیکن چونکہ اتالوس کا جہاز گرفتار ہوگیا، خود بادشاہ فرار ہوگیا اور رھوڈزی امیر البحر جنگ کے بعد زخموں سے جانبر نہ ہوسکا اسلئے فیلقوس نے دعوی کیا کہ لڑائی میں نے ہی جیتی ہے، اور جب لادے کے قریب فریقین میں پھر مڈبھیڑ ہوئی تو رھوڈزیوں کو واقعی شکست ملی۔ ان کا بیڑہ کوس ہٹ گیا اور فیلقوس نے کاریہ کے بعض مقامات کو جنپر اس کے

پہلے رھوڈز کا قبضہ تھا، تسخیر کر لیا، لیکن چونکہ اسے کاریہ میں بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا اور اسے یہ اطلاع ملی تھی کہ اس کے دشمن آپس میں مفاہمت کر رہے ہیں اسلئے وہ سنہ ۲۰۱ ق م میں یورپ واپس چلا گیا۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ اکارنانیوں کی اتھنزیوں نے توہین کی تھی اور فیلقوس اکارنانیوں کا حلیف تھا، چنانچہ اب اتھنز گفت و شنود کا مرکز بن گیا، اور رومنوں نے جنھیں سنہ ۲۰۱ ق م میں قرطاجنہ سے صلح ہو جانے کی وجہ سے بہت سے جھگڑوں سے نجات مل گئی تھی، اب فیلقوس کے دشمنوں کی سربراہی کرنی شروع کی گو بظاہر سب سے پیش پیش اسوقت اتالوس تھا۔ جب اتالوس، رومن سفیروں کو ساتھ لئے ہوئے ایک پُرشوکت جلوس کے ساتھ پیرائیوس سے (جہاں وہ اپنے مملوکہ ائی گینا سے آتا تھا) اتھنز پہونچا تو اس سے اس شہر کے درخشاں عہد کی یاد تازہ ہونے لگی۔ اس نے اپنی تحریک کو کہ اتھنزی فیلقوس کے خلاف اسکے، رھوڈز کے اور رومنوں کے ساتھ مخالفہ کر لیں لکھکر اتھنزیوں کے سامنے پیش کی اور یہ تحریر بہ آواز بلند جمعیت میں پڑھی گئی۔ اس کی تائید رھوڈز کے سفیروں نے کی اور آخر کار اتھنز نے فیلقوس سے جنگ کی ٹھان لی۔ اتھنزیوں نے رھوڈزیوں کو وہی حقوق دیئے جو اس سے پہلے رومنوں کو مل چکے تھے، اور ایک قبیلے کا نام اتالوس کے نام پر اتالس رکھا گیا۔ اب رھوڈزی بیڑے نے فیلقوس کے قبضے سے ایجین کے بہت سے جزیرے نکال لئے، گو اسکے برعکس فیلقوس کے سپہ سالار نکانور نے اٹیکا کو تاراج کر دیا لیکن جب رومن سفیروں نے اس سے چلے جانے کے لئے کہا تو اسنے فوراً تخلیہ بھی کر دیا۔ اسی طرح یہی سفیر ایپائروسیوں، اتھامانیوں، اکائیائیوں اور ایتولیوں سے صلح کا پیام دیکر ایشیا کے مفاد کی حفاظت کرنے کے لئے

اور ممکن ہو تو مصر و شام کی باہمی صلح کرانے کے لئے ایشیا چلے گئے اب فیلقوس کو اپنی موجودہ حیثیت قائم رکھنے کے لئے کمال دانشمندی کی ضرورت تھی، اور چونکہ روما نے اس پر باضابطہ جنگ شروع نہیں کی تھی اسلئے یہ اسوقت بھی ممکن تھا؛ لیکن وہ پہلے سے بھی زیادہ بے فکر ہوگیا اور خود اپنے زوال میں ممد و معاون ہوا۔

سنہ ۲۰۰ ق م میں اسکے سپہ سالار ہرقلیدس نے شہر مارونیہ اور شہر آئے نوس، جو اسوقت تک مصر کے ماتحت تھے، لے لئے، اور خود فیلقوس نے ایلائیوس، الوپے کونے سوس اور بعض دوسرے مقامات پر قبضہ کرنے کے بعد یہ تہیہ کرکے کہ جیسے ہو سکےگا ایشیا کو جانیکا راستہ صاف کرنے کے لئے ابی دوس کو مسخر کرلیگا، اس شہر پر حملہ کردیا۔ اتالوس اور رھوڈزیوں نے شہر کی مدد کرنے کی ہمت نہیں کی، چنانچہ اسے ہتھیار ڈالدینے پڑے۔ لیکن قبل اسکے کہ فیلقوس شہر میں داخل ہوا، رومن سفارت کے ایک رکن م۔ اے می لیوس نے، جو ایشیا کی طرف چلی تھی اس سے روما کے ایک حلیف پر حملے کرنے پر صدائے احتجاج بلند کی۔ اسمیں اور فیلقوس میں جو بحث ہوئی اسمیں موخرالذکر کو نیچا دیکھنا پڑا اور آخر کار شاہ مقدونیہ نے کھوکھلی لفاظی سے بحث کا خاتمہ کردیا۔ جب ابی دوس والوں نے سنا کہ بادشاہ انھیں شہر چھوڑنے کی اجازت نہیں دیتا تو انھوں نے ایک دوسرے سے قسم کھائی کہ وہ زندہ گرفتار نہیں ہونگے چنانچہ انھوں نے اس حلف کو پورا کر دکھایا اور اکثر نے خودکشی کرلی۔ اس سے فیلقوس کو بڑا غصہ آیا اسلئے کہ وہ سمجھتا تھا کہ ابی دوسیوں کو غلام بناکر وہ بہت کچھ روپیہ پیدا کریگا، اور اسکے بعد اُس نے ایک الھڑ لغو اور قابل نفرت مزاح کیا کہ اچھا تو میں تین روز کی مہلت دیتا ہوں جسمیں ابی دوس والوں کو اپنے آپ کو پھانسی دینے یا خنجر مارنے کی پوری اجازت ہے۔ ظاہر ہے کہ اس مدت کے دوران میں

باب ۱۶

اس نے انھیں گرفتار کر لینے اور بعد میں فروخت کرنیکا تہیہ کر لیا تھا۔ موسم خزاں سنہ ۲۰۰ ق م سے پہلے ہی سلپی کیوس گالبا ایک رومن فوج کو لے کر الیریہ پہنچا اور ک. کلاؤدیوس ۲۰ جہازوں اور ایکہزار سپاہیوں کو لے کر ایشیا پہونچ گیا۔ راستے میں موخر الذکر نے خالکس پر قبضہ کیا، لیکن چونکہ اسے محسوس کیا کہ میں اس شہر کو آسانی کے ساتھ اپنے قبضے میں نہیں رکھ سکتا اسلئے اس نے اسے چھوڑ دیا۔ فیلقوس نے ایتھنز پر حملہ کیا، لیکن دپی لون دروازے سے پسپا ہونا پڑا جسپر اُسنے قرب وجوار کے علاقے کو تاراج کرکے انتقام لیا اور اس تاراجی میں مقبروں کو بھی نہیں چھوڑا۔ جب اتالوس ای گینا سے اور رومن پرائیوس سے ایتھنز پہونچے تو وہ پیلوپونیز واپس چلا گیا جہاں پہنچ کر اسنے اکائیائیوں سے وعدہ کیا کہ اگر وہ یوبیہ میں اسے کمک بھیجیں گے تو وہ نابس کے خلاف انکی مدد کریگا۔ لیکن اس استدعا کے اکائیائیوں نے تعمیل نہیں کی اسلئے کہ وہ اس واقعے کو نہیں بھولے تھے کہ فیلقوس نے فلوپوئے مین کو کسی وقت زہر دینے کی کوشش کی تھی۔ اسپر فیلقوس پھر شمال کی طرف چلا اور اٹیکا کو پہلے سے بھی زیادہ تاراج کرکے اور مجسموں کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے اپنا غصہ نکالا۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس طرز عمل سے کسی کا کیا بھلا ہوتا۔ بہر حال فیلقوس نے تو اس نواح میں کچھ کرکے نہیں دکھایا، اور ادھر رومنوں کو مقدونیہ میں اتنی ہی کم کامیابی ہوئی بلکہ سنہ ۱۹۹ ق م تک انھوں نے کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا اور سنہ ۱۹۸ ق م تک رومن وہاں کے وہیں رہے۔ لیکن سنہ ۱۹۸ ق م میں صورت حال میں اسوقت تبدیلی ہوئی جب مقدونیہ ضلع پر خاص طور پر کانسل ت، کوئنکٹیوس فلامی نینوس مامور کیا گیا۔ اس جنگ کے دوران میں جسکا میدان پہلے ایپائروس میں تھا، دریائے آؤس کے کنارے دودونا کے شمال میں فیلقوس اور ٹیٹوس باہم ملاقی ہوئے اور فیلقوس نے صلح کی طرف اپنے میلان کا اظہار کیا، لیکن جب

باب ۱۶

اس سے تھسلی کے تخلیہ کے لئے کہا گیا تو اس سے فوراً گفتگو سے قطع تعلق کر لیا۔ اب تیتوس نے فیلقوس کے مضبوط قدم اکھیڑ دیے اور اسے مقدونیہ کی طرف بڑھنے پر مجبور کیا لیکن وہ راستے میں تھسلی کو تاراج کرتا ہوا گویا اس ملک کو خدا حافظ کہہ گیا۔ اسکے بعد روما کے حلیفوں یعنی ایتولیوں نے بھی تھسلی کو تاراج کیا، لیکن تیتوس نے جب لارسہ کے قریب شہر اتراکس کی تسخیر کرنے کی کوشش کی تو اسے ناکامی ہوئی اور اسکے بعد وہ موسم سرما بسر کرنے کے لئے فوکس کے شہر انتی کیرا چلا گیا۔ اسکے بھائی لوکیوس نے رومن، رھوڈزی اور پرگامم کے جہازوں کی مدد سے اریتیریا اور کاریستوس لے لئے۔ اب تیتوس نے اکائیائیوں کو مقدونیہ کے مخالفانہ لیگ میں شامل ہونے کے لئے کہا، اور روما کے مخالفوں یعنی آرگوس، میگالوپوس اور دیمے کے قائم مقاموں کے اُٹھ جانے جمعیت لیگ میں سے اُٹھ جانے کے بعد اکائیہ بھی اس لیگ میں شامل ہو گیا۔ اسکے برعکس آرگوس فیلقوس ہی کا ساتھ دیتا رہا۔

اس موقعہ پر خود تیتوس فیلقوس کے ساتھ کسی قسم کی مفاہمت کو خوش آمدید کہتا اسلئے کہ اگر جنگ جاری رہتی تو روما سے اس کی جگہ نیا کانسل آ جاتا۔ الغرض دونوں رہبر ۱۹۷؁ ق م میں نقیہ کے قریب خلیج مالوس دوبارہ ایک دوسرے سے ملے۔ تیتوس کے ساتھ اتالوس، رھوڈز، اکائیہ اور ایتولیہ کے سفیر بھی آئے اور انمیں سے بعض نے اپنے مخصوص دعاوی اور بعض نے یونانیوں کے عام مفاد کو پیش کیا۔ مثلاً اتالوس نے پرگامم کے قریب کے ان بت خانوں یعنی افرودی زیون اور نیکے خوریون کے از سر نو تعمیر کا مطالبہ کیا جو فیلقوس نے اجاڑ ڈالے تھے اور رھوڈزیوں نے اپنے سمندر پار مقبوضات اور ایشیا کے جملہ ایسے مقامات کے تخلیہ کا مطالبہ کیا جن پر فیلقوس نے قبضہ کر لیا تھا۔ الغرض فریقین دو مہینے کے لئے

باب ۱۶

جنگ کے التوا پر راضی ہوئے اور قرار پایا کہ روما میں گفت وشنود جاری رہے۔ لیکن اس گفت وشنود کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا اسلیئے کہ فیلقوس نے دیمتریاس، خالکس اور کورنتھ سے دست بردار ہونے سے انکار کردیا جسکی وجہ سے جنگ جاری رہی۔ اس مہم کے لئے تیتوس کو رومن فوج کا سپہ سالار بنایا گیا اور ساتھ ہی اسی کے سپرد یونانی امور کے طے کرنے کا کام کیا۔ اسی زمانے میں فیلقوس نے ایک اور چال چلی جس سے اس کی بدترین خصائص نمایاں ہوگئے۔ فیلقوس بعض مرتبہ ثانوی امور کو ضروری باتوں سے زیادہ نتیجہ خیز سمجھتا تھا، چنانچہ اس دفعہ اسنے نابس کو اپنی طرف لے آنے کی جی میں ٹھانی اور ظاہر ہے کہ بغیر معاوضہ دئے ہوئے یہ ناممکن تھا۔ اسکے لئے سب سے سیدھا سادہ طریقہ یہ تھا کہ نابس کو آرگوس نذر کردے، جو حال ہی میں مقدونیہ کے ساتھ جا ملا تھا! ظاہر ہے کہ آرگوس پر قبضہ کرنے کے بعد خودسر نے آرگوسیوں کے ساتھ نہایت برا سلوک کیا، لیکن اس سے شاہ مقدونیہ کو کیا غرض مطلب! لیکن سب سے عجیب لطف یہ ہے کہ اس تحفے کے باوجود نابس رومنوں کے ساتھ ہی ملا رہا اور اسطرح گویا ایک بدمعاش کو دوسرے اس سے بڑے بدمعاش یعنی خودسر نابس نے شاہ فیلقوس کو چال چلکر نیچا دکھا دیا! اب فیلقوس رفتہ رفتہ ایک ایسا شخص بن گیا تھا جو چھوٹے چھوٹے داؤپیچ میں منہمک رہتا تھا لیکن ساتھ ہی اپنے فوجی معلومات اور فن تقریر کی وجہ سے لوگوں پر اثر ڈالتا رہتا تھا۔

سنہ ۱۹۷ ق م کے موسم بہار میں تیتوس بیوتیہ کو فیلقوس سے بغاوت پر آمادہ کرنے کے بعد تھسلی پہونچا جہاں کوہ کینوس کیفا لائے کے قریب ایک مقام پر جو فیرا سے اور اسکو توسا سے دور نہ تھا ایک لڑائی ہوئی۔ اس مڈبھیڑ میں رومن علیحدہ علیحدہ رسالوں میں

باب ۱۱

منظم تھے جن کا انتظام آسانی کے ساتھ کیا جا سکتا تھا اور جنکے باہمی اختلاط میں زمین کی اونچ نیچ کی وجہ سے کسی قسم کا فرق پیدا نہیں ہوتا تھا؛ اسکے برعکس مقدونوی فوج اپنے جتھے میں منظم تھی۔ اس جنگ میں ڈیڑھ سو برس میں پہلی مرتبہ اس طرز تنظیم کو جو تمام دنیا میں مشہور تھی، نیچا دیکھنا پڑا۔ رومن میمنہ نے عقب سے مساویانہ فاتح و ناصر مقدونوی میمنہ پر وار کیا اور اسے بھگا دیا، اور یہ وہ بات تھی جو مقدونوی جتھے کی گھنی ترکیب کی وجہ اسکے لئے مشکل سے ممکن تھی۔ اس لڑائی میں آٹھ ہزار مقدونوی مارے گئے اور پانچ ہزار گرفتار ہوئے، اور ادھر رومن فوج کے بھی سات سو سپاہی کام آئے فیلقوس اس سے پہلے ہی اپنی فوج کو لڑکوں اور بڈھوں سے بھرنے پر مجبور ہوا تھا، اور اس ہزیمت کے بعد وہ لڑائی جاری نہیں رکھ سکتا تھا، چنانچہ اب اسنے صلح کی استدعا کی۔ ادھر ٹیٹوس یہ نہیں چاہتا تھا کہ مقدونیہ صفحہ ہستی سے بالکل نابود ہو جائے اور اسکی جگہ ایتولی قوت پکڑ لیں۔ ایتولیوں نے ۲۱۱؁ ق م کے عہدنامے کی بنا پر غیر منقولہ مال غنیمت یعنی تھسلی کے ان شہروں کا مطالبہ کیا جن پر کسی زمانے میں انکا قبضہ تھا اور جنسے فیلقوس اب دست بردار ہو گیا تھا لیکن رومن یہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ شہر ایتولیوں کو مل جائیں اور اپنے اس جواب کی دلیل یہ پیش کی کہ چونکہ ایتولیوں نے ۲۰۵؁ ق م میں بغیر رومنوں کے مشورے کے فیلقوس کے ساتھ صلح کر لی تھی اسلئے ۲۱۱؁ ق م کا عہدنامہ منسوخ سمجھا جائے۔ اس استدلال میں بہت کچھ حقیقت پنہاں تھی۔ اسکے علاوہ فیلقوس کو تین بڑی بڑی زکیں مل چکی تھیں جن کی وجہ سے وہ ان شرائط کو اب تسلیم کرنے کے لئے تیار تھا جو ایک مرتبہ اس نے مسترد کر دئے تھے، یعنی رھوڈزیوں نے استراتونی کیہ تک کاریہ فتح کر لیا تھا، کورنتھ کا مقدونوی رسالے کو شکست مل چکی تھی، اور لیوکاس پر ل۔ کوئناٹ ٹیٹوس کا قبضہ ہو چکا تھا

جسکی وجہ سے اکارنانی مقدونیہ کا ساتھ چھوڑ کر روما سے جا ملے تھے۔ الغرض ایک مقدونوی سفارت یرغمال کی طور پر فیلقوس کے کے بیٹے دیمتریوس کو ساتھ لے کر روما گئی۔ روما کی مجلس سینات نے جن شرائط کو طے کیا اور فیلقوس نے منظور کیا، اور جن کی تکمیل کی نگرانی کا کام حسب معمول دس سربرآوردہ رومنوں کے سپرد کیا گیا تھا، وہ حسب ذیل تھے:۔ یورپ میں فیلقوس کی حکومت میں جو یونانی تھے وہ اب رومنوں کے سپرد کر دیئے گئے، ایشیا میں جو تھے وہ آزاد کر دیئے گئے؛ علاوہ ازیں اسے رومنوں کو ایکہزار ٹالنٹ بطور خرچہ جنگ کے دینے اور سوائے پانچ جنگی جہازوں کے باقی سب جنگی جہاز انھی کے حوالہ کرنے پڑے۔ لیوی اسپر یہ اضافہ کرتا ہے کہ اسے اپنی فوج میں صرف پانچ ہزار سپاہی رکھنے کی اجازت دیگئی اور آئندہ کے لیئے یہ قرار پایا کہ بغیر رومنوں کی اجازت کے وہ کسی جنگ میں حصہ نہیں لیگا[۵]۔ رومنوں کے حلیفوں میں سب سے کم مطمئن ایتولی تھے جب تھسلی میں انکے دعاوی کی کچھ شنوائی نہیں ہوئی تو انھوں نے فوراً عامیانہ شکایت پیش کی، وہ یہ کہ جو کچھ ہوا ہے وہ یہی کہ اب آئندہ بجائے فیلقوس کے روما یونان کا آقا بن گیا ہے۔ گو اس شکایت کا رومنوں نے بہت جلد انسداد کر دیا لیکن اسمیں شبہ نہیں کہ یونان میں اس سے پہلے مقدونیہ کا جو اثر تھا اسکی جگہ باوجود اس انسداد کے روما کا اثر قائم ہو گیا تھا۔

---

[۵] شرائط صلح؛ پولی بیوس ۱۸، ۴۴؛ لیوی ۳۳، ۳۰۔ معلوم ہوتا ہے کہ اِئے نوس و موروِنیہ بادشاہ ہی کے قبضہ میں رہ گئے؛ دیکھو باب ۱۸، حاشیہ ۲۔
نیز دیکھو نیسن: "تحقیقات" ۴۴۱ وغیرہ۔

سنہ ۱۹۶ ق م کے بعد یوبیہ کے سکوں میں مزید ارتقا؛ ہیڈ؛ "فہرست سکہ جات یونان وسطی موجودہ نوادرخانہ برطانیہ سنہ ۱۸۸۴ء، ص LXIV؛ طلائی درہم، تصویر ۱۹، ۱۔

جنگ کے ان نتائج کا سنہ ۱۹۶ قم کے خاکنائے والے کھیلوں کے موقع پر یونانیوں کے روبرو اعلان کیا گیا۔ یہاں ٹیٹوس کی موجودگی میں ایک زعیم نے اعلان کیا کہ چونکہ رومنوں اور پروکانسل و امیر ٹیٹوس کوئنک ٹیوس نے فیلقوس کو شکست دیدی ہے اسلئے اس نے اب مفصلۂ ذیل بستیوں کی آزادی کا اعلان کیا جاتا ہے:- کورنتھی، فوکسی، لوکرس، یوبیہ، ماگنیتیس، تھسالوی، پرحائے بی اور فتیوتی اکائیائی۔ الغرض جس خطرہ کا ایتولیوں نے اظہار کیا تھا اسکا اکثر و بیشتر انسداد کر دیا گیا تھا۔ یہ اعلان سنکر یونانیوں میں خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی، ٹیٹوس کی بڑی بھاری آؤ بھگت کی گئی اور انکے تقاضے پر زعیم کو اپنے الفاظ کا اعادہ کرنا پڑا، اور پلوٹارک کہتا ہے کہ اس غل و شور سے جو اسوقت پیدا ہوا بہت سے پرند تک بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے[لہ]۔

منجملہ دوسری تفصیلی معاملات کے جنھیں دس سفیروں اور ٹیٹوس نے طے کیا تھا یہ بھی تھے کہ آئندہ فوکس اور لوکرس ایتوہی لیگ میں اور کورنتھ، ترہی فیلیہ اور ہرائیہ اکائیائی لیگ میں شامل رہیں گے، اور اورپوس و ایریتریہ بجائے پرگاموم کے مقبوضات ہونے کے بالکل

[لہ] خاکنائے والے کھیل سنہ ۱۹۶ قم - پولی بیوس ۱۸، ۴۶ - لیوی ۳۳، ۳۲ - ہم یہ غلط بیانی اکثر سنتے ہیں کہ اس موقع پر جملہ "یونانیوں" کی آزادی کا اعلان کیا گیا تھا، اور اس غلطی کی بنا نہ صرف زونارس ۹، ۱۸ ہے بلکہ پولی بیوس ۱۸، ۴۶ بھی ہے جسکے قول کے مطابق جملہ یونانی" ایک اعلان کے ذریعے سے آزاد ہو گئے۔ اسکے صرف یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ ٹیٹوس کے اعلان کے بعد اب تمام یونانی آزاد تھے؛ انہیں سے اکثر تو پہلے ہی سے آزاد چلے آتے تھے؛ اور اب صرف وہ یورپی یونانی آزاد ہوئے تھے جنھیں فیلقوس نے رومنوں کے سپرد کیا تھا۔ رومنوں نے فیلقوس سے لیکر یونانیوں کو جو آزاد کیا اسکی کیفیت اسی برتاؤ کی تھی جو نپولین سوم نے لومبارڈی اور وینس کے ساتھ کیا۔ یونان کو اب اسپر غور کرنا پڑا کہ قوت کا پلڑا کس طرف کو جھکا ہوا ہے۔

باب ۱۶

آزاد رہیں گے۔

زمانۂ حال میں تیتوس کے اس اعلان کو محض ناٹک کا ایک پردہ سمجھا جاتا ہے، اور یہ کہا جاتا ہے کہ جب روما کی طرف سے یونان کی آزادی کا اعلان کیا جا رہا تھا اسوقت اس کا واقعی ارادہ یہ تھا کہ وہ اس ملک پر پوری طور پر حاوی ہو جائے۔ اس سے رومنوں پر دو الزامات عائد ہوتے ہیں، ایک تو تمسخر کا (اسلئے کہ روما کو کیا پڑی تھی کہ یونان کی آزادی کا اعلان کرے) اور دوسرے منافقت کا، ہمارے نزدیک پہلا الزام واقعات پر مبنی نہیں ہے اور دوسرا قرین قیاس نہیں۔ رومنوں نے جملہ یونان کی آزادی کا اعلان نہیں کیا بلکہ صرف ان بستیوں کے آزادی کا اعلان کیا جو فیلقوس نے رومنوں کے سپرد کئے، اور ایسا کرنے میں وہ بالکل حق بجانب تھے۔ لیکن ہمیں اسکا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ رومنوں کا مقصد یہ تھا کہ یہ آزادی محض نام ہی کی ہو۔ گو یہ ممکن ہے کہ بہت سے رومن یونانیوں کے طرز عمل پر اثر ڈالنا چاہتے ہوں، لیکن اس سے خاکنائے والے اعلان سے کچھ تعلق نہیں تھا اور یہ اعلان دراصل ایک عملی مسئلے کا ایک نہایت ہی مناسب حل تھا۔

چونکہ پیلوپونیز میں نابس نے آرگوس حوالہ کرنے سے انکار کر دیا اسلئے یہاں کے معاملات ابھی تک پیچیدہ تھے۔ تیتوس نے کورنتھ میں حلیف یونانیوں کی ایک کانفرنس طلب کی اور انھوں نے یہ تصفیہ کیا کہ نابس سے جنگ چھیڑنی چاہئیے، اور فیلقوس نے بھی (جسے پہلے ہی نابس سے پرخاش تھی) اپنی فوج حلیفوں کی مدد کے لئے روانہ کی۔ تیتوس زبردستی اسپارٹا میں جا گھسا لیکن جب اسپارٹیوں نے اپنے شہر میں آگ لگا دی تو اسے شہر چھوڑ دینا پڑا۔ اب اس نے نابس کے ساتھ ایک صلحنامہ کیا جسکے بموجب نابس نے اسکے جملہ مطالبات کو منظور کر لیا اور نہ صرف آرگوس کو (جو حال ہی میں اسکے پنجے سے نکل چکا تھا) آزاد قرار دیا بلکہ کریٹ کے ان مقامات سے بھی دست بردار

باب ۱۶

ہو گئے جو انکے قبضے میں تھے اور اپنا بیڑہ بھی رومنوں کے حوالہ کردیا نیز وہ لقونوی جو نابس کے مخالف تھے انھیں جنوبی لقونیہ میں آزادانہ طور پر رہنے کی اجازت مل گئی (سنہ ۱۹۵ ق م)۔ الغرض اسطرح سے نابس کا کوئی تعلق سمندر سے نہیں رہا، اور یہ صورت حال ایسی تھی جو کسی بحری قزاق کو کبھی پسند نہیں آسکتی تھی ثہ

سنہ ۱۹۴ ق م میں رومنوں نے اپنے رسالے دیمتریاس، خالکس اور ریوس، ایریتریا، اور اکروکورنتھوس سے واپس بلالیئے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اس سے رومنوں کی خالص بےنفسی ٹپکتی تھی، لیکن یہ فعل مدبرانہ نہیں تھا، اسلئے اسکے بعد رومنوں کو یہ معلوم کرنے کا کوئی طریقہ بھی باقی نہیں تھا کہ انطاکوس کس کس انداز سے یونان میں اپنا بول بالا کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔

الغرض فیلقوس کے شکست پر یونان کی حالت ناقابل اطمینان نہیں تھی۔ مورخوں کو چاہئے کہ اس واقعے کو تسلیم کر کے حالات کو اپنے اصلی قالب میں دیکھنے کی کوشش کریں۔ ہمیں افسوس ہے کہ علی العموم مورخ صحیح نقطۂ نظر کا اتباع نہیں کرتے، اور سنہ ۲۰۰ ق م کے یونانیوں کو بد اخلاق اور رومنوں کو بے ایمان سمجھا جاتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یونانیوں میں پہلے ہی کی سی اعلیٰ صفات موجود تھیں، اور ابی دوس کے شہریوں نے ثابت کردیا کہ ان میں پرانی سورمائیت اسوقت تک موجود ہے اور وہ ساگنتیوں یا سرقسطہ و پوئبلہ کے باشندوں سے انتہائی جرات وہمت میں کسی آن کم نہیں رہے

ثہ یونمیس نے بھی نابس کے خلاف جنگ میں حصہ لیا؛ یہ نوشتوں سے ظاہر ہوتا ہے؛ فرینکل، نمبر ۶۰، ۶۱۔ نابس سے صلحنامہ اور اسکے شرائط؛ لیوی، ۳۴، ۳۵، ۴۸، ۳۰، ۳۱۔ نیز دیکھو میشکے: "آثار تاریخ یومنیس دوم" Meischke: Symbolæ ad Eum. II. hist لائپزگ سنہ ۱۸۹۲ء صفحہ ۲۶۔

باب ۱۶

رومن تو وہ اتنے ہی کم خود غرض تھے جتنا ایک مملکت دوسرے کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ بلاشبہ یونانی آپس میں اتحاد نہیں کر سکتے تھے، لیکن اس سے انکی بد اخلاقی لازم نہیں آتی۔ کیا گوئلف اور گبے لین اسلئے بد اخلاق تھے کہ وہ آخر تک برابر آپس میں لڑتے رہے؟ انگلستان کے کیوےلیئر اور ”گول سرون“ کو نا لائق کہا جا سکتا ہے؟ اگر دوسری صدی ق م کے نصف اوّل کے یونانی باتیں زیادہ کرتے اور عمل کم تو ایسی حالت میں ہم انھیں زوال پذیر کہنے میں حق بجانب ہوتے، لیکن اسکے بجائے ضرورت کے وقت وہ بر سر پیکار ہوگئے، اور ہمارے نزدیک فلوپوئے من اور ابی دوس کے شہری کسی ملک اور کسی عہد کے لئے بھی باعث زینت ہونگے۔

پھر ہمیں یونانیوں کی طرح رومنوں کے ساتھ بھی انصاف کرنا چاہئے اسلئے کہ انھوں نے فیلقوس جیسے حکمراں کی مخالفت کی اور تہذیب و تمدن کی پشت پناہی کی۔ جب ہم آگے بڑھکر انکے یونانیوں سے جو تعلقات تھے ان پر عام نظر ڈالیں تو پہلا معاملہ جن پر ہمیں نظر ڈالنی پڑے گی وہ انکے یونانی معاملات میں مداخلت کے اسباب کا مسئلہ ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس مداخلت کا فوری سبب یہ تھا کہ الیریائی قزاقوں کے تدمغ کو کسی نہ کسی طرح سے زیر کیا جائے اسلئے کہ خود یونانی ان کا کوئی بال بیکا نہیں کر سکتے تھے۔ پھر دوسری بات جو قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ رومنوں کے سب سے زبردست حلیف اس عہد کے امن پسند مملکتیں یعنی رھوڈز، پرگامم و ایتھنز تھے۔ آخر میں ہمیں یہ کہنا ہے کہ جو کچھ بھی مداخلت رومنوں نے کی وہ صرف اسلئے کہ انھیں خود یونانیوں کے مختلف فریقوں نے مداخلت کی دعوت دی تھی اور یہ مداخلت محض قانونی اسباب کی بنا پر دی گئی تھی۔ مدت دراز سے یونانیوں میں اتفاق کا فقدان تھا، اور مدت دراز ہی سے

انھوں نے اس کی ضرورت سمجھی تھی کہ کسی نہ کسی طرح سے اس نقیدان اتحاد پر غالب آجائیں، چنانچہ اس مقصد کے حصول کیلئے وہ کبھی غیر ممالک سے مدد دینے میں کبھی نہیں چوکے۔ پرھوس کے زمانے سے رومن مجلس سینات اپنی دوراندیشی اور استقلال کے لئے مشہور تھی، چنانچہ اگر یہ مجلس دست اندازی کرے اور کسی معاملے میں ثالثی کی کوشش کرے تو یونانی اسے غیر موزون نہیں سمجھتے تھے اور ہر حال میں انھیں اس سے فائدہ ہی فائدہ تھا۔ پھر روما، تیتوس کے وساطت سے جو عمل کیا وہ یونانیوں کیلئے ابتدا میں مفید معلوم ہوتا تھا، اور گو امتداد زمانہ سے اس کا افادی پہلو باقی نہیں رہا تو اسکی ایک وجہ یہ تھی کہ یونانیوں میں لاانتہا ہی تفرقے پھیلے ہوئے تھے اور دوسری یہ کہ امتداد زمانہ سے خود رومنوں کے خصائص میں فرق آگیا تھا اور انمیں قوت وسطوت نے جگہ کرلی تھی۔ ہمارے نزدیک سنہ ۲۰۰ ق م میں رومن سینیات کا وجود دنیائے یونان کے لئے یقیناً مفید تھا، اور ایک سو سال بعد شائد ایک ناپسندیدہ ضرورت۔

ہمیں یہ نہیں چاہئیے کہ جو کچھ روما دوسروں کے طلب پر یا ازخود کرتا ہے اسمیں محض حرص و آز کا اثر دیکھیں اور ہماری دانست میں بغیر ایک عظیم الشان اخلاقی قوت کے روما تمام دنیائے معلوم کا اپنی سلطنت میں الحاق نہیں کرسکتا تھا۔ اس الحاق کا باعث اسکے بڑے بڑے سپہ سالار نہیں تھے اسلئے کہ انکے علاوہ دوسری اقوام بھی صفحۂ ہستی پر موجود تھیں جو ہنی بعل جیسے لاثانی سردار پیدا کرسکتی تھیں۔ ہمارے نزدیک روما کی ترقی کا راز محض قوت اور چالبازی، میں مضمر نہیں تھا، بلکہ اس کشش میں مضمر تھا جو ایسی مملکت میں، جس کا قانونی نظام لاثانی ہو، ایک ایسی جمہوریہ میں مضمر تھا جو دوسرے جمہوریوں کو بالکلیہ زیر کرنا نہ چاہتی ہو بلکہ جس نے

باب ۱۶

اپنے زیر حمایت مملکتوں کے متنوع ادارات کو تقریبًا بلا کسی قسم کی تبدیلی کے اپنے حال پر چھوڑ دیا تھا۔

لیکن ساتھ ہی ہمارا یہ خیال کہ روما کی ترقی کی بنیاد اس کی کشش پر اور ایک خاص فطری قانون پر تھی اس بات کا منافی نہیں ہے کہ خاص خاص مواقع پر حکمت عملی یعنی ایک خاص قسم کی ترکیب سے بھی اس کے اقتدار میں ترقی ہوئی، اور اس طرز عمل کی رہبری بعض مرتبہ محض خیالات نے کی اور بعض مرتبہ عملی ضروریات نے۔ تاہم ان سب کی اہمیت ثانوی تھی، اور اصلی چیز وہی غیر شعوری مقناطیسیت تھی جس کا اوپر بیان کیا گیا ہے۔ ایک روز افزوں رو جو روز بروز ناقابل مدافعت ہوتی جا رہی تھی اور جو باد مخالفت پر روز بروز حاوی ہوتی جاتی اور جملہ ادارات خصوصًا ملوکی ادارات کو بہائے لئے جاتی تھی اسنے بحیرۂ روم کے ساحلی علاقوں کو جو امن و امان کے خواہاں تھے روما کی گویا گود میں لا ڈالا[۵]

---

[۵] ہمارے نزدیک اس عہد میں روما اور اسکے مخالفوں کو، خصوصًا جب وہ مخالف بادشاہ ہوں، ایک ہی نظر سے دیکھنا درست نہیں؛ اسلئے کہ بادشاہ ملک فتح کرتے ہیں لیکن روما کی حکمت عملی فتوحات پر مبنی نہیں ہے۔ ۱ "مکابیان" ۸، ۱ میں روما کی جو الفاظ عالیہ میں تعریف و توصیف کی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری صدی ق م جیسے قریب زمانے میں اسکا کیا رتبہ سمجھا جاتا تھا، یہاں مرقوم ہے کہ روما انصاف پسند، دور اندیش اور اقوام کا حامی ہے اور یہاں ۳۲۰ اشخاص جنکے ہاتھ میں حکومت کی کل ہے، جو ہر سال سربراہ کار مملکت مقرر کرتے ہیں، جو مخالف اقوام و ملوک کو نیچا دکھاتے ہیں لیکن دوستوں کے ساتھ جو وعدے کئے ہیں انھیں پورا کرتے ہیں، ان سب چیزوں کا اثر اس دنیا پر نہایت زبردست پڑا ہوگا۔ ایفائے وعدہ کی یہ آخری صفت ایسی تھی جو اس زمانے کے بادشاہوں میں ناپید تھی، گو اس بارے میں بہت کم ایسے بادشاہ ہونگے جو فلیقوس کی طرح اپنے وعدوں سے بے پرواہ ہونگے۔ ظاہر ہے کہ روما ہمیشہ اپنی شہرت کے معیار پر پورا نہیں اترتا تھا۔

باب ۱۷

باب ہفدہم

رومنوں کی آویزش انطاکوس ایتولیوں اور غالطیوں کے ساتھ

سنہ ۱۹۲ ق م تا سنہ ۱۸۹ ق م

اگر انطاکوس سوم نے روما کے خلاف فیلقوس کا ساتھ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ـ لیکن آخر یہ انسانیت کا ہی تقاضا ہے ۔ اس عہد میں ملوکیت انانیت کا مترادف سمجھا جاتا تھا اور جمہوریت ایسی حکومت کے مترادف سمجھی جاتی تھی جس کی باگ تمام شہریوں کے قبضے میں ہوتی ۔ اسمیں شبہ نہیں کہ بادشاہ بعض مرتبہ یونانی شہروں کے آزادی کی عزت کرتے تھے، لیکن وہ جنگ خود اپنے ہی غرض سے کرتے تھے جسکی وجہ سے شہر انکے جھگڑوں میں مبتلا ہوجاتے تھے ۔ لیکن روما کی صورت حال اس سے مختلف تھی ۔ دونوں کے درمیان منفصلہ ذیل تباین نظر آتا ہے؛ بادشاہوں کی قوت مطلق العنانی پر مبنی تھی اور اسکے ساتھ بہیمی اقتدار، اور نیچے درجہ کے خصائص والے درباری؛ رومنوں میں قانون کی عزت اور اعلیٰ خیال کے مدبر۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں کے درمیان وزن جس طرف ہوگا وہ ظاہر ہے پھر کیا رومنوں نے وہ نہیں کیا جو مقدونوی مجموعہ ممالک نے کبھی نہیں کیا تھا یعنی ایک وسیع رقبے میں امن و امان قائم کی؟ ہرٹزبرگ (۱، ۹۷) یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ اس زمانے کا یونانی "اخلاقی معیار پر پورا نہیں اترتا تھا" اور اسکے ثبوت میں بہت کچھ واقعات پیش کرتا ہے؛ لیکن یہ واقعہ

دیا ہوتا تو اس سے اسی کا فائدہ تھا[1] یہ سچ ہے کہ بادشاہوں کے لئے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ — ہے کہ حب وطن اور محبت آزادی بالکل مردہ نہیں ہوگئی تھیں، اور بلاشبہ ان اوصاف میں کچھ کم غلو نہ تھا۔ ہر تز برگ کہتا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آیا جب یونانیوں کے لئے مقدونی حکومت پردیسی حکومت نہیں رہی تھی؛ لیکن ہمیں شبہ نہیں کہ یہ ایک ملوکی سیادت کے مترادف تھی اور یونانیوں کو اس قسم کے سیادت کی مطلق ضرورت نہ تھی۔ اسمیں شک نہیں کہ فیلقوس محض اپنے ذاتی مفاد کی خاطر یونان پر قابو یافتہ ہونا چاہتا تھا، اور یونان کے لئے اسکی برداشت کرنے کی آخر کون ضرورت تھی؟ بلاشبہ روما کی زبان اور تمدن یونانیوں کے لئے بالکل نئے تھے، لیکن اسکی نظر میں یونانی تمدن کی اس درجہ عزت تھی کہ وہ ذہنی اعتبار سے مقدونی بادشاہوں سے بھی زیادہ یونانیوں کے ساتھ وابستہ تھے۔

اسی عہد کے یونان کا تیرھویں صدی عیسوی کے اٹلی سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے یہاں بھی دانتے جیسے عالی منش اور عالی دماغ شخص نے اسمیں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا ایک پردیسی یعنی رومن شہنشاہ اطالویوں کی آپس میں صلح کرادے۔ ایسی ریاستوں کے لئے جنھیں اقتدار اعلیٰ حاصل ہو اور جنھیں اپنی آزادی کا پورا خیال ہو جسکی وجہ سے وہ کسی قسم کا وفاقی دستور اپنے لئے پسند نہ کرتی ہوں ایسی مملکتوں کے لئے ایک دیسی ذہنی اقتدار شخصیت کی ضرورت پڑتی ہے جو انسے بالاتر ہو اور جو انکے طرز عمل میں اعتدال کی کیفیت پیدا کر سکے۔

ا۔ و۔ شلیگل A. W. Schlegel نے اپنی کتاب "روما" Rom. میں اس شہر کی تعریف کرتے ہوئے بالکل ٹھیک کہتا ہے کہ "رومن" مختلف سلطنتوں کے ثالث اور بادشاہوں کے جلاد بننے کیلئے تماشا گاہ پر نمودار ہوتے تھے۔

[1] ہمارے اسناد خاص طور پر لیوی، کتاب ۳۵ تا ۳۸ اجزا، پولی بیوس کتاب ۳۰ و ۳۱، اور اپیان: سوریہ Appian: Syriake ہیں، اور اس آخری کتاب میں رھوڈزی امیر البحر کا نام پوسی ماخوس بیان کیا گیا ہے۔ ابواب ۴ و ۵ میں اپیان کو مصری معاملات کے بابت جو معلومات ہیں وہ ناقص ہیں۔

مقابلہ کرو ک۔ نیئسے: "ماخذ تاریخ یونیس دوم" لائپزگ سنہ ۱۸۹۲ء ص ۶۷ وغیرہ۔ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ دیگر)

باب ۱۷

ایسے مخالفوں میں حصہ لینا جن میں استحکام ہو نہایت ہی دشوار تھا اسلئے کہ انکی حکمت عملی کلیتہً لوٹ مار پر مشتمل ہو گئی تھی اور یہ بادشاہ اسکی پروا بہت کم کرتے تھے کہ انکے لوٹ مار کے ہدف انکے دشمن ہیں یا وقتی دوست؛ چنانچہ فیلقوس اور انطاکوس کے مابین جو مخالفہ تھا اسکی واحد بنیاد یہ تھی کہ ان دونوں میں کوئی بھی دوسرے کو لوٹ مار سے باز نہیں رکھ سکتا تھا لیکن اسی حکمت عملی کی وجہ سے فیلقوس اور روما میں آویزش ہو گئی تھی اور اب انطاکوس بھی فیلقوس کے قدم بقدم چلنے لگا۔

رومنوں نے مقدونیہ سے جو صلح کی تھی اسکے مطابق انھوں نے ایشیائے کوچک کے ان شہروں کا تیا پانچا کر دیا تھا جنھیں انطاکوس خود اپنے تصور کرتا تھا۔ گو ان کا مطلب اسوقت صرف یہ تھا کہ یہ شہر آزاد ہو جائیں لیکن اس سے انطاکوس اور بھی زیادہ ناراض ہو گیا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ سنہ ۱۹۷ ق م میں انطاکوس کی کوششیں؛ لیوی ۳۳، ۱۹: ”انطاکوس نے کلیکیہ، لکیہ اور کاریہ میں ان شہروں پر حملہ کیا جو بطلیموس کے قبضے میں تھے اور فوج اور بیڑے دونوں سے اس حملے میں کام لیا“۔

انطاکوس ایشیائے کوچک میں علاقے فتح کرتا ہے اور رھوڈز کے ساتھ جھگڑا مول لیتا ہے (سنہ ۱۹۷ ق م)؛ لیوی، ۳۳، ۲۰، ۲۱۔ ”رھوڈزی“ ان بلدیات کی آزادی کی حفاظت کرتے ہیں جو بطالسہ کی حلیف ہیں، (یعنی کاؤنوس، مندوس، ہالی کارناسوس، ساموس)؛ لیوی ۳۳، ۲۰۔ دیکھو اوپر، باب ۱۴، حاشیہ ۳۔

سنہ ۱۹۶ ق م میں انطاکوس، ہلیس پونٹ پر اور تھریس میں؛ لیوی، ۳۳، ۳۸/۴۱ ۔ ہم پولی بوس ۱۸، ۴۱ سے یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ انطاکوس نے افیسوس پر سنہ ۱۹۷ ق م میں قبضہ کر لیا ہوگا؛ نیز لیوی ۳۳، ۳۸ (سنہ ۱۹۶ ق م) سے بھی ہم یہی استدلال کر سکتے ہیں، اسلئے کہ یہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اسنے موسم سرما بسر کرنے کے لئے اس شہر میں پڑاؤ ڈالا تھا۔

باب ۱۷

اور فیلقوس کے ناکامی کے بعد اُس نے ان سب شہروں کا دعویٰ کیا جنھیں فیلقوس نے فتح کیا تھا یا جنکا اسنے کبھی مطالبہ کیا تھا جنگ مقدونیہ کے دوران میں اسنے کلیکیہ لیکیہ اور کاریہ میں فتوحات کے ذریعہ سے مصر کو نقصان پہنچایا تھا اور ساتھ ہی رھوڈز کو اپنا مدمقابل بنا لیا تھا۔ اب رھوڈزیوں نے اسکے پاس پیغام بھیجا کہ دیکھو چیلی ڈونیائے والی راس سے آگے نہ بڑھنا؛ اسکی اسنے ضرور تعمیل کی لیکن گویا اسکے معاوضے میں اقلیمی علاقے کے جسقدر زیادہ رقبے پر ممکن ہوا قبضہ کر لیا۔ رھوڈزہی مصر کے حلیفوں یعنی کاؤنوس مینڈوس، ہالی کارناسوس اور ساموس کی حفاظت کر رہے تھے، لیکن انطاکوس نے ایفی سوس پر قبضہ کرکے اسے اپنا مرکز بنا لیا اسکی خواہش یہ تھی کہ باقی ماندہ ایشیائے کوچک لے کر اسکے بعد تھریسیا پر قبضہ کر لے۔ اسے یاد تھا کہ میں اُسی سلیوکوس کا جانشین ہوں جسنے سو برس پہلے لیزی ماخوس کو نیچا دکھایا تھا اور اس نے اب یہ دعویٰ کیا کہ اگر میرے جد کو یک بیک موت کے گھاٹ نہ اُتار دیا جاتا تو جن علاقوں کو وہ اپنی سلطنت میں ملحق کر لیتا وہ سب میرے ہی قبضے میں ہوتے۔ بدیں سبب وہ ایشیائے پیش اور تھریس میں گویا فیلقوس کا جانشین بن گیا، اور اسی کی طرح ان ریاستوں کو جو کم وبیش آزاد تھیں دق کرنے لگا؛ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سلیوکیوں نے یونانی عنصر کے ساتھ جو سلوک کیا وہ اس سختی کا عشر عشیر بھی نہ تھا جو فیلقوس نے انکے ساتھ روا رکھی تھی انھوں نے کبھی کسی بستی کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا جیسا فیلقوس نے ابی ڈوس اور دوسری یونانی بلدیات کے باشندوں کے ساتھ کیا تھا۔ یہی برتاؤ تھا جسکی وجہ سے جہاں فیلقوس کو اپنے حلیف بنانے میں ناکامی ہوئی تھی وہاں انطاکوس کو بہت سے حلیف مل گئے۔ ۱۹۶؁ ق م کے اوائل ہی میں انطاکوس تھریس گیا

باب ۱۷

اور شہر لیزی ماخیہ کی، جسے فیلقوس نے برباد کر دیا تھا، مرمت کی۔ یہاں اسے رومن سفراء ملے جنھوں نے اس سے تھریس اور ایشیا کے شہروں کو چھوڑ دینے کے لئے اور مصری مقبوضات پر حملہ نہ کرنیکا وعدہ کیا۔ اسکا اسنے یہ جواب دیا کہ میں محض اپنے حقوق کا ایفا چاہتا ہوں، رہا مصر، سو اسمیں اور بطلیموس میں پورا اتفاق ہے اور شاہ مصر کو اس سے کسی قسم کی شکایت نہیں ہے، نہ صرف یہ بلکہ بطلیموس اسکا حلیف اور اسکا نیک داماد ہے۔ اس جواب سے روما کی توہین ہی نہیں ہوئی بلکہ اس کے اثر کو دھکا بھی لگا[2] انطاکوس اور

---

[2] روما اور فیلقوس کے درمیان جو جنگ ہوئی اسمیں ایشیا کے صورتِ حال میں جو تبدیلی ہوئی تھی اسے درست زاویۂ نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ سنہ ۱۹۵ ق م میں کوہ پانیوم پر انطاکوس کو جو کامیابی ہوئی اسکے بعد اسنے ترکیب چلکر مصر سے مفاہمت کرلی اور اس مفاہمت کے بموجب (بغیر اپنے حلیف روما سے رائے لینے کے) مصر نے بادشاہ سوریہ کے ساتھ چند در چند مراعات کیں، یعنی اپنے مقبوضات ایشیائے کوچک و تھریس سے دست بردار ہوگیا اور اسکے معاوضے میں جنوبی سوریہ کو (جسپر حال ہی میں انطاکوس قابض ہوگیا تھا) وقتی طور پر کام میں لانے کی اجازت حاصل کرلی۔ اس مفاہمت کو ابتدا میں رومنوں سے راز میں رکھا گیا تھا، اور اس کے مطابق اب انطاکوس تھریس تک میں مدعی کی حیثیت سے نمودار ہوتا ہے اور سنہ ۱۹۶ ق م میں لیزی ماخیہ کے مقام پر رومنوں کو ایشیا کے بطلیموسی مقبوضات کے بابت حسب ذیل جواب دیتا ہے:— ”بلدیات کی یہ شکایت ہے کہ آپ ان علاقوں پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں جو اصل میں بطلیموس کے مملوکہ ہیں درانحالیکہ بطلیموس کے ساتھ اچھے تعلقات ہیں اور اسکے ساتھ تعامل کرنے کی بھی ضرورت ہے“؛ لیوی ۳۳، ۴۰۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انطاکوس اور مصری وزرا نے چال چلکر رومنوں پر بازی لے لی تھی، اور اسطرح انطاکوس بغایت خطرناک ہوگیا تھا۔ اگر ہم اس صورتِ حال سے متفق ہوجائیں تو پھر ہم اپنے Ihne کی اس رائے سے ہرگز اتفاق نہیں کرسکتے“ ”تاریخ روما“ Rœm.Gesch ۳، ۱/۷، (جس سے Baed.Unteræg ۲، ۱/۱ اتفاق کرتا ہے) کہ رومنوں نے مصر کو لٹکتے میں چھوڑ دیا تھا؛ بلکہ اس کے برعکس واقعہ یہ تھا کہ مصر نے روما کے خلاف

باب ۱۷ روما کے درمیان جو کشمکش تھی اس واقعہ سے پہلے سے بھی زیادہ اضافہ ہوا کہ ہنی بعل، جیسے رومنوں کے کہنے سے قرطاجنہ کو خیرباد

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ — چال چلی تھی اور یہ مفاہمت کر کے خود اپنے حوصلوں اور آرزوؤں پر پانی پھیر دیا تھا۔ مصر کو ایسا کرنے کا کسی حالت میں حق نہیں تھا۔ علاوہ ازیں مصر جیسی فرسودہ مملکت کو کسی قسم کے حوصلہ مندانہ طرز عمل اختیار کرنے کا کوئی حق نہیں تھا، ہم دیکھ چکے ہیں کہ علاوہ ان جرائم کے جس کا ارتکاب کرنے میں وہ آزاد تھا، باقی امور میں وہ اپنے وزرا کے قبضے میں گویا ایک کٹھ پتلی تھا، اور اگر ان وزرا نے شاہی رشوتیں کھا کر ایک خاص طرز عمل اختیار کیا تو اس کی وجہ سے مصر کی حالت پہلے سے یہ بہتر ہوگئی نہ بدتر۔ صرف فرق یہ پیدا ہوا کہ اب نہ صرف روما کو مصر کو اپنے حلقۂ اثر میں کھینچ لینے کا حق پیدا ہو گیا بلکہ اب امن پسند بحری مملکتوں کے لیگ میں مصر نے خود اپنی خوشی سے جو جگہ خالی کی تھی اسے روما نے کمال اطمینان سے پُر کر دیا اور اسطرح اس نے انطاکوس کو پونتوس کے آزادانہ جہاز رانی کو روک دینے سے اسیطرح باز رکھا جیسے اس سے پہلے اسنے فیلقوس کو باز رکھا تھا۔ چونکہ مصر اپنی خوشی خاطر سے اس لیگ سے نکل گیا تھا اسلئے روما نے اپنے داؤ کو دوگنا کر دیا۔ ان سب واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۹۷ ق م ایشیائے پشین کے لئے نہایت اہم ہے۔ یہاں مصر کو ایک سو سال سے جو رتبہ حاصل تھا اس سے وہ انطاکوس کے حق میں دست بردار ہوتا ہے اور اب انطاکوس گویا رومنوں سے مخاطب ہو کر یہ کہہ سکتا ہے کہ "اب آپکو غیر ضروری تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں اسلئے کہ مصر آپکی امداد کا خواہاں نہیں ہے۔" لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہی وہ کامیابی تھی جسکی وجہ سے اس کا آخر کار بالکل خاتمہ ہوگیا۔ اگر اس میں یہ تسلیم کرنیکی عقل ہوتی کہ اسکے لیئے تھریس سے دست بردار ہونا ہی بہتر ہے تو پھر اغلب امر یہ ہے کہ روما اسے ایشیا میں آزاد چھوڑ دیتا لیکن اس کے اس خیال کی وجہ سے کہ اول تو اسے تھریس کا دعویٰ کرنا چاہیئے اور دوسرے یہ کہ اسکا فرض ہے کہ نابس اجی نامدر اور ایتولیوں کی آزادی کی حفاظت کرے تو اسے نہ صرف اپنے حال کے مقبوضات سے دست بردار ہونا پڑا بلکہ ان علاقوں کو بھی چھوڑ دینا پڑا جو اسکی سلطنت میں پہلے سے شامل تھے۔

باب ۱۷

کہنا پڑا تھا، سنہ ۱۹۵ ق م میں انطاکوس سے ملنے اینی سوس آیا اور وہاں پہونچکر بادشاہ کے صلاح کاروں میں شامل ہوگیا۔ انطاکوس نے وقتی طور پر روما کے ساتھ جنگ کرنے سے گریز کیا لیکن ساتھ ہی اس نے نہ صرف بیزنطہ اور غالطیوں کے ساتھ گفت وشنود کی اور بطلیموس سے صلح کرلی، بلکہ اریاراتیس حکمراں کاپادوسیہ سے محالفہ کرلیا، اور اسطرح آنیوالی جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہوگیا اور یہ بھی کوشش کرنے لگا کہ یومنیس شاہ پرگامم بھی جو سنہ ۱۹۷ ق م ہی میں تخت نشین ہوا تھا، اسکی طرف آجائے، لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہوا، اور یومنیس نے اسکا ساتھ دینے کے بجائے شام کے بادشاہ سے جنگ چھیڑنے کے لئے رومنوں کو حتی الامکان اکسانے کی کوشش کی۔

سنہ ۱۹۴/۱۹۳ ق م میں ایشیا کے آئندہ بندوبست کے لئے روما میں گفت وشنود شروع ہوئی[۱۳] اب روما کو ہر شخص یونانی جھگڑوں میں ثالث تسلیم کرنے لگا تھا، اور ایسے معاملات میں رومن سینات خاص طور پر تیتوس کوئنک تیوس کے رائے پر کان دھرتی تھی اسلئے کہ اسے مقدونیہ پر نہایت درخشاں کامیابی حاصل ہوئی تھی اور اب وہ اپنے لئے مزید جنگی کامیابیوں کا خواہاں نہیں تھا۔ دوسرے حکمرانوں کی طرح انطاکوس نے بھی روما اپنے سفیر بظاہر اس لئے روانہ کئے تھے رومنوں سے محالفہ کریں اسلئے کہ وہ معاملات ایشیا میں انکی مداخلت کے اصول کو تسلیم ہی نہیں کرتا تھا۔ اسکے جواب میں رومنوں نے شاہی سفیروں سے مطالبہ کیا کہ یا تو انطاکوس یورپ کو اپنے حال پر چھوڑ دے ورنہ پھر روما کے اِس حق کو

---

[۱۳] سنہ ۱۹۴/۱۹۳ ق م میں روما کے ساتھ گفت وشنود، لیوی ۳۴، ۵۷/۵۹، تیتوس کوئنک توس اسکا دعوی کرتا ہے کہ "یونانیوں کی آزادی کی حفاظت" رومنوں کے ساتھ وابستہ ہے۔

باب ۱۷

تسلیم کریگا کہ وہ ایشیائی یونانیوں کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ اسپر شامی سفیروں یعنی مینوپس و ہگیسیاناکس نے یہ جواب دیا کہ ہمیں ملک کسی کو دیدینے کا اختیار نہیں ہے، چنانچہ مزید گفت و شنود ایشیا کو ملتوی کردی گئی جہاں وہی رومن سفیر روانہ ہوئے جنھوں نے اس سے پہلے لیزی ماخیہ میں انطاکوس سے ملاقات کی تھی۔ وہ ایلیہ اور پرگامم ہوتے ہوئے ایفی سوس گئے جہاں ہنی بعل بھی ٹھیرا ہوا تھا۔ اس سفارت کے سردار پ۔ ولیوس نے ہنی بعل سے دوستی گانٹھی جسکی وجہ سے انطاکوس کو اس قرطاجنی کی طرف سے شبہ پیدا ہوگیا، چنانچہ اس نے آنیوالی جنگ میں اس سے مشورہ نہیں کیا جسکے باعث خود اسی کو نقصان اٹھانا پڑا۔ بادشاہ نے رومنوں کے دعاوی کو اسلئے اور بھی قبول نہیں کیا کہ اسے خاص یونان سے حلیف ملنے کی امید ہوگئی تھی۔ ایتولیوں کا خیال تھا کہ رومنوں نے انھیں مال غنیمت میں سے وہ حصّہ نہیں دیا جسکے وہ مستحق تھے، چنانچہ انھوں نے انطاکوس کے پاس یہ پیام بھیجا کہ روما کے ساتھ جنگ ہو تو وہ اسے نہایت قابل قدر مدد دینگے اور ساتھ ہی یہ بھی وعدہ کیا کہ انطاکوس کو فیلقوس شاہ مقدونیہ، امینانڈر والی اتھامانیہ اور نابس کی مدد بھی دلوا دینگے۔ فیلقوس اس اتحاد میں شریک ہوجاتا تو شائد پلڑا بھاری ہوجاتا لیکن وہ الگ ہی رہا، اور باقی دونوں حکمران روما کے ساتھ جنگ میں بالکل بے کار تھے۔

انطاکوس نے براہ راست تو مشرقی تدمغ کے اصول پر کاربند ہوکر رومن سفیروں سے براہ راست گفتگو کرنا ترک کردی تھی، اسنے اب اپنے وزیر اعظم مینوں کے ذریعے سے ولیوس اور سلپی کیوس سے کہلا بھیجا کہ ایشیا کے شہر جنمیں سمرنا، لمپساکوس اور اسکندریہ تروآس شامل ہیں میری ملکیت ہیں، اور اگر روما میرا حلیف ہونا منظور کرے تو میں رہوڈز، بیزنطہ، کیزکوس اور بعض دوسرے مقامات کی آزادی کو

باب ۱۴

تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ظاہر ہے کہ ایسے شخص کے لئے جو اپنے آپکو روما کا ہم پلہ سمجھتا ہو، یہ سب بغایت مہربانی آمیز شرائط تھے۔ لیکن اسے جو اپنے اوپر اعتماد تھا وہ اتنا نہیں تھا کہ خاص اٹلی میں رومن علاقے پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو جائے، اور یہی وہ بات تھی جسے قرطاجنی پسند کرتے، مگر وہ یونان جانے اور وہاں رومنوں سے جنگ کرنے کیلئے تیار تھا۔

جنگ نابس نے شروع کی تھی؎ ظاہر ہے کہ یہ ناممکن تھا کہ نابس جیسا ناقابل اصلاح شخص بحری قزاقی میں حصہ لینے سے باز رکھا جائے، چنانچہ سنہ ۱۹۲ ق م میں وہ یک بیک گی تھیوم پر آپڑا۔ یہ شہر "آزاد لقونیوں" کے علاقے میں واقع تھا اور اکائیائی لیگ میں شامل تھا، چنانچہ اکائیائیوں نے فوراً ایک رسالہ گی تھیوم میں مقرر کیا، لیکن انہیں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ روما کے حلیف سے برسر پیکار ہوں، اسلئے انھوں نے روما سے مداخلت کرنے کے لئے استدعا کی۔ رومن مداخلت کے لئے تیار تھے، لیکن اسمیں انھوں نے جلدی نہیں کی جسپر اکائیائیوں کے استراتے گوس، فلوپوئے مین نے تنہا لڑائی شروع کر دی۔ لیکن نابس نے اسکے چھوٹے سے بیڑے کو شکست دے کر گی تھیوم پر قبضہ کر لیا، لیکن بری لڑائی میں اسی کو شکست ہوئی اور اسے اسپارٹا بھاگ جانا پڑا۔ اب تیتوس، جو معاملات یونان کے لئے

؎ نابس اور الیوتھیرو لقونوی؛ ہرٹزبرگ ۲، ۱۱، ۱۵۹؛ خصوصاً رویل: "اکائیائیوں اور نابس کی آخری جنگ" Ruehl: Der letzte Kampf der Achaier gegen'' Nabis سنہ ۱۸۸۳ء نیز دیکھو تیولیفر کا مضمون اکائیہ پر پاؤلی کے "محیط" میں۔ نابس کے مظالم، پولی بیوس ۱۳، ۶/۸؛ اسکی بیوی اپیگا، ۱۳، ۷؛ ۱۸، ۱۷۔ نابس کی وفات لیوی ۳۵، ۳۵۔ نابس کے خلاف پرگامم کے افواج بھی حصہ لیتی ہیں؛ پرگامم کے نوشتے، فرینکل ۶۲، ۶۳؛ دیکھو تیولیفر، نیز میشکے ص ۴۷ وغیرہ؛ میشکے اس جنگ کو مفصل بیان کرتا ہے۔

روما کا مستقل مامور مقرر ہوا تھا، میدان میں آگیا اور اُسنے فریقین کے مابین صلح کرا کر اکائیوں سے لقونیہ کا تخلیہ کرا دیا۔ اس طرح نابس کی مداخلت کا تو خاتمہ ہوگیا لیکن روما کے مخالفوں کو کوئی فائدہ نہیں پہونچا، اور اب ایتولیوں کی باری آئی جنھوں نے اسے ابھارا تھا۔ ایتولیوں کی جمعیت نے خود تیتوس کے روبرو یہ طے کیا کہ انطاکوس کو رومنوں سے یونان کو ایتولیوں کے مدد سے آزاد کرانے کے لئے دعوت دیجائے، اور جب تیتوس نے، جو اسوقت موجود تھا، اس قرارداد کی نقل مانگی تو استراتیگوس دمیقریتوس نے جواب دیا کہ قرارداد کی نقل کو وہ ایک لشکر جرار لے کر دریائے تائبر پہونچ کر حوالہ کریگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ لفاظی کی متعدی (بیماری) نے ایتولیہ کے عمل پسند کسانوں تک پر حملہ کر دیا تھا؛ رومن سنہ ۱۹۴ ق م ہی میں دیمتریاس کا تخلیہ کر چکے تھے، چنانچہ اب ایتولیوں نے مگنیٹیس میں سے جو لوگ انکے ہمنوا تھے انکی مدد سے اس مقام پر قبضہ کر لیا تو لطف یہ ہے کہ انھوں نے مگنیٹیس کو یہ یقین دلایا تھا کہ یہ مقام اب فیلقوس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ فیلقوس اس خیال سے کہ اگر وہ رومنوں کے طرف چلا گیا اور انکی خوب اچھی طرح مدد کی تو اسے بہت کچھ فائدہ ہوگا، اب کلیتہً روما کا طرفدار بن گیا۔ اسے رومن طرز عمل کی تائید کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انطاکوس نے اپنے طرزِ عمل سے بھول کر ایک شخص فیلقوس ساکن میگالوپوس کو جو امی ناندر کا نسبتی بھائی تھا خاص تخت مقدونیہ کا دعویدار بنا دیا تھا، اور اب فیلقوس نے اپنے دلمیں یہ ٹھانی کہ روما کا ساتھ دینے سے وہ اپنے حریف انطاکوس سے انتقام لے سکیگا۔ اسکے برعکس ایتولی تھو اس خالکس نہیں لے سکا، گو اسپارٹا ایتولیوں کے قبضے میں آنے سے بس بال بال بچ گیا۔ ہوا یہ کہ جب نابس کے راستے میں مشکلات حائل ہوئیں تو اسنے اپنی مدد کے لئے ایتولی سپاہی طلب کرلئے،

اور جب وہ سنہ ۱۹۲ ق م میں فوج کی قواعد پر سلامی لے رہا تھا تو ایتولیوں کے سپاہ دار الکسامنیس نے اسے جان سے مار ڈالا۔ ہمارے نزدیک اگر ایتولیوں نے اسپارٹا کے فوجی وسائل کو کام میں لانے پر قناعت کی ہوتی تو وہ اس محالفے سے مدت دراز تک مستفید ہوتے رہتے، لیکن اسکے بجائے انھوں نے شہر کو تاراج کر دیا جس سے اسپارٹنیوں کا جام صبر لبریز ہو گیا، چنانچہ حملہ آور انکو تہ تیغ کر کے خود اکائیائی لیگ میں شریک ہو گئے۔ یہ طرز عمل بالکل انوکھا تھا، اور اگر زمانہ حال کے خیالات درست ہوتے کہ رومنوں کو ہر جگہ مداخلت کرنے اور یونانیوں میں نفاق ڈلوانے میں مزا آتا تھا، تو اس حکمت عملی کے مطابق یہ مسئلہ ضرور بحث میں آنا چاہئے کہ اس پر رومن کیا کہینگے۔ لیکن رومن بالکل خاموش رہے اسلئے کہ جو کچھ یونانی اس وقت کر رہے تھے اس سے وہ اسوقت تک بے تعلق تھے جب تک انکے پاس شکایتیں نہ پہنچیں یا جب تک یونانی براہ راست انپر وار نہ کریں۔ یہی وہ اصول تھا جسکے مطابق ٹیٹوس عمل کرتا تھا یعنی جب جھگڑا ہو اسوقت ثالث کی طور پر مداخلت کر دے ورنہ یونانیوں کے معاملات سے بے تعلقی کا اظہار کرے۔ ظاہر ہے کہ یونانی آزاد تھے۔ علاوہ ازیں رومنوں کی خواہش تھی کہ اکائیائیو کو ناراض نہ کریں ورنہ انٹیاکوس اور ایتولیوں کے ساتھ جنگ کی صورت میں انکی مخالفت بنہایت تکلیف دہ ہوتی۔

اب تھواس نے ایشیا جاکر بادشاہ کو یونان آنے پر راضی کیا۔ اسمیں شک نہیں کہ اسنے ہنوز سمرنا، لمپساکوس اور اسکندریہ ترواس فتح نہیں کیا تھا، اور اکائیائی امدادی فوج کے عین موقعہ پر پرگامم میں داخل ہو جانے کی وجہ سے اس شہر پر بھی قبضہ نہیں کر سکا، تاہم وہ صرف دس ہزار پیادوں، پانچ سو سواروں اور چھ ہاتھیوں کو مع سو جنگی جہازوں کو اور دو سو

بار برداری کے جہازوں کے اپنے ساتھ لیکر سنہ ۱۹۲ ق م میں دیمتریاس پہونچ گیا۔[۵] ایتولیوں نے شہر لامیہ کے قریب لیگ کا ایک جلسہ کیا جسمیں انھوں نے انطاکوس کو اپنا سپہ سالار مقرر کیا۔ لطف یہ ہے کہ وہ اسوقت تک نہ صرف روما کے ساتھ بلکہ اکائیائیوں کے ساتھ بھی برسرِ پیکار نہیں تھا۔ اسے قانوناً تو یونان پر اتنا ہی دعوے تھا جتنا رومنوں کو تھا، اسلئے کہ یونانیوں نے اپنے جھگڑے طے کرنے کے لئے پہلے تو رومنوں کو اور پھر انطاکوس کو طلب کیا تھا؛ ظاہر ہے کہ اس سب معاملے کا اختتام جنگ ہی سے ہوسکتا تھا، لیکن انطاکوس کچھ ایسا تجربہ کار مدبر تھا اور اپنی حکمت عملی میں کچھ ایسا درست تھا کہ وہ بکمال ہوشیاری کے ساتھ بغیر کسی قسم کے قانونی نقص کے اور بغیر باضابطہ جنگ کے مختلف بلدیات کو مسخر کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے خالکس سے کہلا بھیجا کہ میں روما سے برسرپیکار نہیں ہوں اسلئے تم میرے ساتھ نہایت اطمینان سے محالفہ کرسکتے ہو، جسپر خالکس والوں نے جواب دیا کہ بہت اچھا ہم پہلے اپنے حلیفوں یعنی رومنوں کی اجازت لے لیں۔ اسنے اکائیائیوں سے غیر جانبدار رہنے کی استدعا کرنے کے لئے اپنے سفیر ایگیوم روانہ کئے جہاں تیتوس بھی موجود تھا۔ ان سفیروں کے گفتگو کا اکائیائیوں نے خاطر خواہ جواب نہیں دیا۔ لیکن اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ روما نے اکائیائیوں پر کسی قسم کا جبر کیا ہو۔ فلوپیمن کو صرف ایک بات کا خیال آیا تھا، اور یہ اپنے ہم ملکوں کی بہبودی تھی، اور اب وہ اس نتیجے پر پہونچا کہ اکائیائیوں کو روما سے گہرے تعلقات پیدا کرنے کی

---

[۵] جنگ کے مفصل حالات کیلئے دیکھو لیوی اور پولی بیوس۔ اکائیائی پرگاموم کو چھڑاتے ہیں؛ ڈٹن برگر ۲۰۸؛ فرنکل، ۶۴؛ تیوفر؛ "اکائیہ" پاؤلی کے مجموعے میں۔

باب ۲۲

ضرورت ہے چنانچہ انھوں نے بجائے غیر جانبدار رہنے کے یہ طے کیا کہ انطاکوس اور ایتولیوں سے جنگ کرنی چاہیے۔ اس واقع سے جنگ کے مدبرانہ مدارج تو ختم ہوئے، اور انطاکوس نے خالکس پر حملہ کرکے (جسکی مدافعت کرنے کے لئے صرف پانچ سو پرگامم والے اور پانچ سو اکائیائی موجود تھے) اسے مسخر کرلیا۔ اس کے بعد اس نے ایک ہزار آدمیوں کو ایلس روانہ کیا جو اسوقت تک ایتولیہ کے قبضے میں تھا، تاکہ وہاں سے اکائیائیوں کو دق کرتا رہے انطاکوس نے اپنے قدم بیوتیہ پر بھی جمائے۔ یہاں فیلقوس کے شکست پر سنہ ۱۹۷ ق م ہی میں اختلافات واقع ہوگئے تھے جن میں ان بیوتیوں کی مدد سے جو فیلقوس کی فوج میں سے گھر واپس آئے تھے، مقدونوی فریق برسر اقتدار ہوگیا تھا، لیکن اس کے بعد اس فریق کے رہبر براخی لاس کو روما کے بعض ہمنواؤں نے ملک عدم پہونچا دیا تھا جس پر غضب آلود بیوتیوں نے رومن سپاہیوں کو ایک ایک کرکے قتل کرڈالا جس ضلع میں رومنوں پر یہ مظالم ڈھائے گئے تھے وہاں کے باشندوں کو تیتوس نے سخت سخت سزائیں دیں جسکی وجہ سے بیوتیہ میں روما کی طرف سے اور بھی زیادہ تنفر کی لہر دوڑ گئی۔ اسی طرح اپیائروسیوں نے بھی انطاکوس سے کہلا بھیجا کہ اگر آپ اپیائروس آئیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ ہوجائیں گے۔ سنہ ۱۹۲ ق م کے اختتام سے پہلے انطاکوس نے تھسلی پر قبضہ کرنے کی کوشش کی، اور فیرائے اور سکوتوسا پر قبضہ کرلیا کینوس کیفالائے میں اُن مقدونوی سپاہیوں کے غیر مدفون لاشوں کو جو وہاں کام آئے تھے، دفن کیا، جس سے فیلقوس سخت پریشان ہوا، لیکن جب اس نے یہ سنا کہ ایک رومن مقدونوی فوج آرہی ہے تو اس نے لاریسہ کا محاصرہ اٹھاکر خالکس کی راہ لی۔ رومن فوج پیٹر بائی بیوس کے کمان میں تھی، جسے شاہ سوریہ کے یونان میں آنے کی اطلاع پر

رومنوں نے اپیائرہوس روانہ کیا تھا۔ بات یہ ہے کہ اسوقت تک رومنوں کو انطاکوس کے پیش نامے کے متعلق کوئی قطعی معلومات نہیں تھے اور انھیں خیال تھا کہ انطاکوس میں نقصان رسانی کی قابلیت موجود ہے جو واقعتاً اسمیں نہیں تھی۔ چنانچہ انھوں نے اسوقت تک اپنے تمام تر قوت واقتدار کا مرکز اور اٹلی اور سسلی ہی کو قرار دیا تھا۔

۱۹۱ سنہ ق م کے ابتدا میں رومن قوم نے انطاکوس کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا اور کانسل مارکوس اکی لیوس گلابریو کو فوج کا کمانڈر مقرر کرکے تقریباً چالیس ہزار سپاہیوں کو اسکے سپرد کر دیا۔ انطاکوس اکارنانیہ چلاگیا تھا جہاں پہونچکر اس نے میدیوم فتح کر لیا تھا لیکن اس کانسل کے اپولونیہ میں اترنے اور بیبوس اور فیلقوس کے اقدام کی خبریں سنکر وہ ایشیا سے کمک کا انتظار کرنے کے لئے خالکس واپس ہوگیا، لیکن جب یہ کمک آئی تو اتنی ہی کہ اب بھی اسکے پاس دس ہزار پیادوں اور پانچ ہزار سواروں سے زیادہ نہیں تھے۔ اور انہیں اب صرف چار ہزار ایتولیوں کا اضافہ ہوگیا۔ ہمارے نزدیک یہ مشرقی تفاخر کا ایک نمونہ ہے کہ اس فوج کو ساتھ لیکر انطاکوس کو روما سے لڑائی لڑنے کی ہمت ہوگئی۔ اس کے اس خیال میں ضرور تھوڑی بہت عقل کا شائبہ تھا کہ شمال کی طرف سے حملہ ہونیکی صورت میں وہ اس فوج کی مدد سے تھرموپلی پر قبضہ کرسکیگا خصوصاً ایسی حالت میں کہ ایتولیوں نے دروں کو مغرب کی طرف سے بند کر دیا تھا بہرحال اسکی یہ کوشش بھی ناکام ثابت ہوئی۔ گلابریو کا قائم مقام مارکوس پورکیوس کاتو جو ۱۹۵ سنہ ق م میں کانسل رہ چکا تھا، کوہ ایتہ کو عبور کرکے بادشاہ کے عقب میں پہونچ گیا۔ اس پر انطاکوس صرف پانچ سو سپاہیوں سمیت خالکس پہونچا، اور یہاں سے وہ بحری راستے سے ایفی سوس چلا گیا۔ اب بیوتیہ اور یوبیہ

باب ۱۷

نے ہتھیار ڈال دیئے۔ ایتولی اب بھی تھرموپلی کے قریب چند قلعہ بند مقامات خصوصاً ہرقلیہ و لامیہ پر قابض تھے، چنانچہ گلابریو نے ہرقلیہ کو زیر کیا اور عین جسوقت فیلقوس لامیہ پر قبضہ کرنے والا تھا اسوقت کانسل نے اسے اسکی ممانعت کر دی اسلئے کہ رومن یہ نہیں چاہتے تھے کہ شاہ مقدونیہ کو اس نواح میں کوئی علاقہ اپنے سلطنت میں الحاق کرنے کا موقع مل جائے۔ اب جب ایتولیوں نے صلح کرنے کی طرف اپنا میلان ظاہر کیا تو تیتوس نے تو یہ کہا کہ انکے سامنے نرم شرائط پیش کرے لیکن گلابریو نے اس اصول سے اختلاف کیا اور پہلی شرط تو یہ پیش کی کہ دو سر برآوردہ ایتولی اور اتھامانیس کے سرداروں کو انکے حوالہ کر دیا جائے، جس پر ایتولیوں نے لڑائی جاری رکھنے ہی کو مناسب سمجھا اور نئوپاکتوس میں رومنوں کی مدافعت شروع کی۔ اسی دوران میں تیتوس کے کہنے سے ایلیس اور مسینیہ والے اکائیائی لیگ میں شامل ہو گئے چنانچہ اب اس لیگ میں پیلوپونیز کی جملہ ریاستیں شامل ہو گئیں تھیں۔ اس کے معاوضے میں رومنوں نے زاکینتھوس کو اپنی حمایت میں لے لیا اور کورکائرا انکا پہلے سے ہی ضمیمہ بنا ہوا تھا چونکہ فیلقوس نے تھسلی میں کچھ اقدام کیا تھا اسلئے تیتوس نے اسکی نگرانی کرنا اپنا فرض سمجھا کہ ایتولیوں پر ضرورت سے زیادہ دباؤ تو نہیں پڑ رہا۔ نئوپاکتوس کا محاصرہ اٹھا لیا گیا اور رومنوں کے پاس سفارت روانہ کرنے کی غرض سے اور رومنوں کے خواہشات دریافت کرنے کی غرض سے ایتولیوں کو التوائے جنگ کی اجازت دیدی گئی۔

جہاں تک یورپ کا تعلق تھا، جنگ عملاً ختم ہو چکی تھی اسلئے کہ ایتولیوں سے جو لڑائی جاری تھی اسمیں جلد یا بدیر اس پہاڑی قوم کو شکست ہونا گویا طے شدہ تھا۔ اب سب سے اہم کام تو یہ باقی رہ گیا تھا کہ کسی طرح انطاکوس کو ایشیا میں شکست دی جائے، اور

اگر ہم یہ نہ جانتے ہوں کہ رومنوں نے جو کچھ اس محاذ میں کیا وہ انکے اسی جائز اعتماد کی وجہ سے تھا کہ تفصیل کی کوئی زیادہ حاجت نہیں تو انکے افعال ہمیں تحیر و تعجب میں ڈالنے کے لئے بالکل کافی ہوں گے سب سے پہلے تو انھوں نے ایشیا کی طرف ایک بڑا روانہ کیا، اور پریٹر کائیوس لیویوس نیپلز، لوکرس، ریجیوم اور قرطاجنہ کے جہاز لیکر یونان چلا۔ یہاں ان جہازوں میں وہ رومن جہاز بھی مل گئے جو پرائیوں میں پڑے تھے اور اسکے بعد پرگامم کا بیڑا بھی آگیا، چنانچہ اب اس امیر البحر کے کمان میں ڈیڑھ سو عرشہ دار اور پچاس کھلے جہاز تھے اور ان کو لیکر اس نے سو جہازوں کے شاہی بیڑے کو، جو رھوڈزی جلاوطن پولیکسے نیدا کی کمان میں تھا، خیوس اور ایفی سوس کے درمیان کوریکوس کے مقام پر ۱۹۱ سنہ ق م میں شکست دی۔ اسکے بعد رومنوں نے ایتولی سفیروں کو مطلع کیا کہ ایتولیوں کو صلح کرنی ہے تو انھیں اپنے دفاعی و جراحی محالفہ کرنا پڑے گا اور ایکہزار تالنت انکے نذر کرنے پڑینگے۔

۱۹۰ سنہ ق م میں رومنوں نے ل. کورنے لیوس سی پیو (جو افریقانوس کا بھائی تھا) اور گ. لئے لیوس کو (جو برادران سی پیو کا دوست تھا) کانسل منتخب کیا۔ ظاہر ہے کہ ل. کورنے لیوس کے سوا کون ایسا تھا جسے ایشیا کے جنگ کو ختم کرنے کا معزز اور سودمند کام سپرد کیا جاتا، لیکن چونکہ اس کام کی کورنے لیوس کو اہلیت نہیں تھی اسلئے اسکا بھائی اسکے قائم مقام کی حیثیت سے اسکے ساتھ ایشیا چلا۔ اسی دوران میں گلابریو نے لامیہ کو فتح کر لیا تھا، اور ل. کورنے لیوس نے ایتولیوں کو معاملات پر غور کرنے کے لئے ایک سال کی التوائے جنگ کی اجازت دیدی، گو اس کا اصل مقصد یہ تھا کہ نوپاکتوس کے دشوار محاصرے سے وہ دست بردار ہو سکے۔ اسکے بعد وہ بجائے بحری راستے کے طول طویل بری راستے

باب ۱۷

سے ایشیا چلا اسلیئے کہ یہ سفر زیادہ محفوظ تھا اور اسکی یہ خواہش نہیں تھی کہ سمندر اور طوفان کے دیوتاؤں کو بلا وجہ اپنی طرف مائل کرے وہ دیوتا جنھوں نے دوسری فینقی جنگ میں رومنوں سے کیا کچھ چالیں نہیں چلی تھیں اور رومنوں کو اسکا یقین تھا، اور یہ یقین غلط نہیں تھا، کہ اسمیں مطلق کوئی مضائقہ نہ ہوگا اگر انطاکوس اس وقفے میں تھوڑی سی مزید فوج جمع کرلے لیکن سمندر پر بادشاہ کی قوت اب بھی بڑھی ہوئی تھی۔ رومن بیڑے نے سستوس لے لیا، لیکن انطاکوس نے لیسی ماخیہ کے سامان خورد و نوش کا انتظام کردیا اور پولیکسے نیدا اس نے پوستر اتوس اور رومن بیڑے کو ساموس کے کے قریب شکست دیدی جسپر فوکیہ، ساموس اور کیمے انطاکوس کی طرف چلے گئے۔ اب ریگلے ایمی لیوس نے بحری مہم کے انتظام کو اپنے قبضے میں لیا۔ اسکا پہلا پیش نامہ یہ تھا کہ اپنی پوری فوج کے ساتھ جنوب کی طرف جائے اور انطاکوس کے نئے بیڑے سے جو ابھی تک فینیقیہ سے آتا، برسر پیکار ہو۔ لیکن اسے ایمی لیوس کو پتارا سے پسپا ہونا پڑا اور یہاں سے جنوب کی بجائے شمال کا رخ کرنا پڑا، چنانچہ اس نے اب رہوڈیوں کو فینیقی بیڑے کا کام تمام کرنے کیلئے چھوڑ دیا، اور ان دونوں میں سیدے کے مقام پر جو لڑائی ہوئی اسمیں رہوڈیوں ہی کو کامیابی ہوئی اس پر طرہ یہ لگا کہ خود ایمےلیوس نے میونے سوس پر پولیکسے نیداس کو بحری جنگ میں شکست دی اور اسکے ۲۹ جہازوں کو ڈبو کر اسکے ۱۳ جہاز گرفتار کرلئے۔ انطاکوس نے اسی زمانے میں پرگامم پر حملہ کر دیا تھا، لیکن اس کے بیڑے کو پے در پے شکستیں ملنے پر اسنے خوفزدہ ہوکر لیسی ماخیہ کو چھوڑ دیا اور اسطرح رومنوں کے لئے ایشیا کا راستہ بالکل صاف کر دیا۔ اب ایمےلیوس نے فوکیہ فتح کرلیا، اور گو اس نے بہت روکا لیکن رومن سپاہیوں نے

باب ۱۷

شہر والوں کے ساتھ نہایت ہی وحشیانہ سلوک روا رکھا۔

اب انطاکوس نے رومنوں سے صلح کرنے کی کوشش کی، اور اس نے یہ دیکھ کر کہ افریقیانوس کا ایک بیٹا اسکے کیمپ میں اسیر جنگ ہے اسنے روما کے اس قائم مقام کے ساتھ گفت و شنود شروع کردی۔ لیکن جب افریقیانوس نے اس سے کہلوا بھیجا کہ اسے طارس کے شمال تک تمام ایشیائے کوچک سے دستبردار ہونا پڑے گا (اور یہ کچھ زیادہ علاقہ نہ تھا اسلئے کہ اسی پہاڑ کے شمال میں بہت ہی کم مقامات ایسے تھے جنپر اسکا واقعی قبضہ ہو) تو وہ بالکل درست اس نتیجہ پر پہونچا کہ اگر وہ لڑائی جاری رکھے گا تو بھی اسے اس سے زیادہ نقصان نہیں پہونچ سکتا، چنانچہ آخر اس نے اسکا تہیہ کرلیا۔ لڑائی سنہ ۱۹۰ ق م کے موسم خزاں میں مگنیشیہ (ایڈ بیائے سپی لوس) کے مقام پر افریقیانوس کے غیاب میں ہوئی اسلئے وہ ایلایہ میں بیمار پڑا تھا۔ اسمیں رومن تیس ہزار رومن فوج تقریباً اسی ہزار ایشیائیوں کا مقابلہ کررہی تھی، اور اس ایشیائی لشکر میں علاوہ سانڈنی سواروں، گاڑیوں کی قطاروں اور ۵۴ ہاتھیوں کے سولہ ہزار مقدونویوں کا جتھا بھی شامل تھا جو ۵۰ سپاہی طویل اور ۳۲ سپاہی عریض دس حصوں میں منقسم تھا۔ الغرض حالانکہ "لیجن" میں تین ہزار سے چھ ہزار سپاہی تک ہوتے تھے۔ لیجنوں کے پیدل فوج نے جنگ میں کوئی حصہ نہیں لیا لیکن میدان رومنوں ہی کے ہاتھ آیا۔ حلیفوں نے ایشیائی فوج اور ہاتھیوں کو تتر بتر کردیا، اور اس طرح مقدونوی جتھا، جسپر مغروروں نے دھاوا کیا، ٹوٹ گیا اور اسکا نتیجہ وہی ہوا جو قدیم زمانے کی اکثر لڑائیوں کا ہوتا تھا، یعنی فاتحوں نے مفتوحوں کا قتل عام کردیا۔ کہتے ہیں کہ رومنوں کے ۲۴ پیادے اور ۳۰۰ سوار، اور ایشیائیوں کے پچاس ہزار سپاہی کام آئے۔ اس جنگ کے بعد ایشیائے پیشین کا راستہ رومنوں کے لئے کھل گیا اور انھوں نے سارڈس کو

مستقر قرار دیا یہاں۔ انطاکوس نے پیغام بھیجا کہ میں صلح کے لئے تیار ہوں جیسی چاہئے جواب دیا کہ آپ اپنے سفیر روما بھیجئے اسلئے کہ وہیں آخری تصفیہ کیا جائے گا۔ علاوہ انطاکوس کے بعض دوسری ایشیائی ریاستوں نے اپنے ایلچی روما روانہ کئے اور یہ ہجوم ایک پوری کانگریس بن گیا جسمیں روما کا واحد کام یہ تھا کہ احکام صادر کرے۔

روما کی مجلس سینات نے چند اصول منضبط کئے اور حکم دیا کہ حسب سابق ایک عشاریہ جائے اور موقع پر انکا انطباق کرے، چنانچہ سنہ ۱۸۸ ق م میں اسکی تعمیل کی گئی اور ایشیائے کوچک میں حسب ذیل بندوبست کیا گیا۔ سب سے اہم شرط یہ تھی کہ انطاکوس کوہ طاروس کے اسطرف کے تمام فتوحات سے دست بردار ہو گیا، جس سے مراد اغلبًا کلیکیہ کے شمال کے زنجیرے سے تھی۔ اسمیں شک نہیں کہ لفظ طاروس کے معنے میں اختلاف رائے پیدا ہوا لیکن کیا اس سے پمفیلیہ کے شمال کا علاقہ شامل نہیں تھا؟ اور پھر کیا پمفیلیہ پر شاہ سوریہ دعوے کر سکتا تھا؟ روما کے سر آوردہ عہدہ دار اس نتیجے پر پہونچے کہ یہ ایک دوسرا زنجیرہ ہے، اور پمفیلیہ طاروس کے "اس طرف" واقع ہے۔ یہ یقینًا نہایت درجہ تعجب کی بات ہوئی کہ شکست ملنے پر انطاکوس ایک ایسے صوبے کا الحاق کر سکتا جو کوئی سلیوکی پوری طور پر فتح نہیں کر سکا تھا۔ علاوہ ازیں انطاکوس کو اپنے ہاتھی اور دس کے سوا باقی تمام جنگی جہاز رومنوں کے حوالے کرنے پڑے اور یہ منظور کرنا پڑا کہ جو جنگی جہاز اسکے پاس رہجائیں گے وہ کالی کادنوس کے مغرب میں نہیں جا سکیں گے۔ اس شرط کی وجہ سے وہ اپنے جہازوں کو کلیکیہ والے طاروس کے ساحل پر بھی نہیں لا سکتا تھا جسکی وجہ سے یہ ساحل گویا بحری قزاقوں کی آماجگاہ بن گیا، اور

باب ۷

اس طرز عمل کیوجہ سے خود رومتوں نے گویا بحری قزاقوں کو دلیر بنا دیا جس کی وجہ سے انہیں بعد میں کلیکیہ اسپرا میں استقدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ انطاکوس کو پندرہ ہزار تالنت روما کو اور پانچسو تالنت یومنیس کے حوالہ کرنے پڑے اور یہ وعدہ کرنا پڑا کہ ممکن ہوا تو روما کے بعض دشمن، مثلاً ہنی بعل رومتوں کے حوالہ کردیئے جائیں گے۔

اس صلحنامے سے انطاکوس برابر اس علاقے کا مالک بنا رہا جو سلیوکیوں کی میراث تھے (دیکھو باب ۱۱) گو اسے بہت سے دعاوی اور بعض منفرد امور سے دست بردار ہو جانا پڑا۔ واقعہ یہ ہے کہ روما کے تاویل کے مطابق جو طاروس تھا وہ ہمیشہ شاہی حکومت کی حد سمجھا جاتا تھا، اور اس صلحنامے سے موجودہ صورت حال برابر قائم رہی۔[۵۶]

جو ملک اب شاہی اثر سے آزاد ہو گیا تھا اسکا مفصلۂ ذیل بندوبست کیا گیا:۔ وہ یونانی شہر جنہوں نے روما کا ساتھ دیا تھا آزاد رہے یا آزاد کردیے گئے، اور جنہوں نے اپنی خوشی خاطر انطاکوس کا ساتھ دیا تھا وہ یومنیس کے باجگذار بنا دیے گئے۔ اس اصول کے مطابق علاوہ کیزکوس، لیمساکوس اور اسکندریہ ترواس کے حسب ذیل بلدیات آئندہ آزاد تھے، ابی دوس (جسے پے درپے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا)، دردانوس، الیوم (جسمیں رتئی تیوم اور گرگس کا الحاق کر دیا گیا)، نوتیوم، میلاسہ، کلازومے نائے (جسے جزیرۂ دری مارہ مل گیا)، ملطہ، خیوس، سمرنا، اریتھرائے، کیمے اور فوکیہ۔ یومنیس کے حصے میں بہت بڑا علاقہ آیا یعنی یورپ میں خرسونیز، دلیری ماخیہ،

---

[۵۶] شرائط صلح نامہ ۱۸۹ ق م؛ پولی بیوس ۲۱، ۴۵/۴۳؛ لیوی ۳۸، ۳۹؛ App. Syr ۳۸؛ پوسانیاس ۷، ۱۱۔

باب ک

ایشیا میں ہلیسپونتی افروجیہ، افروجیہ عظمٰے، میزیہ، لیدیہ، لیکاؤنیہ، اور ملیاس، بلدیات میں سے اندرون ملک میں ترالیس اور ساحل پر الفی سوس و تیل مسوس ۔ انطاکوس کے قبضے سے پہلے الفی سوس مصر کی عملداری میں تھا، لیکن مصر اپنے شمالی مقبوضات سے خود اپنی خوشی سے دست بردار ہو گیا تھا چنانچہ اب وہ انہیں سے کسی کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا ۔ تلمے سوس رھوڈز ہی علاقے میں تھا، اور یہ یومینیس کو اس لئے دیا گیا تاکہ پرگامم کے پاس جنوبی ساحل پر کوئی بندرگاہ آ جائے ۔ رھوڈز کو میانڈر کے جنوب میں لیکیہ اور کاریہ مل گئے ۔ یہ ٹھیک ہے کہ لیکیہ والے بہت جلد رھوڈیوں کے انتظام کی شکایت کرنے لگے اور روما نے اعلان کیا کہ انکی اصلی خواہش یہ تھی کہ لیکیہ والے رھوڈز کے رعایا نہیں بلکہ دوست بن کر رہیں جسکی وجہ سے اس خراج میں روز بروز کمی ہونے لگی جو رھوڈز کو ملتا تھا ۔ روما نے ایشیا کے کسی علاقے کا اپنی سلطنت میں الحاق نہیں کیا ۔

چونکہ ایشیا کے علاقوں کا قطعی بندوبست سنہ ۱۸۹ ق م سے پہلے ممکن نہیں ہوا اسلئے سنہ ۱۹۰ ق م کے اواخر میں رومنوں نے مشرق کی طرف کمک روانہ کی ۔ اس سال پریٹر فابیوس لابیو نے اضافہ شدہ بیڑے سے کریٹیوں کے معاملات میں مداخلت کی اور ایک اعلان امن شایع کیا، جسپر گورتی نا نے بعض رومن اسیروں کو اسکے حوالہ بھی کر دیا ۔ اسکے بعد اسنے آئے نوس و مارونیہ سے شاہی حرس نکال دیا ۔ دوسری طرف کانسل مانلیوس ولسو نے غالطیوں کے خلاف، جنمیں سے بہت سوں نے شاہ سوریہ کے فوج میں خدمات انجام دی تھیں، فوجکشی کی تاکہ انہیں سزا دے اور ساتھ ہی اپنے اجداد

ک غالطیوں سے جنگ : لیوی ۳۸، $\frac{۱۲}{۲۷}$

لیوی نے مانلیوس کے کوچ کے بابت جو امور بیان کئے ہیں (۳۸، $\frac{۱۲}{۱۵}$) انکے لئے

باب ۷

مانلیوں کی طرح، جو غالویوں سے لڑے تھے، اپنی شہرت میں چار چاند لگائے اور مال غنیمت سے بھی مستفید ہو۔ وہ ایفی سوس سے جنوبی ملک میں چکر لگاتا ہوا انکے ملک میں پہونچا اور وہاں اُسنے خود انکا طریقۂ عمل اختیار کرکے انکے ملک کو پوری طور پر برباد و تاراج کیا اور صرف ترومی ہی اسکے چنگل سے بچ گئے، وہ بھی اس لئے کہ مانلیوس نے ہالیس کو عبور نہیں کیا۔

لیکن ایشیا کا بندوبست اسوقت تک مکمل نہیں ہوا جبتک ۱۸۸ ق م میں مانلیوس پر دکانسل نہ بن گیا، مانلیوس پہلے تو میاندر کے منابع کے قریب شہر اپامیہ، اسکے بعد پمفیلیہ کے ملک میں پڑ گئے گیا جسے انطاکوس کے سپہ دار نے اسکے حوالہ کردیا، اور اسکے بعد واپس اپامیہ آیا جہاں شام اور روما کے مابین صلحنامے اور محالفے لکھے پر اس نے قسم کھائی اور اسکے جواب میں رومن سفیر انطاکوس کے پاس گئے اور اس سے بھی حلف لیا۔ اُدہر یومینیس کے بیچ میں پڑنے سے اسکے خسر اریاراتھیس حکمراں کاپادوسیہ کو روما سے صلح کرنے کی اجازت دی گئی اور اُسے روما کے حلیفوں میں شامل کرلیا گیا۔

اب ایتولیوں اور رومنوں کی جنگ کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ انھوں نے حال ہی میں اتنی قوت پکڑلی تھی کہ انھوں نے اتھامانیہ سے فیلقوس

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ دیکھو ریناخ کا مضمون رائناش کے "اخبار مشرق" Reinach Chroniques d'Orient صہ ۱۴۲ وغیرہ میں، اور اسکی کتاب "ایشیائے کوچک کا تاریخی جغرافیہ"

۴۲۱ - مانلیوس ایفی سوس سے انطاکیہ ہوتا ہوا کاریہ تابائے کے ملک، خلیج کبراس اور ترمیسوس اور (پمفیلیہ) گیا۔ سوال یہ ہے کہ آیا وہ غالطیوں کو دھوکا دینا چاہتا تھا؟

ایتولیوں کے ساتھ مزید کشمکش اور انکے ساتھ صلحنامے کے لئے دیکھو لیوی و پولی بیئس ۲۱، $\frac{۲۷}{۳۲}$ -

باب ۱۷

کو نکال باہر کیا اور اسکے بعد دولوپیوں کے ملک اور اسفی لوخیہ پر قبضہ کر لیا (۱۹۱ ق م) یہ سب رومنوں کی ناراضگی کا موجب نہیں تھا، کیونکہ اس سے صرف فیلقوس ہی کو نقصان پہونچتا تھا؛ لیکن ایتولیوں کے کامیابیوں نے انکا دماغ پھیر دیا، اور ۱۸۹ ق م کے کانسل مارکوس فلویوس نوبی لیور کو انسے جنگ آزما ہونے میں چند در چند مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس مہم کا مرکز امبریسیہ تھا جس کا تمام حربی قواعد کے مطابق محاصرہ کیا گیا اور حملہ آوروں کی مدافعت کی گئی؛ چنانچہ رومنوں کا اسپر صرف اسوقت قبضہ ہوا جب انھوں نے مدافعین کے ساتھ عزت کا سلوک کرنے کا وعدہ کیا۔ اب رھوڈز اور ایتھنز کے بیچ میں پڑنے سے روما نے ایتولیوں کے سامنے پہلے سے نرم تر شرائط پیش کرنے کا وعدہ کیا بشرطیکہ وہ واقعی سنجیدگی کے ساتھ امن کا پیام بھیجیں اسوقت ایتھنز تماشا گاہ تاریخ پر ایک ذی عزت مملکت کی حیثیت سے نمودار ہوتا ہے۔ روما نے اس خرچہ جنگ کا جو وہ اسوقت تک مانگتا تھا صرف نصف طلب کیا اور اگر ایتولیوں کو اس تمام علاقے سے دست بردار ہونا پڑا جو انھیں اس جنگ میں ہاتھ آیا تھا، تو اس کا بھی یقین نہیں کہ انھیں دولوپیوں کے ملک سے بھی ہٹ جانا پڑا ہو جو انھوں نے ابھی حال میں فتح کیا تھا۔ رومنوں نے امبریسیہ کے ساتھ بھی کچھ ایسا برا سلوک نہیں کیا، سوائے اسکے کہ انھوں نے وہ سب فنی شاہکار جو پرھوس کا پائے تخت بننے کے زمانے سے برابر اس شہر کے شاہراہوں کی تزئین کر رہے تھے، اٹھا کر روما پہونچا دیے ظاہر ہے کہ رومنوں کے ساتھ محالفے کے بعد ایتولیوں کی قسمت روما کے ساتھ وابستہ ہوگئی۔ اگر رومنوں نے خلاف توقع اسکے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو اس کا سبب یہ تھا کہ مقدونیہ کے ساتھ جو تعلقات تھے انکی طرف سے بے اعتمادی کے باعث وہ ایتولیوں کو اپنا

باب ۱۷

جانی دشمن بنانا نہیں چاہتے تھے۔ اس مقصد میں روما کو صریح کامیابی ہوئی۔ بہت سوں نے ایتولیوں کو لٹیرا لکھا ہے اور ہم بھی اُن کے طبیعت کی اس خصوصیت کی طرف اس سے پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔ ظاہر ہے وہ یونانی نژاد ہونیکی وجہ سے غالطیوں سے کمتر درجہ کے لٹیرے تھے، اور اسی وجہ سے انکے ساتھ رومنوں نے جو برتاؤ کیا وہ مختلف تھا۔ تاہم یہ امر ضرور قابل لحاظ ہے کہ رومنوں نے ان دونوں حکومتوں کو ایک ہی زمانے میں اور ایک ہی وجہ سے زیر کیا، اور یہ وجہ صرف یہ تھی کہ انھوں نے شام کے بادشاہ کا ساتھ دیا تھا[۵]

---

[۵] انطاکوس سوم ان یونانیوں کا ممنون تھا جنھوں نے پچھلی جنگ میں اسکا ساتھ دیا تھا۔ اور انھیں نیچا دیکھنا پڑا تھا۔ اُس نے بعض ایتولیوں، کریٹیوں اور یوبیائیوں کو انطاکیہ کے ایک جدید محلہ کو منتقل کر دیا؛ او میولر؛ "قدیمات انطاکیہ" O. Mueller: Antiqu. Antioch. کے ۱۸، جسمیں لیبانیوس کی پیروی کی گئی ہے (۳۰۹)۔

اسکے سکوں کے لئے دیکھو بابلون LXXVII-LXXXVI؛ ہولون اور اکائیوس کے سکے LXXXVI وغیرہ۔ انطاکوس کے سکوں پر اسکی ہر عمر کی تصویریں ہیں۔ سر ایڈورڈ بن بری ("جریدہ مسکوکیات" ۱۸۸۳ء) انھیں تین شقوں میں تقسیم کرتا ہے، اور یہ شقیں ان سکوں کی اُن تصویروں سے جو بن بری کے مجموعے کی فہرست میں مندرج تھیں (سوتھبی Soth by سنہ ۱۸۹۶ء) صاف ظاہر ہوتی ہیں۔ اس فہرست میں سکوں کی جو نہایت نفیس تصاویر ہیں انسے یہ سلیوسی سکوں کے طالب العلم کیلئے نہایت مفید ثابت ہوگی۔ انطاکوس کے طلائی سو درہمیاں بھی ہیں جنھیں "منایایا" کہتے تھے؛ بابلون LXXXI انطاکوس نے یورپ میں جو مہمیں سر کیں انکے آثار اسکے سکوں میں بھی پائے جاتے ہیں (بابلون، جسنے گارڈنر کا اتباع کیا ہے) :- (۱) لیمنوس کے شہر ہفاستیا کا سکہ جسپر ایک سر کی شبیہ ہے انطاکوس کا معلوم ہوتا ہے، لیمنوس نے انطاکوس کو خوش آمدید کہا تھا۔ (۲) کاریستوس کا سکہ جسپر انطاکوس کا سر ہے (لیکن

باب ۱۵

آخر میں ہمیں صرف یہ کہنا باقی ہے کہ شام کی شکست کا براہ راست نتیجہ یہ تھا کہ مصر (جسے انطاکوس نے اپنی ترکیبوں سے روما سے علیحدہ کرلیا تھا) از سر نو روما کا تابع بن گیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ سکس (Six) جریدۂ سکوکیات ۱۴، صفحہ ۳۰۱ میں کہتا ہے کہ یہ سر اسکا نہیں بلکہ اسکندر دوم کراتے روس شاہ یوبیہ کا ہے جو تقریباً سنہ ۲۵۰ قم میں یوبیہ پر حکومت کرتا تھا۔ (۳) سکہ جات خالکس جنپر نقاب پوش سر بنا ہے؛ اسے پہلے ہیرا کا سر سمجھا جاتا تھا (دوسری طرف دیمیتر چوکری پر بیٹھا نظر آتا ہے) لیکن اب کہتے ہیں کہ یہ کلیوپطلیموس کی بیٹی کا سر ہے جسکے ساتھ انطاکوس نے خالکس میں نکاح کیا اور جسے وہ یوبیہ کہکر پکارا کرتا تھا؛ پولی بیوس ۲۰، ۸؛ لیوی ۳۶، ۱۱۔ (۴) ایولی سکے جنپر انطاکوس کا سر بنا ہے (گو سکس ص ۲۹۷ کہتا ہے کہ یہ سر دیمیتریوس شاہ مقدونیہ کا ہے اور اسکی تاریخ $\frac{۲۳۵}{۲۳۳}$ قم ہے)۔ (۵) اکارنانی سکہ جنپر لنگر بنا ہے۔ نیز ایک سکہ اور بھی دریافت ہوا ہے جنپر ہاتھی کی تصویر ہے؛ اسے اب نوادر خانہ برطانیہ نے سنہ ۱۸۹۱ء میں حاصل کرلیا ہے۔ (۶) ایناندر حکمران اتھامانیہ کے سکے جنپر خالکس کا زنانہ سر ہے۔ نیز شاید لیکیہ میں بھی انطاکوس سوم نے سکے ڈھالے؛ پ۔ گارڈنر بابلون LXXXVI میں صور کے سنہ ۳۱۰ قم والے سکوں میں سلیوکی سنہ (سنہ ۳۱۲ قم) مندرج ہے لیکن شاہی سکہ جات شام پر اسکا اندراج سنہ ۳۰۱ قم تک نہیں کیا جاتا۔

انطاکوس سوم کی شکست پر ایشیائے کوچک کے سکوں کے ایک جدید عہد کی ابتدا ہوتی ہے؛ مقابلہ کرو ہیڈ: "فہرست سکہ جات نوادر خانہ برطانیہ، ایونیہ" XLXIII۔ اب عام طور پر اس ملک میں اٹیکائی معیار کے سکے اسکندری نمونے کے مطابق بنائے جاتے ہیں جن کے ایک طرف ہرقلیس کا سر، دوسری طرف زیوس ایتوفوروس کی شبیہ ہے۔ یہ سکے اپنی چوڑی چپٹی شکل کی وجہ سے پہلے سکوں سے ممتاز ہیں۔ "اسطرح سکندر کی موت کے بعد اسکے سکوں کے احیاء سے جو عزت کی گئی وہ ایک تو اسوجہ سے تھی کہ اس نے ایشیائی یونانیوں کی آزادی کی بنیاد ڈالی تھی اور دوسرے اس احیاء سے تجارت میں بھی طرح طرح کی

باب ہیژدہم

روما اور پرسیوس

سنہ ۱۷۹ ق م تا سنہ ۱۶۸ ق م

مشرق تقریباً سنہ ۱۶۹ ق م میں

معاملات یونان پر جو رومی اثرات پڑے انہیں مزید تبدیلی کا ظہور پہلے پہل یورپ یعنی یونان و مقدونیہ میں ہوا، وہ اسطرح کہ یونان کے جمہوریتوں نے تو خود روما سے مداخلت کرنیکی استدعا کی، اور معاملات مقدونیہ میں مداخلت سے خود روما کا مفاد

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ آسانیاں پیدا ہوگئیں" (ایضاً ص xli)۔ مختلف شہروں کے سکوں پر انکے علامات کندہ ہیں، اور انہیں سے بعض کے چودرہمیاں مقامی شکلوں سے ممتاز ہیں۔ کستوفوری سکوں کے لئے دیکھو نیچے، باب ۲۱، حاشیہ ۴۔

علاوہ ازیں دیکھو دنکن کا مضمون ایتولیہ؛ پاؤلی وسووا ۱، ۱۱۱۳/۱۱۲۷؛ کومپل: تحقیقات متعلق جنگ روما بزمانہ انطاکوس سوم" Kumpel. Die Quellen zur Gesch. des Krieges d. Roemer gegen Ant. III ہامبرگ، سنہ ۱۸۹۳ء، اس کتاب میں تقریباً ہر واقعہ کا ماخذ براہ راست یا بالواسطہ پولی بیوس ہے۔

مقصود تھا۔

یونان میں جو اختلافات رونما تھے انکی وجہ یہ تھی کہ یہاں کے چھوٹے سے چھوٹے رقبہ میں بھی کسی ایسے قسم کی مستقل تنظیم ممکن نہیں تھی جسکی بنیاد مختلف فریقوں کے آزاد رائے اور باہمی تعامل پر ہو۔ اکائیوں کا دستور بھی ہمیشہ محض ابتدائی حالت میں رہا، اور جب فلوپوئے مین نے اسے بہتر کرنے اور اس مقصد سے اسکی ترمیم کرنے کی کوشش کی تو اسکی وجہ سے یہاں پیشتر سے بھی زیادہ نقیض پیدا ہو گئے۔ اسنے سب سے پہلے تو لیگ کے اکائیائی مرکز کے تفوق کا خاتمہ کرنے کے لئے ائی گیوم کے علاوہ کسی دوسرے مقام پر اس کے جمعیت کے اجلاس منعقد کئے، اور بڑی بڑی بستیوں کا اثر زائل کرنے کے لئے اس نے ایسی بستیوں کو جو میگالو پولس جیسے شہر کے تابع تھیں، لیگ کے باضابطہ رکن بنا دیا[لہ] یہ ممکن ہے کہ یہ چیزیں دور اندیشانہ بھی ہوں اور مفید بھی، لیکن انکی وجہ سے لیگ کے قدیم ارکان میں ناراضی کی لہر دوڑ گئی اور اس سے یہ یقین پھیل گیا کہ دستور سے ارکان کی ذاتی مفاد کی حفاظت نہیں ہوتی۔ جنگ کے ابتدا کا فوری سبب یہ تھا کہ اسپارٹا سمندر سے علیحدگی کی وجہ سے برہم تھا، جسکی وجہ سے وہ اب پہلے کی طرح سے تئے ناروم کے اجیر سپاہیوں کے بازار کو اپنے ہی ملک میں ہو کر نہیں جا سکتا تھا۔ الغرض اسنے تئے ناروم کے راستے میں شہر لاس پر حملہ کیا لیکن اسمیں بھی اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ اسپر فلپوپوئے مین نے مطالبہ کیا کہ امن و امان

[لہ] یونان - ہرٹزبرگ (۱، ۱۴۲۹ وغیرہ جہاں ضروری حوالے دیئے ہوئے ہیں؛ نیز تیوپفر کا مضمون ’’اکائیہ‘‘ پاؤلی میں۔ فلوپوئے مین کے اصلاحات، ہرٹزبرگ ۱، ۱۵۔ کالیکراتیس اور اسکے پیرو، ایضاً ۲۱۲ وغیرہ۔

باب ۱۵

کے دشمنوں کو اسکے حوالے کیا جائے، لیکن بجائے اس کی تعمیل کے غصے میں بھرے اسپارٹیوں نے اپنے شہر کے اکائیائی فریق کے تیس افراد کو تہ تیغ کرادیا، اور اکائیائی لیگ سے اپنے قطع تعلق کا اعلان کرکے روما سے مدد کے لئے استدعا کی۔ اب لیگ نے اسپارٹا کے خلاف جنگ کا اعلان کردیا لیکن کانسل م. فلویس نے فریقین کو کچھ عرصے کے لئے لڑائی سے باز رہنے پر راضی کیا اور کہا کہ مناسب یہ ہے کہ تم دونوں اپنے جھگڑے کے تصفیے کے لئے روما کو حکم بناؤ۔ جب دونوں اسپر راضی ہوگئے تو روما کے مجلس سنیات نے کچھ اس قسم کا مبہم فیصلہ شائع کیا جس کو فریقین نے اپنے مفید مطلب سمجھا، اور فلوپوئے مین آخر اسپارٹا کی فصیل تک پہونچ گیا۔ جب اسپارٹا والوں نے تعمیل حکم کرنے سے چارہ کار نہیں دیکھا تو انھوں نے اسی شہریوں کو جنپر اکائیائیوں نے الزام عائد کیا تھا، فلوپوئے مین کے کیمپ میں بھیجدیا جنمیں سے سترہ کو تو ان اسپارٹیوں نے فوراً تہ تیغ کردیا جو اکائیائی فوج میں شامل تھے، اور باقی کو اگلے دن سزائے موت دیدی گئی۔ اب فلوپوئے مین اسپارٹا میں داخل ہوا، اور وہاں خارج البلد اشخاص کو اپنی اپنی جگہ واپس پہنچایا، اور جن جن لوگوں نے انکی جائداد پر قبضہ کرلیا تھا اُنسے وہ واپس لے کر شہر کے فصیل کو مسمار کردیا۔ ظاہر ہے کہ بعض اسپارٹیوں نے ان سب چیزوں کی روما میں شکایت کی، جس کا جواب فلوپوئے مین نے دیا، لیکن اسکے جواب کے باوجود کئی کی لیوس میٹے لوس نے صدارت میں ایک رومن ماموریہ سنہ ۱۸۶ ق م میں آیا اور آرگوس میں نشست کرکے اکائیائیوں کو مورد الزام ٹھہرایا۔ لیکن اکائیائیوں نے ماموریہ کے قرار داد کی مطلق پروا نہیں کی، اور جب دو اور اسپارٹیوں مسمی آریوس اور الکی بیادیس نے روما میں جاکر شکایت

باب ۱۸

کی تو اکائیوں نے انکے غیاب ہی میں انھیں سزائے موت کا حکم دیدیا اور ادہر روما میں انھوں نے اپنے طرز عمل کو حق بجانب ٹھہرانے کی کوشش کی۔ اب اپیوس کلاڈیوس کی صدارت میں روما سے ایک جدید سفارت یونان پہونچی اور اس نے یہ اعلان کیا کہ گو اسپارٹا اب بھی اکائیائی لیگ کا رکن ہے لیکن انفرادی اسپارٹیوں پر لیگ کوئی حکم نہیں چلا سکتی اور اسپارٹا کو ضرور اپنی فصیل کو مستحکم رکھنے کا حق حاصل ہے۔ ۱۷۹ق م میں جب فلوپوئےمن کے انتقال پر اکائیائی لیگ کی زمام حکومت کالیکراتیس کے قبضے میں آئی تو اکائیوں کے مخالف اسپارٹا واپس آگئے۔ ہم آج بیٹھے ہوئے یہ حکم نہیں لگا سکتے کہ ان سب تنازعات میں کونسا فریق حق بجانب تھا اور کونسا نہیں بلکہ ہمارے نزدیک تو اس زمانے میں بھی مشکل سے کوئی اسکا تصفیہ کرسکتا ہوگا اس لئے کہ دونوں فریق اپنی طرف سے روایات اور قرار دیں پیش کرسکتے تھے۔

جب اکائیوں نے یہ کہا کہ رومنوں کو اسپارٹیوں کے ساتھ اکائیہ کے برتاؤ میں مداخلت کرنے کا اتنا ہی کم حق حاصل ہے جتنا یونانیوں کو روما کے کاپوا کے ساتھ برتاؤ میں مداخلت کرنے کا، تو ہمارے نزدیک یہ قول واقعتاً تو لغو تھا ہی، لیکن قانوناً بھی اسمیں سب سے بڑا سقم یہ تھا کہ خود اکائیوں نے روما سے مدد کے لئے استدعا کی تھی اس قسم کی بات محض لفاظی اور خطابی کا ایک نمونہ سمجھنا چاہئے جس سے رومن ناراض ہوجائیں جس سے اصل مدعا حاصل نہیں ہوسکتا تھا

اب اکائیہ اور میسینے کے درمیان جھگڑا پیدا ہوا اور اس سے نہایت ہی افسوسناک نتائج ظہور پذیر ہوئے۔ اکائیائی لیگ کو جسوقت فلوپوئےمن عمومی اصول پر چلا رہا تھا اسوقت میسینے اپنے عہدیدیوں، بالخصوص دینوکراتیس کے کہنے سے (اور ٹیٹوس کے تائید پر) لیگ سے سرکشی اختیار کرلی۔ فلوپوئےمن نے خیال کیا

باب ۱۸

میں مسینے کو پہلے ایکمستھ کی طرح مجبور کرسکتا ہوں لیکن وہ گرفتار ہوگیا اور قید خانے ہی میں اسے زہر کا پیالہ پینا پڑا۔ (سنہ ۱۸۳ ق م)۔ اپنی موت پر اسکی کچھ ایسی عمر نہیں تھی؛ وہ کچھ مدت تک اپنے ملک کی خدمت کرسکتا تھا، اور اب اسکے بعد اکائیائیوں میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا تھا جو اسکی طرح میدان جنگ اور میدان تدبر دونوں میں طاق ہو اور ساتھ ہی جسکے خصائل بھی بے داغ ہوں۔ ایک لیکورتاس ضرور تھا جسنے اگلے سال سنہ ۱۸۲ ق م میں مسینے کو نیچا دکھا دیا اور جو اپنی ایمانداری میں مشہور تھا۔ لیکن میدان تدبر میں وہ اپنے ہمسروں سے بہت پیچھے رہگیا۔

رومنوں نے آخر میں ان پیچیدگیوں میں پڑنے سے بالکل گریز کرلیا، تاہم انھوں نے اسبات کا ضرور اعلان کردیا کہ اگر اسپارٹا، کورنتھ یا آرگوس لیگ سے علیحدہ ہوگئے، تو وہ انہیں مضائقہ نہیں سمجھینگے اس اعلان کو اس وقت بھی اور آج بھی رومنوں کے تدمغ کا ایک مزید ثبوت تصور کیا جاتا ہے لیکن چونکہ ہر یونانی ان سے امداد کے لئے استدعا کرتا تھا اسلئے ہمارے نزدیک وہ اپنی رائے دینے میں یقیناً حق بجانب تھے۔ ظاہر ہے کہ انکا یہ فرض نہیں تھا اکائیائی ایلیئین کو جبراً لیگ میں شامل رکھیں، اور یہ بھی عیاں ہے کہ اکثر وبیشتر اسپارٹی لیگ میں شامل رہنے کے خواہاں نہیں تھے۔ یونانی سیاسیات پر کسی رائے کے قائم کرنے کے وقت لوگ آسانی سے وقتی احساسات و جذبات سے متاثر ہوجاتے ہیں لیکن چونکہ ان آراء میں ہمیشہ تضاد کی کیفیت رہتی ہے اس لئے یہ ظاہر ہے کہ یہ جذبات کسی منصفانہ حکم کے بنیاد نہیں بن سکتے۔ ایک دفعہ تو ہم سے کہا جاتا ہے کہ رومن یونان کے اخلاق کا احیاء کرنا چاہتے ہیں، دوسری دفعہ یہ ہے کہ یونان کے خواہش پر بھی اس ملک کی طرف مطلق التفات نہیں کرتے؛ جب غیر ممالک یونانیوں کو انعام و اکرام دیتے ہیں تو تیسری صدی ق م

باب ۸

میں تو اسے اخلاقی زوال کی نشانی سمجھا جاتا ہے لیکن پانچویں صدی ق م میں کسی کو انکی پروا تک نہیں ہوتی! علاوہ ازیں لوگ روما کے مخالفو کے لفاظی سے بہت زیادہ متاثر ہو جاتے ہیں، اور ہم لوگ اس کا درجہ شعور صحیح سے بس کچھ ہی کم سمجھتے ہیں حالانکہ ہم اس سے اچھی طرح سے واقف ہیں کہ یونانی مدت دراز سے لفاظی کے استاد تھے۔ عین اسی سبب سے ایسے واقعات کے درمیان فلو پوئے مین کی موت یونان کے لئے نہایت ہی بے وقت تھی، اسلئے کہ وہ محض لفاظ ہی لفاظ نہیں تھا بلکہ عمل کے میدان کا واقعی مرد تھا۔

یونان کی آزاد ریاستوں نے تو روما کو محض دشواریوں اور مشکلات کے جال میں پھنسانے پر اکتفا کی، لیکن مقدونیہ کی وجہ سے انھیں ترددات و تفکرات کا پورا شکار بننا پڑا۔[1] فیلقوس نے سوچا تھا کہ

---

[1] اے نوس و مارونیہ اس زمانے کے مد و جزر کی ایک اچھی مثال پیش کرتے ہیں۔ اسے فیلقوس سمریوں سے لیتا ہے لیوی ۳۱، ۱۶ (سنہ ۲۰۰ ق م)۔ رومن اسے انطاکوس کے حرص سے آزاد کرتے ہیں؛ لیوی ۳۳، ۲۰ (سنہ ۱۹۵ ق م) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انطاکوس نے اسپر قبضہ کر لیا تھا، گو اسکی کوئی دوسری خاص سند نہیں ہے۔ اے نوس میں ایک فریق یومنیس کا اور دوسرا فیلقوس کا ہم نوا ہے؛ پولی بیئس ۲۳، ۹۔ یومنیس کا حرص دونوں شہروں میں؛ پولی بیئس ۲۲، ۱۸ (سنہ ۱۸۵ ق م)؛ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے فیلقوس نے پھر لے لیا تھا۔ فیلقوس اور یومنیس کے درمیان جھگڑا؛ لیوی ۳۹، ۲۷، ۲۸۔ مارونیہ کے ساتھ فیلقوس کا ظالمانہ سلوک؛ پولی بیئس ۲۳، ۱۷؛ لیوی ۳۹، ۳۴۔ اے نوس و مارونیہ کا مطالبہ اتالوس کی طرف سے؛ لیوی ۴۵، ۲۰؛ لیکن اسکے بجائے انکی آزادی کا اعلان پولی بیئس ۳۰، ۳ ل۔ اپستومیوس اے نیہ کے خلاف بھیجا جاتا ہے؛ لیوی ۴۵، ۲۷۔ اسکے بعد ہم Ihne (۳، ۱۵۶) سے متفق نہیں ہو سکتے کہ یہ پتہ لگانا مشکل ہے کہ فیلقوس کو اے نوس و مارونیہ چھوڑنے پڑے تھے۔ دوسروں کے جائداد پر بار بار قبضہ کرنے سے کسی بادشاہ کو قبضہ کرنے کا حق حاصل نہیں ہو جاتا۔ اس بادشاہ کا مرغوب ترین آلۂ کار زہر خورانی تھا: ارا توس، فلو پوئے مین،

اگر انطاکوس اور ایتولیوں کے خلاف اس نے فوج کشی کی تو اس سے اسکا بڑا فائدہ ہوگا۔ اس نے ایتولیوں سے تھسلی کے شہر لے لئے تھے، اینوس و مارونیہ پر (جنھیں رومنوں نے شاہی چنگل سے بچایا تھا) قبضہ کرلیا تھا اور اب وہ چاہتا تھا کہ اس مال غنیمت کو مستقل طور پر اپنے پاس رکھے۔ لیکن رومنوں نے یہ طے کردیا کہ اسے ان سب مقامات سے دست بردار ہونا چاہئیے۔ زمانۂ حال کے بعض مورخ اس طرز عمل کو انصاف پر مبنی نہیں سمجھتے لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ تھسالوی مقدونیوں کے ماتحتی پر خود اپنے سرداروں کے سیادت میں رہنے کو ترجیح دیتے تھے اور یہ بھی کہ اینوس و مارونیہ کی حالت بجائے فیلقوس کے حکومت کے یومنیس کے زمانہ میں زیادہ بہتر تھی جب فیلقوس نے دیکھا کہ مارونیہ ہاتھ سے نکلا جارہا ہے تو پہلے تو اسکے بعض باشندوں کو تہ تیغ کیا اور پھر اس شخص کو بھی مروا ڈالا جسنے اسکے اس حکم کی تعمیل کی تھی۔ رومنوں نے کم از کم ان لوگوں کے مفاد کے متعلق عمل کیا جو ان شہروں کو ایسے اطوار کے شخص کے سپرد کرنا نہیں چاہتے تھے۔ پھر کیا وہ قانوناً یا عرفاً اینوس و مارونیہ کو فیلقوس کے سپرد کرنے پر مجبور تھے؟ ان دو شہروں کے تاریخ جس کا میں نے اپنے حاشیہ میں اعادہ کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فیلقوس کو ان شہروں کے قبضہ کا مطلق کوئی حق نہیں تھا اور رومنوں کے کسی ایسے وعدے کا کہیں پتا نہیں کہ وہ یہ شہر مستقل طور پر اسکے حوالہ کردینگے۔ فیلقوس کا خیال تھا کہ وہ اس امداد کے انعام کا مستحق ہے جو اسنے رومنوں کو دی تھی لیکن رومنوں کی رائے اسکے بالکل خلاف

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ دیمتریوس، مارونیہ میں اسکا حکمبردار۔ ہمارے نزدیک رومنوں پر ایسے شخص کو وہ سب نہ دینے کے الزام عائد نہیں کیا جا سکتا جو اسکی ملکیت نہیں تھا۔

فیلقوس باشندوں کو منتقل کرتا ہے؛ لیوی ۴۰، ۳ ۔

تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ بات بالکلیہ رومنوں ہی پر منحصر تھی کہ ایسے شخص کے ساتھ کس قسم کی مراعات کریں جو انکے ساتھ محض امید یا خوف کی وجہ سے وابستہ تھا۔ شومئی قسمت سے جو لوگ فیلقوس کے تدلیل کی وجہ سے اس بادشاہ کے غیظ و غضب کا شکار ہوئے وہ اسکی معصوم رعایا اور اسکے رشتہ دار تھے۔ اس نے روما کے ساتھ جنگ آئندائی کے لئے روپیہ فراہم کرنے کے واسطے محاصل میں، جو اسوقت بھی بہت بڑھے ہوئے تھے اور بھی زیادہ اضافہ کر دیا، اپنی سلطنت کے ساحلی علاقے کے یونانیوں کو، (جنہیں اسے اعتماد نہیں تھا) اندرون ملک کے شہر ایماتھیا کو منتقل کر کے انکی جگہہ تھریسیوں کو آباد کر دیا، اور ان سب اصلاحات کے تکمیل میں غایت ظلم و ستم سے کام لیا۔ آخر میں اسنے اپنے غصہ کا ہدف اپنے بیٹے دیمتریوس کو بنایا۔ دیمتریوس کے ساتھ رومنوں نے نہایت اچھا سلوک کیا تھا، اس لئے کہ وہ چاہتے تھے کہ یہ شاہزادہ مقدونیہ میں انکے اثر کی تائید کرنے میں گریز نہیں کرے گا۔ اس سے اسکے بھائی پرسیوس کو، جو فیلقوس کا ناجائز بیٹا ہونے کے باوجود ولیعہد سلطنت تھا، شکوک پیدا ہوئے، چنانچہ اسنے اپنی تقریروں اور ایک جعلی خط کے اعلان کے ذریعے سے جو گویا دیمتریوس نے تیتوس کو لکھا تھا، فیلقوس کو اس درجہ دیمتریوس کا مخالف بنا دیا کہ آخر کار باپ نے بیٹے کو زہر دلوا دیا (سنہ ۱۸۱ ق م)۔ آجکل کے مورخوں کو روما کی طرف سے اسقدر بغض ہے کہ انکے خیال کے مطابق دیمتریوس کے قتل کی ذمہ داری ایک حد تک تیتوس کے سر تھی اسلئے کہ اس شخص نے دیمتریوس کے ساتھ اچھا برتاؤ کر کے فیلقوس کو مشتبہ کر دیا تھا۔ اسطرح ان مہربانوں کی رائے کے مطابق ایسے معاملے میں فیلقوس جیسے بادشاہ کے لئے یہ لازم تھا کہ اپنے مشتبہ بیٹے کو جان سے مار ڈالے، اور اسپر طرہ یہ کہ ان حضرات کے نزدیک رومنوں کو یہ معلوم ہونا چاہئے تھا اور اسے ملحوظ

باب ۱۸

رکھنا چاہئے تھا[۳]۔ فیلقوس سنہ ۱۷۹ ق م تک نہیں مرا، اور بظاہر اسے اپنے بے شمار جرائم کی جو سزا ملی وہ یہی ذلت آمیز احساس تھا کہ وہ جو اپنے آپکو چال فریب کا بادشاہ سمجھتا تھا اسے اسکے بیٹے پرسیوس نے جو اس سے اس میدان میں کہیں کمتر تھا، مات دیدیا تھا۔ جب باپ آخر کار اپنے بیٹے کی چال سے واقف ہو گیا تو اُس نے چاہا کہ پرسیوس کو عاق کر کے دور کے ایک رشتہ دار انتی گونس کو، جو دوسون کا بھتیجا تھا، اپنا جانشین مقرر کرے، لیکن یہ خیال پورا نہیں ہوا اسلئے کہ وہ بہت جلد سنہ ۱۷۹ ق م میں مر گیا، اور اسکی جگہ پرسیوس تخت نشین ہو گیا۔

پرسیوس اپنے باپ سے بالکل مختلف تھا، اور نہ اسکی طرح تلخ مزاج اور بدخیال تھا نہ اسکی طرح زیرک اور فہیم، گو ایک میدان یعنی میدان تدبیر میں وہ اس سے بڑھا ہوا تھا، بشرطیکہ ہم مدبرانہ دوراندیشی میں سازش کی قابلیت کو مدبرانہ دوراندیشی کے شق میں شامل کریں[۴]۔

---

[۳] اینے Ihne (۳، ۱۶۰) اور ہرٹز برگ (۱، ۱۴۲) دمیتریوس کی موت کا انتیگونس کو ذمہ دار گردانتے ہیں۔

[۴] پرسیوس، پرکلیس نے پاؤلی ۵، ۱۳۶۱/۱۳۶۸ میں ایک اچھا مضمون لکھا ہے۔

ابتدا میں پرسیوس اور روما کے مابین ایک عہدنامہ ہوا؛ پولی بیوس ۲۵، ۳" رومنوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات کی تجدید کے لئے؛ بعد ازاں پرسیوس روما کے رسل و رسائل کو ٹھکرا دیتا ہے؛ لیوی ۴۲، ۲۵؛ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی بدقسمتی ایک حد تک خود اسکے اپنے کرتوت کیوجہ سے تھی۔

لیوی Ep. ۴۱ کے مطابق پرسیوس نے قرطاجنی سفرا سے اپنی ہمدردی کا اظہار کیا؛ روما کا مطالبہ یہ ہے کہ پرسیوس بس ہتھیار ڈال دیگا؛ لیوی ۴۳، ۳۰، ۳۶، ۶۲۔

تھوڑی ہی مدت گذری کہ سلانیک کے بندرگاہ میں مچھیرے سمندر میں سے ایک صندوق نکالکر لائے تھے جسمیں اسکندری سکے بھرے ہوئے تھے؛ ممکن ہے کہ یہ پرسیوس کے خزانے کا ایک حصہ ہو۔

باب ب

اس عہد کے کسی شاہزادے کے لئے اور بدرجہ اتم کسی جانشین انتی گونوس کے لئے یہ بعید نہیں تھا کہ اپنے بھائی کے خلاف جھوٹی سازش کرکے اسے مروا دے (دیکھو اوپر باب ۳) ۔ جانشینان انتی گونوس میں سب سے تیز پیلیپورگی نہیں تھا، اور اگر ہم اسکے خصائص کا پرسیوس سے مقابلہ کریں تو اس سے ہمارا مطلب بالکل صاف ہوجائے گا۔ ان دونوں کے اچھی اور بری خصلتوں دونوں میں بڑا بھاری تباین معلوم ہوگا پیلیپورگی میں شیر کی طرح بہادر، مہربانیوں سے بھرا ہوا، عیش پرست، عمل پسند تھا، اور تدبیر کے میدان میں ہیٹا تھا۔ اس کے برعکس پرسیوس اپنے خانگی تعلقات میں باقاعدہ، اپنی شخصیت میں شاندار تھا اور واقعتاً سپاہی منش نہیں تھا اس نے وسیع اور نفیس پیش نامے تیار کئے، لیکن جب اسے کسی ایسے نازک زمانے میں عمل کرنا ہوتا جب اسکی حالت مایوسانہ نہ ہوتی تو کبھی تو اپنے خزانے کی حالت کے خیال سے (جو نہ صرف ہمیشہ پُر رہتا بلکہ ہمیشہ اسے پُر رہنا پڑتا) اور کبھی غیر ضروری رجائیت کی وجہ سے وہ عمل سے باز رہتا۔ وہ آنیوالوں کی ہمدردی کا مرکز اسلئے بنا رہیگا کہ سکندر کے زمانہ مابعد کے سکندری جانشینوں میں سے پہلا اور شاہان مقدونیہ میں سے پہلا تھا جسنے کسی رومن سپہ سالار کے فاتحانہ جلوس میں جگہ پائی ہو۔ اگر پرسیوس ضرورت کے وقت اپنا دماغ ٹھنڈا رکھتا تو اپنے خصائل کی وجہ سے وہ فیلقوس و انطاکوس سے کہیں زیادہ روما کے لئے خطرناک دشمن ثابت ہوتا، اسلئے کہ اسے سازشوں میں بہت کچھ کامیابی حاصل ہوئی، اور اسے روما سے نفرت کا اچھا خاصہ حصہ ملا تھا۔

اسنے کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح رومنوں کے خلاف ایک اتحاد بن جائے، اور ادھر رومنوں نے اسے ابتدا ہی سے مشتبہ نظروں سے دیکھنا شروع کردیا اسلئے کہ وہی انکے دوست دیمتریوس کی موت کا باعث ہوا تھا۔ اسنے اپنی تخت نشینی کے وقت عام معافی کا اعلان کرکے

یونان تک میں بہت سے لوگوں کو اپنا دوست بنا لیا تھا، اور وہ اکائیائیوں، اور ایتولیوں، اور بوتیوں کو اپنا ہمنوا تصور کرتا تھا۔ اس نے بیزنطہ اور رہوڈز سے تعلقات پیدا کئے، ایک سفارت قرطاجنہ روانہ کی اور کوشش کی کہ یومنیس، سلیوکوس و انطاکوس، اریاراتھیس و پروسیاس روما کے خلاف ہو جائیں، اور اپنی بہن کی پروسیاس کے ساتھ اور سلیوکوس چہارم کے لڑکی کے ساتھ اپنی شادی کرلی۔ اس نے ان سب حکمرانوں سے یہ کہا کہ روما کا مقصد اعظم مقدونیہ کو زیر کرنا ہے اور مقدونیہ کا زیر ہونا تمام دیار مشرقی کے لئے ایک بڑی بھاری مصیبت کا سامنا ہوگا۔ ان مملکتوں نے اسکے بیانات پر کان لگایا لیکن جب وقت آیا تو اسکے لئے ایک چھنگلی بھی نہیں اٹھائی، اور جیسا ہم دیکھیں گے کہ جب وقت بالکل نکل چکا اسوقت انھیں حرکت ہوئی۔ اسنے شمال میں پیشقدمی کرکے رومنوں کو ڈرادیا، جہاں اسنے بسترنیوں کو اپنے سے ملا لیا کوتیس شاہ تھریس کا دل بڑھایا، رومن حلیف ابروپولس کو نکال دیا اور السیریا میں روما کے ہمنوا ارسنے تاروسس کو قتل کرڈالا اور گنتیوس کا تعامل حاصل کیا۔ مدت دراز تک رومنوں نے واقعات کو آگے بڑھنے دیا اسلئے کہ انکے مصروف کرنے کے لئے لیگوریا، کورسیکا، سردانیہ اور ہسپانیہ بالفعل کافی تھے۔ بالآخر پرسیوس کے پاس سے ایک سفیر روما آیا اور اس نے یہ بیان کیا کہ پرسیوس کے نزدیک اسکے باپ اور روما کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا وہ اب کالعدم ہے، چنانچہ اب رومنوں نے یومنیس کے متواتر استدعاؤں کو منظور کرکے اسکے خلاف جنگ کا اعلان کردیا۔ مقدونوی سفیر ہرپالوس کو یہ پتا نہیں لگا کہ آخر روما کے مطالبات کیا کیا ہیں، اور بلاشبہ ابتدا ہی سے رومنوں نے بادشاہ کے اقتدار کو مٹا دینے کا، بلکہ ممکن ہو تو اسکے عزل کا، تہیہ کرلیا تھا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر پرسیوس اس کے اور روما کے عہدنامے کو کالعدم سمجھتا تھا تو کیا اسپر یہ فرض عائد نہیں ہوتا تھا کہ

باب ۱۵

اپنی خواہشات کا اظہار کردے؛ اور اگر وہ اس بابت خاموش تھا تو کیا اسے بعد میں یہ شکایت کرنے کا حق باقی تھا کہ اسے روما کے خواہشات کی اطلاع نہیں دیگئی۔ بہر حال اسمیں کلام نہیں ہوسکتا کہ روما اور پرسیوس دونوں نے یہ طے کرلیا تھا کہ فتح کی حالت میں دوسرے فریق پر سخت سے سخت شرائط عاید کریں۔

رومن آخر کار سنہ ۱۷۱ ق م میں میدان میں اتر پڑے۔ انھوں نے اعلان کیا کہ پرسیوس روما کے حلیفوں پر حملے کر رہا ہے اور اسکے خلاف تیاریاں کر رہا ہے، اور جب بادشاہ نے یہ جاننا چاہا کہ آخر صلح کرنے کے لئے اُسے کونسے دعاوی ومطالبات پورے کرنے پڑینگے، تو اسے یہ جواب بھیجا گیا کہ آپ ہمارے سپہ سالاروں ہی سے اسکے بابت معلومات حاصل کر لیجئے۔

رومنوں نے م۔ لیکی نیوس کراسوس کو فوج کی کمان سپرد کی، جسمیں اکائیہ اور پرگامم کے سپاہیوں کے علاوہ پچاس ہزار رومن بھی تھے۔ انکا مقابلہ کرنے کے لئے پرسیوس کو ۴۳ ہزار پیدل اور چار ہزار سواری ملسکے اسے رومن قائمقام مارکیوس فیلقوس نے، جو اسوقت تھسلی میں مقیم تھا، یہ صلاح دی کہ آپ ایک سفارت کو پھر روما روانہ کیجئے، لیکن اس سفارت کو بھی کوئی جواب نہیں ملا۔ اب رومنوں سے ایتولی، اکارنانی، تھالوی، اور بیوتی بھی مل گئے لیکن ہالیارتوس اور کورونیہ نے انکا ساتھ نہیں دیا؛ اُدھر رھوڈز نے اپنے جہاز انکے نذر کردئیے۔ کراسوس ایپائروس ہوکر تھسلی پہونچا جہاں اس نے لارسا پر اپنا پڑاؤ ڈال دیا، اور پھر خالکس چلا گیا۔ پرسیوس نے جنگ کو کمال خوش تدبیری اور خوش قسمتی سے شروع کیا۔ اس نے درۂ ٹیمپے پر قبضہ کرکے رومنوں کو دو مرتبہ شکست دی، ایک دفعہ کوہ کالی نیکوس پر اور دوسری مرتبہ پالانا کے مقام پر۔ اسکے بعد اس نے روما کے ساتھ ایسے شرائط پر صلح کرنے کی کوشش کی جو اسکے (یعنی روما کے) لئے مفید تھیں، لیکن، وہاں سے جواب ملا کہ

باب ۱۵

نہیں تمھیں غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالدینے چاہئیں۔ رومنوں کو میدان جنگ میں تو کسی قسم کی کامیابی ہوئی نہیں، لہذا انھوں نے کمزور یونانی شہروں کو تاراج کرنا شروع کیا، مثلاً ہالیارتوس پر قبضہ کیا، تھیبز اور کورونیہ کے ہتھیار قبول کئے اور خالکس تک پر، جو انکی دوستی کا دم بھرتا تھا، قابض ہو گئے۔ انکے اس طرز عمل سے یونان میں نفرت کی لہر دوڑ گئی جسکی وجہ سے رومن ایتولیوں یا اپائروسیوں پر آئندہ تکیہ نہیں کر سکے۔

سنہ ۱۷۰ قم میں کانسل ا۔ ہوستی لیوس مانلیوس فوج کا سپہ سالار اور ل۔ ہورتنسیوس امیر البحر مقرر ہوا، اور یہ دونوں بھی اپنے پیشروؤں کی طرح قطعاً ناقابل تھے۔ ہورتنسیوس کے پاس جتنے بار برداری کے جہاز تھے وہ سب کے سب گرفتار ہو گئے اور اسکے معاوضے میں اسے مختلف مقامات سے نذرانے وصول کرنے پڑے۔ جب ابدیرا سے نذرانے کا مطالبہ کیا گیا تو اس نے اس شہر کو تاراج کیا اور اسکے باشندوں کو غلام بنا کر فروخت کر دیا۔ ہوستی لیوس بالکل ساکت و صامت رہا، اور الیریا کے بادشاہ گنتیوس کے مشکوک طرز عمل کے باعث مقدونیہ کے شمال کی طرف سے جو حملہ کیا گیا وہ ناکام ثابت ہوا۔ اسکے ساتھ ہی رومن سپہ سالاروں اور کمان داروں کے مطلق العنانہ طرز عمل اور مظالم کی ایسی ایسی داستانیں یونان سے روما میں سننے میں آتی تھیں کہ سینات ان کے نذرانے لینے کے اختیارات میں کمی کرنے پر مجبور ہو گئی، اور پ۔ لکریتیوس پر، جسنے خالکس کو لوٹا تھا، جرمانہ کر دیا۔ سنہ ۱۶۹ قم میں پرسیوس نے الیریائی شہر اسکاتا پر قبضہ کر لیا، گو جب ایتولیہ کے شہر ستراتوس پر اسکا حملہ ناکام ہوا۔

آخرکار سنہ ۱۶۹ قم میں کانسل مارکیوس فیلقوس نے ایک جراحی حرکت کی جو کامیاب ثابت ہوئی اس نے درہ تیمپے کے دوسری طرف کوہ المپوس اور سمندر کے درمیان ایک جگہ پڑاؤ ڈال لیا۔ یہ پڑاؤ ایک ایسے میدان میں تھا جسکے دو طرف تیمپے اور دیوم کے درے تھے جن پر

باب ۱۵

پرسیوس کا قبضہ تھا اور تیسری طرف کوہ اولیمپوس تھا، چنانچہ یہ میدان ہر اعتبار سے اسکے خاتمہ کے لئے کافی تھا، اور اگر پرسیوس ذرا بھی فن حرب میں ماہر ہوتا تو وہ رومنوں کو ایک دوسری جنگ غار ہائے کودین (غار ہائے کودین میں سنہ ۳۲۱ ق م میں رومنوں کو سامنیوم والوں کے ہاتھ سخت شکست پہونچی تھی) کا مزا چکھا دیتا لیکن اس کے برعکس اس نے خیال کیا کہ یہ فرشتہ اجل آپہونچا ہے، چنانچہ اس نے دونوں کے دونوں دروں سے اپنی فوج کو ہٹا دیا، اور یہ حکم دیا کہ تھسالونیکے کے سلاح خانے میں جو اس مقام سے پچاس میل تھا آگ لگا دی جائے اور پیلا میں جو خزانہ تھا اسے سمندر میں ڈبو دیا جائے۔ جب اُسے ذرا ہوش آیا تو آگے بڑھکر دوبارہ درہ دیوم پر قبضہ کر لیا۔ اب گویا رومنوں کے لئے مقدونیہ کا دروازہ کھل گیا تھا، لیکن انھوں نے اس سے استفادہ حاصل نہیں کیا اور سمندر پر بھی جو کوششیں کاساندریہ، تورونے اور دیمتریاس کے لینے کی انھوں نے کیں وہ سب ناکام ثابت ہوئیں۔

الغرض تین سال کی مدت میں رومن فوجیں مقدونیہ جیسی چھوٹی سی ریاست کا بھی کچھ بگاڑ نہیں سکتی تھیں۔ اس سے سبق لے کر پرسیوس نے مدافعت کی اور بھی زیادہ تیاریاں کرنی شروع کر دیں اور چاروں طرف دوسری ریاستوں کو ملانے کا خیال کرنے لگا۔ ساتھ ہی روما کی پے در پے ناکامیوں سے ان مملکتوں کے دل میں بھی جو اسوقت تک روما کے ساتھ تھیں، یہ خیال ہوا کہ اگر وہ آزادانہ روش اختیار کریں اور کسی طرح سے مقدونیہ بچ جائے تو یہ ان کے حق میں بھی مفید ہوگا، پرسیوس کے ساتھ روما نے ایسا سخت سلوک کیا تھا کہ وہ ریاستیں بھی جو اس کی کلیتہ ہمنوا تھیں وہ بھی اسی نتیجہ پر پہونچ سکتی تھیں کہ روما کو کبھی کبھی زک ملجائے تو یہ ان کے لئے بھی مفید مطلب ہوگا۔ رھوڈز نے کھلے بندوں اور یومنیس نے ذرا در پردہ جنگ کا خاتمہ کرنے کی کوشش کی۔ پولی بیوس نے یومنیس کا کردار کچھ ایسا برا دکھایا ہے کہ اسے بعض مورخوں نے بعض

باب ۱۵

"سفیہانہ ایجاد" کا لقب دیا ہے، اور کہا ہے کہ یومنیس کا اس موقع پر روما سے باغی ہو جانا قطعاً ناممکن تھا؛ لیکن یہ یقینی ہے کہ اگر وہ سمجھتا کہ میرے لئے یہی سودمند ہوگا تو پھر اسکی علیحدگی میں کیا امر مانع تھا؟ گویا کہ واحد مسئلہ حل طلب یہ ہے کہ آیا اس موقع پر اسنے روما کے دشمنوں سے ملجانے کو اپنا فائدہ سمجھا یا نہیں اور یہ اسی دوسری بات پر منحصر تھا کہ آیا پرسیوس کے ساتھ جنگ میں روما کو فتح ہوگی یا شکست، اور اگر اسنے مقدونیہ کو نیچا نہیں دکھایا تو اسکے ایشیائی حلیفوں کی بس شامت ہی تو آجائے گی۔ ان امور کو مدنظر رکھ کر یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ پرگامم کا دوراندیش بادشاہ ایسی حالت میں اس امکان کے تیاری کرنے میں ضرور مصروف ہوگا کہ اگر ایشیا میں روما کا اثر زائل ہو جائے تو اسے کیا کرنا چاہیئے۔ بعض مورخ یہ بھی کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ سب ٹھیک ہو، لیکن اسی نے تو روما اور پرسیوس کو لڑایا تھا، پھر وہ کیسے روما کا مخالف بن سکتا تھا لیکن اگر یہ استدلال درست ہے تو پھر کوئی ایسی مملکت کبھی صلح نہیں کر سکتی جس نے ایک دفعہ جنگ کی ابتدا کی ہو؛ اگر یومنیس نے واقعی روما اور پرسیوس کو لڑا دیا تھا تو یہ تو اور بھی زیادہ وجہ اس کی ہوسکتی تھی کہ پرسیوس کو اس صورت حال سے واقفیت ہوتی تو وہ ایسے ذی اقتدار حکمران سے صلح کے لئے ضرور پیام سلام کرتا اور اسمیں شبہ نہیں کہ یہی ایسا نکتہ تھا جو یومنیس کیلئے غایت درجہ اہم تھا[۵۵]۔ واقعات سے یہ ثابت ہے کہ رہوڈز نے روما کے خلاف جو حکمت عملی اختیار کی وہ دھمکی بھری ہوئی تھی؛ رہوڈز میں

---

[۵۵] پولی بیوس نے یومنیس کے ساتھ جو کارگزاری منسوب کی ہے اسے موسن ۱، ۷۴۲ "سفیہانہ ایجاد" کا لقب دیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ پرگامم کے حکمرانوں پر دوعملی کا الزام ۱۶۸ ق م تک میں لگایا جاتا ہے! (App. Syr.) میں بھی مورخ نے بادشاہوں کو غیر ضروری سطحی جامہ پہنا دیا ہے (۴۵؛ نیز دیکھئے، حاشیہ ۱۳، جہاں میں نے اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے۔

باب ۸

ابتدا ہی سے دو سیاسی فریق تھے، ایک وہ جو روما کے اقتدار کے موافق تھا اور دوسرا مخالف، اور جب رومن سپہ سالاروں نے پے در پے ناکامیاں کرنی شروع کیں تو مخالف روما فریق کو رفتہ رفتہ غلبہ حاصل ہونے لگا۔ لیکن اس قسم کی صورت حال پرگامم میں بھی خارج از بحث نہیں؛ وہاں بھی غالبًا ایک مخالف روما فریق پہلے سے ہوگا اور وہاں بھی بہت سے لوگ یہ خیال کرنے لگے ہوں گے کہ اب روما کا اقتدار قطعاً روبہ زوال ہے۔ عقلمند بادشاہوں پر بھی بعض مرتبہ ایک فریق اور بعض مرتبہ دوسرے فریق کا اثر پڑسکتا ہے۔ اسوقت تک روما نے جو وتیرہ اس جنگ میں اختیار کیا تھا اور جنگی نااہلیت اور کمزوروں پر مظالم کے جو مثالیں پیش کی تھیں اسنے تو ایشیا والوں کے دلمیں انکی نہ زیادہ محبت جاگزیں ہوسکتی تھی نہ زیادہ خوف۔ یہ روما کی کمال خوش بختی تھی کہ اس نے آخرالامر ۱۶۸ سنہ ق م میں مقدونیہ کو نیچا دکھا ہی دیا۔

اب ہم مشرقی یونان کیطرف اپنی توجہ منعطف کرینگے اور بالخصوص پچھلے بیس برس کے حالات پر غور کرینگے تاکہ مختلف مملکتوں کی اسوقت کی حالت سمجھ میں آجائے جب مقدونیہ روما کا مدمقابل بنا ہوا تھا اور ہم اسکا اندازہ کرلیں کہ روما کو جلد فتح نہ ہوئی تو صورت حال کیا کی کیا ہوجائیگی[۹۶]۔

یہاں مختلف ممالک میں مفصلۂ ذیل بادشاہ حکومت کر رہے تھے:-

شام (سوریہ): سلیوکوس ۴، فلوپاتر ۱۸۷/۱۷۵ ق م؛
انطاکوس ۴، ایپی فانیس ۱۷۵/۱۶۴ ق م؛
مصر: بطلیموس ۵، ایپی فانیس، ۲۰۵/۱۸۱ ق م؛
بطلیموس ۶، فلومیتور ۱۸۱/۱۴۶ ق م۔
بطلیموس ۹، یوئرگیتیس

---

[۹۶] کلیس نے پاٹرلی ۱۶، ۲، ۴۸، ۹ میں اس جائز خواہش کا اظہار کیا تھا کہ کوئی ۱۶۹ سنہ ق م میں یونان کی کیفیت کا بیان کردے، میں نے یہاں اس خیال کی تعمیل کرنے کی کوشش کی ہے۔

فیلکسون ۲، سنہ ۱۴۶ ق م ؛

پرگامم : یومنیس ۲، سنہ ۱۹۷ – ۱۵۹ ق م

بتھی نیا : پروسیاس اول، سنہ ۲۲۵ ق م تا تقریباً سنہ ۱۸۵ ق م

پروسیاس ۲، تقریباً سنہ ۱۸۵ ق م تا سنہ ۱۴۹ ق م

کاپادوسیہ : اریاراتھیس ۴ یوسے بیس، سنہ ۲۲۰ – ۱۶۳ ق م اریاراتھیس ۵

یوسے بیس فلوپاتور، سنہ ۱۶۳ – ۱۳۰ ق م

پونتوس : فارناکیس، تقریباً سنہ ۱۹۰ ق م تا سنہ ۱۶۹ ق م ؛

متھری داتیس فلوپاتور فلادلفوس یورگی تیس

تقریباً سنہ ۱۶۹ ق م تا سنہ ۱۲۱ ق م

انطاکوس سوم کو کسی زمانے میں مشرقی مہمات کی کامیابی کی وجہ سے بڑا اثر حاصل ہوگیا تھا، لیکن اب روما کے خلاف جو اسے ناکامی ہوی اسکے باعث یہ اثر بالکلیہ زائل ہوچکا تھا[ے] اور ارمنستان بالکل آزاد ہوگیا تھا جب وہ ایلی مائس کے بتخانہ کو تاراج کرنے کے لئے اور اس کے

[ے] سوریہ یا شام۔ میں یہاں آخر ترین تحقیقات متعلق سکوکیات کے نتائج کا حال بیان کروں گا اور ناظرین کی توجہ خاص طور پر پرسی گارڈنر (فہرست سکہ جات نوادر خانہ برطانیہ، سلیوکی شاہان سوریہ، ۱۸۷۸ء) اور اور بابلیوں کا (جسنے اسکا اتباع کیا ہے) تذکرہ کرونگا۔ مقابلہ کرو شیورر "تاریخ قوم یہود" (Schuerer : Gesch. d. jued Volkes) ۱، $\frac{۱۲۷}{۱۲۷}$، جہاں اسناد کی ایک نفیس فہرست دی ہوی ہے اور تنقید بھی کی گئی ہے۔ سنویت غیر تیقن ہے۔ نیز دیکھو باب ۱۹ حواشی ۹ و ۱۰۔ سلیوکوس ۴ : کلیس کا مضمون پاؤلی ۶، ۱، ۱۸۹۴، ۲۴۴ میں۔ روما کے ساتھ جنگ میں ناقابل ثابت نہیں ہوا (پولی بیوس ۲۱، ۴۴، ۶، ۸ ؛ دیودوروس و دیگر مورخ) لیکن وہ ایک شورش انگیز عہد میں تخت نشین ہوا؛ انطاکوس کے قدیم صوبہ داروں یعنی (شمال میں دریائے اراکسیاس کی وادی اور ارتخاتا میں ارتاکسیاس اور (جنوب میں سوفینے بدریائے دجلہ میں) زاریادریس کے عہد میں ارمنستان باغی ہوچکا تھا (استرابو ۱۱، ۵۲۸)۔ تاہم اسنے مستعدی دکھائی۔ روما نے اسے فارناکیس کو مدد دینے سے باز رکھا؛ دیودوروس ۲۹، ۲۴۔ یہودیوں سے آویزش ؛ ۲ مکابیان ۳، ۱۲-

روپیہ سے اپنا خزانہ بھرنے کے لئے جا رہا تھا تو اُسے اور اُس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ سیلیوکوس کا ہیلیودورس کے ہاتھوں قتل؛ (App. Syr.) ۴۵۔ دیکھو اوپر، حاشیہ ۵۔ اسی سبب سے لوگ ہیلیودورس کو روما کا تابعدار سمجھتے تھے۔ سکہ جات بابلوں LXXXIX تا XCI ۔ سیلیوکوس کے ٹھوڑی اور ماتھا نہایت ممتاز نظر آتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسکے ٹکسالیں نہ صرف لاؤدیکیہ (ساحل بحر) میں بلکہ صور و سیدا میں بھی تھیں۔

انطاکوس ۴ "ایپی فانیس"۔ انطاکوس کو تخت پر بٹھانے کا ایک شہر کی طرف سے (جو غالبًا انطاکیہ بدریائے اورونتیس ہوگا) یونیس، اتالوس، فلے تاروس اور اتھے نایوس کا شکریہ اسکے نوشتے میں ایتھنزی اسلوب کا اتباع کیا گیا ہے؛ فرینکل ع ۱۶۰۔

انطاکوس ۴ کے لئے دیکھو وِلکن کا مضمون پاؤلی وسووا، ایں۔ اسکے عہد کا تاریخ تمدن میں رتبہ، دیکھو اوپر باب ۲۔ مصر کے ساتھ جنگ؛ پاؤلی ۱، ۱، ۱۱۳۶، جہاں سنویت کا عدم تیقن صاف ظاہر ہوتا ہے۔

سکوں کے لئے دیکھو بابلوں $\frac{\text{XCI}}{\text{CXIII}}$ ۔ پہلا کتبہ "بازی لیوس انتیوخوئی" ہے پھر ایپی فانیوس کا اضافہ نظر آتا ہے۔ بعد کے سکوں میں "نیکے فوروے" بڑھا دیا گیا ہے، اور ان خطابات کے اضافے کے ساتھ شکل میں شباب کی کیفیت پیدا ہوتی جاتی ہے اور روز بروز کسی دیوتا کے سے خد و خال نظر آنے لگتے ہیں۔ سیلیوکیوں کے زیورات شاہی میں جو ہالہ ہے اسکی ابتدا اسی بادشاہ سے ہوتی ہے؛ انطاکوس ۲ "تھیوس" کے ہالے کی شکل مختلف ہے اور یہ اسکے بالوں میں ذرا اوپر کی طرف نظر آتا ہے۔ نیکے فوروس سے مراد یہ ہے کہ بادشاہ خود زیوس تھا، اور ایپی فانیس سے "ممتاز" مراد نہیں بلکہ اس شخصیت سے مراد ہے جو "نمودار" ہوگئی ہو جیسے زیوس کی یا کسی دوسرے معبود کی شخصیت۔ اسکے نقرئی سکوں کے سیدھی طرف یا تو اسکا سر کندہ ہے ورنہ زیوس کا یا اپولو کا۔ اسنے فدیاس والے زیوس کے مجسمے کی ایک نقل دافنے میں اپولو کے بت خانے میں رکھوائی؛ Amm marc. ۱۲، ۱۳؛ مقابلہ کرو بابلوں .XCV ۔ بابلوں کہتا ہے کہ تصویر ۱۲، ۱۱ میں جو زیوس کا سر ہے اسمیں اور انطاکوس کے سر میں کچھ شباہت پائی جاتی ہے لیکن میرے نزدیک نہ صرف اس سے بلکہ گارڈنر نے ("انواع" تصویر ۱۴، ۲۶، ۱۴) جس نفیس سکے کی تصویر دی ہے اس سے بھی کچھ نہ کچھ شکستگی ٹپکتی ہے جو بادشاہ کی تصاویر میں نہیں پائی جاتی۔ انطاکوس ۴ کی خوبصورت چو درہمی (بابلوں، تصویر

باب ۲ سپاہیوں کو اپلی ماٹس والوں نے قتل کر ڈالا۔ اسکے بعد اسکے سب بیٹے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ ۱۲، ۱۳) جنکے سیدھی طرف اپلو کا سر ہے، اسکے الٹی جانب اپولو نیچے تک کے کپڑے پہنے اور بربط ہاتھ میں لئے نظر آتا ہے، اور یہ دافنے والے مجسمے کی نقل ہے جو برپاکسس نے تیار کی تھی؛ بابلوں XCVI, XCVII ؛ دیکھو پیچھے، باب ۲۔ اسکے تانبے کے سکے نہایت دلچسپ ہیں؛ انھیں ہیڈ (۶۴۱) کے مفصلہ ذیل قسمیں قرار دیتا ہے :۔ (۱) وہ جو شام میں مسکوک ہوئے۔ (۲) وہ جو مصر میں مسکوک ہوئے، جن پر انکی بہن قلوبترہ کی شبیہ ہے۔ (۳) وہ جن پر دو زبانوں میں کتبہ ہے؛ یہ فنیقیہ اور لائودکیہ (کوہ لبنان) میں بنے۔ (۴) خود مختار بلدیات کے سکے۔ بابلوں کے نزدیک انکی دو شقیں تھیں: (الف) جن پر بلدیات کے نام نہیں اور جنمیں سے بعض مصر میں مضروب ہوئے؛ (ب) جن پر بلدیات کے نام کندہ ہیں: سیدھی طرف اکثر بادشاہ کا سر اور ہالہ؛ الٹی طرف بلدیات کے نام اور علامات؛ بابلون، تصویر ۱۴، ۱۵ تا ۱۸۔ وہ حسب ذیل تفصیل بیان کرتا ہے، جنمیں پانچ "انتیوخیس" والے، دو "ہیئہ روپولتائے" دو "لائودیکائس" والے، ایک "اگزندر ائش" والا، ایک "اپاماکس" والا، ایک عسقلون کا اور چار فنیقی شہروں کے سکے ہیں: ۱۔ "انتیوخیان زارو" جس سے غالباً اوانہ مراد ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کے باشندوں کو صرف انطاکوس ۴ کے عہد میں "انتیوخوئس" کا لقب دیا جاتا تھا؛ الٹی طرف تخت نشین زیوس۔ ۲۔ "انتیوخیان میگدونیہ" (نصیبین)؛ الٹی طرف ہاتھی پر ہوئی نیکے۔ ۳۔ "انتیوخیان متعلق بہ کالیروا" = ایدیسہ (بابلوں CIII، جہاں وہ ڈروائےسن سے اختلاف کرتا ہے)؛ الٹی طرف زیوس ایک عصائے شاہی پر ٹیک لگائے ہوئے۔ ۴۔ "انتیوخیان بطلیمائس" = آکے جسے بطلیموس ۲ نے بطلیمائس کا لقب دیا تھا؛ لیکن "انتیوخیان بطلیمائس" کا لقب انطاکوس سوم ہی کے زمانے ہی سے ملتا ہے؛ الٹی طرف کھڑا ہوا زیوس بتوں کا گھیرا لئے ہوئے۔ ۵۔ "انتیوخیان دافنے" جو دریائے اورونتیس کا مشہور شہر ہے۔ بابلوں اس سکے کے متعلق شہر کے اس حصے کا حوالہ دیتا ہے جو انطاکوس نے تعمیر کیا تھا، اور جو اسکے نزدیک دافنے کی سمت میں تھا۔ یہ نام "انتیوخیان دافنے" اس بڑے شہر کا ہی نام پڑ گیا؛ دیکھو پیچھے، باب ۳۔ — دوسری طرف کھڑا زیوس۔ بابلوں کے نزدیک وہ دافنے کے اولمپیائی کھیلوں میں ستّوں کے گھیرے تقسیم کرتا نظر آتا ہے۔ ۶۔ "اہالیان ہیئے روپولس بدریائے بیراس" = کستابالا د کلیکیہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ موجودہ باربرون قلعۂ سی۔ (بنٹ Bent، ہیبرڈ Heberd کے ولہلم Wilhelm)؛ دیکھو نیچے باب ۳۰، حاشیہ ۱۶؛ الٹی طرف، عقاب؛ بابلون ۱۵، ۷۔ ۷۔ ’’ اہالیان ہیئے روپولس ‘‘ واقع کارستیکے، بامیکے؛ الٹی طرف نمبر ۴ و ۵ کا سا زیوس۔ ۸۔ ’’ اہالیان سلیوکیہ بہ ہیئے ریہ ‘‘ دوسری طرف نمبر ۷ کا سا زیوس یا پردار بجلی؛ دیکھو اس شہر کی تاسیس کا واقعہ، طلاکس ص ۱۹۹۔ ۹۔ اہالیان سلیوکیہ بدریائے پیراس ‘‘ = مولیپوس؛ الٹی طرف ایستادہ ارتمیس؛ بابلون CVI ۔ ۱۰۔ ’’ اہالیان اسکندریہ بدریائے اسوس ‘‘ = اسکندرون (بیڈیکر: ’’ فلسطین ‘‘ ۳۹۳)؛ الٹی طرف زیوس حسب بالا۔ ۱۱۔ عسقلون؛ دوسری طرف زیوس، حسب بالا؛ مورخہ ۱۶۹/۱۶۸ سنہ ق م۔ ۱۲۔ اہالیان لاؤدیکیہ لب ساحل بحری ‘‘ Em؛ الٹی طرف کھڑا ہوا پوسیڈون۔ ۱۳۔ ’’ اہالیان لاؤدیکیہ بہ کوہ لبنان ‘‘ = لاؤدیکیہ بدریائے اورونتیس؛ الٹی طرف کھڑا ہوا پوسیڈون؛ فنیقی نوشتہ جسمیں اسی شہر کو کنعان کا مستقر کہا گیا ہے۔ ۱۴۔ ’’ اہالیان اپامیہ بدریائے اکسیوس ‘‘ جو اورونتیس کے ایک معاون کا نام تھا؛ الٹی طرف زیوس۔ ۱۵۔ جبال یا بیبلوس، الٹی طرف ایستادہ یہوہ جسکے چھ پر ہیں؛ کتبہ ’’ بازلیوس انتیوخوئے ‘‘ اور ایک کتبہ فنیقی زبان میں۔ ۱۶۔ صور؛ الٹی طرف ایک جہاز کا اگربھاگ اور جبال کے سکے کی طرح کتبہ؛ دوسرا سکہ ’’ تیوریوں ‘‘ یا فنیقی کتبہ جسمیں صور کو سیدائیوں کی ماں بتایا گیا ہے؛ تاریخ ۱۷۵/۱۷۴ سنہ ق م ۱۷۰/۱۶۹ سنہ ق م۔ ۱۷۔ سیدا؛ الٹی طرف کشتی، یا بیل پر بیٹھی یوروپا، یا اشکال؛ کتبہ مثل جبال کے مع لفظ ’’ سیدونیوں ‘‘ کے جسمیں سیدا کو کامبے (قرطاجنہ) کنیتوم، اور صور کی ماں بتایا گیا ہے ۱۸۔ طرابلس؛ سیدھی طرف اپیفنیے یا بادشاہ و ملکہ کے شبیہ؛ الٹی طرف دیوسکوری یا انکی خودیں؛ کتبہ ’’ بازانت ‘‘ (شاہ انطاکوس) مع لفظ ’’ تریپولیتوں ‘‘۔

ایپی فانیہ، لیسرتے، مری توس غیر متیقن ہیں؛ بابلون، CXI حاشیہ ۱۲۔

یہ بات قابل لحاظ ہے کہ نمبر ۱۵ تا ۱۸ پر جو کتبہ ہے وہ نمبر ۱ تا ۱۴ کے کتبے سے مختلف ہے اسلئے کہ ۱ تا ۱۴ میں تو سکوں کو انطاکوس سے اور باقی ماندہ کو ’’ انطاکیوں ‘‘ وغیرہ سے منسوب کیا گیا ہے لیکن چونکہ انپر بھی شہروں ہی کے نام ہیں جیسے ’’ تیوریوں ‘‘ یہ ’’ صیدائی ‘‘ اسلئے انھیں بھی بالکلیہ شاہی سکے نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ گویا وہ غلے ہیں جسکی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ فنیقیہ کے بڑے بڑے

باب ۱۸

سامنے جو کام انجام پانے کے لئے تھے وہ نہایت دشوار تھے، لیکن وہ فطرۃً بہادر اور جری بھی تھا، اور اگر اسے روما کی طرف سے مخالفت کا حکم نہ پہونچ جاتا تو وہ فارناکیس شاہ انتیس اور فرمانروایان پرگامم، بیتھی نیہ، کاپادوسیہ و پفلاگونیہ کے جنگ میں اول الذکر کی طرف سے ضرور مداخلت کر دیتا۔ اسکے اور مصر کے درمیان بظاہر امن و امان تھا، لیکن اسکے وزیر ہیلیودوروس نے فلسطین کے معاملات میں جو مداخلت کی جس کا ذکر مکابیوں کی دوسری کتاب میں بھی دیا ہوا ہے (لیکن جو خود بہت زیادہ قابل اعتبار

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ — شہر خود مختار تھے۔ نیز دیکھو بابلون، CXXXIV ۔ الغرض ہمیں پھر ہیڈ کے تقسیم ہی کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔

لفظ "دنیتوخیون" ذرا قابل غور ہے۔ ان شہروں میں سے بہت سوں کے نام انطاکیہ سے مختلف تھے، تاہم انکے باشندوں کو بھی "انطاکی" ہی کہتے تھے؛ پھر کیا اس کا مقصد یہ ہے کہ ہر شہر کو انطاکیہ کہا جاتا تھا؟ یہ قرین قیاس نہیں ہے اسلئے کہ ہمیں بہت سے بطلیمائس میں انطاکی ملتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس شہر کے تمام باشندوں کو "انطاکی" ہی کہہ کر پکارا جاتا ہو، لیکن یہ بھی تو ممکن ہے ان میں سے صرف اس حصے کا یہ لقب ہو جنھیں کسی انطاکوس نے وہاں لیجاکر آباد کیا تھا۔ بابلون کی رائے ہے کہ سلیوکیوں کے زمانے میں لفظ "انطاکیاں" سے ان شہریوں کی مراد تھی جنھیں مخصوص حقوق حاصل تھے، اور جس طرح بعد میں روما نے بہت سوں کو رومن حقوق دیئے اسیطرح ممکن ہے کہ بہت سے شہریوں کو "انطاکی" حقوق دیئے جاتے ہوں۔ نیز دیکھو شیورر: "تاریخ قوم یہود" ۱، ۱۵۰، و ۳، ۸۱۔ کم سے کم یہ بات تو یقینی ہے کہ یونان پسند انطاکوس ۴ نے اپنی سلطنت میں یونانی زندگی کو بہت بڑی مدد پہونچائی۔ بابلوں یہ نئی بات بھی کہتا ہے کہ مذکورہ بالا جن شہروں میں انطاکی آبادی نہیں تھی انکے سکوں پر پتیوں کا گھیرا لئے ہوئے زیوس کی شبیہ بنی ہوئی تھی (دیکھو اوپر [illegible] وغیرہ) یہ وہی زیوس ہوگا جو دافنے میں جیتنے والوں کو تاجپوشش کرتا ہے، اور یہی زیوس اب دوسرے شہروں کو دافنے یا انطاکیہ کا ہم رتبہ بناتا اور انھیں باقی ماندہ شہروں سے ممتاز کرتا ہے۔

ارمنستان کے لئے دیکھو نیچے، باب ۲۵۔

نہیں ہے) اسکی وجہ سے اسکے اور مصر کے درمیان ضرور جنگ چھڑ جاتی، لیکن عین جس طرح سے چھ سال پہلے بطلیموس کو اسکے "دوستوں" نے قتل کرایا تھا اسی طرح اب ہیلیودوروس نے اپنے آقا سلیوکوس کو قتل کردیا۔ ہیلیودوروس خود بادشاہ بننا چاہتا تھا، اور یہ بندوبست رومنوں کے لئے بھی پسندیدہ تھا لیکن پرگامم کے بادشاہوں یعنی یومنیس و اتالوس نے اسے ہٹا کر سلیوکوس کے بیٹے دمیتریوس کو نظر انداز کردیا اور سلیوکوس کے بھائی انطاکوس ۴ کو تخت پر بٹھادیا۔ یہ انطاکوس جس کا لقب ایپی فانیس تھا اپنے باپ سے بھی زیادہ جری تھا۔ ہم اس شخص کی طرف پھر (باب ۲۰ میں) رجوع کریں گے، اور یہاں صرف اسکے مصر کے ساتھ اسکے تعلقات بیان کرنے پر اکتفا کریں گے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ (باب ۱۶) انطاکوس ۳ کی بہن قلوپترہ کی بطلیموس ۵ (ایپی فانیس) کے ساتھ شادی کے موقع پر کیلیسوریہ کسی نہ کسی تاریک انداز سے بطلیموس کے سپرد کردیا گیا تھا۔[۸] ہم یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ بطلیموس ایپی فانیس، جو سنہ ۱۸۹ ق م سے رومن اثر میں آگیا تھا اُسے سنہ ۱۸۱ ق م میں قتل کردیا گیا تھا۔ اسکی جگہ پہلے اسکا بیٹا بطلیموس ۶ تخت نشیں ہوا لیکن وہ زیادہ دن تک زندہ نہیں رہا اور اسکے بعد اسکا چھوٹا بھائی بطلیموس ۷ "فلومیتور" اپنی ماں قلوپترہ کی تولیت میں تخت پر بیٹھا۔ بطلیموس ۶ کے انتقال پر حوصلہ مند انطاکوس ۴ نے کیلیسوریہ کا مطالبہ کیا، اور چونکہ شاہ مصر اس علاقے سے دستبردار ہونا

---

[۸] معتریکس (Ath. Mittheil ۱۲، ۲۱۲ تا ۲۲۲) پتھر کے ایک سر کو جو ائی گینا کے قریب دستیاب ہوا تھا، بطلیموس ۶ "فلومیتور" کی شبیہ بتاتا ہے۔ مقابلہ کرو مہافی: "سلطنت" ۳۲۸/۳۷۶ جہاں اس بادشاہ کا ذکر ہے۔ ہم لیپسیوس Lepsius کی اس رائے سے متفق ہیں کہ اس سے پہلے ایک اور بطلیموس (ششم) ضرور تخت پر بیٹھا ہوگا؛ دیکھو مہافی، ۳۲۹۔ فلومیتور یہودیوں کا دوست تھا؛ مقابلہ کرو مہافی، ۳۵۶۔ مہافی فیلومیتور کو "مصر کے بہترین حکمرانوں" میں سے قرار دیتا ہے سکے، "فہرست نوادر خانہ برطانیہ"، ۳۲:۸۔

نہیں چاہتا تھا اسلئے مصر اور شام کے درمیان لڑائی چھڑ گئی۔ اس جنگ کے تفصیلی واقعات بھی غیر متعین ہیں گو ہم اس سے ناواقف ہیں کہ انطاکوس نے فلومیتور کو شکست دیکر اپنے سے ملا لیا، اور اسکے بعد چونکہ موخرالذکر کی قوم اس کے طرزِ عمل سے ناراض ہو گئی تھی اسلئے اسکے بھائی یورگی تیس فیسکون نے زمامِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی، اور اسکے بعد بھی انطاکوس مصریوں پر دوبارہ غالب ہو گیا۔ ہم آگے چلکر اس جنگ کے تھوڑے بہت واقعات بیان کریں گے۔ ۱۶۸ء ق م کے ابتدا میں صورت حال حسب ذیل تھی:- ایپی فانیس نے ۱۷۱ء ق م میں مصر کے خلاف فوج کشی کرنے کے بعد روما سے معافی چاہ لی تھی لیکن چونکہ مصر برابر مدافعت کر رہا تھا اسلئے کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ ان واقعات کے تحت دونوں مملکتوں یعنی شام و مصر دونوں کی فوجیں دوبارہ برسرپیکار ہونے کے لئے تیار تھیں نہ تو مصر روما کی مدد کر سکتا تھا نہ شام اس کا بال بیکا کر سکتا تھا لیکن یہ ممکن تھا کہ کسی وقت بھی صورت حال میں تبدیلی پیدا ہو جائے اور اسی حالت میں اسکی امید کیجا سکتی تھی کہ انطاکوس رومنوں کو ایک فیصلہ کن جنگ میں نیچا دکھا دے گا۔ لیکن ایسا ہوا تو پھر شام فی الفور پرسیوس کے حق میں مداخلت کر دیگا۔

ایشیائے کوچک میں ہم بتھی نیہ، کاپادوسیہ، پونتوس اور پرگام کا اسی سلسلے سے تذکرہ کریں گے۔

بتھی نیہ کا بادشاہ پروسیاس اول (۲۲۵ء ق م تا تقریباً ۱۸۵ء ق م) اس خاندان کا اہم ترین بادشاہ تھا[۹] اس کے عہد حکومت

---

[۹] بتھی نیہ۔ دونوں پروسیاسوں کے لئے دیکھو گلیس کا مضمون پاؤلی ۶، ۱، ۱۶۱/۱۶۲ میں؛ نیز رائساتھ "تین سلطنتیں"، پیرس ۱۸۸۴ء، جلد ۱۰۴/۱۱۲ پروسیاس اول کی بیوی اپامیہ، جو رائساتھ (۱۰۲) کے خیال کے بموجب فیلقوس ۵ شاہ مقدونیہ کی بہن تھی۔ نیز پرگامہ اور رھوڈز کے درمیان جنگ؛ دیکھو اوپر، باب ۱۳، حاشیہ ۱۔

پروسیاس اور غالویوں کے درمیان جنگ؛ پولی بیوس ۸، ۷۷، ۷۸، ۱۱۱۔

باب ۱۸

میں بتھی نیہ اور پرگامم کے رقابت پہلے سے بھی زیادہ ہوگئی وہ بیزنطہ کا بھی مدمقابل تھا، اسلئے کہ بیزنطہ کے قبضہ میں بوسفوروس کے ایشیائی ساحل کے بھی مقامات تھے اور یہ خواہش تھی کہ اتالوس اوّل اور اکائیوس کے باہمی جنگ کو کسی نہ کسی طرح ختم کرائے، درآنحالیکہ پروسیاس اس جنگ کو اپنے حق میں مُضر نہیں سمجھتا تھا، چنانچہ جب بیزنطہ اور رھوڈز کے مابین جنگ چھڑی تو بتھی نیہ نے رھوڈزیوں کا ساتھ دیا (دیکھو باب ۱۳) سنہ ۲۱۳ ق م میں پروسیاس یوروپی غالویوں کے ساتھ جنگ آزما ہوا جن میں پرگامم والے لائے تھے، اور جو شہر اربیجے کو مرکز بناکر ملک کو تاراج کر رہے تھے، اور انھیں شکست دیدی۔ اسنے روما، ایتولیہ اور اتالوس کے خلاف فیلقوس شاہ مقدونیہ کا ساتھ دیا اور سنہ ۲۰۵ ق م والے عہدنامے میں وہ بھی شامل تھا۔ اسکے بعد جب فیلقوس نے ایشیائی ممالک پر چڑھائی کی اور کیوس و میرلیا کی اینٹ سے اینٹ بجادی تو یہ یہ مقامات پروسیاس کے حوالہ کردیئے گئے جس نے کیوس کی جگہ پروسیاس اور میرلیا کی جگہ اپامیا آباد کردیا۔ لیکن مقدونیہ کی روما کے ساتھ جو جنگ ہوئی اسمیں پروسیاس نے فیلقوس کا ساتھ نہیں دیا اسلئے کہ اسنے یہ بھانپ لیا تھا کہ فریقین میں سے کون حاوی ہوجائے گا، اور اپنا سر اوکھلی میں دینے کے بجائے عام اختلال سے فائدہ اٹھاکر ہرقلیہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس کوشش میں اسے نہ صرف ناکامی ہی ہوئی بلکہ لڑائی میں اسکے ایسی چوٹ لگی جس کی وجہ سے باقی زندگی بھر لنگڑا ہی رہا۔ اسیطرح

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ بلدیات پروسیاس اور اپامیہ کے تاسیس؛ کون، $\frac{۱\ \ ۴}{۳\ \ ۴}$ -

پروسیاس ہیلس پونتی ازوجیہ سے اُٹھتا ہے جسے "نو محصلہ" بھی کہتے تھے؛ استرابو، ۱۲، ۵۶۳ -

پروسیاس "شکاری"۔ پروسیاس دوم کے چودرہمی پر اسکے سر پر ایک زیور ہے جسپر ایک چھوٹا سا پر لگا ہے؛ اسکے لئے دیکھو رائناش: "تین سلطنتیں" ۱۰۹۔ پرگامم و بتھی نیہ کے لئے دیکھو فرینکل ص ۶۵، جسکا خیال ہے کہ اس جنگ میں پروسیاس اول ہی حکمراں ہوگا۔

باب ۱۸

اسنے کمال دانشمندی کے ساتھ روما کے ساتھ جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ اس موقعہ پر اسکا دانت افروجیہ صغرٰی پر لگا ہوا تھا، لیکن اسکے بجائے یہ ملک یومنیس کے ہاتھ آیا، اور پروسیاس نے دق ہوکر ہنی بعل کو اپنے دربار میں جگہ دیدی۔ اسکا بیٹا پروسیاس دوم نے جو اسکی جگہ بادشاہ ہوا اپنے باپ کے قدم بقدم چلا۔ اس نے پرسیوس کے ایک بیٹی سے شادی کی۔ اس نے یومنیس دوم والیٔ پرگامم سے لڑائی ٹھانی اور ہنی بعل کے مدد سے استفادہ حاصل کیا۔ لیکن روما کے حکم آنے پر اسے جنگ کا یک بیک خاتمہ کرنا پڑا اور ساتھ ہی ہنی بعل کو بھی روما کے حوالے کرنے کا وعدہ کرنا پڑا جبسے ۱۸۳ ق م میں ہنی بعل نے خودکشی کرلی۔ اب پروسیاس نے فارناکیس شاہ پونٹوس کے خلاف یومنیس سے محالفہ کرلیا۔ جب پرسیوس اور روما کے درمیان جنگ ہوئی تو پروسیاس غیر جانبدار رہا۔ ہم اسکی زندگی کے باقیماندہ حالات پر بعد میں باب ۱۹ میں بحث کریں گے۔ بتھی نیہ کبھی جرأت و ہمت نہیں دکھاتا بلکہ ہمیشہ چالبازیاں کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ خود اپنے مفاد پر نظر رکھتا ہے اور کبھی پہلے کے علائق کا لحاظ نہیں رکھتا؛ وہ ہمیشہ روما کے دوستوں کی مخالفت کرتا ہے لیکن کبھی روما کے مخالفت پر انگلی بھی نہیں اٹھاتا، اور جب روما اپنی قوت کا مظاہرہ کرتا ہے تو ہمیشہ ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ ایسا کرنے میں شاہان بتھی نیہ ہمیشہ ذلیل خوشامدانہ روش پر چلتے ہیں جس سے اصل مقصود حاصل ہوجاتا ہے، یعنی مجلس سینات ان حقیر مسخروں کو تخت پر بٹھا رہنے دیتی ہے اور وہ اسکے احکام کی تعمیل کرتے رہتے ہیں۔

اریارتھیس ۵ یوسےبیس[۱۳۰] جو اپنے باپ اریارتھیس سوم کے

---

[۱۳۰] کاپادوسیہ۔ اریارتھیس ۵ یوسےبیس کے لئے دیکھو رائناش، "تین سلطنتیں" ۱۴، ۱۵؛ سکّے، تصویر ۱، ۸، ۹۔ اسکے بہت سے درہم موجود ہیں جن پر حروف "ل، گ" کندہ ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسکی تیتیسویں سال یعنی ۱۳۰ ق م میں بنے ہونگے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ

باب ۱۸

بعد کا پاؤوسیہ کے تخت پر اوائل عمر ہی میں بیٹھا، پہلے تو انطاکوس سوم کا حلیف تھا، لیکن جنگ مگنیشیہ کے بعد رومنوں کا ساتھی اور یومینیس دوم والئ پرگامم کا دوست بن گیا، چنانچہ آخرالذکر نے اس کی بیٹی سے شادی کرلی جو پہلی بیوی کے بطن سے تھی۔ اس کی دوسری شادی انطاکوس سوم کی بیٹی انطاکس سے ہوئی، لیکن اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور انطاکس نے دو فرضی بیٹے اریاراتھیس اور اوروفرنز کو اپنی اولاد بتایا، لیکن اسکے بعد اسکے ایک بیٹا متھری داتیس (مہرداد) پیدا ہوا جو اپنے باپ کے بعد اریاراتھیس ۵ "یوسے بیس فلوپاتر" کے خطاب سے تخت نشیں ہوا اور سنہ ۱۶۳ ق م سے سنہ ۱۳۰ ق م تک حکومت کی ہم اس کا ذکر بعد میں کریں گے۔ یہ اریاراتھیس روما کے خلاف غلاطیوں کے دوش بدوش لڑا، لیکن روما نے بالآخر اسے معاف کردیا (دیکھو اوپر باب ۱۷)۔

سنہ ۱۷۹ ق م کے قریب ہی سلطنت پونتوس ایک نہایت زوردار اور ہمت والے بادشاہ یعنی فارناکیس کا انتقال ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ تقریباً سنہ ۱۹۰ ق م میں تخت پر بیٹھا ہوگا لیکن یہ سنہ ۱۸۳ ق م تک تاریخ میں اپنا نام پیدا نہیں کرتا[۱۱]۔ سنہ ۲۲۰ ق م سے سنہ ۱۸۳ ق م تک

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گذشتہ۔ جب اسے رومنوں کو بڑی بڑی رقمیں بطور جرمانہ کے ادا کرنی پڑتی تھیں، اور وہ اسلئے کہ اس نے انطاکوس کے ساتھ محالفہ کرلیا تھا، اس جرمانے کی ادائگی کے لئے اسے بےشمار سکے ڈھلوانا پڑے۔

اریاراتھیس پنجم اور اوروفرنز کے لئے دیکھو نیچے باب ۱۹۔

[۱۱] پونتوس یا افتین۔ فارناکیس۔ کلیس کا مضمون پاولی ۵، ۴۸۴۲، ۱۴۳۵ میں رائناش "تین سلطنتیں" (Reinach : Trois royaumes) ۱۶۸/۱۷۰؛ رائناش؛ "متھری داتیس" ۴۱-۴۲۔ فارناکیس کی فوجی چلت پھرت؛ پولی بیوس ۲۴، ۱۰؛ ۲۵، ۲ تا ۶؛ ۲۶، ۶ (شرائط صلح نامہ)؛ ۲۷، ۶، ۱۵؛ دیودوروس ۲۹، ۲۳ تا ۲۴ (سلیوکوس؛ لیوی) ۴۰، ۲، ۲۰؛ یوستنی نو

باب ۱۸

پونتوس کا نام بھی سننے میں نہیں آتا۔ جہاں ۱۸۹ ق م میں رومنوں نے پرگامم اور رھوڈز کو بڑے بڑے علاقے دلوائے تھے، اور بتھی نیہ کاپادوسیہ اور پفلاگونیہ نے شاہی مال غنیمت کا تھوڑا بہت حصّہ لینے کی کم از کم کوشش کی تھی، وہاں پونتوس بالکل خاموش تھا، اور نہ تو انطاکوس کی جنگ میں اور نہ غالطیوں کے میدان میں اس نے مطلق حرکت کی تھی لیکن ایشیا سے رومنوں کے چلے جانے پر فارناکیس، نے غالطیوں اور متھری داتیس شاہ ارمنستان صغیر کے ساتھ میل کرکے اور سلیوکوس ششم شاہ سوریہ سے ائتلاف کرکے اٹھا اور ۱۸۳ ق م میں اسنوپ پر حملہ کرکے اسے فتح کرلیا۔ اُسنے شہر کیراسوس کی جگہ شہر فارناکیہ آباد کیا اور کوتیورہ و کیراسوس کے باشندوں کو اسمیں لا بسایا۔ مغرب میں اس نے تیوس لیکر بتھی نیہ پر وار کیا، اور جب متھری داتیس کاپادوسیہ کو برباد کر رہا تھا وہ پفلاگونیہ کو تاراج کرتا رہا۔ ان واقعات کے بنا پر ایک طرف تو فارناکیس متھری داتیس اور دوسری جانب یومینس، پروسیاس، اریاراتھیس اور مورزیوس والی پفلاگونیہ کے درمیان (یعنی ایک حد تک مشرقی و مغربی ایشیائے کوچک کے مابین) ایک عظیم الشان جنگ چھڑ گئی، اور اگر روما نے سلیوکوس چہارم کو روک نہ دیا ہوتا تو وہ بھی مشرقی مملکتوں کا ساتھ دیکر میدان میں کود پڑتا۔ علاوہ اس دباؤ کے باقی روما نے فریقین کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کی، چنانچہ سوائے اسکے کہ اسنوپ کا پونتوس میں الحاق کردیا گیا باقی حالت بدستور رہی۔ پولی بیوس سے ہمیں شرائط صلح معلوم ہوتی ہیں، وہ یہ کہ فارناکیس کو پفلاگونیہ اور تیوس دونوں کا تخلیہ کرنا پڑا، اور مال غنیمت واپس کرنا پڑا، اُدھر متھری داتیس کو (۱۷۹ ق م میں) تین سو تالنت

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ۔ ۳۰ء ۶۲ - فارناکیس کے اٹیکائی چودرہمیان اور درہم اسوقت تک موجود ہیں، راکسناشن: "تین سلطنتیں" ۱۹۸ -

باب ۱۸

ادا کرنے پڑے۔ اس صلحنامے میں مفصلۂ ذیل کے نام آتے ہیں:- فرمانروائے ارمنستان، ارتاکسیاس، اکوزی لوخوس، سرماتیوں کا حکمران، گتالوس، اور یورپ میں بلدیات ہرقلیہ، میسمبریہ، خرسونیز و کیزیکوس یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فارناکیس کے اسی قسم کے علائق تھے جیسے ہم اسکے بڑے رشتہ دار متھرہی داتیس یوپاتور کے پاتے ہیں، اور وہ بھی اسیطرح رومنوں کا جانی دشمن تھا۔ فارناکیس کا تقریباً سنہ ۱۶۹ ق م میں انتقال ہوگیا، اور اسکے جانشین نے (جسکا تذکرہ باب ۲۵ میں کیا جائے گا) روما کے ساتھ ذرا زیادہ ہوشیاری کا برتاؤ کیا۔

آخر میں پرگامم کا رُخ کیجئے[21] یہاں اتالوس کی جگہ (جسکی ایمانداری اور ہوشیاری کی تعریف میں پولی بیوس رطب اللسان ہے) سنہ ۱۹۷ ق م میں اسکا بیٹا یومنیس اول تخت نشین ہوا تھا جسکی قابلیت اپنے باپ سے بہت کم تھی۔ اسے لوگ اوّل درجہ کا چالاک سمجھتے تھے، اور اگر یہ واقعہ ہے کہ پہلے تو اُسنے رومنوں کو اُکسایا اور رومنوں کی طرف چلا گیا، تو اس نے دونوں مواقع پر اپنا ہی فائدہ سوچا ہوگا۔ سنہ ۱۷۲ ق م میں اسنے روما کا مبالغہ آمیزی سے جو ساتھ دیا وہ اسے اسلئے کارآمد معلوم ہوا ہوگا کہ اسنے سنہ ۱۷۵ ق م میں ہیلیودوروس کو معزول کرکے انطاکوس چہارم کو تخت پر بٹھایا تھا اور یہ خیال کرکے کہ روما کی کمان اتر رہی ہے وہ رفتہ رفتہ پرسیوس کا ساتھ دینے لگا تھا، جس سے روما والوں کو اس سے کد ہوگئی تھی لیکن اسکے بھائی اتالوس کو طوعاً و کرہاً روما کے وفادار دوست کا روپ بھرنا پڑا، اور حقیقتاً وہ ایک حد تک روما کا دوست تھا بھی۔ بہرحال کچھ بھی ہو، ان باتوں سے یہ خاندان تو محفوظ ہو ہی گیا۔

سنہ ۱۶۹/۱۶۸ ق م میں مشرق کی سیاسی صورتِ حال حسب ذیل تھی۔ روما کے مخالفوں میں پونتوس قوی ضرور تھا، لیکن مستعد نہ تھا، بتھینیہ ہمیشہ زوردار

---

[21] پرگامم۔ اتالوس کی پولی بیوس تعریف کرتا ہے، (۱۸، ۴۱)۔

دیکھو اوپر، باب ۱۲، حاشیہ ۶۔

باب ۱۸

کا ساتھ دیتا تھا، اور انہیں یہ معلوم کرنے کی خاص قابلیت تھی کہ کس طرف کا پلڑا بھاری ہونے والا ہے؛ کاپادوسیہ کسی شمار و قطار میں نہ تھا، اور پرگامم کو مشکلات سے بچنے کے لئے اپنی آنکھیں کھولے رکھنا پڑتی تھیں۔ اسلئے کہ اگر روما نے پرسیوس کا خاتمہ نہیں کیا اور پرگامم کو اس کے ساتھ وفادار رہنا تھا تو پھر اٹالوسیوں پر ہر طرف سے وار ہونا لازمی تھا۔ اسکے برعکس شاہان ایشیا کے دولتوں کے لئے روما کے اثر کو زائل کر دینا ممکن تھا، اور بہت سے مشرقی مدبروں کا خیال بھی یہی تھا کہ اس اثر کا زائل ہو جانا انکے لئے بہتر ہو گا، اس لئے کہ جو ایشیائی یونانی تمدن کے رنگ میں رنگ گئے تھے انہیں اب بھی اپنی اہمیت کا کافی احساس تھا۔

جب صورت حال یہ تھی تو پرسیوس نے حلیفوں یا کم از کم بیچ بچاؤ کرنے والوں کے حاصل کرنے کی جو کوشش کی اسمیں کامیابی کی ضرور امید تھی۔ اس نے اسکے لئے سوریہ، پرگامم، بتھنیہ اور رھوڈز کی طرف رجوع کیا[۱۳]۔ شام مصر کے معاملات کیوجہ سے پہلے ہی سے مصروف کار تھا

---

[۱۳] مزید جنگ اور گفت و شنید۔ رھوڈزی "غلہ کے برآمد کے متعلق" متردد ہیں؛ پولی بیوس ۲۸، ۱۴؛ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افشین کے اناج کی اب بھی اہمیت تھی۔

رھوڈزی سفیر روما جاکر کہتے ہیں کہ اب ہم اختلال کو کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے؛ لیوی ۴۴، ۱۴؛ پروسیاس کی ثالثی؛ ایضاً۔ پرسیوس انطاکوس کے پاس قائم مقام روانہ کرتا ہے؛ پولی بیوس ۲۹، ۴؛ پرسیوس و یومینیس، پولی بیوس ۲۹، ۵؛ رھوڈز، پولی بیوس ۲۹، ۱۰، ۱۱۔

رھوڈزی امیلیوس سے صلح کرنے کی التجا کرتے ہیں؛ لیوی ۴۴، ۳۵۔

پرسیوس اور غالوی؛ لیوی، ۴۴، ۲۶۔ پرسیوس و گنتیوس؛ پولی بیوس ۲۹، ۳، ۴؛ لیوی، ۴۴، ۲۷۔

آجکل عام خیال یہ ہے کہ روما نے یومینیس کے ساتھ جو برا سلوک روا رکھا اسکا وہ مستحق نہیں تھا، لیکن ہمارے نزدیک حکم محض قیاس ہی قیاس پر مبنی ہے اور جسقدر ثبوت پولی بیوس کی روایت کے تردید کے لئے درکار تھا وہ ابھی تک پیش نہیں کیا گیا۔ درحقیقت اس قول کی ذرا بھی بنیاد نہیں کہ

باب۱۵ تھا، اس لئے اس نے تو کچھ نہیں کیا؛ بتھی نیہ نے روما سے دوستانہ انداز

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ یومینیس پر غلط الزامات لگائے گئے ہونگے ۔ پولی بیوس دونوں بادشاہوں کے بابت لکھتا ہے (۲۹، ۸)؛ یومینیس نہ صرف بدمعاش تھا بلکہ طباع بھی تھا، اور جو مقاصد وہ یومینیس کے ساتھ منسوب کرتا ہے وہ اس قسم کے فرد کے لئے بالکل فطری ہیں ۔ موم سن ضرور یہ کہتا ہے (۱، ۳۱، ۷۸) کہ یومینیس نے ہرگز پرسیوس کے ساتھ گفت وشنود نہیں کی ہوگی اس لئے کہ ایسا کرنے میں محض ایک چھوٹی سی بات کے لئے سالہا سال کا کام سپرد خاک کرنا کسی حالت میں مناسب نہ تھا ۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اسے ”چھوٹی سی بات“ کی خواہش نہیں تھی بلکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ کسی طرح سے روما کا اثر زائل ہو جائے؛ دیکھو اوپر حاشیہ ۵ ۔ علاوہ ازیں اسکے اس فعل پر حکم لگانے سے پہلے ہمیں اس اثر کا اچھی طرح سے اندازہ کر لینا چاہئے جو اسکا رومنوں پر پڑا ہوگا ۔ رومنوں کا یہ خیال تھا، یا کم ازکم وہ یہ ظاہر کرتے تھے کہ وہ انھیں دوسروں کے جال میں گرفتار کرنا چاہتا ہے، تاہم انھوں نے اسکا تیا پانچا نہیں کیا ۔ اس طرح یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس نے سالہا سال کا کام معرض خطر میں ڈالا ہو ۔

۲ ۔ پولی بیوس یہ کہتا ہے کہ گو یومینیس ہی پرسیوس اور روما کی جنگ کا باعث تھا، تاہم وہ چاہتا ہے کہ پرسیوس بچ جائے، بشرطیکہ وہ اسکی مٹھی گرم کردے ۔ اور ہمارے نزدیک اس قسم کا طرز عمل از خود خلاف قیاس ہے نہ یومینیس جیسے شخص میں ناممکن ہے ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی جنگوں کی دوران میں بعض مرتبہ ہوشیار سے ہوشیار بادشاہ بھی بعض مرتبہ ادھر سے ادھر چلے جاتے ہیں اور محض اپنے ذاتی فائدے کی خاطر دوست کو چھوڑ کر دشمن سے جا ملتے ہیں، اور آجکل جو حکمت عملی ملکی مفاد پر مبنی ہوتی ہے اس سے بھی اس قسم کے نتائج مستنبط ہوتے ہیں ۔ الغرض اس میں کونسے تعجب کی بات ہے کہ پہلے تو یومینیس نے روما کے خلاف سازش کی اور پھر اس کے اور پرسیوس کے درمیان بیچ بچاؤ کرنے کے لئے تیار ہو گیا ۔ یہاں تک تو کہ اس نے وہی کیا جو کوئی دوسرا بھی کرتا ۔ لیکن اب اس معاملے کا سب سے زیادہ عجیب وغریب حصہ آتا ہے، وہ یہ کہ یومینیس صرف اسوقت ثالث بننا چاہتا ہے اگر اسکی مٹھی گرم کیجائے ۔ اس نکتہ کو سمجھنے کیلئے ہمیں پرگامم کے خاندان شاہی کی تاریخ پر نظر رکھنی چاہئے ۔ اس مملکت کے بادشاہ کے لئے روپیہ سے اہم کوئی چیز نہیں تھی ۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ ان حکمرانوں کی پشت وپناہ کوئی قوم

باب ۵۱

سے احتجاج کیا؛ پرگامم ورھوڈز ذرا آگے بڑھے۔ پولی بیوس کہتا ہے کہ یومنیس و پرسیوس کے مابین اس اصول پر گفت وشنود شروع ہوئی کہ اگر شاہ پرگامم مقدونیہ ورومہ کے باہمی آویزش میں یا غیر جانبدار رہا یا فریقین میں باہم صلح کرادی تو ایسی صورت میں شاہ مقدونیہ کو پرگامم کے کیا کیا حوالہ کرنے پر مجبور کیا جائے گا؛ قرار پایا کہ غیر جانبدار رہنے کی حالت میں پانچسو ٹالنٹ اور صلح کرانے پر پندرہ سو ٹالنٹ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ پرسیوس نے غیر جانبدار رہنے کا معاوضہ لینے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ دونو فریقوں کے لئے باعث ذلت ہوگا، اس نے صلح کرانے پر پندرہ سو ٹالنٹ قبول کر لئے لیکن کہا کہ میں اس رقم کو ساموتھریس میں جمع کرا دونگا۔ لیکن یومنیس کو اس کا خوف تھا کہ کہیں اپنا کام ختم کرنے کے بعد پرسیوس اس رقم کو اٹھا نہ لے جائے، جس کی وجہ سے گفت وشنود بالکل منقطع ہوگئی۔ پولی بیوس ان دونوں بادشاہوں کی حماقت کا مذاق اڑاتا ہے، لیکن ہم گینتھیوس کے معاملے سے سمجھیں گے کہ یومنیس برسر حق تھا۔ رھوڈزیوں نے علی الاعلان یہ مغرورانہ رستہ اختیار کیا (جو نہایت درجہ خطرناک بھی تھا) کہ کسی نہ کسی

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ — نہیں تھی اور انکی قوت کا دارومدار روپیہ پر تھا جس کے ذریعہ سے وہ سپاہی نوکر رکھ سکتے اور جہاز آراستہ کر سکتے تھے انکی حکومت کے آغاز کیوجہ انکی تاریخ میں ایک مخصوص انداز پیدا ہو گیا ہے۔ انکی حکومت کی ابتدا ایک بڑے بھاری سرمایہ سے ہوئی جو مسروقہ تھا اور فلیتائروس نے وہی کیا جو ہارپالوس نے کیا تھا، صرف فرق یہ تھا کہ علاوہ روپیہ کے اس نے قلعہ بند خزانے پر بھی قبضہ کر لیا اور اس طرح اپنی فراست کا ثبوت دیا۔ پرگامم کے حکمران کے لئے کہ ایک فطری معاملہ تھا کہ خود اپنے مفاد کی خاطر دوسرے کو مدد دینے کے لئے رقم کا مطالبہ کریں یہ کمینہ پن ہو لیکن آپ نہیں کہہ سکتے کہ ایسا فعل خلاف قیاس ہوگا۔

اس سے پہلے بھی روما کے حلیفوں نے ایسے دھوکا دیے تھے؛ ایکدفعہ تو جب بغیر انکی رائے لئے ہوئے ایتولیوں نے فیلقوس کے ساتھ صلح کی اور دوسرے جب مصر اور انطاکوس نے آپس میں سمجھوتا کر لیا تھا کیا وہ پرگامم کے چالاک بادشاہ سے مشتبہ ہونے میں حق بجانب نہیں تھا۔

طرح سے تنہا، یا ممکن ہو تو پرسیوس کی مدد سے صلح کرادے، اور اس نقطہ نظر سے اسنے پرسیوس کے سفیروں کو باریاب کیا۔ سنہ ۱۶۹ ق م کے موسم بہار میں روما میں اپنی وفاداری کا اطمینان دلانیکے بعد یونان گئے اور وہاں کانسل مارکیوس سے مطالبہ کیا کہ بحری تجارت میں جنگ کے ذریعہ سے رکاوٹ نہ ڈالے۔ اسپر مارکیوس نے انسے کہا کہ آپ سینات سے کہئے، چنانچہ انھوں نے روما اور پرسیوس دونوں سے صلح کرنے کیلئے کہا، اور سنہ ۱۶۸ ق م میں فیصلہ کن لڑائی سے ذرا پہلے ایملیوس پولوس کے پاس سفیر روانہ کرکے صلح کرنے کے لئے کہا۔ ان سب باتوں سے روما کے خودداری کو بڑی ٹھیس لگی، اور یہ پرسیوس جیسے شخص کے مفاد کی خاطر جس سے رسل و رسائل کرنا اور بیوقوف بننا یا ناامید نہ ہونا بالکل ناممکن تھا۔

بجنسہ یہی حشر غالیوں اور الیریائی بادشاہ گینتوس کا ہوا۔ بیس ہزار غالوی شاہ مقدونیہ کے فوج میں ملازم ہونے کے لئے تیار رہتے، لیکن پرسیوس انھیں صرف پانچہزار دینے کے لئے تیار تھا۔ وہ اتنے پر راضی نہیں ہوئے چنانچہ پرسیوس کو انکے بغیر لڑائی لڑنی پڑی اور اس نے انکے غیاب سے نقصان ہی اٹھایا۔ اسیطرح اس نے گینتوس کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں نہ صرف لالچ کا بلکہ بے ایمانی کا بھی برتاؤ کیا۔ اسنے اسے تین سو تالنت دینے کا وعدہ ہی نہیں کیا بلکہ اس کے ایلچی کو اس رقم کے مساوی چاندی پر اپنے آقا کی مہر لگانے کی اجازت بھی دیدی اور کہا کہ میں اس رقم کو فورًا الیریا روانہ کردونگا۔ اسنے دس تالنت تو فورًا گینتوس کے پاس بھیجدیئے، لیکن باقیماندہ مہردار چاندی کو منزل مقصود اتنی آسانی سے نہیں پہونچی۔ جونہی گینتوس کے پاس دس تالنت پہونچے کہ اسنے یہ سمجھ کر کہ باقی رقم تو آہی جائے گی، فورًا رومن سفیروں میں سے بعض کو قید کرلیا اور اسطرح روما سے قطع تعلق کرلیا۔ اسپر پرسیوس نے باقیماندہ ۲۹۰ تالنت کو، جو سرحد پار نہیں پہونچے تھے

باب ۱۸

واپس کر لیا اس لیئے کہ اس نے سوچا کہ جب دس ٹالنٹ سے کام نکل گیا تو پھر مزید رقم خرچ کرنے کی کون ضرورت ہے۔ آجکل کے مورخوں کا یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ روما کے خلاف رھوڈز، یومینیس اور پرسیوس کی تائید کرتے ہیں حالانکہ اس قسم کے واقعات انکے سامنے ہیں کہتے ہیں کہ روما کو رھوڈز کی حماقت پر ناراض ہونا نہیں چاہیئے تھا۔ اور پرسیوس محض لالچ کیوجہہ سے کمینہ پن کا مرتکب نہیں ہو سکتا تھا، اور یومینیس پر بالکل غلط الزامات کی بوچھار کی گئی تھی کہتے ہیں کہ اصل میں روما میں جو تدبغ کی جھلک ہے اسکی وجہ سے لوگ اس سے متعصب ہو گئے ہیں اور یومینیس کے ساتھ بُرا برتاؤ کرنے کے لیئے انھوں نے اسپر جو الزامات عائد کیئے اسکی وجہ سے لوگوں کا تعصب حق بجانب ہے ہمارے نزدیک یہ کہنا کہ یومینیس پر یہ الزام نہیں لگایا جا سکتا کہ وہ روما کی ناکامی سے اپنا بھلا چاہتا تھا۔ پرسیوس بلاشبہ ایک کنجوس آدمی ہے جو شخص اپنے روپیہ کو اپنے پاس رکھنے کے لیئے معمولی دھوکہ باز کے روپ میں نظر آنے لگتا ہے رہے رھوڈز یہ تو انھوں نے سفیہانہ افعال کے مرتکب ہوے ہوں لیکن انھیں کمینہ نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن کیا بڑے پیمانے کی سیاسیات میں بہ نسبت کمینہ پن کے بیوقوفانہ حرکات کا زیادہ خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے؟ کیا انھیں جو محض رسمی حقوق پر تکیہ کر کے اپنے قومی ہمسایوں کے معاملات میں دخل در معقولات کرتے ہیں نیچا نہیں دیکھنا پڑا آخر کار مقدونیہ کی قسمت کا فیصلہ سنہ ۱۶۸ ق م میں ہو گیا[۱۱۵]۔ واقعہ

---

[۱۱۵] جنگ پیدنا اور اسکے اثرات:۔ دیکھو پارہ جات کلنٹن clinton: F.H. ۸۴۔

سنہ ۱۶۸ ق م کے بعد مقدونیہ کی حالت؛ لیوی ۴۵، $\frac{۲۹}{۳۲}$ ۔ چار قسمیں مفصلہ ذیل تھیں: (۱) مشرق میں نستوس و ستر کے درمیان، جسمیں ہر قلیہ سنتی کے، اور ستری مون کے مغرب میں بسالتے کا ملک شامل تھا۔ اسکا مستقر امفی پولس تھا۔ (۲) اس سے مغرب میں دریائے اکسیوس تک کا ملک جسمیں اندرون ملک کا ضلع پیونیہ اور ساحلی علاقہ جات خالکدیس، کاساندریہ اور تھسالونیکے شامل تھے اور جسمیں سے آخر الذکر پائے تخت بن گیا (۳) دریائے اکسیوس سے دریائے پے نیوس تک

باب ۱

یہ ہے کہ حال میں صورت حال روما کے لئے بنہایت مخدوش ہوگئی تھی اسلئے کہ مقدونیہ نے اپنی بحری قوت کو ترقی دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا اور تھسالونیکا تک تمام ساحل کا مالک بن بیٹھا تھا اور اس طرح پرسیوس کا سمندر پر وہی اقتدار ہوگیا تھا جو فیلقوس ولد امین تاس کا اسوقت تھا جب وہ ایتھنز والوں کے خلاف تیاریاں کر رہا تھا۔ لیکن جونہی روما نے ایک قابل سپہ سالار میدان میں بھیجا مقدونیہ کی گویا موت آگئی۔ سنہ ۱۶۸ ق م روما سے اسی سپہ سالار کا بیٹا جو کانائے میں کام آیا تھا یعنی ل امیلوس پولوس مقدونیہ آیا اور کمانداری کا کام اپنے سر لیا۔ اس سے پہلے بھی چودہ سال پہلے وہ کانسل رہ چکا تھا اور اسوقت بھی اسنے اپنی ایمانداری کی شان اور علو فطرت کا پورا ثبوت دیا تھا۔ اسکی روما کے دوسرے اعیانی خاندانوں کے ساتھ قریب کی عزیزداری تھی۔ اسکا بڑا بیٹا تبنیت کے ذریعے سے خاندان فابیوس کا رکن بنگیا، دوسرے بیٹے کو فاتح زاما نے اپنا بیٹا بنالیا اور آگے چلکر خود اُس نے قرطاجنہ فتح کرلیا۔ رومنوں نے اتنا بڑا لشکر جمع کرلیا تھا کہ جو فوج پرسیوس سے لڑی اسمیں پچاس ہزار پیدل اور دو ہزار سوار جو گینتیوس سے لڑ رہی تھی اسمیں تیس ہزار پیدل اور دو ہزار سوار شامل تھے۔ موخر الذکر فوج نے جسکا سپہ سالار امیلوس تھا، اسکودرہ (سقوطری) فتح کرلیا۔ گینتیوس کو گرفتار کرکے روما روانہ کردیا۔ پرسیوس اسوقت تک دیوم میں تھا، لیکن اب اسے سی پیوناسیکا کے ایک جناحی حرکت کی وجہ سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ — جس میں پیونیہ کا مغربی حصہ ایمتیہ، بروپیہ اور پیلاگونیا شامل تھے۔ اس علاقہ کا پائیہ تخت پیلا تھا۔ (۴) کوہ بورا کے مغرب کا علاقہ جس میں اقوام ایوروائی، تیمیسٹائی اور شہر پیلاگونیہ مع اُن ٹانیہ و ایلی میوتس تھے، اور جس کا صدر مقام پیلاگونیہ تھا۔

چاندی اور تانبہ کے سکے، کتبہ "ما" کے دونوں پر جس (ذخیرہ) ہیڈ، ۲۰۸۔

دیکھو ڈیوڈورس کی دلچسپ رائے بابت مقدونیہ کے متعلق جسکا اقتباس اس سے پہلے دیا جاچکا ہے، باب ۱، حاشیہ ۴۔

باب ۱

پیدنا کا رُخ کرنا پڑا اور اسی جگہ فریقین میں جو جنگ ہوئی اسمیں بادشاہ کو شکست فاش ہوئی۔ اس جنگ میں بھی ناہموار زمین کی وجہ سے مقدونوی جتھے میں یکسانی باقی نہیں رہی جسکی وجہ سے ان مقامات میں جہاں شگاف ہوگئے تھے، رومن پیدل فوج نے قیامت برپا کردی۔ آخر کار مقدونوی سوار میدان چھوڑکر بھاگ گئے۔ کہتے ہیں کہ اس معرکے میں بیس ہزار مقدونوی مارے گئے اور دس ہزار گرفتار ہوگئے، اور رومنوں کا بیان ہے کہ انکی طرف کے صرف سو آدمی کام آئے۔ بہرحال اس جنگ سے پرسیوس کا کام تو تمام ہوگیا۔ اور نہ صرف یہ کہ اسکے تمام مصلاح کاروں نے اسکا ساتھ چھوڑ دیا بلکہ شہروں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ الغرض شاہ مقدونیہ تھوڑے سے کریٹی اجیر سپاہیوں کو لیکر امفی پولس پہونچا، جہاں کے باشندوں نے اس سے استدعا کی کہ براہِ خدا کسی اور جگہ تشریف لیجائیے۔ اسپر پچاس تالنت کریٹی سپاہیوں کے پاس چھوڑکر اور دو ہزار تالنت ساتھ لیکر ساموتھرس بھاگ گیا۔ لیکن یہاں اس نے سُنا کہ پاس ہی اوکتاویوس جہاز میں بیٹھا ہوا چکر لگارہا ہے، چنانچہ اس خوف سے کہ کہیں اسے اس رومن امیرالبحر کے حوالہ کردیا جائے۔ اس نے تھریس بھاگنے کی کوشش کی اور ایک کریٹی جہاز پر اپنے خزانہ کا ایک بڑا حصّہ لادویا تاکہ رات کے اندھیرے میں خود روانہ ہوجائے لیکن جب وہ روپیہ جہاز میں چھوڑکر کنارے پر آیا تو (بالکل ویسے ہی جیسے اُسنے کینتوس کے ساتھ کیا تھا) کپتان اسکا روپیہ لیکر فرار ہوگیا۔ اب اسکے بچوں کے اُستاد نے سب سے چھوٹے لڑکے کو غنیم کے حوالہ کردیا، ملکہ شام بھاگ گئی جہاں پہونچکر اس نے اپنے بھائی دیمتریوس اوّل سے نکاح کرلیا اور خود پرسیوس نے اپنے بڑے لڑکوں سمیت ہتھیار ڈال دیئے۔ اسکے بعد اسے رومن اپنے کیمپو میں لے آئے جہاں اسکے ساتھ شاہانہ برتاؤ نہیں کیا گیا۔

یہ بات بالکل طے شدہ تھی کہ مقدونیہ میں ملوکیت کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں، چنانچہ آئندہ دستور ملکی کے طے کرنے کے واسطے حسب سابق

دس ارکان کا ایک ماموریہ بھیجا گیا۔ اسکے علاوہ سرحدی اضلاع کے مقدونوی سے ہتھیار لے لئے، محاصل کو نصف کر دیا اور کانوں اور شاہی جاگیروں کو بے کار و بار چھوڑ دیا اور حکم دیا کہ سر آور وہ مقدونوی روما جائیں۔ ساتھ ہی مقدونیہ کو چار اضلاع میں تقسیم کر دیا گیا اور حکم دیا کہ ہر ایک ضلع والوں کو صرف اسی ضلع والے کے ساتھ شادی بیاہ اور تجارتی تعلقات رکھیں۔ ان اضلاع کے بلدیات و دیہات بالکل آزاد تھے اور واقعہ یہ ہے کہ انکے قائم مقام چار مجالس میں مجتمع ہوتے تھے۔ روما نے مقدونیہ کو بالکل تھسلی کی طرح اس اصول پر منظم کرنا چاہا کہ اب مقدونیہ نے اپنے بادشاہ کو تو بالکل یکہ و تنہا چھوڑ دیا ہے، چنانچہ اب وہ رفتہ رفتہ چار عہدیتوں میں اپنے آپکو منقسم کرلیں گے اور امتداد زمانے سے انھیں اسی کی عادت پڑ جائیگی، اور چونکہ بعض قدیم یونانی شہر مثلاً امفی پولس اس نظام کے جزو تھے اس لئے اسکی کامیابی میں اور بھی زیادہ آسانی پیدا ہو جائے گی۔ گو واقعات امیدوں سے بالکل مغائر اور گو بہت سے دعویداروں کے پیرو بھی پیدا ہو گئے لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جدید نظام قدیم نظام سے بدتر تھا، بلکہ اس سے صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ شاہی خاندان خواہ کیسا ہی ناجائز اور انتی گونیسوں کی طرح کیسا ہی نا اہل کوتا نہ ہو، جذبۂ وفاداری آسانی سے مردہ نہیں ہوتا۔ آخر میں ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ اس بندوبست کے ماتحت الیریا کی آزادی برقرار رہی۔

یونان کی صورت حال اس سے بھی پیچیدہ تھی اسلئے کہ یہاں بہت سوں نے ذہنی طور پر مقدونیہ کا ساتھ دیا تھا اسلئے کہ اول تو نظری خیالات کو دوسرے ہی فروغ پہنچتا ہے اور دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ بہت سے یونانیوں کو پرسیوس جس سے انکا اتنا قرب نہیں تھا جتنا اسکے باپ سے، حریت اور آزادی کے علمبردار کی حیثیت سے نظر آتا ہو[۱۵]۔ اسکے برعکس اس حصۂ ملک میں روما کے بعض ہمنواؤں نے

---

[۱۵] یونان۔ رومنوں نے اکائیائیوں کو مدد بھیجنے سے باز رکھا؛ پولی بیوس ۲۹، ۸/۱۰۔ لیز یکوس؛

نہایت ظلم و ستم کا سلوک کیا تھا، مثلاً ایتولیہ میں لیزیکوس نے رومن سپاہیوں کی مدد سے پانچسو مخالفوں کو تہ تیغ کیا تھا گو اسکے پاداش میں سے بیوفس کو، جسنے اپنے سپاہیوں سے جلادوں کا کام لیا تھا، بعد میں سزا دی گئی۔ واحد یونانی دولت جو اب بھی تھوڑی بہت اہم تھی، اکائیہ تھی جس پر اس زمانے میں روما کا دوست کالیکراتیس حکومت کرتا تھا، لیکن اکائیائی اسے دل سے ناپسند کرتے تھے اس لئے کہ انھیں یہ کسی آن پسند نہ تھا کہ انکا حاکم ہمیشہ روما کی جوتیاں سیدھی کرتا رہے۔ اب کالیکراتیس اور اسکے ہمنواؤں نے اپنے مخالفوں پر رومن اصول سے غداری کا الزام لگایا۔ نہ صرف اکائیہ میں بلکہ دوسرے یونانی ریاستوں میں بھی اس قسم کے الزامات کا حال سننے میں آیا ہے جہاں روما کے مؤیدوں نے اپنے مخالفوں پر ایسے الزامات کی بوچھار کردی اور اس پردے میں اپنے ذاتی اغراض پورے کئے نہ صرف یہ بلکہ وہ لوگ جنھیں سخت سخت الزامات لگا کر ماخوذ کیا جاتا تھا انھیں روما جا کر اپنی صفائی پیش کرنی پڑتی تھی۔ ایسے ملزموں میں ہم ایتولیہ، وکارنانیہ، ایپایروس، بیوتیہ اور خاص کر ایتولیہ کے شہریوں کے نام دیکھتے ہیں۔ اکائیہ میں کالیکراتیس روما کے مخالفوں کو چن چن کر ماخوذ کرتا تھا چنانچہ جب اس نے بہت سوں کو ماخوذ کرلیا تو انمیں ایک یعنی زینو نے (جسے اپنی معصومیت کا پورا یقین تھا) یہ کہا کہ میں روما

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - لیوی، ۴۵، ۲۸ -

یونانی روما طلب کئے جاتے ہیں؛ لیوی ۴۵، ۳۱ - روما کے متعلق دوسرے احکام؛ ایضاً دس سفیر ایسے یونانیوں کو نامزد کرتے ہیں جن کا اٹلی جانا لازمی ہے؛ پولی بیوس ۳۰، ۱۳؛ نیز دیکھو پوسانیاس ۷، ۱۰، وغیرہ۔ جب یہ اٹلی پہنچ جاتے ہیں تو رومن انکے موجودگی کیوجہ سے بڑے پریشان ہوتے ہیں؛ پولی بیوس ۳۱، ۸ - مقابلہ کرو ہرٹزبرگ ۱، ۲۱۷، جہاں معلوم ہوتا ہے کہ تفصیلات صاف نہیں ہیں -

ایتھنز انعام کا مستحق سمجھا جاتا ہے؛ پولی بیوس ۳۰، ۲۱؛ ہرٹزبرگ ۱، ۲۱۹؛ مقابلہ کرو ایضاً ۱، ۲۴۸ -

پہونچکر اپنی بریت کا پورا ثبوت دیدوں گا جسکی وجہ سے جب اسے اور بعض دوسروں کو پکڑ کر روما بھیجا گیا تو بہت سوں کی نظروں میں اس کے اس کردار کو ظلم نہیں سمجھا گیا۔ ایسے ملزموں کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ تھی کب سے زیادہ افسوس اسبات کا ہے کہ جب یہ سب روما آئے تو کسی کو انھیں کسی عدالت میں پیش کرنے کا خیال بھی نہیں ہوا اور رومن خود یہ طے نکر سکے کہ آخر انکے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا جائے چنانچہ یہ مختلف مقامات میں تقسیم کردیے گئے اور انھوں نے اپنی زندگی نہایت ہی تکلیف میں گزاری۔ ایتو کی اندرونی کوس اور تھیبز ہی نیون جنھوں نے تھیبز کو پرسیوس سے محالفہ کرنے کی صلاح دی تھی، انھیں جان سے مروا ڈالا گیا۔ ایتھنز کو ضلع ہالیارتوس مل گیا۔

روما کے غیر وفادار دوستوں کا حشر مفصلۂ ذیل ہوا:۔ رھوڈزیوں نے روما کی مخالفت اختیار کی تھی[1] لیکن اب روما کی فتح کے بعد وہ بالکل پلٹ پڑے اور اس سے معافی کی التجا کی اور ساتھ ہی اس فریق کے سرگروہ

---

[1] رھوڈز۔ پولیاراتوس؛ پولی بیوس ۳۰، ۹۔

روما میں رھوڈزیوں کی شکایات: پولی بیوس ۳۱، ۷؛ مقابلہ کرو گلبرٹ ۲، ۱۷۶۔

ہمارے نزدیک کاؤنوس ۱۹۱ قم کے عظیم بحران ہی میں رھوڈز سے ملحق ہوگیا ہوگا۔ (دیکھو اوپر باب ۱۷، حاشیہ ۲)؛ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بطلیموس کے جن وزرا نے ایشیائے کوچک شام کے حوالہ کیا۔ انھوں نے اپنے ایک سپہ سالار کو روپیہ کے معاوضے میں رھوڈز کے ساتھ اسکا کاروبار بھی کیا لیکن سلیوکوس کا یہ بیٹا انطاکوس کون ہے جسنے استراتونیکیہ کا تحفہ رھوڈز کو دیا؟ ظاہر ہے کہ یہ انطاکوس اول تو ہوگا نہیں؛ ممکن ہے کہ سلیوکوس سوم کا کوئی چھوٹا بیٹا ہو۔ (دیکھو اوپر باب ۱۰، حاشیہ ۳)؛ لیکن پھر انطاکوس سوم میں کیا مضائقہ ہے؟ ممکن ہے کہ اس نے اس ترکیب سے رھوڈز کو اپنا ہمنوا کرنے کی کوشش کی ہو۔ اگر رھوڈز کی ان دو شہروں سے ۱۲۰ تالنت آمدنی تھی تو ہم ان کے شہریونکے غیر مطمئن ہونے کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں؛ اور اس کا اندازہ کرسکتے کہ جب ایتھنز پانچویں صدی میں جب ایتھنز تمام رھوڈز سے صرف ۴۳ تالنت وصول۔

باب ۸

کو قید کرلیا جو ابھی حال ہی میں ذی اقتدار ہوئی تھی۔ اس گروہ کا ایک رکن پولیبار اتوس تھا جسنے رومنوں کے قبضے میں آنے سے پہلے بہت سے چولے بدلے تھے۔ پہلے تو وہ مصر پھر فاسے لس، اسکے بعد کاؤنوس اور آخر میں کبیرہ میں بھاگ گیا، جہاں کے خود سر حاکم نے اسے رھوڈزیوں اور رومنوں کے حوالہ کردیا۔ سنہ ۱۶۷ ق م میں مارکوس یوونتیوس نے مجلس سینات کی اجازت لئے بغیر ایک تحریک پیش کی کہ رھوڈز کے خلاف اعلان جنگ کردیا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسکا اصل مقصد یہ تھا کہ اس مہم کا سالار اس کو مقرر کیا جائے تاکہ اسکے ہاتھ بہت سا مال غنیمت آئے، لیکن سمجھدار لوگوں نے فوراً بھانپ لیا کہ رھوڈز کو برباد کرنے کی مطلق کوئی وجہ نہیں، اور جب کاتو نے انکی تردید کی اور تری بیونوں نے مداخلت کی تو بالآخر تحریک مسترد ہوگئی۔ تاہم رھوڈز کے خلاف کچھ نہ کچھ کارروائی کرنی تو ضرور ہی تھی۔ پہلے تو اسکا غیر جانبدار رہنے کا اختیار سلب کیا گیا اور اسے رومن محالفے میں شامل ہونا پڑا، پھر اسے کاریہ اور لکیہ سے دست بردار ہونا پڑا۔ لیکن جس چیز کی رھوڈز والوں پر خاص طور پر زد پڑی وہ یہ تھی کہ ان ممالک کے علاوہ انھیں کاؤنوس اور استراتونیکیہ بھی چھوڑنے پڑے حالانکہ انھوں نے یہ کہا کہ یہ دونوں شہر انطاکوس سے نہیں لئے گئے بلکہ کاؤنوس تو انھوں نے بطلیموس کے ایک سپہ سالار سے خریدا تھا، اور استراتونیکیہ انھیں انطاکوس ولد سلیوکوس نے تحفۃً دیا تھا، اور دونوں سے انھیں سالانہ ایک سو بیس تالنت کی آمدنی ہوتی تھی۔ بعد میں انھوں نے اندرون ملک شہر کالینڈہ پر قبضہ کرلیا جو کاؤنوس سے باغی ہوگیا تھا۔ اسی طرح بلکہ شائد اس سے بھی زیادہ انھوں نے اس بات کو برا مانا کہ روما نے جزیرۂ دیلوس کو ایک آزاد بندرگاہ بنادیا جسکی وجہ سے مشرقی بحیرۂ روم کی تجارت کا بیشتر حصہ رھوڈز سے دیلوس کو منتقل ہوگیا، اور رھوڈز کی شکایت کی کہ اس طریقے سے محاصل دس لاکھ درہم (۱۶۶ $\frac{2}{3}$ تالنت) سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ گر اتھا تو انکی حکومت کیسی خوشگوار ہوگی (جلد ۲، باب) دیکھو بنیچ، باب ۳۰، نتیجہ۔

باب ۱

گھٹ کر ایک لاکھ پچاس ہزار درہم (یعنی ۲۵ تالنت) رہ گئے۔

یومنیس کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ رھوڈز کے برابر سخت نہیں تھا اور نہ روما کو اسکے رویہ میں اسقدر نقص نظر آتا تھا[۱]۔ یومنیس کا بھائی اتالوس رومنوں کو انکی فتح کی مبارکباد دینے کے لئے روما آیا اور یہاں پہونچکر اسنے استدعا کی کہ روما اسے غالطیوں کے خلاف (جنھوں نے پرگامم پر دوبارہ حملہ کر دیا تھا) مدد دے۔ بظاہر تو اسکے روما آنے کا مقصد یہی تھا لیکن ساتھ ہی اسے یہ بھی دیکھنا تھا کہ آیا روما یومنیس پر کوئی وار تو کرنا نہیں چاہتا اسے یہ بتایا گیا کہ روما یومنیس سے مطمئن نہیں ہے لیکن اسکے ساتھ ہی اسنے اتالوس کے خلاف کوئی ایسی شکایت بھی نہیں اور وہ جو چاہے روما سے درخواست کر سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ رومنوں کو پرگامم کی تقسیم ناگوار ہرگز نہ ہوتی۔ اتالوس دگرگوں ہو رہا تھا کہ اسکے طبیب ستراتیوس نے جو اسکے سیاسی صلاح کار کی حیثیت سے اسکے ساتھ تھا، اس سے کہا کہ آپکو اپنے مفاد کو اپنے بھائی مفاد سے جداگانہ نہیں سمجھنا چاہئے چنانچہ اس نے اپنے لئے اینئوس و مارونیہ کا مطالبہ کیا۔ یہ ایک مدبرانہ تحریک تھی اس لئے کہ پرگامم کے

---

[۱] پرگامم۔ آجکل بادشاہوں کو جس روشنی میں دیکھنے کا دستور ہے اس سے بھی پرگامم کے حکمرانوں کو فائدہ ہی پہونچتا ہے۔ بلاشبہ اتالوس اول کی بیوی اپولونیہ اور اسکے بچوں کے باہمی تعلقات نہایت عمدہ تھے: دیکھو فرنیکل، نمبر ۱۶۹۔ لیکن ہماری دانست میں روما میں اتالوس کے برتاؤ کی زیادہ از واقعہ تعریف کیجاتی ہے حقیقت یہ ہے کہ پہلے تو استراتیوس نے اپنے دلائل سے اسکے برادرانہ جذبات کو مشتعل کرنا پڑا تھا: پولی بیوس، ۳۰، ۱ تا ۳۔ دیکھو وہ قصہ جو پلوٹارک نے De frat. amore ۱۸، میں بیان کیا ہے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اتالوس بادشاہ بننے کا کس درجہ کا خواہاں تھا۔ غالطیوں کے ساتھ جنگ کے لئے جیسی دیودورس ۳۱، ۱۴ کے بموجب غالطیوں کو شکست ہوئی اور تمام قوم کی قوم مغلوب ہوگئی دیکھو فرنیکل نمبر ۱۶۷۔ یومنیس کے لڑائیوں اور اتالوس کی سیلگے کے ساتھ پسیدیہ میں جنگ کے لئے دیکھو تروگوس، تمہید ۳۴۔

پروسیاس: پولی بیوس ۳۰، ۱۹۔

باب ۱۵

اراضی کم ہونے کے بجائے اُس نے گویا اُمیں ہر ایک طرح کے اضافہ کی درخواست کی۔ ظاہر ہے کہ رومن اسے کب مان سکتے تھے چنانچہ انھوں نے ان دو شہروں کو آزاد کرنا ہی پسند کیا۔ ادہر انھوں نے غالطیوں کے پاس اپنے سفیر روانہ کئے اور ان سے کہلوایا کہ انھیں امان قائم رکھنا چاہئیے، لیکن چونکہ غالطی اس بات سے اچھی طرح سے واقف تھے کہ یومنیس دق ہوتا رہا تو رومن خوش ہونگے اسلئے انھوں نے ان سفیروں کا کہنا نہیں مانا۔ انھیں ایشیا کے تمام بندوبست کے لئے بھی مامور کیا گیا تھا، چنانچہ یہ سارڈس گئے اور وہاں دس روز تک ان سب شکایتوں کو سنتے رہے جو کسی کو شاہ پرگامم سے تھیں۔ یومنس چاہتا تھا کہ روما جاکر اپنے خلاف جملہ الزامات کی جواب دہی کرے لیکن جب وہ بروندیزیوم پہونچا تو اسے معلوم ہوا کہ مجلس سینات نے تصفیہ کرلیا ہے کہ اب کسی بادشاہ کو خوش آمدید نہ کہے گی، اور اگر اسے کچھ کہنا ہے تو وہیں سے پیام کہلوادے ورنہ اٹلی سے چلا جائے۔ اُسنے اٹلی سے چلا جانا ہی مناسب سمجھا اور اسکے بعد روما کی طرف سے اس "بدمعاش" کی کوئی مزاحمت نہیں ہوئی بلکہ وقت آیا تو اس نے غالطیوں کو کھلے میدان میں شکست بھی دیدی۔

ل

پروسیاس پہلے ہی سے روما پہونچ گیا تھا نہایت ہوشیاری سے رومنو کو رام کررہا تھا۔ عوام الناس کے سامنے وہ آزاد شدہ غلام کے کپڑوں میں یعنی گھٹا سر، ساڑھی اور ٹوپی پہنے ہوئے نکلتا تھا، سینات گاہ کی دہلیز چومتا تھا اور سیناتیوں کو معبودوں کا رتبہ دیتا تھا۔ اس سے ایک طرف تو سینات محظوظ ہوتی اور دوسری جانب اسکے ارکان کو یہ خیال ہونے لگا کہ ایسا شخص جو اپنے آپکو اتنا ذلیل کرے، پستی اخلاق کی اس حد کو پہونچگیا ہے کہ کسی قوی شوکت مملکت کا آلۂ کار آسانی سے بن سکتا ہے۔ الغرض رومنوں نے اسے اپنے دوست کی حیثیت سے ایشیا واپس جانیکی اجازت دے دی اور ساتھ ہی اشارہ کردیا کہ چاہو تو یومنیس کے لئے معاملات کو ناخوشگوار بنا دینا۔

ہم شام اور مصر کے باہمی نزاعات کا اس سے پہلے اسی باب ۵ میں مختصراً تذکرہ کر چکے ہیں اور یہاں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے ناظرین کی توجہ اسی جانب دوبارہ مبذول کریں[ش۱]۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ انطاکوس چہارم ''ایپی فانیس'' نے بطلیموس چہارم ''فلومیتور'' کو بہت دبا یا تھا۔ اسنے اسے گرفتار کر لیا تھا اسکے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا اور بظاہر بطلیموس کی ایما سے مصر زیرین کو فتح کر کے میمفس میں خود اپنی تاجپوشی کرائی تھی۔ اسپر اسکندری لوگ جنہیں رومن فریق کا عنصر غالب تھا بغاوت کر بیٹھے اور فلومیتور کے بھائی یورگی تیس دوم ''فیسکون'' کو بادشاہ بنا کر ایپی فانیس کو علاوہ پیلوزیم کے باقی تمام ملک مصر کا تخلیہ کرنے پر مجبور کیا۔ اب فیسکون اور آزاد شدہ فلومیتور نے آپسمیں سمجھوتا کر لیا۔ انطاکوس نے دوبارہ مصر پر اکائیائیوں کی مدد سے حملہ کیا لیکن اسے اس مرتبہ بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ یہاں تک کا قصہ ہم بیان کر چکے ہیں جواب شاہ سوریہ نے قبرص اور پیلوزیوم کا الحاق کرنا چاہا، لیکن عین اس موقعہ پر پیدنا کی جنگ کی وجہ سے بساط بالکل پلٹ گئی اور اِس تبدیلی کے اثر سے مشرقی ممالک بھی بچ نہ سکے۔ روما کے مخالفین بددل ہو گئے اور رومنوں نے فی الفور وار کر دیا۔ انھوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ کچھ ہو، ۱۹۶ سنہ ق م کے واقعات کا کسی طرح سے اعادہ نہیں ہونا چاہئیے (دیکھو باب ۷، حاشیہ ۲) اور ملک شام کو پھر روما پر کسی طرح سے بازی نہیں لے جانا چاہیے۔ بہر حال پوپلی لیوس لئے ناس سکندریہ سے باہر انطاکوس کے کمپ میں سفیر بن کر پہونچا اور بادشاہ کو سینات کی طرف سے یہ پیام دیا کہ اب آپکو فوراً مصر سے دست کشی کر دینی چاہیے۔ انطاکوس

[ش۱] مصر و شام کلیس، پاولی، ۶، ۱، ۲۱۸ کلنٹن Clinton: Fas. Hell. ۳۲۰/۳۲۳ (سوریہ)، ۲۹۰/۲۹۳ (مصر)۔ مصر میں انطاکوس کی چار مہمات فرض کر لی جاتی ہیں، یعنی ۱۷۱ سنہ ق م ۱۷۰ سنہ ق م ۱۶۹ سنہ ق م، ۱۶۸ سنہ ق م۔ قدیم مصنفوں کے اقتباسات کے لئے دیکھو کلنٹن۔ انطاکوس چہارم اپنے باپ انطاکوس سوم کے قدم بقدم چلا، اور جسطرح موخر الذکر بطلیموس ایپی فانیس پر چھا گیا تھا اسی طرح انطاکوس چہارم ؟ فلومیتور پر حاوی ہو گیا۔ دونوں مواقع پر روما نے کھیل بگاڑ دیا۔

باب ۱۸

نے جواب دیا کہ بہت اچھا، میں سوچونگا۔ اسپر پولی لیوس نے اپنی چھڑی سے ریت پر ایک دائرہ کاڑھا اور کہا کہ آپ اس حلقے سے باہر نکلنے سے پہلے مجھے جواب دیجئے کہ میں سینات سے جاکر کیا کہوں"۔ بادشاہ نے خوف زدہ ہوکر وعدہ کیا کہ سینات کے حکم کی تعمیل کروں گا اور پیلوزیوم خالی کردیا۔ اسپر پولی لیوس قبرص گیا اور وہاں پہونچکر شامی بیڑے کو چلے جانے کا حکم دیا۔ لیکن انطاکوس کا کیلیے سوریہ، فینیقیہ اور فلسطین پر برابر قبضہ رہا۔ مصر کی حالت وہی ہوگئی جو پہلے تھی یعنی وہ ازسرنو ایک ایسا ملک بن گیا جسکے حکمراں روما کے خلاف کچھ نہ کریں تو جیسے چاہیں حکومت کریں۔

ایمیلیوس پولوس کے روما واپس جانے سے پہلے وہ اپنے بیٹے سی پیو ایمیلیانوس اور یومینس کے بھائی اتھنے نایوس کے ساتھ یونان میں ہوکر گزرا۔ اولمپیا میں اس نے زیوس کے نام پر قربانی کی، ڈیلفی میں پرسیوس کی جگہ اُس نے اپنا بت استادہ کیا، اتھینز میں پرائیوس اور شہر کے درمیان والی فصیلوں کی بہت تعریف کی (لیکن یہ فصیلیں اب جنگ کے قابل کسی حالت میں نہیں رہی تھیں)۔ امفی پولس میں اس نے یونانی کھیل منعقد کئے جسمیں ناٹک ورزشی مقابلے اور گھڑدوڑیں تھیں، اسکے بعد اس نے مقدونیہ کا مال غنیمت جہازوں پر لادا اور جو ہتھیار وہ اپنے ساتھ لیجانا نہیں چاہتا تھا انھیں جگہ جگہ جمع کرکے آگ لگادی۔ گنےیوس اوکتاویوس بیڑے کو اٹلی لے آیا۔ خود ایمیلیوس فوج لیکر ایپائروس گیا اور ان اضلاع کو تاراج کیا جو پرسیوس سے مل گئے تھے، وہ اس لئے کہ جن سپاہیوں کو مقدونیہ میں مال غنیمت نہیں ملا تھا وہ بھی مالامال ہوجائیں۔ علاوہ ازیں ڈیڑھ لاکھ غلام بناکر فروخت کردیئے گئے اور جو روپیہ آیا اسمیں سے ہر سوار کو چارسو اور ہر پیدل کو دوسو دینار ملے لیکن اسپر بھی انکا پیٹ نہیں بھرا۔

سینات نے طے کیا کہ ایمیلیوس پولوس کو فاتحانہ جلوس کی اجازت دی جائے اور ساتھ ہی اس اعزاز کا مستحق امیرالبحر اوکتاویوس اور فاتح

باب ۱۵

گینتوس یعنی انی کیوس کو بھی شترار دیا[۱۹] اور عموم روما سے درخواست کی گئی کہ حسب معمول ان تینوں کو تین روز کے لئے حدودِ بلدہی کے اندر فوجی اختیارات عطا کئے جائیں۔ لیکن سلپی کیوس گلبا نے، جو ایک پلٹن کے ٹری بیون کے حیثیت سے ایمیلیوس کی فوج میں لڑا تھا اور جس کا اپنے سپہ سالار سے کچھ جھگڑا ہو گیا تھا، لوگوں پر اثر ڈالا کہ ایمیلیوس کو یہ اقتدار نہ دیا جائے، اور بہت سے سپاہی جو اپنے حصہ غنیمت سے مطمئن نہیں تھے، اسکے ساتھ ہو گئے، چنانچہ سینات کی تحریک بہت مشکل سے منظور ہوئی۔ بہر حال فاتح پیدنا کا جلوس نہایت تابناک تھا اور لوگوں کو خزانوں کی نمائش اور پرسیوس اور اسکے اولاد کی تذلیل بہت پسند آئی لیکن وہ فاتح غم واندوہ میں مبتلا تھا اسلئے کہ حال ہی میں اس کے دو بیٹے ضایع ہو گئے تھے۔ اوکتاویوس اور انی کیوس کے جلوس کی سادگی سے ایمیلیوس کے جلوس کی شان اور بھی بڑھ گئی۔

اس جلوس کے بعد پرسیوس قید میں سڑتا رہا اور لوگ اسے ایسا بھولے کہ اگر اسکے ساتھی قیدیوں کو ترس نہ آتا تو شائد وہ بھوکا مرجاتا۔ اسکے بعد اسے جھیل فوکینوس پر شہر البا بھیجدیا گیا۔ اسکی موت کے تھوڑے عرصے بعد اس کا بڑا بیٹا بھی فوت ہو گیا، چھوٹا بیٹا بہت دن زندہ رہا اور البا کے بلدیہ میں خرادی اور محرر ہو گیا۔

---

[۱۹] ایمیلیوس کا فاتحانہ جلوس، لیوی ۴۵، ۳۹ وغیرہ؛ پلوٹارک ۳۲ وغیرہ کلیس، پاولی، ۵، ۸ ۱۳۶؛ پرسیوس کے حشر کے متعلق؛ ایضاً۔

مہافی، ۴۴۴ وغیرہ میں روما کے یونانی طرزِ عمل پر دلچسپ رائے کا اظہار کیا گیا ہے۔

باب ۱۹

باب نوزدہم

تاراجی کورنتھ

دنیائے یونان خصوصاً مشرق کی حالت تقریباً سنہ ۱۴۰ ق م میں
(سیاسی نقطۂ نظر سے)

سنہ ۱۶۸ ق م تا سنہ ۱۴۶ ق م

روما نے مقدونیہ اور اکائیہ کو جس پہلو سے بٹھایا تھا اس پہلو سے انھیں چین نہیں ملا۔

مقدونیہ میں اندرسکوس نامی شخص نے جو ادرامیتیوم کا باشندہ تھا، دعویٰ کیا کہ میں پرسیوس کا بیٹا ہوں اور بہت سے لوگ اسکے علم کے نیچے آگئے[1] دیمیتریوس شاہ سوریہ سے مدد کا طالب ہوا تھا لیکن اس بادشاہ نے مدد دینے کے بجائے اسے رومنوں کے حوالہ کردیا، مگر وہ رومنوں کے حبس سے فرار ہو کر سیدھا مقدونیہ پہونچتا ہے اور

---

[1] مہافی کی کتاب "دنیائے یونان بہ سیادت روما" Mahaffy: The Greek world under Roman sway" (لندن سنہ ۱۸۹۰ء) اب اہم ہوجاتی ہے۔ مقدونیہ میں بغاوتیں؛ ہرٹزبرگ ۱، ۲۴۸، ۲۵۵، ۲۶۰۔ صوبہ مقدونیہ؛ ایضاً ۲۶۰۔

باب ۱۹

وہاں بہت سے مقدونوی اسے "فیلقوس" شاہ مقدونیہ تسلیم کر لیتے ہیں۔ یہاں سے وہ آگے بڑھ کر تھسلی جا پہونچتا ہے لیکن سسی پیو نا سیکا اسے وہاں سے نکال دیتا ہے، لیکن اب رومنوں کو ایک بڑی زک پہونچتی ہے یعنی پریتور یوونتیوس تھالنا سنہ ۱۴۹ ق م اس سے لڑتے ہوئے شکست پاتا ہے اور مارا جاتا ہے۔ یہ واقعہ نہایت شدید تھا۔ حال ہی میں روما اور قرطاجنہ کے مابین ایک موت وزیست کی جنگ ہوچکی تھی جسمیں روما کو ایڑی چوٹی کا زور لگانا پڑا تھا، اور ہسپانیہ میں وریاتھوس نے پے در پے رومن افواج کو نیچا دکھایا تھا۔ مقدونیہ بھی ہاتھ سے نکل گیا تو بحیرہ روم کے ساحلی علاقوں پر روما کی سیادت کو یقیناً زوال پہونچنے کا اندیشہ تھا۔ الغرض سنہ ۱۴۸ ق م میں پریتور کئے کی لیوس میتیلوس ایک کانسلی فوج لیکر مقدونیہ روانہ کیا گیا اور ساتھ ہی پرگامم کا بیڑا ساحلی علاقے کے نگہداشت پر مقرر کیا گیا۔ اس فوج نے اندرسکوس کو شکست دیدی اور تھریسی حکمراں بیزیس نے، جسکے دربار میں اسنے پناہ لی تھی، اسے رومنوں کے حوالہ کردیا۔ اسکے بعد مقدونیہ کی حکومت کے لئے ایک رومن عہدہ دار مقرر کیا گیا، یعنی دوسرے لفظوں میں وہ ایک رومن صوبہ بن گیا۔ اس جمہوری اقتدار والے عہدہ دار کا حد اختیار میں اور یاتک (ویراخیوم و ایولونیہ) سے ایجئین تک تمام علاقہ تھا، اور کچھ مدت بعد عہد جمہوری ہی میں ان دونوں بندرگاہوں اور تھسالونیکے و امفی پولس کو شاہراہ اگنیاتیہ کے ذریعے سے ملا دیا گیا جو جھیل لیخ نی توس (اوخریدہ) کے شمال سے لینکستیوں کے ملک میں ہوکر جھیل بگوری تس کے شمال میں اور لینکوس کے دروں میں ہوتی ہوئی ایجئے گئے (ایدیسہ) کے قریب سے مشرق میں پیلا کو چھوتی ہوئی تھسالونیکے اور امفی پولس آتی تھی، اور یہ آج بھی ممالک کے مابین سب سے بڑی شاہراہ سمجھی جاتی ہے[2]۔

---

[2] شاہراہ اگنیاتیہ: پالی بیوس ۴۴، ۱۲۔ تافل "شاہراہ اگنیاتیہ" Tafel : De Via Egn. ٹیوبنگن،

باب ۱۹

یونان کو بڑی بڑی تکلیفیں سہنے کے بعد کہیں چین نصیب ہوا[۳] گو بظاہر وہ آزاد تھا لیکن درحقیقت روما پر اسکی دست نگری میں کلام نہیں ہو سکتا، چنانچہ بار بار رومنوں کی خدمت میں التجا کر کے اس نے انکی سیادت پر گویا مہر لگا دی تھی۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ یونانی روما کے حکم کو بھی ماننے کیلئے تیار نہیں تھے جسکی وجہ سے انکے اندرونی جھگڑے برابر بڑھتے گئے اور آخر کار خود روما سے انکی آویزش ہو گئی۔ اسمیں شک نہیں کہ رومنوں کے تجاویز اتنی صاف و صریح نہیں تھیں جتنی ایک ثالث بالخیر کی تجویزوں کو ہونا چاہیئے لیکن اس سے چارہ کار بھی تو نہ تھا اسلئے کہ یونانی طرح طرح کی شکایات لیکر روما آتے تھے اور جب فریقین کمال یونانی لسانی کے ساتھ اپنا مقدمہ پیش کر چکتے تو اسکے بعد بھی نہ تو سینات حقیقت واقعات پر پوری طور سے حاوی ہوتی اور نہ ہی اسکے ایلچی ہی (جو یونان میں ہوتے)

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سنہ ۱۸۱ئ۔ درہ ہائے ہیلنوس؛ طوسی دیدیشی ۴، ۳، ۸؛ کیرٹ ۲۸۰

[۲] یونان کی کیفیت؛ کالیکراتیس، خاروپس وغیرہ، ہرٹزبرگ، ۱، ۲۲۴ وغیرہ۔ تین سو اکائیاؤں کی واپسی، ایضاً ۲۲۲۔ وہاں پولی بیوس کی حیثیت۔ رومنوں کی "قابل تعریف ترکیبیں"؛ اینے Ihne ۳، ۲۵۰۔ اسمیں شبہ نہیں کہ کالیکراتیس نے رومنوں کو یونان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی صلاح دی تھی؛ پولی بیوس ۲۴، ۱۱، ۱۲۔

سنہ ۱۴۶ ق م تک معاملات یونان کے لئے دیکھو تیولیفر کا مضمون "اکائیہ" پاؤلی، اشاعت سوم۔ اوروپوس، کے بابت جھگڑا؛ پوسانیاس ۷، ۱۱، ۴؛ مقابلہ کرو ہرٹزبرگ ۱، ۲۴۱۔ کارنیادیس روما میں؛ Lact. Inst. div. ۵، ۱۴ (سسرو۔ "جمہوریہ" ۳، ۶)؛ Piut. Cat. Maj. ۲۲۔ مقابلہ کرو مہافی: "دنیائے یونان" ۱۷،

پوسانیاس ۷، ۱۴ کورنتھ کے تاراجی سے پہلے کے واقعات کا اعادہ کرتا ہے۔ انمیں سے بعض واقعات کو پولی بیوس ۳۸، ۷، وغیرہ، و نیز کتاب ۳۹ میں ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ نیز دیکھو لیوی، Ep. ۵۱، ۵۲۔

اولمپیا میں ممیوس کے چڑھاوے؛ پوسانیاس ۵، ۱۰، ۲۴۔

باب ۱۹ اصلی حالات پر اکثر صحیح روشنی ڈال سکتے۔ ان کیفیات کے تحت روما کے لیے یہی بہتر تھا کہ وہ فریقین سے انہیں سمجھوتا کرنے کے لیے کہے، اور یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ جب ایک فریق دوسرے کو دبا لیتا تو کیوں رومن خاص طور پر محظوظ ہوتے اسلئے کہ ایسی حالت میں وہ جھگڑا جسکے سر پیر سے کوئی رومن مشکل سے واقف ہوتا، چند روز ہی کے لئے بالائے طاق رکھ جاتا۔ ہماری رائے میں رومنوں نے یونانی معاملات میں جو حصہ لیا وہ کسی حالت میں درخشاں نہیں کہا جاسکتا لیکن اگر وہ یونان میں وہ اپنا اثر بالکلیہ زائل نہیں کرنا چاہتے تھے (اور چونکہ خود یونانی اپنی ثالثی کی استدعا کرنے سے نہیں تھکتے تھے اسلئے یہ بغایت مشکل تھا) یا یونانیوں کے ساتھ سالاسیوں یا ابیریون کا جیسا برتاؤ نہیں کرنا چاہتے تھے تو پھر انکے لئے ایک ہی راستہ کھلا ہوا تھا، وہ یہ کہ نہایت صبر سے اس امید میں لگے رہیں کہ شائد خود یونانی ہی آخرکار خاموش ہو جائیں گے۔ پھر روما نے ان غلطیوں کا انسداد بھی کرنا چاہا، جو ان سے سرزد ہوئی تھیں، مثلاً ۱۵۰ ق م میں ان ایکھیائیوں میں سے جو ۱۶۷ ق م میں اٹلی لائے گئے تھے) باقی تین سو واپس اپنے گھر پہونچا دیئے گئے گو یہ بھی ٹھیک ہے کہ انہیں سے اکثر استدر تلخ کام تھے کہ یونان واپس آنے پر انھوں نے روما کے خلاف جو تحریک کی تھی اس میں اضافہ ہی کیا ہماری دانست میں اگر ہر بات کو ملحوظ رکھا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہونچیں گے کہ اس قول میں کہ روما یونانیوں کے ساتھ سلوک میں قابل نفرت "تدبر" کو کام میں لایا مطلق کوئی حقیقت نہیں ہے اور یہ واقعہ کے خلاف ہے کہ اس نے انہیں مغلوب کرنے کے لئے انمیں پھوٹ پیدا کردی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس قسم کی ترکیبیں ایتھنز میں کیوں نہیں چل گئیں؟ ہماری رائے میں ۱۴۶ ق م والی مصیبت ایک فطری واقعہ تھا اور اس کا سبب یونانی اور رومن دونو طرف اتنی انسانی بدی نہیں تھی جتنی انسانی کمزوری۔ یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ اکثر یونانی روما کو اپنے معاملات میں ثالث تصور کرتے تھے، لیکن انھوں نے ابتک یہ نہیں سیکھا تھا کہ ثالثی ختم ہونے پر اس سے

باب ۱۹

پیچھا چھڑانا ناممکن ہو جائے گا۔ سنہ ۱۴۶ ق م میں وہ یونانی جو ذرا زیادہ بیچین تھے انھیں آخر اس حقیقت کا انکشاف ہوگیا، اور اسکے بعد ہر یونانی نے اس صورت حال کو خاموشی سے تسلیم کرلیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آخر سنہ ۱۴۶ ق م کی یہ مصیبت کیسے پیش آئی۔

ہوا یہ کہ سب سے پہلے سنہ ۱۵۶ ق م میں ایتھنز اور شہر اوروپوس کے درمیان جو اسکی قلمرو میں شامل تھا، کچھ جھگڑا ہوا، اور یہ جھگڑا تاریخ تمدن کے اعتبار سے کچھ کم اہم نہ تھا۔ ایتھنزیوں نے اوروپوس کو بظاہر صرف اسوجہ سے تاراج کیا کہ انھیں روپیہ کی ضرورت تھی۔ اسپر اوروپوس والوں نے روما سے شکایت کی اور روما نے اس کا تصفیہ سیکیون کے سپرد کردیا جسنے ایتھنز پر ۵۰۰ تالنت جرمانہ کردیا۔ جب ایتھنز نے دیکھا کہ اسقدر رقم جمع کرنا محال ہے تو اس نے روما ایک سفارت روانہ کی جسمیں ایتھنز کے تینوں مسالک فلسفہ کے قائم مقام شریک تھے، یعنی اکادیمی کی طرف سے کارنیادیس، رواقیوں کی طرف سے دیوجانس اور مشائین کی طرف سے کریتولاوس۔ ان سفیروں کی کوشش اس درجہ بارآور ہوئی کہ روما نے جرمانے کو کم کرکے سو تالنت کردیا، لیکن اس ماموریہ کا سب سے بڑا اثر یہ پڑا کہ ان تین فلسفیوں کی تقریروں سے روما میں ایتھنز کی دھاک بیٹھ گئی۔ انھوں نے محض ان امور پر مباحثہ کرنے پر اکتفا نہیں کیا جنکے تصفیہ کے لئے وہ بھیجے گئے تھے بلکہ انھوں نے دوسرے موضوعات پر تقریر کرنے کی اجازت حاصل کرلی اور ایسے امور پر تقریریں کیں جو اس زمانے کے فلسفیوں میں مقبول تھے، جس کے سبب سے رومنوں کو یونانیوں کے چوندھیا دینے والے فن خطابت سے پہلی مرتبہ تھوڑی بہت آگاہی حاصل ہوگئی۔ اگر سسرو کی کتاب جمہوریہ کا وہ اقتباس جو لکتانتیوس نے دیا ہے صحیح ہے اور کارنیادیس نے واقعی ایک دن تو یہ ثابت کیا کہ انصاف قابل تحسین و آفریں ہوتا ہے اور دوسرے دن اسکا عکس ثابت کر دکھایا تو پھر ہم یہ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ مُعمّر کاتو نے، جو ان تقریروں کے وقت موجود تھا یہ

سب سننے کے بعد اس رائے کا اظہار کیا روما کے اخلاق کے لئے یہ بہت بہتر ہوگا کہ اس قسم کے لوگ جتنی جلد ممکن ہو شہر چھوڑ کر چلے جائیں۔ اس کے برعکس یہ بھی صاف ہے کہ ایسی قوم کے ارکان کے درمیان جھگڑے ٹنٹوں کو، جن کے قایم مقام کالے کو سفید اور سفید کو کالا ثابت کرنے کے فکر میں لگے ہوں، عمل پسند رومن سنجیدگی کی نظر سے نہیں دیکھ سکتے تھے اور انہیں یہ پتا ہوگیا تھا کہ اس قسم کے افراد جو کہیں گے اسمیں مبالغہ کا عنصر ہونا لازمی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس مرتبہ بھی یونانیوں کا یہ پرانا نقص کہ ہر چیز کو فنی نظر سے دیکھا جائے اور اسپر جھگڑا کیا جائے اسوقت بغایت نمایاں ہوگیا اور اس سے انھیں سراسر نقصان ہی پہونچا۔ لیکن ساتھ ہی ان سفیروں کے آنے نے روما والوں کو، جو پہلے ہی سے یونانی تمدن کے مداح تھے، اب اس تمدن کے سب سے ممتاز نمایاں حصے، یعنی اخلاقیات کا مطالعہ کرنیکی طرف مائل کردیا۔

اتھینیوں کے لئے ایکسو تالنت بھی ادا کرنا یا تو ممکن ہی نہ تھا، یا شاید وہ اسکی روانگی کو ٹالنا چاہتے تھے، چنانچہ انھوں نے اوروپوس والوں کو کچھ انتظار کرنے کے کہا اور وہ مان گئے۔ لیکن ساتھ ہی انھوں نے اوروپوس میں اپنا حرس قائم کیا جسپر اوروپیوں نے اکائیائی لیگ کے استراتیگوس سے یعنی اسپارٹی مینالکی داس سے شکایت کردی، اور اسنے وعدہ کیا کہ دس تالنت کے معاوضے میں (جسمیں سے پانچ اکائیائی کالیکراتیس کو دیئے جائینگے) وہ اتھینیوں کو حرس محافظ کے واپسی پر آمادہ کردیگا۔ لیکن گفت وشنود ہو ہی رہی تھی کہ اتھینیوں نے پھر اوروپیوں پر چھاپے مارے، چنانچہ اب اوروپیوں نے دس تالنت دینے سے صاف انکار کردیا اور مینالکی داس کو یہ روپیہ جبراً وصول کرنا پڑا۔ جب کالیکراتیس نے دیکھا کہ اس رقم میں سے مجھے کچھ نہیں مل رہا تو اسنے یہ کہنا شروع کردیا کہ مینالکی داس دراصل اسپارٹا کو لیگ سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے اور جب مینالکی داس پر اس کا مقدمہ قائم ہوا تو اس نے اپنے جانشین دیایوس کو رشوت دیدی تاکہ

وہ بری ہوجائے، اور اکائیائیوں کا دھیان ہٹانے کی غرض سے اس نے اسپارٹا کے ساتھ وہی پرانے لیگ اور مختلف ریاستوں کے اقتدار کی تحدید کے قصے دہرانے شروع کئے۔ اسپارٹیوں نے اکائیائیوں کے چوبیس مخالفوں کو رسمی طور پر سزائے موت کا حکم دیا جس پر یہ چوبیس فوراً روما گئے اور اسپارٹیوں کی شکایت کردی۔ کالیکراتیس تو روما کے راستے ہی میں مرگیا، اور اکائیائیوں کے وکالت کا کام کری تولائوس اور دیائیوس کے سر پڑا۔ جب معاملہ پیش ہوا تو اسپارٹیوں کی طرف سے مینالکی داس نے کہا اسپارٹی اسپر مجبور نہیں کئے جاسکتے کہ ہر معاملے میں اکائیائیوں کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کردیں۔ جب کریتولائوس اور دیائیوس نے دیکھا کہ سینات نے موقعہ واردات پر اپنے قائم مقام روانہ کرنے کا تصفیہ کیا ہے تو اکائیائیوں اور اسپارٹیوں دونوں کے مندوبوں نے اپنے اپنے یہاں کے حکام کو یہ غلط باور کرایا کہ روما نے ان کے موافق فیصلہ کیا ہے۔ الغرض جھگڑا چلتا رہا۔ اکائیائی دمیقراطیس نے اسپارٹا پر فوج کشی کی اور اسمیں وہ کامیاب بھی ہوا لیکن وہ اسپارٹا کو مسخر نہیں کرسکا جس کی وجہ سے اسے پچاس تالنت کی رقم خطیر کا جرمانہ ادا کرنا پڑا اکائیائیوں نے اس کی جگہ دیائیوس کا تقرر کیا اور اس جدید سپہ سالار نے اسپارٹا کو اسقدر دبایا کہ مینالکی داس نے اپنی کامیابی سے مایوس ہوکر خودکشی کرلی۔ اب اوریلیوس اوریستیس کی سیادت میں ایک رومن سفارت کورنتھ پہونچی اور اعلان کیا کہ رومن اسپارٹا، کورنتھ، ارگوس، ہرقلیہ، اور آرکیڈی اور خومینوس کو اکائیائی لیگ سے علیحدہ ہونیکی اجازت دینے پر آمادہ ہیں۔ اس اعلان کو سنتے ہی اکائیائی عہدہ دار سڑک میں نکل بھاگے اور لوگوں کو بھڑکانا شروع کردیا۔ کورنتھ میں جو اسپارٹی تھے انھیں قید کرلیا گیا اور اوریلیوس کی تمام تنبیہیں بے سود رہیں۔ اب روما نے س۔ یولیوس قیصر کے سیادت میں ایک دوسری سفارت تمام جھگڑے طے کرنے کے لئے یونان روانہ کی، لیکن اسے کری تولائوس نے

باب ۱۹

جو سنہ ۱۴۶ ق م میں اکائیائیوں کا استراتےگوس مقرر ہوا تھا، صریح دھوکا دیا۔ اس نے بظاہر تو مختلف ریاستوں کو تگییہ میں جمع ہونے کے لئے طلبنامے بھیجے لیکن خفیہ طور پر یہ انتظام کیا کہ یہ اجتماع سرے سے ہو ہی نہیں، اور اسکے بعد رومنوں سے یہ کہا کہ میں بغیر باضابطہ اجازت کے کچھ ہی نہیں کر سکتا۔ جوں ہی رومی سفیر نے اپنی پیٹھ موڑی کہ اس نے لیگ کی جمعیت میں جو کورنتھ میں منعقد ہوئی اسپارٹا کے خلاف جنگ کی قرار داد منظور کرالی اور اسطرح گویا اس نے روما کے مخالفت پر کمربستہ کر دیا۔ اسپر بوئی تھیاس نامی بیوتارخ بھی اس سے ملگیا۔ کئی کی لیوس میتے لوس نے، جو اب بھی مقدونیہ کا حکم اور معاملات یونان کا نگراں تھا، تھبنز کو انکے لوٹ مار کے پاداش میں یہ حکم دیا کہ وہ فوکس، بوبیہ، اور ہفیسا سے دست ہو جائے جسکی وجہ سے تھبنز بھی رومنوں کے پہلے سے بھی زیادہ مخالف بن گئے۔ اسکے علاوہ خالکس نے بھی روما کے خلاف اپنی حکمت عملی اعلان کر دیا تھا۔

اب کریتولاؤس شمال کی طرف ہرقلیہ لینے کے غرض سے چلا لیکن اسے اسکارفیہ پر میتے لوس کے ہاتھوں شکست ملی اور اسکے بعد یہ ہمیشہ کے لئے مفقود الخبر ہو گیا اور ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اسکا حشر آخر کیا ہوا۔ اب پاترائے والوں کو رومنوں نے فوکس میں اور آرکیڈیوں کو خیرونیہ کے مقام پر شکست دی اور اسکے بعد میتے لوس نے تھبنز پر قبضہ کر کے میگارا کا رُخ کیا۔ اکائیائیوں کو چاہیے تھا کہ صلح کر لیتے اور خود میتے لوس کا میلان بھی صلح کیجانب تھا اس لئے کہ کانسل ل۔ ممیوس کی خبر لگی ہوئی تھی اور میتے لوس چاہتا تھا کہ کسی طرح اسکے آنے سے پہلے ہی جنگ ختم ہو جائے، لیکن اب دیایوس اکائیائی افواج کا سپہ سالار مقرر ہوا اور تقرر ہوتے ہی صلح کے خلاف کوشاں ہوا۔ اس نے فوج میں جو نقصانات ہوئے انکی تلافی کی طور پر غلاموں تک کو بھرتی ہونے دیا اور امن پسند گروہ کے سردار سوسیکراتیس کا سر اسقدر کچلا کہ زخموں کیوجہ وہ جانبر نہ ہو سکا۔ اس گروہ کے دوسرے ارکین نے دیایوس کو رشوت دیکر اپنی جان بچائی۔

اب ممیوس تماشاگاہ پر آتا ہے۔ اس نے میٹےلوس سے فوج کا جائزہ لیا، اور فوراً ہی خاکنائے کے مقام لیوکوپترا پر سنہ ۱۴۶ ق م میں دیایوس کے فوج کو شکست دیدی۔ دیایوس میگالوپوس بھاگ گیا جہاں پہونچکر پہلے تو اس نے اپنی بیوی کی جان لی اور پھر خودکشی کرلی۔ کورنتھ سے اکثر باشندے بھاگ گئے تھے، لیکن ممیوس تین دن تک شہر کے باہر ہی پڑا رہا۔ اسکے بعد اس نے شہر کو آگ لگا دی، جو مرد اسے ملے انہیں سے اکثر کو تہ تیغ کیا اور عورتوں بچوں کو غلام بنا کر فروخت کرڈالا۔ سینات نے حکم دیا کہ کورنتھ دوبارہ کبھی تعمیر نہ کیا جائے اس لئے کہ وہ زمین جسپر وہ واقع ہے ہمیشہ کے لئے ملعون ہے۔ آجکل عام خیال یہ ہے کہ اس تصفیہ کی بنا وہ تجارتی بغض و حسد تھا جو رومی تاجروں (مہاجنوں) کو کورنتھ کے ساتھ تھا، لیکن ہمارے نزدیک اگر بالفعل یہ سبب اس میں مد ہوا بھی تاہم وہ محض ثانوی تھا، اور اصلی اسباب دو تھے۔ پہلا سبب تو اکروکورنتھوس کی اہمیت تھی، یہ مستحکم مقام کورنتھ کے قریب واقع تھا، اور کورنتھ کی مرفہ الحالی کی صورت میں اسکی بہرحال ضرورت تھی کہ یہ مقام اچھی طرح سے قلعہ بند کیا جائے، لیکن اگر کورنتھ سرے سے باقی ہی نہیں رہتا تو پھر اسکے استحکام کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔ دوسری اور اس سے بھی اہم تر بات یہ تھی کہ جیسے پیلوپونیزیوں نے پلاٹیہ میں اور سکندر نے پرسی پولس میں کیا تھا، اسی طرح عبرت کی خاطر کورنتھ کو دوسروں کے لئے ایک مثال بنایا جائے، اور چونکہ یونان کی سیاسی کیفیت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی تھی اس لئے یہ طرز عمل بغایت کارآمد تھا۔ بہرحال اس تاراجی کے بعد رومنوں نے اپنے قبضہ میں صرف چند ہی اضلاع رکھے، اور اس کا کسی نے زیادہ لحاظ بھی نہیں کیا۔ لیکن کورنتھ کی تاراجی سے اطراف اکناف ملک اور اسکے حدود سے باہر ایک لرزہ سا پیدا ہوگیا۔ پھر بھی یہ ایک واقعہ تھا کہ دھکا کورنتھ کے لگا تھا، اور یہ شہر اس حکومت کا مستقر تھا جو روما کے کلیتہً مقابل تھی؛ یہ ان لوگوں کے اطمینان خاطر کا باعث

باب ۱۹ تھا جو یہ سمجھتے تھے کہ یونان کی خصوصیت اور اہمیت اسکے ذہنی علو اور بلدی نفاست پر ہے۔ کسی زمانے میں تو کورنتھ اپنے استعماری مہمات اور عہد آخر میں تمولیون کے اخلاقی قوت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں پر اپنا سکہ بٹھا چکا تھا، لیکن زمانہ معاصرہ میں نہ تو یونانیوں اور نہ رومانیوں کے دلوں میں اسکی زیادہ وقعت باقی رہی تھی بلکہ ان کے نزدیک تو کورنتھ کا نام ادنی درجے کے عیاشی کے مترادف ہوگیا تھا حقیقت یہ ہے کہ کورنتھ کی نیستی سے سطحی یونان کا کچھ بھی نقصان نہیں ہوا اور اس کے زوال کو ہم ملطہ، ایریتیریا یا تھیبز کے زوال سے نہیں بلکہ محض سیبارس کے زوال سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اسّی سال پہلے اکائیائیوں نے کورنتھ و دسون کو تختۂ دیا تھا، اور محض اس واقعہ سے ہی اندازہ ہوسکتا ہے کہ خود اکائیائی کورنتھ کو کس درجہ حقیر سمجھتے تھے۔ ممیوس خود ایک قابل شخص تھا، اور معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کورنتھ والوں کے ساتھ غیر ضروری سختی کا برتاؤ نہیں کیا۔ اسکے اس اعلان پر بڑی ہنسی اڑائی گئی ہے کہ جس کسی کی سپردگی سے کوئی فنی شاہکار راستے میں گم ہو جائے گا اسے وہ بھرنا پڑے گا، اور کہا جاتا ہے اسمیں ممیوس کی دقیقہ شناسی کے کوتاہی نظر آتی ہے، لیکن ہماری دانست میں یہ حکم عملی اعتبار سے نہایت سبق آموز تھا، اسلئے کہ اسکی وجہ سے سپرد داروں کو اس بات کا احساس ہوگیا کہ جرمانے کی بڑی بڑی رقمیں بچانے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ اشیاء سپردگی کی کمال حفاظت کیجائے۔ پولی بیس نے کورنتھ کی تاراجی کے بعد اس شہر کو دیکھا، اور وہ کہتا ہے خود میری نظر کے سامنے رومن سپاہی ایک نہایت ہی قیمتی تصویر کو پانسے کی میز بنا کر کھیل رہے تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس موقع سے کہیں زیادہ اہم موقع پر بھی اسیطرح رومن سپاہی پانسوں سے اپنا دل بہلاتے ہیں اور یہ دراصل اس قوت وجبروت کا مظاہرہ معلوم ہوتا ہے جسکی وجہ سے بغیر اس عظمت کا خیال دلمیں لائے ہوئے جو انکے ہاتھوں تباہ ہوئی ہے یہ معمولی سپاہی اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے بعد خاموشی کے ساتھ دلخوش کن لہو لعب میں

باب ۱۹

مصروف ہو جاتے ہیں۹۵۔

۱۴۶؁ ق م کے واقعات کے مادی یا قانونی اثرات نمایاں نہ ہوئے ہوں، لیکن اخلاقی اعتبار سے انکی اہمیت میں شبہ نہیں ہو سکتا۔ اسکے بعد یونانیوں کو یہ محسوس ہونے لگا تھا کہ واقعی سیادت کے مقابلے میں مشکوک رسمی حقوق جتانے سے کسی قسم کا فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا، اور ۱۴۶؁ ق م کے بعد وہ اطمینان سے ایسی خود مختار ریاستوں کے شہریوں کی طرح زندگی بسر کرنے لگے جنہیں صرف اپنے اندرونی معاملات سے واسطہ تھا اور جو ایک دوسرے کے ساتھ امن و امان کے تعلقات رکھتے ہ، اور جب آپس میں جھگڑا ہوتا تو روما کو ثالث بنانے پر مجبور تھیں، یہ بندوبست ممِّس کے ایک مامورہ نے مکمل کیا اور اس مامورہ کے کام کی تکمیل پولی بیوس نے کی۔ کورنتھ، تھیبز اور خالکس کے اراضی رومن قوم کی ذاتی ملک بن گئی، لیکن دوسری حیثیتوں سے اکائیا سمیت جتنی قومیں تھیں وہ سب پہلے کی طرح آزاد رہیں اور خود اکائیائی لیگ بھی مستقل طور پر توڑی نہیں گئی۔ اسمیں شک نہیں کہ مدت دراز تک رومنوں نے اسکی اجازت نہیں دی کہ ایک ہی شخص مختلف ریاستوں میں جائداد غیر منقولہ کا

---

۹۵ یہ خیال کہ رومنوں نے تجارتی بغض و عناد کی وجہ سے کورنتھ کو نیست و نابود کیا موم سن کا ہے (۳، ۴۸) لیکن اسے ہم بغیر کد و کاوش کے نہیں بطور واقعہ کے نہیں تسلیم کر سکتے۔ اگر "محل و قوع تجارت کے لئے" ایسا ہی مناسب تھا (موم سن) تو پھر شہر کی تاراجی کی کیا ضرورت تھی؟ اور بجائے تاراجی کے کورنتھ کے ساتھ آسانی سے وہی سلوک کیا جا سکتا تھا جیسا ڈیلوس کے ساتھ کیا گیا۔

جن اسباب کو میں نے بیان کیا ہے وہ سسرو ([illegible]) ۱، ۱۱ اور یوسٹی نوس ۳۴، ۲ میں ملیں گے۔

اسٹرابو (۱۴، ۶۶۸) یہ ضرور کہتا ہے کہ "متمول اور نبیل رومنوں نے قرطاجنیوں اور کورنتھیوں کا خاتمہ کر دیا۔

جنگ سیلاسیہ کے بعد کورنتھ دوسون کی نذر کیا جاتا ہے؛ پلوٹارک: Ar ۴۵؛ پولی بیوس کورنتھ میں؛ پولی بیوس ۲۹؛ ۱۲۔

صرف زمانہ ماقبل ہی میں کورنتھ کی تجارتی اہمیت تھی؛ ۱۴۶؁ ق م کے بعد یہ پھر کبھی نہیں پنپا

مالک سے یعنی تجارت کی نہیں بلکہ صرف قبضہ اراضی کی اجازت تھی؛ لیکن بہت جلد یہ قاعدہ بھی منسوخ کر دیا گیا اور اسکا انطباق صرف ان ریاستوں کی حد تک رہ گیا جو روما سے جنگ آزما ہوئی تھیں۔ پوسانیاس کہتا ہے کہ اس کے بعد یونانی روما کو خراج ادا کرنے لگے، لیکن یہ بھی اسی حد تک درست ہے جہاں تک شکست خوردہ یونانیوں کا تعلق ہے۔ اور ہمیں کسی قسم کے تفصیلی واقعات کا مطلق علم نہیں۔ اس کے برعکس روما نے یونانی ملتوں میں جگہ جگہ اعیانی دساتیر کو قدیم یونانیوں کی طرح خود اپنے دستور کے نمونے پر کیا۔ مدت دراز تک واقعات و قوانین کا غلط اندازہ کرنے کی وجہ سے آجکل کے مورخوں کو یہ مغالطہ ہو رہا تھا کہ سنہ ۱۴۶ ق م میں یونان ایک رومن صوبہ بن گیا، اور جب یہ غلط نکلا تو پھر یہ کہنے لگے کہ یونان مقدونیہ کا ایک جزو بنا دیا گیا، چنانچہ آج بھی اس خیال کے ماننے والے موجود ہیں، لیکن ہمارے نزدیک یہ بھی درست نہیں۔ اس خیال کے تائید میں زیادہ سے زیادہ مفصلۂ ذیل دو امور پیش کئے جا سکتے ہیں؛ اول تو زمانہ مابعد میں بہت سے یونانی بلدیات نے سنہ ۱۴۶ ق م کو اپنے مخصوص سنین کا مبداء قرار دیا تھا اور دوسرے یہ کہ اب یونان کے تنازعات کا تصفیہ مقدونیہ کا پروپریٹور کرنے لگا۔ ان میں سے پہلا معاملہ تو محض اعزازی ہے اور روما کی قدر و منزلت کا مظاہرہ ہے، لیکن نہ اسکی کوئی قانونی اہمیت ہے اور نہ اس سے مقدونیہ کے ساتھ کسی قسم کے تعلق کا اظہار ہوتا ہے؛ رہا پروپریٹور کے اقتدار کا معاملہ، تو اسی سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ روما نے مقدونیہ کے پروپریٹور کو مامور معاملات یونان بنا دیا۔ اگر یہ خیال درست نہیں ہے تو پھر کنتی کی لیوس میتے لوس نے تھبز کے متعلق جو تصفیہ کیا اس سے یہ ثابت ہوگا کہ کورنتھ کے تاراجی سے پہلے ہی سے یونان کی کیفیت ایک رومن صوبہ کی ہو گئی تھی۔ الغرض یہ عیاں ہے کہ نہ صرف ایتھنز و اسپارٹا بلکہ جملہ دیار یونان سنہ ۱۴۶ ق م کے

باب ۱۹

بعد بھی بظاہر بالکل خود مختار تھے۔ میں نے حاشیہ میں اس تخالف آرا اور انتشار پہ بحث کی ہے جو لفظ "صوبہ" کے خود مختارانہ استعمال و تعریف کی وجہ سے اجکل پیدا ہو گیا ہے[۵۵]۔

---

[۵۵] یونان کی حالت سنہ ۱۴۶ ق م کے بعد۔ پئوسانیاس ۷، ۱۶ کے مطابق "یونان پر خراج عائد کیا گیا، اور ایسے دساتیر رائج کئے گئے جنھیں اقتدار کی بنا "ذاتی ملک پر تھی"۔ اسی فقرے میں ابتدائی قیود کے منسوخ کرنے کا حوالہ دیا گیا ہے۔ کورنتھ، تھبز، اور خالکس، روما کی خراج گذار اراضی "بن گئے"؛ دیکھو مارکوارٹ: "روما کا سیاسی انتظام" Marquardt: Rœm. Staatsverw. ۱، ۱۶۸؛ کورنتھ، تھبز، خالکس کی تاراجی؛ ایضاً ۱۶۷۔ نیز دیکھو ہرٹزبرگ کا مفصل بیان: ۱، ۲۸۰ بب۔ یونان کے صوبہ داری رتبہ کے دو اسباب جو میں نے متن میں بیان کئے ہیں وہ مارکوارٹ کی کتاب کے صـ ۱۶۷/۱۶۸ پر ملیں گے۔ وہ صـ ۱۶۷ پر اپنی رائے کی تائید میں کہتا ہے کہ یہ بات کہ اکائیائی شہروں نے اپنی خود مختاری کے ابتداسے، جو رومنوں کی وجہ سے انھیں حاصل ہوئی تھی، اسی سنویت کو اختیار کیا، "کی اس سیدھے سادے واقعہ سے تردید ہو جاتی ہے کہ ایتھنز اور اسپارٹا نے، جنھیں بلاشبہ آزاد بلدیات تسلیم کیا گیا، کبھی اس نئے سنہ کو رائج نہیں کیا"، لیکن وہ اس واقعہ کو "نظر انداز کر دیتا ہے کہ یہ دونوں شہر روما سے برسرپیکار نہیں تھے، چنانچہ انھیں کسی قسم کی خود مختاری "عطا نہیں کی گئی"۔ لیکن خود مختاری ضرور اکائیائی شہروں کو "عطا کی گئی تھی" جسکی وجہ سے وہ اس جدید سنہ کو رائج کرنے میں یقیناً حق بجانب تھے۔ الغرض ہمارے نزدیک مارکوارٹ کی اوپر والی رائے سے کسی چیز کی تردید نہیں ہوتی نہ اسکے دلائل سے یہ سنہ ایک صوبہ داری سنہ بنجاتا ہے۔

اس موضوع پر حوالے کے لئے دیکھو مارکوارٹ و ہرٹزبرگ حسب بالا۔

جس طرح اس بارے میں مارکوارٹ کے دلائل غیر متعلق ہیں اسی طرح سے اسکے وہ دلائل جو اسنے دستور کے بابت پیش کئے ہیں (۱، ۱۶۷/۱۶۸) اور جنکے ذریعے سے اسنے صوبہ داری رتبہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، وہ بھی اسی طرح بالکل غیر متعلق اور مقصد سے دور جا پڑے ہیں۔ یہ دلائل مفصلۂ ذیل ہیں: گایوس کہتا ہے کہ صوبوں کو خراج گزارنا پڑتا تھا؛ پئوسانیاس کہتا ہے کہ یونان خراج گزارتا تھا؛ نتیجہ، یونان ایک رومن صوبہ تھا۔ دیکھئے منطقی اعتبار سے یہ نتیجہ منتج نہیں ہوتا

باب ۱۹ یہ ایک مسلمہ واقعہ ہے کہ اسی سال ۱۴۶ ق م میں روما نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ اسلئے کہ بالفرض اگر سب صوبے خراج گزار تھے تو اس سے یہ استناج کیسے ہوتا ہے کہ ہر خراج گذار ملک کی حیثیت ایک صوبہ کی سی تھی۔ لیکن مارکوارٹ کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ "فوروس" (خراج) اور "وکیٹگال" (مالگذاری) کے مابین التباس کرتا ہے۔ قانونی نقطۂ نظر سے فوروس کی ادائگی اس ملک کے آزادی کے اصول کے متضاد نہیں ہے جو اسے ادا کرتا ہے؛ ہمیں یہ اتھنز کی لیگ کی تنظیم سے معلوم ہوتا ہے اسلئے اسکے ارکان محض فوروس کی روانگی کے باوجود اپنی مختاری قربان کرنے کے خواہاں نہیں تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حلیف بھی فوروس ادا کر سکتے ہیں۔ ہمیں کسی شہر کے خراج سے اس محصول کا غلط مبحث نہیں کرنا چاہئے جو روما اس شہر کے انفرادی شہریوں یا انکی جائداد منقولہ پر عائد کرتا تھا۔ آخر میں ہمیں یہ کہنا ہے کہ یہ کسی طرح سے مناسب نہیں کہ ہم گایوس کے خیالات کا انطباق ممیوس پر کریں اسلئے کہ گایوس سلطنت کے عہد میں تھا اور ممیوس قیام سلطنت سے سالہا سال پہلے جب مختلف تحیلات کی تعریفات میں تعین کی شکل پیدا نہیں ہوئی تھی۔ مارکوارٹ (۲۴۰، حاشیہ ۵) خود کہتا ہے کہ اس زمانے میں لفظ پرووِنکیہ (صوبہ) ان ملکوں کے لئے بھی استعمال کیا جاتا تھا جو فی الواقعہ خود مختار تھے۔ اس ضمن میں مارکوارٹ کے نتائج فی الجملہ حسب ذیل ہیں:۔ ۱۴۶ ق م کے بعد یونان کے بعض مقامات میں بعض ایسے خصائص ملتے ہیں جو بعد میں چلکر رومن صوبوں کے ساتھ مختص ہو جاتے ہیں جس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس زمانے میں یونان ایک صوبہ بنا دیا گیا ہوگا؛ چنانچہ ہم یقین کے ساتھ زمانہ مابعد کے دستوری خیالات کے بموجب صوبوں کے جملہ خصائص کو اس عہد کے یونان پر منطبق کر سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ یونان کا ملک ہر آئین ایک رومن صوبہ تھا لیکن میری رائے میں یہ نتیجہ اسوقت تک پوری طرح نہیں نکلتا ہوتا جبتک ہم یہ طے نہ کرلیں کہ گایوس کے تعریفات اس سے تین سو برس پہلے بھی اسی کے زمانے کی طرح منطبق ہو سکتی تھیں اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو کسی طرح طے شدہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ مارکوارٹ کے دلائل میں جو مغالطہ ہے وہ اسکے اپنے بعض فقروں سے معلوم ہوتا ہے۔ ص ۳۴۴ پر وہ کہتا ہے:۔ کم از کم گراکمی کے زمانے سے ایک مسلمہ دستوری اصول یہ تھا کہ صوبوں کی اراضی رومن مقبوضہ سمجھنی چاہئے اور مختلف صوبوں کے باشندوں کو اسپر صرف حق تصرف حاصل ہے، اور صوبہ دراصل جائداد قوم رومانی" ہوتا ہے۔ (سسرو Verr. ۲، ۲، ۳)" مارکوارٹ موم سن:

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ — "تاریخ روما" ۲، ۱۳۰ (۱۱۱) کا اقتباس اپنے خیال کے پہلے حصے کی تائید میں دیتا ہے۔ یہاں موم سن گایوس گراکھوس کے بابت کہتا ہے کہ اس خیال کا کہ ماتحت ملتوں کے تمام اراضی مملکت کے خانگی ملکیت سمجھی جائے گی، یہی موجد تھا، اور اس خیال کی وجہ سے مملکت ان ماتحت علاقوں پر اپنی خوشی خاطر محاصل عائد کرنے کے اور ان علاقوں میں اپنی نوآبادیات قائم کرنے کے اختیارات کی مدعی بن گئی، چنانچہ ایشیا میں اس قسم کے محاصل عائد کئے گئے اور افریقہ میں نوآبادیاں قائم کی گئیں۔ مارکوارٹ کے خلاف پہلی بات ہمیں یہ کہنی ہے کہ اگرچہ یہ اصول قدیم قانون دستوری میں کہیں نہیں ملتا اور اگر اسکا موجد گایوس گراکھوس ہی تھا تو پھر سنہ ۱۴۶ ق م کے یونان، اسکا انطباق نہیں ہوسکتا تھا۔ (مارکوارٹ نے اقتباس میں لفظ "کم از کم" کا اضافہ کردیا ہے جو مغالطہ آمیز ہے) یہی اصول موم سن "قانون دستوری" ۳، ۳۱، ۷ سے واضح ہوتا ہے۔ وہ اسے فرض کرلیتا ہے کہ "کسی بلدیہ کے فتح کے بعد سے اسکے سیاسی کیفیت کے تعین تک کسی بلدیہ کے موقتی صورت حال" جسے موم سن اختصار کی خاطر "کیفیت ماتحتی" کے الفاظ سے تعبیر کرتا ہے، اور جسکے موجب تمام ماتحت علاقہ رومن قوم کی جاگیر بن گیا، (۳۱، ۷)، سب سے پہلے گایوس گراکھوس کے ذریعہ سے ایشیا میں نظر آتی ہے۔ اس سے ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ موم سن (۳۰، ۷) کے خیال میں سنہ ۱۴۶ ق م حق ملکیت آراضی برابر مفتوحہ یونانیوں کے ساتھ ہی وابستہ تھا لیکن کیا موم سن یہ رائے قائم کرنے میں حق بجانب ہے کہ گایوس گراکھوس نے مذکورہ انداز کے کسی دستوری حق کی ابتدا کی؟ اس کے پاس اس کا کونسا ثبوت ہے؟ صرف یہی نا کہ اس حق کے مطابق عمل کیا گیا یعنی ایشیا پر محاصل عائد کئے گئے اور قرطاجنہ میں نوآبادی قائم کی گئی؟ لیکن بجائے اس قسم کے کسی قیاسی قانون کے ان دونوں باتوں کی تشریح یونانی رومانی قدیم مملکتی قانون عامہ سے کیجاسکتی ہے اور اس عہد میں کسی جدید قانون کے وجود کا ثبوت نہیں دیا جاسکتا اور (جیسا ہم اس کتاب کے آخری باب میں دیکھیں گے) جو صراحت و صفائی سے بہت دور جا پڑا ہے۔ صوبہ ایشیا وصیت کے ذریعہ سے رومن قوم کی جاگیر بن گیا تھا چنانچہ اسپر رومنوں کا حق خانگی تھا اور افریقہ ایک مفتوحہ ملک تھا؛ دونوں میں ایک بات مشترک تھی کہ رومن جیسا چاہے ان دونوں کے ساتھ سلوک کرسکتے تھے۔ اصل میں رومنوں نے

کے لئے بھی بغایت اہم تھا، اور چونکہ مشرق یونانیوں کا گویا دوسرا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ — ان دونوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ ان کے طرز تسخیر سے سمجھ میں آسکتا ہے لیکن اس سے یہ مطلب نہیں کہ یہ سلوک رومنوں کے چند ایسے میلانات کی وجہ سے نہیں کیا گیا جو رفتہ رفتہ بہت کچھ ممتاز ہو گئے۔ موم سن نے اس رائے کا اظہار اپنی کتاب ”قانون مُلکی“ Staatsrecht ۳، ۳۱۔۷ میں کیا ہے، اور میں آخری باب میں اسپر تنقیدی نظر دوڑاؤنگا اسلئے کہ دنیائے یونان کے لئے اس مسئلے کی بہت کچھ اہمیت ہے۔ بہرنہج یہ مسئلہ سمجھنا چاہئے کہ اوّل تو جس جدید تحریک کا بانی گایوس گراکھوس کو سمجھا جاتا ہے وہ کسی غالبیت کے ساتھ اسکے ساتھ منسوب نہیں کیجا سکتی، اور دوسرے وہ کسی نہج سنہ ۱۴۶ ق م کے یونان پر منطبق نہیں کیجا سکتی۔ علاوہ ازیں دو مزید امور جو غیر اہم نہیں کہے جا سکتے، حسب ذیل ہیں۔ اس بارہ میں جسکا اقتباس دیا گیا ہے گایوس کہتا ہے کہ ”بظاہر صوبہ جات کی اراضی“ میں حقوق ملکیت رومن قوم کو اور ہمیں حق تصرف حاصل ہے۔ اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا (جیسا موم سن کا قیاس ہے) کہ صوبہ داروں کو صرف حق تصرف ہے اس لئے کہ ”ہم“ میں رومن شہری بھی شامل ہیں۔ اس فقرے کا مطلب یہ ہے: صوبوں کی اراضی رومن طرز پر نہیں منتقل ہو سکتی تھی نہ اسے بلدی حلقہ کہ سمجھا جاتا ہے چنانچہ یہ قانون روما کے مطابق منتقل نہیں ہو سکتی تھی: ”اطالوی حقوق“ صوبہ والے بھی حاصل کر سکتے تھے اور جسوقت یہ حقوق حاصل ہو جاتے فوراً انکی اراضی پر حقوق ملکیت عائد ہونے کا امکان ہو جاتا؛ دوسرے اس حد بندی سے عملاً کسی قسم کا نقص پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس خیال کے پیش کرنے میں بڑی ہمت درکار ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ اگر رومن قوم جملہ صوبہ داری اراضی کی مالک تھی تو وہ قابض سے جب چاہتی قبضہ لے سکتی تھی اور جس کسی کو چاہے دے سکتی تھی۔ ممکن ہے کہ نظرئے کے مطابق رومن قوم کو اسکا اختیار ہو لیکن اس نظرئے کو کبھی عملی جامہ نہیں پہنایا گیا۔ حقیقت میں یہ مسئلہ دو مختلف قانونی زاویہ ہائے نگاہ کا ہے بعض قانونی طریقے رومنوں اور ان اقوام کے لئے جو رومنوں کے سطح پر سمجھی جاتی تھیں، رائج تھے، لیکن غیر رومن خود اپنے مقامی قوانین کے ذریعے سے اتنا ہی محفوظ تھا جتنا خود رومن۔ اس شخص کے مقبوضات بھی، جو محض متصرف ہے مالک نہیں، پریٹوری امتناعی احکام کے ذریعے سے محفوظ ہیں۔ ہم زمانہ حال کے ایک مثال کے ذریعے سے یہ دکھائیں گے کہ کس طرح رومن سلطنت میں قابضان اراضی مالکوں کی طرح سے اپنے مقبوضات کی طرف سے مطمئن تھے۔ اغلباً عام طور پر

باب ۱۹

وطن تھا اسلئے ہمیں اِس نواح پر ایک سرسری نظر ڈالنا چاہیئے ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ برطانیہ عظمیٰ میں آج بھی ہر شخص کی بعینہ وہی حیثیت ہے جو سلطنت روما میں صوبہ داری اراضی کے متصرفوں کی ۔ پروفیسر سر فریڈرک پولک اپنی کتاب "قوانین اراضی" Sir Federick Pollock: The Land Laws (لندن ۱۸۸۶ء) صفحہ ۱۲ میں کہتے ہیں : "ہماری قانونی کتابوں میں علاوہ تاج کے کسی کو اراضی پر کامل ملکیت حاصل نہیں ہے، بلکہ جسقدر بھی اراضی ہے اسپر براہ راست یا بالواسطہ تاج سے قبضہ حاصل کیا جاتا ہے خواہ اسکے معاوضہ میں کسی قسم کا رسمی یا خدمتی لگان ادا کیا جاتا ہو یا نہیں، اور خواہ اسکے ثبوت میں تاج کی دی ہوئی سند موجود ہو یا نہ ہو۔" آج تک انگلستان کے قانون میں کبھی کسی کو مالک اراضی تسلیم نہیں کیا گیا بلکہ جو بھی ہیں وہ قابضان اراضی ہیں، یعنی لغوی اعتبار سے کوئی مالک نہیں ہے بلکہ سب متصرف ہیں۔ لیکن باوجود اس قانون تحدید کے کسی کو شائبہ خیال بھی پیدا نہیں ہوتا کہ محض مالک اراضی ہونے کی وجہ سے تاج اپنی خوشی خاطر جسکی چاہے زمین ضبط کر سکتا ہے۔ سلطنت روما میں صوبہ داری اراضی کی بس یہی کیفیت تھی، اور وہاں بھی عملاً قبضہ اراضی اتنا ہی محفوظ تھا جتنا ملکیت اراضی ۔ الغرض ہم کہہ سکتے ہیں کہ خود ہمارے زمانے میں جسطرح "حقیت مستقل" اور "معافی دوامی" ایک دوسرے کے دوش بدوش نظر آتی ہیں، اسی طرح سلطنت روما میں قانون روما کا "حق ملکیت" اور قانون اقوام کا "حق تصرف" دوش بدوش دکھائی دیتا تھا۔ میکلن برگ کا حقیت دار محض اس خیال سے کبھی پریشان نہیں ہوتا کہ بعض حالات میں اسکی موت کے بعد اسکی اراضی گرانڈ ڈیوک کو منتقل ہو سکتی ہے، اور رومن صوبوں میں اراضی پر اس قسم کی افتاد پڑنے کے کوئی خاص مواقع نہ تھے، ہم نے یہاں جو کچھ کہا ہے اسے ہم تین قضیوں کے شکل میں پیش کر سکتے ہیں :- (۱) صوبہ داری اراضیات کے حق تصرف میں جو تحدید تھی اسکے نتائج محض رسمی تھے اور صرف ایسے قانونی مسائل پر مبنی تھے جو قانون روما کے ساتھ مخصوص تھے (۲) یہ اصول کہ حق تصرف ہی اراضیات صوبہ جات میں ممکن ہے اسکی ابتدا در اصل عہد سلطنت میں ہوئی ہے اور جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں اسمیں یہ اصول صوبوں کا باشندوں کو لوٹنے کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا تھا۔ سسرو کی فلاکون والی تقریر ۲۲ میں جو فقرہ ہے اسمیں صوبہ ایشیا کے ایک ایسے علاقے کا ذکر ہے جو حق خانگی کے

اس حصّہ ایشیا میں جو کم و بیش روما کے اثر میں تھا، کوئی ایسا واقعہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ بنا پر رومن قوم کی ملکیت میں آگیا تھا۔ (۳) زمانہ حال کے مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف الفاظاً قانون سے کسی قسم متعین نتائج اخذ کرنا معمول کے مطابق نہیں، بلکہ اگر الفاظاً قانونی سے کسی قسم کے عملی مضرات لازم نہ آتے ہوں تو بھی حیثیت میں کچھ فرق نہیں پڑ جاتا۔ لیکن اس ضمن میں یہ کہا جاتا ہے کہ صوبہ داری اراضی پر مالگزاری عائد کیجاتی تھی اس لئے وہ واقعتاً اٹلی کے اراضی سے کمتر درجہ کی تھی۔ لیکن معافیوں کے متعلق کچھ ایسی ذمہ داریاں ضرور ہوتی ہیں جو حقیت دار پر عائد نہیں ہوتیں؛ تو پھر کیا معافی داروں کو اس سے کوئی خاص نقصان پہونچتا ہے؟ کاراکالا نے تمام صوبہ والوں کو کیوں رومن شہریت کے حقوق عطا کئے؟ خصوصاً جب رومن شہریوں کو زیادہ محاصل ادا کرنے پڑتے تھے؟

دوسری بات جو ہمیں کہنی ہے یہ ہے کہ سسرو میں جو فقرہ حقیت کے متعلق ہے اسکے وہ معنے نہیں جو سمجھے جاتے ہیں۔ سسرو صرف مقابلہ کرتا ہے اور صوبوں کے محاسن و معائب پر غور کرتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ صوبوں کے قانونی حیثیت کا تعین کرے۔ ہم موم سن کی اس رائے کو سمجھنے سے قاصر ہیں ("ملکتی قانون" ۲، ۳۱، ۷ حاشیہ ۳) کہ سسرو Verr ۲، ۲، ۳ سے یہ قانونی اصول" صراحتاً" بیان کر دیا گیا ہے کہ رعایا کے جملہ اراضی رومن قوم کی ملکیت میں آگئی، اسلئے کہ بہر حال محض مقابلے سے کوئی قانونی اصول" صراحتاً" نہیں بیان ہو سکتا۔ پھر ایک اور بات بھی ہے۔ موم سن؛ "تاریخ روما" ۳، ۴۰۵ کے مطابق اس نظریہ کا قیصر نے خاتمہ کر دیا کہ صوبے رومن قوم کے مملوکہ ہیں۔ دیکھو نیچے باب ۲۸ حاشیہ ۲۔ ایسا ہے تو اوپر والا خیال کہاں سے کہاں پہونچ جاتا ہے؟ گراکھوس کے ضمن میں اسکا ثبوت محال ہے؛ سسرو میں یہ محض ایک مقابلے پر مبنی ہے؛ قیصر اس کا سرے سے خاتمہ ہی کر دیتا ہے۔ ایسی حالت میں یہ حکم لگانا نامناسب نہ ہوگا کہ اس قبضے کا ثبوت نہیں دیا جا سکتا کہ ۱۴۶ ق م میں یونان رومن صوبہ بن گیا۔ ہماری رائے کی تائید سسرو "پیزو" ۱۶، ۳۷ سے ہوتی ہے۔ پیزو جو قانون قیصری کے مطابق صرف مقدونیہ کا حاکم تھا، اسکے حدود اختیار اسوقت بھی اکائیہ، تھسلی، ایتھنز، اور جملہ یونان پر وسیع تھے جب یہ یونانی ریاستیں "خودمختار" تھیں۔

چونکہ وہ خیال جسپر ہم نے بحث کی ہے زیادہ تر پوسانیاس ۷، ۱۹ پر مبنی ہے، اسلئے

پیش نہیں آیا جس سے صورتِ حالات میں کسی قسم کی مادی تبدیلی پیدا ہوگئی ہو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکے بیانات کی ذرا تفصیل کے ساتھ جانچ کیجائے۔ اسنے ۲، ۱، ۲ میں جو "دوسرے یونانیوں" کا لفظ استعمال کیا ہے اس کے اگر وہی معنے لئے جائیں جو ۷، ۱۶ میں "ہیلاس" کے ہیں، تو پھر یہ ناقابلِ عبور مشکل پیش آئے گی کہ اسوقت رومنوں نے کسی ایسی یونانی ریاست کا بال بیکا نہیں کیا جو اس سے برسرپیکار نہیں ہوئی۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ ۷، ۱۶ میں جو لفظ "ہیلاس" استعمال کیا گیا ہے اس کے معنے میں اسی طرح قطعیت نہیں پائی جاتی جیسے ۲، ۱، ۲ میں الفاظ "دوسرے یونانیوں" کے مفہوم میں پائی جاتی ہے، واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاکہ نویس نے ایک عام اصطلاح استعمال کی تاکہ ایسی باتوں سے اسے چھٹکارا ہوجائے جن سے اسے دلچسپی نہیں تھی اور جو اس کے حلقہ کار سے باہر تھیں۔ الغرض ہم اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ سنہ ۱۴۶ ق م کے بعد یونان میں بہت سے لوگوں کو روما کی مالگزاری ادا کرنی پڑتی تھی لیکن یہ بات کہ یہ لوگ کون تھے اور کسقدر مالگزاری ادا کیا کرتے تھے خود پوسانیاس کو بھی معلوم نہ تھی۔ پوسانیاس نے ان کلیوں کی حقیقت زونارس سے کھل جاتی ہے جو کہتا ہے کہ انھوں نے فصیل بنانے پر سزا دی"! یہ اچھی طرح سے سمجھ میں آسکتا ہے اور اس سے زونارس کا دوسرا فقرہ کہ "علاوہ کورنتھیوں کے باقی سب کو آزادی اور خود مختاری دی گئی" ایک خاص معنے پیدا ہوجاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے الفاظ کہ "یونان سے خراج لیا جاتا تھا" بالکل بیکار ہیں۔ ہیلاس سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے یوروپی یونان مراد ہے؟ یقیناً اس سے ایتھنز و اسپارٹا تو مراد ہوگی نہیں۔ پھر کیا اسمیں جزیرے شامل تھے؟ تھے تو کونسے؟ اسمیں تو شبہ نہیں کہ پوسانیاس کو کبھی خواب میں بھی نظر نہ آیا ہوگا کہ اسکے الفاظ سے کہ "یونان کو روما کو محاصل ادا کرنے پڑتے تھے" انمیں کبھی بھی دستوری تاویلات کی بنیاد قرار دیا جائے گا۔ میری رائے کی تائید سسرو Verr. ۱، ۵۵ سے بھی ہوتی ہے جسکے مطابق ممیوس نے "اکائیہ و بیوتیہ کے بہت سے شہروں کو رومن قوم کے حکم کے تابع کردیا"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سسرو اس خیال سے بالکل ناواقف تھا کہ اس نے تمام یونان کو ایک رومن صوبہ بنا دیا ہو۔ الغرض اس افسانہ کو مزید رواج دینے کے متعلق کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔

جن ناظرین نے صبر کے ساتھ اس بحث کا مطالعہ کیا ہے انھیں میرے نتائج کا اندازہ ہوگیا ہوگا۔

باب ۹۱ ہم یہاں تاریخ کا پادوسیہ پر خاص طور پر بحث کریں گے اور سر دست پونتوس

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ سنہ ۱۴۶ ق م میں صوبہ داری آراضی کے متعلق کوئی خاص نظریہ نہیں تھا ۔ اگر روما اقوام یا بلدیات کو فتح کرتا تو انکے ساتھ ہمیشہ مساویانہ سلوک نہیں کرتا تھا ۔ وہ یا تو انکے بعض حقوق سلب کردیتا ورنہ انکے بعض حقوق انھیں چھوڑ دیتا، لیکن وہ حقوق جنھیں وہ خاص طور پر سلب نہ کرتا وہ برابر قائم رہتے تھے، اور یہ وہی کیفیت ہے جو بہت سے دوسرے ملکوں میں بھی پائی جاتی ہے ۔ سنہ ۱۴۶ ق م میں بہت سے یونانی بلدیات و اقوام کو، جو روما سے برسر پیکار تھے شکست کا منہ دیکھنا پڑا ۔ انکی شکست سے انکی سیاسی حالت میں تبدیلی پیدا ہو گئی لیکن جنھیں شکست نہیں ملی ان کی حالت پہلے ہی کی سی رہی ۔ ایک ایسا ضلع جس کا نام "ہیلاس" ہو اور جسکی حالت ایک سی ہو، ایسا ضلع نہ اسوقت موجود تھا نہ بعد میں وجود میں آیا ۔ بعد میں چلکر ہمیں صرف "اکائیہ" ملتا ہے، اور یہ امر نہایت قابل غور ہے ۔

آخر میں ہم ایک عام رائے کا اظہار کریں گے کہ "پروونس" یا صوبہ سے یہ مطلب جو لیا جاتا ہے کہ وہ ایک ایسا علاقہ ہے جسکا انتظام ایک ہو یا جس کا نگران ایک ہو اس سے رومن دستوری قانون کے تنظیم کے بابت مبالغہ آمیز خیالات کا اظہار ہوتا ہے ۔ میرے نزدیک اندرونی کیفیات اور خارجی تعلقات کے مابین کافی تفریق نہیں کیجاتی ۔ بلاشبہ جہاں تک اندرونی کیفیات کا تعلق ہے نظریہ اور واقعات کے مابین مکمل یکسانی نظر آتی ہے اور اگر ہم عہدۂ عامل سے استدلال کریں تو ہم آسانی سے مختلف عمال کے اقتدارات کو منتج کرسکیں گے اور اسی ذریعے سے انکے سرکاری کاروبار کا تعین کرسکیں گے ۔ عامل کا عہدہ اور بہت سے عمال ابتداہی سے رومن مملکت میں موجود تھے اور رومنوں کے خیال و عمل میں جو مطابقت پائی جاتی تھی اس کی وجہ سے وہ ہمیشہ اپنے دستوری نظام کے ممتاز اصولوں کا نہایت صحت کے ساتھ انطباق کرتے تھے لیکن بیرونی اثرات، حدود ملکی سے باہر مقبوضات اور دوسرے اقوام و ممالک کیساتھ تعلقات یہ سب چیزیں یا رومن جیسی مملکت کا تو کیا کسی مملکت کے غیر تغیر پذیر اصولی تخیلات کا جزو نہیں کہی جاسکتیں ۔ یہاں آخر بیرونی دنیا کی آواز کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اور انفرادی مملکت کو ایک حد تک اسکے خیالات کو بھی جہاں تک کہ وہ منتشر ہوسکے ہیں) ملحوظ رکھنا پڑے گا ۔ بدیں سبب یہ رومنوں کے لئے ناممکن تھا کہ ابتدا ہی سے صوبے"

کو نظر انداز کرکے محض ہتھی نیہ و پرگام پر سرسری نظر ڈالیں گے۔ اسکی وجہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کا وہ تخیل قائم کریں جسکے بموجب وہ جغرافی اعتبار سے ایک محدود رقبے کا نام تھا اور جسکی اراضی کلیتہً انکے اختیار میں تھی۔ اصل میں ابتدا میں رومن "پروونکیا" ایک ایسے مامور یا پریٹور کا سرکاری علاقہ تھا جو روما کا اس نواح میں قائم مقام ہوتا اور جو انفصال کرتا اور تصفیے کرتا۔ میری دانست میں حلیفوں یا مفتوحہ علاقوں میں فیصلہ کن عنصر کسی قسم کا رومن نظریہ نہیں بلکہ علاوہ مسلمہ اصول قانون بین الاقوام کے (جنمیں سے علاقہ کے خودمختاری اہم ترین ہے) فیصلہ کن عنصر موقعہ و محل کے کیفیات ہیں، جس کے معنے یہ ہیں کہ ہم بجائے منظم نظریاتی استدلال کے تاریخی واقعات کے صحت کی طرف قدم بڑھائیں گے۔ ان معاملات میں صرف ایک چیز ایسی ہے جہاں یکسانی پائی جاتی ہے اور وہ رومن قوم کے ان عہدہ داروں کے ساتھ تعلق کا مسئلہ ہے جنھیں باہر روانہ کیا جاتا تھا۔ روما کے جو تعلقات ریاستہائے متعلقہ سے تھے وہ عہد سلطنت تک کبھی یکساں طور پر منظم نہیں ہوسکے۔ روما کے خانگی دستور کا خارجی معاملات کے ساتھ وہی تعلق ہے جو رومن "قانون ملکی" کا رومن "قانون اقوام" سے ہے اور جہاں اول الذکر میں تبدیلیاں پیدا نہیں وہاں ثانی الذکر حالات و واقعات کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ابتدا میں خارجی ممالک کے ساتھ جو تعلقات تھے وہ اتفاقات زمانے کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے تھے، اور یہ خیال کہ ہر ایک ماتحت ملک میں ایک ہی سی قانونی کیفیات پائی جائیں، یہ بہت عرصے بعد تک نہیں ملتا۔ الغرض اسطرح اصول آراضی صوبہ جات جسکا سنہ ۱۴۶ ق م میں خیال بھی نہ تھا، عالم وجود میں آجاتا ہے۔

سنہ ۱۴۶ ق م میں بھی ہم اس عہد ہی میں ہیں جسکے بابت سسرو (De Off. ۲، ۸) کہتا ہے کہ روما کو بہ نسبت تحکم کے ممالک اراضی کی نگرانی کا اختیار زیادہ تھا۔ اور یہ وہ صورتِ حال تھی جو (اسکے نزدیک) اسوقت تک قائم رہی جب گراکمی کے عہد میں اندرونی معاملات میں حق و راست بازی کی جگہ قوت و جبروت نے لے لی۔ اس پترو کی نیوم، یا نگرانی کا امپیریوم یا تحکم سے وہی تعلق ہے جو یونانیوں میں "پروستازیہ" یا سیادت کا "آرخے" یا سلطنت سے ہے (دیکھو جلد ۳ تتمہ) تاہم سسرو کے اس فقرے کو محض کشش قلم ہی نہیں سمجھنا چاہیے۔ بلاشبہ وہ امن کی لیگ جسکا روما حامی تھا، وہ ایک طرح کے جبر سے وجود میں آئی تھی لیکن کیا ہر جگہ یہی کیفیت

باب ۱۹ یہ ہے کہ ایک تو پونتوس رومن اثرات سے ذرا ہٹا ہوا ہے اور دوسرے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ نظر نہیں آتی؛ ہر مملکت کی بنیاد حق جبر پر نہیں تو اور کس پر ہے اور کوئی شخص اپنے مفروضہ حقوق سے اپنی خوشی خاطر دست بردار نہیں ہوتا۔ اگر بحیرۂ روم میں امن قائم کرنی تھی تو پھر مختلف خودمختار مملکتوں کو روما سے اتحاد اور دوسروں پر حکومت کرنے کے اختیار سے دست برداری لازمی تھی لیکن ساتھ ہی اس اتحاد اور دست برداری میں انکے اندرونی آزادی پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ روما نے علاقے فتح ضرور کئے، لیکن ہمارے زمانے کی طرح نہیں جب فاتح مفتوحہ علاقوں کا انتظام اپنے سر لے لیا کرتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک حد تک اس صورت سے زمانۂ حال کے امن پسندوں کے مطمح نظر کی ایک حد تک تکمیل ہو جاتی ہے۔

کرتیوس نے اپنی کتاب "تاریخ بلدیہ ایتھنز" Curtius : Slaalsgeschichte Athens (برلن سنہ ۱۸۹۱ء ص ۲۴۶) میں روما و یونان کے تعلقات پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے جو قابل لحاظ ہے۔ وہ کہتا ہے "کہ دو ایسی قومیں جو ابتداءً ہم نسل تھیں ایسے زمانے میں ایک دوسرے سے ملیں جب انہیں ایک دوسرے کی مدد کی بغایت ضرورت تھی۔ . . . . ان کا ایک دوسرے سے اتحاد انکے قابل ترین قائم مقاموں کے ذریعے سے ہوا' اور جہاں مقدونیوں کے خلاف نوکیون جیسے اشخاص کے افعال سے مدافعت کے بیکاری کا ہی ثبوت مل سکتا تھا' وہاں نئی اقلیمی سلطنت کچھ ایسی نوع کی تھی کہ یونانی وطن دوستوں کو یہ باور ہو گیا کہ وہی ایک ہستی ہے جو یونان کے مفاد کی ضامن بن سکتی ہے۔ صورت حال کی اس کیفیت کو دوسری مقدونی جنگ کے بعد ان اکائیائی یرغمانوں نے واضح کر دیا جو اس وقت روما میں موجود تھے۔ یہ خدا کا عجیب و غریب کرشمہ تھا کہ سب سے پہلے اکائیائی یرغمانوں کے منہ سے یہ بات نکلی کہ تاریخ یونان کی تکمیل دراصل سلطنت روما کے قیام کی شکل میں ہو جاتی ہے"۔ اس رائے میں ہم صرف یہ اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ بحیرۂ روم کے ہر چہار طرف کی تجارت میں جو اضافہ ہو رہا تھا اسکے لئے وہ امن و امان کافی نہ تھا جو ایتھنز و رھوڈز نے قائم کیا تھا، بلکہ یہ روما ہی تھا جو اس بحیرہ کو محفوظ و مامون بنانے میں کامیاب ہوا۔

ایتھنز، سنہ ۱۴۶ ق م کے بعد انکی کیفیت؛ ہرٹزبرگ ا، ۲۰۸ وغیرہ؛ ۳۲۰ تا ۳۲۲۔ سنہ ۱۴۶ ق م کے بعد یونان کے سکے؛ علاوہ ایتھنز کے سکہ سازی اب بند ہو جاتی ہے۔ شمال میں

باب ۱۹

یہ کہ ہم اس سلطنت کے معاملات پر باب ۲۵ میں علیحدہ بہت کچھ غور کریں گے۔

ہم باب ۱۸ میں بیان کر چکے ہیں کہ کاپادوسیہ کے تخت پر ۱۶۳ ق م میں اریاراتیس پنجم متمکن ہوا[۶] دیمتریوس اوّل شاہ سوریہ نے (جسکا ذکر عنقریب کیا جائے گا) اسکی اپنی بہن کے ساتھ شادی کرنے کی کوشش کی، جو پہلے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اب بھی مقدونوی سکے رائج تھے (ہیڈ: تاریخ مسکوکیات (Heed : H N. ۲۱۰) اور یہ چودرہمیاں بھی جنپر "ماکےدونوں" اور "لیگ" کندہ تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سکے ایک لیگیٹ کے بنائے ہوئے ہونگے۔ بیزنطہ، اودیسوس اور دوسرے شہر برابر اسکندری سکے بناتے گئے۔ علاوہ ازیں مغرب میں دیراخیوم اور اپولونیہ میں بھی روپیہ مسکوک ہوا اور یہی حالت مشرق میں تھاسوس اور غالباً مارونیہ کی تھی۔ تھاسوس میں اس زمانے کے بے شمار سکے ملتے ہیں۔ پیلوپونیسز میں عام طور پر غالباً صرف تانبے کے سکے بنائے گئے ہوں گے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کورنتھی درہم جو کسی زمانے میں نہایت ہی وسیع علاقے میں رائج تھے، اور جو کورنتھ سے باہر بھی بنائے جاتے تھے، وہ اب مسدود ہو گئے ہیں؛ اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تجارتی رسل و رسائل پر اب روما کا بہت کچھ اثر پیدا ہو گیا تھا۔ کورنتھی درہم کورنتھی استاتر کا تہائی تھا اور کورنتھی استاتر دو اٹیکائی درہموں کے برابر یعنی ایک سو تیس گرین کا تھا۔ رومن اپنے دینار کو اٹیکائی درہموں کے برابر ڈھالنے لگے تھے؛ چنانچہ ایک ایسا سکہ جو اٹیکائی درہموں کا تہائی ہو اور جو ایک درہم یا ایک دینار کے حساب کتاب میں جسکی شمار سہل نہ ہو وہ اس تجارت کے لئے نامناسب تھا جو روما کے سیادت میں ہو (ایک دینار تقریباً ۵۶ گرین؛ ایک کورنتھی درہم = تقریباً ۴۴ گرین)۔ اس کے برعکس روما نے برابر اٹیکائی سکوں اور انکے ہموزن اسکندری سکوں کی موافقت کی۔

[۶] کاپادوسیہ۔ اریاراتیس پنجم اور اتالوس ملکر" کارنیاڈیس کا اعزاز کرتے ہیں۔ ایتھنز میں اتالوس کے محراب کے قریب نوشتہ؛ ڈٹن برگر ۲۲۰ مع تفسیر کے۔ اریاراتیس دیمتریوس اوّل کی بہن کے ساتھ، جو پہلے پرسیوس کی بیوی تھی، نکاح کرنے سے انکار کر دیتا ہے؛ دیودورس ۳۱، ۲۸، یوستی نوس ۲۵، ۱۔

دیودورس نے ۳۱، ۳۲ میں اوروفرنیس کے پرئینے میں چار سو تالنت

باب ١٩

ملکہ مقدونیہ رہ چکی تھی اور جو کسی نہ کسی طرح سے سوریہ فرار ہوگئی تھی (دیکھو اوپر، باب ١٨) لیکن حکمران کاپادوسیہ نے اس خطرناک مخالفہ میں شامل ہونے سے صاف انکار کر دیا۔ اس سے دمیتریوس آگ بگولا ہوگیا اور اسنے تہیہ کرلیا کہ میں خود اپنی بہن کے ساتھ نکاح کرلوں گا اور ساتھ ہی اریاراتھیس کے راستے میں طرح طرح سے روڑے اٹکانے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے اوروفرنیس کی تائید کی جس کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے چنانچہ ١٥٨ ق م میں اوروفرنیس تخت و تاج پر قبضہ کرنے میں آخر کار کامیاب ہوگیا۔ اریاراتھیس نے رومنوں کی رائے مانکر بالفعل اپنی نصف آبائی سلطنت پر قناعت کی جسپر قابض ہونے میں اتالوس شاہ پرگامم نے اسکی مدد کی تھی۔ کچھ عرصہ بعد اوروفرنیس ازراہِ حماقت اپنے واحد حامی دمیتریوس کے مخالفت میں انطاکیون کی پشت پناہی کرنے لگا جسپر دمیتریوس نے اسے قید کرلیا گو ہمیں اسکا علم نہیں کہ وہ دمیتریوس کے ہاتھ کیسے آیا ہوگا۔ اسکے بعد اریاراتھیس کاپادوسیہ کا واحد مالک بن گیا۔ وہ اس ملک کا سب سے بڑا حکمران تھا اور اس نے جہاں تک ہوسکا کاپادوسیہ کو یونانی قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی۔ وہ اور اسکا دوست یعنی اتالوس جو اسکا نسبتی بھائی بھی تھا دونوں نے اتھنزی شہریت اختیار کی اور دونوں فلسفی کارنیاڈیس کی دل سے عزت کرتے تھے۔ اریاراتھیس نے سوریہ، کوماگینے، ارمنستان اور پرگامم کے معاملات میں مداخلت کی اور ہر جگہ کامیاب ہوا، لیکن آخر کار مدعی حکومت ارسطونیکوس سے روما کے موافق لڑتے ہوئے مارا گیا (دیکھو باب ٢٥)

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ امانتہ جمع کرنے کا جو حال بیان کیا ہے اسکی عجیب و غریب تائید پریئنے میں اوروفرنیس کے پانچ سکوں کے انکشاف سے ہوتی ہے؛ راماشش: "تین سلطنتیں" ۴۵۔ دیودوروس (۳۱، ۱۹) اریاراتھیس کی تعریف کرتا ہے۔

ے تیمی نیہ؛ پرگامم لیوی Ep. ۵۰؛ راماشش: "تین سلطنتیں" ۱۰۳، ۱۱۸؛ فرینکل: "نوشتہ جات" Frænkel: Inschr صہ ۱۲۱ ۔

اپنے باپ کے اعزاز میں اس نے اپنے شہر کا نام مہرا کا پوسے بیہ رکھا۔ میں نے اس کی بیوہ نیسہ کے اپنے بچوں کے ساتھ برتاؤ پر باب ۲۵ میں بحث کی ہے۔

بتھی نیہ میں فسادی پروسیاس دوم کو جو روما، پرگامم اور خود اپنی قوم سے ہمیشہ جھگڑے کرتے رہتا تھا سنہ ۱۴۹ ق م میں اسکے بیٹے نکومیدیس نے مار ڈالا اس لئے کہ اس نے نکومیدیس کو قتل کرلینا چاہا تھا۔ اسکے بعد نکومیدیس نے اپی فانیس یورگی تیس (''مہربان وممتاز'') کا عالیشان خطاب اختیار کر کے سنہ ۹۵ ق م تک حکومت کی۔ اسکے مزید حالات کے لئے دیکھو نیچے باب ۲۵۔

سنہ ۱۵۹ ق م سے سنہ ۱۳۸ ق م تک پرگامم کا حکمراں اتالوس دوم ''فلادیلفوس'' تھا جسنے اپنے بھائی کے بیوہ استراتونیس سے جو اریاراتیس پنجم کی بہن تھی، نکاح کیا تھا۔ اس نے پروسیاس دوم کے قتل اور دیمیتریوس اول کے زوال میں حصّہ لیا تھا۔ اس نے مدعی سلطنت فیلقوس اور اکائیوں کے مخالفت میں رومنوں کا ساتھ دیا۔

یہ کہا جاتا ہے کہ دوسری صدی ق م کے بیشتر حصے میں کاپادوسیہ اور پرگامم ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں اور اسطرح ایشیائے کوچک کے تمام کیفیت میں ایک طرح کا توازن قائم کرتے ہیں۔ فی الجملہ یہ دونوں سلطنتیں قطعی طور پر روما کے طرفدار ہیں اور ان کے اس طرز عمل سے روز بروز انھیں تقویت ہوتی جاتی ہے۔ سنہ ۱۸۹ ق م میں کاپادوسیہ نے غالویوں کا ساتھ دیا اور سنہ ۱۶۸ ق م میں پرگامم نے اپنا تذبذب ظاہر کیا، لیکن اس سے انھیں آخر کار کوئی نقصان نہیں پہونچا۔ دونوں سلطنتیں بدستور روما کی حلیف رہیں اور کاپادوسیہ والے برابر یونانیت پسند رہے۔

مشرق کے اس حصے کے معاملات جن پر سے رومن اثر ہٹ گیا تھا، نہایت پیچیدہ ہیں اور ایک بڑی حد تک نامعلوم ہیں۔ ان ممالک میں سے ایک مصر ہے جسکا اندرونی حصے پر روما کا کسی قسم کا اثر نہیں تھا، اور اسکے علاوہ باختر، پارتھیا اور سوریہ ہیں۔ اس موقع پر ہم غیر معلوم سے معلوم کی طرف قدم

باب ۱۹

اٹھائیں گے اور اپنے بیان کو باختر سے شروع کریں گے۔ اِس ملک کی بیشتر تاریخ کے بابت صرف سکوں ہی کے مدد سے قیاس دوڑایا جاسکتا ہے (دیکھو اوپر، باب ۹ و ۱۳)۔

اس علاقے میں دیودوتوس نامی ایک فرمانروا کے بعد اسی کا ہم نام دوسرا بادشاہ تخت نشین ہوا۔ اسکے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ تخت پر ایک غاصب یوتھی دیموس والی مگنیشیہ انطاکوس سوم کے زمانہ میں بیٹھا (دیکھو اوپر، باب ۱۵)۔ اسکے بیٹے دیمتریوس کو ہندوستان اور تاتارستان میں متعدد جگہ فتوحات حاصل ہوئیں۔ اسی کا ہمعصر ایک شخص یوکراتی داس تھا جسکے سکوں کی نقل شاہ پارتھیا نے اتاری۔ ہم دیکھتے ہیں کہ باختر کے ایک شہر اور اراخوزیہ کا ایک شہر کا نام یوکراتی داس کے نام پر تھا۔ ان سکوں سے جو ابتک منکشف ہوتے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مفصلہ ذیل حکمرانوں نے دوسری صدی ق م کے ابتدائی عہد میں حکومت کی: نیتالیون، اگاتھوکلیس، انتی ماخوس، اسکے بعد اسکا جانشین انتیالکداس، افلاطون (جسکے ۱۶۵ سنہ ق م والے سکے موجود ہیں) اور ہیلیوکلیس جو غالباً یوکراتی داس کا بیٹا تھا۔ اِس آخری فرمانروا

؎ باختر؛ فون گٹشمٹ "تاریخ ایران" ۲۹، ۳۳، ۳۷، ۵۰، ۸۴، ۸۵، ۷۱، ۷۷، ۱۰۳ سکہ شناس سکوں سے استناج کرنے میں حق بجانب معلوم ہوتے ہیں۔ بلیو (: "افغانستان کی نسلیات کی تحقیق" Bellow : Enquir into the ethnography of Afghanistan سنہ ۱۸۹۱ء اور مضمون جو اس نے لندن کی انجمن ایشیائی Asiatic Society کے روبرو پڑھا اور جو اسکے جرنل ۲۱ مارچ سنہ ۱۸۹۲ء میں چھپا ہے) یہ فرض کرلیتا ہے کہ افغانی زبان میں ایسے آثار موجود ہیں جنسے ان یونانیوں کا اثر معلوم ہوتا ہے جو سکندر اعظم کے بعد کوہ سلیمان میں جاکر آباد ہوگئے۔ اس کا خیال ہے کہ افغانی قبائل کے نام تک یونانی الاصل ہیں۔

پارتھیا۔ شپیگل: "قدیمیات ایران" Spiegel : Iran. Alterth. ۳، ۷۷، ۹، ہیڈ ۶۹۲ وغیرہ

فون گٹشمٹ Gutschmidt ۴۳، وغیرہ ۵۸، ہیڈ (۶۹۷) کا سیسلی رئیس کے سکوں کو خراسینی سلطنت کی طرف منسوب کرتا ہے۔

باب ۱۹ عہد میں دو اہم تبدیلیاں ہوئیں، اوّل تو رائج الوقت اٹیکائی معیار چھوڑ دیا جاتا ہے، اور دوسرے یہ کہ جہاں اسوقت تک سکوں پر صرف یونانی میں کتبہ تھا، وہاں آئندہ سے اسکے ساتھ ساتھ ایک تو ہندوستانی زبان میں اور دوسرے نام نہاد اریائی حروف میں، جو سامی حروف سے لئے گئے تھے، کتبوں کا اضافہ ہوتا ہے۔ ہیلوکلیس (سنہ ۱۵ ق م) سے آخری بادشاہ ہرمیاس تک کا (جسنے غالباً سنہ عیسوی کے ابتدائی زمانے تک حکومت کی) زمانہ نہایت تاریک ہے اور اسکی سنویت کا تعین ناممکن ہے۔ دوسری صدی ق م کے وسط کے قریب، جب یوکراتی دس تخت پر بیٹھا ہوا تھا، اس وقت متھراداتیس شاہ پارتھیا نے باختر پر حملہ کر دیا۔ یہ مہرداد وہی حکمراں ہے جس کا خطاب اس زمانے کے سکوں پر ارساکیس ایپی فائیس یوئرگیتیس فلہیلین کندہ ہے، اور جس نے غالباً سنہ ۱۷۱ ق م سے سنہ ۱۳۶ ق م تک حکومت کی یہ بادشاہ بلاشک پارتھیا کے حکمرانوں میں سب سے زیادہ ممتاز تھا۔ اس نے اپنی سلطنت مشرق میں ہندی قفقاز تک بڑھالی اور اسکے بعد وہ مغرب میں ایشیا کا رُخ کیا جسمیں انطاکوس چہارم کے بعد طرح طرح کی تبدیلیاں ہوئی تھیں۔ ہم انطاکوس چہارم کی طرف مختصر طور پر پھر باب ۲ میں رجوع ہونگے، لیکن یہاں ان تبدیلیوں کا خاکہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے [ف۹]

[ف۹] سوریہ۔ اس حاشیہ میں میں نے بادشاہوں کی تفصیل دی ہے۔ مقابلہ کرو شیوئرر، ۱، ۴، ۱۳۰ وغیرہ۔
انطاکوس پنجم "یوپاتور"۔ نو سال کی عمر میں بادشاہ بنا؛ سکوں پر ذرا زیادہ عمر کے آثار؛ بالبون، CXIII، CXIV۔ اسکے لیسیاس اور اوکتاویوس کے لئے دیکھو پاؤلی، ۱، ۱، ۱۱۲؛ ۵، ۸۲۳۔
تارخوس کے سکے کمیاب ہیں؛ بالبون CXV
دیمتریوس اوّل۔ دیمتریوس و پولی بیوس؛ پولی بیوس ۳۱، $\frac{19}{21}$؛ اسکی شراب خواری؛ ایضاً ۳۳، ۱۹۔ سکے۔ الٹی طرف، علاوہ اپولو کے، ایک زنانہ شبیہہ جسے بالبون CXVII تیخے بتاتا ہے۔ صور و سیدا کے بلدی سکے جن پر دیمتریوس اول کا سر اور دو زبانوں میں کتبے کندہ ہیں نیز چودرہمیاں اور تانبے کے سکے جن پر دیمتریوس و لاؤدیکے کے سر بنے ہیں۔ لاؤدیکے

انطاکوس چہارم کے بعد اس کا نوعمر بیٹا انطاکوس پنجم "یو پاتور" تخت پر بیٹھا اور اس نے سنہ ۱۶۴ ق م سے سنہ ۱۲۳ ق م تک حکومت کی۔ اس پانچویں انطاکوس کے وزیر لیسیاس نے ملک کی فوجی قوت میں اس حد تک اضافہ کیا کہ رومنوں کو اسمیں مداخلت کرنا پڑی اور انھوں نے اس میں تخفیف کرنے کے لئے تین اشخاص کی ایک سفارت بھیجی۔ جب یہ سفیر لاؤدیکیہ پہونچے تو لیسیاس نے انمیں سے ایک یعنی گنے یوس او کتاویوس کو قتل کرا دیا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ رومنوں نے بادشاہ کے رشتے کے بھائی دیمتریوس کو، جو روما میں بطور یرغمال کے رہتا تھا، آزاد کر دیا اور اسے انطاکوس کے مخالفت میں خوب ابھارا۔ اس دیمتریوس کے آزادی میں مورخ پولی بیوس ممد و معاون ہوا۔ دیمتریوس نے آخر کار انطاکوس کو شکست دیکر اسے قتل کر دیا اور خود بادشاہ بن گیا۔ اس بادشاہ نے سنہ ۱۶۲ ق م سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ پہلے پرسیوس کی بیوی رہ چکی تھی۔ بابلون، CXXII اسکندر بالاس، سنہ ۱۵۰ ق م تا سنہ ۱۴۵ ق م۔ شیورر "تاریخ قوم یہود" Schuerer: Gesch. des Jued. Volkes. ا، ۱۳۱، ۱۷۸۔ اسکا خطاب تیھو پاتر یورگیتیس ایپی فانیس نیلے فوروس تھا۔ پرگامم کے فرمانرواؤں نے اس سے پہلے انطاکوس پنجم کو تخت نشین کرایا تھا اور اب انھوں نے اسکے بیٹے کو تخت نشین کرایا۔ اسکندر بالاس کے بعض سکے جو فنیقی شہروں میں ڈھلے تھے اور جن پر فنیقی عقاب کی شبیہہ ہے وہ فنیقی معیار کے ہیں؛ بابلون، CXXV سلیوکی سنہ ۱۶۱ (یعنی سنہ ۱۵۱ ق م) میں فلومیتور برابر بطلیمائس میں سکے بنا رہا تھا؛ CXXVI اسکندر بالاس نے سنہ ۱۶۲ ق م تک سکہ سازی جاری رکھی اور انطاکوس نہم تک اس خاندان کے فرمانروا برابر سکے بناتے رہے۔ اتیفنزی پارتھے نوس کی شکل اسکندر بالاس کے سکوں پر نمودار ہوتی ہے؛ بابلون، تصویر ۱۷، ۱۸، ۱۰۔ یہ انطاکوس چہارم "ایپی فانیس" کی نشانی ہے؛ نیز یہ کاپادوکی اریاراتیس چہارم کے سکوں پر بھی نظر آتی ہے۔ اسکندر بالاس نے اپنے سکوں پر ایک شبیہہ کندہ کرائی جسمیں سکندر اعظم کی مشابہت پائی جاتی ہے؛ بابلون، CXXIX کبیرا کے نقرئی سکوں پر بھی یہ شکل نظر آتی ہے۔ کیرھوس کے ایک سکے پر ایک الو کی شائد اسلئے شکل ہے کہ

باب ۱۹ سنہ ۱۵۰ ق م تک حکومت کی) پہلے تو بڑی مستعدی دکھائی اور جب اس نے بابل کے صوبہ دار تمارخوس کو جسنے شاہی لقب اختیار کرلیا تھا، مغلوب کیا تو اسنے اپنے نام کے ساتھ "سوتر" کا خطاب بڑھا لیا۔ لیکن اسکے بعد یہ شراب و کباب میں پڑ گیا اور انطاکیہ کے قریب اپنے قلعہ بند محل میں اپنے آپکو بند کرلیا۔ اسکی سیاسی حکمت بصیرت میں بھی آزمودہ کاری کی جھلک نہیں تھی۔ اسکی بہن کے مقدونیہ سے چلے آنے پر اس نے کوشش کی کہ اسکی اریاراتھیس پنجم کے ساتھ نکاح ہوجائے لیکن اسمیں اسے کامیابی نہیں ہوئی اور جب اسنے اس بہن سے خود اپنا نکاح کرلیا تو اس معاملات میں یکسوئی پیدا نہیں ہوئی بلکہ رومنوں کو پہلے سے بھی زیادہ اپنا مخالف بنا لیا؛ ادہر کاپادوسیہ کے معاملات میں مداخلت کرکے اس نے اریاراتھیس کو برہم کردیا۔ اسی طرح اسنے اوروفرنیز کے ساتھ جو سلوک کیا اس سے بھی اُسے کوئی فائدہ نہیں پہونچا۔ آخر کار رومنوں، اریاراتھیس اور اٹالوس تینوں نے اسکے ایک مفروضہ رشتے کے بھائی مسمی بالاس ساکن سمرنا کو اسکے خلاف اٹھا کھڑا کیا، جس نے اپنا خطاب اسکندر رکھا تھا اور مشہور کر رکھا تھا کہ میں انطاکوس چہارم کا بیٹا ہوں۔ اُدہر روما کی اجازت سے بطلیموس فلومیتور نے اپنی بیٹی قلوپترا تھیائی (جو خاندان بطالسہ کی شوخ ترین عورتوں میں سے تھی) نکاح اس اسکندر بالاس سے کرکے ملک شام کے خلفشار میں سونے پہ سہاگہ والی مثل کی۔ اسکندر بالاس نے سنہ ۱۵۰ ق م سے سنہ ۱۴۵ ق م تک شام پر حکومت کی۔ بہر حال اسی مناکحت کے بعد اسکندر کو مصر کی تائید حاصل ہوگئی لیکن اس شخص نے بھی وہی وتیرہ اختیار کیا جو اسکے پیشرو کا تھا، اور اسی کی طرح اسکی قسمت نے بھی زیادہ دن تک اس کا ساتھ نہیں دیا۔ فلومیتور نے اسکی بجائے تھیا اور دیمتریوس دوم کا ساتھ دینا شروع کیا، جو دیمتریوس اول کا بیٹا تھا، اور تھوڑے ہی مدت کے بعد

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ وہاں اتھنزی رہتے تھے؛ بالبول CXXVII. CXXX.

جو درہمیاں جنپر اسکندر بالاس و تھیا کی شبیہیاں ہیں اور جو سلیوکیہ میں ڈھالے گئے تھے، بالبول CXXX

سنہ ۱۴۵ ق م میں ایک عرب سردار نے بالاس کا کام تمام کر دیا۔ اسکے جانشین دیمتریوس دوم (سنہ ۱۴۵ ق م؛ سنہ ۱۳۰ ق م) کے قسمت میں بڑے بڑے مد و جزر ہوئے۔ وہ بیحد مستعد و جانباز شخص تھا گو اسکا خطاب "نکاتور" یا "فاتح" میں طعنہ آمیزی کے علاوہ حقیقی مفہوم نظر نہیں آتا، بہت جلد اسکی رعایا اس سے متنفر ہونے لگی۔ الغرض اپامیہ کے ضلع کے ایک قسمت آزما مسمی دیودوتوس نے پہلے تو بالاس کے ایک بیٹے کو انطیوکس ششم "ایپی فانیس" کے نام سے سنہ ۱۴۵ ق م میں تخت پر بٹھایا اور سنہ ۱۴۲ ق م کے قریب اسکے قتل کے بعد خود تریفون کے خطاب سے بادشاہ بن بیٹھا۔ (سنہ ۱۴۲ ق م) چند روز تک تو دیودوتوس کا مستقر کلیکیہ اسپیرا کا شہر کوراکیز یوم تھا، جو ساحل کے قریب ایک ڈھلوان چٹان پر لٹیروں ٹھگوں کا آماجگاہ تھا۔ لیکن دیمتریوس ابھی تک مایوس نہیں ہوا تھا، چنانچہ جب اس نے دیکھا کہ شام کا دروازہ میرے لئے بند ہو چکا ہے تو وہ کسی دوسرے میدان کو تلاش کرنے لگا، اور آخرکار بابلستان میں اسے موقعہ مل ہی گیا۔

مہرداد شاہ پارتھیا نے، جسکا ذکر ابھی کیا جا چکا ہے، سنہ ۱۴۷ ق م میں میدیہ اور سنہ ۱۴۵ ق م میں سلیوکیہ (بدریائے دجلہ) تک فتح کر لئے تھے۔ اب بابل والوں نے دیمتریوس سے اسکے خلاف مدد مانگی اور دیمتریوس نے اسکا اقرار کرلیا اور ایرانیوں و الیمیائیوں ہی کو نہیں بلکہ اہل باختر کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا (واضح ہو کہ اس کے بعد اہل باختر کبھی آزاد نظر نہیں آتے)۔ پہلے تو میدان اسی کے ہاتھ لگا، لیکن سنہ ۱۳۹ ق م میں اسے شکست ملی اور وہ گرفتار بھی ہو گیا، چنانچہ مہرداد نے اسے پارتھی علاقہ میں گشت لگوایا اور اسکی جگہ جگہ نمائش کرائی! لیکن اب یک بیک پارتھی حکمران اپنی رائے بدل دیتا ہے اور شاید دیمتریوس کی توانائی اور مستعدی سے متاثر ہو کر نہ صرف اپنی بیٹی رودوگونے کا اسکے ساتھ نکاح کر دیتا ہے بلکہ اسے شام کا بادشاہ بھی بنا دینا چاہتا ہے۔ لیکن قبل اسکے کہ وہ اپنے

باب ۱۹

اس منصوبے کو پورا کرتا اسکا انتقال ہوگیا اور اسکی جگہ (سنہ ۱۳۸ ق م میں) فراتیس دوم " ارساکیس فلوپاتور اپی فانیس فل ہیلین " کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ اس زمانے میں پارتھیا میں دریائے فرات سے لے کر اراخوزیہ تک تمام ملک شامل تھے' اور اسکے علاوہ اسکے بادشاہ "شہنشاہ" کی حیثیت سے مفصلۂ ذیل ممالک پر سیادت کے دعویدار تھے۔ مشرق میں ہندوستان کے سرحدی مقامات، خراسین، یا ہسین بدہانہ دجلہ و فرات پرس (لارستان کرمان و گیدروزیہ (مکران)، اور مغرب میں ادیابینے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ یہ سب محض مشرقی شیخی ہی شیخی تھی، لیکن اسمیں شک نہیں کہ ایران و بابلستان پر مقدونیہ کا مطلق کوئی اثر باقی نہیں رہا تھا۔ شمال و مشرق میں یونانی تمدن اسی طرح معرض زوال میں تھا، یہاں سنہ ۱۴۱ ق م میں پارتھیوں نے مارگیانے (خراسان) پر قبضہ کرلیا اور اسکیتی قبیلوں نے باختر، سغدین، جو ہندوکش کے شمال میں تھے فتح کرلیا۔ صرف وادی سندھ ہی کا علاقہ ایسا تھا جہاں سنہ عیسوی کے ابتدا تک یونانی عنصر نے اپنا سر اُٹھائے رکھا۔ خود دیمتریوس دوم کے لئے بھی پارتھیا کے جدید حکمراں کے تخت نشینی سے صورت حال میں بہت کچھ تبدیلی پیدا ہوگئی اس لئے کہ جدید حکمراں اپنے پیشرو کی طرح اسپر مہربان نہ تھا اور فی الحال اسکا یہ ارادہ نہیں تھا کہ دیمتریوس کو سوریہ کے تخت پر بیٹھنے میں اسکی مدد کرے۔

الغرض دیمتریوس تو تریفون کا بال بیکا نہ کرسکا لیکن دوسروں نے اسکو بہت نقصان پہونچایا[۵] دیمتریوس دوم کے بھائی انطاکوس ہفتم سدیتیس

---

[۵] سوریہ یا شام۔ مقابلہ کرو یاؤلی ا، ا، ۱۱۳۸ ؛ ۹، ۲، ۲، ۲۱۷ تا ۱۴، ۲۱ ؛ بابلون
CXXXI تا CLXI (دیمتریوس دوم تا انطاکوس ہشتم "گری پوس")؛ ا، اکون :
تحقیقات متعلق تاریخ سلیوکیاں از سنہ ۱۲۹ ق م تا سنہ ۶۴ ق م" A. Kuhn: Beitrage Z
Gesch. der Seleukiden von 129-64. B. C. آلٹ کرش بابت سنہ ۱۸۹۱ء۔
دیمتریوس دوم۔ اسکے سکوں پر مشرقی نمونے، صورتیں ڈھالے ہوئے سکے ؛

باب ۱۹

نے اسکے خلاف خروج کیا اور اسکے ساتھ لڑائی میں تریفون کام آیا۔ اس کے مرتے ہی انطاکوس نے تھیا کے ساتھ نکاح کر لیا، جسکی شخصیت قابل اعتراض ہو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - بالبوں، CXXXII-CXXXIII

انطاکوس ششم اپنا لقب "ایپی فانیس دیونی سوس" رکھتا ہے۔ سکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے سنہ ۱۴۵ ق م سے سنہ ۱۴۲ ق م تک حکومت کی؛ بالبوں CXXXV انواع: دیوسکوری گھوڑا دوڑاتے ہوئے، جیسے رومن دیناروں پر؛ نیز دیونی سی نوسنے؛ مشعل بردار ہاتھی؛ بالبوں، CXXXVII -

تریفون چار سال حکومت کرتا ہے۔ اسکا لقب "بازی لیوس اوتوکراتور" یا خود مختار بادشاہ" تھا جو کسی دوسرے شامی حکمران کا نہ تھا۔ استرابو ۱۴، ۶۶۸ کے مطابق کلیکیہ اسپیرا میں بحری قزاقوں کی قوت کا دارومدار تریفون پر تھا۔ لیک Leake کوراکے زیوم (= الایہ) کو جبل الطارق سے تشبیہہ دیتا ہے؛ مقابلہ کرو ورٹ CXXXV ۱۹، ۳۸۲ - سکہ پر شاخ دار خود بنی ہے؛ بالبوں، CXXVIII

انطاکوس ہفتم "سری تیس"، سیدے میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۳۸ ق م سے سنہ ۱۳۹ ق م تک حکومت کی۔ اسکا لقب یورگیتیس تھا۔ اس زمانے کے سکے جو دہی سے آخر تک چھ طرح کے ہوتے تھے۔ تانبے کے سکے پر ای سس کی سر جامہ (سلیوکوس چہارم نے انطاکیہ میں ای سس کا ایک تبخانہ بنایا تھا)؛ دوسری جانب اتھینے پارتھے نوس؛ تصویر ۲۱، ۱۱ - انطاکوس ہفتم نے شمعون مکابیوس کو سکہ سازی کا حق دیا تھا، لیکن یہ صرف تانبے تک محدود تھا؛ بالبوں CXLIV -

دیمتریوس دوم، دوسری مرتبہ بادشاہ؛ سنہ ۱۲۹/۱۲۵ ق م۔ اس مرتبہ کے سکوں پر وہ ایشائیل نظر آتا ہے اس لئے کہ جب وہ پارتھیا میں تھا تو وہاں کے رواج کے مطابق اس نے اپنی ڈاڑھی بڑھالی تھی۔

اسکندر دوم "زابی ناس"، سنہ ۱۲۸ ق م تا سنہ ۱۲۳ ق م۔ انطاکیہ میں زیوس کا تبخانہ پامال کرتا ہے، اور شاید اس سے جو ملتا ہے اسسے طلائی استاتر بناتا ہے جسپر زیوس نکے فوروس کی شبیہہ کندہ ہے۔ مصری تاجر کے اس فرزند میں عملی ظرافت بھی تھی۔ اسکے تانبے کے سکوں پر

باب ۱۹ لیکن جس کا شام کے تخت سے ہٹنا محال تھا۔ تخت شام پر بیٹھتے ہی اس نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ اپنے بھائی کی طرح ایک زبردست حکمراں ہے، اس نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ اس کے سر پر شیر کی کھال نظر آتی ہے اور اس سے سکندر اعظم کی یاد تازہ ہوتی ہے ۔

سلیوکوس پنجم: ؁۱۲۵ ق م۔ اسکی ماں تھیا نے اسکے باپ دیمتریوس دوم کو مروا ہی ڈالا تھا، اور اب وہ اسے بھی ملک عدم پہونچاتی ہے اور اپنے دوسرے بیٹے انطاکوس ہشتم گریپوس کو تخت پر بٹھاتی ہے۔ لیکن وہ اسپر بھی قانع نہیں ہوتی اور اپنے اس بیٹے کا بھی کام تمام کرنا چاہتی ہے لیکن اسے اسکا علم ہو جاتا ہے اور وہ پیش بندی کر کے خود اپنی ماں کو قتل کرا دیتا ہے۔ تھیا کا خطاب ''یو نے تیریہ'' (افراط) تھا۔ چو درہمیان جنکے ایک طرف اسکی شبیہہ اور دوسری طرف ''شاخ افراط''؛ یہ ؁۱۲۵ ق م میں سکہ کی ہوئی تھیں؛ بابلوں CLII

انطاکوس ہشتم ''گریپوس''، ؁۱۲۵ ق م ۹۶ اسکا لقب ایپی فانیس فلومیتور (!) کالی نیکوس تھا۔ اسکے سوتیلے بھائی انطاکوس نہم ''کیزیکے نوس'' نے اسکے ساتھ لڑائی ٹھانی، جسکے بعد اوّل الذکر کیلیے سوریہ وفنیقیہ کا اور گریپوس شمالی سوریہ اور کلیکیہ کا حکمراں بن گیا؛ بابلوں، CIV. اسکی شبیہ سے اسکی ناک کا خم صاف ظاہر ہوتا ہے ۔

اسکندر بالاس اور اسکے بعد کے سکوں پر طرسوس کی عمارت کی تصویر نظر آتی ہے؛ یہ تصویر خود طرسوس کے سکوں پر بھی ملتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کے قریب اس عمارت کے کھنڈر اب تک موجود ہیں، اور اسے سرداناپالوس کا مقبرہ بتایا جاتا تھا۔ سکندر اعظم یہاں پہونچا تھا (جلد ۳، باب ۲۲)، لیکن بابلوں کہتا ہے CLVIII کہ سکوں پر جو عبارت ہے وہ کسی شاہی معبود کا بت خانہ ہے جسکی پوجا مغرب میں جوپیٹر دولیخنیس کے نام سے کیجانے لگی (واضح ہو کہ دولیخے کوماگینے میں ایک مقام کا نام تھا؛ دیکھو روشے (Roscher) ۱، ۱۱۹۱)- مقابلہ کرو کارل رٹر: ''جغرافیہ'' Karl Ritter=Erdkunde حصہ ۱۹، ۳۰۳/۳۰۹؛ ایڈورڈ مے یر: ''تحقیقات متعلق تاریخ قدیم'': Ed. Meyer: Forschungen Zur alten Geschishte ۲:۳/۳:۹ - اس قسم کی کیفیت سے اس مذہبی رد عمل کا حال معلوم ہوتا ہے جو اس زمانے میں دیار مشرق میں ہو رہا تھا اور جسکی وجہ سے انطاکوس چہارم اور اسکے جانشینوں کے سکوں پر وقتاً فوقتاً مشرقی معبودوں کی شبیہیں نظر آتی ہیں ۔

باب ۱۹ پارتھیوں کے ملک پر حملہ کر کے بابل ہی نہیں بلکہ ہمدان بھی لے لیا۔ اب فراتیس بڑی شش و پنج میں تھا۔ اسوقت تک اسے کھلے میدان میں کہیں کامیابی نہیں ہوئی تھی، چنانچہ اب اُس نے اس لڑائی کو شاطری سے نبٹنے کے لئے ایک نیا طریقہ ایجاد کیا۔ اُس نے تین مختلف النوع ترکیبیں چلنے کا انتظام کیا۔ اوّل تو اس نے اپنے دشمن سے گفت و شنود شروع کی تاکہ ممکن ہو تو اسکے ذریعہ سے اسپر داؤں لے جائے؛ دوسرے اُس نے سوچا کہ اسوقت دیمتریوس کو چھڑانے کے لئے اچھا موقعہ ہے، اور تیسرے اگر یہ سب چالیں نہ چلیں تو پھر میدان جنگ میں پھر قسمت آزمائی کیجائے۔ یہ تیسری چال چل گئی، یعنی اس نے آخر کار انطاکوس ہفتم کو میدان میں شکست دیدی اور اس مستعد بادشاہ نے دیکھا کہ اب کام تمام ہو گیا تو اسنے خود اپنا کام تمام کر لیا (سنہ ۱۲۹ ق م) اب شاہ پارتھیا اسکا افسوس کرنے لگا کہ میں نے دیمتریوس کو محبس سے کیوں نکالا، لیکن چونکہ وہ اسکی زد سے باہر تھا اس لئے اس نے ایک نیا مدعی سلطنت کھڑا کر دیا، جو انطاکوس سلیوکوس کا بیٹا تھا لیکن اس سے کچھ نتیجہ نہیں نکلا اس لئے کہ نو عمر سلیوکوس بہت جلد تماشاگاہ سیاسیات سے غائب ہو گیا اور دیمتریوس دوم دوبارہ تخت شام پر بیٹھ گیا لیکن وہ اب بھی پہلے کی برابر نہیں رہا، اور واقعہ یہ ہے کہ شاہ پارتھیا کو اس سے کچھ ایسی شکایت ہی نہیں تھی۔ دیمتریوس کو بطلیموسی ارازل کی مداخلت کی وجہ سے جو مشکلات پڑیں انپر وہ قابو حاصل نہیں کر سکا۔ بطلیموسی فیسکون کی بہن اور بیوی جسے اپنے بھائی اور شوہر سے بھاگ کر اُس نے دربار میں پناہ لی تھی اسکی وجہ سے اسے مصر کے ساتھ لڑنا پڑا، اور فیسکون نے، جس نے فلومیتور کے بعد سوریہ میں اختلال پیدا کرنا گویا اپنا فرض سمجھ لیا تھا، اب ایک نیا مدعی سلطنت سوریہ کھڑا کر لیا۔ یہ اسکندر زابی ناس تھا (سنہ ۱۲۸ ق م تا سنہ ۱۲۳ ق م)، جو ایک مصری سوداگر کا بیٹا تھا اور جس نے یہ مشہور کیا کہ میں انطاکوس ہفتم کا متبنّیٰ ہوں۔ زابیناس دیمتریوس کو شکست دیکر خود بادشاہ بن گیا۔ سنہ ۱۲۵ ق م میں غالباً تھیا کے حکم سے دیمتریوس کا خاتمہ کر دیا گیا اور اس

باب ۱۹

خون آشام عورت نے اس کے تتمے کے طور پر اپنے اور دیمتریوس کے بیٹے سلیوکوس کو بھی بہت جلد ملک عدم پہونچا دیا۔ لیکن اب فیسکون زابی ناس سے اپنی تائید ہٹا لیتا ہے، اور اسکے خلاف دیمتریوس دوم کے دوسرے بیٹے انطاکوس ہشتم "فلومیتور گریپوس ("مڑی ناک") کو اسکے خلاف روانہ کرتا ہے۔ گریپوس زابیناس کو شکست دیتا ہے اور زابیناس سنہ ۱۲۲ ق م راہی ملک عدم ہوتا ہے۔ لیکن خود فاتح کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے کہ شائد سنہ ۱۱۶ ق م ہی میں انطاکوس نہم "کیزیکینوس" (سنہ ۱۱۶ - ۹۵ ق م) جو انطاکوس ہفتم کا بیٹا اور گریپوس کا سوتیلا بھائی تھا، اسکا مقابلہ کرتا ہے۔ ان دونوں حریفوں کی ماں وہی غیر معمولی مستعد و توانا عورت تھیا تھی جس کا ذکر اوپر پڑھنے میں آیا ہے۔ یہاں ہم شامی خلفشار کو باب ۲۶ کیلئے چھوڑتے ہیں اور بالفعل مصر کے واقعات کی طرف رجوع کرتے ہیں جو تاریخ کے تمدن کے لئے بہت کچھ اہم ہیں۔

سنہ ۱۸۰ ق م سے سنہ ۱۴۶ ق م تک مصر[۱۱] کے تخت پر بطلیموس پنجم کا چھوٹا بیٹا بطلیموس ہفتم فلومیتور بیٹھا تھا، اور یہ وہی بطلیموس تھا جو انطاکوس ایپی فانیس سے آمادۂ پیکار ہوا تھا (دیکھو باب ۱۸)۔ سنہ ۱۷۰ ق م میں کارہائے حکومت میں اس نے اپنے چھوٹے بھائی بطلیموس یورگیٹیس دوم فیسکون ("توندو") کو اپنا شریک بنا لیا جسے اسکندریہ والوں نے ملک کے مفاد کی خاطر تخت پر بٹھایا تھا ان دونوں بھائیوں کے مابین

---

[۱۱] مصر: کلیس، پائولی، ۶، ۱، ۲۲۱؛ مہافی، "یونانی زندگی"، باب ۲۱؛ شیورر Schurer: "تاریخ قوم یہود"، ۱، ۱۸۱/۱۸۲۔ بطلیموس نہم "فیسکون" ("توندو" یا "پیٹو") کے لئے مہافی، "سلطنت"، ۳۷۷/۴۴، نیز ۳۴۴/۳۵۲ (روما، فلومیتور، فیسکون)۔ بطلیموس ہشتم اسی بطلیموس ہفتم کا بیٹا ہے جسے فیسکون نے مروا ڈالا تھا۔ فیسکون نے مصری بتخانوں کیلئے جو کیا اسکے لئے دیکھو باب ۲۰ حاشیہ ۲۰۔ فلومیتور کے ساتھ حکومت میں شریک ہونیکے بعد فیسکون روما کی زور و شور سے طرفداری کرنے لگا اور روما کی تائید کیوجہ سے جو چاہا کیا۔ مصر میں جو کچھ ہوا اسکی بہت بڑی حد تک رومی جوابدہ تھے۔

باب ۱۹

بہت جلد جھگڑے پیدا ہو جاتے ناگزیر تھے۔ بڑا بھائی تو عیش پرست تھا لیکن عادتاً خوش مزاج تھا، لیکن چھوٹا ایک بے شرم بدمعاش تھا، اور اس کا وتیرہ تھا کہ جب اُسے ارتکاب جرائم کی سازشوں سے فرصت ملتی تو اپنے آپکو عالم متبحر ظاہر کرتا۔ الغرض فلومیتور کو زک ملی اور وہ روما بھاگ گیا، رومنوں نے فوراً اسے دوبارہ تخت پر بٹھا دیا اور فیسکون کو اس کے معاوضے میں سیرنہ دیدیا۔ لیکن اس "پیٹو" کے لئے یہ کافی نہیں تھا، چنانچہ اس نے رومنوں سے درخواست کی کہ اسے قبرص بھی حوالہ کردیا جائے۔ رومنوں کے لئے اسمیں بھی مضائقہ نہیں تھا اس لئے اسے قبرص بھی مل گیا، لیکن مشکل یہ آپڑی کہ قبرصی اس "مہربان" سے خوش نہیں تھے اور وہ انکی نظروں میں ایک ملعون سے زیادہ نہ تھا، الغرض انھوں نے اسے جزیرے سے نکال باہر کیا، اور جب وہ سیرنہ واپس گیا تو وہاں والوں نے بھی اسے نہیں رہنے دیا۔ اس نے پھر روما سے مدد طلب کی اور چونکہ رومن ان معاملات سے تھک گئے تھے اور انھیں ان دونوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا تھا بلکہ فیسکون ہی انکے نزدیک نسبتہً آسانی سے انکا مطیع و منقاد بن سکتا تھا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ فلومیتور اس زمانہ میں ملک شام میں جنگ آزما ہوا اور سنہ ۱۴۶ ق م میں کام بھی آیا۔ اب میدان صاف تھا اور فیسکون تخت پر قبضہ کرنے کے لئے فوراً مصر گیا اور یہودی سپہ سالار کی کوشش کہ بیوہ ملکہ قلوپترہ اور اسکی اولاد کے لئے تخت محفوظ رہے رائگاں گئی۔ فیسکون نے ملکہ کے ساتھ جو اصل میں اسکی اور اپنے پہلے شوہر دونوں کی بہن تھی، نکاح کرلیا، اپنے بھتیجے یوپاتور کو تہ تیغ کیا، اسکندریہ والوں کا قتل عام کیا، اپنی نئی بیوی کیساتھ ظالمانہ برتاؤ کیا اور ان سب باتوں پر اسی بیوی کی بیٹی جسکا نام بھی قلوپترہ تھا، نکاح کرکے ان سب کاموں پر گویا مہر ثبت کردی! اس نے مقتول اسکندریوں کی جگہ شہر کو اجیر سپاہیوں وغیرہ سے آباد کیا تھا، لیکن جب انھوں نے اسکے یہ جرائم دیکھے تو انھیں اور اسکے غیر حساس بھائی بندوں سے بھی رہا نہ گیا اور انھوں نے محل شاہی میں

باب ۱۹

آگ لگادی۔ فیسکون اب قبرص بھاگ گیا اور شاید یہ دکھانے کے لئے کہ اسمیں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی ہے اُس نے اپنی بیوی کے پاس خود اپنے بچے کے بدن کے ٹکڑے جو اُسکے بطن سے پیدا تھا، تحفتہً بھیجے! اسکے بعد اُس نے واپس آکر پھر اسکندریہ پر قبضہ کرلیا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اسکندریہ سے قلوبترہ پہلے شام گئی لیکن وہاں سے واپس آکر اپنے شوہر سے سمجھوتا کرلیا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ فیسکون اپنی دونوں بیویوں کی صحبت میں جنمیں سے ایک اُسکی اپنی بہن اور دوسری اسکی اپنی بھتیجی ہے، اپنے ظالمانہ افعال سے شاید تنگ آکر ذرا دم لے رہا ہے اور خود کو حکمیات و فنون ملکی کا سرپرست ظاہر کررہا ہے! یہ شخص کبھی واقعی طور پر اور کبھی فرضی طور پر ۵۳ برس تک حکمراں رہا، اور ۱۱۷ سنہ ق م تک نہیں مرا۔

اب ہم دوبارہ ۱۴۶ سنہ ق م پر آتے ہیں تاکہ ان ایام میں دنیائے یونان اور ان ممالک پر جنمیں یونانی تمدن سرایت کرگیا تھا، نظر دوڑائیں۔ مقدونیہ کی سیاسی اہمیت بالکل زائل ہوچکی تھی اور اس ملک میں سیاہ و سفید کلیۃً روما کے قبضے میں تھا۔ یونان میں آخری مملکت جو سیاسیات میں ممتاز حصہ لینے کی خواہاں تھی اُسے زک پہنچ چکی تھی اور یہاں بھی روما کو اقتدار کلی حاصل تھا۔ مغرب میں قرطاجنہ کا کام تمام ہوچکا تھا اور اس نواح میں بھی روما کا کوئی مدمقابل نہیں رہا تھا۔ لیکن بہت سی ایسی قومیں بھی تھیں جو زیادہ تر اٹلی اور سسلی میں رہتی تھیں اور جو یونانی زبان بولتی تھیں، مغرب میں شہر مسالیہ برابر اپنی تجارت میں لگا رہا اور اسپر نہ تو آزاد ملکوں کا اور نہ بادشاہوں کا اثر پڑا۔ مشرق اقصےٰ میں ہم دیکھتے ہیں کہ یونانیوں کے ایک بڑے جزو کی سیاسی اہمیت سلطنت پارتھیا کے عروج کی وجہ سے زائل ہوگئی ہے اور اس سلطنت کا بادشاہ مہرداد تقریباً ۱۴۵ سنہ ق م میں بابل اور سلیوکیہ کو فتح کرلیتا ہے اور کچھ ہی مدت بعد پارگیانہ کو لے لیتا ہے۔ جو اسوقت یونانی مملکت باختر کے قبضے میں تھا۔ چونکہ اسی زمانے میں باختر اور سغدین اسکیتھیوں کے قبضے میں آگئے اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تقریباً

باب ۱۹

سنہ ۱۴۰ ق م میں یونانی صرف ان مملکت پر حاوی رہجاتے ہیں جو ہندوستان کی سرحد پر واقع ہیں بلکہ یہاں بھی دیسی عناصر کی اہمیت میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ مصر میں فلومیتور کے موت کے بعد مصر بظاہر متحد ہو جاتا ہے۔ اور سرنہ و قبرص کا پھر بظاہر اس میں الحاق ہو جاتا ہے؛ لیکن اسی سے یونانی مفاد کو دھکا لگتا ہے اس لئے کہ فیسکون نے حتی الامکان اسکندریہ کے یونانیوں کو ملک سے نکال دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور دیسی پجاریوں کو رام کرنے کے لئے انکے بتخانوں کو وہ فروغ دیا جو کسی پہلے بطلیموس نے نہیں دیا تھا۔ شام میں ہم دیکھتے ہیں کہ مملکت بالکل فنا ہو جاتی ہے اور مکابی، جنکا ذکر اگلے باب میں کیا جائے گا، روز بروز بڑھتے جاتے ہیں، چنانچہ شمعون کو (سنہ ۱۴۲ ق م) شاہ سوریہ سکہ سازی کا اختیار دیدیتا ہے۔ مکابیوں کے عروج کے معنی یہ ہیں کہ مذہبی نقطۂ نظر سے مشرق اپنی ہستی کو تسلیم کرالیتا ہے۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مشرق کی ہستی کا اپنا زور دکھانا یہ فی نفسہ یونانی تمدن کے ترقی پذیری کی وجہ سے ہوا، اور یہ ترقی نہ صرف شام میں بلکہ ایشیائے کوچک کے مملکتوں میں بھی نظر آتی ہے۔ ہم اس تمدن کا فروغ کاپادوسیہ میں اریارتھیس ۵ کے عہد میں، افسس میں مہرداد یوپاتور کے زمانے میں (دیکھو نیچے، باب ۲۵)، بتھی نیہ میں بدبخت نکومیدیس ایپی فانیس کے حکومت (سنہ ۱۴۹ ق م تا سنہ ۹۵ ق م؛ دیکھو باب ۲۵) میں دیکھتے ہیں۔

الغرض سنہ ۱۴۰ ق م کے قریب ہم دیکھتے ہیں کہ خارجی اعتبار سے یونانی عنصر کو روما مقدونیہ و یونان سے، اسکیتھی باختر و سغدین سے، پارتھی مارگیانہ اور بابل سے نکال دیتے ہیں؛ لیکن داخلی اعتبار سے یہ شکست صرف باختر و سغدین میں مکمل ہے اور ان ممالک میں جنھیں پارتھیوں نے فتح کرلیا تھا یہ مکمل نہیں۔ اگر اس نواح میں ایک ایشیائی مذہب فروغ پاتا ہے تاہم شاہان پارتھیا اپنے آپکو یونانی تمدن کا دوست ظاہر کرتے ہیں اور واقعاً بھی وہ یونانیت پسند ہی ہیں۔ فلسطین میں یونانی عنصر کو صرف

ایک حد تک پسپا ہونا پڑتا ہے لیکن زبان وغیرہ کے میدانیں اسے فروغ پہونچتا ہے لیکن جو کچھ بھی نقصان ہوا ہے اسکی تلافی یونان تمدن کے ان بدیہی اثرات کو ہوتی ہے جو یونانی تمدن روما پر ڈالے بغیر نہیں رہتا (دیکھو باب ٢٤)، اور آخر کار روما یونانیت میں گویا تر بتر ہو جاتا ہے اور یونانیت اسکے ہر رگ و پے میں سرایت کر جاتی ہے یونانی مملکتوں میں، یعنی ان مملکتوں میں جنپر مقدونوی یونانی نسل کے حکمراں صاحب اقتدار رہیں، مفصلۂ ذیل سنہ ١٤٠ ق م میں باقی ہیں۔

(١) جمہوریتیں :- یونان میں مغرب میں (مثلاً سالیہ) مشرق میں (رھوڈز سے تا نائس تک)؛ (٢) سلطنتیں: مصر، شام، پرگامم، ہندوستان؛ (٣) ایشیائے کوچک کے جنوب اور سوریہ کے سرحد پر بہت سی جمہوریتیں، ملوکتیں (مثلاً کلیکیہ میں اولبا؛ دیکھو نیچے، باب ٢٠، حاشیہ ١٦) میں لیکن ہم ان سے پوری طور پر واقف نہیں۔

الغرض سیاسی اعتبار سے یونانی عنصر ہر جگہ رو بزوال ہے لیکن ذہنی اعتبار سے اسے تقریبًا ہر جگہ فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ شام اور مصر میں یونانی جسم اور مشرقی روح کے مابین اختلاط کی کیفیت نمایاں ہے جو بالآخر عیسویت کی شکل میں نمودار ہوتی ہے۔[١٢]

---

[١٢] موم سن (تاریخ روما، ٢، ٥٩) نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ اس عہد میں مشرق میں مغرب کے خلاف ایک رد عمل کی کیفیت پیدا ہوتی ہے لیکن جب وہ اس رد عمل کے متعلق روما کے طرز عمل پر گفتگو کرنے لگتا ہے تو اسوقت اسکے خیالات اسقدر اطمینان بخش نہیں معلوم ہوتے، اور یہاں میں ان خیالات کی اہمیت کی وجہ سے ان پر بحث کرنی چاہتا ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ سکندر کے طرز عمل کا جو پہلا ٹھوس نتیجہ نکلا اسے رومن سینات ٹھکرا دیتی ہے" یا دوسرے الفاظ میں "رومن دولت حامیہ" کو یہ نہیں چاہیئے تھا کہ سلطنت سوریہ کے انتزاع کو خاموشی سے دیکھا کرتے لیکن ہمارے نزدیک موم سن کو روما سے اتنی توقع نہیں کرنی چاہیئے۔ اسکے خیال کے مطابق روما کو سلطنت سوریہ قائم رکھنی چاہیئے تھی۔ لیکن کس کے خلاف؟ شاید جواب ملے کہ پارتھیوں کے خلاف۔ لیکن کیسے؟ بلا شبہ دجلے تک اپنی فوجیں بھیجکر۔ اگر روما کے پاس

باب بستم

یونانی تمدن دوسری صدی ق م میں

(۱) مصر (۲) شام

ہم ایک اہم عہد کے اختتام پر پہونچ گئے ہیں اور ساتھ ہی تاریخ یونان کی انتہا کا زمانہ بھی ہر لحظہ قریب تر ہوتا جا رہا ہے اس لئے اب یہ مناسب

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ روپیہ بھی ہوتا اور سپاہی بھی تو قابل سپہ سالار کہاں سے آتے؟ روما کو ایک غیر سلطنت کی مستقل حرسوں کے ذریعے سے حفاظت کرنی پڑتی، اور دوسروں کے غرض سے اس قسم کی ذمہ داری یہ فوجی خدمت انجام دینے کے لئے رومن تو تیار تھے نہیں اس میں شبہ نہیں کہ ممکن ہے کہ خود رومنوں کو یہ خیال آتا ہو کہ سوریہ کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کرنا چاہئے اور استرابو ۱۴، ٦٦٩ میں اسکی طرف اشارہ کرتا ہے ۔ ہمیں اس کا مشکل سے یقین آتا ہے کہ وہ ممالک غیر کے بادشاہوں کو تخت سے اتارنے سے جھجھکتے ہوں؛ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ سوچتے تھے کہ سلیوکی خاندان کے زوال کے بعد آخر شام میں کیا ہوگا اور شاید صورت حال پہلے سے بھی بدتر ہو جائے ۔ آخر الامر اس خاندان نے گویا اپنے آپ ہی خودکشی کر لی ۔ علاوہ ازیں موم سن کا یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ رومن سینات کو ایک طرح کی سیاسی تاریخی دور اندیشی حاصل تھی جو خلاف واقعہ ہے ۔ آجکل ہمارا خیال ہے کہ اگر روما چاہتا تو اس موقعہ پر شرق کے فروغ کے ابتدا کا چشم زدن میں خاتمہ کر دیتا؛ لیکن اسوقت روما میں اس خیال کا

باب ۲۰ معلوم ہوتا ہے کہ تمدن یونان کی تاریخ پر نظر دوڑائیں، چنانچہ یہ باب اور آئندہ کے چار ابواب کو ہم نے دوسری صدی ق م کے تمدن یونان کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ پیدا ہونا محال تھا، بلکہ ہم تو یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ خیال ٹھیک بھی ہوتا یا نہیں اور اگر بالفرض سلطنت سلوکیہ بچ جاتی تو کیا ضروری تھا کہ اس سے امنڈتا ہوا شرقی بادل منتشر ہو جاتا؟ ہمارے نزدیک یہ امر ناقابلِ انکار ہے کہ ۱۴۶ ق م کے قریب میں مشرق میں جو ردِ عمل پیدا ہوا اسکی جڑیں زمین میں بہت گہری جا چکی تھیں اور ایک اطالوی شہر کی مجلس سینیٹ اسے نہیں روک سکتی تھی چنانچہ ہزاروں لاکھوں سپاہی بھی دجلے تک جاتے تو بھی اسکی بیخ کنی ناممکن ہوتی۔ یہ تحریک ایک تخیلاتی تحریک تھی، اور ہم تمام تاریخی امداد سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ تخیلات کی کاٹ تخیلات ہی کر سکتے ہیں۔

مومسن ایک اور موقعہ پر یعنی اپنی "تاریخ روما" جلد ۵، ۲۷۰/۲۷۱ میں پھر اسی رائے کا اعادہ کرتا ہے کہ روما کو اس وقت مشرق کے خلاف کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا، اور اغسطوس پر الزام لگاتا ہے کہ اس نے "روما کی سیادت قفقاز و بحر قزوین تک نہیں قائم کی اور پارتھیوں کے تنازعات کا فیصلہ نہیں کیا"۔ ساتھ ہی وہ یہ ضرور کہتا ہے "میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ روما کو مشرق میں چند اور ملک فتح کرنا چاہیئے تھے، ایسا نہیں تو پھر اس سیادت کے قیام کی کیا تدبیر ممکن تھی؟ قفقاز و قزوین سے پارتھیوں کی مخالفت کیسے کیجاتی اس لئے کہ وہ سرحد پہ تھوڑا ہی تھے؟ یہ کیا ایران کے مغربی کنارے کے پہاڑ سرحد بن سکتے تھے؟ کیا روما کو ان پہاڑوں کے دروں پہ قبضہ کر لینا چاہیئے تھا؟ پھر اگر ہم ان دروں کو (اینگلو ہندوستانی اصطلاح میں) "حکمیاتی سرحد" کا لقب دیں تو فرض کیجیے کہ پارتھی اسپر بھی خلفشار مچاتے رہے؟ ایسا ہوا تو روما سے دو ہزار میل پر برابر مسلسل جنگ جاری رہتی۔ نپولین بھی روس کے تنازعات کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا اور اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اس ملک کو مسخر کرے۔ مشرق کو زیر کرنے کا صرف ایک طریقہ ہے، وہ یہ کہ اسے ذہنی اعتبار سے مسخر کر لیا جائے اور روما تو روما یونان کے لیے بھی یہ ناممکن ثابت ہوا تھا۔ روما کے خصائص ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کام کا اہل نہیں تھا۔

مصر میں بطلیموس ششم "فیسکون" کے عہد سے یونانی تمدن کے خلاف اسی ردِ عمل کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ یونانیت پسند سی پیو خود مصر آیا اور اس کا معائنہ کیا، لیکن اسے یا

تاریخ کے ملخص کے لئے وقف کر دیا ہے۔ یہ امر ناگزیر تھا کہ یہ کیفیات بیان کرنے میں کہیں کہیں سنوہی تسلسل کو ہاتھ سے جانے دیا جائے ساتھ ہی ہم نے تفصیلی واقعات کو جتنا ہو سکا ہے زیادہ اہمیت دی ہے جن کے بیان سے جو نتائج ہیں وہ خود بخود نکلتے چلے آئیں گے۔

۱۔ مصر[1]۔ ہم اس سے قبل چودھویں باب میں تیسری صدی ق م کے مصری تمدن پر عموماً اور تمدن اسکندریہ پر خاص طور پر تبصرہ کر چکے ہیں ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح ابتدائی بطالسہ نے اپنے میوزخانہ اور اپنے کتاب خانوں میں شعرا و علما کے لئے گویا ایک ارم کا گھر بنا دیا تھا اور اس طرح ان کے تبحر و تجسس کے لئے ایک لاثانی ذخیرہ مہیا کر دیا تھا تاجداران مصر کے علمی سرپرستی کیوجہہ سے شعر و شاعری کو بھی بہت کچھ فروغ پہونچا گو بظاہر میوزخانہ اور کتاب خانے سے صرف

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ یارومن سینات کو کوئی بات ایسی معلوم نہیں ہوگی کہ فیسکون کے معاملات میں مداخلت کی جائے۔ الغرض معاملات خود پیچیدہ ہوتے گئے اور روما انہیں روک نہیں سکا۔ بطالسہ سوم و چہارم و پنجم کے عہدوں میں مصریوں نے یونانیوں اور یونانی تمدن کے خلاف خروج کئے؛ بطلیموس سوم اب بھی یونانیوں کے قیادت کے اصول کو بالا کئے ہوئے ہے لیکن اسکی حکومت کی مخالفت کیجاتی ہے اور یونانی تمدن کو زوال ہوتا ہے؛ جہانی؛ "سلطنت" ۲۵۸ بطلیموس فیسکون مصر پر اپنا قبضہ نہ صرف یونانیوں کو ٹھکرا کر جاتا ہے بلکہ انہیں سرے سے ملک بدر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

[1] مصر۔ نحوی۔ فون دلاموو تز کے رائے کے لئے اس کی کتاب "انتی گونوس ساکن کارستوس" ۱۶۴ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔ اسکندریہ میں کالی ماخوس کے زمانے میں "علوم کی بہتات" تھی؛ ایضاً ۱۶۵؛ کلیس پاؤلی میں ۶، ۱، ۱۹۹۔ اقلیدس؛ زوسے میل، ۱، ۴۰، ۷ وغیرہ۔ ہروفیلوس ماہر تشریح الابدان؛ جہانی؛ "سلطنت" ص۱۰۱۔

حکمیات ہی مالا مال ہوئے حقیقت یہ ہے کہ تیسری صدی ق م ہی میں حکمیات اسی سرپرستی سے مستفید ہو رہے تھے اور ہم نے اس عہد کا تذکرہ کرتے وقت اس کیفیت پر پوری توجہ نہیں کی تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اس وقت حکمیات اور علوم و فنون کو اسکندریہ میں کمال عروج حاصل نہیں ہوا تھا، درانحالیکہ صرف وہی عہد ایسا ہے جب اسکندری وضع کے شعر و شاعری کو ادبیات یونان کے دائرے میں اہمیت حاصل ہوئی ۔ الغرض ہم اس باب میں اسکندری علوم کا سلسلہ وار حال بیان کریں گے ۔ اس لئے کہ ہمیں اس کا یقین ہے کہ ہم اس وقت عہد زیر بحث کے ممتاز خصائص کا تذکرہ بحسن خوبی کر سکینگے۔

یہ بطلیموس اوّل ہی کا زمانہ تھا جسمیں مشہور و معروف ریاضی داں اقلیدس نے اپنی تالیفات شائع کیں اور اسکندریہ کو ریاضی کا شہرۂ آفاق درس گاہ بنا دیا۔ اس عہد کا سب سے ممتاز نقاد[۱] زینو دوتوس ساکن ایفی سوس تھا، جو فلیے تاس کا شاگرد تھا۔

---

[۱] زینو دوتوس ۔ کرسٹ ۳۸۷؛ زوسے میل ۱، ۳۳۰ وغیرہ ۔ ہومر و علماء اسکندریہ، کرسٹ ۳۶ ۔ ایراتوس تھنیس، کرسٹ ۳۸۸؛ زوسے میل ۱، $\frac{۴۰۹}{۴۲۸}$؛ گیونٹر Guenther ۱۰ میولر ۵، ۱، ۷ میں ۔

ارسطو فانیس ساکن بیزنطہ؛ کرسٹ ۳۹۴؛ زوسے میل ۱، $\frac{۴۲۸}{۴۴۸}$ ۔

ارسطارخوس؛ کرسٹ ۳۹۵؛ زوسے میل ۱، $\frac{۴۵۱}{۴۶۳}$؛ اسپر فون دلاموو تز نے تنقیدی نظر دوڑائی ہے (۶۴ ز.) ۔ خاص طور پر مقابلہ کر و لیر: "ارسطارخوس کی تفسیر ہومر" Lehr: De Aristarchi Studii Homer. اشاعت دوم، لائپزگ سنہ ۱۸۶۵ء؛ لڈوچ: "ارسطارخوس کی تنقید ہومری" Ludwhich: Aristarchs Homerische Text Kritik ۲ جلد، لائپزگ سنہ $\frac{۱۸۸۴}{۱۸۸۵}$ء ۔ ہومر کی سکولیا کے لئے کرسٹ ۳۹ ۔ انہیں سے جو اس وقت تک موجود ہیں وہ اکثر و بیشتر ددی موس اسکندریہ کے ٹین کرکے ہیں جو سسرو کا ہم عصر تھا اور جس نے قدیم مصنفوں کے تصانیف پر ساڑھے تین ہزار تفسیریں لکھی تھیں؛ کرسٹ ۴۰۱ ۔

یہ شخص واقعاً لسانیات کا ماہر تھا، گو جس شخص نے اپنے آپکو ماہر لسانیات بتایا وہ ایراتوس تھنیس تھا۔ کتاب خانہ اسکندریہ کا انتظام زینو دوتوس، اسکندر ساکن ایتولیہ اور لیکوفرون کے سپرد تھا، جنمیں سے پہلے کے متعلق دردیہ نویس شعرا، دوسرے کے سروریہ نویس اور تیسرے کے متعلق ہومر و دیگر شعرائے یونان تھے۔ زینو دوتوس صرف دردیہ نویس شاعروں ہی کی طرف توجہ نہیں کرتا تھا بلکہ ہومر کا بھی مطالعہ کرتا رہتا تھا، چنانچہ اسی نے سب سے پہلے ہومر کی تنقیدی اشاعت شائع کی۔ اس زینو دوتوس کے بعد شاعر کالی ماخوس جسکا ذکر ہم باب ۱۴ میں کرچکے ہیں، بطلیموس دوم و بطلیموس سوم کے زمانے میں کتاب خانہ دار مقرر رہا؛ اس نے شعر گوئی کے علاوہ بعض عالمانہ تصانیف شائع کیں اور ساتھ ہی دوسروں کے حکمیاتی مطالعہ کی نگرانی بھی کی۔ منجملہ دوسرے شاگردوں سے اس کا ایک شاگرد ایراتوس تھنیس ساکن سیرینہ بھی تھا جو ۲۷۵ ق م میں پیدا ہوا تھا۔ ایراتوس تھنیس نے زینو دوتوس کے علاوہ علم کے خاطر ایتھنز جاکر رواقی ارسطون اور اکادمیائی ارسکے سی لاؤس کے سامنے بھی زانوئے تلمذ طے کیا تھا اور یہ بطلیموس سوم کے عہد میں اسکندریہ کے کتاب خانے کا صدر مہتمم بھی مقرر رہا۔ وہ بہت سے شاخہائے علم میں شمار کیا جاتا تھا، لیکن وہ (عام خیال کے بموجب) کسی شاخ میں ماہر نہیں تھا، چنانچہ اسکندریہ والے اسے "حرف باء" یا نمبر ۲ کے لقب سے پکارتے تھے۔ ہماری دانست میں یہ توہین آمیز لقب کم از کم شعبۂ جغرافیہ میں اسے نہیں دیا جاسکتا تھا اس لئے کہ اس میں وہ کسی کا ثانی نہیں تھا۔ اس نے ایک خاص انداز سے کمال ہوشیاری کے ساتھ کرۂ زمین کا محیط دریافت کیا جو ایک بڑی حد تک درست تھا۔ ساتھ ہی اسنے اپنے تجسسات سے علم سنویت کی بنیاد ڈالی اور اسکے لئے اسنے شاہانِ مصر کے فہرستوں سے کام لیا، اور قدیم یونانی سنویت کا حساب لگانے کا سہرا اسی کے سر ہے جسکی مثال کی طور پر یہ بتانا کافی ہوگا کہ اسکے مطابق ٹروائے پہلی اولمپیاد

سے ۷، ۴۰ سال پیشتر یعنی ۱۱۸۴ ق م میں برباد ہوا ہوگا۔ جب وہ ہومر کی تنقید کرنے لگتا ہے تو اس شاعر کو جغرافیہ کا ماہر نہیں سمجھتا۔ اس نے اپنے آپکو "فلو لوگوس" ("لفظ پسند") کا خطاب دیا تھا لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اول تو لفظ "فلو سوفوس" ("عقل پسند") کی طرح یہ نشان انکسار سمجھا جاتا تھا، اور دوسرے جس شخص نے سب سے پہلے لفظ "فلو لوگوس" اپنے لئے استعمال کیا اسنے لفظ لوگوس سے مراد محض لفظ یا کلمہ سے نہیں لی ہوگی بلکہ اسے ایک عمیق تر معنی پہنائے ہونگے۔ یہی حالت زمانہ مابعد کے اسکندری عالم فیلو پر بھی صادق آتی ہے۔

اسکندروی لسانیات ایراتوس تھینس کی سطح پر نہیں رہی بلکہ روز بروز اسنے ایک خصوصیت اختیار کرتی گئی اور روز بروز زیادہ خشک ہونے لگی اس رجحان کی ابتدا ارسطو فانیس ساکن بیزنطہ نے کمال قابلیت کے ساتھ کی۔ یہ ماہر لسانیات تقریباً ۲۶۰ ق م میں پیدا ہوا تھا اور اوائل عمر ہی میں اسکندریہ چلا گیا تھا جہاں وہ آخرکار ۱۹۵ ق م میں کتبخانہ دار مقرر ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ جب اس نے پرگامم جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو اسے جیل خانے میں ڈالدیا گیا لیکن کچھ عرصہ بعد چھوٹ گیا۔ یونانی زبان میں جو تلفظ کی علامتیں مثلاً ترخیم لفظی اور علامت لہجہ ہیں یہ سب اسی کی طرف منسوب کیجاتی ہیں۔ اسکے شاگردوں میں سے سب سے ممتاز ارسطارخوس ساکن ساموتھریس تھا جو شائد ۲۳۰ ق م سے ۱۵۸ ق م تک رہا۔ یہ بطلیموس ہفتم "مادر پسند" کا خاندانی استاد تھا اور اس نے ہومر کی نظموں پر جو تالیفات کی تھیں انھیں ایک خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اسکی اشاعتوں میں مختلف نشانات مثلاً اوبیلوس یا خط فاصل لگے ہوئے تھے انپر زمانہ حالیہ میں تفسیریں لکھی گئیں، جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ باوجود اپنی بڑی بھاری ادبی زرخیزی کے ارسطارخوس غیر ضروری الفاظ ضائع کرنے کا عادی نہیں تھا۔

تیسری صدی ق م کے اختتام اور دوسری صدی کے ابتدا

میں اسکندریہ میں وہاں کا عظیم الشان حیل شناس ہیرو رہتا تھا۔ مشہور حکمیات داں ارشمیدس اس سے ذرا پہلے تھا، اور یہ کامل وثوق سے نہیں کیا جا سکتا کہ آیا وہ بڑا ہیئت داں ہپارخوس ساکن نقیہ جو دوسری صدی ق م میں ہوا ہے، کبھی بھی اسکندریہ میں تھا، گو ہمیں اس کا علم ہے کہ وہ رھوڈز میں ضرور رہتا تھا۔ رہے دو مورخ جنھوں نے اسکندریہ میں فروغ پایا، سو انکا ذکر حواشی میں کیا گیا ہے[۳۳]۔

مصر اور ایشیا میں ادبی کیفیات کے ترقی کے ساتھ ساتھ ایک عام یونانی زبان پیدا ہوئی جسے "کوئنے" کہتے ہیں۔ یہ زبان دراصل اٹیکائی بولی کی ایک بدلی ہوئی شکل ہے جسکے اشکال تو اٹیکائی ہیں لغت اور فقروں کے ترتیب اس سے زیادہ محدود اور اس سے زیادہ بے رنگ ہے۔ اس نئی زبان کے ساتھ ہر منفرد مصنف کا میلان مختلف تھا۔ اس نئی زبان، 'کوئنے' کا اٹیکائی، بولی کے ساتھ بس وہی تعلق ہے جو زمانۂ حال کے اطالوی زبان کا تعلق ٹسکنی کے بولی کے ساتھ ہے[۳۴]۔ بطلیموس نہم "فیسکون"[۳۵] کو بھی لسانیات میں بھی دخل تھا، لیکن یہ دخل

---

[۳۳] ہیرون؛ زوسے میل، ۱، ۳، ۷۔

ارشمیدس؛ زوسے میل، ۱، ۲۳، وغیرہ۔ ہپارخوس؛ گیونٹر (۲۹)؛ زوسے میل ۱، ۷۶۵/۷۷۴ استروس ساکن سرنہ، شاگردِ کالی ماخوس، ایک مورخ تھا اور اسنے ایتھنز اور مصر کے متعلق اپنی تالیفات چھوڑی ہیں؛ کرسٹ، (۲۹۰؛ زوسے میل ۱، ۶۲۲/۶۲۸؛ فیلوستیفانوس ساکن سرنہ بھی کالی ماخوس کا شاگرد تھا، اور وہ ہمیشہ عجیب و غریب ہیولات فطری جمع کرنیمیں منہمک رہتا تھا؛ زوسے میل ۱، ۴۷۶۔

[۳۴] کوئنے؛ کرسٹ (۳۱۱ ۔ میار؛ زوسے میل ۱، ۴۰۴۔ یہ اٹیکائی زبان سے بس اتنی ہی مختلف ہے جتنی سنہ ۱۹۰۰ء کی جرمن سنہ ۱۶۰۰ء کی جرمن سے۔

[۳۵] بطلیموس فیسکون کا مباحثہ مسائل علمیت وحکمت پر؛ کلیس پاؤلی ۶، ۱، ۲۲۳ میں یورگی تیس کے محاسن؛ ایضاً ۶، ۱، ۲۰۹۔

باب ۲۰

نہایت مضحکہ خیز تھا۔ ہم اس سے پہلے انیسویں باب میں دیکھ چکے ہیں کہ یہ بطلیموس اپنے کمینہ پن اور قدیمیات کے ظاہری تعریف و توصیف میں اپنے دادا فلوپاتور سے بھی بڑھ گیا تھا (دیکھو ابواب ۱۳ و ۱۵) یہی نہیں بلکہ اس نے اپنے خیال کے بموجب ہومر کے قیاسی تنقیح بھی کی۔ یہی وہ بادشاہ تھا جسکے زمانے میں پولی بیوس مصر گیا تھا۔ ہم اس سے پہلے ایک پارہ کا اقتباس دے چکے ہیں (باب ۱۴، حاشیہ ۱) جہاں اس بادشاہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ اسکندریہ والوں کی تین شقیں تھیں؛ ایک تو مصری، جو چالاک اور شائستہ تھا، تنخواہ دار سپاہی جن کی تعداد بہت تھی اور جو غیر مہذب اور بدمغ تھے اور اسکندری جو یونانیوں کی اولاد سے تھے اور اپنے اکھڑپن میں تنخواہ دار سپاہیوں سے کم تھے۔ لیکن (پولی بیوس کے قول کے مطابق) فیسکون نے متعدد مرتبہ اپنے سپاہیوں کو اجازت دیدی تھی کہ جتنا چاہیں تیسری شق والوں کو دق کریں اور انکی لوٹ مار کریں جسکی وجہ سے انکی تعداد میں بہت کچھ کمی ہوگئی تھی۔ الغرض سنہ ۱۴۱ ق م میں اسکندریہ کے یونانی عنصر کی کیفیت یہ تھی اور یہ وہ شہر تھا جسپر بعض مورخ ایک پورے عہد کے نام سے موسوم کرنیکے لئے تیار رہیں [۵۶]۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسکندریہ کے تمدن کے اوصاف کیا ہیں؟ [۵۷] اسکا جواب ایسا آسان نہیں اس لئے کہ مختلف زمانوں میں اس تمدن کے

---

[۵۶] اسکندریہ کا حال، پولی بیوس ۳۴، ۱۴؛ دیکھو اوپر باب ۱۴، حاشیہ ۲۔

[۵۷] اگر ہم اسکندریہ کے تمدن کو نظر غائر سے دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ مختلف زمانوں میں اسکی حالت بالکل مغائر تھی۔ گو اسکندریہ کے درباری ادبیات کا ذکر کرتے ہوئے کرسٹ کہتا ہے کہ "اس شہر کو کبھی مصری پجاریوں کے مزدہ کن اثرات سے نجات نہیں ملی" تاہم یہ عیاں ہے کہ جہاں تک ان مصنفوں کا تعلق ہے جنکا اس باب میں یا باب ۱۴ میں ذکر کیا گیا ہے، انپر کسی قسم کا مصری مذہبی اثر نہیں پڑا تھا۔

باب ۲

خصوصیات برابر بدلتی رہیں۔ تھیوکردتوس تو اسکندریہ کا باشندہ نہیں تھا، اس لئے ہم زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ پہلے تین بطالسہ کے عہد میں اسکندریہ دوسرے درجہ کے درباری شعراء اور اول درجہ کے درباری علما کا مرکز بن گیا۔ اسکندریہ میں نظم کا زوال بہت جلد شروع ہو گیا، لیکن روما پر اسکا کچھ کم اثر نہیں پڑا۔ علوم و فنون کے بابت ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ تمام ازمنۂ مابعد میں اسکندریہ کی بڑی اہمیت قائم رہی۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ سب تمدن کلیتہً یونانی تھا، اسمیں مشرقیت کی کسی قسم کی آمیزش نہیں تھی اور جو شکل اس تمدن کی تھی اسکے لئے بوسفورس اور دہانۂ نیل دونوں بالکل یکساں تھے۔ لیکن ساتھ ہی ابتدائی بطالسہ نے بھی اس ملک کے ساتھ خاص طور پر دلچسپی لی جسپر انکا پرچم لہراتا تھا اور ہمیشہ اسکے متعلق معلومات میں اضافہ کرتے رہے بالکل اسی طرح جیسے بابل والے معبود بیل کے پجاری بیروسوس نے ویسی اسناد کے مدد سے انطاکوس اول کے لئے تاریخ بابلستان مرتب کی اسی طرح مصری پجاری مانیتھو نے جسکا اسکندریہ والے میوزخانے سے کوئی خاص تعلق نہیں تھا، یونانیوں کے لئے ایک تاریخ مصر مرتب کی۔ ہکاتایوس ساکن ابدیرا اس سے بھی آگے بڑھ گیا اور مانیتھو کی طرح محض خشک واقعات و حالات بیان کرنے کے بجائے تاریخ مصر کو ایک نہایت دلچسپ انداز سے لکھا اور اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ازمنۂ قدیم ہی سے مصر برابر عقل و دانش کا مسکن سمجھا جاتا رہا ہے[1] اسکے بعد اسکندریہ کی

---

[1] مانیتھو۔ وِڈیمان: "تاریخ مصر" Wiedemann Aegypt. Geschichte، گوتھا، سنہ ۱۸۸۴ء صفحہ ۱۲۱/۱۳۱ جہاں حوالوں کی فہرست دی ہوئی ہے؛ زوسے میل ۱، ۸۰۶۰ وغیرہ۔

بیروسوس۔ زوسے میل ۱، ۵۰۶۰ وغیرہ۔

ہیکاتایوس ساکن ابدیرا یا تیوس؛ زوسے میل ۱، ۳۱۰/۳۱۴۔ دیودوروس کی پہلی جلد کا ماخذ یہی شخص ہے۔ اسلئے ان یونانیوں کی فہرست دی ہے جو تعلیم کی غرض سے مصر

باب ۲۰

آبادی میں ایک جدید عنصر کا اضافہ ہوا جسکا اس سے بھی کم تعلق دربار و حکومت مصر سے تھا اور جسکا دار و مدار کلیتہً خاندان بطالسہ کے ذاتی ہدایت پر تھا۔ ابتدا ہی سے اسکندریہ اس ملک کے دسیوں کا مسکن بن گیا تھا جو اپنی اہمیت کے اعتبار سے ایشیا کے بڑی سے بڑی سلطنتوں سے بھی آگے بڑھا ہوا تھا، اور اس ملک کے باشندے یعنی یہودی نہ صرف اس شہر میں تجارت ہی کرتے تھے بلکہ اپنے قومی علوم کو بھی فروغ دینے میں مصروف تھے۔ دنیا کی اس عجیب و غریب قوم کے رسم و رواج اور اور مذہب کی طرف ابتدائی بطالسہ کی توجہ مبذول ہوئی چنانچہ انھوں نے یہودیوں کی صحائف آسمانی کا ترجمہ یونانی زبان میں کردیا۔ ساتھ ہی ساتھ آزادانہ الہیاتی اور فلسفیانہ مطالعہ بھی برابر جاری رہا جسکی وجہ سے اسکندریہ میں میوزخانہ اور درباری ادبیات کے دوش بدوش تحقیقات کا ایک مسلک نکل آیا اور مشرقی و یونانی عناصر کے مابین ایک طرح کی کرامی پیدا ہوگئی اور دن بدن ذہنی میلانات کو فروغ حاصل ہونے لگا[۹] یہ کیفیت بالخصوص حضرت عیسٰی علیہ السّلام

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ گئے؛ اسنے مطلق العنان بادشاہی کی بھی تعریف کی ہے؛ اور یہ دونوں باتیں محض بطالسہ کو خوش کرنے کے لئے۔ دیکھو شوارتز Schwartz کا مضمون Rhein. Mus. ۴۰ (۱۸۸۵ء) میں؛ نیز گلیس کا مضمون پائڈلی ۱۱۶، ۱۹۹ (فلادلفیوس) میں۔ یوآرگی تیس کا سال ۲۰۹ پر ہے۔

[۹] یونانی پرانا عہد نامہ دیکھو شیورر: "تاریخ قوم یہود" Schurer: Gesch. des jued Volkes جلد ۲، ۶۶۴/۴۷ ارسلیاس کے خط (شیوار ۲، ۸۱۹/۸۲۴) سے معلوم ہوتا ہے کہ دیمتریوس ساکن فالے روم کی اطلاع پر بطلیموس فلادلفوس کے حکم سے قانون یہود کو ۷۲ لوگوں نے ۷۲ روز میں یونانی زبان میں ترجمہ کیا لیکن اوّل تو "یہودی قانون" سے صرف توریت شریف کے ابتدائی پانچ پارے مراد ہیں؛ دوسرے یہ کہتے ہیں کہ فلادلفوس نے فوراً دیمتریوس ساکن فالیروم کو ملک بدر کردیا، چنانچہ یہ روایت قابل وثوق نہیں معلوم ہوتی۔ بہرنج اسمیں شبہ نہیں کہ

کی ولادت کے وقت خاص طور پر نظر آتی ہے۔ الغرض ہم اسکندریہ کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ یونانی نظم کا دروازہ تو بہت جلد بند ہوگیا، اور گو یونانی علوم و فنون برابر زندہ رہے لیکن اپنے دوسرے ممالک متاثر ہوتے رہے لیکن جہاں سے نکلے تھے وہاں انہیں کمزوری پیدا ہوگئی۔ مشرقی علوم کی اہمیت روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترقی پاکر ایک دوسرے مسلک اسکندریہ کے شکل میں نمایاں ہوگئے اور اس مسلک اور ابتدائی یونانی مسلک کے مابین مشکل سے کوئی بات مشترک نظر آئے گی۔ فیسکون نے شہر سے یونانیوں کو نکال کر "چالاک اور شائستہ" دسیوں کو جنہیں ہمیں یہودیوں کو شمار کرنا چاہئے اپنی تہذیب و تمدن کو جنہیں یونانیوں سے روابط قائم رکھنے کی وجہ سے تبدیلی پیدا ہوگئی تھی، اسکندریہ کے ذہنی زندگی کا سب سے اہم عنصر بنادیا ساتھ ہی اس کیفیت کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ اسکندریہ کے مشرقی فلسفہ کا مقابلہ کرنے کے لئے سوفسطائی طرز کا یونانی فلسفہ آگیا لیکن خاندان بطالسہ کو اس سے اسوجہ سے کد تھی کہ اسکی وجہ سے ضرورت سے زیادہ آزادی کا جذبہ پیدا ہوتا تھا لیکن یہ سب سلطنت روما کے زمانہ میں تک پیش نہیں آیا۔

اسکندریہ کے کئے دوسری صدی ق م کا زمانہ ارتقا کا زمانہ ہے اس لئے کہ خاص یونانی تمدن کا خاتمہ ہوجاتا ہے اور مشرقی یونانی تمدن کی ابتدا ہی ہوتی ہے۔ میں فنون لطیفہ کے متعلق دو چار باتیں اس باب کے خاتمے پر کروں گا۔

۲۔ شام۔ شام کی صورتِ حال مصر سے بالکل مختلف ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ پرانے عہدنامے کا یونانی زبان میں تیسری یا چوتھی صدی ق م میں اسکندریہ ہی میں ترجمہ ہوا ہوگا۔ ماتیھو اور ہکاتایوس یہودیوں کے مخالفین میں سے تھے۔ دیکھو شیورر ۳، $\frac{۷۷۰}{۷۷۲}$، $\frac{۸۱۶}{۸۱۹}$۔
ان سب مسائل کے لئے دیکھو زوسے میل ۲، $\frac{۶۰۱}{۶۵۶}$۔

نہ صرف یہاں کے بادشاہوں میں مصری حکمرانوں سے زیادہ شدت عمل پائی جاتی ہے بلکہ یہاں کے باشندے بھی اسکندریہ والوں کی طرح بغیر باہمی اتصال کے نہیں ہیں، اور گو ان میں طرح طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں لیکن انہیں حکمرانوں کی قوم یعنی یونانی مقدونوی عنصر کو ذہنی اور مادی: دونوں اعتبار سے غلبہ حاصل ہے اور بعض مقامات پر تو یہ آبادی پوری طور پر آزاد یونانی ملتوں کی شکل میں نمودار ہوتی ہے حقیقت یہ ہے کہ سلطنت سوریہ میں آبادی پر نہایت کامیابی سے یونانی رنگ چڑھ رہا ہے۔ چونکہ مملکت کے مختلف حصے شام میں نسبتہً زیادہ آزاد ہیں اس لئے زوردار مشرقی ملتیں یونانی جمہوریتوں کے دوش بدوش مختلف حصص ملک میں ترقی کرتی نظر آتی ہیں اور ان مشرقی ملتوں میں سب سے اہم ملت یہودیوں کی ہے۔ سلیوکیوں نے یہودیوں کے ساتھ بطالسہ سے مختلف برتاؤ کیا اور انہیں اپنے ساتھ غیر ضروری طور پر وابستہ نہیں کیا بلکہ اپنے حال پر چھوڑ دیا اور بعض مرتبہ تو انھیں ناخوش کرنے کی بھی پرواہ نہیں کی، لیکن عین اسی سبب سے یہودی آزاد رہے اور چونکہ مدت دراز تک فلسطین مصر اور شام کے مابین مابہ النزاع رہا تھا اس لئے انکے اختیارات میں ترقی ہوتی رہی تا آنکہ انکے ساتھ ہمیشہ اچھا برتاؤ کرنا ناگزیر ہوگیا۔

سلیوکیوں کا پائے تخت انطاکیہ تھا اور دنیائے ہم عصر میں اسکا نمبر روما و اسکندریہ کے بعد ہی تھا[1] یہ دریائے اورونتیس پر اس مقام پر

---

[1] انطاکیہ۔ ک۔ او۔ میولر، تفسیر قدیمیات انطاکیہ K. O. Mueller: De Antiquitatibus Antiochensis Comm. جلد اول ۲ سنہ ۱۸۳۸ء ۱۸۳۹ء۔ نیز اسی مولف کی کتاب فنی و آثاری مضامین Kunstarchacologische Werke جلد ۲۔ انطاکیہ کا نقشہ میولر کے خیال کے مطابق منجملہ دوسروں کے شپرونر کے ہیں نقشہ ۹؛ اسکی موجودہ حالت بیڈیکر "فلسطین"، ۳، ۴۱۸ جہاں نقشہ بھی دیا ہوا ہے۔ موم سن "تاریخ روما"، ۵، ۴۵۶۔

واقع تھا جہاں وہ بیک مغرب کی طرف جھک کر ایک جھیل کا پانی لیتا ہے اور اسکے بعد شمال میں زنجیرۂ پئیریا اور جنوب میں کوہ کاسیوس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ قدیم مؤلفوں کے بیانات: مختصراً استرابو میں ۱۶، ۷۵۰۔ زیادہ تفصیل مفصلۂ ذیل میں ملے گی: (۱) لیبانیوس ساکن انطاکیہ، جو شہنشاہ یولیان کے عہد میں ایک خطاب تھا۔ اسکی تالیف میں سے ایک تو "معاملات انطاکیہ" Antiochikos ہے اور دوسرے یہاں کے باشندوں کے بغاوت کے موقع کی تقاریر ہیں (۲) یوحنا ملالاس ساکن انطاکیہ، جو چھٹی صدی عیسوی کا مورخ تھا۔ اسکی تصنیف "وقت نگاری" Chronographia میں سنہ ۵۶۳ء تک کے حالات مندرج ہیں اور اسے ل۔ دینڈورف Dindorf نے بون میں سنہ ۱۸۳۱ء میں چھپوایا تھا۔ دیکھو کرم باخر: "تاریخ ادبیات بیزنطیہ" Krumbacher: Geschder byz Litteratur سیوم طبع، سنہ ۱۸۹۱ء ص ۵۰۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس مؤلف کی عام تاریخی معلومات میں بہت سے اسقام ہیں، اور اس نے انطاکیہ کے بابت بہت سی ایسی باتیں لکھی ہیں جو سراسر غلط ہیں۔

انطاکیہ کی توصیف بلدی کا تعین کرنے میں اب تک برابر دقتیں پیش آتی رہتی ہیں، اور اردمان Erdmann نے انکی طرف اپنی کتاب میں اشارہ بھی کیا ہے "معلومات متعلق قیام بلدیات یونان" 'Zur Kunde der hellemstischen Staedtegruendungen اشٹراسبرگ، سنہ ۱۸۸۳ء ص ۲۳ وغیرہ) اس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ قدیم اسناد یعنی استرابو، لیبانوس اور ملالاس متفق الرائے نہیں ہیں، اور دوسرے آخر الذکر مصنف نے صریحی غلطیاں کی ہیں، اور آجکل کے بعض مصنفوں نے او۔ میولر O. Mueller کے خیالات، خصوصاً ایپی فانیس کے قائم کردہ شہر کی بابت جو اس نے بیان لکھا ہے اسے من وعن تسلیم کرلیا ہے حالانکہ میولر کے تحریرات شک وشبہ سے ہرگز خالی نہیں (ص ۲۰ وغیرہ) بالبلوں بھی اس عظیم الشان شہر کے نقشہ کا صحیح اندازہ نہیں کرسکا اور وہ ص LXVI پر یہ فرض کرتا ہے کہ انطاکیہ کے چاروں محلوں کو چار شاہراہیں ایک دوسرے سے جدا کرتی تھیں اور شہر کے بیچوں بیچ اومفالوس یا ناف شہر واقع تھی لیکن دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ یہ امر مسلمہ ہے کہ دوانفے والے محلے کے ہر چار طرف ایک فصیل بنی ہوئی تھی۔ ہم اردمان کے اس خیال سے

درمیان میں ہوتا ہوا مغرب کی طرف سمندر کی طرف بہتا ہے۔ سنہ ۳۰۷ ق م ہی میں انتی گونوس نے اسکے محل وقوع سے ذرا اوپر اپنا شہر انتی گونیا آباد کیا تھا: جنگ اپسوس کے بعد یعنی سنہ ۳۰۰ ق م میں سلیوکوس نے ایک دلخوش کن مقام میں جو درختوں سے بھرا ہوا تھا یہ شہر انطاکیہ بسایا اور حکم دیا کہ شہر انتی گونیہ کے باشندے وہاں منتقل ہو جائیں (دیکھو اوپر، باب ۵)۔ ہمیں انطاکیہ کی توصیف بلدی کے متعلق جو کچھ معلومات حاصل ہیں وہ استرابو کے بیانات سے ماخوذ ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اس ضلع کی طرح جسمیں انطاکیہ واقع تھا، یہ شہر دراصل چار شہروں سے مرکب تھا۔ اس کی ایک بڑی فصیل تھی اور اسکے علاوہ ہر اندرونی قصبے کی ایک ایک فصیل مزید برآں تھی۔ پہلے قصبے میں وہ لوگ تھے جو انتی گونیہ سے منتقل ہوئے تھے، دوسرے میں "اکثر باشندے" تیسرے کو سلیوکوس کالی نوکوس (سنہ ۲۴۶ ق م) نے بسایا تھا اور چوتھے کو اپی فانیس نے لیبانیوس کہتا ہے کہ انطاکوس سوم نے ایک جدید شہر کا اضافہ کیا، لیکن غالباً اس سے استرابو کے تیسرے شہر کی تکمیل ہوئی ہوگی۔ انطاکیہ کا مشہور تیوخے (۱) "(خوش قسمتی)" کا مجسمہ جو لیسی پوس کے شاگرد یوتی خی دیس نے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ ۔ بالکل متفق ہیں کہ انطاکیہ کے توصیف اسکے مقتضی ہے کہ اس کی از سر نو تحقیقات کی جائے ۔

پلینی (۵، ۷۹) کہتا ہے کہ تمام انطاکیہ کو اپی دافنیس کہتے تھے، لیکن تاکی توس (: "اخبار" ۲، ۸۳) کہتا ہے کہ انطاکیہ اپی دافنہ سے علیحدہ تھا بعضوں کا خیال ہے کہ دافنے اسی جگہ واقع تھا جہاں آجکل بیت الماء ہے؛ اس مقام پر انطاکوس سوم کے زمانہ کا جو کتبہ ہے وہ لیبا واڈنگٹن: "نوشتہ جات" Lebas Waddington: Insc. ۳، ص ۶۲۸ میں مندرج ہے۔ دافنے میں اپولو کا مجسمہ تھا اسے بریاکسس نے بنایا تھا؛ مقابلہ کرو بالمول xcii جہاں فلوستورگیوس کا بیان منقول ہے۔ بریاکسس نے غالباً سکوپاس والے اپولو کا اتباع کیا تھا، جو شاید وہی اپولو ہے جسے پالاطی اپولو کہتے ہیں اور جو ویٹی کان میں موجود ہے ۔

باب ۲

بنایا تھا وہ نکاتور ہی کے عہد میں نصب کر دیا گیا تھا۔ پھر یہی سلیوکوس نکاتور تھا جس نے شہر سے ۴۰ ستادیں (تقریباً ۵ میل) دور دافنے کا باغ لگایا تھا جو اس زمانے میں دنیا کے دلفریب ترین مقامات سے شمار کیا جاتا تھا۔ اس باغ کا محیط تقریباً دس میل تھا اور اسمیں بت خانے، رواق، حمام اور مقامات تفریح بھرے ہوئے تھے، اور اسمیں اپولو کا ایک مجسمہ تھا جسمیں اسے میوزوں کا امام دکھایا گیا تھا اور جو بریاکسس کا ساختہ تھا (دیکھو اوپر باب ۱۴)۔ اسی باغ میں وہ درخت بھی تھا جسکی بابت مشہور تھا کہ دراصل یہ وہی دافنے ہے جس کی اپولو سے فرار ہوتے وقت کایا پلٹ ہو گئی۔ انطاکیہ رواقوں کی دو سڑکوں کی وجہ سے اور خاص طور پر پانی کی افراط کے باعث مشہور تھا اور اسکے ایوان نیمفائیوم کے نمونہ پر جسکے بے شمار جھرنوں سے پانی برآمد ہوتا تھا، نہ صرف ایشیا میں بلکہ روما میں بھی بہت سے ایوان تعمیر ہوئے۔ پوسی دونیوس کہتا ہے کہ انطاکیہ والے عیش و عشرت میں سرشار اپنی ورزش گاہوں سے حماموں کا کام لیتے تھے، دراصل اس واقعہ کی طرف کرتا ہے کہ یہاں کے باشندوں نے ہی سب سے پہلے حماموں سے جسمانی اور ذہنی ورزش گاہوں کا کام لیا اور وہی ان "تھرمائے" کے موجد تھے جو بعد میں روما میں اتنے بڑے پیمانے پر قائم ہوئے۔ انطاکوس[۱۳] نے انطاکیہ کے ایک جلا وطن دیسی مسمی مارون کے روپیہ سے میوزوں کا ایک بت خانہ اور ایک کتاب خانہ قائم کیا اور اس طرح اس شہر میں بھی میوز خانہ قائم ہوا لیکن یہ اس وقت جبکہ خاندان سلیوکیان کا خاتمہ ہونے والا تھا۔

شامی علی العموم خوش مزاج، عیاش اور بد اخلاق تھے۔ ہمارے نزدیک انطاکوس چہارم "ایپی فانیس" (۱۷۵–۱۶۴ سنہ ق م) کے خصائص سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اچھی اور خصوصاً بری شامی عادات پائی جاتی تھیں۔ ہم اسے اس زمانے کا صحیح قائم مقام سمجھتے ہیں۔

---

[۱۳] انطاکوس چہارم کی کوششیں؛ پولی بیوس ۲۶، ۱؛ ۳۱، ۳، ۴؛ اتھے نایوس ۵، ۹۳ وغیرہ؛ مقابلہ کرو

باب ۲۰ انطاکوس روما میں بطور یرغمال کے آیا تھا اور یہاں اس نے اپنی زندگی جلاوطن بادشاہوں کی طرح اعیانی رومنوں کے ساتھ کمال کاہلی اور بے کاری میں بسر کی تھی اور ساتھ ہی یونانی اصول کا پہلے سے بھی زیادہ ثناخواں بن گیا تھا۔ وہ گھر واپس جانے میں ایتھنز ٹھہرا اور یہاں اس نے استراتے گوس اول کا عہدہ قبول کرلیا۔ اپنے مدت عہدہ میں اس نے اولمپیوم کی تکمیل کرائی اور تماشہ گاہ پر طلائی مقدس ڈھال رکھوائی ساتھ ہی اس نے دلفی اور دیلوس کی اپولو کو تحائف سے مالامال کردیا۔ لیکن جس عبادت میں اسکا سب سے زیادہ جی لگتا تھا وہ اولمپیا والے زیوس کی تھی چنانچہ اس نے دافنے میں اسکا عبادت خانہ بنوایا اور ایک بت نصب کرایا جو فدیاس والے بت کا ہو بہو چربہ تھا۔ اس نے اپنے سکوں پر بجائے اپولو کے اس زیوس کی شبیہہ بنوائی اور خواہش ظاہر کی کہ یہودی اپنے یاہوہ کی جگہ اس زیوس کی پوجا کرنے لگیں۔ بظاہر وہ خود اپنے آپکو زیوس کا اوتار سمجھتا تھا۔ جب سنہ ۱۶۸ ق م میں اسے مصری مہم میں ناکامی ہوئی تو اسکے بعد اسکی عادات و اطوار میں بہت کچھ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ہرتزبرگ ۱، ۱۷۷ اور کرتیوس: تاریخ بلدیات Curtius: Staats. Geschichte ۲۴۲ جہاں ان تحائف کا بھی حوالہ دیا گیا ہے جو سلیوکوس "فاتح" نے ایتھنز کے سامنے پیش کئے۔ ایتھنز کے سکوں سے (جنپر ایک ہاتھی بھی نمودار ہوتا ہے) معلوم ہوتا ہے کہ انطاکوس ایتھنز کا استراتے گوس بھی مقرر رہوا۔ اس زمانے میں استراتے گوس کے جو معنی ہو گئے تھے انکے لئے دیکھو راکتاش: Rev. et. gr. سنہ ۱۸۸۹ء صفحہ ۱۶۳ وغیرہ۔ سنہری ڈھال: پوسانیاس ۵، ۱۲، ۴؛ اسکے ایک سکے پر میدوزہ کا سر، بابلون ۱۲، ۱۷۔ رہوڈز، کیزی کوس، دیلوس، تیگیہ (تماشہ گاہ کے لئے) اور میگالوپولس (فصیل کی تعمیر کیلئے) کو تحائف۔ وہ یروشلم و کوہ جریزم پر زیوس کے مجسمے نصب کرتا ہے۔ دیکھو اوپر باب ۱۸ حاشیہ ۱۷ اور مہافی: "یونانی زندگی" باب ۲۰۔

نیز مقابلہ کرو مومسن: "تاریخ روما" ۵، ۴۵۹ سوریہ میں چٹکلوں اور سلیس نثر کی قدر کیجاتی ہے۔ میلیاگر، فلودیموس اور مینی پوس گدارہ کے باشندے تھے۔

باب ۲۰

بے قاعدگی پیدا ہوگئی۔ جب اس نے سنا کہ امیلیوس امفی پولس میں میں طرح طرح کے میلے منعقد کر رہا ہے تو اسنے فوراً تہیہ کرلیا کہ کسی نہ کسی طرح سے مجھے دلفنے میں اس سے بازی لے جانا چاہیئے۔ اسنے فلادلفوس کی طرح (اوپر باب ۱۴) انطاکیہ میں جلوس نکالے، ورزشی مقابلے منعقد کئے اور ایک دعوت کی جسمیں اس نے ایک مسخرے کا روپ بھرا یہاں تک کہ بجائے ایپی فانیس کے لوگ ایپی مانیس یا فاترالعقل کہنے لگے۔ لیکن دیوانہ بکار خویش ہوشیار والی مثل تھی اور اسنے ترکیب چلکر تیبیریوس گراکھوس اور رومن سفارت کو روما کی طرف اپنے اصلی میلانات ظاہر نہیں ہونے دیئے۔ آخر سنہ ۱۶۷ ق م میں یہودیوں کے ساتھ آویزش ہو ہی گئی[۱۲]۔ وہ مدت دراز سے اسی کوشش میں لگا ہوا تھا کہ کسی طرح سے یہودیوں کو یونانی تمدن اختیار کرنے پر مجبور کرے اور جب یہ طرز عمل ناکام ثابت ہوا تو انکے ساتھ طرح طرح کی بدسلوکی کرنی شروع کیں سنہ ۱۷۴ ق م میں اسنے یہودی بطریق اعظم کا عہدہ ایک شخص مسمی یشوع ("یاسون") کو فروخت کر دیا اور اس سے وعدہ لے لیا کہ وہ یونانی ادارات مثلاً ورزش گاہیں (جنسے یہودیوں کو دلی نفرت تھی) فلسطین میں مروج کر دے گا۔ سنہ ۱۷۰ ق م اور سنہ ۱۶۸ ق م

---

[۱۲] مکابیوں کے بغاوت کیوجہ سے یہودیہ میں ردعمل اسکے لئے علاوہ قدیم تذکروں کے دیکھو کلیس پاڈلی ۴، ۲۲، ۱۳۲ وغیرہ خصوصاً شیوار: "تاریخ قوم یہود" ۱، $\frac{۱۳۸}{۲۴۱}$۔ خاص سند مکابیوں کی پہلی کتاب ہے۔ دیکھو شیوار: تمہید ص ۴ تا ۱۲۔ نیز دیکھو مہافی: "یونانی زندگی" باب ۲۰ جسکا خیال ہے کہ ممکن ہے کہ یہودیوں نے اندرون ایشیا کی بابت سکندر کو معلومات بہم پہنچائی ہوں، اور اسی وجہ سے سکندر نے اپنے لطف و کرم کی ان پر بوچھار کی ہو۔ مقابلہ کرو موم سن ۵، ۴۸۸، ۴۸۹۔ یہودی قوم کے انتشار کے مسئلے کے متعلق بیشتر کیفیات ابتک پوری طور پر یقین کے حد تک نہیں پہنچیں۔ موم سن ۵، ۴۹۲۔

موروثی مذہبی راج ایشیا میں، دیکھو نیچے، حاشیہ ۱۹ (اولبا)۔

باب ۲۰

ہیں اسنے یروشلم میں لوٹ مار کی اور قتل عام کئے اور خاص یاہووہ کی ہیکل میں زیوس کا ایک بت نصب کر دیا۔ گو بعض یہودی ایسے بھی تھے جو خوش باش یونانی مذہب کو ترجیح دیتے تھے لیکن یہودیوں کے اکثر وبیشتر افراد اس سے دلی نفرت کرتے تھے، اور اس حرکت ناشائستہ سے قوم کی قوم میں ایک آگ سی لگ گئی چنانچہ سنہ ۱۶۷ ق م میں یروشلم کے شمال میں مدائن کے مقام پر بغاوت کا علم بلند کیا گیا۔ یہاں کے سرآوردہ باشندے متاتھیاس نے زیوس کے نام کی قربانی کرنے سے صاف انکار کر دیا، شاہی ایلچیوں کو تہ تیغ کیا اور اپنے پانچوں بیٹوں، یعنی یوحنا، شمعون، یہوواہ، الیازار، اور یوناتھن، اور دوسرے بہت سے باشندوں کو لے کر پہاڑوں میں چلا گیا۔ اب باضابطہ لڑائی شروع ہو گئی۔ اگلے سال سنہ ۱۶۶ ق م متاتھیاس کے انتقال پر یہوواہ نے اسکی جگہ لی۔

یہ وہی شخص ہے جسے مکابی یا ہتھوڑے کا لقب دیا جاتا ہے اسنے شامیوں کو شکست دیکر علاوہ قلعہ کے باقی شہر یروشلم پر قبضہ کر لیا اور ہیکل سلیمان میں قدیم طرز کی عبادت کو از سر نو رائج کر دیا۔ ایپی فانیس کے انتقال پر وراثت کے جو جھگڑے ہوئے اس سے یہودیوں کی آزادی کو اور بھی زیادہ تقویت پہنچی، اور گو انطاکوس پنجم نے لڑائی جاری رکھی لیکن باوجود الیازارہ کے وفات کے اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی، اور جب دیمیتریوس اوّل نمودار ہوا تو انطاکوس نے یہوواہ سے صلحنامہ کر ہی لیا۔ لیکن دیمیتریوس کو کامیابی ہوئی چنانچہ میدان از سر نو گرم ہو گیا اور نہ صرف یہوواہ، جو بطریق اعظم بن گیا تھا، بلکہ یوحنا بھی جنگ میں کام آئے۔ ان دونوں کے بعد یوناتھن سنہ ۱۶۰ ق م سے سنہ ۱۴۳ ق م تک بطریقی گدی پر بیٹھا اور اسنے شاہ سوریہ سے صلحنامہ کر لیا جسپر اسے ایک شامی عہدہ دار کا رتبہ دیا گیا۔ لیکن تریفوں نے کمال چالاکی سے اُسے بطلیمائس میں گرفتار کر لیا اور اس کا خاتمہ کرا دیا۔ سنہ ۱۴۳ سے سنہ ۱۳۶ ق م تک یہودیوں کا حکمراں شمعون تھا، جسنے دیمیتریوس دوم کے ساتھ صلحنامہ کرا لیا، یروشلم کے

باب ۲ قلعہ اور یاقہ پر قبضہ کیا اور رومن حلیف کی حیثیت اختیار کرلی۔ اسکے بعد گدی اسکے بیٹے یوحنا ہیرکانوس (سنہ ۱۳۶ ق م یا سنہ ۱۰۶ ق م) کے قبضے میں آئی جسے بطریق، پیغمبر اور فرمانروا کا کام بحسن و خوبی انجام تو دیا لیکن ساتھ ہی سخت گیر فریسیوں کو صدوقیوں کے رحم پر چھوڑ دیا۔ اسکا بیٹا (جو اسکا وارث بھی ہوا) یعنی ارسطوبولوس اوّل اس سطح سے بہت کچھ گر گیا، وہ بالکل خودسر تھا اور ساتھ ہی اپنے آپکو بادشاہ اور یونان پسند کہلواتا تھا۔

ہم نے دیکھا کہ کس طرح سلطنت سلیوکیہ میں سے ایک کلیسائی مملکت نکل آئی، اور وہ اسی نوع کی تھی جیسے ایشیائے کوچک میں کومانا اور اولبیا ہیں۔ دوسرے حیثیتوں سے یونانی تمدن کو شام میں برابر فروغ ہوتا گیا، گو اسپر مشرقی تمدن اور مذہب کا زبردست اثر پڑا تھا۔ چونکہ یونانی زندگی کے مراکز قصبات تھے اس لئے مناسب ہے کہ یہاں سلطنت کے دوسرے اہم شہروں کے خصائص پر نظر ڈالیں۔

سب سے پہلے تو سلیوکیوں کے تین بڑے بڑے شہروں کو لیجئے۔ یعنی سلیوکیہ[1] اپامیہ اور لاؤدیکیہ یہ ساحل بحری۔ سلیوکیہ کے کھنڈر اسوقت تک موجود ہیں اور یہ شہر ایک ایسے ملک میں آباد تھا جو یونانی افسانوں سے گویا بھرا ہوا تھا اور جو دریائے اورونتیس کے وہاں سے ۴۰ استادیس

---

[1] سلیوکیہ یہ ساحل بحر؛ بیڈیکر؛ "فلسطین" ۴۸۴ مع نقشہ کے۔ ہیڈ؛ "تاریخ سکوکیات" ۶۶۱؛ خودمختارانہ تانبے کے سکے پہلی صدی ق م کے، اور نقرئی جو درمیان سنہ ۱۰۴ ق م اور سنہ ۸۳ ق م کے درمیان کی جب شہر آزاد تھا۔ نیز دیکھو کلیمس پاؤلی ۶، ۱، ۹۵۴ تا ۹۵۶۔

اپامیہ، پاؤلی ۱، ۱، ۱۲۱۶؛ بیڈیکر؛ "فلسطین" ۴۰۰؛ ہیڈ، ۶۵۸۔

لاؤدیکیہ بہ ساحل بحر؛ بیڈیکر؛ "فلسطین" ۳۸۶؛ ہیڈ، ۶۶۰؛ گارڈ ہاؤزین: اگسٹس ۱، ۲، ۱۵۲ سکہ جات ضمیر الفاظ "اڈیلفون دیمون" کندہ ہیں سنہ ۱۴۹ تا ۱۲۸ ق م کے ہیں؛ ہیڈ، ۶۵۶۔ سکے جنپر "اوٹینیوس" اس وقت بھی برابر سلوک ہوتا رہا؛ "فہرست نوادر خانہ برطانیہ" بطالسہ

XIXXX

باب ۲۰

اور انطاکیہ سے ۱۲۰ استادیس تھا۔ قلعہ اور بندرگاہ کے درمیان واحد خط واصل ایک زینہ تھا جسے پہاڑ میں سے کاٹا گیا تھا، اور یہی وہ مقام ہے جہاں سلیوکوس نکاتور کا مقبرہ تھا۔ چونکہ سلیوکیہ گیارہ برس متواتر تیگرانیس کا مقابلہ کرتا رہا اس لئے اس کے ساتھ پومپی نے بہت اچھا برتاؤ کیا۔ اور ونتیس کے کنارے جو اپامیہ ہے اسے قدیم زمانے میں فرناکے اور اسکے بعد پیلا کہتے تھے اور یہاں سلیوکوس گھوڑوں اور ہاتھیوں کی نسل کشی کراتا تھا۔ لاؤدیکیہ یہ ساحل بحر کی بندرگاہ جسے آجکل لادیکیہ کہتے ہیں، شام میں سب سے نفیس بندرگاہ شمار کیجاتی تھی، یہ شہر بعض مرتبہ بہت کچھ آزاد نظر آتا ہے، اور اسپر پومپی اور قیصر دونوں نے بہت کچھ مہربانی کی بارش کی، اور جب سلطنت روما کا زمانہ آیا تو اسوقت اسکی اہمیت انطاکیہ سے کچھ کم نہیں تھی۔ ضلع سلیوکس کے چار شہر جنھوں نے اسکندر بالاس (۱۵۰–۱۴۵ ق م) سے انطاکوس ہفتم (۱۳۸–۱۲۹ ق م) تک بیس سال کے زمانے میں اپنی ایک خودمختار لیگ قائم کی، جسکے تانبے کے سکوں پر الفاظ "ادیلفون دیموئی" (قوم برادران) کندہ تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں واقعی یونانی تمدن ایک ایشیائی ماحول میں زندہ تھا، اسکا تباین مصر کے ان سکوں سے کیا جاسکتا ہے جو تقریباً اسی زمانے میں ڈھالے جاتے تھے اور جنپر الفاظ "ادیلفون تھیون" (الوہی برادری) سے کیا جاسکتا ہے۔ ان ملکوں کے دوسرے شہروں میں سے ایک لاؤدیکیہ بملک لیبان، انتی لیبان (جبل الشرقی) اور جبل لیبان کے درمیانی پستی کے شمال و مشرقی دروازے میں واقع تھا؛ اس سے جنوب میں شمال کی طرف بہنے والے اورونتیس اور جنوب کی طرف بہنے والے لیونتیس کے فاصل آب پر ہیلیوپولس کا مشہور شہر، جو آجکل بعل بک کہلاتا ہے، واقع ہے۔ کچھ عرصہ تک لاؤدیکیہ مصری صوبہ کے لیے سوریہ کے سرحد پر قلعہ کا کام دیتا تھا۔ گو بظاہر لاؤدیکیہ کا اب نشان بھی باقی نہیں، امیسہ (حمص)، جو اسکے

۲ب ذرا شمال میں واقع ہے، اسوقت تک ایک اہم مقام شمار کیا جاتا ہے۔ خود دریائے اورونتیس پر ارے تھوزا نامی شہر تھا[۱۳]، جو سلطنت روما کے زمانے میں غیر اہم نہ تھا، اور اسی نواح میں ایک قدیم شہر تھا جس کا انطاکوس چہارم نے بدل کر اپی فانیہ نام رکھا[۱۴]

سلطنت شام کا ایک دوسرا طبقہ جسمیں یونانی شہری زندگی نہایت درخشاں طور پر ارتقا ہوا وہ کلیکیہ تھا اور اس کا بھی وہ حصّہ خاص طور پر ممتاز تھا جو انطاکیہ کے نواح میں واقع تھا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ بالآخر سلطنت سوریہ کا مرکز خلیج اِسوس بن گئی[۱۵] اس زرخیز قطعہ میں جس میں کیدنوس، ساروس اور پیراموس بہتے تھے، اور جو بحیرۂ روم کے بعید ترین کونے میں، جہاں ایشیائے کوچک اور شام کے شاہراہیں ایک دوسرے سے ملتی تھیں، قدیم الایّام ہی سے مختلف النوع اقوام کے لوگ کلیکیہ کے دیسی باشندوں سے آکر ملتے تھے۔ یہاں بہت سے افسانے زبان زد خاص وعوام تھے جنہیں سے اَمفی لوخوس، کالخاس اور موپسوس

---

[۱۱] لاؤدیکیۂ لبنان؛ بیڈیکر: "فلسطین" ۳۷۹ ۔ یہ موجودہ شہر قادس ہے جسکے قریب رام سیس دوم نے خطیوں کو شکست دی تھی۔ یہ کنعان کا پایۂ تخت تھا؛ دیکھو اوپر باب ۱۸، حاشیہ، ہیڈ ۶۶۳۔

حمص؛ بیڈیکر ۳۷؛ ہیڈ ۶۵۹؛ بت خانۂ معبود آفتاب۔

ارے تھوزا؛ بیڈیکر ۳۷؛ حالیہ ارسطان؛ ہیڈ ۶۵۸، سکہ جات شہنشاہی؛ اس زمانے میں اس شہر کی حیثیت "خود مختارانہ" تھی۔

اپی فانیہ = حمث؛ بیڈیکر ۳۹۸؛ ہیڈ ۶۵۹؛ خود مختارانہ تانبے کے سکے سنہ $\frac{۱۶۱}{۱۳۴}$ ق م کے۔

[۱۵] کلیکیہ۔ کلیکیہ و طرسوس کے لئے دیکھو کلیس، پاؤلی ۶، ۲، $\frac{۱۶۱۶}{۱۶۲۶}$ میں۔ طرسوس کے تمدن اور معلومات کے لئے استرابو ۱۴، $\frac{۶۷۲}{۶۷۴}$۔

بظاہر طرسوس کا رواقیوں سے تعلق تھا، جنمیں سے بہت سے کلیکیہ کے باشندے جیسے حری سی پوس، زینو دوم، انتی پاتر؛ کراتیس بھی کلیکیہ کا ہی باشندہ تھا۔

طرسوس میں فنون لطیفہ نے جو ترقی کی وہ وہاں کے پختہ مٹی کے برتنوں سے معلوم

(مالوس، موپ سکرینے، موپ سوئستیہ) ایاکس، تیوکر کے بیٹے (اولبا) اینفتھو لینوس بیلے روفون، ترپتولیموس (تارسوس، سولی) ان سب کے قصے گویا یونان ہی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اسکے برعکس کلیکیہ پر اشوریہ کا اثر بھی پڑا لیکن اسکے بعد یہ ملک سئے نیسس نامی خاندان شاہی کے ماتحتی میں پھر آزاد ہوگیا۔ بعدازاں اسے ایران نے مغلوب کرلیا گو ایرانیوں کے سلطنت کے زمانے میں بھی اُسے بہت کچھ خودمختاری حاصل رہی۔ سلیوکی آخر تک برابر اسپر قبضہ کئے رہے، لیکن انھوں نے اسکی خصوصیات کا ہمیشہ خاص طور پر لحاظ رکھا۔ اسکا اہم ترین طرسوس تھا جو شہر دریائے کیدنوس کے کنارے پر سمندر سے قریب واقع تھا، اور اسٹرابو کہتا ہے کہ یہ شہر اپنی زندگی کے اہم ترین مرکزوں میں سے تھا اور اسمیں بعض اعلیٰ درجہ کے تعلیم گاہیں نظر آتی تھیں جنہیں پر دیسیوں سے زیادہ دیسی طالب علم نظر آتے تھے۔ اسٹرابو طرسوسیوں کے فی البدیہہ کلام کی بہت تعریف کرتا ہے۔ طرسوس نے بہت سے فلسفی، شاعر، اور بعض مشہور ومعروف طبیب پیدا کئے۔ اسکی آبادی کا ایک نہایت اہم جزو یہودی تھے، جنمیں سے ایک پولوس حواری بھی تھے۔ کلیکیہ کے مفصلۂ ذیل مقامات بھی اہم تھے: اسوس کے قریب اۓ گئے دریائے پیراموس پر کستابالہ وموپسوس، سولی سے ذرا اوپر اولبا جو ایک مقدس راجدھانی شمار کیجاتی تھی، اور مالوس و روسوس[۳]۔ کلیکیہ میں کم سے کم ایک شہر ایسا تھا جو اسی نوع کا ہو یعنی سلیوکیہ جو دریائے کالی کادنوس کے کنارے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - زوتی ہے؛ پوتیۓ: پختہ مٹی کے مجسمہ جات Pottier: Les Statuettes de terre cuite پیرس سنہ ۱۸۹۰ء، صفحہ ۱۵۸/۱۸۹۔ سکہ جات، ہیڈ، ۶۱۷۔ شاہی سکے (جو درہمیان) اور خودمختارانہ تانبے کے سکے۔

ایجیٰ فانیہ، ہیڈ (سکہ جات شہنشاہی)، دریائے اسوس کے بالائی حصے پر (=گیوزینہ)؛ ہیرڈے دولہاتم۔

۱۶ اۓ گئے؛ ہیڈ ۵۹۸ - (باقی حاشیہ برصفحہ آئندہ)

پر تھا، اور جو نہ صرف اپنے اولمپیائی کھیلوں کے لئے بلکہ سار پیدونی اپولو کے تبخانے کے لئے بھی بہت مشہور تھا۔ اسکے علاوہ ایک

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کستابالہ (ہیے راپولیس) قریب بدرون؛ اسکی تحقیقات بنٹ (Bent) نے کی؛ دیکھو راناشس: "اخبار" "Reinach: Chron." ۱۹، ؛ ہیڈ ٦٠٣؛

دیکھو اوپر، باب ۱۸، حاشیہ ۷۔

موسپوس یا موپسوستیا؛ ہیڈ، ۷۸۰۔

اولبا؛ استرابو ۱۴، ۲، ٦، ؛ مذہبی فرمانروائی؛ یہاں کے بت خانہ زیوس کو ایاکس ولد تیوکر نے بنایا تھا؛ ہیڈ ٦٠٩؛ اس طرح اس کا تعلق قبرص والے سالارمس سے ہوگا۔ یہ پہلی صدی ق م سے سکے ڈھالنے لگا۔ اولبا کا محل وقوع؛ ریمزے: "ایشیائے کوچک" بنٹ کے نزدیک (صـ۲۲ و ۲٦۳ و ۲٦۴) یہ ویران شدہ شہر اورا ہے جہاں ہبرڈے دوہلم سنہ ۱۸۹۲ء میں گئے تھے۔ اولبا کا ایک نوشتہ وہاں ملا تھا۔

روسوس؛ ہیڈ، ٦٦١۔ "حرم مقدس و خود مختار"۔ خلیج اسکندرون پر زنجیرۂ امانو کے شمال و مغربی ڈھال کا تعلق، جہاں روسوس تھا، بہ نسبت سوریہ کے ایشیائے کوچک کے زیادہ ہے؛ یہ ملک سرسبز و شاداب ہے درانحالیکہ سوریہ نسبتہ خشک ہے۔ قدیم ایام میں یہ ضلع کلیکیہ میں شمار ہوتا تھا۔

مالوس کے لئے دیکھو امہوف کے مضامین "وقائع سکوکیات" "Imhoof: Ann. d. Numis." سنہ ۱۸۸۳ء؛ ہیڈ، $\frac{٦٠٥}{٦٠٧}$۔

۱۷ سلیوکیہ بدریائے کالی کانوس؛ دیکھو اوپر، باب ۱۳، حاشیہ ۷۔ پہلی صدی ق م کے خود مختارانہ سکے؛ ہیڈ ٦١٠۔ سلطنت کے زمانے میں یہ شہر "مقدس خود مختار اور آزاد" ہوگیا۔ اسکے سکوں پر زینارخوس کی شبیہہ ہے جو آگسٹس کے عہد کا ایک مشائی تھا۔

سلیوکیہ بمبالک پمفیلیہ؛ کلیس، پاؤلی ٦، ١، ٩٥٦۔ اسکا ذکر بہت کم سننے میں آتا ہے۔ پاؤلی میں کلیس نے جو کچھ مواد مختلف بلدیات موسومہ سلیوکیہ ولاودیکیہ کے متعلق دستیاب ہوا ہے وہ سب کا سب یکجا کر دیا ہے۔

شیورر: "تاریخ قوم یہود" ۲، $\frac{۵}{۱۴۲}$ نہایت تفصیل کے ساتھ یونانیت لئے ہوئے شہروں کی

باب ۲

دوسرا ملک فینیقیہ بھی ہے جسمیں شہری زندگی اپنے اس سے بھی زیادہ ارتقا شدہ شکل میں نظر آتی ہے اور جو اس لئے باقی تمام ممالک سے زیادہ ممتاز ہے کہ یہ خود مختار شہری بستیوں کا سب سے قدیم مسکن ہے فینیقی شہروں ہیں ان بلدیات کو بھی شامل کرنا چاہیئے جو جنوبی ساحل پر آباد تھے، اور یہ سب شہر باوجود طرح طرح کے مصائب و آلام کے برابر خاصے آزاد رہے۔ انکے سکوں پر فینیقی اور یونانی دونوں زبانیں کندہ ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے انہیں یونانیت نے صرف ایک حد تک اثر ڈالا تھا۔

ہم نے ان تینوں ملکوں یعنی سوریہ، کلیکیہ اور فینیقہ کو یکجا اس لئے اور بھی بیان کیا ہے کہ ان تینوں میں شہری زندگی ایک خاص شکل میں نمودار ہوتی ہے، یعنی وہ جسمیں شہروں کو مقدس اور ناقابل تنقیص قرار دیا جاتا تھا[1] یہ خیال کہ بعض مقامات میں کسی قسم کا خاص تقدس ہوتا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ تاریخ اور انکے حالات بیان کرتا ہے۔ یہ شہر رفیہ، غزہ، اسکے شمال میں انتھےدون، عسقلون، ازدوتوس، (اسردو جو قدیم فلسطینی شہر تھا) یامینہ، یافہ (جو فلسطین کے ساحل پر شاید سب سے نفیس بندرگاہ تھی)، اپولونیہ (= اغلباً حالیہ ارسوف) استراتون کا منارہ (قیصریہ) دورہ بطلیمائس۔ پھر دیکاپولس میں (جو شیورر کے نزدیک یقیناً پومپی کا مخترعہ ہوگا) دمشق، ہپوس شیورر ۸۶) جوارہ، ابی لہ، رفانہ، کناتہ، کناثہ (دونوں حوران میں) کپیتی پولس (شیورر، ۹۷)، (پیلا (= شائد فاحل جو جراسہ کے شمال میں ہے)، دیون، جراسہ (= جراش، جہاں رومی عہد کے عظیم الشان کھنڈر اس وقت تک باقی ہیں؛ شیورر ۱۰۳)، فلادلفیہ (= رباط عمون)۔ ہیرود اور اس کے بیٹے نے جو شہر آباد کئے وہ بھی خود مختار تھے (شیورر، ۱۰۷): سباستے (= سا[illegible] جبا (بحر طبریہ کے علاقے میں) اسبون (پیریہ میں)، انتی پاترس یافہ کے شمال میں، فاسائلس جیریکو کے شمال میں، قیصریہ پانیاس، یولیاس (بیت سیدا)، سیفورس (دیو قیصریہ) یولیاس یا لیویاس اردون کے مشرق میں، طبریہ (جسکی بولے میں ۶۰۰ ارکین تھے، اور جسکے عہدہ دار آرخن کہلاتے تھے)۔

[1] "ناقابل تنقیص حرم"۔ اس سلسلے میں ایلیس کا شمول؛ پولی بیوس ۴، ۶، ۷۔ سمرنا: مجموعہ نوشتجات

باب ۲۰ ہوتا ہے یہ یونانیوں میں مدت دراز سے موجود تھا۔ یہ صفت اکثر تو صرف بُت خانوں کے عمارتوں کی سمجھی جاتی تھی اور اس طرح سے صرف ان عمارتوں پر منطبق ہوتی تھی جنہیں انسان صرف تھوڑی ہی مدت کے لئے پناہ دے سکتا ہے۔ لیکن خود یونان میں یہ صفت ایک خاص موقع کیلئے خانگی زندگی کے بجائے زندگی عامہ پر منطبق ہونے لگی، یعنی اٰلیس کو اس لحاظ سے مقدس اور ناقابل تنقیص سمجھا جانے لگا، جسکے معنے یہ ہوے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ یونانی“، ۳۱۳ = کیس نمبر ۱۷۶؛ تقریباً ۲۴۲ ق م۔ سنہ ۱۹۳ ق م میں منی پوس سفیر شاہ انطاکوس کے استدعا پر تیوز غیر ملکیان مارکوس والیریوس مسالا اڑہی بیون اور عوام روما اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ تیوسیون کا شہر اور دیہات دونوں ناقابل تنقیص اور محفوظ قرار دیے گئے ہیں“ ڈٹن برگر ۲۰۴۔ مقابلہ کرو ایک اتالوسی قابل لحاظ حکم کا جسمیں اسنے تیوس اور دیونی سیوس کے نقاشوں کے درمیان جھگڑوں کا فیصلہ کیا تھا؛ فرنیکل نمبر ۱۶۳ جہاں اس نے اپنی رائے کا بھی اظہار کیا ہے۔

متن میں جن شہروں کا حوالہ دیا گیا ہے انکے نام ہیڈ: ”تاریخ مسکوکیات“ میں اپنی اپنی جگہ دیے ہوئے ہیں۔

عہد شہنشاہی میں ذی اقتدار شہروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے اور مفصلۂ ذیل مزید نظر آتے ہیں:۔ شام میں ارے تھوزا (دیکھو اوپر، حاشیہ ۱۴) قیصریہ پانیاس (دیکھو باب ۱۶، حاشیہ ۱) کاپی تولیاس (بیڈیکر: ”فلسطین“، ۳، ۱۹۹) دمشق، ابیلا (بیڈیکر: ”فلسطین“، ۳، ۱۹۹)، جدارہ (بیڈیکر ۱۹۸)، انطاکیہ بدریائے ہپوس (شیورر ۲، ۸۷؛ = اغلباً الحصن جو جھیل گینسے سارتھ کے مشرق میں ہے)، دیو قیصریہ (دیکھو اوپر، حاشیہ ۱۷)، تیسہ (اسکیتھی پوس)؛ ساحل پر: بیبلوس، بطلیمائس، غزہ، کورکی روس کلیکیہ میں)، سیباستے؛ اندرون ایشیائے کوچک میں: ساموساتا، تیانہ، مزاکہ، پرگے؛ ساحل پر: ایگی سوس۔ مقابلہ کرو ہیڈ: ”تاریخ مسکوکیات“ پارہ جات متعلقہ۔ بظاہر عہد شہنشاہی میں یہ اختیارات شامی شہروں کو دے دیئے جاتے ہیں۔

مختلف شہروں کے رتبے کے مسئلے پر ابھی تک کافی غور نہیں کیا گیا؛ اس کی بنیاد اوزنیر Usener نے اپنی کتاب ”کنیدس کا ایک نوشتہ“ Ein Epigramm von Knidos

آئندہ ہمیشہ کے لئے وہ مکمل امن میں اور مکمل غیر جانبداری کی حالت میں رہے گا۔ تیسری صدی ق م سے برابر اسی طرح سے سمرنا بھی، جسے حال ہی میں از سر نو آباد کیا گیا تھا، مقدس قرار دیا گیا، اور ۲۴۳ء ق م میں ایک سلیوکی یعنی سلیوکوس دوم نے اس شہر کو "مقدس و ناقابل تنقیص" قرار دیا اس اعلان کی وجہ سے اسکی غیر جانبداری مسلم ہو گئی اور اغلب امر یہ ہے کہ اسکے بعد اسمیں بادشاہ کے مسلح مصاحبوں کی داخلہ بند ہو گیا ہو گا۔ ساتھ ہی اسے بادشاہ کے حد اختیار سے باہر قرار دیا گیا اور جہاں تک ہم قیاس کر سکتے ہیں، آئندہ اس کے کندھوں سے فوج مہیا کرنے کا بوجھ ہٹا دیا گیا، چونکہ شکرانے کے طور پر لوگوں نے بادشاہ کو کچھ رقمیں دیں اور دوسری طرح بھی سلوک کیا۔ ۹۳ء ق م میں شہر تیوس جو ناٹکی فنون کے لئے ممتاز تھا، اسے بھی "ازؤلوس" تسلیم کیا گیا۔ ساتھ ہی ہمیں دوسری یا پہلی صدی ق م کے سکوں کے کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حصہ سلطنت سوریہ کے مفصلۂ ذیل شہروں کو "مقدس و ناقابل تنقیص سمجھا جاتا تھا:۔ پہلے تو چار بڑے بڑے شہر (جنھیں ہم بانسبہ یا آزاد شہنشاہی قصبے کہہ سکتے ہیں) یعنی ضلع سلیوکس میں انطاکیہ، اپامیہ، سلیوکیہ اور لاؤدیکیہ مع اپی فانیہ بدریائے اورونٹیس کے، جسے اپی فانیس نے بسایا تھا؛ اسے گئے کستابالہ، موپسوس، اولبا و ردسوس کلیکیہ میں؛ طرابلس صور، سدا، عسقلون۔ تاہم اس کا تعین نہیں کر سکتے کہ آخر مقدس و ناقابل تنقیص، سے کیا مراد تھی، لیکن ایک بات ضرور قابل غور ہے، اور وہ یہ کہ سلیوکیوں کے عہد کے اختتام پر جو مقامات آخر تک برابر ان کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ـ ص ۳۰۸ میں رکھی ہے۔ اغلب امر یہ ہے کہ ایسے شہروں کو آئندہ فوج مہیا کرنا نہیں پڑتا ہو گا، اس لئے کہ اسمیں فوجی خدمت سے بلدی اقتدار کی ابتدا ہوتی ہے۔ نیز دیکھو ہیڈ، LXXIV اور اشاریہ ص IV۔ شامی شہروں کو ایک فائدہ اس بات سے بھی تھا کہ وہ فنیقی بلدیات کے قریب ہی واقع تھے۔

مُطیع رہے انھوں ہی نے انکی حکومت کو بڑی بڑی حد بندیوں کے ساتھ منظور کیا تھا۔ رومن شہنشاہوں کے زمانے میں ازولیہ کا یہ حق دوسرے شامی شہروں کو اور بعض ایشیائے کوچک کے قصبات کو بھی دیا گیا، لیکن ہم انکی شمار اپنے حواشی میں کرینگے۔

اسوقت کی ہم نے سلیوکی سلطنت کے مغربی حصے کے طرف اپنی نظر دوڑائی ہے۔ باب ۵ میں ہم دیار مشرق میں سلیوکوس اور اسکے فوری جانشینوں کے کارناموں کا ذکر لکھ چکے ہیں، اور یہاں ہم اس پر اکتفا کریں گے کہ ایک خاص محاذ میں اس کے جو نتائج نکلے انکا تذکرہ کریں۔ یہ مقام سلیوکیہ بدریائے دجلہ تھا اور یہاں عراق عربی اور بابلستان میں یونانی زندگی اس درجہ مرکوز ہوئی کہ اس نواح میں دوسرے مقامات کی طرف طالب معلومات کی توجہ منعطف ہی نہیں ہوتی۱۹؎ چونکہ بالائی اورنتیس اور فرات کے درمیانی ملک میں جنگل ہی جنگل ہے اور اسمیں صرف پالمیرا ہی ایسا مقام ہے جو اس صحرائیت سے مستثنیٰ ہے، اور چونکہ اس صحرا میں صرف قافلے ہی جا سکتے ہیں اور انفرادی اشخاص کی گذر نہیں، ان اسباب کی بنا پر ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ سلیوکیہ اور ساحل کے درمیان جو روزمرہ کی آمد و رفت تھی اسکا راستہ اس زنجیرہ کوہی کے ڈھلاؤ پر ہو کر تھا جو انطاکیہ سے چلکر آہستہ آہستہ خم کھاتا ہوا قدیم ایرانی شاہراہ کے قریب ہوتا ہوا کوماگینے کے اہم علاقے، اوزروینے، ایدیسہ کالی رھوے، میگدونیہ، و نصیبین انطاکیہ، اودیامینے،

۱۹؎ سلیوکیہ بدریائے دجلہ کلیس نے پاؤلی ۲، ۱، ۵۹۴۵ میں اسکی بابت ایک مفصل مضمون لکھا ہے فابیان: بابلی سلیوکیہ Fabian: De Seluk. Bybliona لائپزگ ۱۸۶۹ء۔ یہاں کے یونانی تمدن کے لئے دیکھو Plut. Luc. ۲؛ پلوٹارک: کراسوس ۳۳۔ گلمور: بابلستان، یونانیوں اور پارتھیوں کے عہد میں (Gilmore: Babglonia umder the Greeks and the Parthians) انگریزی جریدہ تاریخ، ۱۸۹۲ء، شمارہ ۱۔

اور اشوریہ میں ہو کر سلیوکیہ پہونچتا ہے۔ سلیوکیہ دریائے دجلہ کے مغرب میں بغداد سے ذرا جنوب کی طرف واقع تھا۔ پلینی کہتا ہے کہ اس شہر کی آبادی ساڑھے لاکھ نفوس تک پہونچ گئی تھی، اور اس لحاظ سے یہ اسکندریہ و انطاکیہ کے مماثل تھا کہ اس کی آبادی بھی مرکب تھی اور اس میں شامی یعنی بابلی، یہودی، مقدونی، یونانی اور ہر طرح کے مشرقی اقوام نظر آتی تھیں۔ کہتے ہیں کہ اسکا انتظام ایک مجلس سینات کے سپرد تھا جسکے تین سو اراکین تھے۔ اس شہر کی تجارت معتد بہ تھی اور اس کا راستہ جنوب کی طرف سمندر کی طرف اور سوس ہو کر ایران کی طرف؛ دوسری جانب مشرق میں دریائے کیدنوس کے کنارے اور زاگروس کے دروں میں ہو کر ہمدان اور پارتھیا کی طرف؛ شمال میں دجلہ کے کنارے کنارے اویابینے اور میگدانیہ کو اور اس کے بعد ارمنستان کی طرف ایک رُخ پر اور ملی تنہ کی طرف دوسرے رُخ پر اور وہاں سے ایشیائے کوچک کے اندرونی حصے میں کو؛ مغرب میں کاپادوسیہ میں شہر کومانہ اور مزاکہ اور زیوگما ہوتی ہوئی فرات کے کنارے کنارے انطاکیہ کو۔ سلیوکیوں میں سے بعض (مثلاً انطاکوس اول و استراتونیس) بعض مرتبہ دجلے والے پائے تخت میں رہتے تھے۔ بہت سی باتوں سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یہاں کے باشندے یونانی تمدن کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ انھوں نے امفیکراتیس نامی خطاب کو سوفسطائی تقریریں کرنے کے لئے مدعو کیا؛ کراسوس کی موت کے بعد اسوقت جب شہر پر پارتھیا والوں کی حکومت ہو گئی تھی، یوری پدیس کا ناٹک "باکھائے" کھیلا گیا، اور ہم سنتے ہیں کہ شہر کے باشندوں میں دو فلسفی بھی تھے جنکے (دونوں کے) نام دیو جانس تھے۔ زمانہ بعد میں یہ شہر یونانی عیسوی اور مجوسی خالدی علوم کا مرکز بن گیا۔ اس شہر کو پارتھیوں نے دوسری صدی ق م کے وسط میں فتح کر لیا، لیکن چونکہ شاہان پارتھیا ایک یونانی جمہوریہ کے وسط میں رہنا پسند نہیں کرتے تھے اس لئے یہ کبھی انکا پائے تخت نہیں بنا، بلکہ یہ غرت شہر کے مقابل دوسرے مقام

باب ۲۱

طیسفون کو حاصل تھی جو اسی طرح کے باغات و محلات کا مجموعہ تھا جیسے پوٹسدام
گو زمانہ مابعد میں سلیوکیہ کا زوال شروع ہو گیا تاہم اسکو بطریق خود بڑی
اہمیت باقی رہی اور اسکے حد اختیار میں ہند و چین دونوں بعید ممالک
شامل سمجھے جانے لگے اور آخرکار اس نے اپنا مسکن سلیوکیہ سے ہٹا کر
بغداد کو بنا لیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عراق عرب اور ایلی مائس میں سلیوکیہ کے
نام کے، میسینے، ستاکینے اور راگیانے میں اپامیہ کے نام کے اور عراق
و مدیہ میں لاؤدیکیہ کے شہر موجود تھے۔

امور مذکورۂ بالا سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سلیوکیوں نے وہ فرائض
بدرجہ اتم پورے کرائے جو انپر عائد ہو گئے تھے یعنی انھوں نے نہایت
قابلیت سے ایشیا میں یونانی زندگی اور یونانی خیالات کو منتشر کیا۔ اگر وہ
ابتدائی بطالسہ کی طرح شاعری اور علوم و فنون کی سرپرستی نہیں کرتے تھے،
تو انکی اصلی وجہ یہ تھی کہ اس قسم کے علوم کے سرپرستی کے لئے بڑی توجہ
اور وقت درکار تھے، اور یہ وہ جنس تھی جو سلیوکیوں میں بالکل نایاب تھی۔
الغرض ایشیا کے آزادانہ فضا میں سلیوکیوں کے حمایت میں یونانی تمدن کو
خاصہ نشو و نما حاصل ہوا اور اس تمدن سے ٹھیک اتنے ہی مصنف نکلے
جتنے کی ملک کو ضرورت تھی۔ پھر سلطنت سلیوکیہ میں فنون لطیفہ کا دارومدار
مسئلے طلب پر تھا، اور ٹھیک اسی وجہ سے ایشیا میں مقدونوی دور میں
جو فنی ترقی ہوتی ہے وہ مصری فنی ترقی سے کہیں افضل ہے۔ میں نے
اس ترقی کا اپنے حواشی میں ذکر کیا ہے[۵۲]۔ میں آئندہ ابواب میں اس موضوع

---

[۵۲] عہد زیر تبصرہ کے متعلق ایک اہم مضمون ایسا ہے جسپر زمانہ دراز سے بحث ہو رہی ہے اور
جو حال ہی میں ذرا ایک طرفہ طور پر از سر نو پیش کیا گیا ہے، اور وہ تیسری، دوسری اور پہلی صدی عیسوی
میں فنون پیکر پذیری کے متعلق پسندیدہ طرز اور اس طرز کے آغاز کا سوال ہے۔ شرائبر
Th. Schreiber نے حال ہی میں اپنی کتاب وانا والے چشموں کی نسبت محل گریمانی میں
Die Wiener Brunnenreliefs aus Pal. Grimani لائپزگ ۱۸۸۸ء میں اس مسئلے پر بحث

کی طرف اسوقت از سر نو متوجہ ہوں گا جب میں پرگامم اور رھوڈز کی تاریخ باب ۲۰

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کی ہے اور اپنے مضمون میں جو میونخ کی جمعیت لسانیات Philologenversammlung ۱۸۹۱ء میں پڑھا گیا (دیکھو جریدہ عالم Allgemeine Zeit ۲۳ مئی ۱۸۹۱ء)، نیز دیکھو اس کی اہم تصنیف "یونانی نقشی تصاویر" Die hellenistischen Reliefbilder لائپزگ ۱۸۸۹ء۔ شرائبر کا خیال ہے کہ یہ طرز تعمیر جو اسوقت رائج تھی' اور جسے وہ "مزینہ" کا لقب دیتا ہے' تین چیزوں میں نمایاں ہے: (۱) برکہارٹ Burck hardt کے مخترعہ اصطلاح کے مطابق) "نظم مکانی" (۲) مادی شستگی (۳) روزمرہ کے مناظر؛ اور ساتھ ہی اسکی رائے ہے کہ اس طرز کا آغاز اسکندریہ میں ہوا۔ کتنی ہی دلچسپ وہ منفرد مشاہدات کیوں نہ ہوں جو ان خیالات کی گویا بنیاد رہی' تاہم یہ ناممکن ہے کہ ان تینوں باتو کو کسی ایک منسلک کڑی میں پرو دیا جائے اور نہ ہم اصطلاح "مزینہ" کا انطباق کرسکتے ہیں اور نہ یہ فرض کرسکتے ہیں کہ اسکا آغاز اسکندریہ میں ہوا ہوگا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اس "نظم مکانی" کا ارتقا سکندر کے زمانے ہی میں ہوا۔ باقاعدہ طرز پر بہت سے جدید شہروں کے آباد ہونے سے چوک اور سڑکوں' مکانات اور باغات کو ایک عمدہ طرز پر لگانا آسان ہوگیا؛ جب دیواریں لوگوں کے سدراہ نہیں رہیں تو نفیس فطری ماحول میں خوبصورت فنی امکنہ جات بنائے جانے لگے۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایک صدی پیشتر بھی ہپوڈاموس کے اصول پر کئی شہر باقاعدہ تعمیر ہو چکے تھے' اور کچھ مدت کے بعد دیونی سیوس نے سرقوسہ کو دنیائے یونان کا سب سے خوبرو شہر بنا کر چھوڑا تھا' چنانچہ ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ "نظم مکانی" سکندر اور اسکندریہ دونوں سے قدیم تر ہے۔ دوسرے' جہاں تک فنون لطیفہ میں مادی شستگی کا سوال ہے' یہ یونان میں پہلے سے موجود تھی' اور یہ (منجملہ دوسری باتوں کے) سونے اور ہاتھی دانت کے مجسموں سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ اغلباً صحت پر مبنی ہے کہ یہ مجسمے اور روزمرہ کی زندگی کے مناظر سکندر کے زمانے کے بعد سے نسبتہً عام تھے' بہرنہج اسمیں شبہ نہیں کہ شرائبر نے جو تین خصائص دریافت کئے ہیں انکی سکندر کے بعد کے زمانے میں ابتدا نہیں ہوتی۔ پھر لفظ "مزینہ" کا ان حالات پر جو انطباق کیا گیا ہے وہ قطعی طور پر خلاف انصاف اور گمراہ کن ہے۔ اوّل تو اس لفظ "مزینہ" میں پہلوئے ذم ہے' اس لئے کہ

باب ۲۰ بیان کروں گا۔ یہاں ایک حاشیہ میں میں نے شاہی عیش پرستی کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ اسکے معنے بہ مشکل 'ناشائستہ' بے میل کیے ہیں۔ پھر یہ اصطلاح سولھویں صدی عیسوی کے آخری حصے اور خاص کر سترھویں صدی عیسوی کے زمانے کے فن تعمیر پر منطبق کیجاتی ہے (جسکا سب سے ممتاز قائم مقام برنینی ہے) اور اس لفظ کو متعدد اور مختلف معنے پہنائے جاتے ہیں۔ یہ لفظ تو زمانۂ حال کے فنون لطیفہ کے سلسلے میں بھی مبہم ہے؛ کہاں قدیم زمانے کی چیزیں جن کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہ تھا اور جو اسکے ابتدائی معنے سے بالکل مغائر تھیں! الغرض اس لفظ کے استعمال سے فنون قدیمہ کا مفہوم ذرا بھی زیادہ واضح نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ فنون میں مادی شستگی سے اس لفظ "مزینہ" کو کچھ تعلق ہو، لیکن واقعی زندگی کے مناظر سے تو اسکا مطلق کوئی تعلق نہیں، اور خود برکھارٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ "نظم مکانی" کی ابتدا اس "مزینہ" طرز تعمیر سے نہیں بلکہ نشاۃ جدیدہ سے ہوتی ہے۔ جب ایسا ہے تو پھر سکندر کے بعد کے طرز کو کیوں "مزینہ" کا لقب دیا جائے اور اسکی بجائے کیوں نہ یہ لقب شہنشاہی کے بالکل مغائر فنون کو دیا جائے؛ مثال کی طور پر ذرا بورومینی کے مبالغہ آمیز نظم کا مقابلہ ایتھنز کے مقبرۂ فلوپاپوس یا پالمیرہ کے عمارتوں سے کیجئے۔ اب ایک دوسرا مسئلہ قابل غور ہے وہ یہ کہ اس میلان کا جسکی وجہ سے "نظم مکانی" میں ارتقا ہوا، اور جسمیں ساتھ ہی ساتھ ایک حد تک مادی شستگی کا بھی خیال رکھا گیا اور واقعی زندگی کے مناظر سے بھی اظہار نفرت نہیں کیا گیا، اسکا آغاز کیسے ہوا؟ ہم دیکھ چکے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک امر اسکندریہ سے قدیم تر نہ تھا، تاہم یہ ممکن ہے کہ بطالسہ ہی نے "نظم مکانی" کو خارجی زندگی کی فنی ارتقا کی خاص بنیاد قرار دیا ہو اور اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے کہ وہ فنون لطیفہ کی ترقی میں ممد و معاون ہوئے ہوں۔ اب یہ وثوق سے کہا جاتا ہے کہ اسکندریہ کا سارا پیوم اسطرح کے عمارات کی پہلی مثال تھی۔ لیکن اس ادعا کا کوئی ثبوت نہیں پیش کیا جاتا، بلکہ یہ دکھایا جا سکتا ہے کہ بطالسہ یا شہر اسکندریہ اس سمت میں فنون لطیفہ پر اثر ڈال ہی نہیں سکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ "نظم مکانی" کو مصر میں ارتقا کے لئے بہت کم مواقع حاصل تھے۔ ملک میں صرف ایک یونانی شہر تھا، اور یہ ایک ایسے میدان میں واقع تھا جسکے قریب بہتا ہوا پانی بالکل نہیں تھا؛ یہاں جتنا بھی سیاسی اقتدار تھا وہ سب کا سب ایک شخص کے قبضے میں تھا، علم و فضل کا

باب ۲۰

کے متعلق صرف ایک امر پر زور دینے پر اکتفا کیا ہے۔ لہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ — چرچا ضرور تھا لیکن فنی خدمات میں بہت کم تنوع تھا۔ مصری نقاشوں کی تعداد بہت ہی کم نظر آتی ہے؛ انتی فیلوس (برون Brunn ۲، ۲۴۷ وغیرہ) نے شکار کھیلتے ہوئے بطلیموس کی تصویر کھینچی تھی؛ ہیلی نا (برون ۲، ۲۶۰) نے سکندر کے میدان اسوس میں تصویر کھینچی تھی؛ زمانہ مابعد کے مصوروں کے لئے دیکھو برون ۲، ۲۸۸ بطلیموس مصر کا صرف ایک یونانی فنی شاہکار ہے اور بلاشبہ وہ بغایت نفیس ہے یعنی دریائے نیل کا مجسمہ۔ جب ہم مذکورہ بالا کیفیات کے عکس کے لئے نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں سکندر کے بعد کے عنوان کا حقیقی مسکن نظر آنے لگتا ہے۔ مصر کا مکمل تباین ایشیائے کوچک اور شام میں نظر آتا ہے۔ یہاں ہمارے سامنے صرف ایک تعمیر کار نہیں بلکہ سینکڑوں تعمیر کار ہیں اور انہیں صرف کم و بیش سمجھدار بادشاہ ہی نہیں بلکہ شہر اور خانگی افراد بھی شامل ہیں۔ یہاں صرف ایک ہی لب ساحل عمل و تنوع نہیں جہاں مٹی کے تودوں سے مصنوعی پہاڑ بنائے جاتے ہوں بلکہ بے شمار مختلف انواع عمل و تنوع ہیں جو ڈھلوان یا تدریجی ڈھلاؤ والی پہاڑیوں، راسوں، حدبوں، دریاؤں کے کناروں، تیز رو ندیوں، چٹانوں اور جنگلوں پر مشتمل ہیں؛ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم اس متنوع سرزمین کا اسکندریہ کے میدان میں مقابلہ کریں تو انکی مناسبت ہزار اور ایک کی ہوگی۔ مابعد سکندری عمارتوں کی سب سے ممتاز خصوصیت یکے بعد دیگرے چبوترے تھے، اور ان کے لئے مصر میں جہاں جگہ نکلی وہیں مقبروں نے گھیر لی۔ اس قسم کے چبوتروں کے بنہایت لاثانی مثال مصر کے دیرالبحری میں ملتی ہے، جو خود ایک مقبرے کا حصہ ہے، اور یہیں بھی بابلی طرز کی نقل کی گئی ہے یعنی اسکا منبع و ماخذ بھی ایشیا ہی ہے اگر ہم سلیوکی سکوں کا بطلیموسی سکوں سے مقابلہ کریں تو ہم دیکھیں گے کہ سیدھا سادہ اور ثمر بار جذبہ کس میں پایا جاتا ہے۔ مصر میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو انطاکیہ کے قریب دافنے کی "نظم مکانی" کا مقابلہ کر سکے۔ علاوہ ازیں سارا پیوم کو چھوڑ کر اس "نظم مکانی" کی جتنی بھی مثالیں ہیں وہ سب کے سب ایشیائی بلدیات سے اخذ کی گئی ہیں؛ چنانچہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اول تو سارا پیوم کے متعلق ہمیں زیادہ معلومات نہیں، اور دوسرے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ فنون لطیفہ کے اس میلان کا آغاز مصر میں ہی ہوا ہوگا۔

بست و یکم

یونانی تمدن دوسری ق م میں

۳ - پرگامم

پرگامم کی نوعیت ان سلطنتوں سے مختلف تھی جن پر ہم اس سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - پھر سوال یہ کہ فنی اعتبار سے مصر کو اتنی اہمیت کیوں دیجاتی ہے۔ اوّل تو تیسری صدی ق م کی شاعری (دیکھو اوپر باب ۱۴) جسکا اس زمانے کے فنون لطیفہ سے گہرا تعلق ہے، اسے اسکندریہ کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے، لیکن جس شعبہ میں اس شاعری نے سب سے زیادہ ترقی کی، یعنی شعبہ شبانی، اسمیں مصری اثر مطلق نہیں معلوم ہوتا، بلکہ ہے تو اسمیں صقالوی کوسی اثر ہے۔ دوسرے چونکہ اسکندری شاعری نے جو رومن شاعری کی بنیاد ہے۔ پومپئی کے دیواری تصاویر پر اثر ڈالا ہے اس لئے یہ فرض کرلیا گیا ہے کہ پومپئی کے مکانات کے ترتیب کا اصول ضرور اسکندریہ سے آیا ہوگا اور یہ کہ اٹلی میں جو دیواری تصاویر محفوظ ہیں ان کا نکاس بھی اسکندریہ ہی ہوگا۔ لیکن یہ نتائج ناقابل تائید ہیں۔ ہمارے لئے یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ پانچ چھ نفیس یونانی مقدونوی مکانات جو اسکندریہ میں ہونگے وہ تو اٹلی کے لئے نمونہ بنیں، اور سیکڑوں ہزاروں ایسے مکانات جو ایشیا اور جزائر میں پھیلے ہوئے تھے انکا مطلق اثر نہ ہو؛ اور اگر بالفرض اول الذکر کا اثر بھی تھا، تاہم اس سے ایسے مکانات کے مبداء و ماخذ کے بابت کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ ہمیں یہ فرض کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم نہیں ہوتی کہ اقلیم اور جزائر میں

باب ۲۱ پہلے باب میں بحث کر چکے ہیں۔ ہم نے اس خصائص کا خاکہ تیرہویں باب ہی میں کھینچ دیا تھا اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ اسکا فرمانروا بطالسہ اور سلیوکیون

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ اسکندریہ کا اتباع کیا جاتا تھا؛ اسکے برعکس واقعہ یہ ہے کہ جزائر اور اقلیم ایشیا میں جو عمارتیں تھیں انکی اسکندریہ میں نقل کیجاتی تھی۔ پھر مناظر کو لیجئے اسمیں شبہ نہیں کہ پومپئی میں بعض ایسے مناظر موجود ہیں جنہیں مصری افراد نظر آتے ہیں، لیکن انمیں سے اکثر کا پیش منظر بالکل غیر مصری ہے یعنی یہاں کوہی کنارے ان افراد کو گھیرے ہوئے ہیں۔ مشہور اودیسی کے مناظروں میں کسی قسم کا مصری عنصر نہیں پایا جاتا، اور اس تصویر میں جہاں تحت السریٰ کا راستہ دکھایا گیا ہے وہ تو کاریری کی ہوبہو تصویر ہے۔ الغرض ہم اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ منظر کاری میں اسکندریہ کا اثر بالکل قابل لحاظ ہے۔ بلاشبہ مصر نے ایشیا اور یورپ پر اثر ڈالا لیکن اسکا باعث زیادہ تر ائی سس اور سارا پس کی پوجا تھی۔ بروکھاوس Brockhaus جیسے لوگوں کے مضامین سے Konv. 1, 14, 376) معلوم ہوتا ہے کہ اسکندریہ سے فنون لطیفہ کے میدان میں کسقدر کم منسوب کیا جاسکتا ہے۔ گارڈنر کے نزدیک ("ابواب جدید" ۲۲۸) مجرد تخیلات کے مجسموں سے جو مختلف میلوں کے مواقع پر اٹھائے جاتے تھے، مصری فنون کے اثرات کا پتہ چلتا ہے، تاہم کائروس ("مناسبت صحیحہ") کا مجسمہ اور دیموس ("عموم") کی تصویر یقیناً قدیم تر ہیں۔ الغرض اپنی تحقیقات سے ہم مفصلۂ ذیل نتیجہ پر پہونچتے ہیں:۔ واقعی فنون لطیفہ کے میدان میں اسکندریہ کا اثر نہایت کم تھا گو میکانیکی تیز دستی میں یہ اثر نہایت نمایاں تھا۔ اسکندریہ نے تزئین کا کوئی خاص طرز ایجاد نہیں کیا، اور جہاں تک "نظم مکانی" کا تعلق ہے وہ ایشیا سے نہایت پیچھے تھا۔ ایشیا اور یورپ دونوں میں اسکا اثر تھا وہ زیادہ تر مذہبی تھا۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اسکندریہ میں کسی قسم کی نشست گاہ جمعیت عوام تھی؟ اور نہیں تھی، تو پھر زمانہ بعد کا یونانی فن تعمیر بغیر اگورا کے کسی کام کا؟ دیکھو شرائیبر کے گریانی فتحوں کی تنقید بدست برلوکنر Brueckner ہفتہ وار جریدہ لسانیات برلن Borl. Phil. Woch سنہ ۱۸۹۰ء، شمارہ ۱۵۔ مہانی (سلطنت ۱۱، ۹، ۱۰) شرائیبر کے خیال کی تائید کرتا ہے۔ کلیس Cless پاؤلی ۶، ۱، ۲۰۱ میں ایمیولر O. Mueller کی تائید کرتے ہوئے کہتا ہے کہ فلادیلفوس نے جو فنون لطیفہ کی

باب ۱۲ب کی طرح کوئی قائم تھا، نہ بتھینیہ، پفلاگونیہ، کاپادوسیہ اور پونتوس کی طرح

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ سرپرستی کی اس سے ان فنون کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہونچا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بطلیموس چہارم کے بعد اسکندریہ کے یونانیوں کو، جنکے من حیثیت یونانیوں کے کوئی خاص حقوق نہیں تھے، ہر طرح کے مطلق العنانانہ افعال کا ہدف بننا پڑتا تھا، اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکندریہ بالآخر خانگی زندگی کے آرام و آسائش میں کچھ زیادہ اضافہ نہیں کرسکا، چنانچہ پولی بیوس کے زمانے میں اس شہر کے یونانی زندگی بالکل نیست و نابود ہو چکی تھی۔

آخر میں ہمیں یہ بات کہنی ہے کہ جونکہ بطالسہ مصری فنون کی سرپرستی کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے اس لئے کہ یونانی فنون کے لئے کچھ زائد نہیں کرسکتے تھے۔ اس ضمن میں جو کچھ پہلے چار بطالسہ نے کیا اسکے لئے دیکھو اوپر، باب ۱۳ب، حاشیہ ۱۶۔ بطلیموس فلومیتور کے عہد میں مصر میں یونانی تمدن کا زوال پے ردن پاپی روس سے ظاہر ہوتا ہے جو نوادرخانہ برطانیہ میں موجود ہے؛ دیکھو مہافی: "سلطنت" ۳۵۸ وغیرہ۔

فیلائے میں بطلیموس پنجم "ایپی فانیس" کے نام کندہ ملے ہیں۔

انتائیوپولس (کاؤ) میں بطلیموس ہفتم "فلومیتور" کے زمانے کا انتائیوس کا ایک بت خانہ تھا لیکن اب دریائے نیل اسے بہائے گیا ہے (بیڈیکر ۲، ۵۳)؛ دیوسپولس خورد میں آثار (بیڈیکر ۹۷)؛ اپولینوپولس (کوس) میں ہوروس کا بت خانہ (بیڈیکر ۱۱۳)؛ کرناک میں اس نے اور اسکے بھائی فیسکون نے ایک پھاٹک بنایا (بیڈیکر ۱۴۰)؛ اسی مقام پر توت میس سوم کے تہخانہ پر اسکا ایک نوشتہ (بیڈیکر ۱۶۱)؛ ایسنے کے تہخانے پر نوشتے (بیڈیکر ۲۵۹)؛ ادفو کے بت خانے میں اضافے (بیڈیکر ۲۷۵)؛ وہ کوم اومبو کا ایک نیابت خانہ تعمیر کرتا ہے جو ہوروس و سیباک کے نام پر معنون کیا جاتا ہے (بیڈیکر ۲۹۰، ۲۹۴)؛ فیلائے کے ائی سس والے بت خانے کا پھاٹک اور اندرونی حصے دونوں اسی کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں اور یہی کیفیت اسی بت خانے میں ایک لوح پر تخصیصی کتبہ کی ہے (بیڈیکر $\frac{۳۱۹}{۳۲۴}$)؛ دیبوت والے تہخانے کا ایک کتبہ (بیڈیکر، ۳۲)۔

بطلیموس نہم "فیسکون" کے مفصلہ ذیل باقیات ہیں:۔ کرناک میں آپے کا چھوٹا،

باب ۲۱

کسی قبیلے کا شیخ تھا، بلکہ وہ محض ایک قلعہ کا سردار تھا، جو اپنے اثرات کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ — بت خانہ بطلیموسی منارے جنہیں ہانفور کے جوتی کے (بیڈیکر ۱۶۹)؛ کرنک کے قریب مداموت کا تبخانہ (بیڈیکر ۱۷۰)؛ اسنے مدینہ حبو کے چھوٹے تبخانے میں اضافے کئے (بیڈیکر ۲۰۷)؛ یہاں ایک چھوٹا تبخانہ اپنے آباؤ اجداد کے نام پر تعمیر کیا۔ (بیڈیکر ۲۰۸)؛ دیر المدینہ کے تبخانے کی (جسے فلوپاتور نے بنایا تھا) تزئین کی (بیڈیکر ۲۱۲)؛ دیر البحری (بیڈیکر ۲۴۹) اور الکعب (۲۶۵) کے تبخانوں کی مرمت اپنی بیوی کلیوپاترا کے ساتھ مل کر کی؛ سنہ ۱۴۲ ق م میں ادفو کا بت خانہ، جسکی یورگیتیس نے ابتدا کی تھی، مکمل کیا اور اس موقعہ پر بہت بڑا میلا منعقد کیا (بیڈیکر ۲۷۳، ۲۷۴)؛ اپنی دونوں بیویوں کے ساتھ ملکر اومبو کے تبخانے میں اضافے کئے (بیڈیکر ۲۹۲، ۲۹۴) جہاں پہلی بیوی کو اسکی بہن اور دوسری کو اسکی زوجہ بتایا گیا ہے۔ یہ کہ اس نے فیلائے کو نظر انداز نہیں کیا یہ اس منار کے کتبے سے معلوم ہوتا ہے جسے فیلائے سے انگلستان لے آئے اور جسکی وجہ سے شامپولیوں کو اپنے اکتشافات کے لئے ایک راستہ مل گیا (بیڈیکر ۳۱۶)؛ وہ اس تبخانے کی تزئین کرتا ہے جو فلومیتور والے ایسس کے بتکدہ کے چھتے کے مغرب میں واقع تھا؛ اسمیں بہت سے اہم مناظر کا چربہ اتارا گیا تھا۔ اس تبخانے کو اس مکان کے طرز پر بنایا گیا تھا جسمیں ہوروس کا پیدا ہونا بیان کیا جاتا تھا (بیڈیکر ۳۳۰)؛ اسکے دکہ کے بت کدہ پر بھی کچھ کام کیا (بیڈیکر ۳۵۰، ۳۵۲)؛ اسپر سنہ ۱۳۶ ق م کا کتبہ ہے۔

نیز دیکھو کلیس، پاؤلی ۶، ۱، ۲۲۳ میں۔

بطالسہ میں سے سب سے زیادہ اوباش، وہ جسنے اسکندریہ کے یونانی عنصر کو سب سے زیادہ نقصان پہونچایا وہی دیسی مصری فنون کا سب سے بڑا سرپرست تھا، اور یہ اس ملک اور اس زمانے کے عین حسب حال ہے۔ مصری دیسی تمدن کی سرپرستی کی وجہ سے فیسکون کو مہافی اپنی کتاب 'سلطنت' میں مصر کا بہترین حکمراں کا لقب دیتا ہے (۳۸۸)۔ کیا کوئی شخص جو بحیثیت انسان کے سراسر بیکار ہو وہ بحیثیت حکمراں کے بہترین کہا جا سکتا ہے؟ کیا بہترین فرمانروا کو اخلاقاً بھی ایک حد تک اچھا شخص نہیں ہونا چاہئے؟ کیا وہ مصریوں کے یہودیوں اور یونانیوں کا فرمانروا بھی نہیں تھا؟ کم سے کم یہ بات تو یقینی ہے کہ جہاں تک یونانیوں

کو وسیع کرنے کے لئے اپنا مال و دولت بے دریغ خرچ کرتا تھا اور ساتھ ہی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ تاریخ کا تعلق ہے وہ کسی ممتاز تاریخی مقام کا مستحق نہیں۔ علاوہ ازیں وہ تمدن جن پر فیسکون نے حملہ کیا، یعنی یہودی اور یونانی، وہ دونوں قدیم مصری تمدنوں سے ارفع و اعلیٰ تھے، اور خود فیسکون کے خیالات بھی یونانیت لئے ہوئے تھے نہ کہ مصریت۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے قدیم مصری تمدن کی جو سرپرستی کی وہ محض حکمت عملی پر مبنی تھی۔ اگر اس نے اس حکمت عملی پر ایک ظالمانہ انداز سے عمل کیا، تو مقصد اچھا ہو، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس مقصد کے حصول کے طریقے بھی اچھے ہونگے۔ مہافی بالکل ٹھیک کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ تی بیریوس کی طرح فیسکون کے معائب میں بھی اسکے مخالفین نے مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہو۔ ممکن ہے کہ یونانیوں نے مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہو لیکن اس میں شبہ نہیں کہ وہ ایک بدمعاش شخص تھا اور نتائج کا اسے کبھی خیال نہیں رہتا تھا۔

عہد بطالسہ میں مصری فنون۔ بطلیموسی چوٹیاں: ماسپیرو: مصری آثاریات؛ Maspero: Archeol. egypt. ص ۶۰۵؛ نیز دیکھو بیڈیکر ۲، ۲۳۸-۱۔ انکے عہد میں طرز تعمیر نفیس ہو گیا؛ لیکن فیلیایوں کے چوٹیوں کے طرز میں کچھ زیادہ فرق پیدا نہیں ہوا۔ سنگ کاری: اسکندر دوم کا عظیم الشان مجسمہ بلاق میں؛ ص ۲۲۹، تصویر ۲۰۲۔

یہاں میں بطلیموسی مصر کے عظیم ترین سندوں میں سے ایک کا اقتباس دیتا ہوں، گو میں یہاں یہ ظاہر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنے اس حاشیہ کے لکھنے تک میں نے یہ کتاب نہیں پڑھی تھی۔ - ر۔ - مسٹوئرٹ پول اپنی فہرست سکہ جات یونانی (اسکندریہ)، لندن سنہ ۱۸۹۲ء ص XXXlv میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں، جو دلچسپ ہونے کے ساتھ ہی میرے خیال کے مطابق تھا:۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے اولین دو بطالسہ کی دولت اور تزک اور فلادیلفوس کے جلوس جیسے مواقع پر انکی خوشی و مسرت کا یہ تقاضا ہوگا کہ ان کے عہد میں فنون میں معتدبہ ترقی ہو جائے اور اس زمانے میں تمثیل کا جو شوق تھا اس سے فنون کو ایک خاص سمت میں راستہ مل گیا ہوگا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ میوزخانے میں حکمیات کی جو پرورش ہوتی تھی اسکے خلاف بھی ایک زبردست تحریک موجود تھی۔ علاوہ ازیں زمانہ مابعد کے بطالسہ مصری زیادہ تھے یونانی کم۔ انہی اسباب سے اسکندریہ کے فنون صرف اسکندریہ تک ہی محدود تھے

جہاں وہ اپنے حلیفوں کے لئے اسباب امن و امان اور اپنے لئے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ اور ان کا نشو و نما کما حقہٗ نہیں ہو سکا تھا۔ اسکے برعکس جب حکمیات کی جگہ فلاطونیت نے لی تو اس سے ایک جدید طرز کا یونانی اثر پیدا ہو گیا اور بت خانے کو ایک جدید طرز پر منظم کرنا پڑا تاکہ فلاطونیت کے درس دیئے جا سکیں۔ اب مصری فنون کے راستے میں کوئی مزاحمت تو رہی نہیں تھی۔ لہٰذا اس نے اس یونانی اصول کے راستہ پر، جو رسیں اس سے پہلے بو دیا گیا تھا۔ ترقی کرنی شروع کی۔ یہ مخلوط فنون بعض مشہور و معروف انواع میں نظر آتے ہیں، جیسے ای سِس اور شائد اسکی پجاریوں کی نوع۔ وہ تمام دوسرے غیر متعین اور محض نقالانہ فنون کے مشابہ ہیں، اور انہیں معلومات اور اعتماد کی کمی نظر آتی ہے ... جب روما نے مصر فتح کیا ہے تو اسکے فنون دنیائے یونان کے فنی معیار سے بہت گر چکے تھے (ص XXXV عہد بطالسہ میں دریائے نیل کی پوجا؛ ایضاً ص LXX وغیرہ۔ نیل اور اوزی رِس ایک ہی دریا کے دو نام ہیں، چنانچہ اسکندر وہی ثالوث، جسمیں سار اپیس، ای سِس اور ہر پوکراتیس شامل تھے، اسمیں سار اپیس کے شکل میں نیل بھی شریک تھا۔ یونانی ایک دریائی معبود کو پسندیدہ سمجھتے تھے نیل کے جوڑے کا نام پو تھے نیہ (= ای سِس) تھا۔

حاشیہ (۱۲) ص ـــــ شامی عیش پرستی کے لئے میں ناظرین کتاب ہذا کو موم سن: "تاریخ روما جلد ۵۔ اسکے مفصلہ ذیل فقروں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض مزاحاً انکے ساتھ منسوب کیا گیا تھا، لیکن ہم اوپر دیکھ چکے ہیں (باب ۱۱، حاشیہ ۷) یہ لفظ سرکاری طور پر استعمال کیا جاتا تھا، چنانچہ اس سے تفریح گاہوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ موم سن کہتا ہے: "تمام زمانہ قدیمہ میں انطاکیہ قریب دافنے" کے برابر (جو اسکا نام پڑ گیا تھا) کوئی دوسرا شہر ایسا نہیں تھا جسمیں زندگی مسرت سے کاٹنے کو اسقدر اہمیت دیجاتی ہو یا فرائض منصبی کی صرف اتنی حیثیت باقی رہی ہو اور انطاکیہ قریب دافنے" کا مفہوم پس اسی طرز کا ہوگا جو "ہم وانا قریب پراتر" کے الفاظ سے لیتے ہیں۔

موم سن یہ بھی کہتا ہے (۵، ۳-۳) کہ "سوریہ اور اس سے بھی زیادہ مصر کو اپنے اپنے صدر مقاموں نے گویا گھیر لیا ہے، اور نہ تو صوبہ ایشیا نہ ایشیائے کوچک میں انطاکیہ یا اسکندریہ جب ایک ہی شہر ملتا ہے بلکہ ان ممالک کا دار و مدار بہت سے ثانوی بلدیات پر ہے"۔ ہمارے نزدیک یہ حکم لگانا درست نہیں ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ شام کو انطاکیہ نے گھیر لیا ہو" ہمارے نزدیک

رسل و رسائل اور تجارت کے امکانات مہیا کرتا تھا، وہاں گویا اس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ شام میں یونانیوں کی جو حالت تھی وہ بہ نسبت مصر کے ایشیائے کوچک سے کہیں زیادہ مشابہ تھی۔ اگر ہم سلیوکیہ بدریائے دجلہ کا اسلئے ذکر نہیں کر سکتے کہ وہ سوریہ خاص میں واقع نہیں تھا، تاہم "برادرانہ بلدیات" ("اویلفوئے دیموئے") کا وجود (دیکھو اوپر حاشیہ ۱۳) ہی اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ یہاں بھی ہر چیز کا مرکز محض صدر مقام نہیں تھا، اور طرسوس ایک طرح پر بالکل آزاد تھا۔

مومسن ایشیائے کوچک کے شہروں کے مابین مخالفت پر بحث کرتا ہے۔ میں نے اس موضوع کی طرف ناظرین کی توجہ پھر باب ۲۹ میں مبذول کی ہے۔

سلطنت سوریہ میں فنون لطیفہ کے متعلق دیکھو زٹل: "آثاریات فنون" Sittl: Archæologie der Kuns' ، میونخ، ۱۸۹۵ء، ص ۶۸۲/۶۸۵؛ یہ اسی مقام پر سیدا اور اسے اسکندری تابوت پر بھی بحث کرتا ہے۔ بطلیموسی مصر میں فنون لطیفہ کے موضوع کے لئے دیکھو ایضاً، ص ۶۸۵/۶۸۶۔ زٹل کے بیانات سے مصر کی کہتری صاف ظاہر ہو جاتی ہے۔

حاشیہ (۱) ص ۶۷۱ عام طور پر پرگامم کے لئے دیکھو اوپر باب ۲ و ۵ و ۱۳ (حاشیہ ۶)؛ نیز سوین: "تحقیقات متعلق شاہان پرگامم" Sevin: Rech. sur les rois de Pergame

مانسو "یادداشتہائے نوشتجات قدیمہ" Mem. Anc. Inscr. ۱۲؛ مانسو "اتالوسیان" Manso:

ا۔ مے یر! "سلطنت پرگامم" E. Meier Das Uber die Attalen بریزلاؤ، ۱۸۱۵ء؛

ارش و گروبر "محیط المحیط" Ersch and Gruber's Encyc. Perg. Reich ، ۱۶، ۳؛ ویگینر: "دربار اتالوسیان" Wegener: De anla Attalica" جلد ۱، ۱۸۳۶ء۔

"اضافہ جات تاریخ و توصیف ایشیائے کوچک" (روداد برلن اکاڈمی ۱۸۷۲ء) میں کرتیوس و ادلر کے مضامین Cur tius and Adler in Beitr. Zur Cesen und Topog. Kleinasiens bhandl der. Berl. Akad. کے بعد ہومان Humann کے اکتشافات ہوئے اور کونزے Couze کی حکیمانہ صلاح کاری اور ہومان کے مزید کوششوں کا نہایت درخشاں ثمرہ نکلا جس کو ابھی تک کافی استعمال نہیں کیا گیا۔ ان کھدائیوں کی ابتدا ۱۸۷۸ء میں ہوئی تھی۔ اور ان کی وجہ سے جو کتابیں لکھی گئیں انکی فہرست بوٹیمر کے "یادگارہائے"

باب ٢١

معاوضے میں روپیہ کا مطالبہ کرنے سے بھی نہیں چوکتا تھا اور اسے وصول بھی کرلیتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اتالوسیوں کے عظمت کا راز انکی جمع پونجی تھی۔ اسی روپیہ سے انھوں نے اپنی فوج اور بیڑا آراستہ کئے، بے چین ایشیائی حکمرانوں کا سختی کے ساتھ مقابلہ کیا، اور اس روپ میں وہ مغربی ایشیائے کوچک والوں کو، جنہیں یونانی تمدن پھیلا ہوا تھا، نجات دہندوں کی شکل ہی میں نظر آئے۔ اپنی حکمت عملی میں انہیں اس ملک کے جغرافی کیفیت سے بہت کچھ مدد ملی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کئے کوس کی وادی اندرون ملک میں بہت زیادہ نہیں جاتی، اور ایک بات جو خاص طور پر قابل لحاظ ہے یہ ہے کہ اس وقت انکے اور اندرون ملک کے مابین سڑکوں کا وجود نہ تھا، جسکی وجہ سے اسے اس نواح سے علی العموم کسی قسم کے خطرے کا سامنا نہیں کرنا پڑتا تھا۔ اس کے برعکس بندرگاہ ایلائیہ کے ذریعہ سے ملک پرگامم کا ساحل بحری کے ساتھ بہت اچھا تعلق تھا، جسکے باعث اتالوسی یونان کے ساتھ اپنے تعلقات قائم رکھ سکے اور تیسری صدی ق م سے برابر ایک معتدبہ بحری قوت کو مجتمع کر سکے۔ سب سے پہلے ہم اس سلطنت کی تاریخ کا خاکہ پیش کریں گے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ Boumeistsr: Denkmaler (صفحہ ١٢٠٦/١٢٨٧) کے نہایت لطیف مضمون "پرگامم" (صفحہ ١٢١١) میں دی ہوئی ہے؛ اس مضمون کا تاریخی جغرافی حصہ فابریکیوس Fabricius نے اور وہ حصہ جسمیں سنگ کاری کا ذکر ہے۔ ٹرینڈلین برگ Trendellenberg نے لکھا تھا اور ١٨٨٦ء تک جسقدر تنقید کی گئی ہے اس کا خلاصہ مندرج ہے۔ باضابطہ کتابوں وغیرہ میں سے مفصلۂ ذیل کا ذکر ضروری ہے۔ فرینکل، فابریکیوس وشخہارٹ "نوشتہ جات پرگامم" برلن Fraenkel Fabricius und Schuchhardt: Dio Inschriften von Pesg سنہ ١٨٩٠ء؛ سووبودا: "پرگامم کی کھدائیاں" Swobada Die U.k. von Perg., Rh. Mus ج ٤٦ ص ٥٩٧ جہاں دور ملوکی میں شہر پرگامم کے ادارات سیاسی مثلاً مجلس خاص وجمعیت عموم کا ذکر کیا گیا ہے؛ غالباً استراتے گوسوں کو بادشاہ مقرر کرتا ہوگا دیکھو اوپر، باب ٥، حاشیہ ١٢۔ مقابلہ کرو مہافی: یونانی زندگی باب ١٢۔

باب ۲۱

لیسی ماخوس کا خزانہ فلے تائروس ساکن تیوس کی نگرانی میں تھا اور اسے وہ پرگامم کے قلعہ میں محفوظ رکھتا تھا۔ اس نے اپنے مالک سے بغاوت کردی اور چونکہ وہ ہارپاکوس کی بہ نسبت قسمت کا اچھا تھا اور اس سے زیادہ چالاک بھی تھا اس لئے اسے کامیابی ہوئی اور اس نے اس خزانے کو کام میں لاکر اپنے لئے ایک راجدھانی قائم کرلی۔ اسکے بعد اسکا بھتیجا یومنیس اول تخت نشین ہوا اور اس نے سنہ ۲۶۳ ق م سے سنہ ۲۴۱ ق م تک حکومت کی۔ یہ یومنیس پہلے تیوس کے قریب آماسترس کا حکمران تھا جسے بعد میں اس نے یونتوس کو دیدیا۔ ہم باب ۹ میں دیکھ چکے ہیں کہ کسطرح سنہ ۲۶۲ ق م کے قریب اسکی سارڈس کے قریب انطاکوس اول سے آویزش ہوئی اور اس نے اس جنگ میں کامیابی حاصل کی۔ اسکے بعد سنہ ۲۴۱ ق م میں فلے تائروس کا ایک دوسرا بھتیجا، یومنیس کا بھائی، اتالوس اول تخت نشین ہوا اور اس نے سنہ ۱۹۷ ق م تک حکومت کی اور یہی وہ بادشاہ ہے جسنے سنہ ۲۴۰ ق م میں گلتوں پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد بادشاہ کا لقب اختیار کیا۔ انطاکوس دوم غالویوں کا طرفدار تھا، چنانچہ اتالوس نے اسے بھی نیچا دکھایا، اور اسکے بعد (یوسی نوس کے الفاظ میں) وہ ایشیائے کوچک کے بیشتر حصے کا مالک بن گیا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ یہ شان وشوکت زیادہ دن تک نہیں رہی لیکن اس کے آثار یقیناً باقی رہ گئے۔ سنہ ۲۲۲ ق م تک تو اسکی قوت میں روز افزوں اضافے ہوتے گئے، لیکن اس کے بعد اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

سلیوکوس دوم اور اس کا بھائی انطاکوس ہیراکس سنہ ۲۲۳ ق م تک برابر ایک دوسرے کے دست وگریباں رہنے کیوجہ سے ترقی نہ ہوسکی اور سلیوکوس سوم بھی (جسنے سنہ ۲۲۶ ق م سے سنہ ۲۲۳ ق م تک حکومت کی) ناکام رہا۔ اب ایشیائے کوچک کے مختلف ملتیں بھی اتالوس کی طرف ہوگئیں اور اتالوس نے انکی حمایت کا وعدہ کیا لیکن سلیوکوس سوم کے عہد حکومت کے دوران میں اکائیوس نے ایں روئے ایشیا میں شام کی قوت کا سکہ جمادیا

باب ۲۱ اور انطاکوس سوم نے اس اقتدار کو قائم رکھا۔ ہمارے نزدیک استرابو نے یہ جو کہا ہے کہ سلطنت پرگامم میں صرف وادی کئے کوس شامل تھی اس سے مراد سنہ ۲۲۰ ق م کے بعد کے عہد سے ہوگی۔ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اتالوس کے بڑے بیٹے یومنیس دوم (سنہ ۱۹۷ تا ۱۵۹ ق م) نے اپنے شہر کو فنی اور عکیاتی ایوانوں سے سجایا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خود اتالوس اول نے شہر کی تزئین میں کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا، حالانکہ ہم دیودورس میں پڑھتے ہیں کہ فیلقوس نے پرگامم کے فنی خزینوں کو سنہ ۲۰۱ ق م میں تباہ و برباد کردیا تھا۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس سے پہلے یعنی سنہ ۲۰۹ ق م میں اتالوس ایتولیوں کا سپہ سالار تھا اور اس نے ان سے ایگینا خرید کر اس جزیرے کو ایتھنز میں اپنے ممتاز و درخشاں کارناموں کے لئے گویا ایک مرکز بنایا، تو ہم اسی نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ پرگامم کے درخشانی و تابناکی کی ابتدا اس ملک کے سب سے بدمعاش بادشاہ سے نہیں ہوئی ہوگی۔ زمانہ مابعد میں پرگامم نے بڑی بھاری ترقی کی، لیکن اس کا سبب یہ تھا کہ انطاکوس کے خلاف یومنیس نے رومیوں کا ساتھ دیا تھا، چنانچہ اب روما اسکی ترقی میں اس کا ممد و معاون بن گیا۔

ہم باب ۱۳ میں پرگامم کے محل وقوع کا عام تذکرہ کرچکے ہیں۔ لینزی ماخو

---

[۱] پرگامم کا بیان، استرابو ۱۳، ۶۲۳ وغیرہ۔ اتالوس اول کا اقتدار، یوستی نوس ۲۷، ۳ کمپیے، توکیہ، سمرنا، ائےگئے، تیمنوس، تیوس، کولوفون، ان سب کا تعلق اتالوس اول سے تھا؛ پولی بیوس ۵، ۷۷ (سنہ ۲۱۸ ق م)۔ سنہ ۲۰۱ ق م میں پرگامم میں فنی شاہکار: دیودورس ۲۸، ۵۔ ایتولیون سے ایگینا کی خرید، پولی بیوس ۲۲، ۱۱۔ پولی بیوس ۱۸، ۲، کہتا ہے کہ سنہ ۱۹۷ ق م میں اتالوس نے افرودیزیوم و نیکے فوریوم کی خانقاہوں کو، جنھیں فیلقوس نے مسمار کردیا تھا، ازسرنو بنانے کا مطالبہ کیا۔ استرابو (۱۳، ۶۲۴) کہتا ہے کہ اس نے "مقدس نیکے فوریوم کی تعمیر کی" لیکن اس سے صرف یہ بات ثابت ہوتا ہے کہ اسکی مرمت ہوئی ہوگی۔ استرابو پرگامم کی تاریخ سے کماحقہٗ واقف نہیں تھا۔ مقابلہ کرو میشکے "اضافہ جات تاریخ یومنیس دوم" Meisehke: Symbolæ ad. Eum II His am لائبزگ، سنہ ۱۸۹۲، خصوصاً ص ۴۲

باب ۱۲

کا قلعہ جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا، ایتھنز کے اکروپولس سے ذرا چھوٹا تھا
شاہی عہد کے ابتدا میں اس قلعہ کو ذرا جنوب کی طرف وسعت دی گئی اور
یومنیس کے عہد میں انہیں مزید اضافے ہوئے، جنکے آثار اس وقت تک باقی
ہیں۔ یومنیس کے عہد میں قلعہ شمال و مغرب سے جنوب مشرق کی طرف
تقریباً دو تہائی میل اور شمال و مشرق سے جنوب مغرب کی سمت میں
تقریباً نصف میل تھا۔ لیکن اس رقبہ سے باہر بھی متعدد مکانات، مندر
اور دوسری عمارتیں تھیں۔ زمانہ مابعد میں یعنی رومن اور بیزنطینی عہد میں
فصیلوں کا محیط دو مرتبہ کم کر دیا گیا، اور قربانگاہ زیوس کے جو مجسمے بر آمد
ہوئے ہیں وہ دراصل بیزنطینی فصیل کے تھے۔ اتالوسیوں کے زمانے
میں پرگامم کے زندگی عامہ کا مرکز اگورا تھا، جو پہاڑ کے ایک جنوبی
شاخ پر واقع تھا۔ اگورا کی جگہ دراصل دو بڑے بڑے چبوتروں پر تھی
جنمیں سے اوپر والا چبوترہ (جسمیں زیوس کی قربانگاہ سطح سمندر سے
۸۶۵ فٹ تھی) تہواروں کے لئے استعمال ہوتا تھا، اور دوسرے چبوترہ پر
(جو سطح سمندر سے ۸۲۵ فٹ اونچا تھا کاروبار انجام پاتا تھا۔ اس دوسرے
چبوترے کے مغربی حصے میں ایک چھوٹا سا بتخانہ تھا، جسے آجکل دیوی ہیرا
کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اگورا اور بت خانہ اتھینے میں، جس کا ابھی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اگر سیاسیات میں کاروباری طریقے کا رواج دیکھنا ہو تو پرگامم
کی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ پرگامم کے حکمرانوں نے روپیہ لیکر ایشیا کے یونانیوں کی حفاظت کی اور
ایتولیوں کے لئے ایک قلعہ بنایا۔ انھوں نے اپنا روپیہ لگا کر اجیروں کو اپنی فوج میں بھرتی کیا اور جنگی جہاز
بنائے اور ساتھ ہی اپنا روپیہ خرچ کر کے اور اپنے اقتدار کو کام میں لا کر انھوں نے امن و امان اور
تہذیب و تمدن کو فروغ دیا۔ لیکن فلیے تاروس کے تغلب کی وجہ سے انکے ماتھے پر جو کلنک
کا ٹیکا لگا ہوا تھا وہ آخری فرمانروا کے طرز عمل کی شکل میں رونما ہوا، جسنے بالکل ذاتی ملک کی
طرح اپنی تمام سلطنت رومنوں کو وصیت کر دی اور اسکی وجہ سے ایشیائے کوچک کو مصائب
و آلام کا شکار بنا دیا۔ دیکھو نیچے، باب ۲۵۔

باب ۲۱ تھوڑی دیر میں ذکر کیا جائے گا، تقریباً دو سو گز لمبا ایک چبوترہ تھا جس پر ناٹک کی تماشہ گاہ بنی ہوئی تھی۔ تماشہ بینوں کے نشستیں اوپر قلعہ کی جانب جاتی تھیں جو اگورا سے بالاتر تھا اور جس میں (اتھینے کا مقدس حرم شامل تھا۔ اس حرم کے شمال اور مشرق کے حدود پر بہت سی محرابیں تھیں اور جنوب و مغرب میں جہاں چٹان ختم ہوتی ہے، وہاں اس دیوی کا بت خانہ تھا جسکی پوجا کی ہر دلعزیزی سکوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ اگرچہ پرگامم کا نام اور اتھینے کے پوجا سے تروائے کے ساتھ ایک طرح کا تعلق ظاہر ہوتا ہے تاہم شہر کی بنیاد اسکلے پیوس کے پرستش سے شروع ہوئی جو اپیڈورس سے آکر یہاں مروج ہوئی تھی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اسکلے پیوم ذرا نیچے تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شائد شہر کے حصۂ زیریں اور حصۂ بالائی کا آغاز مختلف زمانوں میں ہوا ہوگا۔ اوپر والے حصے کے جن محرابوں کا ذکر کیا گیا ہے اُنکے درمیان مورچے تھے جنپر فتوحات کی یادگاری تمثیلیں تھیں جن میں سے بعض اسوقت تک محفوظ ہیں۔ شمالی دروازے کے عقب میں بہت سے کمرے تھے جنمیں شائد پرگامم کا مشہور کتب خانہ ہوگا۔ اپنے شباب کے زمانے میں پرگامم کا قصر شاہی اتھینے کے تبخانے کے شمال و مغرب میں ہوگا، اور سلطنت روما کے عہد ثانی میں ٹراجن کے نام کا ایک حرم وہاں بنایا گیا۔ میں یہاں شہر کے زیریں حصے کے ان عمارتوں کا بیان نہیں کروں گا جو رومنوں کے عہد میں مکمل ہوئی تھیں، لیکن ۱۶ فٹ چوڑا ضیافتی راستہ جو مغرب کی طرف تقریباً ½ میل تک ایک بُت کدے کو جاتا ہے جسے قریب کے ایک چشمے کی وجہ سے اسکلے پیوم سمجھا جاتا ہے، غالباً رومنوں سے پہلے کا ہے۔ پرگامم کے نزدیک بہت سے عظیم الجثہ تودے ہیں جن کے اندر کمرے بنے ہیں۔

اب یہاں کے مشہور و معروف قربان گاہ کی طرف آئیے اور ساتھ ہی ساتھ یہاں کے سنگ کاری کی طرف رخ کیجئے۔ اولمپیا کے قربان گاہ زیوس کیطرح یہ قربان گاہ بھی قربانی کے جانوروں کے راکھ سے بنی تھی، لیکن یہاں اس راکھ کا تودہ ایک چبوترے کے وسط میں تھا جو ۴۰ گز لمبی چوڑی اور

باب ۱۲

تقریباً ۱۶ فٹ اونچی تھی اور اسپر کو مغرب کی طرف سے سیڑھیاں جاتی تھیں۔ اس چبوترے کے ہر چہار طرف دیوتوں کا مشہور منبتی حاشیہ تھا جو ۹ فٹ اونچا تھا اور اسکے تین طرف ایک چھتہ تھا؛ اسپر بھی حاشیہ اور پرگامم کے افسانوں کی منبتی تصاویر بنی ہوئی تھیں لیکن یہ اس دوسرے حاشیہ سے ذرا چھوٹی تھیں۔

پرگامم کے سنگ کاری[۳] کیوجہ سے انیسویں صدی عیسوی میں دو مرتبہ یونانی فنون لطیفہ اور انکے ارتقا کی بابت ہمارے معلومات میں اضافہ ہوا ہے اوّل تو اسکے آغاز کے ثبوت اور اتالوس اول کے فنی شاہکاروں کے قدر و قیمت کی وجہ سے اور دوسرے سنہ ۱۸۷۸ء اور اسکے بعد پرگامم میں خود پرگامم میں قربانگاہ والی منبتوں کے انکشاف کی وجہ سے۔

---

[۳] پرگامم کے سنگ کاری کے لئے دیکھو ٹرینڈلین برگ کے اوپر والے مضمون میں جن تصانیف کا حوالہ دیا ہوا ہے (ص ۱۲۵)؛ اس کا مختصر حال کیکولے؛ بیڈیکر یونان Kekule. Baed. Griechenl ص cxi وغیرہ میں درج ہے۔

قدیم تذکرے، پلینی ۳۴، ۸۴ (اتالوس اول و یومینیس ۲)؛ پوسانیاس ۱، ۲۵، ۲۔

جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے، یہ خیال رکھا جائے کہ سنہ ۱۹۰ ق م میں یومینیس کے غالویوں سے تعلقات جاری تھے، اور اس نے (دیودوروس ۳۱، ۳۴ کے مطابق) سنہ ۱۶۶ میں انہیں شکست دی تھی۔ اتالوس اول نے غالویوں پر جو غلبہ حاصل کیا اسے آجکل اس بیان کو ملحوظ رکھ کر اتنی اہمیت نہیں دیجاتی جتنی کا وہ مستحق ہے۔ سب سے اہم امر یہ تھا کہ غالوی خود اپنے ملک میں محدود رہیں اور اس نے یقیناً یہ کر دکھایا۔ کہا جاتا ہے کہ محض غالویوں پر غلبہ حاصل کرنے سے وہ شاہی خطاب کا مستحق نہیں ہو سکتا تھا لیکن اس نے شاہی خطاب ضرور اختیار کیا۔ لوگوں کا شیوہ ہے کہ جب اپنے خیال کے بموجب انہیں فتوحات حاصل ہوں یا جب وہ دوسروں پر یہ اثر ڈالنا چاہیں کہ انہیں کامیابی ہوئی ہے اسوقت وہ اپنے کارناموں کو منایا کرتے ہیں۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اتالوس اول کی بجائے یومینیس دوم نے غالویوں کو فتح کیا، دیودوروس کا ایک مقولہ (۳۱، ۱۴) پیش کیا جاتا ہے کہ اس نے غالطی قوم کو اپنے قبضے میں کر لیا (پولیبیئس، ۱۲۲۱)؛ لیکن یہ واقعہ پر مبنی نہیں ہے اسلئے کہ

باب ۲۱

ہمیں پلینی اور پئوسانیاس کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اٹالوس نے غالویوں پر جو فتوحات انھیں حاصل ہوئیں انکی یادگاریں قائم کرنے کے لئے مجسمہ ساز مقرر کئے۔ پلینی کہتا ہے کہ اٹالوس و یومینیس نے غالویوں سے جنگوں کے تانبے کے یادگاری مجسمے بنانے کے لئے چار کاریگروں کو نوکر رکھا؛ پئوسانیاس کہتا ہے کہ اٹالوس نے چند چڑھاوے ایتھنز کے اکروپولس میں معنون کئے جن میں دیوؤں، امیزنوں اور ایرانیوں کی ایتھنزیوں کے ہاتھ اور میزیہ میں غالویوں کی شکستیں تین تین فٹ کے قریب لانبے مجسموں میں دکھائی گئی تھیں، لیکن وہ یہ نہیں کہتا کہ یہ مجسمے کس دھات سے بنائے گئے تھے۔ نبی Nibby نے اسبات کا انکشاف کیا ہے کہ کاپی تول کے نوادرخانہ میں مرتے ہوئے نام نہاد شمشیر باز کا جو بت ہے اس سے دراصل مرتا ہوا غالوی مراد ہے، اور روشیت Rochette نے یہ طے کردیا ہے کہ والودو ویسی والے مجموعے موسومہ "آریہ و پئےتوس" میں دراصل غالویوں کی شبیہیں ہیں، اور برون Brunn نے اس سے پہلے ہی ان سب شاہکاروں کو پرگامم کے ساتھ منسوب کردیا تھا لیکن اسکے بعد برون نے یہ دریافت کیا کہ سنگ مرمر کے بہت سے مجسموں کو جو وینس، نیپلز اور روما کے جیسے مجموعوں میں منتشر ہیں، دراصل ایتھنز والے پرگامم کے چڑھاوؤں کی نقلیں سمجھنا چاہئے۔ یہ بالکل ممکن ہے بلکہ اغلب ہے کہ کاپی تول اور والودو ویسی والے مجسمے ان تانبے کی مورتوں کی نقلیں ہوں جو پلینی کے قول کے بموجب پرگامم میں تھیں۔ چھوٹی شبیہیں جنہیں جھکے ہوئے، مرتے ہوئے یا مردہ دیو، امیزن اور ایرانی دکھائے گئے تھے وہ شائد زوردار

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ غالطی برابر آزاد رہے۔ سچ ہے کہ دونوں حکمراں بیکار تفاخر وتکابر کے مرض میں مبتلا تھے، لیکن اٹالوس نے یومینیس سے تھوڑا بہت زیادہ ہی کر دکھایا۔

پئوسانیاس ۵، ۱۳، میں قربانگاہ کا کچھ یوں ہی سا ذکر ہے؛ اسکا مفصل بیان اپنے لیوس میں ملے گا۔

مجسموں کی ذرا کمزور سی نقلیں ہوں؛ لیکن ہمارے نزدیک مرتا ہوا غالوی اور لوڈوِیسی مجموعہ ان عظیم ترین فنی شاہکاروں میں سے ہیں جو قدما ہمارے لئے چھوڑ گئے ہیں۔ دونوں سے دلپر ایک خاص اثر ہوتا ہے اسلئے کہ ایک طرف تو انکا موضوع ہی دلکش ہے اور دوسرے فاتحوں نے اپنی فنی مہارت کو کام میں لاکر مفتوح کی شبیہیں کچھ ایسے شریفانہ انداز سے بنائی ہیں کہ خود بخود دلپر ایک خاص اثر پڑتا ہے۔

قربان گاہ کے عظیم الشان حاشیہ سے زمانہ مابعد کے پرگامم کے فنون کی ایک بالکل جدید اور تحیر آمیز جھلک ہماری نگاہ کے سامنے آتی ہے۔ ان منبتوں میں تیزی کے ساتھ حرکت کرتے ہوئے اجسام دکھانے کی کوشش کی گئی ہے اور انمیں ایک ناٹک کی کیفیت اور بیحد توانائی نمایاں ہے۔ پہلے زمانے کے منبتیں تو ایک مسلسل حاشیے میں محدود کردیجاتی تھیں اور جو مدارج ہوتے تھے وہ گویا نقشے ہی میں سے کاٹ دیئے جاتے تھے۔ قربانگاہ کے پیندے کے چاروں طرف دیووں کا حاشیہ ہے اور اس سے تحت الثریٰ کے واسیوں کو دکھایا گیا ہے؛ انکے اوپر قربانی کا دھواں آسمان کی طرف جاتا ہوا نظر آتا ہے۔ ہم یہاں دیوؤں کو آسمان پر حملہ کرتے ہوئے نہیں دیکھتے بلکہ خود معبود زمین پر آتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو انکے گھروں میں پاکر انکا بیخ ناس کردیتے ہیں۔ تنوع کے خیال سے ان دیووں کے اجسام کی ہر ممکن ہیئت ظاہر کی گئی ہے؛ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ دیو بدصورت نہیں اور انکی شکلیں مضحکہ خیز ہرگز نہیں۔ اس حاشیہ میں ذہنی اظہار کے بہت کم آثار ملتے ہیں، لیکن اسکی امید بھی تو نہیں تھی۔ ہم تمام حاشیہ کے مجموعی اثر کو خارجی ہی کہہ سکتے ہیں، لیکن انفرادی مجسمے تو سنگ کاری کے بہترین نمونوں میں سے سمجھنے چاہئیں۔ چھوٹا حاشیہ اس سے بالکل مختلف ہے بلکہ وہ اس سے زیادہ خوشنما بھی ہے اور اسمیں کہیں کہیں مستزاد موریتوں سے جگہ بھردی گئی ہے۔

پرگامم کے سکے نفیس ہیں لیکن انمیں زیادہ تنوع نہیں پایا جاتا۔ انمیں میں

باب ۲۱

ہم کستوفوری سکوں کا شمار کرینگے لیکن یہ تقریباً ہمیشہ ہم شکل ہوتے ہیں۔ پرگامم کے فنون لطیفہ کا اثر میرنا کے پچی تہٹی کے مورتوں سے بھی

ا۔ پرگامم کے سکے۔ امہوف بلومر: پرگامم کے خاندان شاہی کے سکے Pergamon Im hoof-Bluner Die Macnzen der Dynas. tie von اکاڈمی برلن ۱۸۸۴ء؛ ہیڈ ۴۵۹ وغیرہ؛ فہرست سکہ جات نوادرخانہ برطانیہ؛ میزیہ؛ مؤلفہ ورتھ Wreth لندن ۱۸۹۲ء)۔ پرگامم نے ابتدا ہی سے بلدی سکے ڈھالنے شروع کر دیئے تھے؛ دیکھو فہرست سکہ جات نوادرخانہ برطانیہ صہ ۱۱/۱۲ (اپولو واتھینے کی پوجا) و صہ XXIX فلےتارُوس نے ایکائی چہ درہمیاں ڈھلوائیں جنپر سیدھی طرف سلیوکوس کا سر تھا اور الٹی جانب نشستہ پالاس؛ یہاں اس لئے دراصل لیزی ماخوس کی نقل کی تھی لیکن لیزی ماخوس کے سکوں پر ڈھال معبودہ کے پیچھے رکھی نظر آتی ہے۔ علاوہ یومنیس دوم کے باقی یومنیس اول اور اسکے جانشینوں نے چہ درہمیاں بنوائیں اسکے سیدھی طرف فلےتارُوس کا سر اور دوسری جانب نشستہ پالاس ہے؛ لیکن یومنیس دوم (سنہ ۱۹۷/۱۵۹ ق م) کے سکوں کے ایک طرف خود اسکی شبیہ اور دوسری جانب دیوسکوری یا کبیری کی مورتیں بنی ہیں۔ گیبلر (: ”اریتھرائے“) Gaebler:Eryt e ا(صہ ۱۵/۱۲) کا رجحان یہ ہے کہ یہ فلےتارُوس کے سر والے سکے دراصل اتالوس اوّل کے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اتالوس اول تک تبدیلی کی کوئی قطعی وجہ سمجھ میں نہیں آتی لیکن اگر یہ واقعہ ہے کہ یومنیس اوّل نے انطاکوس کو سارڈس میں شکست دی (استرابو ۱۳، ۴، ۲، ۶۲۴) تو پھر یہ بات بالکل سمجھ میں آتی ہے کہ اس نے کیوں مغلوب حکمراں کے سر کو سکوں سے نکال دیا ہوگا۔

کستوفوری۔ تقریباً سنہ ۲۰۰ ق م میں ایک جدید سکہ یعنی کستوفوروس افیسوس میں ڈھالا گیا اور یہ اسقدر مقبول ہوا کہ بہت جلد اسکا چلن تمام مغربی ایشیائے کوچک میں ہو گیا، اسکا نام کستوفوروس اسوجہ سے پڑ گیا کہ اسپر ایک ”کستا“ یا صندوق کی شکل بنی ہوئی تھی جو رازہائے باکھوس میں استعمال ہوتا تھا، اور اسمیں دراصل اس افسانے کا حوالہ دیا ہوا تھا کہ کیبیلے نے باکھوس کو چند خاص مذہبی رسوم سکھائے تھے جنکے دوران میں مختلف صندوقوں سے سانپ نکل کر رینگنے لگے؛ روشر: ”قاموس“ Recher: Lex. ۱، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷۔ یہ صندوق ان سکوں پر بنا ہوا تھا۔ یہ کستوفوری بھاری رھوڈزی ۱۹۰ گرین کی چہ درہمیاں ہیں (ہیڈ ۴۶۱) یا یوں کہئے کہ اٹیکائی سہ درہمیوں یا اگینوی دو درہمیوں کی برابر ہیں۔ بہت جلد یہ پرگامم میں اور اسکے بعد

ظاہر ہوتا ہے اور سمرنا کے بعض مورتیوں میں لی سپوس کے فن کو نقل کیا گیا ہے[5]۔
لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئیے کہ پرگامم میں صرف فنی شاہکار ہی نہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ رومن صوبہ ایشیا میں مروج ہوگئیں اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سنہ ۱۳۰ ق م کے بعد انھوں نے ان اسکندری سکوں کو، جو سنہ ۱۹۰ ق م سے مروج تھے، بازار سے نکال دیا۔ (دیکھو اوپر؛ باب، ۱، حاشیہ ۸) ۔ انکی سیدھی طرف ایک صندوق اور ایک گھیرے میں سانپ بنا ہے اور الٹی طرف ایک ترکش ہے جسکے چاروں طرف سانپ لپٹے ہوئے ہیں۔ یہ کستوفوری پاریوم اور رائی تیوم، پرگامم، سمرنا، ایفی سوس، تھیاتھیرا، ساردس، ترالیس، لاودیکیہ بمکاں لکیہ، اپامیہ کبوطس، اور جہاں تہاں کریٹ کے شہروں میں ڈھالے جاتے تھے۔ ان ٹکسالوں کے نام سکوں پر طغرا میں دئیے ہوئے ہیں۔ یہ سکے گویا بین الاقوامی تجارتی سکوں کا کام دیتے تھے اور ایشیائے کوچک کے بڑے بڑے تجارتی مرکزوں میں ڈھالے جاتے تھے۔ ابتدا میں اسکندری سکے اور کستوفوری دوش بدوش مروج رہے اسلئے کہ یہ دونوں بعض مرتبہ ساتھ ساتھ ڈھلتے تھے۔ ہیڈ نے (لندن سنہ ۱۸۹۰ء و فہرست سکہ جات نوادر خانہ برطانیہ، ایونیہ، لندن سنہ ۱۸۹۲ء) ان سکوں کا شمار کیا ہے جو ایفی سوس میں بنائے جاتے تھے؛ فہو ہذا: (۱) اٹیکائی معیار کے درہم جن پر ایفی سوسی شبیہیں ہیں؛ (۲) اسکندری چودرہمیاں؛ میولر (۳) فلے تے روسی چودرہمیاں؛ (۴) کستوفوری؛ رھوڈوزی معیار کے چودرہمیاں، دودرہمیاں اور درہم؛ ایونیہ، ص ۶۱/۹۴ تصاویر ۱۱ و ۱۲۔ اس طرح ہر قسم کے ضروریات پوری ہو سکتی تھیں۔ ایفی سوس کے لئے دیکھو اوپر، باب ۵، حاشیہ ۱۲۔

[5] میرینہ کے پختہ مٹی والے مورتیوں کے لئے دیکھو پوتئے، رائناش و ویریئیز کی نفیس کتاب Pottier, Reinach and Veyries I N cropole de My· میرینہ کا قبرستان پیرس سنہ ۱۸۹۰ء اور مختصر بیان پوتئے کی کتاب زمانہ قدیمہ کے پختہ مٹی والے مجسمے statuettes derre cmte dan l antip te پیرس سنہ ۱۸۹۰ء ص ۱۵۵/۱۹۹ خصوصاً ۸۱ وغیرہ نمالطی مورتیاں بھی ملی ہیں۔

باب ۲۱

بلکہ اسکا زمینی نقشہ اور اسکی ظاہری شکل سب کا سب اس حیثیت سے ایک فنی شاہکار تھا جسکا اشارہ باب ماقبل کے حاشیہ ۲۰ میں کیا گیا ہے؛ وہ گویا خوش اسلوبی اور تنظیم بندش کا ایک نمونہ تھا اور اس سے کمال دلکشی ظاہر ہوتی تھی[۲۶] ایشیائے کوچک کے دوسرے شہروں نے بھی پرگامم کی طرح زمین کی اونچائی نیچائی کو خوبصورتی سے کام میں لاکر ہر چہار طرف کی آبادی کی نظریں اپنی طرف کرلی تھیں اور اپنی آبادی کو کچھ اس طرح سے منتشر کرلیا تھا کہ شہر سے دیہات اور دیہات سے شہر کی طرف مختلف مقامات سے دیکھنے سے مختلف النوع مناظر

---

[۲۶] شہر "نظم مکانی"۔ ہرشس فیلڈ، ریمزے، ہیڈرسین اور راوے نے متعدد بار عمرانات پرگامم کے آباد کئے ہوئے شہروں کے خصائص پر قلم اٹھایا ہے۔ نوآبادیات قائم کرتے وقت قدما کے نظر کے سامنے جو اصول رہتے تھے انہیں ہرشس فیلڈ نے اپنے رسالہ موسومہ "انواع نوآبادیات یونان" Hioschfield: Zur Typologie Griechischer Ansiedlungen، تحقیقاتی رسالہ موسومہ کرتیوس Abhandlungen E. Curtius Gewidmet برلن سنہ ۱۸۸۴ء؛ ارتقائے اصول بلدی Entvick des Stadtbildes جریدۂ انجمن جغرافیہ Zertsch: des Gesellsch fuer Erd-Kunde سنہ ۱۹۱۳ء۔ ہم تین ازمنہ کو ایک دوسرے سے ممتاز کرسکتے ہیں؛ پہلے عہد میں تو شہر کا محل وقوع کے زبردست ہونے کی ضرورت ہے، دوسرے میں شہر تجارت کے لئے موزوں ہونا چاہئے اور تیسرے میں اس میں سکونت کے لئے کافی آسانیاں ہونی چاہئیں پہلے عہد سے دوسرے عہد میں طویل دیواروں کے ذریعے سے ارتقا ہوتا ہے۔ ایشیائے کوچک کے قدیم ترین شہر پہاڑوں کی چوٹیوں پر واقع تھے، لیکن جونہی رسل ورسائل میں زیادتی ہوئی ویسے ہی انہیں میدانوں میں منتقل کردیا گیا۔ پرگامم کے شہروں میں آسانی اور سہولت کا بڑا لحاظ کیا جاتا ہے جب کبھی کسی شہر کی جگہ کسی دوسری جگہ آبادی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو انکو اس مقام سے ذرا دور ایسی جگہ آباد کیا جاتا ہے جو رسل و رسائل کے لئے زیادہ موزوں ہو۔ شہروں کیلئے منفصلۂ ذیل شقیں مناسب ہیں:۔ (۱) پرانے شہر (۲) جن شہروں کو سلیوکیوں نے آباد کیا تھا (۳) وہ شہر جنہیں شاہان پرگامم نے آباد کیا۔ نئے شہر جو پرانے شہروں کے قریب واقع تھے:۔ لاؤدیکیہ بہ لکس لیکیہ جو کولوسائے سے ذرا دور تھا

باب ۲۱

سامنے آجاتے تھے۔ اسی نوع کا شہر ایگئے تھا، جو برگامم ہی کے قبضہ میں تھا اور جسکی وجہ سے ہرموس و کیکوس کا درمیانی راستہ محفوظ

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ۔ اپامیہ کیلانائے کے قریب، انطاکیہ بدریائے اور نتیمیس انتی گونیہ کے قریب؛ سمرنا اور ایفی سوس بھی نئے محل وقوع کو منتقل کر دیئے گئے وہ شہر جنہیں برگامم کے حکمرانوں کے سلیوکی یا قدیم تر شہروں کے قریب آباد کیا تھا حسب ذیل تھے: اپولونیہ و استراتونیکیہ، انجراسا کے قریب وادی کئیکوس میں (دیکھو اوپر باب ۱۲ حاشیہ ۷)، ریمزے: "ایشیائے کوچک" ۱۲۶؛ اتالیہ، تھیاترا کے قریب، ریمزے ۱۲۷؛ دیونی سوپولس، قریب بلیندوس بالائی وادی میاندر میں؛ یومی نیہ پلیتائے کے قریب (باب ۱۳، حاشیہ ۷)؛ اپولونیہ بملک تیبی دیہ قریب سلیوکیہ، ریمزے ۴۴۔ ریمزے ۸۶ کے بموجب یومی نیہ، دیونی سوپولس اور فلاڈیلفیہ ذرا ڈھال پر تھے، اور چونکہ لی سیاس و فلولے لیوم اسی قسم کے محل وقوع پر تھے اسلئے ریمزے انہیں برگامم کے متعلق ہی سمجھتا ہے۔ لی سیاس کے لئے دیکھو اوپر باب ۱۲، حاشیہ ۷۔ زمانہ مابعد میں جب مسلمانوں نے ان حصوں پر حملہ کیا ہے تو اسوقت بھی انھوں نے انھی چٹانوں کو اپنے قلعوں کیلئے منتخب کیا، چنانچہ اسی شق میں اقیوم قراحصار بھی آتا ہے جس کا ذکر باب ۱۳ حاشیہ ۷ میں کیا گیا ہے اگر اوپر کے بیان کے بموجب سلیوکی اور برگامی حکمران اپنی سلطنت کے شہروں کے محلات وقوع کو ایسا اہم نہیں سمجھتے تھے تو اس کا ایک دوسرا سبب یہ تھا کہ مضبوط شہر حسب دلخواہ انکے مطیع و منقاد ثابت نہیں ہوئے۔ انکے لئے یہ کافی تھا کہ بس شہر برگامم ناقابل تسخیر رہے۔ بہت سے شہروں میں یونانی صرف اسلئے آباد کئے گئے تھے کہ قرب وجوار کے مقدونی شہروں کو قابو میں رکھ سکیں۔

میں نے مختلف شہروں کی شمار میں رادے کی سنویت کا اتباع کیا ہے (ص۵۷ وغیرہ):

(۱) عہد فلے تائیروس یا یومینیس اول جنکے زمانے میں وہ برگامم کے نوشتوں میں ظاہر ہوتے ہیں: فلے تائریہ جو زنجیرہ ایدا پر واقع ہے، ۱۰ اور اتالیہ بملک لیدیہ، جسے (St. B. کے رائے کے مطابق) پہلے اگرویرا یا الوئیرا کہتے تھے؛ Str. ۱۳، ۶۰۷؛ یہ تھیاتیرا کے قریب تھا اور اسکا موجودہ نام شاہدروک قلعہ ہے؛ مقابلہ کرو رادے: "لیدیہ" ۳۱۹ وغیرہ؛ نوآبادیات Decoloniis ۱۴؛ کیمپرٹ: "ایشیائے کوچک" ۸؛ نقشہ رادے میں؛ ہیڈ ۸۰۴؛ "سکہ جات سلطنت"

باب ۲۱ ہوجاتا تھا۔ حال میں مختلف سیاحوں، مثلاً لنکورونسکی نے جنوبی ایشیائے کوچک میں سفر کرکے جو دلچسپ مرقع ہمارے لئے بہم پہونچائے ہیں ان سے ہیں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ (۲) اتالوس اول (۲۴۱ ـ ۱۹۷ سنہ ق م): گرگی تھے منبع کئے کوس؛ استرابو ۱۳، ۶۴۶؛ غالباً اس مقام کے قریب جہاں اتالوس نے غالطیوں کو شکست دی؛ راوے: "لیدیہ" ۳۰۵؛ "نوآبادیات" ۱۴؛ راوے کا نقشہ؛ اسکے نزدیک = غلمیہ۔ دیونی سوپوس بدریائے میاندر؛ St. B. h. v. کے بموجب یہ شہر اتالوس و یومنیس نے اس جگہ آباد کیا تھا جہاں انھیں دیونی سوس کا ایک چوبی بت پڑا ملا تھا؛ راوے ۲۹؛ حالیہ اورتاکوئی؛ کیپرٹ ۹؛ راوے کا نقشہ؛ ہیڈ ۵۶۲؛ دوسری اور پہلی صدی ق م اور سلطنت روما کے زمانے کے سکے۔

(۳) یومنیس دوم (۱۹۷ ـ ۱۵۹ سنہ ق م) کے ساتھ راوے حسب ذیل شہر منسوب کرتا ہے: اپولونیہ بملک پسی دیہ؛ حالیہ اولوبرلو؛ راوے ۳۸؛ مقابلہ کرو پاؤلی ۱، ۲، ۱۳۰۸؛ اسٹریٹ (مہم وُلف) کو یہاں بہت سے نوشتے ملے؛ دیکھو اسٹریٹ (Sterrett) کا نقشہ، کیپرٹ ۹؛ ہیڈ ۵۲۱۔ بزنطینی عہد میں سوزوپولس؛ ریہڑے = "فیسیائے کوچک"۔ (۴) منیترو پولس بملک افروجیہ، درمیان اپامیہ و سینادا؛ حالیہ تاتارلی؛ کیپرٹ ۹؛ نقشہ راوے میں، ۳۹۔ مقابلہ کرو ہیڈ ۵۶۶، جہاں اسی نام کے چار مقامات دیئے ہوئے ہیں، جنمیں سے دو افروجیہ میں ہیں اور ایک لیدیہ میں۔ میترو پولس کے شمال و مغرب میں یوکارپیہ دریائے گلاؤکوس کے قریب؛ مقابلہ کرو راوے: "لیدیہ" ۳۲۴ و ۳۲۵، اور ح ۱۸ افروجی پنتاپولس کے لئے جسمیں یوکارپیہ، ہیرو پولس، اوتروس، ستکتوریوم اور برونزوس شامل تھے۔ نقشہ جات کیپرٹ ۹، و راوے۔ اس کے مشرق میں فلومیلیوم؛ پاؤلی ۵، ۱۵۲۴؛ راوے، ۴۱؛ ہیڈ ۵۶۸؛ سکہ جات سلطنت روما؛ حالیہ آک شہر۔ ۱۶۰ سنہ ق م کے ایک نوشتے میں اپولونس کا ذکر ہے؛ راوے، ۵، جو فرض کرلیتا ہے کہ ۱۵۹ سنہ ق م میں جب یومنیس دوم نے اپنی بیوی کے نام پر ستراتونی کیہ آباد کرچکا تو اسکے بعد اس نے ماں کے نام پر یہ شہر آباد کیا۔ اپولونس؛ راوے ۱۶، محل وقوع قریب پالاموت، تھیاتیرا کے مغرب میں۔ شنہارٹ کہتا ہے کہ اپولونس اور نوشتوں والا دوبلی دیہ ایک ہی شہر کے دو نام ہیں، لیکن راوے اس سے متفق نہیں ہے؛ ہیڈ ۵۴۸؛ سکہ جات سلطنت؛ کیپرٹ ۸، راوے کا نقشہ۔ اپولونس کے ذریعے سے ہیرکانیہ کے میدان کو (جہاں مقدونوی آباد تھے) قابو میں رکھا جاتا تھا۔ استراتونیکیہ بدریائے کیئکوس؛

باب ۲۱ پہلے اتالوسیوں کے مقبوضات میں سے بعید ترین شہر یعنی اتالیہ ملک پمفیلیہ کے متعلق پہلے سے کہیں زیادہ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اسکندریہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ — راوے ۱۳؛ سب سے پہلے سنہ ۱۲۹ ق م میں اسکا ذکر ہے (اوزوریوس ۵٬۱۰)؛ حالیہ سلیرک؛ کیبرٹ ۵؛ راوے کا نقشہ۔ یومینیہ بلاک کاریہ؛ St. B.؛ راوے ۲۷؛ محل وقوع نامعلوم۔

(۴) اتالوس دوم" فلادلفوس (سنہ ۱۵۹ تا ۱۳۸ ق م)؛ پہلے نوپوس؛ مقابلہ کرو ڈروائسن ۳، ۲، ۳۲۵ — ایولونیہ، میزیہ میں دریائے رھین داکوس کے قریب اس جھیل پر جسکا نام پہلے تو ارتی نیہ تھا لیکن اتالوس دوم نے اس کا نام بدل کر اپنی ماں کے نام پر جھیل ایولونیہ رکھدیا۔ اسی لئے راوے (۱۱) کا خیال ہے کہ اس شہر کا نام بھی اسی جہت سے ایولونیہ رکھا گیا ہوگا۔ حالیہ ابوالیونت۔ اگر وہ سکے جو سکس اور اسکے بعد دوسرے مولفوں نے ذیل فہرست نوادر خانہ برطانیہ (میزیہ) ص ۸ میں اس کے ساتھ منسوب کئے گئے ہیں واقعی اسی کے ہیں تو پھر ہم یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہونگے کہ ایولونیہ کا نام قدیم تر تھا۔ ہیڈ، ۷۴۴؛ لیبار انساکش؛ تصاویر ۴۵/۴۹ — فلادلفیہ؛ ڈروائسن ۳، ۲، ۲۷۶؛ راوے، ۲۰۔ حالیہ اعلیٰ شہر؛ زنجیرۂ تمولوس کے شمال و مغربی ڈھلاؤ پر۔ اکثر زلزلے آتے رہتے ہیں۔ ہیڈ ۵۵۲؛ دوسری اور پہلی صدی ق م کے خود مختارانہ تانبے کے سکے؛ کیپرٹ ۸؛ راوے کا نقشہ۔ کرتیوس: تتمہ رسالہ تاریخ وجغرافیہ ایشیائے کوچک" Curtius: Nachtrag Zu den Beitr. Zur Geschichte und Topog اکاڈمی برلن، سنہ ۱۸۷۲ء۔ فلادلفیہ کے ذریعے سے ان مقدونیوں کی نگرانی کیجاتی تھی جو ساردس میں رہتے تھے۔ یہ شہر تاریخ میں اسلئے مشہور ہے کہ درانحالیکہ ترکوں نے تمام ایشیائے کوچک فتح کرلیا تھا، یہ برابر مدافعت کرتا رہا اور سنہ ۱۳۹۰ء تک حملہ آوروں کی اطاعت نہیں کی۔ یہ خیال کہ فلادلفیہ کو مصریوں نے آباد کیا ہوگا، جسے ڈروائسن نے کافی اہمیت دی ہے، اسکا اصل سبب یہ ہے کہ پرگامم والے بادشاہ اور بطلیموس فلادلفوس کے مابین خلط مبحث کردیا گیا ہے۔ یومی نیہ بلاک افروجیہ؛ راوے ۳۱؛ حالیہ اشکلی بدریائے گلاؤکوس؛ کیپرٹ ۹؛ راوے کا نقشہ؛ ہیڈ ۵۶۲؛ دوسری اور پہلی صدی ق م کے تانبے کے سکے۔ ہیڈ کہتا ہے کہ "یہاں سے سکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے باشندے اکائیائی النسل ہونے کے مدعی تھے"۔ اتالیہ

باب ۲۱ اور انطاکیہ کی طرح پمفیلیہ کے شہروں میں بھی محراب دار سڑکیں نکلی ہیں۔ اتالوسیوں نے بلدی زندگی کو فروغ دیا اور اسمیں رہ لیزی ماخوس

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - بلاک پمفیلیہ؛ دیکھو نیچے؛ راوے ۳۴؛ ہیڈ ۵۸۳؛ دوسری صدی قم سے سکے ڈھالے جاتے ہیں۔ ترمےسوس واوے نوانده؛ یہاں کے قلعوں کے طرز تعمیر کے لئے راوے ۳۴۔ یہاں میں اسکا اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ اتارنیوس کے شمال میں یعنی ملک میزیہ ایک مقام تھا جسے بعض مورخ اتالیہ کہتے ہیں اسکا اصلی نام اتائیہ تھا (جسکا ماخذ آتیس ہے)؛ مقابلہ کرو فرنیکل، صـ ۱۴۶۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ پرگامم کے شہروں میں اکثر اپولو کا حوالہ ملتا ہے؛ اسکی وجہ یہ ہے کہ اتالوس اوّل کی بیوی کا نام اپولونیہ تھا؛ لیکن ممکن ہے کہ اسکی وجہ یہ بھی ہو کہ اپولو کی پوجا کرنے کے باوجود سلیوکیوں نے کسی شہر کا نام اسکے نام پر نہیں رکھا تھا اسلئے ممکن ہے کہ پرگامم والوں نے انکی مخالفت میں یہ نام رکھے ہوں۔ شہروں کے اندرونی حالت کے لحاظ سے ایئے گئے (جسکا موجودہ نام نمرود قلعہ سی ہے)، دلچسپ ہے؛ مقابلہ کرو بون: "قدیمیات ایئے گئے" Bohn: Alterthuemer von Aigai برلن سنہ ۱۸۸۹ء (سالنامہ انجمن آثاریات کا تتمہ ۲ Erganzungsheft II Jahrb d. arch Instit ‏پرگامم کے شمال مغرب میں ایک اور شہر؛ "ہفتہ وار جریدۂ انجمن لسانیات برلن" Berl. Phil. Woch. سنہ ۱۸۸۶ء صـ ۵۱۵ پمفیلیہ کے شہروں کے لئے دیکھو لانکورونسکی: "بلدیات پمفیلیہ و پسیدیہ" Lanckoronski: Staedte Pamphylieus und Pisidiens جلد ۱، وائنا سنہ ۱۸۹۰ء مع بہت سی تصاویر کے؛ اس کتاب کا حکیماتی حصہ اکثر و بیشتر پیٹرسین کے قلم سے ہے۔ دیکھو یادداشت گ۔ ہرشفیلڈ جو برلن کے "ہفتہ وار جریدۂ لسانیات" Berl. Phil. Woch. سنہ ۱۸۹۰ء شمارہ ۵ بہ ۶ میں طبع ہوئی ہے۔ اتالیہ؛ نہایت خوش آیند بندرگاہ؛ شہر ساحل کے قریب ایک پہاڑی پر آباد تھا۔ پیٹرسین کہتا ہے کہ تیل می سوس سے لیکر (جو رھوڈز کے مقابل ایک بندرگاہ ہے) اوے نوانده و ترمیسوس ہوتے ہوئے اتالیہ تک تمام ملک پرگامم کا مقبوضہ تھا۔ پرگے میں دو محرابوں والی سڑکیں ممتاز تھیں جو ایک دوسرے کو زاویۂ قایمہ پر کاٹتی تھیں۔ سلیون ایک سطح مرتفع پر واقع تھا؛ یہاں دیسی زبان میں چند کتبے نکلے ہیں جو سمجھ میں نہیں آتے؛ ربول: "کتبات قدیمہ" Rœhl: Inscr. Antiquiss" ۱۴۱ - اسپندوس؛ بہت بڑی تماشہ گاہ؛

باب ۲۱

کے قدم بقدم چلے، جسکے روپیہ سے فلے تائروس نے اپنا کاروبار لگایا تھا۔ بلاشبہ لیزی ماخوس نے ایکدفعہ فلسفیوں کو ملک بدر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ اسکندریہ میں ایک سڑک اسپندیا تھی۔ اجیر سپاہیوں کا ذکر کرتے ہوئے پمفلیہ والے کے لئے "اسپندوسی" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید پمفلیہ والے اجیر سپاہی اسی سڑک میں رہتے ہونگے (زنیوفون: "اقدام" ۱، ۲، ۱۲؛ کورنے لیوس نیپوس ۸)۔ جیسے اسپندوس اجیر سپاہیوں کے لئے مشہور تھا اسی طرح ساحل سمندر کے ساحل پر شہر سیدے میں (جو ایک تنگ ناقص جزیرہ نما پر آباد تھا) بحری قزاقوں کا بازار تھا۔ یہاں دو بڑی ایک چھوٹی محراب دار سڑکیں تھیں۔ محراب دار سڑکیں اب بھی شامی شہروں اور سلیوکیہ بدریائے کالی کادنوس اور سولی پومپیوپولس میں نظر آتی ہیں۔ اتالوسیوں اور سیلگے کے مابین جھگڑا؛ فرنیکل ۲۵۔ بالائی رھین داکوس کا شہر ایزانوئی قابل لحاظ تھا (جفدیر حصار کے قریب کھنڈر، کیپرٹ ۶؛ وادی کا نقشہ، اسکی تفصیل لیباس کی کتاب "سفرنامہ اثاریاتی"، Lebas: Voyage archeol.، اشاعت رائناش، پیرس ۱۸۸۸ء میں) یہاں اسی بعید پہاڑی وادی میں ایشیائی طرز کی ایک قدیم مذہبی راجدھانی تھی؛ ہیڈ ۵۵۶؛ سکہ جات سلطنت روما۔

علاوہ خوشنمائی کے ایشیائے کوچک کے شہروں میں ایک اور خصوصیت تھی جو انکے حسن کو دوبالا کرتی تھی، وہ یہ یہاں فنی شاہکاروں کے انتشار کے لئے کافی موقع تھا اور اس سے انہیں ایک خاص امتیاز پیدا ہو جاتا تھا۔ علی العموم لوگ اس بات کا کافی اندازہ نہیں کرتے کہ ایتھنز کے اکروپولس میں بہت سے مجسمے نہایت مختصر مقام پر یکجا رکھے تھے جنکی وجہ سے انفرادی شاہکاروں کی آب وتاب ماند ہو جاتی تھی، اور یہی کیفیت روما کے فورم اور اسکے تہخانوں اور محرابوں کی تھی۔ یہ مابعد سکندری دور کی خصوصیت تھی کہ مختلف ایوان اور مجسموں کو کمال خوبی کے ساتھ منتشر کرنے کا انتظام کیا گیا اور اسی مناسبت سے محل وقوع منتخب کیا گیا۔ مثال کی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آجکل جس چیز کا مطالبہ کرنے کے ہم عادی ہوگئے ہیں، یعنی ایک ایسا پس منظر جسمیں کوئی فنی شاہکار ممتاز طور پر کھڑا ہوا معلوم ہو، وہ چیز ایتھنز کے اکروپولس میں موجود نہ تھی، بلکہ یہاں ایک بت کے آگے دوسرا کھڑا تھا اور ایک پر توجہ مرکوز ہونے کے بجائے چہار طرف منتشر ہوتی رہتی تھی۔ اسکی کیفیت بالکل ایسی تھی جیسے آجکل کے کسی

باب ۲۱ب

کردیا تھا، لیکن وہ بلدی زندگی کی بہت کچھ قدر کرتا تھا، چنانچہ اس نے لیزی ماخیہ، نقیہ اور اسکندریہ (ٹروئے) آباد کئے، الیفی سوس کو منتقل کیا اور سمرنا کو از سر نو بسایا جسکے بعد یہ شہر (استرابو کے قول کے مطابق حسین ترین شہروں میں شمار ہونے لگا۔ اتالوسی حکمرانوں نے اصول کی پیروی کی اور اپنے اپنے ناموں پر حسب ذیل شہر آباد کئے: فلے تائریہ، یومینیہ، اتالیہ، فلادلفیہ، اپولونس یا اپولونیہ (واضح ہو کہ اپولونس یومنیس دوم اور اتالوس دوم کی والدہ کا نام تھا)۔ انھوں جو شہر آباد کئے تھے انہیں اور سلیوکی شہروں میں ایک قسم کا تبائن پایا جاتا ہے اسلئے کہ موخرالذکر میں مقدونوی عنصر کو تفوق حاصل تھا۔ اسکے برعکس پرگامم کے حکمراں خالص یونانی عنصر کی طرف زیادہ مائل تھے اور اسی لئے یونانی ہمیشہ انکے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ لیکن اسکا یہ نتیجہ نہیں نکلا کہ اسکی وجہ سے انکا پائے تخت بالکل آزاد بلدیہ بنجاتا، اسلئے کہ انھوں نے ہمیشہ عہدہ داروں کے انتخابات پر اثر ڈالا اور شہر کو سکے ڈھالنے کی اجازت نہیں دی لیکن انکی حکمرانی میں الیفی سوس کو ہر ممکن آزادی حاصل تھی۔ سلطنت پرگامم سے ان ممالک کی مثال ملتی ہے جہاں مختلف بستیوں کے خودمختاری کے ساتھ ساتھ ملک کی وحدت کی کوشش بھی کی گئی ہو؛ اسکا محل وقوع مختلف لیگوں (جیسے اسپارٹا، ایتھنز، ایتولی اور اکائیائی لیگ) اور سلطنتوں کے درمیان ہے جسمیں ایک حد تک رھوڈز، پھر سوریہ اور آخر میں سلطنت روما شامل ہیں۔ ہم اس خیال کو یہاں اس سے زیادہ آگے نہیں بڑھا سکتے۔

اب ہم ادبیات وحکمیات میں پرگامم کی اہمیت کا اندازہ کریں گے۔[شہ]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ نوادرخانہ کے کمروں کی یکسنار نے یونانیوں، انفرادی شخصوں اور فنوں کو گویا ایک کہنی ٹیکنے کے لئے جگہ دیدی، اور یہ یونان کے لئے اسکی سب سے بڑی خدمت تھی۔

شہ تمدن پرگامم کے لئے مقابلہ کرو فون ولاموودتز میولنڈورف: انتی گونوس ساکن کارستوس ۱۵۲ وغیرہ۔ اسکندریہ کے تبائن پر اس نے زور ڈالا ہے (۱۶۱)۔ ارسطوفانیس ساکن

باب ۲۱

اسکے دربار کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے تقریبًا اتنی ہی ان علمی شعبہ جات کی سرپرستی کی جتنی خود بطالسہ نے کی تھی۔ لیکن ہم پرگامم کی حکمیاتی زندگی کا صحیح تخیل اتنی آسانی سے قائم نہیں کرسکتے جتنا اسکندریہ کے حکمیاتی زندگی کا، اسلئے کہ موخر الذکر میں جو کچھ کروفر تھا اسکے مآخذ غیر ممالک تھے، چنانچہ ہم اسکا آسانی کے ساتھ پتہ لگا سکتے ہیں۔ اسکے برعکس پرگامم ایک قدیم تمدن کا ملک تھا اور ایسے شہروں سے قریب تھا جو مدت دراز سے حکمیات و ادبیات میں ممتاز تھے جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ کسی مصنف کو اتالوسیوں کی سرپرستی کے لئے خاص پرگامم میں بود و باش اختیار کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ پرگامم کا ادبی تمدن ایک وسیع رقبے کے ادبی تمدن کے ساتھ مخلوط ہوجاتا ہے۔ علاوہ ازیں پرگامم میں جو حکمیات کا مطالعہ کیا جاتا تھا اسکا تعلق اپنے ابتدائی زمانے میں اسکندریہ کی طرح کسی خاص ادارے کے ساتھ نہیں تھا اس لئے کہ اول تو اتالوسیوں کے عروج کا زمانہ ذرا بعد کا ہے اور دوسرا سبب اسکا وہی ہے جو ابھی بیان کیا گیا ہے۔ تاوقتیکہ کسی طالب علم کو ذاتی اور مادی مواقع حاصل نہ ہوں اسوقت تک اسکے لئے اسکندریہ جیسے دور و دراز مقام کو جانا کچھ آسان کام نہ تھا، لیکن پرگامم تو انسان نہایت سہولت کے ساتھ تجربے کے خاطر بھی جاسکتا تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ بیزنطہ، جو اسکندریہ میں رہتا تھا، اسنے پوسیدون کی پیشین گوئی کو (۲، ۲۰، ۳۰۷، ۳۰۸) جس سے اینیاس کا افسانہ نکلا تھا، بالکل مصنوعی اور جعلی قرار دیا۔ اس کو تسلیم کرنے سے یونانیوں کی نظروں میں پرگامم کی وقعت میں چار چاند لگ جاتے۔ ابتدا میں پرگامم کا اکیڈمی سے تعلق، ایضًا ۱۶۰۔ پرگامم میں پین اتھینیہ کا قیام، فرینکل: "کتبہ جات" Frænkel. Inschr. نمبر ۱۸۔ بعد میں رواقی وہاں پہونچ جاتے ہیں۔ خری سپوس نے کتاب "بے قاعدگی" Peri anomalia لکھی اور اسکے بعد کراتیس نے اسکا اتباع کیا۔ اپولودوروس ساکن ایتھنز ارسطارخوس کا اور رواقی دیوجانس و پنائے تیوس کا شاگرد تھا۔ عام طور پر دیکھو کرسٹ ص ۳۱۶۔

گو یومنیس دوم ہی نے پرگامم کو بڑے بڑے حکمیاتی ادارات کا مرکز بنایا تھا پھر بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابتدائی اتالوسی بھی حکمیات کو فروغ دینے میں بہت کچھ ممد و معاون ہوئے اور فلے تائروس تک نے ذاتی طور پر اس طرف اپنے میلان کا اظہار کیا۔ یومنیس اول نے ایتھنز کی اکادیمی کے ساتھ گہرے تعلقات پیدا کئے، اور اسکے صدر مجلس، ارکے سی لاوس سے، جو ایولس میں شہر پتانہ کا باشندہ تھا، ہمیشہ اس سے خط و کتابت جاری رکھی، اس سے برابر روپیہ لیتا رہا اور جب اتالوس اوّل بادشاہ ہوا تو اسکی مدح میں ایک قصیدہ بھی لکھا۔ ارکے سی لاوس کے شاگرد اور اسکے جانشین لاکی دیس ساکن سرنہ کی بھی پرگامم میں قدر کیجاتی تھی لیکن جب اتالوس اول نے اسے اپنے پایۂ تخت بلایا تو اسنے جواب دیا کہ جہاں پناہ تصویر دیکھنے میں دور ہی سے لطف آتا ہے۔ اتالوس نے اس کے اس جواب پر برا نہیں مانا اور اکادیمی میں ایک مخصوص باغیچہ لگاکر اسکا نام لاکی دیوم رکھا۔ اسی طرح سے مشائی فلسفی لیکون نے بھی یومنیس کی دعوت کو رد کردیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یونان کا ذہنی مرکز چھوڑکر فلسفی ایک ایسے شاہی دربار میں جاکر رہنا پسند نہیں کرتے تھے جہاں ذہنی تہیج کے مواقع کم تھے، گو بعد میں رواقیوں نے محض علوم و فنون کے فروغ کے خاطر اس اصول کو توڑ دیا۔ اتالوس اول خود بھی مصنف تھا۔ چنانچہ اسوقت تک اسکی ایک کتاب کا پارہ محفوظ ہے جسمیں اس نے اپنے زمانے کے ایک صنوبر کے درخت کا ذکر کیا ہے جو ۲۰۰ فٹ اونچا تھا۔ اس کے دربار میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مختلف مولفوں کیلئے دیکھو کرسٹ کے مختلف حصے خصوصاً ع ۳۹۶ (کرائیس عیر)، ۲۹۷ (ابولودوروس ساکن ایتھنز) اور زوسے میل، مختلف حصے جلد اوّل کے مثلاً ۱، ۵ (حکمران اور انکی سرپرستی تمدن)، ۱۲۴ (اکادیمی)، ۴۰۶۔

(موزائیوس ساکن ایفی سوس)، ۶۱۷ (نیانتھیس ساکن کیزی کوس۔)

۶۶۵ (پولے مون ساکن الیوم)، ۶۷۱ (ہیتون) ۶۹۴، (اپولونیوس ساکن پرگے) اور جلد ۲، باب ۲۶ (پرگامم کا سلک لسانیات)، صد ۳۳ وغیرہ (اپولودوروس ساکن ایتھنز)، ۳۰۶ (کراتی پوس ساکن پرگامم وغیرہ۔

باب ۲۱

انتی گونوس ساکن کارستوس اور نیانتھیس رہتے تھے جنمیں سے اول الذکر نے نہ صرف فلسفیوں کے سوانح عمریاں لکھیں بلکہ ایک نقاش کی حیثیت سے تاریخ فنون لطیفہ پر بھی قلم اٹھایا۔ ساتھ ہی بادشاہ کے پولےمون ساکن ایلیوم کے ساتھ بھی تعلقات تھے جو سفر نامے لکھنے میں مشاق تھا (دیکھو نیچے، باب ۲۲)۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ یومنیس دوم کے عہد میں اس سلطنت کو پہلے سے زیادہ استحکام حاصل ہو گیا تھا، اور لوگوں نے قلعے میں بند ہونے سے ڈرنا چھوڑ دیا تھا، اسی لئے اب اسکندریہ کے وینانے علم و فن کا چربہ اتارا گیا اور ہم پڑھتے ہیں کہ خاص محل شاہی میں ایک کرہ رکھا گیا اور نباتاتی وحیوانیاتی باغات لگائے گئے۔ پرگامم والوں کو شعر و شاعری کا بھی ذوق تھا۔ ہم اس سے پہلے ہی باب ۴۰ میں نکاندر و موزاایوس ساکن ایفی سوس کا ذکر کر چکے ہیں، جنمیں سے ثانی الذکر نے یومنیس اور اتالوس کے مدح میں قصیدہ لکھے؛ انمیں مورخ بھی تھے، اور اپولودوروس نے اپنے وقائع کو اتالوس دوم کے نام پر معنون کیا؛ اس شہر میں نجومی، ریاضی داں، موالید ثلاثہ کے ماہر اور طبیب جو نظر آتے تھے انمیں سے بعض کافی ممتاز تھے۔ لسانیات میں پرگامم کراتیس ساکن مالوس کا مسکن بننے کی وجہ سے مشہور ہوا، جسنے ارسطارخوس کے خلاف (جو زبانوں کا اصول اول مماثلت کو سمجھتا تھا) یہ کہا کہ زبانوں کی ترقی کا دار و مدار بے قاعدگی ہے۔ کراتیس کی وجہ سے، جو کلکیہ جیسے مسکن رواقیت سے آیا تھا، پرگامم میں رواقیت کا اثر بڑھ گیا۔ طبیب استراتیوس کے ساتھ کراتیس نے روما جاکر (دیکھو اوپر، باب ۱۹) وہاں درس دیے۔ اس سے ذرا پہلے اپولونیوس ساکن پرگے کیوجہہ سے (جو کبھی اسکندریہ اور کبھی ایفی سوس رہتا تھا) پرگامم نے میدان ریاضیات میں بھی شہرت حاصل کی؛ اس حکیم نے مخروطی تراشوں پر اپنا مشہور رسالہ لکھ کر اتالوس اول کے نام پر معنون کیا، اور اسی طرح بیتون نے اپنا رسالہ "منجنیق" کسی ایک اتالوس کے نام پر معنون کیا۔ آخر میں ہمیں یہ کہنا ہے کہ کوس و اسکندریہ کی طرح پرگامم میں بھی ایک مدرسہ طبیہ بھی تھا

اور معلوم ہوتا ہے کہ حمام اور معدنی پانی بھی مقبول عام تھے۔ یہاں کا آخری بادشاہ اتالوس سوم موالید ثلاثہ کا بڑا طالب علم تھا۔ ان سب امور کے علاوہ میں نے اپنے حواشی میں میدان خطابت میں پرگامم کی اہمیت پر کچھ لکھا ہے؎۔

؎ یہاں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یونانی خطابت و اسلوب کی پچھلی تین صدیوں کی تاریخ کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کیجائے۔ انکا ارتقا ایشیائے کوچک، یونان و روما میں مختلف انداز سے ہوا تھا، لیکن آجکل جو نظریہ سب سے زیادہ قابل قبول معلوم ہوتا ہے اس کو پرگامم کی طرف سے سب سے زیادہ تائید ملی تھی۔ تیسری صدی ق م میں نام نہاد "اسلوب ایشیا" نمودار ہوتا ہے جسکا حوالہ سسرو: "بروتوس" ۳۲۵ اور "خطاب" ۲۳۰ میں ملتا ہے۔ استرابو (۱۴، ۶۴۸) نے اسے ہیگیسیاس ساکن مگنیشیہ سے منسوب کیا ہے۔ اسکے خصائص کے بابت بہت سی خیال آرائیاں کی گئی ہیں لیکن واقعات کو یقین کے درجہ تک نہیں پہونچایا گیا؛ اسکے لئے خاصکر مقابلہ کرو بلاس "خطابت یونان از سکندر تا اگستس" Blass; Die griechische Beredsamkeit in dem Zeitraum von Alexander bis Augustus برلن ۱۸۶۵ء، اور فولکمان (Volkmann) پاؤلی ۱، ۹۴۷ میں۔ کہا جاتا ہے کہ اس "نوع ایشیائی یا نوع ایشیائیان" کے ساتھ مبالغہ آمیزی کو منسوب کیا جاتا ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اسکا ہیگیسیاس میں پتہ بھی نہیں۔ جہافی ("زندگی یونان" ۷، ۳۱) نے اس اسلوب کا میکالے کے اسلوب سے بہت اچھا مقابلہ کیا ہے (چھوٹے چھوٹے فقرے)۔ پھر یہ فرض کیا جاتا ہے کہ یہ مبالغہ آمیزی خاص طور پر پہلی صدی ق م کے ایشیائیوں میں پائی جاتی تھی (زدسے میل ۲، ۴۹۵)۔ آخر ترین تنقید میں جسکا ملخص زدسے میل نے ۲، ۴۶۳ وغیرہ میں دیا ہوا ہے، اس اسلوب کے ارتقا میں مفصلۂ ذیل مدارج بیان کئے گئے ہیں:۔ (۱) ہیگیسیاس سے "ایشیائی نوع" کی ابتدا ہوتی ہے جسنے استرابو کے قول کے مطابق "اٹیکائی اسلوب" کا خاتمہ کر دیا۔ (۲) "اٹیکائیت" کی طرف ردعمل؛ بلاس کہتا ہے کہ اسکی ابتدا دوسری صدی ق م میں ہرماغورس ساکن تیمنوس سے ہوتی ہے۔ زدسے میل ۳، ۴۷۱ وغیرہ سے یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ اس مفروضے کی بنیاد نہایت کمزور ہے، اور خود اسکا خیال ہے کہ ردعمل دراصل اگاتھارخیدیس ساکن کینِدوس سے دوسری صدی ق م کے ابتدا میں شروع ہوا (۱، ۶۹۲) لیکن اگاتھارخیدیس

باب ۲۱

سنہ ۸۹ ق م میں جب ایفی سوس کا پرگامم میں الحاق ہوگیا تو یہ بھی پائے تخت کی طرح تمدن پرگامم کا مرکز بن گیا۔ فنونِ لطیفہ کے میدان میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ محض اپنی جغرافی تصانیف میں کبھی کبھی اس نئے اسلوب کو اختیار کیا ہے، اور انھیں ایک مبصر کے اصول کا لقب نہیں دیا جاسکتا۔ (۳) دوسری صدی ق م کے آخری حصے میں خود ایشیائیوں کی طرف سے مفاہمت کی طرف میلان پایا جاتا ہے اور اس میلان کا مرکز رھوڈز تھا (زوسےمیل ۲، ۴۸۹)۔ اس رھوڈزی مسلک کے متعلق بہت کچھ لکھا جاچکا ہے، لیکن جو کچھ اقتباسات ہم زوسےمیل ۲، ۴۸۹ وغیرہ میں پڑھتے ہیں انسے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکے متعلق کچھ زیادہ معلومات حاصل نہیں ہے۔ (۴) "دوسری مہردادی جنگ کے بعد" (زوسےمیل ۲، ۴۹۵) ایشیا میں مبالغہ آمیزی کی طرف ایک جدید میلان نظر آتا ہے۔ (۵) آخر کار اٹیکائیت ہی کو غلبہ حاصل ہوتا ہے؛ اس میلان کا منبع ایک حد تک ایتھنز اور کچھ پرگامم ہے (زوسےمیل ۲، ۴۸۲)۔ زوسےمیل (۲، ۴۸۳) اپنے عام خیالات کے رو سے اور اس واقعہ کے اعتبار سے کہ پرگامم والے اپولودورس نے جو اوکتاویان کا استاد تھا، روما میں اٹیکائیت کے فروغ دینے میں ضرور مدد دی ہوگی۔ (اپولودورس کے لئے دیکھو زوسےمیل ۲، ۵۰۴ وغیرہ)۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس اٹیکائیت کے بابت ہمیں جو کچھ بھی معلومات حاصل ہیں ان کا منبع و ماخذ دیونی سیوس ساکن ہالی کارناسوس ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ بلاس کے بموجب (۱، ۹) اٹیکائیت کا پیرو وہ سمجھا جاتا تھا جو کسی اٹیکائی مصنف کی پیروی کرے لیکن ساتھ ہی ایسے مختلف النوع مصنف جیسے افلاطون، لی سیاس، الیسقراطیس، دیموس تھنیس ہیپریدیس سب اٹیکائی تھے، یہ کہ ایشیائیوں کے مفروضہ سرگروہ ہیگیسیاس نے اٹیکائی مصنف لی سیاس کی پیروی اور اٹیکائیوں کا رہبر دیونی سیوس دیموس تھنیس کا بڑا بھاری مداح تھا، تو پھر یہ سب کچھ دیکھ کر ہم اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ تاریخ ادبیات یونان کا یہ مکلف باب ذرا بادہوائی ہے۔ اور اسکے خلاف ہو بھی کیسے سکتا ہے جب علاوہ دیونی سیوس کے ہمارے پاس کسی "ایشیائی"، "یا اٹیکائی" یا کسی رھوڈزی کا لکھا ہوا کچھ بھی نہیں ہے؛ چنانچہ ہمیں اسکا ذرا سا بھی اندازہ نہیں ہے کہ آخر یہ "ایشیائی" یا "رھوڈزی اسلوب والے کیسے لکھتے تھے؛ اٹیکائیت کو روما میں پہلی فتح اسوقت ہوئی جب وہاں کے بہترین "اٹیکائی" لیکی نیوس کالووس نے لی سیاس ہیپریدس اور دیموس تھنیس کے

باب ۲۱

الیفی سوس اگاسیاس کا مسکن تھا جسنے نام نہاد "بورگیزے" شمشیر باز (جو آب نوادر خانۂ لوور میں ہے) بنایا؛ اس مجسمے کے رگ پٹھوں سے جانفشانی ٹپکتی ہے لیکن اس میں دلسوزی نہیں پائی جاتی ۔

ہمسایہ مملکت، بتھی نیہ میں جو ابھی سے یونانی بلدیات سے بھری پڑی تھی، دوسری حیثیتوں سے نکومیدیس ایپی فانیس یوئرگی تیس نے یونانیت پھیلائی؛ یہ وہی نکومیدیس تھا جو اپنے والد پروسیاس دوم کو قتل کرکے تخت پر بیٹھا اور سنہ ۱۴۹ ق م سے شاید سنہ ۹۵ ق م تک حکومت کی ۔ حقیقت یہ ہے کہ بدمعاشی میں باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے بڑھا ہوا تھا (دیکھو اوپر، باب ۱۸) ۔ نام نہاد نقلی اسکیم نوس نے جو پند آموز جغرافی نظم لکھی اسکا مخاطب شاہ نکومیدیس ہی ہے ۔ میں نے اس سے پہلے باب ۲۰ حاشیہ ۶ میں کاپادوسیہ میں یونانی تمدن کے اریاراتھیس کے سرپرستی کا ذکر کرچکا ہوں ۔ مدعی سلطنت اوروفرنز کے کاپادوسیہ میں محض عیش پرستی کو مروج کرنے پر ہی اکتفا کیا تھا[9]

تمدن کے اعتبار سے شمال و مغربی ایشیائے کوچک کا تھریس اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ اسلوب کی نقل کی (زوسے میل ۲، ۵۰۳) ۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس نے کس اسلوب کو ترجیح دی ۔ لیکن دیونی سیوس کہتا ہے کہ یہی قدیم طرز کی خطابت جو سکندر کے زمانے سے برابر زوال پذیر ہو رہی تھی، وہ اسکے زمانے سے پہلے ہی تقریباً مردہ ہو چکی تھی (زوسے میل ۲، ۴۸) ۔ پھر علاوہ دیونی سیوس کے یا اس سے پہلے کونسا شخص "ایٹکائی" کہے جانیکا مستحق تھا؟

[9] بتھی نیہ ۔ سنہ ۲ ق م کے بعد کے زمانے تک میرلیہ اپامیہ کے سکوں پر قدیم نام برابر کندہ ہے؛ اور "اپامیوں" کا لفظ سنہ ۶ ق م یعنی رومن عہد تک نمودار نہیں ہوتا؛ ہیڈ: "تاریخ سکونیات"، ۴۴۳ ۔ کیوس پروسیاس میں بتھی نیہ کے حکمرانوں کے زمانے میں تانبے کے سکے بنتے ہیں؛ لیکن سلطنت روما سے پہلے نقیہ، نکومیدیہ اور دوسرے بتھی نیہ والے شہر سکے نہیں ڈھالتے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہان بتھی نیہ نے اپنے شہروں کی آزادی ذرا محدود کردی تھی؛ روما کے عہد میں انہیں زیادہ آزادی حاصل تھی ۔

باب ۲۱

اور ہمسایہ جزائر سے تعلق تھا؛ ان جزیروں میں سے یہاں میں صرف ساموتھریس کا حوالہ دوں گا جسکی درگاہ کبیری کو سکندر کے عہد کے بعد بڑی بھاری وقعت سے دیکھا جاتا تھا۔ یہاں بہت سے بادشاہوں کی طرف سے چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے، (مثلاً لیزی ماخوس کی بیوی ارسی نوئے اور کیرانوس کی طرف سے اور فلادیفوس نے اس جزیرے میں ایک مدور بتکدہ بنوایا جسکے کھنڈر حال ہی میں برآمد ہوئے ہیں۔ یہاں دوسرے جو مجسمے نکلے ہیں انہیں سے فتح کی دیبی کا ایک بے سر بت جو اب لوور میں ہے، خاص طور پر قابل لحاظ ہے؛ ہمیں پولیورکی تیس کے سکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنہ ۳۰۶ ق م کی جنگ سالامس کی یادگار ہے اور ہمیں فتح کی دیبی جہاز کے اگر بھاگ پر نفیری بجاتی ہوئی کھڑی نظر آتی ہے[۱]

---

[۱] ساموتھریس۔ کونتسے، ہاؤزر و نیمان: "ساموتھریس کی آثار یاتی تحقیقات" Conze ; Hauser & Niemann : Arch. Untrsuch. auf Samothrace وآئنا سنہ ۱۸۷۵ء و سالہائے مابعد، دو جلد سکوں کے لئے دیکھو سکہ جات قدما" ہم، ۱۷؛ گارڈنر: "انواع" ص۱۸۷ و تصویر ۱۲، ہم۔
مقابلہ کرو کرن Kern کا مضمون انجمن آثاریات برلن Berl. Arch Ges. مئی سنہ ۱۸۹۳ء (ہفتہ وار جریدۂ لسانیات برلن، ۱۲ اگست سنہ ۱۸۹۳ء)۔ نیز مقابلہ کرو مصر کی سیاسی کیفیت تقریباً سنہ ۲۴۰ ق م میں۔

باب بست و دوم

یونانی تمدن دوسری صدی ق م میں

(۴) رھوڈز

ملوکیتوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اب ہم جمہوریتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یہاں سب سے پہلے رھوڈز کو لیجئے اس لئے کہ اپنے محل و قوع اور اندرونی کیفیات کے باعث اس جزیرے کا مفصلۂ بالا مملکتوں سے گہرا تعلق تھا۔ یہ جزیرہ یوں تو ایشیاء کے ایک گوشے میں واقع ہے، لیکن اس کا رخ افریقہ اور یورپ دونوں کی طرف ہے چنانچہ مدت دراز تک برابر یہ ان تینوں براعظموں کے مابین ایک نہایت ہی کارآمد واسطہ بنا رہا ہے۔

قدیم ترین زمانے سے برابر جزیرۂ رھوڈز کو ایک خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ ہومر میں اسکا جو ذکر ہے اسکے علاوہ استرابو کہتا ہے کہ پہلی اولمپیاد سے بھی پہلے رھوڈزی دور و دراز ممالک میں "آدمیوں کو بچانے کی غرض سے" سفر کیا کرتے تھے، چنانچہ انھوں نے ابیریہ میں رھوڈے اور اٹلی میں پارتھنوپے (نیپلز) اور دوسرے شہر آباد کئے۔ کہتے ہیں کہ چند کریٹیوں کی مدد سے انھوں نے

باب ۲۲

سسلی میں گیلا آباد کیا، کنیدوس والوں کو ساتھ لیکر لپارہ گئے، ملطیوں سے مل کر بحر اسود کے کنارے اپولونیہ بسایا، ایشیائے کوچک کے جنوبی ساحل پر فاسےلس و سولی کے آبادکاری میں ممد و معاون ہوئے اور مصری شہر کو کراتس میں جو یونانی نوآبادی تھی اسمیں بھی رھوڈز والے موجود تھے۔ خود ان کا منبع و مآخذ آرگوس تھا، لیکن افسانے فن پسند تلخی نیس کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو پہلے اسی جزیرے میں رہتا تھا، اور انہیں فینیقیوں کا بھی ذکر ہے جو کسی زمانے میں وہاں آباد تھے لیکن جنھیں جزیرے سے نکال باہر کر دیا گیا تھا۔ اس جزیرے میں تین ممتاز بستیاں تھیں، یعنی شمال میں یالی سوس، مشرق میں لیندوس اور مغرب میں کامیروس، اور ان شہروں کو کوس، کنیدوس اور کچھ عرصے کے لئے ہالی کارناسوس کے ساتھ ملا کر درمیانی شش بلدیات کا لقب دیا جاتا تھا، جسکا مرکز کنیدوس کے قریب ترہی یومیوم کے راس پر اپولو کے بت خانے پر تھا۔

رھوڈز کو ہمیشہ نہایت زبردست سیاسی اہمیت حاصل رہی تھی لیکن جب ۴۰۸ ق م میں یالی سوس، لندوس، اور کامیروس والوں نے متفقہ طور پر ایک جدید شہر آباد کرنے کا تہیہ کر لیا تھا یہ اسی اہمیت میں گویا چار چاند لگ گئے اس لئے کہ جو قوتیں اسوقت تک بادی النظر میں منقسم تھیں وہ اب متحد ہوگئیں اور اس اتحاد کا جو اثر نہ صرف جزیرے پر بلکہ تمام یونان پر پڑا وہ بہت جلد آشکارا ہو گیا۔ یہ نیا شہر یالی سوس سے کچھ زیادہ دور نہ تھا اور جزیرے کے شمالی کنارے سے ذرا مشرق کی جہت میں واقع تھا۔ اسکی دو بندرگاہیں تھیں جو ایک دوسرے کے قریب شمال کی طرف کو کھلی ہوئی تھیں۔ آجکل شہر ان بندرگاہوں سے دو میل کے فاصلے پر ہے، اور اسی بعد کی وجہ سے اس محل وقوع میں محدود رقبے اور معمولی طرز کا یونانی شہر آباد نہیں ہو سکا اور قلعہ اور یہ بندرگاہ گویا ایک بڑے قصبے کے طالب تھے۔ جدید رھوڈز کی تدبیر تعمیر ہپوداموس کے سپرد کی گئی جسنے سمندر سے ایک تماشہ گاہ کی شکل کا شہر تعمیر کیا اور اسکی

باب ۲۲

سڑکیں خطوط مستقیم کے اصول پر بنائی ہیں۔ اسکے زیریں محلہ جات کو اکثر پہاڑی سیلابوں کیوجہ سے نقصان پہونچا کرتا تھا اور تمام ضلع کو ہمیشہ زلزلوں کا ڈر لگا رہتا تھا[1]

چوتھی صدی ق م کے دوران میں رھوڈز کی اہمیت خاص طور پر نمایاں ہوگئی، اور اس زمانے میں اس نے سکوں کا ایک جدید معیار قائم کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جزیرے کو دنیائے تجارت میں ایک خاص امتیاز حاصل تھا (جلد ۳، ص ۲۹) سکندر کے زمانے میں رھوڈز کی شہرت اس درجہ ترقی کرچکی تھی کہ اس بادشاہ نے اپنے وصیت نامے کو اس جزیرے

---

[1] رھوڈز کے لئے دیکھو جلد ۱، باب ۱۲، اور حواشی متعلقہ ان تصانیف میں مفصلۂ ذیل کا اضافہ
مناسب ہوگا، ہملٹن: ایشیائے کوچک میں تحقیقات Hamilton : Researches in Asia Minor
سنہ ۱۸۴۲ء؛ روس: سفرنامہ جزائر یونان Ross : Reisen auf den Griech Inseln
جلد ۳ و ۴، سنہ ۱۸۴۵ء/۱۸۵۲؛ نیوٹن: مشرق میں مسافرت اور تحقیقات Newton : Travels & discoveries
In the Levant لندن سنہ ۱۸۶۵ء؛ بلیو و کوترے: جزیرہ رھو Billiot et colteret.
L'Isle de Rhodes. سنہ ۱۸۱۸ء؛ بوٹرمنڈ "جمہوریہ اہالیان رھوڈز Bottermund
De Republic Rhodior comm سنہ ۱۸۸۲ء؛ گلبرٹ، "کتابچہ قدیمیات یونان"
Gilbert. Handb der griech. Staatsalt. ۳، سنہ ۱۸۸۳؛ کوہن: "قیام مملکت ہائے قدیمہ
der Eustehung der staadte der Athen لائپزگ سنہ ۱۸۷۸ء ۲۰۹/۲۲۱، شوماخر، "جمہوریہ
رھوڈز Schumacher: De Repub. Rhod. Comm ہائیڈلبرگ سنہ ۱۸۸۶ء، ٹور کی کتاب
"رھوڈز بزمانہ قدیمہ" Torr : Rhodes in ancient times کیمبرج، سنہ ۱۸۸۵ء) بسیط ہے
اور اسمیں مواد بھرا ہے اور یہ نوشتوں کو بھی استعمال کرتا ہے۔ نقشے: نیوٹن، کیپرٹ، کلیتیاس
حالیہ رھوڈز کا سطحی نقشہ اسلئے اہم ہے کہ اس سے بندرگاہوں کا پتہ چل جاتا ہے۔ نیوٹن
حقائق: "سلطنت یونان" باب ۱۵ میں ثالثی اور اعتبار عامہ کے بابت کچھ دلچسپ رائیں دی ہوئی ہیں:

اسناد قدیمہ، خصوصاً استرابو ۱۴، ۶۵۲/۶۵۵
افسانوں کا ملخص ٹور ۳۹ میں دیا ہوا ہے۔

باب ۲۱

کے سپرد کرنا مناسب سمجھا[۱] گو رھوڈز نے اس کا ساتھ دیا تھا۔ لیکن اسکی موت کے بعد اس نے اسکے کسی جانشین کے سامنے سر نہیں جھکایا جسکی وجہ سے دیمیتریوس پولیورکیتیس سے اسے جھگڑنا پڑا، اور اس جھگڑے میں اس جزیرے کی عزت و وقعت پہلے سے بھی بڑھ گئی۔ اسکے خارجی طرز عمل کے اصول جو اگلی ڈیڑھ صدی تک برابر جاری رہے حسب ذیل تھے: جملہ امن پسند مملکتوں سے عمدہ تعلقات، لیکن کسی سے جراحی یا دفاعی محالفے کا فقدان؛ آزاد بحری تجارت کا قیام، جسکی وجہ سے رھوڈز نے تہیہ کر لیا کہ جو کوئی اس اصول کا سد راہ ہوگا اسپر جنگ آزمائی کیجائے گی اور جو اسی طرز عمل پر چلیگا اس کی مدد کیجائے گی۔ اور پھر (اتھینز ہی طرز عمل کے برخلاف) رھوڈز نے ان خدمتوں کا، جو مفاد عامہ کے خاطر کی گئی تھیں، کسی بحری ریاست سے مطلق کسی قسم کے معاوضے کا دعوی نہیں کیا۔ اسکی وجہ سے ہر ایک کے دل میں رھوڈز کی عزت المضاعف ہوگئی، چنانچہ جب سنہ ۲۲۷ ق م میں جزیرے میں زلزلے کی وجہ سے یہاں کے باشندوں کو بڑی بڑی تکالیف اور صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑا تو ہر مملکت نے اسے طرح طرح کے تحائف بھیجے[۲] تجارت کی آزادی کی تائید ہی میں رھوڈز نے اپنے حلیف بیزنطہ تک کی مخالفت کی (باب ۱۰) اور اغلب امر یہ ہے کہ بطلیموس کے ساتھ آویزش کی وجہ بھی یہی ہوگی۔ جب یومینیس نے فارناکیس کے ساتھ جنگ کے دوران میں بوسفورس کو بند کر دینا چاہا تو اسنے اسے باز رکھا، روپیہ دیکر مہرداد فرمانروائے پونٹوس کے خلاف اسنوف کی مدد کی، اور کوشش کی کہ رومن اس معاملے میں مداخلت کر دیں،

---

[۱] سکندر رھوڈز میں اپنا وصیت نامہ رکھ دیتا ہے۔

[۲] دیکھو اوپر باب ۱۲۔

تاہم رھوڈزی ایک طرح کے "معمول سیادت بحری" کا مطالبہ کرتے تھے۔ لیکن اس سے یہ مقصود نہیں تھا کہ کسی طرح کی سلطنت بنائی جائے۔ دیکھو جلد ۲ کے آخری اوراق۔

پولی بیوس ۵، ۸۸-۹۰ میں ان تحائف کا تذکرہ ہے جو زلزلے کے بعد مختلف حکمرانوں نے رھوڈز کی نذر کئے۔

باب ۲۲

گو یہ کوشش بالکل رائگاں ثابت ہوئی[۵۴] بحری قزاقی کا انسداد کرنے میں رھوڈزی بڑے سرگرم تھے، اور انھوں نے کسی نہ کسی طرح سے اس کام میں کریٹیوں کی مدد بھی حاصل کرلی (کنوسوس و ہیراپیٹنا)[۵۵] انھوں نے فیلقوس پنجم کی دست درازیوں کو روکنے کے لئے بجد کوشش کی (باب ۱۵) اور سنہ ۲۰۵ ق م میں مصر و خیوس سے ملکر صلح کرلی۔ بعد میں جب فیلقوس نے چال چلکر انھیں پہلے تو ہرقلی داس کے ذریعے سے اور پھر کیوسیون والے قصے میں انھیں نقصان پہونچایا، تو وہ اس سے بہت بہادری کے ساتھ لڑے (باب ۱۶)۔ روما و فیلقوس کے درمیان جو صلح ہوئی تو اس سے اقلیمی منصبے پر انکے جملہ دعاوی پورے نہیں ہوئے، گو یہاں اس سے پہلے ہی سے انکی ایک بستی تھی۔ اس سے زیادہ انھیں انطاکوس کے خلاف کامیابی حاصل ہوئی تھی جسکے مقابلے میں انھوں نے رومنوں کی ہر قسم کی امداد دی تھی، اس لئے کہ اس موقعہ پر انھیں تیل میسوس کے علاوہ تمام کاریہ اور لکیہ مل گیا۔ لیکن جب لکیہ والوں نے رھوڈزی حکومت کی سختی کی شکایت کی تو رومنوں نے اسکا اعلان کردیا کہ ہم نے لکیہ والوں کو رھوڈز کے سپرد دوستوں کی حیثیت سے کیا ہے، غلاموں کی حیثیت سے نہیں۔ اسمیں شبہ نہیں کہ غلطی رھوڈزیوں ہی کی تھی۔ یہ سچ ہے کہ انھیں اسپر فخر تھا کہ ہم اپنے بحری حلیفوں سے خراج نہیں لیتے، لیکن اگر وہ لکیہ والوں کے ساتھ اسی قسم کا برتاؤ کرتے تھے جیسے کاؤنوس و سترا تونیکیہ کے ساتھ (جنسے وہ ایکو میں

---

[۵۴] بوسفوردس کی وجہ سے رھوڈز کی بوزنطیس سے مخالفت؛ پولی بیوس ۴۷، ۶۔ رھوڈز اسنوف کی مدد کرتا ہے؛ پولی بیوس ۴، ۵۶۔
سنہ ۱۸۳ ق م میں رھوڈز اسنوف کے بابت روما کو ایک سفارت روانہ کرتا ہے؛ پولی بیوس ۲۳، ۹۔

[۵۵] رھوڈز اور بحری قزاقی؛ ٹور ۴۸، ۴۹، ۵۹، ۶۵۔ قزاق دیمیتریوس کی رھوڈز کے خلاف طرفداری کرتے ہیں؛ دیودورس ۲۰، ۸۲۔ کریٹی بحری قزاقوں کے ساتھ جنگ؛ پولی بیوس ۲۹، ۴؛ ۳۳، ۱۱، ۱۴۔ رھوڈزی ہینی بعل تلی یوم میں؛ پولی بیوس ۱۸، ۴۶ وغیرہ۔

باب ۲۲ تالنت سالانہ خراج لیتے تھے (باب ۱۸ حاشیہ ۶) تو اس سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ اقلیمی علاقے سے خراج لینا چاہتے تھے اور رومن یہ کہنے میں حق بجانب تھے کہ انکا اصل مقصد ہرگز یہ نہیں تھا۔ ہم اس سے پہلے باب ۱۸ میں اس مصیبت پر بحث کر چکے ہیں جبکہ روما و پرسیوس کے باہمی آویزش میں رھوڈز بھی شکار ہوئے اگر ہم یہ فرض کریں تو حق بجانب ہونگے کہ انسے جو ناعاقبت اندیشی سرزد ہوئی تھی اور جسکی وجہ سے انکی تاریخی غیر جانبداری میں فرق آگیا تھا، وہ اس گھمنڈ کی ایک نشانی تھا جو انسے کاڈنوس و لکیہ کے ساتھ سخت برتاؤ میں ظاہر ہوا تھا لیکن جب انکی سیاسی قوت میں زوال ہو چلا تھا، اسوقت بھی آزاد تجارت کے لئے جو جوش انمیں تھا اسمیں سرمو فرق نہیں پیدا ہوا تھا، اور اسوقت بھی وہ برابر بحری قزاقوں کے ساتھ جنگ آزما ہوتے رہے۔ آخر میں انھوں نے مہرداد یوپاتور کا ساتھ نہ دینے سے اپنی دور اندیشی اور نکتہ دانی کا ثبوت دیا (دیکھو باب ۲۶)

علی العموم رھوڈز نے بڑے بڑے بیڑے آراستہ نہیں کئے اسلئے کہ عام طور پر اسکا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی طرح بحری قزاقوں کو زک دے۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے خاطر تین چار جہاز بھیجے جاتے اور وہ بعض مرتبہ بحر اوقیانوس تک کا چکر لگاتے۔ ظاہر کہ جب کبھی کسی قوت والے بادشاہ کا مقابلہ کرنا ہوتا تو ایسی حالت میں بڑے بڑے بیڑوں کی ضرورت پڑتی تھی، مثلاً سنہ ۲۰۱ ق م میں رھوڈز، پرگامم اور بیزنطہ نے مل کر ،، جہاز بنائے؛ انطاکوس والی جنگ میں صرف رھوڈزیوں نے پہلے ۲۵، پھر ۳۶ اور آخر میں ۲۰ مزید جہاز آراستہ کئے اور سنہ ۱۹۰ ق م میں سمندر پر انکے ۷۰ جنگی جہاز تیر رہے تھے علاوہ ازیں انکے تجارتی جہاز بھی مسلح تھے۔ قدیم اتھنزیوں کی طرح رھوڈزیو کو جنگی چال ڈھال خوب آتی تھی؛ وہ دشمن کی صف کو چیر ڈالتے اور انکے جہازوں پر ایک طرف سے اور عقب سے حملہ کرتے تھے۔ پہلی فنیقی جنگ میں رھوڈزی ہنی بعل نے للی بیوم کے مقام پر رومنوں کے خلاف اپنی چلت پھرت میں امتیاز حاصل کیا۔ رھوڈزی ملاحوں کی مہارت اسقدر مسلمہ تھی کہ

باب ۲۲

یونانی زبان میں ایک کہاوت ہوگئی کہ دس جہازوں کے لئے دس رھوڈزی کافی ہیں۔ انکو اپنے پیشے پر جو فخر تھا وہ ایک رھوڈزی ناخدا کے قصے سے معلوم ہوتا ہے جسنے اپنے جہاز کو طوفان میں ڈوبتے ہوئے دیکھ کر پوسیڈون دیوتا کو مخاطب کرکے کہا کہ "اے سمندر کی دیوتا! تمہیں یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ میں تمہارے لئے اپنا جہاز عمدہ حالت میں روانہ کر رہا ہوں"۔

اسکندریہ اور یوروپی بندرگاہوں کے درمیان جو تجارت ہوتی تھی اس کا راستہ رھوڈز ہوکر تھا، اور یہی جزیرہ شامی تجارت کے ایک جزو کے لئے مرکز بن گیا تھا۔ اسمیں قدیم زمانے کے پرائیوس کی طرح ایک گودام بنا ہوا تھا جسمیں سامان تجارت کے نمونے رکھے تھے۔ سنہ ۱۶۶ ق م کے قریب زمانے میں بھی رومن مملکت کے اجازت سے رھوڈزی سسلی سے اناج دوسرے ملکوں کو لیجاتا تھا۔ علاوہ ازیں اسکی بحر اسود کے ساتھ بہت کچھ تجارت تھی یعنی اسکے ملاح شراب اور تیل لیجاتے اور غلام، اناج، چمڑا، شہد وغیرہ وہاں سے اپنے ساتھ لاتے؛ اور ہم رھوڈز و بیزنطہ کے مابین جس جھگڑے کا اوپر ذکر کرچکے ہیں وہ دراصل اسی درآمد و برآمد سے اٹھا تھا۔ سنہ ۲۲۷ ق م والے زلزلے کے بعد رھوڈزی پر سوریہ میں محاصل درآمد و برآمد سے مستثنے ہوگئے۔ اس جزیرے میں بہت سے غیر ملکی بھی رہتے تھے، اور جسطرح آجکل نوجوان انگریز تجارتی اصول سیکھنے کے لئے ہامبرگ جاتے ہیں اسی طرح سے اس زمانے میں نوجوان یونانی تجارت میں مہارت پیدا کرنے کے لئے رھوڈز بھیجے جاتے تھے۔ رھوڈز کا قانون تجارت نہایت سخت تھا؛ اسکے مطابق باپ کے بعد بیٹا تمام آبائی قرضہ کا (روما سے بھی زیادہ) ذمہ دار تھا اور روما میں جس طرح کبھی کبھی قرضہ داروں کو رقوم کی معافی دیدی جایا کرتی تھی اسکے برخلاف رھوڈزی اس طرز عمل کو پسند نہیں کرتے تھے۔ رھوڈز کے مشہور بحری قانون کے متعلق ہمیں صرف یہ معلوم ہے کہ خطرے کے وقت مال کو سمندر میں پھینک دینے سے جو نقصان ہوتا تھا اسے ہر متعلق شخص پر مساویانہ تقسیم

باب ۲۲

کر لیا جاتا تھا۵؎

رہوڈزی دستور سیاسی کے متعلق ہمیں بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں۶؎ اسکا تو ہمیں علم ہے کہ مستقر حکومت میں ایک مجلس خاص اور ایک جمعیت عوام تھی ۔ گو عمومیت کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے لیکن اغلب امر یہ ہے کہ رہوڈز میں مجلس خاص کا اثر (مثال کی طور پر) ایتھنز سے زیادہ تھا ۔ عاملانہ اختیارات چھ پرتیانیس کے قبضے میں تھے لیکن انکے علاوہ اسٹراٹے گی اور ناوآرخ بھی تھے جو (عوام کے منظوری سے) غیر ممالک کے ساتھ عہدنامے بھی کر سکتے تھے ۔ ساتھ ہی یالی سوس، کامیروس ولنڈوس کی بستیاں بھی قائم برابر رہیں اور انکی بعض قرار دادیں جن کا تعلق

۵؎ کاروبار میں سختی کے ساتھ ایمانداری برتی جاتی تھی: ٹور، ۱۵ ۔ رہوڈزی ضابطۂ تجارت: ایضاً ۲۵ ۔ پونٹر: رہوڈز کا قانون اشیاء افگندہ" Puendter De lege Rhodia dejactu ایرلانگن، سنہ ۱۸۹۱ء ۔

۶؎ دستور رہوڈز کے بابت دیکھو اسناد محولۂ بالا ۔

اتی منیس ساکن رہوڈز بابل میں سکندر اعظم کا ایک قابل عہدہ دار تھا ۔

۲، ۱۵، ۱۹، ۲۴ ۔

رہوڈزی امیر البحر کو عہد ناموں پر دستخط کرنے کا اختیار تھا؛ پولی بیوس ۳۰، ۵؛ اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ رہوڈز صرف فوری ضروریات کے لئے پابند ہوتا تھا ۔

لنڈوس کی حیثیت؛ نیوٹن میں تصاویر؛ "سفرنامہ" ۱، ۱۹۲ ۔

امرا غربا کا خیال کرتے ہیں؛ استرابو ۱۴، ۶۵۲ ۔

مالیات؛ ٹور، ۶۶ ۔ ڈٹن برگر کا خیال ہے کہ نیوٹن والا کتبہ (کتبہ جات نوادر خانہ برطانیہ، ۳۴۴) جسمیں مملکت کے لئے چندے کا بیان ہے رہوڈز کے متعلق نہیں بلکہ کوس کے متعلق ہے؛ دیکھو پیٹن و ہکس: "کتبہ جات کوس" Paton & Hicks : Inscriptions of Cos

سکہ جات ۔ سے پتہ لگتا ہے کہ ہالی کارناسوس اور کنیڈوس دونوں رہوڈز کے تابع تھے؛ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" Head H.N. ۵۲۴، ۵۲۶ ۔

مقامی معاملات (خصوصًا مذہبی معاملات سے تھا) ہم تک پہونچی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے (اور ویسے بھی یہ ظاہر ہے) کہ خارجی معاملات صرف رھوڈز ہی میں طے ہوتے تھے۔ بہر حال اس قسم کی قراردادیں سب سے زیادہ لنڈوس اور سب سے کم یالی سوس کے متعلق ہیں، جسکی وجہ سے قیاس چاہتا ہے کہ بہت سے باشندے یالی سوس سے اٹھ کر قریب کے شہر رھوڈز چلے گئے ہونگے اور اسکے برعکس لنڈوس کی اکثر آبادی اپنے ہی شہر میں رہی ہوگی۔

اگر ہم اس شکایت سے اندازہ کریں جو رھوڈزیوں نے سنہ ۱۶۵ ق م کے نقصانات کی تو ہم محسوس کرینگے کہ رھوڈز کی آمدنی بہت کافی ہوگی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے زلزلے کے بعد ہیرون و گیلون فرمانروایان سرقوسہ نے رھوڈز کے شہریوں کی تعداد میں اضافے کے لئے دس ٹالنٹ روانہ کئے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہریت کے حصول کے ساتھ نئے شہری کو محصول بھی ادا کرنا پڑتا ہوگا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ رھوڈزی اپنا حق شہریت کسی حالت میں ایک راہگیر اجنبی کے ہاتھ فروخت کرنا پسند نہ کرتے ہونگے، چنانچہ ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ اول تو ایسے لوگوں کو جو اپنے حسب نسب کی وجہ سے شہریت کے دعویدار ہو سکتے تھے، انھیں روپیہ ادا کرنے پر شہریت کے حقوق مل جاتے ہونگے اور دوسرے یالی سوس، کامیروس و لنڈوس کے ہر شہری کو، جو نئی رھوڈزی مملکت کا شہری بننا چاہتا، اسے بھی روپیہ ادا کرنا پڑتا ہوگا۔ یہی وجہ رھوڈزی مملکت کی اعیانی کیفیت کی ہے۔ استرابو کہتا ہے کہ اعزازی "خدمات عامہ" کے ذریعے سے رھوڈز کے مالدار لوگ مملکت اور غربا دونوں کے امور سرانجام دیتے تھے۔ ہم ایک نوشتے سے یہ انتاج کر سکتے ہیں کہ یہی کیفیت جزیرہ کوس میں بھی تھی۔ اس نوشتے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی سال میں جس کا ہم تعین نہیں کر سکتے، جنگ کے اخراجات کے لئے چندہ کیا گیا، اور

باب ۲۲ جس شخص کا نام چندہ دہندگان کی فہرست میں سب سے پہلے تھا اس نے سات ہزار درہم دیئے اور دوسروں نے پانچہزار اور دس درہموں کے بیچ میں مختلف رقوم ادا کیں۔ اِس سے پہلی رومن غنیقی جنگ کا ایک واقعے کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اپنی خارجی حکمت عملی میں رھوڈز نے جو دور اندیشانہ طریقہ اختیار کیا وہ اسکی اعیانی کیفیات کے بالکل حسب حال ہے۔ اور جب اسنے ایک مرتبہ اس سے گریز کیا تو اسے بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔

نہ صرف یونانی ریاستوں میں بلکہ دوسرے ملکوں میں بھی رھوڈزی مختلف حیثیتوں سے ملتے ہیں اور مختلف عہدوں پر نظر آتے ہیں۔ مثال کی طور پر ہسم تموکراتیس (جلد ۳ باب ۳)، مشہور و معروف برادران ہین تور، وسیم تون اور ہی تعل کا ذکر کیجئے جسکا حال اس سے پہلے بیان ہوچکا ہے۔

رھوڈز خاص طور پر مذہبی جزیرہ سمجھا جاتا تھا۵ متفقہ جزیرے کے قیام کے بعد یہاں کا سب سے بڑا معبود ہیلیوس تھا اور مشہور و معروف کولوسوس اسی کا مجسمہ تھا۔ اس سے پہلے لندوس کی اتھینے اور کوہ اتابیریوس کا زیوس بہت کچھ ہردلعزیز تھے؛ آج بھی لندوس

---

۵ رھوڈز کا مذہب؛ ہیفٹر: "قدیم رھوڈز میں طرز عبادت"
Heffter: Die Goetterdienste auf Rh. im Alter.
۱۸۲۷ء، ۱۸۳۳ء۔ ٹور، ۴۲/۹۳؛ لندوس میں ہرقل کی عجیب و غریب پوجا؛ ایضاً ۸۶، ۸۷۔ "طعام مشترک" کیلئے ٹور، ۸۵/۸۸؛ فوکارٹ؛ "انجمن ہائے مذہبی یونانیوں میں"
Foucurt: Les assoc. rel. chez les Grecs,
پیرس، ۱۸۷۳ء، ۱۱۰/۱۱۲؛ ایشیائے کوچک میں "طعام مشترک" ایضاً ۱۱۴/۱۱۹۔

کامیروس میں زیرِ زمین کاریز؛ ٹور، ۶۸۔

رھوڈز کے ایک چھتے میں چاروں طرف ستون تھے، لیکن جنوبی رخ کے ستون دوسروں سے اونچے تھے؛ ٹور، ۶۸ جہاں وہ وترووِیوس ۶، ۵، ۰ کا اتباع کرتا ہے۔ چند سال ہوئے اسیطرح

باب ۲۲

اور کوہ اتابیریوس دونوں کے بت خانوں کے کھنڈر موجود ہیں۔ ہیلیوس کی عید بے حد تزک و احتشام کے ساتھ ستمبر میں منائی جاتی تھی، اور جو قربانیاں اسپر چڑھائی جاتی تھیں انمیں سب سے ممتاز چار گھوڑوں کی جوٹ تھی جسے سمندر میں ڈبو دیا جاتا تھا۔ تاریخی زمانے میں بھی فنیقی پجاری ہی یالی سوس میں پوسئیدوں کی پوجا کی امامت کرتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا آغاز فنیقیہ ہی میں ہوا ہوگا۔ رھوڈز میں اسکلے پیوس کا جو مندر تھا اسکے متعلق ایک انجمن اسکلے پیان تھی جہاں جسمانی ورزشیں کرائیجاتی تھیں اور بہت سے رھوڈزی اپنے عجیب و غریب ورزشی کرتبوں کی وجہ سے چار وانگ عالم میں مشہور ہوگئے۔ ان میں سے اول نمبر دیاغورس کے جانشین دیاغورسی تھے جن کا دعوےٰ یہ تھا کہ ہم ہرقل اور مسینی ارسطومینیس کی اولاد سے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ رھوڈزیوں میں انجمنوں کو بڑا فروغ حاصل تھا جس سے انکی اخلاقی مضبوطی کا پتہ چلتا ہے۔ نوشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انمیں "ایرانوئے" یا دائرے موجود تھے جنمیں سے بعض کے نام تو معبودوں کے ناموں پر اور بعض دوسرے ملکوں پر رکھے جاتے تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بہت سے اراکین دوسرے ممالک کے باشندے ہونگے، مثال کی طور پر پوسئیدونیوں اور ہرمیسیوں، لیمنوسیوں اور ساموتھریسیوں کا ذکر کافی ہوگا۔ انکی حالت ترکیب میں بہت کچھ تنوع پایا جاتا تھا، گو ہم وثوق سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ انکے جلسوں میں کیا کیا ہوتا تھا؛ ہمیں صرف اسکا علم ہے کہ ان دائروں کی جائداد ہوتی تھی اور انکے ذریعے سے مردہ اراکین کی تدفین عمل میں آتی تھی، یہ کہ اراکین اپنی اپنی انجمنوں کو روپیہ دیتے تھے اور اسکے معاوضے میں انکی حسب معمول بڑی عزت کیجاتی تھی، چنانچہ انھیں خطابات کا مستحق

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ — کا ایک حصہ پونیکی میں بھی ملا تھا اس شمسی جزیرے والے دھوپ کو پسند کرتے تھے۔

باب ۲۲

سمجھا جاتا تھا بعض کو چندہ معاف کر دیا جاتا تھا اور انھیں گھر سے ہی انعام میں نہیں دیے جاتے تھے، بلکہ تبخانوں میں مجسمے بھی بنائے جاتے تھے گو ان مجسموں کے تنصیب کیلئے عدالت کی جازت ضروری تھی۔ رھوڈزیوں کی مذہبیت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ اس قاعدے کی نہایت شدت سے پابندی کرتے تھے چڑھاوں کو کسی حالت نقصان نہیں پہونچانا چاہیئے۔ کہتے ہیں رھوڈز کو شکست دینے کے بعد ارتی میزیہ نے مغلوب شہر میں ایک مجسمہ نصب کیا تھا جس میں اسے رھوڈز کے تشخصے کو کوڑے مارتا ہوا دکھایا گیا تھا۔ جب رھوڈزی از سر نو آزاد ہوئے تو انھوں نے اس توہین آمیز نشانی کو مسمار نہیں کیا بلکہ اسے دیوار سے گھیر کر اور اس دیوار کو مسقف کر کے اسے ارضی ممنوعہ قرار دیا۔ رھوڈز اور دوسرے ریاستوں کے درمیان جو دوستانہ تعلقات تھے انکی یادگاری تنصیبیں بہت عام تھیں مثلاً ہیرون نے رھوڈز میں ایک مجسمہ ایستادہ کیا جس میں عموم سرقوسہ عموم رھوڈز کے سر پر گھیرا رکھتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ ۱۶۳ ق م میں رھوڈزیوں نے دس ہزار طلائی سکوں کے قیمت کا ایک طلائی گھیرا روما روانہ کیا اور اپنے ایتھینے کے تبخانے میں روما کا ایک بت نصب کیا جسکی اونچائی ۴۵ فٹ تھی۔ یہ مناسب بھی تھا اسلئے روما کو از سر نو اپنا طرفدار کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنے کا وقت آگیا تھا۔

چڑھاوں اور دوسرے فنی کارناموں کا ذکر کرنے کے بعد ہم رھوڈزیو کے فنون لطیفہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں[۹۵]۔ یہ فنون زمانہ قدیم میں بھی اہم

---

[۹۵] بیڈیکر: "یونان" Bœd: Griechenland ص CXV—CXVI رھوڈزی فنون لطیفہ سے مختصراً بحث کرتا ہے؛ نیز دیکھو ابواب متعلقہ بیرون کی کتاب "تاریخ فن کاران یونان" Brunn: Gesdhichte der griech. Kuenstler؛ تور ۹۳/۱۱۸ - رھوڈز کے مجسمے؛ تور ۹۰۸ وغیرہ؛ لوڈرز: "رھوڈز کا عظیم الجثہ مجسمہ" Lueders : Der Koloss Zu Rhodos ہامبرگ ۱۸۶۵ء۔

باب ۲۲

سمجھے جاتے تھے۔ قصہ بیان کیا جاتا تھا کہ اس تھالاسا کے بیٹے جس نے پوسیدون کا ترسول گھڑا تھا یعنی تلخی نیس، اسی جزیرے میں کاروبار چلاتا تھا۔ رھوڈز کی قبرستانوں میں ہمیں بہت سے برتن ملے ہیں جنکی ساخت نہایت ہی قدیم طرز کی ہے۔ لیکن رھوڈز کی فنون کو جس عہد میں سب سے زیادہ عہد زیر بحث یعنی مستقل جزیرہ کے قیام کے بعد کے زمانے میں مقبولیت حاصل ہوئی ہم اس سے پہلے کی جلد میں دیکھ چکے ہیں کہ جنوب ومغربی ایشیائے کوچک میں فنون کو بہت بڑا ارتقا نصیب ہوا تھا، اور اسوقت اسکا مرکز ہالی کارناسوس تھا لیکن اس شہر کے سکندر کی مخالفت کرنیکے بعد اسکی اہمیت میں بہت کمی ہوگئی اور جہاں تک فنون لطیفہ اور تمدن کا تعلق ہے، اسکی جگہ رھوڈز نے لے لی یعنی ایک جمہوریہ کو وہی امتیاز حاصل ہوگیا جو اس سے پہلے ایک ملوکی پائے تخت کو حاصل تھا۔ پھر سکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم تھوڑی سی مدت تک ہالی کارناسوس پر رھوڈز کا براہ راست اثر پڑا، اور کوخنارکوس وکنیدوس، جو رھوڈز کے قریب ہی واقع تھے، ترقی اور مرفہ الحالی کے شاہراہ پر گامزن تھے لیکن وہ بھی اس کے اثر سے بچ نہیں سکے۔ ہم جلد ۳ باب ۲۹ میں دیکھ چکے ہیں کہ موسولس کے مقبرے کی تعمیر کیوجہ سے بہت سے مشہور و معروف نقاش ہالی کارناسوس میں جمع ہوگئے تھے، اور انہیں سے ایک یعنی بریاکسس نے یعنی اسی شخص نے جس نے اسکندریہ میں سارپس کا بت خانہ تیار کیا تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ عظیم الجثہ مجسموں کے وجود سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ رھوڈز والوں میں ایک طرح کی ذکاوت ضرور ہوگی، اور اگر ہم یہ فرض بھی کرلیں کہ ان میں سے اکثر دیوتاؤں کے مجسمے تھے، تاہم ہمارے اس خیال میں کمزوری نہیں پیدا ہوگی۔ رھوڈزی نہ صرف نفیس بلکہ عظیم الشان مجسموں کے خواہاں تھے اور انکے بنانے کے لئے انکے پاس کافی روپیہ تھا۔ ہماری دانست میں جب ایک چھوٹی سی جگہ میں بہت سے عظیم الشان مجسمے کھڑے ہونگے جنمیں سے بعض غالباً معبودوں کے اور بعض بڑی تانسوں اور متمول تاجروں کے ہونگے یا تو انکا اثر فی الجملہ اچھا نہیں پڑتا ہوگا۔ رھوڈز

باب ۲۲

(باب ۱۸) رھوڈز میں پانچ معبودوں کے عظیم الشان مجسمے تیار کئے۔ لی سپوس نے ایک چوکڑاہی تیار کی جس میں سورج کا دیوتا بیٹھا ہوا تھا۔ اسکے شاگردوں میں سے ایک رھوڈزی خارکیس تھا جسنے مشہور تانبے کا کوسس تیار کیا جو ہیلیوس کا ۱۰۵ فٹ اونچا مجسمہ تھا اور جو زمانہ قدیمہ سے ہفت عجائبات عالم میں شمار کیا جاتا تھا۔ سنہ ۳۰۴ ق م میں محاصرے کے اٹھ جانے کے بعد شہر والوں نے ان ۳۰۰ ٹالنٹ میں سے اسکی اجرت دی تھی جو دیمیٹریوس پولیورکی ٹیس کے چھوڑے ہوئے مال کے نیلام سے ملے تھے۔ یہ عظیم الشان مجسمہ سنہ ۲۲۶ ق م کے زلزلے تک برابر کھڑا رہا اور اسکے بعد پھر دوبارہ نصب نہیں کیا گیا، اور جب ساتویں صدی عیسوی میں اسکے ٹکڑوں کو ہٹایا گیا تو انھیں لادنے کے لئے نو سو اونٹوں کی ضرورت پڑی۔ سنہ ۲۲۶ ق م کے زلزلے سے لیکر سنہ ۱۶۸ ق م کے پرسیوس والی جنگ تک کا زمانہ رھوڈز کی انتہائی مرفہ الحالی کا زمانہ سمجھنا چاہئے، اور یہی وہ زمانہ ہے جب اسکے اکثر فنی شاہکار جنکا نوشتوں میں تذکرہ ہے، تیار ہوئے تھے۔ ان نوشتوں سے ہمیں معلوم ہوتا ہے انمیں سے اکثر و بیشتر میں انسانوں کو دکھایا گیا تھا۔ رھوڈزی عظیم الجثہ مجسموں کو پسند کرتے تھے، اور پلینی کہتا ہے کہ رھوڈز میں ایک سو ایسے مجسمے تھے۔ ہمارے نزدیک رھوڈزیوں کے پسند میں یہ بڑا نقص تھا۔

باوجود ان بیانات کے اگر ہم تک دو مشہور و معروف مجسمے، جنہیں ایک رھوڈزیوں نے اور دوسرا اترالیس کے سنگ تراشوں نے بنایا تھا، ہم تک نہ پہنچے ہوتے، تو ہمیں رھوڈزی فنون کا بہت ہی ناقص اندازہ ہوتا یہاں ہمارا مطلب لاؤکون اور فارنیز والے سانڈ سے ہے۔ لاؤکون کا مجموعہ جو بظاہر وہی ہے جو قدما میں اسقدر مشہور و معروف تھا،

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کے سکے؛ ہیڈ ۵۴۰۔ ہالی کارناسوس ہیڈ ۵۲۶۔ کوس؛ ہیڈ ۵۳۶۔ کنیدوس؛ ہیڈ ۵۲۲۔ نیوٹن کے اکتشافات کی وجہ سے ہم اس قابل ہوگئے ہیں کہ ہالی کارناسوس کی طرح کنیدوس کے فنون کا مطالعہ کرنا ہو تو نوادر خانہ برطانیہ جانا چاہئے۔

باب ۲۲

رھوڈزی اگیسے سانڈر، پولی ڈورس اور اتھانو ڈورس نے تیار کیا تھا۔ جب سے پرگامم کے مجسمے ملے ہیں اسوقت سے لاؤکون کے مبداء کا مسئلہ پہلے سے زیادہ صاف ہوگیا ہے اسلئے کہ پرگامم کے حاشیہ میں بھی ایک دیو ہے جسمیں وہی کیفیت نظر آتی ہے جو لاؤکون کی ہے لیکن ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ رھوڈزی مجسمے میں دو نوع سے ترقی کی کیفیت نظر آتی ہے۔ خارجاً تو دونوں لڑکوں اور انکے باپ کے یکجا ہونے میں اور داخلاً دلسوزی کے اظہار میں یہ گویا پرگامم کا فن ہے لیکن وہ فن جسمیں نیوبے کے فن کار نے گویا ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ فارنیز کا سانڈ ترالیس والے تورسکوس اور اپولونیوس نے تیار کیا تھا۔ یہ مجسمہ اسوجہ سے اتنا اہم نہیں اسلئے کہ اسکے اہم ترین حصے، وہ جنمیں ذہنی کیفیات کا اظہار ہوتا ہے، وہ سب حال کے تجدید کا نتیجہ ہیں۔ اس مجموعہ کو "سانڈ" کا لقب جو دیا گیا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے اسلئے کہ اس میں صرف سانڈ ہی کی ایسی شبیہ ہے جسے یقین کے ساتھ قدیم کہا جاسکتا ہے اور اسکے متعلق فنون لطیفہ کے مورخوں نے جو صفحے کے صفحے رنگے ہیں انکا یہ مستحق معلوم نہیں ہوتا۔ یہاں ہم یہ کہدینا مناسب سمجھتے ہیں کہ سلطنت روما کے زمانے میں جنوب و مغربی ایشیائے کوچک کے فنون کے قائم مقام سب کے سب ایک شہر یعنی افرودسی سیاس (کاریہ) کے رہنے والے تھے۔ انمیں سے سب سے زیادہ مشہور و معروف ارسطیاس او پاپیاس ہیں اور کاپی تول کے نوادر خانے میں جو نفیس قنطوروں کے مجسمے ہیں وہ انھی کے تیار کردہ ہیں۔

سکندر کے بعد کے زمانے میں رھوڈز میں رنگ کاری کو بھی فروغ حاصل ہوا۔ ہم یہاں کے سب سے بڑے رنگ کار یعنی پروٹوجنیس کا اس سے پہلے ہی ذکر کرچکے ہیں۔ (جلد ۳ باب ۲۹)

اسکے برعکس ہمیں رھوڈزی شعرا کے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی حاجت نہیں ہے۔ اپولونیوس رھوڈیوس دراصل مصری تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس جزیرے کے تاجروں کو رنگ کاری اور سنگ کاری کی بہ نسبت شعر و شاعری سے

نسبتہً کم لگاؤ تھا۔

لیکن اسکے علاوہ رھوڈز فلسفہ، خطابت، تاریخ اور جغرافیہ کا بھی مرکز تھا[۶۰]۔ تھیوفراستوس کے علاوہ جسے حق اولیت کا مستحق گردانا گیا تھا، ارسطاطالیس کے بعد مشائی فلسفیوں کی سرگروہی کے سلسلے میں رھوڈزہی یودیموس کا نام بھی لیا جاتا تھا، اور زمانہ مابعد کے فلسفیوں میں ہم نے روتیموس ساکن رھوڈز کا نام بھی پڑھتے ہیں۔ رفتہ رفتہ رھوڈز رواقیوں کا مستقر اعظم بن گیا اور جنوبی ایشیائے کوچک میں ان فلسفیوں کو اتنا ہی اطمینان تھا جتنا ابی قوری فلسفیوں کو شمال و مشرق میں۔ رھوڈزی رواقیوں میں پانئے توس سب سے اہم تھا[۶۱]۔ یہ تقریباً ۱۸۵ ق م میں پیدا ہوا اور (بلاشبہ پرگامم میں) کراتیس کے درس میں اور ایتھنز میں انتی پاٹر ساکن طرسوس کے دروس میں شریک ہوا، اور تقریباً ۱۵۶ ق م میں وہ ایتھنز سے روما چلا گیا۔ یہ وہی زمانہ تھا جب تین ایتھنزی فلسفی ایک سفیرانہ سفارت پر روما روانہ کئے گئے تھے (باب ۱۹) چنانچہ انھوں نے تو عوام الناس پر اور پانئے توس نے چھوٹے دائروں پر اپنا اثر ڈالا۔ اس نے لئے لیوس اور سی پیو اصغر سے ملاقات کی اور آخر کار وہ موخرالذکر ہی کا

---

[۶۰] ادبیات۔ ہے روتیموس ساکن رھوڈز، زوسے میل ۱، ۶۸۱۔ رھوڈز کے رواقی: شور، ۱۲۷ وغیرہ۔

[۶۱] پانئے تیوس و پوسئیدونیوس کیلئے دیکھو مضمون "رواقی" Stoici پاؤلی ۶، ۲ $\frac{۱۴۴۴}{۱۴۲۵}$ میں علاوہ ازیں پانئے تیوس کے لئے پاؤلی ۵، $\frac{۲۰۱۱}{۳۰۱۱}$؛ کرسٹ ۶، ۲ ۳۷۲؛ زوسے میل ۲، $\frac{۶۳}{۸۰}$۔

پوسئیدونیوس؛ پاؤلی ۵، $\frac{۱۹۲۸}{۱۹۳۰}$؛ کرسٹ ۶، ۳۶۲؛ روسے میل ۲، $\frac{۲۸}{۴۴}$ ۱؛ راننا شش:

[۶۲] مہرداد، ۲۲۵ Reinach : Mithridales ۴؛ میوکر، جزو ۳، ۲۸۵ وغیرہ۔ انجنے نیون کے متعلق اتھے نایوس میں ٹکڑا ۵، ابواب ۴۸ تا ۵۳۔

[۶۳] دیونی سیوس تھراکس ساکن اسکندریہ جو پہلی یونانی صرف نحو لکھنے والے ارسطارخس

مہمان ہوگیا اور اپنی اس جدید حیثیت سے اسنے رومن تمدن کی تدریجی قلب ماہیت میں عملی حصہ لیا۔ جہاں مدبر پولی بیوس نے، جو اسی ٹولی کا تھا، یونان پر روما کے اثرات ڈالنے کا سامان کیا، وہاں فلسفی پانئے تیوس یونانی زندگی اور خصائص کے اثرات روما پر ڈالنے میں ممد و معاون ہوا۔ وہ مہمات اور مسافرت میں سی پیو کے ساتھ رہتا، چنانچہ سنہ ۱۴۳ ق م میں اسنے اسی طرح ایشیا اور مصر کا سفر کیا۔ اپنی زندگی کے اواخر میں وہ تقریباً سنہ ۱۲۹ ق م سے ایتھنز کے رواقیوں کا سرگروہ بن گیا اور آخر الامر سنہ ۱۱۲ ق م میں اسنے داعی اجل کو لبیک کہا۔ وہ اصول اجتہاد کا بانی تھا اسنے اخلاقی ذمہ داری کا ایک نظریہ پیش کیا، جسے سسرو نے اپنا بنالیا۔ ہم باب ۲۴ میں اسکے اور رواقی فلسفے کے ان اثرات کا ذکر کرینگے جو رومن قانون پر پڑے۔

گو پوسیدونیوس کی زندگی کا تعلق دراصل اسکے بعد کے عہد سے ہے لیکن ہم پانئے تیوس کے اس اہم شاگرد کا حال یہیں بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ وہ سنہ ۱۳۵ ق م میں شام کے شہر اپامیہ میں پیدا ہوا تھا لیکن چونکہ اسنے رھوڈز ہی میں مستقل سکونت اختیار کرلی تھی اسلئے علی العموم اسے رھوڈزی ہی بیان کیا جاتا ہے۔ وہ ایتھنز میں پانئے تیوس کے درس میں شریک ہوتا تھا اور اسنے سنہ ۱۱۳ ق م اٹلی اور اسپین کا لمبا سفر کیا۔ اس سفر سے واپس آکر وہ ایتھنز کے رواقیوں کا سرگروہ بن گیا۔ اس نے اسپر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ شہر کے امور میں بھی حصہ لیا کرتا تھا، چنانچہ وہ پری تانس بھی مقرر ہوا اور سنہ ۸۶ ق م میں رھوڈز کی طرف سے روما گیا جہاں اسکی ماریوس سے ملاقات ہوئی۔ سسرو نے اسے رھوڈز میں درس دیتے ہوئے سنا، اور پومپی اسکے بڑے سرپرستوں میں سے تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کا شاگرد تھا، رھوڈز ہی میں رہتا تھا، زوسے سیل ۲، ۱۶۸/۱۷۵
کاستور کے لئے زوسے سیل ۲، ۳۶۵/۳۶۲ ۔

باب ۲۲

معلوم ہوتا ہے کہ اسنے سنہ ۱۵ ق م میں وفات پائی۔ اسکی اکثر تصانیف تاریخی رنگ کی تھیں، جنمیں سب سے مشہور تاریخ پولی بیوس کی کتاب کی ۵۲ جلدوں میں تکمیل کی شکل میں تھی، اور چونکہ اسکی معلومات محض نظری نہیں تھیں بلکہ انکا پیرایہ عملی بھی تھا، اور اسنے دور دراز مقامات پر سفر بھی کئے تھے اسلئے وہ اس قسم کے کتاب لکھنے کا بغایت اہل تھا۔ علاوہ ازیں اس نے اپنا وقت بحر اوقیانوس کے مد و جزر کے تحقیقات میں بھی صرف کیا۔ اگر ہم ایک نسبتہً طویل جزو کو پیش نظر رکھ کر جو مہرداد کے زمانے میں روما کے خلاف اتھینزیوں کے بغاوت سے متعلق ہے، حکم لگائیں تو ہم اس نتیجے پر پہونچینگے کہ پوسیدونیوس کے اسلوب میں زندگی اور حاضر جوابی کے عناصر پائے جاتے ہیں اور وہ پولی بیوس سے بالکل مغائر ہے اسلئے کہ مؤخر الذکر ہمیشہ بجد خطیر اور بعض مرتبہ ایک حد تک شیخی باز معلوم ہوتا ہے۔

دوسرے رھوڈزی مورخوں میں سے ہم کالکسےنوس کا شمار کرسکتے ہیں جسنے دربار اسکندریہ کے متعلق دلچسپ وقائع لکھے (دیکھو باب ۴)۔ علاوہ ازیں کاستور نے بھی اپنے زمانے کے وقائع مرتب کئے، لیکن یہ شخص بہ نسبت اپنی حکمیاتی تفحصات کے اس سیاسی حصے کی وجہ سے زیادہ مشہور ہے جو اسنے مہرداد کے زوال کے سلسلے میں لیا تھا۔

گو زمانۂ قدیم میں خطابت کا ایک مسلک رھوڈز کی طرف بھی منسوب کیا جاتا تھا[۱۲۱] لیکن تاہم اسکے خصائص کا تعین نہیں کرسکتے۔ اسکا سلسلہ کبھی تو اسخینیس کے ساتھ اور کبھی ہی پریدیس کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔ جو تقریر سنہ ۱۶۷ ق م میں رھوڈزی سفیر نے رومن سینات میں کی تھی اسکی بڑی تعریف کی گئی۔ پہلی صدی ق م کے رھوڈزی اسلوب کا ہلانے رونیس

---

[۱۲۱] خطابت۔ مقابلہ کرو باب ۲۱، حاشیہ ۸۔

رھوڈزیوں کی ملامت، پولی بیوس ۳۱، ۲۵۔

مینیے کلیس ساکنان الابندہ کے دو شاگردوں کے سر ہے، اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے زمانے میں مسلک ایشیائی کے امام مانے جاتے ہیں۔ ان شاگردوں میں سے پہلا تو اپولونیوس مالاکوس تھا، جو سنہ ۱۲۰ ق م میں الابندہ سے رھوڈز آیا، اور دوسرا اپولونیوس مولون تھا، جو سنہ ۸۷ ق م اور سنہ ۸۱ ق م میں روما میں رھوڈز کی سفیر تھا جب وہ روما میں تھا تو اسکی سسرو سے ملاقات ہوئی جو ایتھنز و ایشیا میں قیام کے بعد محض مولون کے سامنے زانوے تلمذ خم کرنے کی غرض سے خاص طور پر رھوڈز گیا۔ اس زمانے میں رھوڈز نوجوان رومی طالب علموں کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی؛ یہی وہ جگہ تھی جہاں قیصر، بروتوس اور کاسیوس نے علم خطابت کے سبق لیئے تھے؛ ان میں سے کاسیوس کا استاد ارخے لاؤس تھا؛ اسی نے کاسیوس کی فتح رھوڈز کے بعد فاتح سے ذرا ملائم ہونیکی التجا کی تھی لیکن یہ التجا مسموع نہیں ہوئی اور کاسیوس نے شہر کو کمال بربریت سے تاراج کردیا۔ ہم جانتے ہیں کہ تی بیریوس نے اپنی جلاوطنی کا زمانہ رھوڈز ہی میں بسر کیا اور اپنا وقت تھیودوروس ساکن گدارہ سے فن خطابت کے اصول سیکھنے میں صرف کیا۔

بہت سے دوسرے شہروں کی طرح رھوڈز میں بھی استادوں کو شہر ہی طرف سے تنخواہ ملتی تھی۔ ایک موقعہ پر پولی بیوس رھوڈزیوں پر الزام لگاتا ہے کہ انھوں نے اسی مقصد کیلئے یومنیس سے روپیہ لیا، حالانکہ اسکے نزدیک خود انھیں ہی معاوضہ دینا چاہیئے تھا۔

رھوڈز اسکا مستحق ہے کہ اسکی اہمیت کو ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے، لیکن میں یہاں اسکا بہت ہی مجمل بیان کرسکتا ہوں۔ ہم باب [illegible] میں دیکھ چکے ہیں کہ سیاسی اعتبار سے اسکی حیثیت بغایت اہم تھی اور وہ بڑے بڑے سمندروں کے جہازرانی کا گویا حامی و معاون مانا جاتا تھا۔ اسکا واحد نقص یہ تھا کہ اقلیمی ممالک میں وہ اپنی رعایا سے ذرا سختی کا سلوک کرتا تھا۔ جو کام رھوڈز نے مشرق میں انجام دیا وہ روما نے مغرب میں پورا کیا، چنانچہ ان دونوں مملکتوں کے درمیان ایک طرح کا

باب ۲۲

نظری تعلق نظر آتا ہے، اور جب رھوڈز نے اپنے نامناسب طرزِ عمل کی وجہ سے اپنے اعلیٰ درجہ کے رتبے کو کھو دیا تو روما ہی ایک ایسی مملکت رہ گیا جو آزادانہ رسل و رسائل کی حمایت پر کمربستہ تھا، اور آخر اس نے وہ کر دکھایا جو نہ اتھنز سے ہوا تھا اور نہ رھوڈز سے۔ ایک نوع سے روما اور اتھنز کے طرزِ عمل میں مماثلت پائی جاتی ہے، وہ یہ کہ اسنے اپنے حلیفوں سے (رھوڈز کے خیال کے برخلاف) مستقل محاصل لینے کا دعویٰ کیا، لیکن پھر کم از کم کچھ مدت تک (اتھنز کے برخلاف) اسنے کسی قسم کے خراج کا مطالبہ نہیں کیا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ اسکی بنیاد اتھنز کے بنیاد سے کہیں زیادہ مضبوط تھی

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ آخری جنگ مقدونیہ کی وجہ سے رھوڈز بالکل ہی گر گیا، لیکن ہم اس سے متفق نہیں ہیں۔ اول تو خود رھوڈز یوں کا قول تھا کہ ڈیلوس کے آزاد بندرگاہ بنجانے سے انہیں بڑا بھاری نقصان اٹھانا پڑا، لیکن جیسا ہم اگلے باب میں دیکھیں گے، یہ حکم تجارت کی ہر شاخ پر نہیں لگایا جا سکتا۔ اول تو ڈیلوس کی اہمیت سو برس سے زیادہ نہیں رہی! پھر یہ بھی ناممکن تھا کہ تجارت کے حقیقی اجزاء لاینفک یعنی سرمایہ اور فہم و ادراک اس چھوٹے سے جزیرے کو منتقل کر دیئے گئے ہوں؛ یہ یقینی امر ہے کہ ذہنی اعتبار سے رھوڈز کو سنہ ۱۶۷ ق م میں مشکل سے کوئی نقصان پہونچا ہوگا، اسلئے کہ اس کے بعد بھی وہی جنوب و مغربی ایشیائے کوچک کا ذہنی مرکز برابر بنا رہا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ فنون و ادبیات کے شعبوں میں میانڈر کا خوبوں والا ضلع جسمیں ترالیس اور الابندہ واقع تھے، آخرکار رھوڈز میں اپنی قوتوں کا مظاہرہ کرتا ہے اور انکی برتری وہیں تسلیم کیجاتی ہے

باب بست و سوم

یونانی تمدن دوسری صدی ق م میں

۵ - اتھینز و دیلوس

اس عہد میں بھی اتھینز کی زندگی اپنی پرانی روش پر برابر چلتی رہی اور دوسری صدی ق م کے اتھینزی بھی اپنے پانچویں صدی ق م کے پیشروؤں کی طرح ادبیات و فنون لطیفہ میں غائر دلچسپی لیتے رہے چنانچہ انھیں حکیم سقراط و ابی قوروس کی طرح اب بھی فلسفیانہ مطالع سے اتنا ہی ربط تھا بلکہ زمانے زیر بحث میں اس سے بھی زیادہ نوجوانوں کی تعلیم پر توجہ کیجاتی تھی۔ اسمیں شبہ نہیں کہ آجکل اس عہد کے اتھینزیوں کے اخلاق کے خرابی کے راگ گانے کا گویا رواج سا ہوگیا ہے، لیکن یہ راد اتنی ہی مغالطہ آمیز ہے جتنی اس سے پہلے تھی۔ یہ سچ ہے کہ اوروپوس کی تاراجی کی حرکت نامعقول تھی، لیکن پانچویں صدی ق م میں بھی اتھینزیوں پر روپیہ بٹورنا خوب آتا تھا، صرف فرق یہ تھا کہ اس زمانے میں اسکا پورا بار انکے حلفاء ماوراء بحر پر پڑتا تھا۔ عہد زیر بحث میں اتھینزیوں پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ وہ اجنبی بادشاہوں سے فنی شاہکار اور اوقاف حاصل کرتے تھے لیکن خود ان شعبوں کے

باب ۲۳

ترقی دینے میں خاموش تھے ۔ یہ الزام لگاتے وقت لوگ یہ بھول جاتے ہیں یونانیوں کے خیال کے بموجب مدت دراز سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ یونانی خانقاہوں کے نام پر تحفہ تحائف وقف کرنا ایک ثواب کا کام ہے چنانچہ گی گیس کے عہد ہی سے برابر اجنبی حکمراں اسے اپنے لئے ایک خاص امتیاز اور اعزاز تصور کرتے تھے (جلد ۱، باب) اور یہ خیال تیسری اور دوسری صدی ق م میں بھی اتنا ہی موثر تھا ۔ اگر کوئی مالدار شخص کسی کو تحفہ دے تو اسکا منظور کرنا دوسرے کا فرض سمجھا جاتا تھا، خواہ وہ خود کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو ۔

میں ناظرین کو مختصر طور پر اسکی یاد دلاؤنگا کہ دوسری صدی ق م کے بیشتر حصے میں علاوہ اٹیکا اور ضلع ہالیارتوس کے[1] مملکت ایتھنز میں پاروس، دیلوس، سکیروس، امبروس اور لیمنوس بھی شامل تھے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز کے پاس جو ملک تھا اتنا بڑا ملک مشکل سے کسی دوسرے مملکت کے قبضے میں ہوگا، چنانچہ اسکے شہریوں کو مالدار بننے کے بہت سے مواقع تھے ۔ ہم اسکے سکوں سے معلوم کر سکتے ہیں کہ اس ملک کا زوال اتنا نہیں ہوا تھا جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے[2] ۔

ایتھنز کی جو عزت و وقعت دوسروں کی نظر میں تھی اسکا اندازہ

---

[1] کیوہلر: "ایتھنز میں غیر ملکیوں کے مملوکات دوسری صدی ق م میں"

Kochler : Ueber den. Auswærtigen Besitzstand Althens in 2 Jahrhundert,

[2] "جریدہ معلومات ایتھنز" Ath Mitt. ۱، ۷ ۲۵ وغیرہ؛ ہرٹز برگ ۱، ۸۴ ۔

اس عہد میں ایتھنز کی عمارات؛ واخسموت: "بلدیہ ایتھنز" جلد ۱، لائپزگ، ۱۸۷۴ء، صفحہ $\frac{۶۰۰}{۶۵۹}$؛ کرتیوس: "تاریخ بلدیہ ایتھنز"، برلن ۱۸۹۱ء، خصوصاً از ص ۲۱۹ ۔

فرمانروایوں کے تحائف جمہوریتوں کو؛ پولی بوس، ۵، ۹۰ ۔ آج تک کسی نے جنیوا کو اسپر مطعون نہیں کیا کہ اس نے کیوں ڈیوک برنسوک سے روپیہ لیکر اس کے معاوضے میں اسکا مجسمہ نصب کیا ۔

باب ۲۳ ان اوقاف سے ہوتا ہے جو غیر ملکی ایتھنز کے لئے کرتے تھے اور جنکے معاوضے میں وہ انھیں ذرا مبالغے کے ساتھ اعزاز دیتے تھے۔ سنہ ۳۰۷ ق م میں انتی گونوس اور دیمیتریوس کا شکریہ انھوں نے دو جدید قبیلوں یعنی انتی گونس و دیمیتریایس قائم کرکے ادا کیا اور ان عالی شان منجیوں کے مجسمے ہرموڈیوس و ارسطوگیتون کے بتوں کے دوش بدوش نصب کئے۔ زمانہ مابعد میں انھوں نے اپنے اس طرز عمل کی اصلاح اولیمپیودوروس اور خریمونیدیس کے ساتھ ساتھ آزادی کے خاطر لڑنے سے کی اور اس طرح انھیں گویا یہ حق حاصل ہوگیا کہ اولیمپیودوروس اور دوسرے وطن دوستوں کے مجسمے نصب کرکے انکی یاد تازہ کریں۔ اسی طرح جب غالیوں کو شکست ملی اور انھیں نیچا دکھانے میں ایتھنزیوں نے حصہ لیا تو ایتھنزیوں نے اس موقع سے بھی فائدہ اٹھا کر بہت سے بت نصب کئے جن غیر ملکی مہربانوں کے مجسمے بنا کر انھیں ممتاز کیا گیا وہ لیزیماخوس، پرہوس، اوڈولیون ساکن پایونیہ اور اسپارتوکوس ساکن بوسفوروس تھے۔ اسکے بعد بطلیموس فلادیلفوس نے ایتھنز میں ایک ورزش گاہ (اور کتاب خانہ) مسمی "بطلیمایوم" تعمیر کی جو شہر میں اپنی نوع کی پہلی ورزش گاہ تھی؛ چنانچہ ایتھنزیوں نے پرانے قبائل انتی گونس و دیمیتریایس کی جگہ ایک نیا قبیلہ بطلیمائس بنایا؛ ساتھ ہی اسے اجداد ایتھنز میں شامل کیا اور مصری معبود ساراپیس کے پوجا کو اپنے یہاں رواج دیکر اسکے اعزاز کو بڑھایا۔ جنگ خریمونیدیس کے افسوسناک انجام کے بعد کچھ مدت تک ایتھنز ہی میں ایک مقدونوی حرس رہا اور طویل دیواریں کھنڈر ہوگئیں۔ سنہ ۲۲۹ ق م میں دیمیتریوس کی موت کے بعد ڈیڑھ سو تالنت کے معاوضے میں (جو شاید اراتوس نے جمع کئے تھے) اجیر سپاہیوں کے جمعدار دیوجانس نے اٹیکا کے وہ مقامات جو اسکے انتظام میں تھے (یعنی مونی خیہ، پرائیوس اور سونیوم مع سالاس ایتھنزیوں کے حوالہ کرکے ایتھنز کی خدمت انجام دی (دیکھو اوپر، باب ۱۰)۔ اسپر اسے شہری بنایا گیا اور پروندریہ کا اعزاز دیا گیا؛ نہ صرف یہ بلکہ ایک نیا تہوار دیوجنیہ منایا جانے لگا۔

باب ۲۲

اور ایک نئی ورزش گاہ بھی اسکے نام پر موسوم کی گئی جسکی تعمیر کے اخراجات یقیناً صرف اسی نے نہیں بھرے ہونگے۔ اسکے تھوڑے دن کے بعد دو ایتھنزیوں یعنی یورقلیدس ومکیون نے ایتھنز اور پرائیوس کی دیواروں کی مرمت کرکے ایتھنز کی خدمت انجام دی جسکی وجہ سے انکا بہت کچھ اعزاز واکرام کیا گیا۔ انھوں نے ایتھنز کو اکائیائی لیگ کی شرکت سے بھی باز رکھکر اپنے وطن مالوف کی عزت برقرار رکھی سلہ جسکے بغیر ایتھنز کو اراتوس اور کلیومنیس کے آویزش میں مقدونیوں کے دوش بدوش لڑتا پڑتا۔ وہ اکائیائی لیگ سے علیحدہ رہکر مصری محالفے کے وفادار بنے رہے اور رفتہ رفتہ اس محالفے میں پرگامم، رھوڈز اور روما بھی شامل ہوگئے۔ کہتے ہیں کہ ایتھنز نے ان طاقتور سلطنتوں سے جو محالفہ کیا تو ہمیں اسے بہت کچھ نفع ہوا ہو لیکن اگر ایتھنز کی حکومت قوی ہوتی تو اسکا طرز عمل اس طرز عمل سے بالکل مغائر ہوتا۔ ہمارے نزدیک صورت حال اسکے بالکل برعکس ہے۔ ایتھنز میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو دور و دراز روما اور پرگامم کو مقدونیہ سے زیادہ قوت والے سمجھتا، وہ مقدونیہ جسکے بادشاہ نے کچھ ہی دن بعد آٹیکا کو تاراج کرکے گویا اپنی قوت وسطوت کی دھاک بٹھادی۔ الغرض ہمارے نزدیک مقدونیہ کا مقابلہ کرنیکا تہیہ صرف جذبات کے تحت کیا گیا۔ ایتھنزیوں نے اپنے افعال سے فیلقوس جیسے بادشاہ کو اتنا برہم کیا کہ آخرکار اسے جو کچھ ملا اسے جلا دیا اور باقی جو بچا اسے برباد کرادیا۔ یہ طرز عمل یونانیوں کی تاریخ میں تقریباً لاثانی تھا، چنانچہ ایتھنزیوں نے اسکا بدلہ یوں لیا کہ اسکے نام کے تہواروں کو منسوخ کردیا، اسکے نام کے پجاریوں کو برخاست کردیا، اسکے اور اسکے آباؤ اجداد کے بت توڑ کر پھینک دیئے

سلہ۲ یورقلیدس ومکیون؛ پلوٹارک: Ar. ۴۱

جدید قبیلے؛ ہرمان ٹومزر، ص ۱۳۵۔

واقسموت کا خیال ہے کہ ایتھنز کا اکائیائی لیگ سے علیحدہ رہنا نہایت منصفانہ" اور سودمند" فعل تھا۔

اور جن مقامات کا اس سے کچھ بھی تعلق رہا تھا انھیں ملعون قرار دے دیا۔ ایتھنز کے نکتہ چین اس طرز عمل کی وجہ سے اسے مطعون کرتے ہیں۔ اگر ہم اسے قابل اعتراض قرار دیں تو ہم اور بھی زیادہ اس نتیجے پر پہونچیں گے کہ ان کا مقدونیہ کے ساتھ جو برتاؤ تھا وہ جذبات کے بنا پر تھا نہ کہ مدبرانہ دوراندیشی کی بنا پر۔ ایتھنزیوں نے پھر ایک مرتبہ دنیا کو دکھا دیا کہ وہ دل کے اچھے ہیں[3]۔ فیلقوس کے خلاف انکا حلیف اتالوس اول فرمانروائے پرگامم تھا اور یہ ایتھنز کے عظیم الشان محسنوں میں شمار کئے جانے کے قابل ہے۔ اس نے اکادیمی کو لاکے دیوم نذر کیا اور اس مشہور و معروف تحفہ کو لاکر رکھدیا۔ یومینیس دوم (۱۹۷/۱۵۹) بھی اتنا ہی مہربان تھا؛ اسنے دیونی سوس کے تماشہ گاہ میں "محراب یومینیس" کا اضافہ کیا تاکہ لوگ اسمیں بارش سے پناہ لیں۔ اسیطرح اسکے بھائی اتالوس دوم (سنہ ۱۵۹/۱۳۸ ق م) نے محلہ کیرامیکوس میں اگورا کے مشرقی جانب ایک ڈیوڑھی تعمیر کی، جسکے باقیات اسوقت تک موجود ہیں؛ اس مقام پر نیلام ہوا کرتے تھے[4]۔ تقریباً سنہ ۲۰۰ ق م میں ایتھنزیوں نے اتالوس اول کے نام پر ایک جدید قبیلہ اتالس موسوم کیا۔ دوسری صدی ق م میں ایتھنز کے محسنوں میں ایک شامی حکمراں انطاکوس چہارم "ایپی فانیس" (سنہ ۱۷۵/۱۶۴ ق م) کا اضافہ ہوتا ہے، اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ اسے شہر کا استراتیگوس مقرر کر دیا جاتا ہے (باب ۲۰)۔ عجیب بات ہے کہ جس اولمپیوم کی تکمیل شہنشاہ ہدریان نے کی اسکا آغاز ایک رومن کوسوتیوس نے کیا تھا جو اس انطاکوس کے خدام میں سے تھا۔

ہمیں ان عمارتوں کے بابت بہت کم معلومات ہیں جو اس عہد میں

---

[3] ایتھنزی متعصب تھے"؛ واخسموت، ۱، ۶۳۹۔ پولی بوس ۵، ۱۰۶؛ ہمارے نزدیک واخسموت نے اس بارے میں ایتھنز کے ساتھ انصاف نہیں برتا۔

[4] آدلر: "ایتھنز میں شاہ اتالوس کی ڈیوڑھی" Adler; Die Stoa des Koenigs Attalos zu Athen برلن سنہ ۱۸۷۴ء۔

باب ۲۱

رومنوں نے بنائیں۔ تھراسی لوس کا سنگتی ایوان دراصل مقدونی عہد کے ابتدائی دور (سنہ ۳۲۰ ق م) میں تیار ہوا تھا؛ اسکے بیٹے تھراسیکلیس نے اسے سنہ ۲۷۱ میں اسکی مرمت کی[5]

اس واقعہ سے کہ اپی قورس کے باغیچے بلدہ کے اندرونی حصے میں واقع تھے، یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ آبادی کی کثافت اضافی میں کمی ہو گئی ہوگی[6] لیکن یہ استدلال مختتم نہیں سمجھنا چاہئے اسلئے ممکن ہے کہ وہ فصیل کے قریب ہوں اور جیسا ہمیں معلوم ہے، شہروں کے فصیل کے قریب بہت سی غیر مقبوضہ اراضی پڑی ہوتی ہے۔ ہمیں اسکا بھی کافی ثبوت نہیں ملا ہے کہ طبقہ امراء جس کی تعداد میں روز بروز کمی ہوتی جا رہی تھی، عیش و عشرت کی طرف مبتلا ہوتا جاتا تھا، بلکہ اسکے برعکس ہم یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ فیاضانہ تمدن کو ایتھنز میں ترقی ہو رہی تھی۔ ہمارے نزدیک اسکا ثبوت دو چیزوں سے دیا جا سکتا ہے یعنی ایک تو نوجوانوں کی تعلیم کی طرف پہلے سے زیادہ رجحان سے اور دوسرے فلسفیانہ مسالک کی روزافزوں اہمیت سے۔

نوجوانوں کی تعلیم سرکاری ادارہ "ایفی بیہ" ("بلوغ") کا ایک جزو سمجھی جاتی تھی[7] ایک ایتھنز کا لڑکا اٹھارہ برس کی عمر میں "ایفے بوس"

---

[5] تھراسی لوس کی یادگار؛ ویرال وہیریسن: "قدیم ایتھنز کے وثنیات و یادگارہائے" Verral and Harrison: Mythology and Monuments of Ancient Athens لندن سنہ ۱۸۹۰ء، صفحہ ۲۶۰/۲۶۱ مع تصاویر۔ اندرونی گوس کیرنمیس تیس کا الہ وقت نما؛ کرتیوس: "تاریخ بلدی" Curtius: Stadtgesch. صفحہ ۲۴۳/۲۴۵ "ابتدائے عہد روما میں"۔

[6] ایتھنز کی آبادی میں کمی؛ واخسموت ا، ۶۴۹۔ ہمارے نزدیک باغیچہ ہٹے کیناس سے جو سرویوس کی فصیل کے کچھ اندر کچھ باہر تھا، یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ روما کے آبادی میں کسی قسم کی کمی ہو رہی تھی۔ کرتیوس: "تاریخ بلدی"، ۱، ۲۴۳۔

[7] تعلیم۔ گراس برگر: "تعلیم و تربیت بزمانۂ قدیم" Grassberger: Erziehung und Unterricht im Klass. Alterthum، ۳ جلد، ویورتزبرگ، سنہ ۱۸۸۱ء۔ مہافی: "یونانی زندگی"، باب ۱۷

یا بالغ سمجھا جاتا تھا (دیکھو جلد ۲، باب) جسکے بعد اسے دو سال تک تربیت دیجاتی تھی، اور مقدونوی عہد میں اس قسم کی تربیت کا دروازہ میتوئیکیوں کے لئے بھی کھلا ہوا تھا۔ یہ تربیت ورزش گاہوں میں بھی دیجاتی تھی اور زیر سما بھی، لیکن ان دونوں کی نوعیت میں فرق تھا۔ انھیں نہ صرف پانچ ورزشوں یعنی کودنے، نیزہ اندازی، دوڑنے، گھیرا پھینکنے، کشتی گیری، اور گھونسہ بازی کی مشق کرائی جاتی تھی، بلکہ فنون حرب بھی سکھائے جاتے تھے، جیسے تیر اندازی، گوپھن (جو رھوڈزیوں، دولوپیوں اور بلیاریوں میں رائج تھا) اور منجنیق کا استعمال۔ ساتھ ہی نوجوان اتھینزی کو گھوڑے کی سواری، گھوڑا ہانکنے اور تیرنے میں بھی مہارت پیدا کرنی پڑتی تھی۔ اسطرح جو جسمانی قوت پیدا ہوتی تھی اسکا وقتاً فوقتاً امتحان کیا جاتا تھا، مثلاً نوجوانوں کی ماراتھون جیسے مقامات کو پیدل جانا پڑتا، اور سالامس والے ایاکس کے میلے اور مونیخیہ کے آرتمیس والے میلے میں کشتیوں کی دوڑوں میں بھی حصّہ لینا پڑتا تھا۔ یہ بات اس عہد کے عام رجحان کے عین مطابق تھی کہ قدیم ورزشوں کے ساتھ ساتھ فوجی قواعد بھی سکھائی جائے، اسلئے کہ بہت سوں کا خیال تھا کہ شہریوں کو بہ نسبت سیدھی سادی ورزشوں کے فوجی قواعد کی زیادہ ضرورت ہے۔ یہ رائے منجملہ دوسرے یونانیوں کے فلوپوئے مین کی بھی تھی اور اسی اصول کے تحت یہ اکائیائیوں کو از سر نو کار فرما سپاہی بنانے میں کامیاب ہوگیا تھا درانحالیکہ اراتوس نے، جو ورزشی کھیلوں کا ماہر تھا، میدان جنگ میں کبھی کارنمایاں انجام نہیں دیا بلکہ اس نے اپنی قوم کی حربی صفتوں کو بہت کم کر دیا۔ نوجوانوں کی ذہنی تعلیم لازمی نہیں تھی لیکن اکثر نوجوان اسے حاصل کرتے تھے، اور یہ دو حصّوں میں منقسم تھی، ایک میں تو ناچ گانا سکھایا جاتا تھا اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ ایفی بیا کے لئے دیکھو اوپر، باب ۲، حاشیہ ۹۔
ایتھنز میں ورزش گاہیں؛ جواشموت، جلد ۱ ص ۶۲۴/۶۲۶ ۔

باب ۲۳ دوسرے میں ادبیات وحکمیات۔ یونانیوں کو موسیقی کی جو تعلیم دیجاتی تھی اسکی بنیاد موسیقی اور رقص کے باہمی گہرے تعلق پر تھی۔ پلوٹارک کہتا ہے کہ ناچ گویا خاموش شاعری ہے، چنانچہ ایتھنز ہی نوجوانوں کا طریق رقص نقالی سے ملتا جلتا تھا۔ ہمیں عہد سلطنت روما کے ایک حکمنامے سے (جسمیں شہر تیوس کی طرف سے لڑکوں اور لڑکیوں کے استادوں کے تقرر کا ذکر ہے) معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ورزش پر موسیقی کو کس حد تک ترجیح دیجاتی تھی۔ ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہونگے کہ ایتھنز کی برابری کرنیکی ہر شہر کی خواہش ہوگی، اور ممکن ہے کہ تیوس والوں کو (جو دیونی سوس کے پیرؤں کا آماجگاہ بنا ہوا تھا) دوسرے شہروں سے زیادہ موسیقی کا شغف رہا ہو۔

ادبیات وحکمیات کے شعبوں میں تین چیزیں ایک دوسرے سے ممتاز تھیں یعنی صرف ونحو، خطابت اور کلام مقبول عام شعرا کا کلام پہلے صرف نحو کے لحاظ سے اور اسکے بعد انکے مواد کے لحاظ سے پڑھا جاتا تھا، اور اس تمام نصاب کو "نصاب محیط" کہتے تھے۔ اس کے برعکس فلسفہ کو مکتب ومدرسے کے باہر سمجھا جاتا تھا اور اسکا مطالعہ ہر فرد پر چھوڑ دیا جاتا تھا، گو جہاں تک ہمیں علم ہے، جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں اسمیں بہت کم ایسے امیر یا غریب ایتھنز میں ہونگے جو انکی طرف توجہ نہ کرتے ہوں۔ ہم اس سے پہلے ہی فلسفیوں کے مسالک یعنی اکادمی، لیکیوم کے قریب کا باغیچہ (مستقر مشائیین)، باغیچہ ابیقوروس اور ایوان بوقلموں کا ذکر کر چکے ہیں۔ ادبیہ کے متعلق جو درس ہوتے تھے انکے لئے بطلیمایوم، دیوجانیوم اور پالادیوم کے قریب کا مکتب مخصوص تھے۔

ایتھنز میں فلسفیوں کی جو وقعت کیجاتی تھی وہ دو چیزوں سے معلوم ہوتی ہے ایک تو یہ کہ وہ بعض نہایت اہم خدمات پر مامور ہوتے تھے اور دوسرے ارسطیون اور مہرداد کے معاملات۔

علاوہ فیلوخوروس وایپولودوروس کے اس زمانے کے ایتھنز ہی مصنفونکے

باب ۲۳

بابت ہمیں کچھ زیادہ معلومات حاصل نہیں، لیکن ہمیں اسکا ضرور علم ہے کہ اس عہد میں ایتھنز غیر ملکی مصنفوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا اور انمیں سے ہم صرف دو مشہور مصنفوں کے ذکر پر اکتفا کرینگے، یعنی تمائیوس ساکن تورومینیوم اور پولیموں ساکن الیوم۔ ایتھنزیوں سے شروع کرو تو پہلا نام فیلوخوروس کا ہے جو "اٹیکائیوں" میں سب سے اہم لکھنے والا گزرا ہے؛ اسے جنگ خریمونڈیس کے بعد انتی گونوس گوناتاس نے بطلیموس کا ساتھی سمجھ کر مروا ڈالا۔ اپولودوروس ارسطاخوس ائمہ روا قیئین کا شاگرد تھا؛ اس نے یونانی معبودوں، جغرافیہ اور تاریخ عالم پر کتابیں لکھیں جنہیں سے آخری دو موضوعوں پر جو کتابیں تھیں وہ سہ وزنی بحر میں تھیں اور تاریخ عالم والی کتاب (جو نہایت وقیع تالیف تھی) اتالوس دوم کے نام پر معنون تھی، لیکن وہ کتاب خانہ، جو اسکے نام سے منسوب کیا جاتا ہے، وہ دراصل اسکا نہیں تھا۔ تمائیوس، جو تقریباً ۳۴۵ ق م میں پیدا ہوا اور تقریباً ۲۴۹ ق م تک زندہ رہا، اس نے اپنی زندگی کے آخری دس سال ایتھنز میں بسر کئے۔ وہ ایک بڑا بھاری عالم تھا، اور اسنے اٹلی و سسلی کی جو تاریخ لکھی ہے اسمیں بہت کچھ مواد بھرا ہے اور اسکے اسلوب میں بہت کچھ نکتہ رسی نظر آتی ہے بعض مرتبہ وہ اپنی پسند و ناپسندیدگی کو بلا کسی لحاظ کے صاف اور صریح طور پر ظاہر کر دیتا ہے، لیکن جب وہ تمولیون کی تعریف کرتا ہے اور اگاتھوکلیس سے نفرت کا اظہار کرتا ہے تو اسکا نشانہ قطعاً نہیں جاتا۔ پولیمون تقریباً دوسری صدی ق م کے دور اوّل میں تھا اور وہ ان مؤلفوں میں سے اہم ترین تھا جنھوں نے مختلف ممالک و بلاد کے خصائص پر قلم اٹھایا ہے وہ سیر و سیاحت کو دل سے پسند کرتا تھا، لیکن اسے ایتھنز اتنا مرغوب تھا کہ اس نے وہیں سکونت اختیار کر لی اور وہاں کا باضابطہ شہری بن گیا۔ وہ نوشتوں پر اپنے زمانہ کا مبصر تسلیم کیا جاتا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اوپر کے چار مؤلف اپنے اپنے علوم و فنون میں ماہر تھے،

باب ۲۳ چنانچہ اس زمانے میں بھی ایتھنز مدینۃ الحکما بنا ہوا تھا، لیکن یہ علوم اسکندریہ کے علوم سے مختلف تھے اسلئے کہ اسکندریہ موالید ثلاثہ اور صرف و نحو کا گہوارہ تھا اور ایتھنز تاریخی و جغرافی تفحص و تجسس کا۔ ظاہر ہے کہ سیاسیات کو اسی شہر میں فروغ حاصل ہونا ممکن تھا جسے آزادی حاصل ہو؎ اس عہد میں ایتھنز میں شعر و شاعری نے فروغ نہیں پایا، بلکہ واقعہ

؎ قلوخوروس۔ کرسٹ ف ۳۶۰؛ زوٗسے میل، ۱، $\frac{۵۹۴}{۵۹۹}$ ۔

ابولودوردس؛ کرسٹ ف ۳۹۷؛ زوٗسے میل، ۲، $\frac{۳۳}{۴۴}$ ۔

تمائیوس؛ ہولم؛ "تاریخ سسلی"، ۲، $\frac{۲۶۶}{۲۶۹}$، ۴۸۰۔ اسکے بعد اسی شخص کے بابت جو کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں، وہ سب زوٗسے میل، ۱، $\frac{۵۶۳}{۵۸۳}$ میں جمع ہیں۔ فی الجملہ زوٗسے میل نے تمائیوس کے ساتھ انصاف برتا ہے، لیکن تمولیون و اگاتھوکلیس کے بابت اسنے جو حکم لگایا ہے وہ انصاف پر مبنی نہیں ہے، اور چونکہ یہ دونوں شخصیتیں ممتاز ہیں اسلئے مجھے انکی بابت یہاں لکھنا پڑا۔ زوٗسے میل (حاشیہ ۵۷۶) میں تمائیوس کو مطعون کرتا ہے اسلئے کہ "اسنے تمولیون کی تعریف کے طومار باندھ دیئے، خصوصًا اسلئے کہ اس میں انکی ذاتی منفعت مضمر تھی"۔ زوٗسے میل کی مراد شکرگزاری سے ہے۔ حاشیہ ۲۸۱ میں تو وہ اسے "تکذیب تاریخ" کا لقب دیتا ہے لیکن ہمارے پاس اسکا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ تمائیوس نے تمولیون کے بابت کوئی غلط بیانی کی ہو، اور اغلب امر یہ ہے کہ اپنی عالی منشی کیوجہ سے تمولیون اس تعریف و توصیف کا مستحق ہے جو تمائیوس انکی کرتا ہے۔ زوٗسے میل کے حکم کی کمزور بنیاد کا پتہ اس سے بھی لگتا ہے کہ جہاں محض اسوجہ سے کہ تمائیوس تمولیون کا ممنون احسان ہے اسلئے اسکا جرم کریہہ تر ہو جاتا ہے، وہاں تمائیوس کو اگاتھوکلیس سے جو نفرت تھی اسے اسلئے قابل معافی گردانا جاتا ہے کہ اگاتھوکلیس نے اسے ملک بدر کر دیا تھا۔ گویا ملامت میں منافرت کی وجہ سے کمی ہو جانی چاہئے۔ لیکن ممنونیت تعریف و توصیف میں ممد نہیں ہونی چاہئے۔ یہ بھی ذرا مشکل سے سمجھ میں آتا ہے کہ زوٗسے میل (حاشیہ ۲۸۵) کس طرح اس پر شبہ کرتا ہے کہ تمائیوس واقعی اپنی اس رائے کا تعین کرتا تھا جو اسنے تمولیون کی بابت ظاہر کی۔ جب ایک ایسے ظالم پر جسمیں بدی کوٹ کوٹ کر بھری ہو، ایسی برائیوں کا الزام لگایا جائے جو یونانیوں میں عام تھیں، تو پھر الزام لگانیوالے کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہوگا! یہ بس وہی پرانا قصہ ہے کہ حکمراں کسی نہج بداخلاق نہیں ہو سکتا۔

تو یہ ہے کہ نظم کا دور گذر چکا تھا اور ایتھنز ہی میں نہیں بلکہ کہیں بھی ہم اسے پنپتا نہیں دیکھتے۔

فنون لطیفہ کے شعبے میں یونان ابھی تک تعمیری کام میں مصروف تھا، اور اس بارے میں ایتھنز کو خاص امتیاز حاصل تھا۔ چوتھی اور تیسری صدی ق م میں (اور دوسری صدی ق م میں پرگامم میں) سنگ کاری کا مرکز ایشیائے کوچک رہا تھا، اور اسکے بعد بھی یہاں کے فنون لطیفہ مردہ نہیں ہوئے۔ لیکن

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ پولے مون ساکن الیوم، مضمون پریلر Preller پاؤلی ۵، ۱۷۹۰/۱۷۹۵ میں۔ اسکے تصانیف کے اجزا کی اشاعت، لائپزگ ۱۸۳۸ء؛ میولر، جزو ۳، ۱۰۸/۱۴۸؛ کرسٹ ص ۳۹۳؛ زوسے میل، ۱، ۶۶۵، ۶۷۶۔

میں نے سنہ ۲ ق م اور سنہ ۳۰ ق م کے درمیانی عہد کے ادبیات کا سلسلہ وار بیان یہاں محض اسلئے نہیں دیا کہ اسکی بابت اکثر امور اسکندریہ، پرگامم، رھوڈز اور ایتھنز کے سلسلے میں بیان کئے جا چکے ہیں۔ باقی واقعات کرسٹ اور زوسے میل میں ملیں گے؛ انہیں سے زوسے میل ربطی نظم اور چٹکلوں پر نہایت عمدہ انداز سے نظر ڈالتا ہے۔ نیز دیکھو اس جلد کے اختتام پر اسکا ذکر۔

۹ فنون لطیفہ۔ برون: "تاریخ فنون یونان" Brunn : Geschichte der griech Kuenstler ۵۳۶ وغیرہ (خاندان پولیکلیس)، ۵۴۲ وغیرہ (ایتھنزی نقاش)۔ ۵۵۹ وغیرہ (اس عہد میں ایتھنزی فنون کے خصائص)، ۵۷۰ وغیرہ (اٹلی میں ایشیائے کوچک کے نقاش)، ۵۷۶ وغیرہ (اس عہد میں ایشیائے کوچک کے فنون کے خصائص)، ۵۹۵ وغیرہ (پاسی تیلیس اور اسکے جانشین)۔

مرے: "کتابچۂ آثار پارینہ یونان" Murray : Handbook of Greek Archeology لنڈن ۱۸۹۲ء صـ ۳۰۱؛ اس کتاب میں مسلک پاسی تیلیس کی ایک خصوصیت یہ بیان کیگئی ہے کہ "ہیجی وجدانی مظاہرے" پائے جاتے تھے۔

ہاؤزر: "جدید ایٹکائی منبتیں" Hauser : Dieneu-attischen Reliefs، اشٹٹگارٹ، ۱۸۸۹ء؛ یہ مضمون بریوکنر Brueckner کے تنقید کے ساتھ ہفتہ وار جریدۂ لسانیات، برلن، Berl.Phil.wock ۱۸۹۰ء نمبر ۱ و ۲ میں طبع ہوا ہے۔

باب ۲۳ ایشیائے کوچک کے اس کارفرمائی کے ساتھ ساتھ یوروپی یونان میں بھی فنی احیا ہو رہا ہے جسکی وجہ سے یہاں ایسے شاہکاروں کی تکمیل ہو رہی ہے جو اپنی خوبروئی اور اپنے علو کی وجہ سے ممتاز ہیں، اور اس عہد کے سب سے پیش پیش سنگ کاروں میں سے بہت سے اتھینز کے اور بعض "یونان کبیر" کے باشندے ہیں۔ ان میں سے بعض کے شاہکار ہم تک پہونچے ہیں۔ ہم صرف بعض قدیم مصنفوں کے حوالوں سے پوسیکلیس کا پتہ چلتا ہے جسنے یقیناً بہت سے مجسمے بنائے ہونگے لیکن اس سے بھی زیادہ ہمارے پاس فن کاروں کے ایک دوسرے خاندان کے بابت مواد موجود ہے جو اپنے سرگروہ پاسی تیلیس کے نام سے موسوم ہوا۔ ہمیں شک نہیں کہ ہمیں خود پاسی تیلیس کے بابت صرف یہ واقفیت ہے کہ وہ یونان کبیر کا رہنے والا تھا، ۸۹ ق م میں وہ رومن شہری بنا اور وہ ایسا مفکر تھا جسنے فنون لطیفہ پر بھی قلم اٹھایا۔ لیکن اسکے جانشینوں کے شہ کار اسوقت تک موجود ہیں۔ اسکے بیٹے استیفانوس نے ایک ورزشی نوجوان کا مجسمہ تیار کیا جسکے اعضا بالکل اصل کے مانند تھے، اور اس استیفانوس کے بیٹے مینے لاؤس نے اوریس تیس وایلکترا کا وہ ساکن مجسمہ تیار کیا جو اب ولا لودوویسی میں ہے۔ اس مسلک کو عام طور پر "انتخابی" کہا جاتا ہے، لیکن ہمارے نزدیک اس لفظ سے پورے معنے ادا نہیں ہوتے اسلئے کہ اس کا کوئی نشان نہیں کہ اسمیں دوسرے مسالک کے خصوصیات جمع کر دی گئی ہوں۔ ایشیائی فنون سے جو اثر ہم پر ہوتا ہے وہ اس اثر سے مغایر ہے؛ انکے کارناموں اور شاہکاروں کا دور زمانہ قبل مسیح کے اختتام اور سنہ عیسوی کے ابتدا کا ہے؛ اور انہی میں سے وہی کان والا مشہور ہرقلی جسم (جو اتھینزی اپولونیوس نے تیار کیا تھا) نیپلز والا مشہور فارنیز ہرقل (جسکا کارساز اتھینزی گلی کون تھا)، اتھینزی کلیومنیس کی میدیچی والی وی نس، اور نام نہاد گرمانی کوس جو در اصل ہرمیس کے وضع کے رومن خطاب کی شبیہ ہے، اور جسے ایک دوسرے اتھینزی کلیومنیس نے تیار کیا، یہ سب اسی مسلک سے متعلق ہیں۔ علاوہ ازیں ہمیں اسبات کا علم ہے کہ اتھینزی

دیوجانس نے تقریباً سنہ ۲۷ ق م میں اگریپا کے ہیکل آلہہ کے لئے مجسماتی ستون بنائے، اور معلوم ہوتا ہے کہ ویٹی کان کا ایک ایسا ہی ستون جس سے ایرختھیوم کی یاد تازہ ہوتی ہے، اسکا بنانے والا بھی یہی دیوجانس تھا، اور ایک ستون میں، جواب ولا البانی میں ہے، اسکے بنانیوالوں یعنی کریتون اور نکولاؤس نے اصلی نمونے کی تزئین کی کوشش کی ہوگی۔ سوسی بوخس کا بنایا ہوا سنگ مرمر کا ظرف پوتیوس کا رحیتون جو جدید نوادر خانہ کاپی تول میں ہے، اور سالپیون کا طیار کردہ مرمری ظرف جواب نیپلز میں رکھا ہے، ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز ہی نقاش دوسرے اسالیب کو کس خوبی کے ساتھ منطبق کرتے تھے۔ قدیم فنی اسلوب کی طرف جو رجحان ہے وہ اس عہد کے بہت سی منبتوں میں نظر آتا ہے لیکن انکے کارسازوں کے نام نہیں معلوم۔ الغرض ہم دیکھتے ہیں کہ سنہ ۲۰ ق م تک تو ایتھنز ہر طرح طرح کے مصائب کا شکار بنا تھا، لیکن جونہی اسے تھوڑا بہت سکون نصیب ہوا، اسی وقت اسمیں قدیم فنی کمال عود کر آیا، اور ساتھ ہی ساتھ ہمیں اسمیں اور ایشیائے کوچک کے فنون میں بدیہی فرق نظر آتا ہے۔ منبتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بہ نسبت ایشیا کے یہاں قدیم اسلوب کا کہیں زیادہ اتباع کیا جاتا تھا اور اوپر لکھے ہوئے مجسموں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسکے ساتھ ہی ساتھ یہاں تخلیقی آزادی سے بھی زیادہ کام لیا جاتا تھا۔

دوسری صدی ق م کے بیشتر حصے اور پہلی صدی ق م میں کچھ عرصہ تک جزیرۂ ڈیلوس کو ایک طرح پر ایتھنز کا تتمہ سمجھنا چاہیے گو اُسے اپنی حد تک بہت کچھ آزادی حاصل تھی۔ حال میں فرانسیسیوں نے جو کھدائیاں کی ہیں انسے انکی کیفیات پر روشنی پڑتی ہے اور انسے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ تمدن پر ان کا گہرا اثر پڑا تھا، چنانچہ یہ مناسب ہوگا اگر ہم یہاں اسکے نتائج کو مختصراً بیان کریں[نلہ]۔

[نلہ] ڈیلوس - اہم فرانسیسی اکتشافات کا ملخص بیڈیکر: "یونان" اشاعت ثانی؛ سنہ ص ۱۴۲ / ۱۸۴

باب ۲۳

ڈیلوس کے عروج کا زمانہ اسوقت شروع ہوتا ہے جب اسنے تقریباً سنہ ۳۰۸ ق م میں ایتھنزی حکومت کا جوا اپنے کندھے سے اتار کر پھینک دیا اور جب رھوڈزیوں اور بطلیموس کے کہنے سے قدیم ایتھنزی لیگ بدل کر جزیرے والوں کی داور مملکت بن گئی۔ اسی مملکت کے دو خاص معبد تھے یعنی ایک تو تینوس میں انفتریت و پوسیڈون کا مندر اور دوسرے اس سے کہیں زیادہ اہم، ڈیلوس میں اپولو کا بت خانہ (واضح ہو کہ ڈیل Diehl ۱۶۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ تینوس آج بھی جزائر مدور کا مذہبی مرکز بنا ہوا ہے)۔ اس لیگ کی مجالس ڈیلوس یا تینوس میں جمع ہوتی تھی، اور گو ہمیں اس مجالس اور لیگ کے سب سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ — دیا ہوا ہے، اور جس میں نقشہ بھی ہے۔ مفصل تاریخی تنقید اور تاریخ فنون لطیفہ کے لئے دیکھو ڈیل: "آثار یاتی سیاحت یونان میں" Diehl : Excursions archeologiques en Grece، پیرس، سنہ ۱۸۹۰ء ص ۱۲۵-۱۸۸ مع نقشہ کے۔

شیوفر: "معاملات جزیرہ ڈیلوس" Schoeffer : De Deli Insulae rebus برلن، سنہ ۱۸۸۹ء۔

ہومول اس جزیرہ کی کھدائیوں کا نگراں رہا ہے اور عنقریب اس کے قلم سے ایک مفصل کتاب نکلنے والی ہے۔ اسی اثناء میں بعض مضامین (خصوصاً ہومول Homolle. کے مضامین جریدہ مراسلات یونان Bull. de corresp. hellenique میں سنہ ۱۸۷۸ء سے سنہ ۱۸۹۰ء تک شائع ہوئے ہیں جن کی فہرست ڈیل اپنی کتاب کے ص ۱۲۵ پر دیتا ہے۔

نیزیارخ کے خطاب سے بیوتارخ اور زمانہ مابعد کے آزیارخ کی یاد تازہ ہوتی ہے، پولی بیوس کہتا ہے کہ پرسیوس کے حکم کا اعلان جزیرہ ڈیلوس میں بھی ہوا تھا؛ ۲۵، ۳، (۱۶، ۵)۔

ڈیلوس کی تجارت نے جو رُخ اختیار کیا اس سے رھوڈز کے زوال کا میلان ظاہر ہوتا ہے؛ شیوفر ۱۸۷، ۱۸۸۔

تجارتی شرکتوں کے لئے دیکھو ایضاً۔

نخاتس: استرابو ۱۴، ۶۶۸۔

باب ۲۳

مقتدر عہدہ دار یعنی نیزیارخ ("افسر جزیرہ") کے متعلق بہت ہی کم واقفیت ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس مجلس کے اختیارات کم و بیش وسیع تھے۔ تیسری صدی ق م میں ڈیلوس میں غیر ملکی اثرات میں اسی طرح سے تنوع ہوا جیسے دوسرے جزائر میں تھوڑے دن تک تو مقدونیہ کا ستارۂ اقبال چمکا، اور انتی گونوس گوناتاس اور فیلقوس پنجم نے جزیرے میں اپنا اثر پیدا کیا (دیکھو اوپر باب ۱۶)، لیکن علی العموم امن کی لیگ کے اراکین یعنی رھوڈز، اور خاص کر مصر کو تفوق حاصل رہا۔ جب جنگ کینوس کیفالے میں مقدونیہ کو شکست ملی تو ڈیلوس کچھ عرصے کے لئے انطاکوس سے جا ملا، لیکن روما اور انطاکوس کے باہمی آویزشوں ہی میں روما نے اپنی توجہ اس جزیرے کی طرف مبذول کرنی شروع کر دی تھی۔ ڈیلوس کو واقعی صورت حال سے اس درجہ ناواقفیت تھی کہ رھوڈز و پرگامم کے ساتھ ساتھ انھوں نے پرسیوس کے ظاہری عروج سے متاثر ہو کر اسکی طرف رخ کر دیا اور اس فرمان کے اشاعت کی اجازت دیدی جسکی رو سے پرسیوس نے جلاوطنوں کو واپس بلا لیا، چنانچہ روما نے اس جانبداری کو مطعون قرار دیکر ڈیلوسیوں کے اراضی پر قبضہ کر لیا اور اسے اتھینیوں کو دیدیا لیکن ساتھ ہی ساتھ ڈیلوس ایک آزاد بندرگاہ بن گئی اور اسنے وجود کے درخشاں ترین زمانے کے طرف اپنا قدم اٹھانا شروع کر دیا۔

یہاں کا اقتدار اعلیٰ" ڈیلوسی اتھینیوں کے عموم" کے ساتھ وابستہ تھا اور بالکل اتھینز کی طرح انکی بھی ایک خاص مجلس تھی۔ ہم پڑھتے ہیں کہ اتھینز کی طرف سے ایک ایپی میلیٹیس یا نگران رہتا تھا لیکن ہمیں اسکا علم نہیں کہ اسکے فرائض کیا کیا تھے۔ اسکے ساتھی ایک تو وہ دو عہدہ دار تھے جنکے سپرد بت خانوں کی نگرانی تھی، اور دوسرے وہ دو اشخاص تھے جنکے سپرد خزانہ عامرہ تھا، جنمیں سے ایک قومی بنک کا ناظم تھا۔ ان دو دو عہدہ داروں سے اطالوی شہروں کے دو دو عہدہ داروں کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ ہر چوتھے سال اتھینز سے ڈیلوس کو تنقیح ساز بھیجے جاتے تھے جنہیں "ڈیلوسی تنقیح ساز" کہتے تھے۔

لیکن اتھینزی زمینداروں سے زیادہ اہم ڈیلوس کے وہ غیر ملکی تھے۔

باب ۲۳ جو جزیرے میں تجارت کے لئے رہ پڑے تھے، اور انہیں رومنوں اور اطالویوں کو تفوق حاصل تھا۔ سب سے پہلے تیسری صدی ق م میں ایک اطالوی جس کا نام نوویوس تھا، اور جو بلاشبہ کمپانیہ کا باشندہ تھا، اس جزیرے میں آیا، اور اسکے بعد کانوزیوم کے ایک بوزوس کا نام پڑھنے میں آتا ہے؛ ۱۹۲ ق م سے برابر ہم دیکھتے ہیں کہ ہر سال روما سے ایک پریتور یا ایک قنصل جزیرے میں آتا ہے اور اپنی اور روما کی طرف سے معبود کی عبادت کرتا ہے۔ جس طرح اس جزیرے کے ایتھنزی خاندانوں کا نسلاً بعد نسلٍ ہم پتا چلا سکتے ہیں اسیطرح سے ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں مدت دراز تک ایک ہی اطالوی قبیلے یعنی سے ہی کے ارکان پائے جاتے ہیں۔ نوشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض دوسرے ملکوں سے بھی سوداگر آتے رہتے تھے، لیکن ان سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یوروپی یونان اور مقدونیہ والے کم آتے تھے اور جزائر ایجین اور ایشائے کوچک کے شہروں سے تو آنے والے بس شاذ ہی تھے، چنانچہ ہمیں انہیں ایک بھی رہوڈزی نظر نہیں آتا۔ اسکے برعکس اس جزیرے کے بیزنطہ، ہرقلیہ بہ ساحل اقشیں، امی سوس، نیم فیہ بہ ملک کریمیہ، نکومیدیہ و نقیہ بہ ملک بتھی نیہ، الابندہ (کاریہ) سولی و مالوس (کلیکیہ)، قبرص، اور خاص طور پر شام کے شہروں مثلاً ارادوس، بری توس، صور، سیدا، عسقلون، ہے راپوس، لاؤدیکیہ، انطاکیہ و اسکندریہ کے ساتھ گہرے تعلقات تھے۔ مغرب میں صرف نیاپولس و تارنتوم کا ذکر پڑھنے میں آتا ہے۔ ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دیلوس کی تجارت مشرق کیجانب بحیرۂ اسود، بتھی نیہ، ایشائے کوچک کے جنوبی ساحل، اور خاص کر شام و مصر کے ساتھ اور مغرب میں اٹلی کے ساتھ ہوتی تھی۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ دیلوس کے ساتھ جن ملکوں کے تعلقات نہیں تھے وہ مفلس تھے، لیکن ہم اس سے متفق نہیں ہیں۔ ایسے تجارتی مراکز تو بہت کم ہیں جنکے تعلقات تمام اقطاعِ عالم کے ساتھ ہوں، باقی بڑے بڑے مرکزوں کے تعلقات خاص خاص ممالک سے ہوتے ہیں، یعنی انکے بہت سے چھوٹے بندرگاہوں اور چند بڑے بندرگاہوں سے روابط ہوتے ہیں، محض اس لئے کہ کسی خاص بیرونی بندرگاہ

کی ہامبرگ سے تھوڑی ہی تجارت ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بندرگاہ چھوٹا سا ہوگا اسلئے کہ شائد اسکی تجارت برمین سے نسبتہً زیادہ ہو یہی حکم دیلوس اور جزیرہ روم کے بعض دوسری بندرگاہوں پر بھی لگایا جا سکتا ہے۔ دیلوس کے بھی اپنے روابط تھے، اور ممکن ہے کہ رھوڈز جیسے شہروں کو، جنکے اس سے کوئی تعلقات نہ تھے، بہت کچھ امتیازات حاصل ہوں۔ ہامبرگ میں قہوہ، اور برمین میں تمباکو کے تجارت کی جو اہمیت ہے وہی اہمیت دیلوس میں بردہ فروشی کی تھی، اور وہ اپنے زمانے میں دنیا بھر میں سب سے بڑا نخاس سمجھا جاتا تھا۔ دیلوس کی اہمیت اس سے معلوم ہوتی ہے کہ ایک مثل مشہور تھی کہ "اپنا مال بار کرا کر دیلوس لیجاؤ اور وہاں اتارو تو بس یہ سمجھ لو کہ وہ بک گیا"۔ دیلوس کا رقبہ تین مربع میل سے ذرا زیادہ ہے؛ جب اسقدر محدود رقبے میں ایک مخصوص تجارت کو فروغ ہو تو پھر کسی دوسری چیز کے لئے ذرا مشکل سے جگہ نکل سکتی ہوگی۔

دیلوس کے ایک بڑے نخاس ہونے سے اسکی تجارت کے رخ کی علت اچھی طرح سے عیاں ہو جاتی ہے، اسلئے کہ غلام بحر اسود کے ساحلوں، تھینیہ، کلکیہ، شام اور مصر سے آتے تھے، اور دیار مغرب کے وہ حصے جنکے ساتھ دیلوس کو تعلق تھا وہی تھے جن کو رومن سوداگر اپنے ساتھ غلام لیجاتے تھے۔ یہ سب ملحوظ رکھ کر ہماری سمجھ میں آتا ہے کہ رھوڈز و ایشیائے کوچک کے ساتھ دیلوس کے تجارتی روابط کیوں نہیں تھے۔ اگر ہم تجارت دیلوس کی اس تخصیص کو نظر انداز کردیں اور ساتھ ہی اس امر کو ملحوظ رکھیں کہ دیلوس کے پرند اور انڈے، مرہم اور معدنی پیداوار نسبتہً نہایت قلیل تھے تو ہم دیکھیں گے دیلوس کی ان دو جزیروں یعنی شنت طامس اور گوٹ لینڈ سے بہت کچھ مماثلت ہے جو زمانہ وسطیٰ اور زمانہ جدید میں منڈیوں کی حیثیت سے خاصے ممتاز ہیں۔ دیلوس اور گوٹ لینڈ میں ایک مشابہت اور ہے، اور وہ یہ کہ شہر دیلوس کی طرح گوٹ لینڈ کا شہر وسبی بھی مختلف تجارتی شہروں کے باشندوں کی جا ملاقات تھا، چنانچہ اگر ہم اصطلاح "دیلوسی ہنسا" کا انطباق جرمن تجارتی شرکتوں کے گہوارے یعنی

باب ۲۳ شہر دسبی پر کریں تو غلط نہ ہوگا۔ دیلوس کے اہم ترین تجارتی شرکتیں منفصلۂ ذیل تھیں :۔ پوسئیدونی، ملاح، بری توس کے تاجر اور بھٹیارے (جن کا ایک حرم غیر ملکی معبودوں کے بت خانے کے قریب تھا، اور جو روما کی پوجا بھی کرتے تھے ؛ واضح ہو کہ زمانۂ مابعد میں بری توس دیار مشرقی میں قانون روما کے مطالعہ کا مرکز بن گیا) ؛

ہرقلی، جو صور کے باشندے تھے، اور ہرمیسی یا اہل اٹلی۔ ناموں کے مختلف ہیئت کی وجہ سے آجکل یہ کہا جاتا ہے کہ سیلانوفوری اور تھیراپیوتا کے خالص مذہبی جماعتیں تھیں جنہیں سے اول الذکر مصری اور آخر الذکر شامی دیبی سے متعلق تھیں۔ لیکن چونکہ یہ بات بالکل عیاں ہے کہ مصری یا شامی دیلوس کو اپنی ملکی دیبیوں کی پوجا کی غرض سے نہیں جاتے ہونگے بلکہ انکے جانے کی غرض وغایت محض تجارت ہوگی، اسلئے دوسری شرکتوں کی طرح یہ شرکتیں بھی یقیناً کاروباری شرکتیں ہی ہونگی۔

شہر دیلوس اور جزیرے کا حرم جو اسی کے قریب ہی تھا، اس چھوٹے سے جزیرے کے مغربی رخ پر کوہ کینتھوس اور سمندر کے درمیان واقع تھے۔ انکے صدر دروازوں کا رُخ جنوب کی طرف تھا، اور یہاں سے بتخانے کو جو سڑک جاتی تھی اسکے دونوں جانب معبود کے نام کے چڑھاوے دکھائی دیتے تھے۔ خاص بت خانہ ایتھنز کے تھیسیوم کے برابر تھا اور ایک سطح مرتفع پر پاروسی سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا۔ اسکے قریب ہی لیتو اور افرودیت کے دو چھوٹے چھوٹے بتخانے تھے۔ حرم کے اندر ارتمس اور دیونی سوس کے مخصوص معبد بھی تھے اور ایک قربانگاہ زیوس پولیوس کے نام پر بھی معنون تھی۔ اس حرم کے اندر خزانے، پجاریوں کے مکانات اور ڈیوڑھیاں تھیں جنہیں سے بعض میں مسافر آکر قیام کرتے تھے۔ انٹاگوس چہارم کی تعمیر کردہ ڈیوڑھی خاص طور پر مشہور تھی اور چونکہ اسپر سانڈوں کے سر بنے ہوئے تھے اسلئے اسے سانڈوں والی ڈیوڑھی کہتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مینڈھوں کے سینگوں والی قربانگاہ اس کے ایک کونے پر بنی ہوئی تھی۔ اپولو کے حرم کے قریب ان سوداگروں کے مکانات

باب ۲۳

دیوڑھیاں اور بت خانے تھے جو آکر دیلوس میں رہ پڑے تھے۔ یہاں ایک مربع میدان اپنی وسعت کی وجہ سے ممتاز ہے اور اسے بعض تو منڈی بتاتے ہیں اور بعض اطالوی ہرمیسیوں کا مسکن۔ حرم کے جنوب کی طرف فیلقوس پنجم کا بنایا ہوا ایک حرم اور ایک دیوڑھی تھی۔ اس سے ذرا اوپر پہاڑی کے رخ پر تماشہ گاہ، کابی رہی کا بتخانہ اور نام نہاد غیر ملکی معبودوں، یعنی سارا پیس، اسی سس اور انوبیس کا ایک بت خانہ تھا! اپولو کا غار کوہ کینتھیوس کے چوٹی کے ذرا نیچے تھا، اور اس چوٹی پر زیوس کینتھیوس اور اتھینے کینتھیا کے معبد تھے۔ تماشہ گاہ سے ذرا اوپر پومپئی کی وضع کا ایک خانگی مسکن بھی کھود کر نکالا گیا ہے۔

جزیرے کے مغربی ساحل پر گودیاں تھیں۔ قدیم زمانے میں دیلوس کو ایک نمونہ کی بندرگاہ کہتے تھے اور جب پوتیولی کے تعریف کی ضرورت پیش آئی تو اسے لوگوں نے "چھوٹا دیلوس" کہکر اسکا رتبہ بڑھایا۔

دیلوس میں تو اپولو کی حفاظت میں غلاموں کی خرید و فروخت کیجاتی تھی، لیکن ادھر دلیفی میں اسی معبود کی حفاظت میں انہیں آزادی ملتی تھی، گو اس آزادی کو بھی ایک طرح کا کاروبار گردانا جاتا تھا، اور اسکا طریقہ یہ تھا کہ غلام کو رسمی طور پر معبود کے ہاتھ فروخت کر دیا جاتا تھا۔

اپی دوروس والے معبد اسکلے بیوس میں چڑھاؤں کے جو نوشتے نکلے ہیں ان میں عجیب و غریب فوق فطری اثرات کا ذکر ہے، جس سے اس قوم کے توہم پرستی کا دلچسپ ثبوت ملتا ہے۔[۱۱]

اولمپیا پر بھی مقدونوی نسل کے حکمرانوں کے احسانات ہیں۔[۱۲]

---

[۱۱] دلیفی۔ دیکھو بالفعل، بیڈیکر ۱۵۴/۱۵۸ مع نقشہ۔ فرانسیسیوں نے یہاں بہت کچھ کھدائیاں کی ہیں اور ان سے مسئلہ جات متعلقہ پر ضرور روشنی پڑے گی۔
اپی دوروس، بیڈیکر ۲۵۰/۲۵۲ مع نقشہ، ڈیل ۳۱۱/۳۳۶ مع نقشہ و حوالہ جات ضروری؛ گارڈنر "ابواب جدیدہ" باب ۱۲۔

[۱۲] بطالسہ اور انتی گونسیوں کے ہاتھوں اولمپیا کی تزئین؛ کرتیوس "اولمپیا بزمانۂ یونانی" Curtius: Olympia in hellenistischer Zeit (مضمون جو انجمن آثاریات

باب ۱۲

خاص ارض یونان کے تمدنی مرکزوں کا ذکر کر چکنے کے بعد اب ہم اگلے باب میں اس شہر پر اس تمدن کے اثرات بیان کرینگے جسے یونانیوں کو بالآخر اپنا سیاسی پنج تسلیم کرنا پڑا ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ برلن Archæol. Gesell میں ۹ ۔ نومبر ۱۸۹۴ء کو پڑھ کر سنایا گیا اور جو ہفتہ وار جریدہ لسانیات ۱۸۹۵ء نمبر ۱۳ و ۱۴ میں از سر نو طبع ہوا ہے

باب بست و چہارم

یونان کے اثرات روما پر

پولی بیوس

"بے بس یونان وحشی فاتحوں پر غالب ہو گیا اور اپنے فنون سے بربری لاطیوم کو مالا مال کر دیا۔"

در اصل اس قول سے پوری حقیقت مترشح نہیں ہوتی۔ روما محض بربری فاتح نہیں تھا، اور یونان نے رومنوں کو محض فنون لطیفہ ہی نہیں سکھائے۔ یونان و روما کے نتیجہ خیز تعلقات ایک طرح پر ایک نہایت ممتاز یونانی یعنی پولی بیوس کے شخصیت میں نظر آتے ہیں؛ اور کم از کم اس موقعہ پر ان دونوں کا درمیانی واسطہ فنون نہیں تھے بلکہ وہ دلچسپی تھی جو اسے رومن مملکت کے ساتھ وابستہ کئے ہوئے تھی[1]

---

[1] پولی بیوس۔ اسکی بابت بہت کچھ سواد موجود ہے: مقابلہ کرو شیفر: "علم المآخذ" Schœffer: Quellenkunde ۱ کم ۱۷، ک۔ ونیشن: "پولی بیوس" K. W. Nitzsch: Polybios

باب ۲۴

پولی بیوس ایک معزز باپ لی کورتاس کا بیٹا میگالوپولس کا رہنے والا تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ تقریباً سنہ ۲۱۰ ق م میں پیدا ہوا تھا۔ ایک بڑی حد تک فلوپوئے مین کے ساتھ تعلقات کی وجہ سے وہ مدبر اور سپاہی بن گیا، اور سب سے پہلے زندگی عامہ میں سنہ ۱۸۳ ق م میں اسوقت قدم رکھا جب وہ اپنے محترم و معظم استاد کی راکھ کے ساتھ ایک جلوس کے ہمراہ مسینیہ سے میگالوپولس گیا۔ روما اور پرسیوس کے باہمی آویزش کے زمانے میں لیکورتاس و پولی بیوس نے مکمل غیر جانبداری کے اصول کو پیش رکھا اور اسطرح روما کو اپنے آپ سے مشکوک کرالیا، اور وہ ان ایک ہزار اکائیوں میں سے ایک تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ کیل، سنہ ۱۸۴۲ء؛ پاؤلی ۵، $\frac{۱۸۰۸}{۱۸۲۰}$ میں مضمون "پولی بیوس" مولفہ فخس Fuchs؛ ھ۔ نیسن: "لیوی کے پانچ عشر" H. Niessen: Die 5 Dek des Livius برلن سنہ ۱۸۶۳ء۔ والتوں: "ماخذ پولی بیوس" Valeton: Die Pol. fontibus اوترخت، سنہ ۱۸۷۹ء؛ مہافی: "یونانی زندگی اور خیالات" Mahaffy: Greek Life and thought: لندن، سنہ ۱۸۸۷ء؛ صفحہ $\frac{۱۹\ ۵}{۵۵}$؛ ر۔ فون سکالا: "مطالعات پولی بیوس" R. von Scala: Die Studien des Pol جلد ۱، اشٹگارٹ، سنہ ۱۸۹۰ء۔

پولی بیوس ایک عالم مورخ تھا۔ ہم ان مورخوں کو تین شقوں میں تقسیم کر سکتے ہیں: (۱) مولف: جنمیں سلک ارسطاطالیس کے پیرو اور انکے مخصوص تجسسات اٹیکائی" وقائع نگار اور خاکہ نویسی شامل ہیں۔ (۲) فن کار: خطابوں کے شاگرد جیسے ایفورس، تھیوپومپوس، تمائیوس؛ زمانہ مابعد میں پوسئیدونیوس جیسے فلسفی۔ (۳) علمی مورخ، جیسے پولی بیوس۔ تقاریر کی نقل صرف تیسری شق والے کرتے ہیں، لیکن پولی بیوس ہی ایسا ہے جو خود بھی تقریر کرتا ہے (جلد ۹)۔ ان شقوں سے باہر ہیروڈوٹس اور زینوفون ہیں، اسلئے کہ وہ محض تذکرہ نویس ہیں؛ طوسی دیدیش کا مقصد بھی یہ نہیں ہے کہ وہ کوئی عالمانہ تاریخ لکھے بلکہ اسمیں خطابات کا پہلو نظر آتا ہے (دیکھو اسکے لیے جلد ۲؛ نیز مہافی: "مسائل تاریخ یونان" Mahoffy : Problems in Creek History باب ۵)۔

پولی بیوس کے مقاصد طوسی دیدیش سے مماثل ہیں۔ مقابلہ کرو طوسی دیدیش ۱، ۲۲، پولی بیوس ۹، ۲ سے۔

باب ۲۴

جنھیں روما جاکر جواب دہی کرنی پڑی۔ روما میں اسکی تقدیر دوسروں سے اچھی نکلی، یعنی اسے روما میں رہنے سہنے کی اجازت مل گئی، جسکے بعد وہ ایمیلیوس پولوس سے یہاں مہمان رہ پڑا اور سی پیو ایمیلیانوس کو علوم یونان سکھانے شروع کر دیئے۔ بڑے بڑے ممتاز رومنوں کے ساتھ روابط پیدا ہونے سے اسکے سیاسی خیالات میں ایک مادی تغیر پیدا ہوا، اور اسے اس کا یقین ہوگیا کہ روما کا اقتدار دنیا کے لئے ایک بڑی بھاری نعمت ہے چنانچہ اسوقت سے وہ برابر جہاں تک ہوسکا اس خیال کو رائج کرتا رہا اور حتی الامکان رومن سیادت کو یونان کے لئے مفید بنانے میں کوشاں رہا۔ سنہ ۱۵۰ ق م میں وہ اور اسکے ساتھیوں کو اپنے دیس جانے کی اجازت دیدی گئی، لیکن بجائے یونانیوں کے بے کار مباحثوں اور جھگڑوں میں شریک ہونے کے اسنے اپنی خدمات رومنوں کی نذر کردیں اور سی پیو کے ساتھ افریقہ چلا گیا۔ یہ اسی کے سامنے کا واقعہ ہے کہ سی پیو نے ہومر کے مشہور و معروف اشعار کا (جو دراصل ٹروائے کے لئے لکھے گئے تھے) قرطاجنہ پر انطباق کیا، اور میگالوپولس والوں کا تو قول یہ ہے کہ پولی بیوس ہی کے مشورے سے سی پیو نے اس جنگ کے لئے تمام نفیس تدبیریں سوچی تھیں یا کورنتھ کے خاتمے کے ذرا ہی بعد وہ ممیوس کے مستقر پہونچا اور رومن ماموروں کو بہت سے امور میں نرم و ملائم ہونے کے لئے کہا۔ ان رومنوں نے اسے اس کام پر مقرر کیا کہ وہ جدید صورت حال یونانیوں کو بتائے اور انھیں مطمئن کرنے کی کوشش کرے اور ساتھ ہی نئے انتظامات کو عمل میں لائے۔ ان سب باتوں کیوجہ سے اسکے ملک والے ہمیشہ کے لئے اسکے مرہون منت ہوگئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان واقعات کے بعد وہ اپنی عظیم الشان تاریخی تالیف کے لئے مواد فراہم کرنے اور اسے منضبط کرنے کے دقیق کام میں لگ گیا۔ وہ مشرق کی طرف گیا

بقیہ حاشیہ گزشتہ۔ تقدیر کیلئے، علاوہ مشہور جرمن رسالوں کے (جیسے ریوسیگر **Rœsiger** کے تالیفات)، دیکھو ف۔ الیگر: یونانی دیبی تیوخے **F. Allegre La deesse greeque, Tyche** پیرس، ۱۸۸۹ء۔ ایک طرح یہ دیبی اعلیٰ ترین مشرقی دیبی بن گئی۔

باب ۲۱

اور مصر کا سفر کیا، جہاں سنہ ۱۴۳ ق م میں وہ پانائےتیوس کے ساتھ سی پیو سے ملاقی ہوا اسکے بعد اس نے بالائی اٹلی، اسپین اور غالیہ کا سفر کیا، اور آخر کار یونان آکر ۸۲ برس کی عمر میں راہی ملک عدم ہوا۔

پولی بیوس کی تاریخ چالیس جلدوں میں تھی، لیکن اسکے بیشتر حصے محض خلاصوں کی شکل میں ہم تک پہونچے ہیں۔ سب سے ممتاز خیال جو اس کتاب میں دوڑ رہا ہے، وہ سنہ ۲۲۰ ق م سے سنہ ۱۶۸ ق م تک کی روما کی قوت وسطوت کا خیال ہے۔ پہلی دو جلدیں تمہید اور انہیں منجملہ دیگر امور کے تیسری شمنیتی جنگ کا ذکر ہے؛ آخری دس جلدوں میں نتائج پر بحث کی گئی ہے اور سنہ ۱۶۸ ق م سے سنہ ۱۴۶ ق م تک کے ایام پر نظر دوڑائی گئی ہے۔ پولی بیوس کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قسمت ہی کی خوبی تھی کہ رومن اثرات ایسے دور دراز مقامات تک پہونچ گئے، اور اس بات کے ثبوت میں وہ ان تمام کارناموں کو شمار کرکے دیتا ہے جو رومنوں نے اطراف واکناف عالم میں بیک وقت کر دکھائے۔ حقیقت یہ ہے کہ پولی بیوس کی کتاب ایسی تاریخ ہے جو ایک بڑے پیمانے پر لکھی گئی ہے۔ لیکن یہ تاریخ ایسی ہے جس کا نطمح مقصد صرف یہی نہیں ہے جو ہر حکیمانہ تصنیف کا ہوتا ہے، یعنی حقیقت کو واضح کرنا؛ بلکہ اسکا ایک مقصد عملی بھی ہے، اور پولی بیوس اسے مدبر کے کام کی کتاب بھی بنانا چاہتا ہے، تاکہ اس سے وہ امور عامہ کی نگرانی کی ترکیبیں بہ آسانی سیکھ لے۔ اسکا نقطۂ نظر طوسی دیدس کا سا ہے لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ جہاں طوسی ویدس صرف اختلال کو دیکھتا ہے اور اسی کی کیفیات بیان کرتا ہے، وہاں پولی بیوس کے سامنے ایک ایسا مقصد ہے جسکی تکمیل بھی ہو چکی ہے گو اسکا راستہ بےچینی اور ابتری سے پر ہے، اور وہ مقصد روما کی سیادت ہے لیکن اس سیادت کو کسی نہج واقعی سلطنت نہیں سمجھنا چاہیے، بلکہ پولی بیوس کے نزدیک روما ایک ایسا حکم تھا جو مختلف ممالک سے ارفع واعلی تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ خیال سی پیو کا تھا، اور ایک حد تک واقعی صورت حال بھی یہی تھی۔

اب۲۴ پولی بیوس کا علمی مقصد یہ تھا کہ تاریخ کو ایک خاص قاعدے کے تحت تالیف کیا جائے، اور یہی وجہ اس کتاب کے بعض نقائص کی بھی ہے، مثلاً اُسنے مناقشوں اور مباحثوں کو ضرورت سے بہت زیادہ طول دیدیا ہے مگر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اُسکے زمانے میں متن سے حواشی کو نکالدینے کا قاعدہ جاری نہیں ہوا تھا۔ پولی بیوس مختلف چیزوں کو اپنی اصلی ماہیت میں دیکھتا ہے، مثلاً جب وہ جلد ۳۱، باب ۸ میں دکھاتا ہے کہ رومنوں نے غیر اقوام کے جھگڑوں سے کس طرح فائدہ اٹھایا، تو وہ ان اصول کو پیش کرتا ہے جنپر تمام مدبر حتی الوسع عمل کرتے ہیں اور انھیں عمل کرنا پڑتا ہے۔

اسلوب کے لحاظ سے اسکی کتاب کا معیار بہت اونچا نہیں ہے، لیکن مواد کے اعتبار سے یہ نہایت بلند ہے۔ پولی بیوس نے ایک بڑے موضوع پر وسیع النظری سے کام لیا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اسکی حیثیت ایسی تھی کہ اسکے بعد کسی دوسرے یونانی کی نہیں ہوئی یعنی اسکے بعد کوئی یونانی ایسا نہیں نکلا جو پہلے سپہ سالار اور بعد میں کسی کا استاد رہا ہو، نہ کوئی ایسا یونانی نظر آتا ہے جس سے رومنوں نے مدبری کا کام لیا ہو۔ ایسی کیفیت فی نفسہ ممکن بھی نہیں تھی اسلئے کہ ۱۴۶ سنہ ق م کے بعد یونان نے کوئی ممتاز مدبر پیدا ہی نہیں کیا۔ لیکن اگر یونان نے روما کو کوئی مدبر نہیں دیا تو اسمیں بھی شک نہیں کہ اسنے ایک دوسرے طریقے سے روما کے علمی عقل و فراست کو تقویت پہونچائی، اور یہ ہمیں ان دونوں ملکوں کے ذہنی تعلقات کے مطالعے سے بخوبی معلوم ہوجائے گا۔[1]

---

[1] یونان کا روما پر اثر۔ مومسن: "تاریخ روما" میں اسکی بابت بہت سے پارے ہیں، ہرٹزبرگ بھی جہاں تہاں اس پر بحث کرتا ہے۔ م۔ ووئگٹ: "رومن خانگی قدیمیات" M. Voigt "Rœmische Privatsalter. ا۔ میولر ہ، ۱۱۹، ۷ وغیرہ ۸۱۲ وغیرہ میں۔ ا۔ دیوپوئی "رومنوں کے یونانی دوست اور استاد" Dupuy; De Graecis Romonorum : smicis and præceptoribus پیرس ۱۸۷۹ع؛ مہافی: "یونانی زندگی" باب ۲۲۔

باب ۲۵

ان تعلقات کی ابتدا نہایت ہی قدیم زمانے سے ہوتی ہے۔ رومنوں نے اپنے شہر کو بربریوں کا شہر کبھی نہیں سمجھا تھا بلکہ ہمیشہ یونانی علوم کے چشمے سے سیراب ہوئے اور یونانی تمدن سے استفادہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ جب روما میں بادشاہوں کا راج تھا اسوقت بھی وہ وقتاً فوقتاً ایتھنز جیسے نفیس قوانین کے شہر اور ڈیلفی جیسی فالگاہ کی طرف رخ کیا کرتا تھا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ ابتدا میں جمہوریۂ روما نے غیر ملکیوں سے ذرا سرد مہری کا برتاؤ کرنا شروع کیا، لیکن اغلب امر یہ ہے کہ باوجود اس سرد مہری کے روما اور کیمے میں اچھے تعلقات قائم رہے ہونگے۔ زمانہ مابعد میں جب روما کو بعید اور اہم یونانی شہروں کے ساتھ تعلقات رکھنے پڑے، تو یونانی عنصر اپنا پورا زور دکھانے لگا، اور اس زور کا سب سے بڑا مظاہرہ چوتھی صدی ق م میں نیاپولس اور تیسری صدی ق م میں تارنتوم میں ہوا۔ تیسری صدی ق م کے نصف اول میں تمام اطالیہ زیریں پر اور پہلی پیونیقی جنگ کے بعد تمام سسلی پر رومنوں کا قبضہ ہوگیا اور جب رومن افواج سرقوسہ پر قابض ہوئیں تو یہ پہلا موقع تھا کہ بڑی تعداد میں یونان کے فنی شاہکار روما آئے، اور اسکے بعد یہ قاعدہ سمجھنا چاہئیے کہ جب رومن کسی ملک کو فتح کرتے تو وہاں کے فنی شاہکار لاکر اپنے شہر کی تزئین کرتے۔ مقدونیہ اور روما کے درمیان جو جھگڑے اور لڑائیاں ہوئیں انکی وجہ سے یہ تعلق اور بھی قریب تر ہوگیا؛ ہم اس موضوع پر ابواب ۱۵/۱۹ میں کافی بحث کرچکے ہیں۔ امور بالا کی مدد سے ہم روما و یونان کے باہمی تعلقات کی تاریخ میں سات عہدوں کو ممیز کرسکتے ہیں، اور یہ عہد ان مملکتوں اور ملکوں سے مطابقت رکھتے ہیں جنھوں نے وقتاً فوقتاً روما پر اثر ڈالا: (۱) ڈیلفی و ایتھنز؛ (۲) کیمے؛ (۳) نیاپولس؛ (۴) تارنتوم و باقیماندہ اطالیہ زیریں؛ (۵) سسلی؛ (۶) یونان خاص؛ (۷) ایشیائے کوچک۔ اس امر کا تعین آسانی سے نہیں کیا جاسکتا کہ مختلف مملکتوں نے فرداً فرداً رومن تمدن کو کس انداز سے مدد پہنچائی؛ تاہم ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اپولو، ارتمیس اور لاتونا کی پوجا کا منبع شاید کیمے تھا، اور سیریس، لیبر اور لیبرا کا نیاپولس یا ویلیہ (ایلیہ)؛ روما میں موخرالذکر معبودوں کی پوجا

باب ۲۴ یونانی زبان میں یونانی پجاریوں کے ذریعے سے کوہ اون تین کے اس مندر میں کیجاتی تھی جو کاسیوس نے سنہ ۴۹۳ ق م میں یونانی تعمیر کاروں کی مدد سے تیار کرایا تھا۔ جنگ سامینوم کے دوران میں (جسکی ابتدا سنہ ۳۲۵ ق م ہوئی) فیثاغورس کا ہی نہیں بلکہ (عجیب بات ہے کہ) الکبیادیس کا مجسمہ بھی روما میں نصب کیا گیا۔ سنہ ۲۶۳ ق م میں پہلی دھوپ گھڑی سسلی سے روما آئی۔ جب ایشیائے کوچک سے روما کے تعلقات پیدا ہوئے تو ساتھ ہی ساتھ مشرقی معبودوں نے بھی روما میں رواج پایا چنانچہ سنہ ۲۰۴ ق م میں کیبیلے یا ریھیا اور آتس پجنے لگے اور "مادر عظیمہ" کا میلا جڑنے لگا۔* ہمارے لئے یہ بالکل ناممکن ہے کہ یہاں ان سب آلوں، جانوروں طباقتوں وغیرہ کا ذکر کریں جو یونان سے آکر روما میں مروج ہوئے۔

یہی نہیں، بلکہ یونانی زندگی کے اثرات سے متمدن رومنوں کے تمام خیالات واحساسات کی روش میں بدیہی تبدیلی پیدا ہو گئی، جسکا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ رومنوں کا مذہب، جو یونانی مذہب سے بالکلیہ مغائر تھا اسے یونانی مذہب کے عین مطابق قرار دیا گیا اور دونوں میں جو معبود ایک دوسرے کے مماثل تھے انہیں ایک دوسرے کے مماثل سمجھا جانے لگا۔ رومن بودوباند میں جو تبدیلیاں ہوئیں انکی ایک وجہ تو یہ تھی کہ ممتاز رومن یونانی ممالک میں سفر کرنے لگے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ رفتہ رفتہ یونانی سفرا، نقاش اور اساتذہ روما آنے لگے، اور یہ گویا قاعدہ بن گیا کہ کوئی یونانی گرفتار ہو کر آتا تو روم کی ذہنیت پر بالالتزام اثر ڈالتا۔ ان سب باتوں کا نتیجہ بالآخر یہ نکلا کہ روما کے ممتاز ترین دائروں نے تمدن کی قومی روش بالکل چھوڑ دی۔ یہاں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر رومن تہذیب یونانی روش اختیار نہ کرتی تو غالباً وہ یونانی تمدن کے سامنے بالکل فنا ہو جاتی؛ اور جب یونانی تمدن کے ہوا خواہوں نے رومن زبان اور رومن ادبیات کو یونانی سانچے میں ڈھالنا شروع کیا تو انھوں نے ایک نوع کرکے

---

* "مادر عظیمہ" کا میلا، **Ludi Megalensis** ہر سال ۴ اپریل کو کیبیلے یا "مادر عظیمہ" کے اعزاز میں جڑا کرتا تھا۔ کیبیلے زمین کی دیبی کا نام تھا (مترجم اردو)

باب ۲۴ اس زبان اور اس ادب کو فنا ہونے سے بچا لیا۔

بہت سے ذی اثر رومنوں کا رجحان یہ تھا کہ یونان کی اچھی باتوں کو اختیار کر لینا چاہیئے۔ ایسے رومنوں میں اولیت کا فخر کونٹ تیوس فلامی نیوس کو حاصل تھا، اسکے بعد ایمیلیوس پولوس، خاندان سی پیو، فل ویوس نوبی لیور اور کلاؤدیوس مارکیلوس آتے ہیں۔ یہ بالکل عیاں ہے کہ رومن مدبروں کے ذہنی سرگروہ تہذیب و تمدن یونان کے کچھ ایسے گرویدہ ہو رہے تھے کہ انھوں نے روما میں اسکی ترویج میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، اور یہ مزید ثبوت اس حقیقت کا ہے (جسے اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے) کہ یونان کی ذہنی کیفیات ابھی تک معرض زوال میں نہیں آئی تھیں۔ ایمیلیوس پولوس کی طرح کورنی لیہ نے اپنے بیٹوں کو یونانی استادوں سے تعلیم دلوائی اور ٹی بیریوس گراکھوس نے رواقی فلسفی بلوسیوس کی (جو کمپانیہ کے شہر کیومے کا باشندہ تھا) راہ لی اور اسے بہت کچھ اہمیت دی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ رومن خاندان ٹروائے سے اپنے حسب نسب کا آغاز کرتے تھے؛ اور یہ بھی یونانیت کی دلدادگی کے باعث تھا اور ساتھ ہی اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ روما اپنے آپ کو سیاسی اعتبار سے یونانیوں سے برتر سمجھتا تھا لیکن اس کے دوش بدوش ایک گروہ ایسا بھی تھا جو اطالوی تمدن کو قائم رکھنا چاہتا تھا، اور اس کا سرگروہ مارکوس پورکیوس کاتو تھا، جو سنہ ۱۸۴ ق م میں سنسر مقرر ہوا لیکن وہ اس امنڈتے ہوئے بادل کو روک نہیں سکا، اور جب اسنے فل ویوس نوبی لیور پر اینیوس کو اپنے ساتھ لیجانے کا الزام لگایا تو وہ اپنی حد سے بڑھ گیا۔ لیکن وہ اسوقت بالکل برسر حق تھا جب سنہ ۱۵۵ ق م میں خواہش کی کہ تین فلسفیوں کو شہر بدر کر دیا جائے۔ یونانی تمدن کی مخالفت کیوجہہ سے اس سے پہلے اس قسم کے کئی واقعات ہو گذرے تھے؛ مثلاً سنہ ۱۷۳ ق م میں ابیقوری فلسفی الکائیوس اور فلس کوس ملک بدر کر دیئے گئے تھے، سنہ ۱۶۱ ق م میں ایک سنیاتی تجویز کا نفاذ ہوا تھا کہ جو یونانی فلسفی اور خطاب لاطینی زبان میں درس دیں انھیں نکال دیا جائے؛ اور سنہ ۹۲ ق م یا اسکے قریب کے زمانے میں سنسروں نے خطابوں کو لاطینی زبانیں

باب ۲۴

درس دینا ممنوع قرار دیدیا۔ غرضیکہ کم از کم عوام الناس کے لئے یونانی علوم وفنون کا دروازہ گویا بند کر دیا گیا۔ لیکن یہ سب بالکل بے سود ثابت ہوا، اسلئے کہ باوجود ان سب تدبیروں کے یونانی تمدن برابر جگہ کرتا رہا۔

اس تمدن کا رومہ پر اسقدر زبردست اثر تھا کہ رومن ادبیات یعنی علاوہ مذہبی اور ملکی ضابطوں، گیتوں، اور سرکاری کاغذات کے باقی سب رومن تصانیف یونانی تمدن کے اطالوی سرزمین پر لانے کے مترادف ہوگئیں۔ جس شخص نے اس مقصد کی طرف اپنا قدم پہلے پہل بڑھایا وہ لی ویوس اندرونی کوس تھا، جو دراصل اندرونی کوس نامی ایک یونانی تھا جو تارنتوم کی فتح کے بعد رومہ آکر لی ویوس سالی ناتور کے خاندان میں شامل ہوگیا اور بعد ازاں اسکے بچوں کو پڑھانے لگا۔ کچھ مدت بعد اسے آزادی مل گئی اور وہ دوسروں کو بھی یونانی و لاطینی کا درس دینے لگا۔ لاطینی درسی کتاب مہیا کرنے کی غرض سے اسنے ادوسی کا قدیم ساترنی بحر میں ترجمہ کیا۔ جب سنہ ۲۴۰ ق م میں کیوریول ایڈیل دردیوں اور سروریوں کو یونانی طریق کے مطابق تماشہ گاہ پر لائے تو اسوقت اندرونی کوس نہ صرف بطور دردیہ نویس و سروریہ نویس، بلکہ بطور سنگیت کے نمودار ہوا اور اپنی تالیفات، جو دراصل نئے سانچے میں ڈھلے ہوئے یونانی ناٹک ہی تھے، رومنوں کے سامنے پیش کیں؛ اسکے سپرد ایسی نظمیں لکھنے کی بھی خدمت کی گئی جنھیں بعض سنجیدہ مواقع پر کنواری لڑکیاں گا سکیں، اور اسطرح خود سرکاری طور پر ادبیات کے اس جزو کو جسپر یونانیت کا گہرا اثر تھا، تسلیم کرلیا گیا۔ سنہ ۲۰۴ ق م میں اندرونی کوس کا بڑھاپے میں انتقال ہوگیا، لیکن اسوقت رومن شعروشاعری اس راستے پر اچھی طرح قدم رکھ چکی تھی جو اسنے اسکے لئے تیار کیا تھا۔

گو کمپانی آزاد کردہ غلام گنے یوس نے ویوس اندرونی کوس سے عمر میں ذرا چھوٹا تھا اور صرف سنہ ۲۷۰ ق م میں پیدا ہوا تھا، لیکن اسکی اہمیت نسبتہً زیادہ ہے اسلئے کہ اسنے اپنے ناٹکوں اور رزمیہ نظموں سے ایک بالکل جدید راستہ دریافت کیا۔ اسکی نظموں میں جو ساترنی بحر میں لکھی گئی ہیں، پہلی فنیقی جنگ کا تذکرہ ہے اور ان سے پہلے ایک تمہید میں آئے نیاس کی فراری کا ذکر ہے جو لاطیوم آنے سے پہلے

ب ۲۲ سسلی گیا تھا۔ اس شاعری کی تائید سی پیو نے کی لیکن میٹیلوسیوں نے اسے مورد الزام قرار دیا۔ سنہ ۲۰۱ ق م میں وہ سی پیو کے ساتھ افریقہ گیا اور وہیں اسکا انتقال ہو گیا۔

اس سے بھی بڑا شاعر کوئن تیوس اینیوس ساکن رودیئے (کالابریا) تھا یہ سنہ ۲۳۹ ق م میں پیدا ہوا اور بڑا ہو کر چار زبانوں، یعنی سابائی، اوسکائی، یونانی اور لاطینی کا ماہر بن گیا۔ سنہ ۲۰۴ ق م میں وہ سنتوریون بن کر سردانیہ گیا جہاں کاتو کوئیستور تھا۔ گو کاتو ہر نئی چیز سے بظاہر نفرت کرتا تھا، لیکن جس نئی چیز کو وہ پسند کرتا تھا اسکی ترقی میں ممد ہوتا تھا، چنانچہ اس نے اینیوس سے روما جانے کے لئے کہا جہاں اسنے معلمی کا پیشہ اختیار کیا اور اوین تین کے پلیب محلے میں رہنے لگا۔ اسکے دونوں سی پیو اور فل ویوس نوبی لیور کے ساتھ اچھے تعلقات تھے، چنانچہ اسنے اسے اپنے پرتیوری حرس کے ساتھ یونان لیجا کر اسکی عزت بڑھائی۔ فلویوس کے بیٹے کوئن توس نے اسے فوجی نوآبادیوں میں زمین دلوادی اور اسے رومن شہری بنوا دیا۔ اسکا انتقال سنہ ۱۶۹ ق م میں ہوا۔ اسکی تصانیف میں سب سے اہم "اخبار" Annales تھے جسمیں اسنے شش رکنی بحر میں روما کی تاریخ بیان کی تھی۔ اس وزن کو رائج کر کے اسنے وہ مناسبت کلامی گویا محفوظ کر دی جسکو لاطینی زبان کے کلمات آخرہ کے حذف ہو جانے کیوجہ سے ایک طرح کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ یہ نظم جسمیں انطاکوس کے شکست تک کے واقعات بیان کیئے گئے تھے، تاریخ روما کا قومی نصاب بن گئی۔ ساتھ ہی ساتھ اینیوس نے یونانی علوم اور یونانی تمدن کے منتشر کرنے میں بھی مدد دی۔ اسنے اپی خارموس نامی ایک نظم لکھی جو بظاہر اپی خارمی نصائح کا ترجمہ تھا جنہیں سے اکثر میں آغاز عالم کا ذکر تھا۔ اسنے مسرت افزا ادبیات میں یوہیمروس کے مذہبی رومان کو نئے قالب میں ڈھال کر اضافہ کیا، اور ارخیستراتوس ساکن گیلا کی ایک طبی نظم کا کم و بیش آزادانہ ترجمہ کیا۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ان تینوں تالیفات میں اس کالاریہ شاعر نے اپنے سامنے سسلی کے اشعار بطور ایک نمونے کے رکھے تھے۔ اپنے ادبی تالیفات کے سب سے نیچے درجے میں اسنے سوتادیس کے نظم کی نقل کی (دیکھو اوپر باب ۱۱)

ناٹک کے میدان میں رومنوں نے خاص طور پر یونانیوں کی نقل اُتاری۔ ظاہر ہے کہ یہاں اس کا موقعہ نہیں کہ ہم رومن ناٹک نویسوں کا مفصل ذکر کریں، یہاں ہم صرف چند سروریہ نویسوں کا ذکر کریں گے: پلوتوس ساکن امبریہ نے سنہ ۱۸۴ ق م یعنی اپنی موت تک چالیس برس متواتر جدید ایٹکائی سروریہ کو نئے سانچے میں ڈھال کر تماشہ گاہ پر پیش کیا؛ ستاتیوس کی کی لیوس، جو سنہ ۱۶۸ ق م میں راہی ملک عدم ہوا، اینیوس کے ساتھ رہتا تھا، اور اکثر و بیشتر مینانڈر کے تالیفات کو کام میں لاتا تھا؛ ترنتیوس آفر لڑکپن کے زمانے میں افریقہ سے ترنتیوس لوکانوس کے گھر آیا اور اپنے مالک کے ہاتھوں آزاد ہو گیا۔ ترنتیوس کی رسائی اعلیٰ ترین رومن معاشرت میں تھی، اور وہ رفتہ رفتہ سپیو افریقانوس اصغر، اور لیلیوس کا دوست بن گیا۔ اسنے مینانڈر کے سروریوں کو کی کی لیوس سے زیادہ عروج پہونچایا اور انہیں دوسرے کھیلوں کے اجزاء داخل کر کے گویا اسی اصول کا اتباع کیا جسپر اس سے پہلے پلوتوس عمل پیرا ہو چکا تھا۔

روما میں یونانی ادبیات کی مقبولیت اول تو اس رومن تالیف و تصنیف کی ابتدا سے ظاہر ہوتی ہے جسکا ابھی ذکر کیا جا چکا ہے، دوسرے سسرو و اغسطوس کے عہد کے تالیفات سے ظاہر ہوتا ہے جسپر یہاں بحث نہیں کیجا سکتی، اور اس سے اس عظیم الشان اثرات کا پتہ لگتا ہے جو یونان کے روما پر پڑے؛ یہ اثر رومن مستقر کے روزمرہ بود و باند کے فنی تزئین سے بھی ظاہر ہوتا ہے جو پہلی صدی ق م سے بعد نظر آتی ہے لیکن یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ یہ اثر محض ادبیات، فنون اور روزمرہ کی زندگی پر پڑا، بلکہ اس کا مظاہرہ اس واقعے سے بھی ہوتا ہے کہ یونانی تمدن ایک نہایت ہی اہم اور سود مند اصلاح میں ممد و معاون ہوا، جو رومن تہذیب و شائستگی کا ایک درخشاں کارنامہ تھا۔

رومن سلطنت کی وسعت کے بعد غیر ملکیوں کے جو گروہ کے گروہ پہلے تو اٹلی ہی سے اور پھر مشرقی ممالک سے روما آ کر جمع ہو گئے انکی وجہ سے شہر کے نظام قانونی میں بہت کچھ اختلال رونما ہوا۔ ابتدا میں تو غیر رومنوں کا روما میں جمع ہونا

باب ۲۱ خطرناک تصور کیا گیا، چنانچہ افسران بالادست نے انھیں شہر بدر کرنا شروع کیا۔ لیکن ایک ایسا شہر جو دور و دراز بلدیات و ممالک کا پنچ بننے کا دعویٰ کرے اسکے لئے یہ لازم تھا کہ اپنی فصیل کے اندر شہریوں اور غیر ملکیوں کے دوش بدوش رہنے سہنے کا انتظام کرے ورنہ اپنی اس حیثیت سے دست بردار ہو جائے۔ اسی طرح اس سے قبل ایتھنز نے میوٹکی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے سے غیر ملکیوں سے دوستی پیدا کی تھی۔ روما ایتھنز سے کہیں زیادہ زندگی عامہ میں ترقی کر چکا تھا، اور اب خانگی قانون کے میدان میں بھی اسنے یونانیوں سے بہت کچھ پیش پیش ہو گیا۔ قانون عامّہ کے دائرے میں انھوں نے یونانی نقطۂ نظر سے کہیں آگے بڑھ کر غیر رومن ملتوں کو روما کے شہری حقوق عطا کرنے شروع کئے، تو دوسری طرف پریتوری احکام کے ذریعے سے "قانون ملکی" کے دوش بدوش ایک "قانون اقوام" بننے لگا جسکا انطباق ان غیر رومنوں پر ہوتا تھا جنھوں نے روما میں بود و باش اختیار کر لی تھی، اور اسطرح خانگی اصول قانون کے میدان میں ایک نہایت ہی عظیم الشان اور سود مند جدت کر دی۔ اس "قانون اقوام" کے قواعد کی بنیاد کچھ تو غیر ملکوں کے رسم و رواج پر تھی، اور کچھ ان عام اصول پر تھی جو عقل کے لئے قابل قبول ہوں اور ساتھ ہی امر متعلقہ کے لئے مناسب ہوں۔ چونکہ اس "قانون اقوام" کے اصول کا (جسے قانون فطری کہتے تھے) انطباق رومنوں اور غیر رومنوں کے تنازعات پر کیا جاتا تھا، اسلئے جو معاملات اسکے ذریعے سے طے پاتے تھے انہیں روز بروز اضافہ ہوتا گیا اور ایک ایسے معاشرے کی بنیاد پڑ گئی جسمیں جملہ خانگی حقوق پوری طور پر اسوقت تک محفوظ سمجھے جاتے تھے جب تک وہ اقوام کے عام رسم و رواج اور عقل انسان کے منافی نہوں۔ اس طرح رومن سلطنت کے غیر محدود توسیع کا امکان پیدا ہو گیا۔ ایسی سلطنت جسکے اندر ہر اس شخص کے حقوق محفوظ ہوں جو اس میں داخل ہو جائے

روما کا سب سے بڑا کارنامہ اسی "قانون فطری" کی تخلیق تھی، اور ہماری دانست میں اسکے مقننوں کی اہمیت اسکے سپہ سالاروں سے کہیں زیادہ تھی۔

باب ۲۴

لیکن ہمارے پاس اس کا ثبوت موجود ہے کہ اگر یونان شریک حال نہ ہوتا تو "قانون فطری" کا نفاذ اسقدر آسانی اور نہ ہی جلدی سے نہ ہوسکتا، یہ رواقی ہی تھے جنھوں نے رومن مقننوں کے اس دقت طلب کام میں مدد کی، اور ادھر رواقیوں نے اکادمی سے بہت کچھ سبق حاصل کیا۔ "قانون فطری" کے ذریعے سے یہ مسئلہ صف اوّل میں آگیا کہ آخر انصاف کس کا مقتضی ہے، اور اسکے یقین کے لئے ایک طرح کے فلسفیانہ تمدن کی ضرورت تھی، ایسے تمدن کی نہیں جو ایک اصول کو قطعی قرار دیکر باقی سب کو خارج کردے، بلکہ ایسے تمدن کی جسکی ابتدا محض اغلبیت سے ہوتی ہو، واقعہ یہ ہے کہ تمام عملی اصول قانون کا نفاذ اسی اغلبیت سے ہوتا ہے۔ اگر قوانین کا دارومدار عقل انسانی پر ہے تو انمیں صرف اغلبیت ہی مدنظر ہوسکتی ہے اور اسی وجہ سے انہیں وقتاً فوقتاً انکی نظر ثانی کی ضرورت لاحق ہوتی ہے اور اسیطرح چونکہ ہر اصول کے کسی خاص مقدمہ پر انطباق کے وقت مختلف حکم لگائے جاسکتے ہیں جنمیں سے ایک میں غالبیت کا پہلو ہوتا ہے اسوجہ سے عدالتیں صرف یہی کرسکتی ہیں کہ غالب ترین پہلو کو پیش نظر رکھ کر تجویز دیں۔ الغرض جب فلسفے کا اصل اصول اس غالبیت ہی پر مبنی ہو وہی عملی اصول قانون کی ترقی میں زیادہ سے زیادہ ممد و معاون ہوسکتا ہے اور یہ فلسفہ اکادمی کا فلسفہ تھا۔ اس اکادمی نے زمانہ مابعد کے رواقیوں پر خاص اثر ڈالا، اور یہی وہ رواقی تھے جنکے اصول سے رومن واقف ہوئے۔ یہ بالکل صاف ہے کہ رواقیوں نے فرض شناسی کے خیال کی ترقی میں، جو اصول قانون کا ایک عنصر ہے، ضرور مدد دی ہوگی پنائیتیوس میں جسے رومن بہت کچھ مانتے تھے، دو رجحانات گویا آکر ملتے تھے ایک تو وہ رجحان جس کا مقصد اخلاقی فرائض کا تعین تھا اور دوسرا وہ جو اغلب ترین پہلو کی طرف جاتا تھا۔ قصہ مختصر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ روما کی عظیم ترین اور مفید ترین مخلوق، یعنی قانون روما، کے ارتقا میں مدد کرنا محض چند رومن اشعار پر اثر ڈالنے کے بہ نسبت یونانی تمدن کا کہیں بڑا کارنامہ تھا، اور اسی جہت سے سسرو کی تصانیف کو بڑی اہمیت دینی چاہیئے۔[3]

---

[3] اصول قانون کے لئے، دیکھو سجاد دوسرے تصانیف کے مضامین "قانون اقوام" Jus gentium.

یونان میں فلسفہ تو موجود تھا، لیکن اصول قانون مفقود تھا (دیکھو جلد ۳ باب ۲ حاشیہ ۴)" اور بغیر کسی قسم کے اصول قانون کی زندگی عامہ کیسے سرسبز ہوسکتی ہے؟ یہ روما ہی تھا جسنے سب سے پہلے یہ مسئلہ دنیا کے سامنے پیش کیا کہ عدالتی تجاویز کا دار و مدار محض فوری اثرات پر نہیں بلکہ عام اصول پر ہونا چاہیئے۔ رومن پریتوروں نے در اصل تسلسل قانونی کا قاعدہ رائج کیا جسکے تحت مماثل مقدمات کے تجاویز دینے پر ایک ہی اصول کا انطباق ہونا چاہیئے لیکن مشکل یہ تھی کہ ابتدا میں انھوں نے خود اپنے ہی قانون کے مطابق فیصلے کئے جسکے باعث وہ غیرملکیوں کیلئے قابل قبول نہیں تھے۔ اسپر انھوں نے اور مقننوں نے "قانون اقوام" و "قانون فطری" نکالا جسکا انطباق غیر رومنوں پر ہونے لگا، اور اسکے نکالنے میں انھوں نے یونانی فلسفے سے کام لیا۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ دنیا پر یونانی فلسفے کا احسان ہمیشہ ہمیش کے لئے ہوگیا۔ اگر روما نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ قوانین کا انطباق چند خاص خاص معین اصول کے تحت ہونا چاہیئے تو یونانی فلسفے نے عادلوں کو یہ سکھایا کہ خاص خاص مقدمات کو عام قواعد کے تحت کیسے جمع کرنا چاہیئے۔

جب میں نے اس باب کے ابتدا میں یہ کہا تھا کہ یونان نے محض فنون لطیفہ کو لاطیوم میں رائج کرنے سے کہیں زیادہ کار نمایاں انجام دیا تو میرا مقصد رومن خانگی قوانین پر یونان کے انھی اثرات سے تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اور "رواقیین" (Stoici) یاد کی ہیں، اور موم سن: "قوانین مملکت" Mommsen; Statsr ۳، ۲، ۶- مٹائیس: "قانون سلطنت" (Reichrecht) ص۶۲ وغیرہ، جہاں وہ ایک یونانی "قانون اقوام" کے کوششوں کا ذکر کرتا ہے، لیکن ووگٹ (Vorgt) کی طرح وہ یہ فرض کرتے وقت اپنی حد سے بڑھ جاتا ہے (ص۵) کہ دوسری صدی ق م کے وسط سے یونانی مملکتوں نے تمام غیرملکوں کو "قبضہ آراضی" اور "مناکحت" کی اجازت دیدی تھی ہر یونانی مملکت آخر تک آزاد رہی، اور اگر بعض میں اس حد تک رواداری ہوتی بھی گئی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقی نے بھی اتباع کیا ہوگا۔ جس طرح کوئی قوم کسی رواج کو رفتہ رفتہ تسلیم کرلیتی ہے اور اسے یہ محسوس نہیں ہوتا کہ اسپر عمل کرنا اسکے لئے لازم ہے اسیطرح سے ایک عام یونانی "قانون اقوام" کی بنیاد محض آزادانہ قبول سے ہی ہوسکتی تھی۔ میرے نزدیک ہم مٹائس کی رائے کو صرف اس شرط کے ساتھ وسیع معنے کرکے تسلیم کرسکتے ہیں۔

باب بست و پنجم

ایشیا۔ سلطنت پرگامم پر روما کا قبضہ

مہرداد یوپاتور کا عروج۔ کریمیہ کے یونانی

سنہ ۱۴۶ ق م تا سنہ ۹۱ ق م

اگر یونانی تاریخ کو سنہ ۱۴۶ ق م ہی میں ختم کر دیا جائے تو یہ کچھ ایسا ناواجب نہ ہوگا۔ یورپ میں تاراجی کورنتھ سے روما کی مخالفت میں یونانیوں کے قطعی بےبسی کا اظہار ہوتا ہے، اور تقریباً اسی زمانے میں سرزمین ایشیا میں مشرقیت کے حربے کے سامنے یونانی تمدن کو پیچھے کی طرف ہٹنا پڑتا ہے۔ تاہم یونانیوں کی سیاسی اہمیت کا اس سال کلیتہً خاتمہ نہیں ہوتا، اور اسکے بعد دوسری صدی ق م، اور خصوصاً پہلی صدی ق م تک روما ایشیائی یونان کا مالک نہیں بنتا تاآنکہ آخرکار وہ یونان کے پرانے رہبر ایتھنز کو نیچا دکھاتا ہے اور آخری مقدونوی بادشاہی یعنی خود مقدونیہ کو بھی معدوم کر دیتا ہے۔ الغرض سنہ ۳۰ ق م تک یونانی اپنی سیاسی اہمیت مکمل طور پر نہیں کھوتے۔ اگر ہم یہ خیال کریں کہ سنہ ۱۴۶ ق م سے سنہ ۳۰ ق م تک کے زمانے میں وہ کام مکمل ہوا تھا جسکا آغاز سنہ ۱۴۶ ق م میں ہوا تھا، تو ہم

باب ۲۵

اس عہد کو ارتقا کا عہد کہیں گے، یہ وہ عہد ہے جس میں بعض مقدونوی ملوکتیں بازندہ ہیں، لیکن انکی بھی نزع کی سی حالت ہے۔ اندرونی اعتبار سے ایشیا کے لئے رومن عہد کی ابتدا ہو چکی ہے، لیکن خارجی اعتبار سے مقدونوی عہد ایک حد تک اب بھی برابر جاری ہے۔ لیکن ہمیں یہ واقعہ نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے کہ مہرداد ہی کی جنگوں ہی میں رومن سیادت کے خلاف یونانی زندگی کے ردعمل کی ابتدا ہوئی تھی، چنانچہ اس کتاب کو سنہ ۳۰ ق م تک پہونچانا بغایت مناسب ہے، خصوصاً اس لئے کہ سلطنت روما کی تنظیم اس سنہ تک مکمل نہیں ہوئی۔ ہماری دانست میں سنہ ۱۴۶ ق م سے سنہ ۳۰ ق م تک کا زمانہ بجائے تعمیری ہونے کے ایک انہدامی زمانہ ہے۔

سنہ ۱۴۶ ق م کے بعد یورپی یونان نے رومنوں کو بالکل دق نہیں کیا، بلکہ جو کچھ بھی مشکلات تھیں وہ ایشیا کے کیفیات کی وجہ سے تھیں۔ اس نواح میں روما کی تائید کا بیڑا سلطنت پرگامم نے اٹھایا تھا[1] جب سنہ ۱۵۹ ق م سے

---

[1] کیوپ (Kœpp) نے (Rh. Mus.) ۴۸، ۱۵۴ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اتالوس سوم اتالوس دوم کا بیٹا تھا۔

اتالوس کی جنگی تیاریاں؛ فرنیکل ۲۴۶ ۔ ۲۴۸ کے بموجب اتالوس کو اپنے پیشرو ہی کے عہد میں کچھ نہ کچھ حکومتی اقتدار حاصل ہو گیا تھا۔ ۲۴۹ کے بموجب اتالوس سوم کے موت کے بعد ہی پرگامم والوں نے اسکی وصیت کو تسلیم کر لیا۔

شاہی پرگامم اب صوبہ ایشیا بن جاتی ہے؛ ہرتز برگ ۱، ۳۳۵ وغیرہ؛ موم سن: "تاریخ روما" ۳، ۵۱، ۱۱۱۔ اسکا ہم اسوقت تک تعین نہیں کر سکے کہ اس وصیت نامے کے رو سے روما کو کیا کیا اقتدارات حاصل ہو گئے یا ابتدائی دور میں صوبہ کی کیا کیفیت تھی۔ موم سن (۳، ۵۲) کہتا ہے کہ رومنوں نے پرانے محاصل معاف کر دیئے؛ رائناش ("مہرداد" ۸۳) کا خیال ہے کہ انھوں نے صرف "اسکا" وعدہ کیا؛ موم سن ۳، ۱۰۵ میں لکھا ہے کہ ابتدا میں ملک پر تقریباً کوئی محصول عائد نہیں کیا گیا تھا

پمفیلیہ و پسیدیہ؛ مارکوارٹ: "انتظام مملکت" Marquardt : Staatsverw) ۱، ۲۱۷، ۲۲۲۔

باب ۲۵

سنہ ۱۳۸ ق م تک اتالوس دوم حکمراں تھا۔ اتالوس نے سیاسیات کی بھول بھلیاں نہایت دانشمندی سے عبور کرلی تھیں۔ اس نے نہایت مستعدی کے ساتھ فارناکیس شاہ پونتوس کی اس کوشش کو بارآور نہ ہونے دیا تھا کہ وہ یومنیس کے بیٹے کی (جو بعد میں اتالوس سوم بنا) حمایت کرے۔ دیکھئے، ایک فلادلفوس کی برادرانہ محبت اس انعام کی متقاضی تھی کہ اسکا بھانجہ، (یا یوں کہو کہ اسکا بیٹا) تخت سے علیحدہ کردیا جائے! اسنے کاپادوسیہ میں اریاراتھیس کا ساتھ دیا (دیکھو ابواب ۱۸ و ۱۹) اور سنہ ۱۵۶ ۱۵۴ ق م میں پروسیاس دوم کا نہ صرف مقابلہ کیا بلکہ سنہ ۱۴۹ ق م میں خود اسکے بیٹے نکومیدیس کے ہاتھوں اسکا کام تمام کرنے میں ممد و معاون ہوا۔ بعد ازاں اسنے دیمتریوس کے مخالفت میں اسکندر بالاس کو تخت شام پر بٹھایا اور رومنوں کو فیلقوس والئی مقدونیہ اور اکائیائیوں کے مقابلے میں مدد دی۔ اسکے بعد اس کا بھتیجا اتالوس سوم (سنہ ۱۳۸ ۱۳۳ ق م) تخت پر بیٹھا، لیکن یہ ایک نااہل خودسر تھا اور اسکا شغل یا تو باغبانی تھا ورنہ موم کے مورتیاں ڈھالنا! یہی وہ شخص تھا جسنے اپنے بعد رومنوں کو اپنا وارث بنا کر انھیں ہمیشہ کے لئے رہین منت کیا، اور رومنوں نے بلالحاظ اس امر کے کہ خود وصی کے ایک ناجائز بھائی ارسطونیکوس نامی تھا، انھوں نے اس ورثے کو قبول کرلیا اور اسکی تاویل یہ کی کہ اسکے بعد وہ نہ صرف پرگامم کے راجدھانی اور خزانے کے مالک بن جائینگے بلکہ اسکے مفروضہ دعاوی بھی انھیں ورثے میں پہونچیں گے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اتالوس کا اصلی خیال یہی تھا۔ یہ پرگامم کے خاندان کے خصائص میں سمجھنا چاہئیے کہ جس انداز سے اسکی ابتدا ہوئی اسی سے اسکا اختتام بھی ہوگیا۔ اسکی ابتدا خانگی طرز سے یعنی فلتے تائروس کے خزانہ اور روپیہ غبن کرلینے سے ہوئی تھی۔ اسکے بعد پرگامم کے حکمرانوں نے اپنی دولت اور اپنے تدبر کے زور سے تاج شاہی اپنے سر پر رکھ لیا تھا؛ اب اس خانوادہ کے آخری تاجدار کو یہ خیال ہوگیا کہ اسکی حیثیت محض خانگی ہے اور اپنی خانگی ملک کی طرح اسنے اپنے ملک کو دوسروں کو دے ڈالا۔ اس نے نہ صرف روپیہ اور زمین رومنوں کے لئے چھوڑی بلکہ یونانی شہر بھی، اور روما اپنی قدیم اعلیٰ وارفع حامی کی حیثیت سے اسقدر گر گیا تھا کہ اسنے یہ ہدیہ (جو صریحاً ناجائز

باب ۲۵ تھا) بلاغل وغش قبول کرلیا۔ حقیقت یہ ہے کہ پولی بوس جس صورت حال پر اسقدر رطب اللسان ہے وہ ایک بالکل جدید ہیئت اختیار کر لیتی ہے۔ ساتھ ہی ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ صرف عدیدی گروہ ہی نہیں بلکہ عمومی گروہ بھی اس حکمتِ عملی میں ملوث نظر آتا تھا۔

لیکن ارسطونی کوس نے نہ صرف اپنا آبائی ورثہ طلب کیا بلکہ سمرنا کے قریب لیوکائے کے مقام پر اپنی سلطنت کا اعلان کر دیا اور توکیوں نے اسے تسلیم بھی کر لیا۔ لیکن دوسری اقوام نے اس سے مُنہ موڑ لیا۔ چنانچہ ایفی سوس والوں نے اسے سمندر پر شکست دیدی اور اسے اندرون ملک میں بھگا دیا۔ اب وہ سب سے مظلوم طبقہ یعنی غلاموں کی طرف آیا اور انکا ایک لشکر مرتب کر کے میدان میں کود پڑا*۔ اسنے کچھ تھریسی بھی جا ملے اور انکی مدد سے اسنے تیاتیرا، اپولونس، کولوفون اور مینڈوس ہی نہیں بلکہ ساموس تک فتح کر لئے۔ اب روما کو مداخلت کے سوا چارہ کار نہیں تھا۔ لیکن انکی پہلی کوششوں میں روما کو سخت ہزیمت اٹھانی پڑی۔ روما کا مہا پجاری لی کی نیوس کراسوس موکیانوس کو ارسطونی کوس نے شکست دی اور تھریسیوں نے ایک گروہ نے اسے گرفتار کر لیا، اور جب اسنے دیکھا کہ یہ بات روما کے لئے سخت ذلت کا باعث ہوگی کہ بربری اقوام اسکے مہا پجاری قیدی کی نمائش کریں تو اسنے جان بوجھ کر انہیں غصہ دلایا تاآنکہ انھوں نے اسکا کام تمام کر دیا (سنہ ۱۳۰ ق م)۔ اسی زمانے میں ارسطونی کوس نے اریاراتھیس پنجم شاہ کاپادوسیہ کا ایک معرکے میں خاتمہ کر دیا۔ اب مارکوس پرپینا رومن سپہ سالار مقرر ہوا اور اسنے نہ صرف ارسطونی کوس کو شکست دیدی بلکہ اسے گرفتار بھی کر لیا۔ رومن ارسطونی کوس کو روما لے گئے اور وہاں اسکی گردن مار دیگئی۔ پرپینا کے انتقال کے بعد مارکوس اکوئی لیوس نے پرگامم کا یہ بندوبست کیا کہ میزیہ، لیدیہ، کاریہ اور جزائر کا تو ایک رومن صوبہ بنایا گیا اور اس کا

---

* واضح ہو کہ اس زمانے میں غلاموں کو اپنے حقوق کا احساس پیدا ہو رہا تھا اور مشرق اور مغرب دونوں میں انکی قوت بڑھ رہی تھی (مثلاً دیکھو سسلی کی "جنگ غلامان")۔ ارسطونی کوس والے اپنے آپکو ہیلیوپولیتی یا "بلدیۂ آفتاب" کے باشندے کہتے تھے۔

باب ۲۵ نام ایشیا رکھا گیا؛ کیزی کوس اور رھوڈز پہلے کی طرح آزاد رہے؛ تیل می سوس عہدیت لیکیہ میں شامل ہوگیا؛ اتالوسیوں کے تھریسی مقبوضات کا صوبہ مقدونیہ میں الحاق کیا گیا؛ ائی گینا پر خود رومنوں نے قبضہ کرلیا؛ لیکاؤنیہ اور (ابتداء میں) کلیکیہ اسپیرا کاپادوسیہ کے حوالے کئے گئے لیکن کچھ عرصہ بعد کلیکیہ اسپیرا پر روما نے قبضہ کرکے اسے آئندہ صوبہ کلیکیہ کا مرکز بنایا۔ یہ واقعہ ۱۰۳ سنہ ق م کا ہے جب مارکوس انتونیوس نے کلیکیہ والے بحری قزاقوں کے خلاف جنگ آزمائی کرکے انھیں نیچا دکھایا، اور اسی زمانے میں پمفیلیہ اور پسیدیہ بھی کلیکیہ میں شامل کرلیے گئے۔ بتھی نیہ اور پونتوس دونوں افرجیہ کبرا پر یعنی ان ممالک پر جو بالائی میاندر ہیں یا جو افرجیہ پاروریوس کے سطح مرتفع پر واقع ہیں، دانت لگائے بیٹھے تھے۔

اب اکوئی لیوس نے اسے گویا نیلام پر چڑھا دیا اور چونکہ مہرداد نے سب سے زیادہ قیمت لگائی اس لئے بولی اسی کے نام ختم ہوئی لیکن روما نے اس تصفیہ پر صاد نہیں کیا، بلکہ اسکے بجائے کائیوس گراکھوس نے ایک تجویز منظور کرائی کہ اس ملک کو آزاد ہونا چاہئے جسکے دوسرے معنے یہ ہوئے کہ یہ ایشیائی آبادی مالگذاری کے ان ٹھیکہ داروں کے حوالہ کردیجائے جنھیں وہ مقرر کرے۔ روما کے طبقہ غربا کا یہ خیرخواہ اس جھگڑے میں جو طبقہ اعیان کے ساتھ برپا تھا صرف یہی کرسکتا تھا کہ کاروباری طبقہ یعنی نام نہاد مبارزوں کو اپنا طرفدار بنالے، اور اس مقصد کے حصول کے لئے اسنے انکی طرف نہ صرف ان رومنوں کو ڈالدیا جنھیں عدالتوں میں مرافع کرنا تھے، بلکہ انکی طرف وہ سب غیرملکی بھی گویا پھینک دیئے جنھیں وہ مہیا کرسکتا تھا۔ نہ صرف یہ کہ اسنے بجائے سیناتیوں کے مبارزوں کو عادل مقرر کیا۔ بلکہ اس نے خاص طور پر یہ انتظام کیا کہ جدید صوبہ ایشیا کے مالگذاری کا ٹھیکہ خود روما میں نیلام کیا جائے؛ چونکہ روما کو یہ ورثے میں ملا تھا اور اسکا محاصل پر پورا قابو تھا، اس لئے اس ٹھیکے کے نیلام میں یونانی ملتوں کے حقوق کا مطلق کوئی دخل نہیں تھا، اور اس ٹھیکے کے مستحق روما کے کاروباری لوگ یعنی نام نہاد مبارز قرار پاتے تھے۔ اسکے جو نتائج نکلے انپر ہم بعد میں بحث کرینگے۔

بہرحال یہ ملک تو شاہ پونتوس کے انگلیوں میں سے گویا پھسل گیا لیکن

باب ۲۵

اسے اسکے بعد دوسرے محاذوں میں کامیابیاں حاصل ہوئیں جنکی وجہ سے اسکے خاندان اور اسکے ملک کی اہمیت بڑھ گئی۔ ہم تیرہویں اور اٹھارویں باب میں شاہان پونتوس کی ابتدائی تاریخ بیان کر چکے ہیں۔ ہم دیکھ چکے کہ کتس تیس کے بعد اریوبرزان اول اور مہرداد دوم تخت پر بیٹھے جنکے بعد فرناکیس[1] نے (تقریباً ۱۶۹ ق م سے) حکومت کرنی شروع کی اور اسکے بعد مہرداد سوم[2] فلوپاتور فلادلفوس یورگی تیس" جو غالباً فرناکیس کا بھائی تھا بادشاہ بنا۔ ہم یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ ان حکمرانوں نے رفتہ رفتہ ملک کے یونانی شہروں پر قبضہ کرلیا، جیسے ۱۷۹ ق م میں اماسترس، ۵[3] ق م سے پہلے امی سوس اور ۱۸۳ ق م میں اسنوف انکے قبضے میں آگیا۔ مہرداد سوم نے ۱۶۹ ق م ۱۲۱ ایک بیڑا تیار کیا اور اپنی فوج کا سپہ سالار دوریلاؤس ساکن امی سوس کو بنایا۔ اسنے اپنا پائے تخت اماسیہ سے اسنوف کو منتقل کردیا اور دیلوس و ایتھنز کو تحفہ تحائف دیکر گویا یونانی تمدن کی ہمت افزائی کی۔ ساتھ ہی اسنے بتھی نیہ کے خلاف اتالوس کی مدد کی، رومنوں کے ساتھ دوستی پیدا کرکے تیسری فنیقی جنگ میں انہیں کمک بھیجی اور ارسطونی کوس کی جنگ میں انکا طرفدار بنا۔ افروجیہ کبرے کے نکل جانے کے بعد اسے گویا معاوضے کے طور پر پیلا مینیس شاہ پفلاگونیہ کی وصیت پر پورا ملک پفلاگونیہ ملگیا اور غلاطیہ میں بھی اسکا اثر بڑھ گیا؛ یہ بھی فرض کرلیا گیا ہے کہ رفتہ رفتہ اسے افروجیہ کبرے مل ہی گیا ہوگا۔ عین عروج کے زمانے میں اسکے بعض مصاحبوں نے اسے مار ڈالا اور اسطرح کم از کم فی الوقت پونتوس کی ترقی میں رکاوٹ

---

[1] فرناکیس کا خاکہ پولی بیوس ۲۷، ۱۵۔

۱۵ ق م سے پہلے ہی امی سوس کا پونتوس میں الحاق ہوگیا تھا؛ رائناش: "مہرداد" ۴۔

مہرداد اعظم کے نسب کے متعلق دیکھو رائناش: "تین طوکینیں" ۷۰ وغیرہ۔

رائناش ("مہرداد" ۴۵) افروجیہ کے ایک کتبے سے یہ استدلال کرتا ہے کہ مہرداد فلوپاتور فلادلفوس یورگی تیس نے افروجیہ کبرے پر قبضہ کرلیا؛ دیکھو تتمہ ۲ حاشیہ ۴۔

باب ۲۵

پیدا ہو گئی۔ اسنے وصیت کی کہ میرے بعد میری بیوی، جو غالباً انطاکوس ایپی فانیس شاہ سوریہ کی بیٹی تھی، اپنے بچوں سمیت حکومت کرے[۱] بادشاہ کے مرنے کے بعد اس ملکہ اور قاتلان شاہی نے ملکر کچھ مدت تک حکومت کی۔ یہ سب رومنو کے خیر خواہ تھے، اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ پرگامم، بتھی نیہ یا کاپادوسیہ کی طرح پونتوس بھی رومن توابع میں شامل ہو جائیگا۔ لیکن اس موقع پر بادشاہ کا بڑا لڑکا مہرداد ایس یوپاتور نمودار ہوتا ہے اور اسکے آتے ہی بساط بالکل پلٹ جاتی ہے۔

مہرداد ایس یوپاتور سنہ ۱۳۲ ق م میں اسنوف میں پیدا ہوا تھا[۲] وہ ذہنی اور جسمانی دونوں اعتبار سے ممتاز تھا اور اسے بچپن میں جو تعلیم دی گئی اسکی وجہ سے اسکی فطری قابلیتوں میں اور بھی زیادہ نشو و نما پیدا ہو گیا تھا۔ وہ ہر قسم کی جسمانی ورزشیں کرسکتا، ہر طرح کے علوم و فنون کو سیکھ سکتا اور پونتوس کی ہر ایک زبان بول سکتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ خود اسکی ماں قاتلوں کی سازش میں شریک تھی جسکی وجہ سے خود اسے اپنی جان کا خطرہ محسوس ہونے لگا تھا، چنانچہ اسنے زہر کھانے اور انکے تریاق استعمال کرنے کی عادت ڈالنا شروع کی۔ جب اُسنے دیکھا کہ دربار میں اسکی جان سلامت نہیں رہے گی تو وہ (چودہ سال کی عمر میں) وہاں سے چلا گیا اور روایت کے بموجب سات برس تک پہاڑوں میں رہا گو تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ عرصے تک وہ امی سوس بھی رہا۔ بہر نہج، وہ یک بیک اسنوف آیا

---

[۲] مہرداد کی ماں کے نام اور نسب کے لئے دیکھو رائناش: "تین ملوکیتیں" Reinach : Trois Roy. ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰)؛ "مہرداد" ص ۵۱/۵۴ جہاں رائناش، بالکل صحیح استدلال کرتا ہے کہ مضمون (امیسوس) کے جنوب میں جو شہر لاؤدق ہے وہ اسی لاؤدیس نے آباد کیا ہوگا؛ مقابلہ کرو ریتر، ۱۸۱، ۲۸۳ اور رائناشس: "مہرداد"، ۲۹۔ تختہ ۱۰، ۶ یہ جو سکے بادشاہ کے ماں کے طرف منسوب کئے گئے ہیں انکی بابت بعض مبصروں نے انجہ سے یہ بات کہی ہے کہ پونتوس کے سکوں میں علی العموم لاحقے پائے جاتے ہیں[۴] اور ان سکوں کا لاحقے نہ ہونا کم از کم نہایت ہی قابل توجہ ہے۔

[۳] امہوف بلومر: "یونانی سکہ جات" Imhoof Blumer : Griech. Muenzen میونخ ۱۸۹۰ء، ص ۳۹ میں یہ ثابت کرتا ہے کہ مہرداد صرف جنگل ہی میں نہیں (یوستی نوس، ۳۷، ۲) بلکہ امی سوس میں بھی رہا تھا۔

باب ۲۵

اور حکومت پر قبضہ کرکے اپنی ماں کو قید میں ڈال دیا جہاں وہ تھوڑے دن بعد مر گئی۔ اسنے اپنی بہن لاؤدیس کے ساتھ نکاح کرلیا۔ جب وہ تخت نشین ہوا ہے تو اسکی آبائی سلطنت کے حدود بہت تنگ ہو چکے تھے، غالطی آزاد ہو گئے تھے، ارمنستان صغیر اور بتھی نیہ پونتوس کا علاقہ دبا بیٹھے تھے۔ لیکن عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اسنے قابل یونانیوں کو مامور کرکے گم شدہ اقتدار کو حاصل کرنا چاہا، اور ایک نفیس فوج مرتب کی جسکا مرکز چھ ہزار کا ایک ایسا رسالہ تھا جو مقدونوی اصول پر مسلح تھا۔ مہرداد کو بہت جلد اس فوج کو کسوٹی پر رکھنے کا موقع مل گیا۔

ہوا یہ کہ کریمیہ کے یونانیوں نے اس سے مدد طلب کی[شہ]۔ اس جزیرہ نما کے مشرق میں پانتی کاپیوم کی ملطی نوآبادی تھی اور اس کے عین مقابل کیمیری بوسفوروس کے دوسری طرف فاناگوریہ نامی تیوس کی نوآبادی واقع تھی۔ یہ دونوں شہر دریائے ڈون کے دہانے کے دو شہروں یعنی تھیودوسیہ و تانائس سے پانچویں صدی ق م

[شہ] کیمیری بوسفوروس کے لئے دیکھو جلد ۱۔ اسمیں مفصلۂ ذیل اسناد کا اضافہ کرنا چاہیے: تی ریون: "توروسی
خرسونیز میں یونانی بلدیات" Thirion : De Civitat. Græc. in Chers. taur. condit:
پیرس ۱۸۸۵ء؛ بوخ: "مجموعہ نوشتہ جات یونان" Bœckh : C. I. Gr. ۲، ۸۰ وغیرہ؛ بیکر:
"جزیرہ نما ہرقلیہ" Becker : Die herakl. Halbinse ۱۸۵۶ء؛ بوسولٹ: "تاریخ
یونان" ۱، ۵۸۸ وغیرہ؛ ژیل و ستیفانی: "کیمیری بوسفوروس کے قدیمیات" Gill et Stephani
Antiqu du Bosph. cimmerien ۳ جلد، پیٹرسبرگ، ۱۸۵۴ء، اشاعت جدید
مرتبہ رائناش پیرس ۱۸۹۲ء؛ کونداکوف، ٹولسٹوئی و رائناش: "قدیمیات روس جنوبی" Kondakof, (
Tolstoi et Reinach : Antiqu.de la Russie meriod. پیرس ۱۸۹۱ء؛ رایے:
"مطالعات آثاریات" Rayet : Etudes d'Archeol. پیرس ۱۸۸۸ء، صہ ۱۸۹-۲۲۸؛ رائناش:
"مہرداد" ص ۵ وغیرہ؛ لاتی شیف: "بحر اسود کے شمالی ساحل کے قدیم نوشتے" Latyschev : Inscr.
ant. oræ septentr. Ponti Eux. جلد ۱، پیٹرس برگ ۱۸۸۵ء اولبیہ والا نوشتہ
مجموعہ نوشتہ جات یونان، ۷، ۳۵ = ڈٹن برگر ۲۴۸۔ نیز دیکھو مارکوارٹ ۴، ۱۵۰۔
خرسونیز کا محل وقوع، کیپرٹ: "نقشہ یونان" Kiepert : Atlas von Hellas
نیوکلیموس کا منارہ؛ رائناش: مہرداد ۸۷۔

میں مل گئے تھے اور اس سلطنت بوسفورس پر جسکے ایتھنز کے ساتھ نہایت قریب کے تعلقات تھے، پہلے تو یونانی خاندان ارخیانقتیان اور اسکے بعد تھریسی خاندان اسپاردوکیان تخت پر بیٹھا (دیکھو جلد ۲ باب)۔ جزیرہ نما کے مغرب میں ہرقلیہ پونٹکا کے دوریسیوں نے پانچویں صدی ق م میں شہر خرسونیز اس موقعہ پر آباد کیا تھا جہاں توری قوم اپنی خونی دیوی ارتمیس کی پوجا کرتے تھے لیکن تیسری صدی ق م ہی سے ان یونانی نوآبادیوں کے اقتدار میں برابر کمی ہو رہی تھی اور جب ایتھنز انکا پشت و پناہ نہیں رہا، اور مصری غلہ نے بحر اسود کے غلے کا مقابلہ کرنا شروع کیا تو کرمیہ کے یونانیوں کو بڑا بھاری دھکا لگا اور جزیرہ نما کے بربریوں یعنی توریوں اور اسکیتھوں نے انپر دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ بحر اسود کے مغربی سمت والے یونانیوں کا بھی یہی حشر ہوا، چنانچہ اولبیہ میں ایک نوشتہ برآمد ہوا ہے جسمیں ان شہریوں کی تعریف و توصیف کی گئی ہے جنھوں نے اس شہر کی حفاظت میں بڑی بڑی قربانیاں کی تھیں۔ پانتی کاپیوم میں شاہ پےری ساویس کو ایک اسکیتھی شہزادے مسمی ساؤماکوس کو اپنا والی و وارث بنانا پڑا۔ اسکیتھی حکمران سکیلوروس کے اسّی بیٹے تھے، اور اسنے انھیں بندھی ہوئی جھاڑو کا قصہ سنا کر اتفاق و اتحاد کی تعلیم دی، چنانچہ (اپنے باپ کے بعد) وہ سب اپنے بڑے بھائی پلاکوس کے علم کے نیچے آ گئے۔ ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ توریہ میں یونانی تمدن کا ستارہ گردش میں تھا اور کسی جگہ سے مدد کی امید نہیں تھی۔ اس موقع پر لوگوں نے دیکھا کہ مہرداد نہایت مستعدی کے ساتھ اپنی سلطنت کو منظم کر رہا ہے جس کی وجہ سے اس سے نئی نئی امیدیں بندھنے لگیں اور اس سے مدد کے لیئے التجا کی گئی۔ بحر اسود کے شمالی اور جنوبی ساحلوں کے درمیان مدت دراز سے رسل و رسائل جاری تھے اور اسکی وجہ یہ تھی کہ پانتی کاپیوم اور مہرداد کے پائے تخت اسنوپ کے مابین نسلی رشتہ تھا۔

خرسونیز نے علی الاعلان شاہ پونٹوس کی سیادت کو تسلیم کرنا منظور کیا، اور پےری ساویس نے، جو اسکیتھیوں کے چنگل میں پھنس گیا تھا، خفیہ طور پر شاہ پونٹوس سے کہلوا بھیجا کہ میں تمھیں اپنا وارث بنا سکتا ہوں۔ الغرض مہرداد نے کرمیہ میں ایک مہم سر کرنے کا تہیہ کر لیا اور اسکا کام دیوفانتوس ساکن اسنوپ کے سپرد کر دیا۔ دیوفانتوس نے توریوں کو شکست دیکر انپر مستقلاً

باب ۲۵

حکومت کرنیکے لئے شہر یوپاتوریہ آباد کیا اور خود سنہ ۱۱۰ ق م میں ایشیا واپس آگیا لیکن اسکے پیٹھ موڑتے ہی حملے کی تجدید کردی اور خرسونیز نے دوسری دفعہ پوتوس کی مدد مانگی۔ دیوفانتوس پھر واپس گیا اور بار بار اسکیتوں اور روکسولانیوں کو شکست دی چنانچہ پالاکوس روبا بھاگ گیا۔ لیکن اب سوماکوس نے پیرےریساویس کو قتل کردیا اور خود پانتی کاپیوم کا بادشاہ بن بیٹھا۔ لیکن جلد ہی ردعمل بھی شروع ہوگیا۔ غالباً سنہ ۱۰۷ ق م میں دیوفانتوس نے تھیوڈوسیہ اور پانتی کاپیوم کو فتح کیا اور مہرداد "قائد" خرسونیز وشاہ بوسفوروس منتخب ہوگیا۔ اسے اسوقت تک اخلاقی و مادی دونوں طرح کی کامیابیاں ہوئی تھیں۔ اسنے یونانیوں کو بربریوں کے ہاتھوں تاراجی سے بچایا تھا چنانچہ اسکے معاوضے میں انھوں نے اسے دوسو تالنت سالانہ اور ایک لاکھ اسی ہزار پیمانے غلہ کے (جنکی قیمت تقریباً ۲۰۰ تالنت ہوتی) دینے کا وعدہ کیا۔

اسکی آئندہ کامیابیوں کو تاریخ کا صحیح تعین نہیں کیا جاسکتا، مگر ہمیں یہ معلوم ہے کہ انہیں سے اکثر بحیرۂ اسود کے شمالی ساحل پر ہوئی تھیں۔ یہاں دریائے تیراس (دنیر) کے دہانے پر جو منارہ نیوپطلیموس کے نام پر موسوم تھا اس سے ایک ایسے سپہ سالار کے نام کی یاد تازہ ہوتی تھی جو مہرداد کے فوج میں ملازم تھا۔ اس نواح میں جو سارماتی (روکسولانی، شاہی سارماتی، یازی گی) رہتے تھے وہ اور بستارنی بادشاہ کے دوست بن گئے چنانچہ اول الذکر نے شہسواری میں اور ثانی الذکر نے پیدل فوج میں اپنے جوہر دکھائے۔ اودیسوس کے سکوں اور استروس، تومی، اور اپولونیہ نے رومنوں کے حملے کی جو مدافعت کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوہ بلقان کے شمال میں تھریسی ساحل پر جو یونانی تھے وہ اسکے طرفدار تھے[۶]۔ کریمیہ کے مشرق میں اسکا قابو صرف میدان کے رہنے والے سندیوں پر تھا اور کوہ قاف کے ناہموار ڈھال پر اسکا کوئی اثر نہیں تھا۔ اسکے برعکس اسنے کولخس اور دریائے فاسس (مانگریلیہ) کے وادی پر (جہاں ساحل یونانی بلدیات دیوسکوریاس و فاسس واقع تھے) قبضہ

---

[۶] اودیسوس کے سکوں پر سکندر کا سر مہرداد کے سر کے مانند ہے، رائناش: وورتین ملوکتیں ۱۹۶۔

باب ۲۵

کرلیا۔ اسنے دریائے کورُش کے بالائی حصے یعنی کولخِس کے مشرق میں جو قبیلے آباد تھے انکے ساتھ اور ارمنستان کبیر و اتروپاتینے کیساتھ تجارتی عہدنامے کیئے اور انتی پاتر شاہ ارمنستان صغیر کے وصیت نامے کی رو سے یہ ملک، جو ہالیس، لیکوس اور فرات کے درمیان ایک قدرتی نقطہ مدافعت تھا، اسکے قبضے میں آگیا، جسکے بعد اس ملک کے ناقابل عبور پہاڑی قلّوں پر اسنے اپنے خزانے تعمیر کیئے۔ اس طرح بوسفوروس گویا اسکا غلہ کا گودام تھا، کولخِس ایک سلح خانہ جسمیں لکڑی، تارکول اور سن کی کمی نہ تھی اور ارمنستان صغیر اسکا قلعہ۔ وہ اپنے جہازوں کے ذریعے سے بحر اسود کو قابو میں رکھتا تھا، اور اس کا شہر اسنوف ایک بحری مرکز اور پایۂ تخت تھا۔ اس سلطنت کا نام پونتوس بالکل ٹھیک تھا اور بلاشبہ مہرداد اپنے کارناموں سے پوری طور پر مطمئن تھا لیکن سکندر اعظم کی طرح وہ "ہل من مزید" کا خواہاں رہتا تھا اور اسکی آرزو یہ تھی کہ ایشیائے کوچک کے مغرب اور جنوب میں اپنی سلطنت کو پھیلائے۔

کہتے ہیں کہ قبل اسکے کہ اس مقصد کے حصول کیلئے وہ جنگ جاری کرے، اسنے ملک کے ایک حصے کا سفر کیا، اور جو کچھ اس نے اس جزیرے نما کے مختلف حصوں میں دیکھا اس سے یقیناً اسکا میلان مہم کی طرف اور بھی زیادہ ہوگیا۔ روما اب وہ پرانا زبردست روما نہیں رہا تھا جسکی سب عزت کرتے تھے اور جس سے سب لرزہ براندام ہوتے تھے، اب وہ پرانا روما نہیں تھا جو اپنی شہری خصائص کیوجہ سے ممالک غیر کے نظروں میں ممتاز تھا۔ روما کے ایشیائے علاقے دو اضلاع میں منقسم تھے، یعنی ایشیا و کلیکیہ۔ کلیکیہ کے پروپرتیور کے فرائض میں سے ایک یہ فرض بھی تھا کہ وہ طاروس اور جنوبی ساحل کے بے شمار خلیجوں کی بحری قزاقوں سے نگرانی کرتا رہے لیکن چونکہ اسکے پاس بیڑہ نہیں تھا اسلئے وہ کچھ بھی نہیں کرسکتا تھا؛ جس کی وجہ سے بحری قزاقی پہلے سے بھی زیادہ فروغ پر تھی اور اب یہ بحری قزاق شاہ پونتوس کے اعلیٰ درجہ کے حلیف بن گئیے۔ اسی طرح ایشیا کا پروپرتیور ایک دوسرے سبب سے بالکل بے اقتدار تھا۔ کایوس گراکھوس نے روما کے عدالتیں اور ایشیا کے محاصل دونوں رومن مالیاتی سرتاجوں کے حوالہ کردیئے تھے۔ محاصل کے

باب ۲۵

ٹھیکہ داروں کی حیثیت سے انھوں نے ایشیا کے باشندوں کی خوب لوٹ مار کی اور ان لوگونکو سزائیں دلوانے میں مطلق باک نہیں کیا جو انھیں انکے جلب زر میں ذرا بھی سدّراہ ہوتے تھے۔ اس قسم کا برتاؤ بعض بہترین رومن شہریوں کے ساتھ کیا گیا جیسے کوئنتوس موکیوس سکائے وولا جو بعد میں چلکر مہا پجاری بنا، اور جو تقریباً سنہ ۱۰۰ ق م میں ایشیا کا پروکانسل تھا، اور اسکا نائب روتی لیوس روفوس جو خود روما کا کانسل رہ چکا تھا۔ ان لوگوں نے ایشیا کے محاصلی ٹھیکہ داروں کے بدعملیوں کو روکنے کی کوشش کی تھی جسکی وجہ سے روتی لیوس پر روما میں تغلب کا مقدمہ دائر کیا گیا — باوجود اسکی واقعی بےگناہی اور خود موکیوس کی وکالت کے اسے مجرم گردانا گیا جسکی وجہ سے آخرکار اسے ایشیا میں جلاوطن ہونا پڑا اور یہاں کے لوگ اس سے بخوبی واقف تھے اور اسکے معترف تھے۔ صرف ٹھیکہ دار ہی ایشیا کو تاراج نہیں کر رہے تھے بلکہ روما کے جو مستقل عہدہ دار ایشیا میں تھے وہ نذرانے لیکر اور بڑی شرح سود پر لوگونکو روپیہ دیکر ایشیائیوں کو بیحد دق کرتے تھے۔ الغرض اگر کوئی قابل نجات دہندہ آتا تو ایشیا والے نہایت خوشی سے روما کا جوا اپنی گردنوں سے اتار کر پھینک دیتے۔ کسی حوصلہ مند فاتح کیلئے دوسری مملکتیں کسی نوع سے سدّراہ نہیں بن سکتی تھیں اسلئے کہ یہ فاتح آسانی سے انھیں یہ کہکر اپنی طرف کر سکتا تھا کہ وہ روما کے خلاف ان سب کو حمایت کرنا چاہتا ہے۔ اس کلیہ میں آزاد تجارتی جمہوریتیں مثلاً ہرقلیہ کیزی کوس اور رہوڈز شامل نہیں تھیں اسلئے کہ انپر اسقدر ظلم نہیں کئے گئے تھے کہ وہ روما کے خلاف سر اٹھانے کی ضرورت سمجھیں۔ اسی طرح غلاطیوں پر بھی بہت کم انحصار کیا جا سکتا تھا اس لئے ان پر بھی مدت دراز سے رومنوں نے مظالم نہیں کئے تھے۔ اس کے برعکس نیم بربری ریاستیں یعنی بتھی نیہ پفلاگونیہ اور کاپادوسیہ پونتوس سے خواہ جبراً ورنہ ترکیب چلنے سے مل سکتی تھیں۔ پفلاگونیہ اپنے حکمرانوں کے تعدد کی وجہ سے کمزور تھی؛ کاپادوسیہ بھی کمزور تھی لیکن اسکی کمزوری کے اسباب دوسرے تھے۔ اسکے بادشاہ اریارتھیس فلوپاتور یوسے بیس کے موت کے بعد جو سنہ ۱۳۰ ق م میں ارسطونی کوس والی جنگ میں واقع ہوئی، اس ملک میں بڑا بھاری خلفشار مچ گیا اسکے بعد چونکہ اسکی بیوہ نیسہ عنان حکومت خود اپنے قبضے میں رکھنا چاہتی تھی اسلئے اس نے خود اپنے پانچ بیٹوں کو قتل کروا ڈالا لیکن سنہ ۱۲۵ ق م

باب ۲۵

میں اس ملک کے تخت پر اریارتھیس ایپی فانیس بیٹھا اور یہ وہی اریارتھیس تھا جسکی بیوی لاؤدیس مہرداد شاہ پونتوس کی بہن تھی۔ اس نے سنہ ۱۱۱ ق م تک حکومت کی لیکن اس سال میں ایک شخص مسمی گوردیوس نے اسے قتل کر دیا۔ اس جرم کے ارتکاب کے بعد گوردیوس مہرداد کے پاس چلا جاتا ہے اور اس کے دربار میں بہت بڑا رسوخ حاصل کر لیتا ہے، اور اریارتھیس فیلومیتور اپنی ماں لاؤدیس کی تولیت میں کاپادوسیہ کے تخت پر بیٹھتا ہے۔ الغرض مہرداد کے لئے کاپادوسیہ کا حصول ناممکن تھا۔ بتھی نیہ میں نکومدیس دوم ایپی فانیس حکمران تھا۔ سنہ ۱۴۹ ق م میں اس شخص نے اپنے باپ کو قتل کرا دیا اسلئے کہ باپ اسے قتل کرانا چاہتا تھا، اور اسی طرح وہ تخت پر بیٹھ گیا۔ وہ ایک نہایت بدکردار شخص تھا، اور بظاہر رومنوں کا دوست بنتا تھا، لیکن چونکہ رومنوں نے ارسطونی کوس کے مخالفت کے انعام میں اسے افروجیہ کبریٰ نہیں دی تھی اسلئے اسے رومنوں سے پرخاش تھی اسکے پاس ایک اچھی فوج اور ایک بیڑا تھا اور بعض دولتمند یونانی شہر بھی اسکے قبضے میں تھے، چنانچہ یہ ممکن تھا کہ نکومدیس کو روما کا مدمقابل بنا لیا جائے اور یہ نہیں تو کم از کم ایشیائے کوچک کے دوسرے مملکتوں کے خلاف تو اسے کامیابی کا بہت کچھ موقع تھا۔ تاہم ان سب حلیفوں سمیت بھی روما کے مقابلے میں ہتھیار اُٹھانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ یہ سچ ہے کہ دوسری صدی ق م کے اختتام پر اس عظیم الشان جمہوریہ پر کمبری اور تیوتونیس اسقدر دباؤ ڈال رہے تھے کہ مہرداد انکا میدان میں کامیابی کی امید لیکر مقابلہ کر سکتا تھا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ اس نے پوری طور پر تیاریاں نہیں کی تھیں اور دوسرے وہ رومنوں کا ہمسایہ تک نہیں تھا۔ الغرض سنہ ۹۰ ق م تک مہرداد نے رومنوں کے ساتھ جنگ نہیں چھیڑی۔ سنہ ۱۰۵ ق م سے سنہ ۹۰ ق م تک وہ روما سے جنگ آزمائی کا براہ راست خواہشمند نہ تھا، بلکہ اسکے مقابلے میں صرف ایشیائی حکمران ہی براہ راست ایستادہ۔ سنہ ۱۰۵ ق م میں مہرداد اور نکومدیس کے مابین مفاہمت ہو گئی اور اسکے بعد دونوں نے پفلاگونیہ پر چھاپا مار کر اسکی آپس میں تقسیم کر لی جسپر وہاں کے حکمرانوں نے روما سے مدد کی التجا کی۔ اسیطرح سکی لوردیس کے بیٹوں نے بھی

باب ۲۵

دست استمداد اسی طرف بڑھایا۔ رومنوں نے اسکیتھیوں کی طرف سے دونوں بادشاہوں کے سامنے صدائے احتجاج بلند کی اور کہا کہ یورپ والوں کے لئے ہے جس سے انیسویں صدی عیسوی کے "اصول منرو" کی یاد تازہ ہوتی ہے[ثہ] باوجود اس کے مہرداد و نکومدیس نے صرف اپنی فتوحات ہی پر اپنا قبضہ نہیں رکھا بلکہ غالطیہ کو بھی اپنی حمایت میں لے لیا۔ لیکن اسکے بعد انمیں آپس میں جھگڑا ہو گیا جسمیں مہرداد کو زک ملی۔ نکومدیس نے کاپادوسیہ پر حملہ کرکے خود لاؤدیس کے ساتھ نکاح کرلیا اور اسطرح ایک ہی وار میں ملک کا ملک اپنے قبضہ میں لے لیا۔ لیکن اب مہرداد اس ملک پر ٹوٹ پڑا۔ نکومدیس کو یہاں سے نکال دیا اور اسکی جگہ اسکے بھتیجے اریاراتھیس ہفتم "فلومیتور" کو تخت پر بٹھا دیا۔ لیکن جب اس نے اسکا مطالبہ کیا کہ گوردیوس کو کاپادوسیہ واپس آنے کی اجازت ملنی چاہیے تو نوعمر بادشاہ کو یہ ہراس ہو گیا کہ کہیں اسکی قسمت اپنے باپ کی قسمت کے ساتھ وابستہ نہ ہو، چنانچہ یہ ہمت کرکے اپنے ماموں کی مخالفت پر کمربستہ ہو گیا اور ایک فوج لیکر اسکے مقابلے کے لئے چلا۔ لیکن مہرداد نے اسے دھوکا دیکر گفتگو کرنے کے لئے بلا لیا اور خود اپنے ہاتھ سے اسکا کام تمام کردیا۔ کہتے ہیں کہ اسکے جد امجد مہرداد نے اریاراتھیس کے مفروضہ جد داتامیس کو بالکل اسی طرح سے قتل کیا تھا[ثہ] اب مہرداد نے اپنے ایک ہشت سالہ بیٹے کو، جسے اسنے کاپادوسیہ کے ایک سابق بادشاہ اریاراتھیس کے اولاد سے بتایا، یہاں کے تخت پر بٹھایا اور گوردیوس کو وزیر مملکت بنا دیا۔ لاؤدیس کے ایک دوسرے بیٹے نے کاپادوسیہ فتح کرنے کی کوشش کی لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی اور وہ خود کام آیا۔ اس طرح اریاراتھیس کے خاندان کا بالکل ہی

[ثہ] رومنوں کا "اصول منرو"؛ اپیان: "مہرداد" (App. Mithr.) ۱۳۔ انطاکوس سوم کے ساتھ بھی یہی اصول برتا گیا؛ دیکھو اوپر باب ۲۳۔

[ثہ] کورنے لیوس نیپوس کی حیات داتامیس (Corn. Nep. Dat.) ارمی کستیس کے ہاتھوں داتامیس کے قتل کا جو تذکرہ ہے اسکی عین وہی شکل ہے جو یوستی نوس ۳۸، ۱ میں یوپاتور کے ہاتھوں اریاراتھیس کے قتل کی دی ہوئی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان دونوں میں سے ایک بیان محض مصنوعی ہے؟

خاتمہ ہو گیا۔ اسمیں شک نہیں کہ لاؤدیس نے روما والوں سے کہا کہ میرا ایک تیسرا بیٹا بھی ہے، اور ان سے التجا کی وہ اسے کاپادوسیہ کے تخت پر بٹھا دیں، لیکن اسکا رومنوں نے منصفانہ جواب دیا کہ پفلاگونیہ اور کاپادوسیہ والوں کو اپنے حکمراں خود منتخب کرنے کا پورا حق ہے۔ اسپر پفلاگونیہ والوں نے تو اپنی پرانی طرز حکومت کا احیاء کیا اور کاپادوسیوں نے ایک عالی خاندان شخص اریو برزان فلو روما یوس کو ۹۵ سنہ ق م میں اپنا بادشاہ بنا لیا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر مہرداد نے اپنے منصوبوں کو اٹھا رکھا اور اپنے بیٹے اور گوردیوس دونوں کو واپس بلا لیا۔

دیار مغربی میں اسکی قسمت نے یاوری نہیں کی لیکن مشرق میں اسے کامیابی حاصل ہوئی۔ مدت دراز سے ارمنی قوم، جو افروجیوں کے ہم جدی تھی، چاروں طرف پھیل رہی تھی۹ مگر انہیں اب آزادی حاصل نہیں تھی اسلئے کہ پہلے تو ایران کے اور اسکے بعد سلیوکیوں کے باجگزار بن گئے تھے، اور صرف جنگ مگنیشیہ کے بعد ہی ارتکیاس

---

۹ تیگرانیس سے پہلے ارمنستان کی تاریخ بالکل غیر متعین ہے۔ دیکھو رائناش: "مہرداد" ۱۰۴؛ بابلون: شاہان سوریہ صـــ cci؛ فون گٹشمڈ: "تاریخ ایران" Von Gutschmid : Gesch Irans ۸۰-

آخر الذکر مورخ کہتا ہے "اس سے پہلی ایک جنگ میں اس ملک (یعنی ارمنستان کبیر) کے بادشاہ کو مجبوراً اپنے بیٹے تیگرانیس دوم کو بطور یرغمال پارتھیوں کے حوالہ کرنا پڑا تھا۔ بعد ازاں شاہ پارتھیا نے ارتاوسدس اول شاہ ارمنستان کے خلاف (جو شاید تیگرانیس کا بھائی ہوگا) اس بیٹے کا ساتھ دیا اور ۹۴ سنہ ق م میں اس کو اپنے آباء و اجداد کے تخت پر بزور شمشیر بٹھا دیا۔" لیکن واقعات یہ ہیں کہ یوستی نوس ۴۲، ۲ کے بموجب مہرداد اعظم شاہ پارتھیا نے ارتاوسدیس شاہ ارمنستان سے جنگ چھیڑی، اور یوستی نوس ۳۸، ۳ کے مطابق تیگرانیس پارتھیا میں یرغمال تھا۔ اس کے علاوہ جو کچھ رائناش اور فون گٹشمڈ لکھتے ہیں وہ محض خیالات کا مجموعہ ہے۔ مثلاً رائناش کہتا ہے کہ ارتاوسدیس کے شکست کے بعد تیگرانیس یرغمال بن کر پارتھیا گیا، اور فون گٹشمڈ کا قول ہے کہ وہ عین اس موقعہ پر واپس آگیا ہماری رائے میں ان دونوں میں سے کوئی بھی حق پر ہوسکتا ہے، اور چونکہ یوستی نوس خود بھی قابل انحصار نہیں اسلئے شاید ان میں سے کوئی بھی حق پر نہیں ہے۔

تو ارمنستان کبیر میں (جہاں شہر ارتکساتا اس مقام پر آباد ہوا جو ہنی بعل نے اسکے لئے مختص کی تھی) اور زر یادرس مغربی حصے میں جسے صوفینے کہتے تھے ، خود مختار بن گئے ۔ ارمنستان کبیر کے تخت پر سنہ ۹۵ ق م میں تیگرانیس بیٹھا تیگرانیس سنہ ۱۴۰ ق م میں پیدا ہوا تھا اور گو وہ مستعد تھا لیکن ساتھ ہی بے اصول بھی تھا ۔ اسنے مہرداد کی بیٹی قلوپترا سے شادی کی ، اور اپنے خسر کے کہنے سے پہلے تو صوفینے کو مغلوب کیا اور پھر کاپادوسیہ پر قبضہ کر کے وہاں گوردیوس کو متولی سلطنت بنا دیا ۔ اس طرح گو یا مہرداد کا گویا اتنا ہی اثر ہو گیا جتنا پہلے تھا ، لیکن اس مرتبہ بھی اسکی کامیابی کے اخرات کو استقلال نصیب نہیں ہوا ۔ اریو برزان نے فرار ہو کر سیدھی روما کی راہ لی اور اسکے استغاثہ پر مجلس سینات نے کلیکیہ کے پروپریتور کورنے لیوس سولا کو اسکے از سر نو تخت نشین کرنے کا حکم دیا ۔ سولا اس کے مطابق دریائے فرات تک آگے بڑھا جہاں اسے ایک پارتھی سفیر خوش آمدید کہنے کی غرض سے ملا ۔ اس ملاقات میں سولا خود ایک مرتفع تخت پر بیٹھا اور اپنے ایک طرف شاہ کاپادوسیہ کو اور دوسرے جانب سفیر پارتھیا کو بٹھایا ۔ جب یہ سفیر واپس پارتھیا گیا تو اسے اس الزام پر سزائے موت دیگئی کہ اسنے اپنے ملک و مالک کے مرتبہ کا لحاظ نہیں رکھا تھا ۔ اس موقع پر بظاہر تو صرف ارمنستان کو مغلوب کیا گیا لیکن دراصل مہرداد کے اقتدار کو بھی زک پہونچی اسلئے کہ گوردیوس کے قبضے میں جو زمام حکومت تھی وہ مہرداد ہی کے وجہ سے تھی ۔ لیکن بالفعل مہرداد نے اپنے غصے کا اظہار نہیں ہونے دیا ۔

یادداشت

سنہ ۱۴۶ ق م کے بعد کی بالخصوص سنہ ۶۳ ق م کے بعد کے زمانے کی

اسناد :- پوسِیدونیوس ساکن اپامیہ؛ دیکھو اوپر باب ۱۳، حاشیہ ۱۱۔

سسرو کے دوست ارخیاس ساکن انطاکیہ کے اشعار جو اسنے کمبری اور مہردادی جنگوں پر لکھے تھے، محض واقعات تک محدود نہیں تھے۔ وہ لوکولوس کے ساتھ گیا تھا، اور زمانہ مابعد کے مصنفوں نے اسی سے لوکولوس کے مہم کے بابت وہ دلکش حالات اخذ کئے جو اب ہمیں ملتے ہیں؛ دیکھو رائناش: مہرداد Reinach : Mithr ۴۲۷۔

جو تعلقات ارخیاس کے لوکولوس کے ساتھ تھے اسی قسم کے تعلقات تھیوفانیس ساکن متی لینہ کے پومپی کے ساتھ تھے اور اسی طرح اسنے بھی اپنے دوست کی تعریف میں قصائد لکھے۔ تھیوفانیس ہمیشہ حق پسند نہیں نظر آتا۔

پومپی کے اعلانات اور سولا کے یادداشتیں دونوں میں تکبر و تفاخر کی کیفیت پائیجاتی ہے؛ انہیں سے خیرونیہ کے یادداشتیں قابل لحاظ ہیں؛ ہمیں لکھا ہے کہ جنگ میں ایک لاکھ بیس ہزار دشمن اور صرف چودہ رومن کام آئے! پلوٹارک: "سولا" Plut. Sulla ۱۹۔ اسکے برعکس روٹی لیوس روفوس، جسکے تذکروں سے اپیان نے اخذ کیا، واقعات پر مبنی تھے۔ ہمیں افسوس ہے کہ پلوٹارک نے لوکولوس کے سوانح عمری میں سالست کے جن "وقائع" Sallust : Historiæ سے سند لی ہے وہ اب مفقود ہو چکے ہیں۔

عہد اگسٹس کے متعلق مفصلۂ ذیل کا ذکر مناسب ہے: فلوروس، یوتروپیوس، اوروزیوس جنہوں نے لیوی کی تلخیص کی؛ دیکھو رائناش: "مہرداد" Reinach) (Mithr ۴۲۱ وغیرہ؛ نیز یوستی نوس کے "مخلصات و مقدمات" (Prologi) میں تروگوس پومپی کے تصنیفات جنھیں معاملات مشرقیہ کے بابت لیوی کا تتمہ سمجھنا چاہیئے؛ دیوودوروس؛ شاہ ہیرود کا محرر نکولاوس ساکن دمشق، جسنے ۴۴۱ جلدوں میں ایک "تاریخ عالم" (Historia Katholike) لکھی؛ مقابلہ کرو میوز ۲/ ۳۴۳ وغیرہ؛ رائناش: "مہرداد" ۴۲۰؛ شیورر: "تاریخ قوم یہود" Schuerer : Gesch.) (des jued volkes ۱، ۴۲/۴۹؛ استرابو ساکن اماسیہ جسنے پولی بیوس کے سلسلے میں ۱۴۶ سنہ ق م کے واقعات "یادداشتہائے تاریخی" Hypomnemata historika)

کے ۱۴۴ جلدوں میں درج کئے۔ قدما اسکی اتنی قدر نہیں کرتے تھے جتنی پوسئیدونیوس جیسے تیز طبیعت اور نکولاوس جیسے مہذب و متین مورخ کی۔ یوداغ "قیصر بہ ممالک شرقیہ" (Cæsar in Oriente) (لائپزگ سنہ ۱۸۵۵ء ص ۱۶) کا خیال ہے کہ قیصر کے مہمات شرقیہ (سنہ ۴۷ ق م) کے لئے وہی پلوٹارک اور اپیان کی سند تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پلوٹارک نے اپنی حیات کے لئے سولا و سالست میں سولا کے یادداشتوں، حیات لوکولوس کے لئے آرخیاس کا اور حیات پومپی کے لئے تھیوفانس کا اتباع کیا ہے۔ جنگ مہردادی کے لئے اپیان کے اسناد پہلے تولیوی اور اسکے بعد نکولاوس معلوم ہوتے ہیں۔

دیون کاسیوس نے پہلے تولیوی اور پھر سالست کا مطالعہ کیا تھا۔ شامی اور یہودی تاریخ کے لئے دیکھو شیورر: "تاریخ قوم یہود" جلد ۱ التمہید۔

اِس عہد کی سب سے نفیس تاریخ رائناش کی کتاب "مہردادیوپاتور، شاہ پونتوس" (Reinach : Mithridate Eupator, Roi du Pont)، پیرس، سنہ ۱۸۹۰ء ہے، میں نے اسکے نہایت نفیس ترتیب مضامین کا اتباع کیا ہے۔ اس کتاب میں ہر ایک واقعہ کی سند دی ہوئی ہے، چنانچہ میں ناظرین کرام کی توجہ اسی مبذول کرونگا۔

سوریہ کے لئے دیکھو بابلوں: شاہان سوریہ (Babelon : Dois de syrie) شیورر "تاریخ قوم یہود" اور کون: "اضافہ جات بہ تاریخ سلیوکیان" Kuhn ; Beitrage)
(Z. Gesch des Seleuk. سنہ ۱۸۹۱ء۔

نیز دیکھو فنلے: "یونان بہ قیادت روما" Finlay : Greeceunder)
(the Romans. سنہ ۱۸۵۱ء، برونے دوپریل و بلانشے: "یونان بعد فتوحات روما"
Brunet de Presle et Blanchet ; La Grece depuis la conquête des Romains.
سنہ ۱۸۶۱ء

باب بست وششم

مہرداد و سولا

سنہ ۹۱ ق م تا سنہ ۸۲ ق م

بظاہر سنہ ۹۱ ق م کے اوائل میں دیار مشرقی میں رومن اقتدار مستحکم ہو چکا تھا۔ لیکن یہ صرف دھوکا ہی دھوکا تھا، اور اگر ہم اُس صدمے کا صحیح اندازہ کرنا چاہیں جو بہت جلد اس اقتدار کو پہونچا تو ہمیں ذرا زیادہ غائر نظر سے دنیا کے اس حصے کے حالات کا مطالعہ کرنا پڑیگا۔ اور جسطرح ہم نے ایشیائے کوچک کی کیفیات پر اپنا وقت صرف کیا ہے اسی طرح سے شام و مصر کی صورت حال پر نظر ڈالنی پڑے گی۔

ان دو سلطنتوں میں سے شام میں وراثت تخت و تاج کے بابت ابھی تک تنازعات جاری تھے۔ ہم انیسویں باب میں اس نقطہ تک اس ملک کی تاریخ بیان کر چکے ہیں جب انطاکوس ہشتم "گریپوس" اور اسکے سوتیلے بھائی انطاکوس نہم "کیزیکے نوس" کے مابین جھگڑا چل رہا تھا۔ انہیں سے اول الذکر دیمتریوس دوم کا اور دوسرا انطاکوس ہفتم "سیدے تیس" کا بیٹا تھا، اور ان دونوں کی ماں بطلیموس فلومیتور کی بیٹی کلیوپاترا تھیا تھی، وہی جسنے پہلے تو اپنے شوہر اور اسکے بعد اپنے بڑے بیٹے کو

جان سے مروا ڈالا اور اسکے بعد جب اسنے اپنے دوسرے بیٹے گریپوس پر وار کرنا چاہا تو اسے معلوم ہو گیا اور اسنے (تقریباً سنہ ۱۲۱ ق م میں) الٹا اپنی ماں ہی کو ملک عدم کو پہونچا دیا۔ اسکے بعد گریپوس کم وبیش خاموشی کے ساتھ حکومت کرتا رہا تا آنکہ انطاکوس نہم کیزیکے نوس نہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اسپر اس چھوٹی سی سلطنت کے ٹکڑے ہو گئے، جنمیں سے گریپوس شمالی سوریہ اور کلیکیہ پر اور کیزیکے نوس دمشق کو اپنا پایۂ تخت بنا کر فنیقیہ اور نچلے سوریہ پر قابض ہو گیا۔ سنہ ۹۶ ق م میں گریپوس کو اسکے منظور نظر ہرقلیون نے جان سے مار ڈالا جسپر کیزیکے نوس نے سلطنت کے شمالی حصہ کو فتح کرنیکی کوشش کی مگر گریپوس کے بیٹے سلیوکوس ششم کے ہاتھوں شکست ملنے پر اسنے خودکشی کر لی۔ سنہ ۹۵ ق م میں اسکے بعد اسکا بیٹا انطاکوس دہم "یوسے بیس" تخت پر بیٹھا۔ اس زمانے میں ملک شام میں جو خلفشار مچا ہوا تھا وہ اس واقعہ سے اچھی طرح سے سمجھ میں آتا ہے کہ انطاکوس دہم کلیوپاترا اسلینہ سے نکاح کرتا ہے جو پہلے تو گریپوس کی اور اسکے بعد خود انطاکوس دہم کے باپ کیزیکونوس کی بیوی رہ چکی ہے! اب یہ ملک اول تو سلیوکیوں کے دو شاخوں کا یعنی دیمتریوس دوم اور انطاکوس ہفتم کے اولاد کا میدان کارزار بنا ہوا تھا اور دوسرے آپس میں شاخ اوّل کے اراکین یعنی گریپوس کے پانچ بیٹوں کے مابین تنازعات بھی برپا تھے۔ ہم ان واقعات پر اس سے زیادہ وقت دینا مناسب نہیں سمجھتے اس لئے کہ وہ بنی نوع انسان کے تاریخ کے لئے بالکل بے کار ہیں، لیکن ان سے یہ صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ روما کو ملک شام کی طرف سے کسی قسم کا خطرہ باقی نہیں رہا تھا۔

اگر مصر خود اپنے ہاتھوں اپنے زوال کی ترکیب نہیں چل رہا تھا تو اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ اس ملک کے جھگڑے نسبتہً آسانی سے طے ہو جاتے تھے۔ جو کوئی بھی اسکندریہ پر قابض ہوتا وہی ملک کا مالک بھی بنجاتا، اور محل سرا پر قابض ہونے کا آسان طریقہ یہ تھا کہ فریق ثانی کو جلد از جلد ملک عدم پہونچا دیا جائے چنانچہ جو کوئی بھی اس کام میں سب سے زیادہ ماہر ہوتا وہ محل سرا، اسکندریہ اور مصر کا مالک بن جاتا۔ سنہ ۱۱۶ ق م میں فیسکون کے انتقال کے بعد اسکی بیوہ نے، جو اسکی بھانجی بھی تھی، زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اسکا میلان بہ نسبت اپنے بڑے بیٹے لاتھیروس کے، اپنے چھوٹے بیٹے

اسکندر کی طرف زیادہ تھا؛ اسکا قابو ہوتا تو وہ لاتھیروس کو اُسی طرح جزیرہ قبرص جلاوطن کر دیتی جیسے کسی زمانے میں اسکندر کو کیا گیا تھا۔ آخر کار سنہ ۱۰۱ ق م میں وہ اپنے منصوبوں میں کامیاب ہو گئی۔ لیکن جب اسکندر بھی اسکا منظور نظر نہیں رہا تو اسنے اسکا خاتمہ کرنا چاہا تھا، مگر اسکندر نے پینترہ بدل کر خود اپنی ماں کو ہی ملک عدم پر پہونچا دیا (سنہ ۸۹ ق م)۔ سنہ ۸۸ ق م میں اسکندر کا انتقال ہونے پر لاتھیروس مصر واپس آگیا۔ واضح ہو کہ فیسکون کے انتقال کے بعد اسی کے مرضی کے مطابق سرینہ پر اسکا ایک مفروضہ بیٹا اپیون حکومت کر رہا تھا، اور جب اسکا آخری وقت آیا تو (تقریباً سنہ ۹۶ ق م) میں اسنے اس ملک کی رومنوں کے نام وصیت کر دی، گو رومنوں نے اسپر قبضہ نہیں کیا۔

الغرض، اگر سوریہ اور مصر دونوں میں سے کوئی ملک روما کو گزند نہیں پہونچا سکتا تھا، اور ساتھ ہی اگر روما ایشیائے کوچک پر بلاشرکت غیرے حکمراں تھا تو پھر مہرداد کو کسی قسم کے جارحانہ کارروائی سے منفعت کی امید رکھنا لاحاصل تھا۔ لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر روما نے مشرق میں قدم جمانا چاہے تو اسے خود اپنے گھر کے اندر اپنی حیثیت کو مستحکم کر لینا ضروری تھا، اور یہی وہ بات تھی جو سنہ ۹۱ ق م کے موسم سرما میں مشتبہ تھی! اسلئے کہ اسی زمانے میں اطالوی آبادی نے روما کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ جبتک کہ جنگ حلفا جاری تھی اسوقت تک روما ایشیا میں کسی قسم کا شدید طرز عمل جاری نہیں رکھ سکتا تھا، اور یہ وہ موقعہ تھا کہ مہرداد جیسا شخص مشکل سے اسے ہاتھ سے جانے دے سکتا تھا۔ وہ تاک میں بیٹھا ہوا تھا کہ بتھی نیہ کے واقعات نے اسے مداخلت کا بہانہ دیدیا۔

اس ملک میں سنہ ۹۴ ق م کے قریب نکومدیس ایپی فانیس کے بعد اسکا بڑا بیٹا

شام۔ ا۔ کون: ”اضافہ جات تاریخ سلیوکیان از سنہ ۱۲۵ ق م تا سنہ ۱۶۴ ق م“ A. Kuhn: **Beitraege** (Zur Geschichte der Seleukiden Von 125—164 V. Chr آلٹ کرش، سنہ ۱۸۹۱ء۔

پارتھیوں پر انطاکوس ہفتم کا غلبہ؛ فون گٹشمڈ: ”ایران“ Von Gutschmid : Iran. ۵، ۶، ۷

قلوپترہ کے حکومت (۵۱ ق م) تک کی مصر کی تاریخ؛ مہافی: ”سلطنت“ ۴۰۵ تا ۴۴۴۔

باب ۲۶ نکومدیس سوم "فلوپاتور" تخت پر بیٹھا۔ یہ بادشاہ اپنے دادا پروسیاس دوم کی طرح بزدل ظالم اور نہایت رذیل طبیعت کا انسان تھا۔ بادشاہ کے دوسرے بیٹے کو جسکا نام سقراط تھا، اسکے باپ نے نیلائے[×] نیس کا خطاب دیکر بیثنیا کو نیہ دیدیا تھا؛ لیکن جب بیتھنیوں کو سنہ ۹۵ ق م میں بیثنیا کو نیہ خالی کرنا پڑا تو اسے اسکے معاوضے میں پانچسو ٹالنٹ مل گئے جنہیں وہ کیزیکوس میں رہ کر گذارہ کرنے لگا۔ لیکن وہ اس رقم پر قانع نہیں رہا اسلئے کہ وہ ایک بادشاہت کا مالک بننا چاہتا تھا، چنانچہ اپنے باپ کی مشہور و معروف لغو عادات پر انحصار کرکے اسنے رومنوں سے استدعا کی کہ وہ اسے شاہ بیتھنیہ بنا دیں اور جب انھوں نے اس درخواست کو نامنظور کیا تو اسنے پلٹ کر مہرداد کے سامنے اسی مضمون کی درخواست پیش کی۔ ان دو سازشیوں کا خیال تھا کہ نکومدیس کو قتل کر دینگے لیکن وہ اپنے اس منصوبے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ اسپر سقراط نے پونٹوسی فوج کی مدد سے بیتھنیہ فتح کر لیا، اور ساتھ ہی ساتھ مہرداد نے کاپادوسیہ پر قبضہ کرکے وہاں اپنے بیٹے کو از سر نو تخت نشین کر دیا۔ اب سنہ ۹۰ ق م میں فریق ثانی یعنی نکومدیس اور اریوبارزان نے رومنوں سے مدد طلب کی۔ اگر روما پر اب بھی اسی قسم کا دباؤ پڑتا رہتا جیسا چھ ماہ قبل پڑ رہا تھا تو وہ مہرداد کے خلاف کچھ بھی کارروائی نہیں کر سکتا تھا؛ لیکن اسکی مراعات کی وجہ سے اسکے دشمنوں کی صفیں خالی ہوتی جا رہی تھیں؛ چنانچہ اب وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ ایشیا کی طرف مائل ہو گیا؛ مجلس سینیات نے ایک قرارداد منظور کی کہ نکومدیس اور اریوبارزان کو ضرور اپنے اپنے تخت پر بٹھانا چاہیے اور اسکی کارفرمائی کا ذمہ دار سابق کانسل م۔ اکوئی لیوس کو قرار دیا۔

یہ انتخاب کوئی اچھا انتخاب نہیں تھا اسلئے کہ گو اکوئی لیوس بہادر تھا لیکن وہ رومنو کے طماع طبقے کا شاید سب سے طماع فرد تھا اور نہ تو میدان تدبیر میں نہ میدان جنگ میں اپنی اہلیت کی وجہ سے ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ تاہم روما کا اثر اتنا زیادہ تھا کہ یہ سنتے ہی مہرداد نے ہتھیار ڈال دیئے اور نہ صرف اپنے بیٹے کو واپس بلا لیا بلکہ سقراط کا سرے سے خاتمہ ہی کر دیا۔ روما کے لئے تو یہ کارروائی بالکل کافی تھی؛ لیکن اکوئی لیوس کی

[×] یہ نام تمام ملک میں نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور ہومری عہد کی یاد تازہ کرتا تھا۔

باب ۲۶

طمع کیلئے کافی نہ تھی، چنانچہ اسنے روپیہ طلب کیا اور چونکہ مہرداد نے روپیہ ادا کرنے سے انکار کر دیا اس لئے اسنے خود اپنے حلیف نکومدیس[1] سے روپیہ وصول کر لیا چنانچہ اپنے اخراجات پورے کرنے کی غرض سے نکومدیس نے پونتوس کی اراضی کو تاراج کیا۔ اسپر مہرداد نے اکوئی لیوس سے شکایت کی لیکن ظاہر ہے کہ اسکا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اسکے بعد اسنے آگے بڑھکر کاپادوسیہ پر قبضہ کر لیا اور فریقین کے مابین آخر کار ۸۹ ق م کے موسم بہار میں جنگ چھڑ گئی

رومیوں نے میدان کارزار میں چار لشکر روانہ کئے یعنی ایک تو بتھی نیہ والا لشکر اور تین دوسرے رسالے جنمیں ایشیائی بھی تھے اور تھوڑے سے اطالوی بھی۔ ان لشکروں کی سپہ سالاری کا کام اکوئی لیوس اور ایشیا و کلیکیہ کے پروپریتوروں یعنی کاسیوس و اوپیوس کے سپرد کیا گیا لیکن ۸۸ ق م میں ان سب کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اسکے بعد کاسیوس جزیرہ رھوڈز کو، اوپیوس لاودیکیہ بدریائے لیکوس کو اور اکوئی لیوس متی لنہ کو بھاگ گئے۔ اب تقریباً تمام بر اعظم نے روما کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور صرف چند ہی شہر ایسے ہونگے جیسے مگنیشیہ بدریائے سی پی لوس و استراتونیکیہ بر ملک کاریہ جو روما کے وفادار بنے رہے ہوں اسی طرح بہت سے جزائر نے بھی اسکی سیادت کو تسلیم کر لیا۔ لاودیکیہ نے اوپیوس کو اور متی لنہ نے اکوئی لیوس کو شاہ مہرداد کے حوالہ کر دیا جسنے اول الذکر کے ساتھ تو اچھا برتاؤ کیا لیکن اکوئی لیوس کو وہ جگہ جگہ اپنے ساتھ خونخوار جانور کی طرح لئے پھرا اور آخر کار پرگامم پہنچکر اسے روایت کے بموجب اسنے سیسہ پگھلوا کر اسکے گلے میں انڈلوا دیا جس سے اسکا خاتمہ ہو گیا۔ امن پسند جمہوریہ جات ہرقلیہ، کیزیکوس و رھوڈز نے مہرداد کا ساتھ نہیں دیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ روما نے برافروختگی کا پورا سامان پیدا کر دیا تھا لیکن بہت سے سنجیدہ لوگ ایسے تھے جو مہرداد کو ابدی نجات دہندہ قرار نہیں دیتے تھے۔ بادشاہ نے جو اس وقت افیسوس میں تھا، پہلے سے بھی زیادہ اسبات کا فیصلہ کر لیا کہ کسی نہ کسی طرح سے اپنے دشمنوں کی صفوں میں ہیبت پیدا کرنا ضروری ہے۔ آزاد کردہ صوبہ ایشیا میں اسوقت بھی تقریباً ایک لاکھ اطالوی تھے اور وہ کم و بیش سب کے سب ملک کو روز بروز زیادہ مفلس بنا رہے تھے۔ مہرداد نے سوچا کہ اگر وہ ملک بدر کر دیئے گئے تو وہ فوراً

---

[1] مہرداد نے رومیوں سے کہا کہ بحر اسود کی تجارت کو نکومدیس کے حملوں کی وجہ سے سخت نقصان پہونچتا ہے اور اسکے وہ روادار بنے ہیں! آپیان: "مہرداد" App. Mithr. ۱۲'۱۲ -

باب ۴۹

سپاہی بن کر واپس آجائینگے؛ اگر وہ اندرون ملک میں قید کر دیئے گئے تو یہ دقت طلب ہوگا اور اسمیں روپیہ خرچ ہوگا؛ لیکن اگر وہ خود یونانی شہری آبادی کے مدد سے قتل کر دیے گئے تو انکا بس خاتمہ ہو جائے گا اور چونکہ اسمیں خود یونانی بھی شریک ہونگے اسلئے انکا مفاد پہلے سے بھی زیادہ اسکے ساتھ وابستہ ہو جائے گا۔ الغرض مہرداد نے حکم نافذ کر دیا کہ ایک خاص دن ان سب اطالویوں کو قتل کر دیا جائے اور اس حکم کی تعمیل نہ صرف اسکے عہدہ داروں ہی نے کی بلکہ اس کام میں شہری عمال نے بھی مدد دی۔ مہرداد نے یہ بھی حکم دیا کہ جاسوسوں کو انعام اکرام دیئے جائیں اور جو لوگ ان اطالویوں کو پناہ دیں انہیں سزائیں دی جائیں حقیقت یہ ہے کہ ملک والے اٹلی کے دیسیوں سے اسقدر نفرت کرتے تھے کہ انہیں کہیں بھی پناہ نہیں ملی۔ صرف چند ہی ایسے تھے جنکی جان نہیں لی گئی؛ انہیں سے ایک روٹی لیوس بھی تھا جسے یہ سزا دی گئی کہ آئندہ وہ بجائے رومن لباس کے ہمیشہ یونانی لباس پہنا کرے۔ اس موقع پر اسی ہزار اطالویوں کی جان لی گئی۔ ان سے یونانیوں کو اسقدر مال غنیمت ہاتھ لگا کہ مختلف بلدیات نے اپنے اپنے قرضے بے باق کر دیئے اور مہرداد نے فرمان صادر کر دیا کہ قدیم صوبہ ایشیا کے باشندوں سے پانچ سال کا کوئی محصول نہ لیا جائے[2]

---

[2] ان اٹھ سو تالنت کے قصے کے لئے جنہیں یہودیوں نے جزیرہ کوس میں امانتاً رکھا تھا جنہیں مہرداد لے گیا؛ دیکھو رائناش: "مہرداد" (Reinach : Mithir) ۱۳۱، حاشیہ ۶۔

مہرداد کا ایک خط موسومہ صوبہ دار لیونی پوس اسوقت تک موجود ہے جسمیں وہ خیرے مون ساکن نیسہ کے سر کا انعام ۴۰ تالنت مقرر کرتا ہے اسلئے کہ اسنے چند رومنوں کی جان بچائی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہرداد اپنے دشمنوں کا پیچھا کرنے میں کمال مستعدی کا اظہار کرتا تھا؛ نیسہ کا نوشتہ ہیلر ون گیرٹرنگن و موم سن نے Ath : Mitth ۱۶، ۱۵ وغیرہ میں شایع کیا ہے؛ دیکھو جریدہ لسانیات برلن "Berl Phil. woch." سنہ ۱۸۹۱ء صفحہ ۳۶۔ لیونی پوس کے لئے دیکھو راناش: "مہرداد" ۲۵۵؛ ۱/۸۸ ق م کے موسم سرما میں یہ اسنوف کے مقام پر دس ہزار کلیکیوں کا قاید تھا۔

اطالویوں کے سکوں کے لئے دیکھو راناش: "مہرداد" حاشیہ ۱۔

بادشاہ ایشیائے کوچک کے فتح پر کسی طرح قانع نہیں رہ سکتا تھا بلکہ اب اسکی خواہش تھی کہ خود یونان پر قبضہ کرے۔ ظاہر ہے کہ یہاں وہ روما کے تنفر کے احساس پر جو ایشیا میں اسکا حقیقی حلیف بنا ہوا تھا، انحصار نہیں کرسکتا تھا اسلئے کہ یونان میں وہ طریقہ رائج نہیں تھا جسکے تحت ملکی محاصل ٹھیکے پر دیئے جاتے تھے۔ تاہم یہ عجیب و غریب بات ہے کہ یہاں بھی ایک حلیف مل گیا، اور ایسا حلیف جو سب ریاستوں سے زیادہ خود مختار تھا، یعنی ایتھنز۔ اس شہر میں روما کے خلاف جذبات موجود تھے اور یہ جذبات زیادہ تر فلسفیوں اور خطابوں میں عام تھے، اسلئے کہ یہ طبقہ یہ بھول نہیں سکتا تھا کہ ایتھنز کسی زمانے میں ایک درخشاں اور مشہور آفاق مملکت تھی اور اسی طبقے نے عوام کو یہ سکھایا کہ ایتھنز کے ادبار کا سبب روما کی دست درازیاں ہیں۔ علاوہ ازیں عین اس موقعہ پر ایتھنز میں ایک دستوری کشمکش کی کیفیت تھی، اور اسکے حل کرنے میں روما سدراہ بنا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یونان کی ترقی کی بابت ایتھنزیوں کی بہت کچھ امیدیں مہرداد کے ساتھ وابستہ تھیں، خصوصاً ایسی حالت میں جب اسے عظیم الشان کامیابیاں حاصل ہوچکی تھیں اور یونان کے ذہنی مستقر اعلیٰ کے ساتھ اسکے خاندان کے نہایت گہرے تعلقات رہ چکے تھے۔ یہی اسباب تھے کہ جب ایک ہوشیار شخص ارسطیون نے جو ایتھنز کے مشائیوں کے سرگروہ تھا، اس فتحمند بادشاہ کے ساتھ اپنے شہر کی طرف سے رسل و رسائل جاری کئے تو کسی نے اسپر اعتراض نہیں کیا۔[1] ارسطیون خود ایفی سوس گیا جہاں مہرداد نے اسپر اعزازوں کی بوچھار کردی۔ جب واپسی میں اسکا

---

[1] ارسطیون: براناتش: "مہرداد"، ۱۳۹، حاشیہ ۱؛ اس مقام پر اسی کے نام کے بابت بحث کی گئی ہے اسلئے کہ عجیب بات ہے کہ تاریخ ایتھنز کے اس حصے کا سب سے اہم مورخ یعنی پوسیدونیوس اسکا نام ایتھنیون بتاتا ہے؛ ۱۴۰، حاشیہ ۱، سکوں کے لئے؛ ۱۴۱، حاشیہ ۱۲ اپے لیکون کے لئے: دیکھو زوسے سیل ۲، ۲۹۶ تا ۲۹۹۔ ارسطیون نے جو روش مہرداد کے ساتھ جائز رکھی وہ اس شاہ ایران کے متعلق دیموس تھنیس کے روش کے مماثل تھی، اور جسطرح دیموس تھنیس نے مقدونیہ کے اقتدار کی مخالفت کی تھی اسیطرح ارسطیون روما کا مدمقابل بن گیا۔ میں یہاں کیفیات و شخصیات کے مشابہت و مغائرت پر بحث نہیں کرسکتا۔

باب ۲۶

جہاز کارسٹیوس میں کسی چٹان پر چڑھ گیا تو اتھنزیوں نے اسکے لئے ایک سرکاری کشتی کا انتظام کیا اور وہ اتھنز میں ایک پالکی میں بیٹھا داخل ہوا جسکی نشست ارغوانی رنگ کی تھی اور پائے وغیرہ چاندی کے بنے ہوئے تھے۔ اسنے اپنے سفر کے روداد میں فاتح و ناصر بادشاہ کی ایک تابناک تصویر کھینچی اور اسکے دربار کے قوت و سطوت کے حالات نہایت وضاحت سے بیان کئے[۵]۔ اب اتھنزیوں نے قدیم عمومی دستور کا احیاء کیا اور ساتھ ہی روما کے ساتھ اتھنز کا جو عہد نامہ ہوا تھا اسے منسوخ قرار دیکر مہرداد کے ساتھ ایک محالفہ کرلیا۔ ارسٹیون صدر استراتی گوس مقرر کیا گیا اور رجوڈہمیوں اور طلائی استاتروں پر جو خاص طور سے اس موقع کے لئے ڈھالے گئے، شاہ پونتوس کے علامات یعنی پگاسوس یا چاند تارا بنایا گیا۔ چونکہ ڈیلوس میں بہت سے رومن آکر آباد ہوگئے تھے اسلئے اس جزیرہ نے روما کا اتباع نہیں کیا، چنانچہ ارسٹیون نے اپنے ایک مشائی ساتھی یعنی اپےلیکون ساکن تیوس کو جزیرے کی طرف روانہ کرکے اس پر قبضہ کرلیا لیکن یہ قبضہ زیادہ دن تک نہیں رہا اسلئے کہ بعض رومن واپس آگئے اور انھوں نے جزیرے کو ازسرنو چھین لیا۔ لیکن ڈیلوس میں رومنوں کا اقتدار دیرپا ثابت نہیں ہوا اسلئے کہ مہرداد کا بیڑا اتھنز جاتا ہوا یہاں ٹھرا اور اسکے امیرالبحر ارکےلاؤس نے اس جزیرے کو نہایت سخت سزا دی۔ اسنے بیس ہزار شہریوں کا قتل عام کیا اور عورتوں اور بچوں کو غلام بناکر فروخت کردیا اور اسطرح گویا بردہ فروشوں کو غلامی کی اصل حقیقت سے آگاہ کردیا! مال غنیمت مہرداد اور اتھنز کے درمیان تقسیم کردیا گیا۔ ان واقعات کے بعد بظاہر گو اس بادشاہ کے ساتھ اتھنز کی وابستگی بڑھ جانی چاہئے تھی، لیکن اس کی بجائے مہرداد نے شہر میں دو ہزار کا ایک حرس رکھ دیا، اور پوسیدونیوس طعنہ آمیز انداز سے کہتا ہے کہ ان سپاہیوں کا سب سے ممتاز کام یہ ہوگیا کہ شہریوں کو

---

[۵] اگر ہم ارسٹیون کی تقریر کا بیان سفارت اہل قرطاجنہ سے (جس پر بہت کچھ بحث ہوچکی ہے) کچھ نتیجہ نکالنا چاہیں (Ath.) ۲/۳۵) تو ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ان قرطاجنوں کی طرف سے سفارت تھی جو کہیں نہ کہیں بطور تارکان وطن کے آباد تھے۔ اسی طرح سنہ ۱۴۹ء میں پولستانیون نے مختلف مقامات کو اپنے وفود بھیجے تھے۔

باب ۲۶

پکڑ پکڑ کر انھیں طرح طرح کی سزائیں دیں چنانچہ شہری اپنا وطن مالوف چھوڑ کر دوسرے
مقامات کو جانے لگے چونکہ اب پرائیوس اتھینز سے جدا ہو گیا تھا لہذا یہاں بھی ایک
حرس مقرر کیا گیا۔ اسکے بعد ارخےلاؤس نے باقیماندہ یونان کو بھی زیر کیا۔ اُدھر تو بڑے
بڑے جزیروں میں سے بحری قزاقوں کا آماجگاہ یعنی کریٹ کے تعلقات مہرداد
کے ساتھ اچھے تھے لیکن رھوڈزیوں کے منظم جمہوریہ نے اسکے ساتھ ملنے سے انکار
کر دیا، اور جب اسنے اسپر قبضہ کرنے کی کوشش کی تو اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔
سنہ ۸۸ ق م کے موسم سرما میں وہ پرگامم واپس چلا گیا، اور اسے اسنے اپنی عظیم سلطنت
کا (جسمیں اب سواحل بحیرہ اسود ایشیائے کوچک و یونان شامل تھے) پائے تخت
بنا لیا تھا۔ اسنے پرگامم میں جو نفیس طلائی سکے بنائے ہیں انھیں اسنے ایک جدید سنہ
مہردادی کا اندراج کیا، لیکن جیسا ہم دیکھیں گے یہ سنہ کچھ زیادہ دن تک نہیں چلا۔

رومن مہرداد سے جنگ آزمائی کرنے پر مجبور تھے لیکن مشکل یہ تھی کہ جنگ
حلفا کی وجہ سے وہ پست پڑ گئے تھے اور دوسرے روما کے سیاسی فریق کے ایک
دوسرے کے ساتھ جو تعلقات تھے وہ پہلے سے بھی زیادہ تلخ ہو گئے تھے۔ نکات
کیوجہ سے تو انکی مالی اور فوجی حالت نہایت زبون ہو گئی تھی اور سیاسی تنازعات
کی وجہ سے اس امر پر اتفاق ہونا نہایت دشوار تھا کہ جنگ کا انتظام کس کے قبضے
میں ہو اور کس کے سر اس کی کامیابی کا سہرا رکھا جائے۔ عمومی گروہ تو ماریوس
کے موافق تھا اور اعیانی گروہ سولا کو سپہ سالار بنانا چاہتا تھا۔ سولا سنہ ۸۸ ق م میں
کانسل تھا، چنانچہ مجلس سینات نے قاعدہ کے مطابق اسی کے سپرد جنگ کا انتظام
کر دیا، لیکن ٹریبیون سلپی کیوس روفوس نے عوام کو آمادہ کیا کہ اپنے عملی اختیارات کو
کام میں لاکر ماریوس کو سپہ سالار بنا دیں۔ اسپر سولا اپنے رسالوں کو لے کر جو نولا میں مقیم
تھے) آگے بڑھا اور روما جا کر فریق مخالف کو جا دبایا۔ اس جھگڑے میں سلپی کیوس
تو کام آیا، اور ماریوس بھاگ گیا۔ اسکے بعد مظفر و منصور سولا بغیر یہ سوچے ہوئے
کہ میرے بعد آخر کیا ہوگا سنہ ۸۷ ق م کے ابتدا میں جہاز میں بیٹھ کر ایپائروس چل دیا
جنگ اب ایک فیصلہ کن حد تک پہونچ گئی تھی، اور روما نے ایشیائیوں کے خلاف
ایشیائیوں سے کام لینے کے بجائے اب اٹلی کے دسیوں کو مہرداد کے خلاف بھیجا۔ جدید رن

باب ۱۵

سپہ سالار (یعنی سولا) چالاک، اعلیٰ درجہ کا منتظم، بے خوف، سخت گیر اور ایسا شخص تھا جو فتح و نصرت کے بعد اپنے سپاہیوں کو ہر بات کی اجازت دیدیتا تھا۔ وہ اپنے ستارے کا قائل تھا اور اسنے اسکا نام افرودیت رکھا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ لوگ اسے لاطینی میں فیلکس (قسمت والا) اور یونانی میں اپافرودیتوس (فریفتہ کرنے والا) کہیں۔

جب وہ اپائروس و تھسلی ہوکر بیوتیہ آیا تو اس نے دیکھا کہ صورت حال پہلے سے بہت بہتر ہوگئی ہے اور اس تبدیلی کیوجہ مقدونوی صوبہ دار کے پروکوئیستور سورا کی حکمت عملی ہے۔ ارخےلاؤس و ارسطیون نے میدان جنگ میں اسکا مقابلہ کرنیکی ہمت نہیں کی، بلکہ اول الذکر تو پرائیوس اور ارسطیون ایتھنز بھاگ گئے۔ جب سولا حملہ کرکے پرائیوس نہ لے سکا تو اسنے اسکا تو محاصرہ کرلیا اور ایتھنز کی ناکہ بندی کردی، ہم دیکھ چکے ہیں کہ پونتوس سمندر پر قابض چنانچہ اسکے جہاز پرائیوس کو سامان رسد پہونچاتے رہے لیکن ادھر ایتھنز کو بہت جلد مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ سولا کے نائب لوکولوس نے جہاز اکٹھے کرنے شروع کئے، لیکن اسے اپنا کام مکمل کرنے کو ایک سال لگ گیا۔ اسوقت مہرداد کو چاہیے تھا کہ جلد سے جلد یونان میں ایک زبردست فوج روانہ کردے، لیکن اسکی بجائے اسنے اسے اپنے بیٹے نام نہاد اریارتھیس اور سپہ سالار تاکسی لوس کے کمان میں تریسی راستے سے نہایت اطمینان کے ساتھ روانہ کیا۔ سنہ ۸۷ ق م میں اسکا مقدونیہ پر قبضہ ہوگیا اسکے بعد سنہ ۸۶ ق م کی ابتدا میں مہرداد کے دشمنوں کو روما کے عمومیوں نے زک دیکر سولا کو معزول کردیا، اور گو ماریوس زیادہ دن تک زندہ نہیں رہا لیکن اسکے بعد سولا کو روما کے جانب سے کھٹکا ہی لگا رہا۔ اسکی حکمت عملی اب یہ ہوگئی کہ روما سے جو حربہ اسپر ہونے والا ہے اس سے پہلے ہی یونانی معاملات طے کرائے، چنانچہ اسنے پرائیوس پر از سر نو حملہ بول دیا لیکن اس مرتبہ بھی وہ ناکام ہوا۔ اب اسنے ایتھنز پر حملہ کیا، اور یہاں اسے کامیابی حاصل ہوئی یعنی پرائیوس دروازے اور "مقدس" دروازے کے درمیانی فصیل پر جہاں کے سنتری کافی خبردار نہ تھے، قبضہ کرکے یکم مارچ سنہ ۸۶ ق م کو رات کے وقت اسنے اپنے سپاہیوں کو شہر میں گھس جانے کا حکم دیدیا[۱] داخل

---

[۱] طویل دیواروں کی بربادی، رائناخ "مہرداد" ص ۱۵۱، پرائیوس کی فصیل App. "مہرداد"

باب ۲۶

ہونے کے بعد رومنوں نے بہت سے ایتھنزی شہریوں کو تہ تیغ کر دیا لیکن سولا اس بات پر ہمیشہ فخر کرتا تھا کہ اسنے مکانات کو جلنے سے بچا لیا۔ پچھلے مسلسل خانہ جنگی کی وجہ سے رومنوں کے اخلاق اس درجہ پست ہو گئے تھے کہ کسی شہر پر قبضہ کرنے کے وقت قتل عام ہوتا تو اسکے ساتھ آتش زدگی بھی لازمی سمجھی جاتی تھی اور اس سے کسی شہر کو نجات ملنا سپہ سالار کے عفو و کرم کا ثبوت سمجھا جاتا تھا! اریسطیون اور اسکے ساتھی اکروپولس فرار ہو گئے۔ اسکے بعد پرائیوس پر بھی رومنوں کا قبضہ ہو گیا، گو مونی خیہ کا قلعہ برابر ارخےلاوس ہی کے قبضے میں رہا۔ اسی دوران میں سنہ ۸۶ ق م کے موسم بہار میں اریارتھیس کا تھسلی میں انتقال ہو گیا اور بعد میں پتہ چلا کہ خود اسکے باپ ہی نے اسے زہر دلوا دیا تھا۔ اب فوج کلیۃً تاکسی لوس کے کمان میں تھی اور اسنے ارخےلاوس کو طلب کر لیا، چنانچہ مؤخر الذکر مونی خیہ سے دست بردار ہو کر تھرموپلی کے مقام پر تاکسی لوس سے جا ملا۔ یہاں سے پونٹوسی فوج وادی کیفی سوس ہوتی ہوئی خیرونیہ پہونچی اور اس شہر کے شمال میں سولا کے مقابلے میں آئی یہ ون

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۳۰؛ راکستاش: "مہرداد" ۱۵۵۔ مقدس دروازے کے بابت واخسموت: بلدیۂ ایتھنز ۱، ۳۴۶، ۶۵۷، ۲، ۲۲۳؛ فلش ہوفر مجموعہ بوفیسٹر ۱۴۹ ص؛ لوئلنگ Loelling مجموعہ میولر ۳۰۳ ص؛ ہیریسن و ویرال: "قدیم ایتھنز کے عمارتیں وثینات" Harrison & Verall: the Mytholgy & monuments ص ۶۹ (جہاں بمقام دیلون بتایا گیا ہے۔ کرتیوس: تاریخ بلدیات of ancient Athens Curtius : Stadtgeschichte ۲۰۱ (جہاں اسے دیپلون کے جنوب میں بتایا گیا ہے)۔ ایتھنز میں رومنوں کی نوآبادی؛ انکا سب سے ممتاز فرد پومپونیوس اٹیکوس تھا) مقابلہ کرو کرتیوس: تاریخ بلدیات" ۲۵۲؛ خاری تیس، دیموس اور روما (دیبی) کے پجاری ایتھنز میں؛ کرتیوس:

۲۴۸ ۔ اریوبارزان دوم شاہ کاپادوسیہ کی ہمدردی ایتھنز کے ساتھ؛ کرتیوس ۲۲۷؛ یہ بادشاہ اودیوم کی تجدید کرتا ہے۔

ـــہ نام نہاد اریارتھیس کو زہر دیا جاتا ہے؛ پلوٹارک: "پومپی" ۳۷۔

فوج میں ساڑھے سولہ ہزار اور پونتوسی لشکر میں ساٹھ ہزار سپاہی تھے لیکن سولّا نے دشمن کو پہلے تو مشرق کی سمت میں بھگا دیا اور اسکے بعد انھیں کامل شکست دیکے پڑاؤ میں جا گھسا۔ صرف دس ہزار آدمی قتل عام سے بچے اور ارخے لاؤس کے ساتھ خالکس فرار ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس لڑائی میں رومن سپاہیوں کی بہادری، رومن فوج کی حرکت پذیری اور نسبتہً بہتر سپہ سالاری کیوجہ سے انھیں اپنے دشمنوں کے سہ گونی جتھے پر غلبہ حاصل ہوا تھا۔ اسی زمانے میں اکروپولس والوں نے بھی پیاس سے مجبور ہو کر ہتھیار ڈالدیئے تھے۔ ارسطیون کو تو فاتحانہ جلوس کے لئے محفوظ رکھا گیا۔ اسکے بعد رومنوں نے اعلان کیا کہ ایتھنز حسب سابق خودمختار رہے گا اور جزیرۂ دیلوس اسکی نذر کرکے ایتھنز کی آبادی کو پورا کرنے کی غرض سے اسکی اجازت دیدی کہ جو یونانی چاہے ایتھنز جاکر وہاں بود و باش اختیار کرے۔ لیکن چونکہ مہرداد کو بحری قیادت حاصل تھی اسلئے خیرونیہ کے کامیابی کے باوجود رومنوں کا یوبیہ پر قبضہ نہیں ہو سکا

ادھر ایشیائے کوچک میں بھی بادشاہ کا ستارہ روبزوال تھا۔ ابتدا میں تو اس حصہ دنیا میں یونانیوں کو کامیابی ہی کامیابی ہوتی رہی اور فتحمند بادشاہ نے انپر اپنی مہربانیوں اور عفو و کرم کی بوچھار کردی لیکن اس مشرقی فرمانروا کے لیے مطلق العنانی لازمی تھی اور یہ مطلق العنانی یونانیوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی چنانچہ جب کبھی اسے کسی بغاوت کی خبر لگتی تھی تو اسکے بہیمی خصائل جوش میں آجاتے تھے۔ سب سے پہلی بھینٹ جو چڑھی وہ غالطی سرداروں کی تھی جنھیں مع اپنے بیوی بچوں کے قتل کردیا گیا۔ اسکے بعد چونکہ بہت سے خیوسیون نے رومنوں کا ساتھ دیا تھا اسلئے پونتوس کے بیڑے نے اس جزیرے پر حملہ کیا اور یہاں کے باشندوں کو نخاس میں فروخت کردیا اور جزیرے کا نام بدل کر (بادشاہ کی ایک بیوی کے نام پر) برنیس رکھ دیا۔ لیکن بادشاہ کو اسکی پاداش ایک دوسری نواح میں ملی۔ پونتوسی امیر البحر زینوبیوس نے ایفی سوس جاکر وہاں کے باشندوں کو یکجا ہونے کا

ﮥ خیوسس کا نام بدل دیا جاتا ہے؛ کیوپ: "جنگ ہائے سوریہ" Rh. Mus

رسالہ Kœpp : Syr. Kriege ۲۱۶،۳۹

حکم دیا لیکن اس سے خوف زدہ ہو کر کہیں انکے ساتھ وہی برتاؤ نہ کیا جائے جو خیوس والوں کے ساتھ کیا گیا تھا، ایفی سوس والوں نے جمع ہونے سے انکار کر دیا، اور الٹا زینوبیوس کو قتل کر دیا۔ اسکے بعد شہر والوں نے نہایت وسیع تدابیر اپنی حفاظت کی کیں، مثلاً غلاموں کو آزاد کر دیا، حقوق شہریت کی توسیع کی اور محاصل و دیگر مطالبات کی مقدار کم کر دی۔ ایفی سوس والوں نے ایک اعلان میں، جو اسوقت تک موجود ہے، یہ ظاہر کیا کہ شاہ پونٹوس کا ساتھ محض مجبور ہو کر دینا پڑا ہے، اور وہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر رومنوں کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ اس سے کم سے کم یہ امر تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ جب ایشیا میں بادشاہ کا اقتدار برقرار تھا اسوقت بھی انھوں نے بغاوت کر کے اپنی جرأت و ہمت کا ثبوت دیا، حقیقت یہ ہے کہ اسوقت بھی یونانی کچھ ایسے گئے گزرے نہیں تھے جیسا انکی بابت اکثر حکم لگایا جاتا ہے۔

جب سلطنت کے ممتاز ترین شہروں میں سے ایک نے علم بغاوت بلند کر دیا تو اسکے بعد دوسرے مقامات نے بھی اسی کے قدم بقدم چلنے کی ٹھان لی۔ انھیں میں سے بعض پر بادشاہ کا از سر نو قبضہ ہو گیا، اور دوسرے شہروں پر اپنا اثر قائم کرنے کے لئے اسلئے یہ اعلان کر دیا کہ ہماری سلطنت کے تمام شہر آزاد رہیں گے، تمام غیر ملکیوں کو شہریت کے حقوق حاصل ہو جائیں گے، سب غلاموں کو آزادی مل جائیگی اور تمام قرضے منسوخ قرار دیئے جائینگے۔ اس اعلان کی وجہ سے سرمایہ دار طبقے پہلے سے بھی زیادہ اسکے مخالف بن گئے اور یونانی الاصل درباریوں نے اسکے خلاف ایک سازش کی۔ بادشاہ کو یہ خبر ملی تو وہ ایکدن ایک پلنگ کے نیچے گھس گیا اور سازشیوں کے مشوروں کا ایک ایک لفظ اپنے کانوں سے سن لیا، پھر اس نے سولہ سو شخصوں کو جنھیں وہ اس سازش میں ملوث سمجھتا تھا، تہ تیغ کرا دیا۔

لیکن ادھر روما میں صورت تبدیل ہونیکی وجہ سے جو فریق برسر اقتدار ہوا اس سے

ایفی سوس والوں کا اعلان: "مجموعۂ نوشتہ جات قانونی یونان" Recuil des inscriptions Jurid. grecques (پیرس ۱۸۹۱ء ۴ جلد)

باب ۲۹

اسے فائدہ ہی ہوا۔ ل۔ والے ریوس فلاکوس نے جو ماریوس کی جگہ کانسل مقرر ہوا تھا دو لیجیوں کو ساتھ لیکر اڈریاٹک کو عبور کیا تاکہ سولا سے سپہ سالاری کا جائزہ لے کر مہرداد کے خلاف جنگ جاری رکھے۔ گو فلاکوس طماع اور نالائق تھا لیکن اپنی چالاکی اور خاصکر اپنی ناعاقبت اندیشی میں اس سے بھی اسکا نائب فلاویوس فمبریا بڑھا ہوا تھا۔ فمبریا ہی وہ شخص تھا جس نے ماریوس کے جنازے پر مہا پجاری سکاوی وولا کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی اور جسنے بعد میں یہ شکایت کی تھی کہ دیکھو سکاوی وولا نے اپنے آپکو قتل نہیں ہونے دیا[۱۰]۔ جب فلاکوس نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ سولا کے خلاف سرزمین یونان میں جنگ آزمائی کریں تو انھوں نے اس کا کہنا نہیں مانا اور اسنے آخرکار انھیں شمال کی طرف چلکر مہرداد سے لڑنے کا حکم دیا۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ رومنوں کے باہمی نفاق سے شاہ مہرداد کا پلڑا بھاری ہوگیا تھا۔ بادشاہ نے ارخے لاؤس کی مدد کے لئے دوری لاؤس کی قیادت میں اسی ہزار کی ایک فوج جرار کو روانہ کیا۔ اسکے سپہ سالاروں نے بیوتیہ ہی کو میدان جنگ کے لئے انتخاب کیا لیکن بیوتیہ میں انھوں نے یہ طے کیا کہ یہ مقام اورخومنوس ہوگا جہاں دس ہزار کے سوارے کو اپنے کارنامے دکھانے کا کافی موقعہ تھا۔ سولا نے اپنی فوج کو دشمن کے کیمپ تک لاکر اسے مفلوج کرنے کی کوشش کی لیکن ایشیائی لشکر نے رومن فوج کو نیچا دکھایا اور جب سولا نے دیکھا کہ اسکے سپاہی فرار ہو رہے ہیں تو اسے بذات خاص میدان میں کود پڑنا پڑا۔ الغرض جب پونتوس کے فوج نے دوبارہ حملہ کیا تو اسے پسپا ہونا پڑا اور رات ہونے پر رومن خندقیں دشمن کے کیمپ تک پہونچ گئیں۔ اب پونتوس والوں کے سامنے یہ رومن خندقیں اور پیچھے کوپائس جھیل تھی۔ آخرکار ایشیائی یونانی مغلوب ہوئے اور رومنوں نے کیمپ پر ہلہ بول دیا اور بے شمار آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ جو لوگ بچے انہیں سے دونوں سپہ سالار بھی تھے اور ارخے لاؤس کو تو دو روز تک دلدل میں چھپا رہنا پڑا ورنہ اسکا بھی خاتمہ ہوجاتا۔ (؁۸۶ ق م)[۱۱]

---

[۱۰] فمبریا اسکاوی وولا؛ تقریر سسرو متعلق روسکیوس Cic. pro S. Roscio) ۳۳، ۱۲۔ عام طور پر اس واقعہ کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے کہ یہ فمبریا کا ایک گستاخانہ مزاح ہے۔

[۱۱] جنگ اورخومینوس کی تاریخ؛ موم سن: "تاریخ روما" ۲، ۳، ۲۸۳؛ اُناش: "مہرداد" ۱۸۹؛ دونوں میں بہت مجمل ذکر ہے۔ عام خیال ہے کہ یہ لڑائی ؁۸۵ ق م میں ہوئی ہوگی لیکن اُناش اسکا ہونا ؁۸۶ ق م میں بیان کرتا ہے یہ مسئلہ مزید بحث کا محتاج ہے۔

باب ۲۶

اس جنگ سے یونان میں تو مہرداد کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔ اب اسے ایشیا کے حملے کی مدافعت کی تیاری کرنی تھی۔

اسے اس بات سے اطمینان تھا کہ اس کے سب سے خطرناک دشمن یعنی سولا کے پاس اس وقت تک بیڑا نہیں تھا جس کے باعث وہ یوبیہ تک پر قبضہ نہیں کر سکا تھا۔ سولا کے بہ نسبت اسے فلاکوس سے کم خطرہ تھا۔ فلاکوس نے شمال کا رخ کیا اور جب اسکی فوج ایشیا میں آخر کار پہونچی تو کانسل اور اسکے نائب سے درمیان جھگڑا پیدا ہونا ناگزیر ہو گیا۔ والیریوس نے فلاویوس فمبریا کو اسکے عہدے سے علیحدہ کر دیا لیکن اسکے بدلے میں فلاویوس نے سپاہیوں میں غدر کرا دیا اور آخر کار نکومیدیہ کے مقام پر کانسل کو قتل کر دیا گیا (۸۵ ق م) اسکے بعد سپاہیوں نے غداروں کے سردار کو اپنا سپہ سالار بنایا اور مجلس سینات نے اس تقرر کی توثیق کر دی۔ یہ اب بتھی نیہ میں ہو کر آگے بڑھا اور راستے میں جسے جی چاہا ملک عدم کو پہونچایا۔

صورت حال کچھ اس قسم کی تھی کہ سولا اور مہرداد دونوں نے آپس میں صلح کرنی چاہی۔ اصل میں خود فمبریا بھی صلح کرنا چاہتا تھا لیکن وہ کسی شمار و قطار میں نہیں تھا۔ درحقیقت سولا اور فمبریا دونوں خود اپنے مقاصد کے حصول کے لئے مہرداد کے مقابلے میں کھڑے ہوئے تھے لیکن ادھر مہرداد کی حالت بھی اچھی نہ تھی اسلئے کہ اگر دونوں میں سے کسی رومن سپہ سالار نے دوسرے کے فوج پر غلبہ حاصل کر لیا تو پھر اغلبًا مہرداد کا خاتمہ ہی ہو جائے گا، اور اسنے سوچا کہ میرے لئے بس یہی بہتر ہے کہ اگر دونوں میں سے کوئی اسے مناسب شرائط پیش کرے تو انھیں منظور کر لے۔ اب دوسرے طرف دونوں سپہ سالار اپنی اپنی طرف سے اچھی شرطیں پیش کرنے کے لئے تیار تھے اسلئے کہ وہ جانتے تھے کہ جس کسی نے مہرداد سے صلح کر لی اسے دوسرے کو (مہرداد) کے مدد سے یا بدون اسکی مدد کے مغلوب کر لے اسطرح خود روما پر قبضہ کر لینے کا بہت اچھا موقعہ ملے گا لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ مہرداد کے ساتھ سولا کو (بہ نسبت فمبریا کے) صلح کرنے میں زیادہ آسانی ہوگی اسلئے کہ فمبریا صرف ایک لٹیروں کا سردار تھا جو قتل و غارت میں کامیابی حاصل کر کے صف اول میں نکل آیا تھا۔ لیکن سولا ایک تجربہ کار سپہ سالار

باب ۲۶

اور بدتر تھا۔ مہرداد کو معلوم تھا کہ سولا کے ساتھ صلحنامہ کرنے میں اسے یقیناً فائدہ ہوگا لیکن فمبریا کے ساتھ صلح کرنے میں ممکن ہے کہ کچھ فائدہ نہ ہو۔ ادہر سولا نے کوئی صلحنامہ مہرداد سے کیا تو بلاشبہ اسکے بعد فمبریا کا خاتمہ ہوجائیگا اور سولا اطمینان سے اٹلی واپس جاسکیگا۔ اِس صورت حال کو ارخے لاوس نے اچھی طرح سے سمجھ لیا اور سوچا کہ اگر میں دونوں رومنوں کے بیچ میں پڑ جاؤں تو یہ مفید ہوگا۔ چنانچہ اسنے سولا سے ملاقات کرنے کی استدعا کی اور دونوں سپہ سالار دیلیوم پر (جو یوریپوس پر واقع ہے) ملے۔ آخر کار مفصلۂ ذیل صلحنامہ پر فریقین کے دستخط ہوئے:- مہرداد اپنی ان تمام فتوحات سے دست بردار ہو جائیگا جو اسنے سنہ ۸۹ ق م سے کی تہیں اور شاہ پونٹوس کی حیثیت سے رومن قوم کا حلیف بنجائیگا دو ہزار تالنت ادا کریگا اور ملاح سمیت ۷۰ جنگی جہاز حوالہ کریگا اور سپاہیوں کی تنخواہوں کا بھی انتظام کریگا۔ نیز قرار پایا کہ فریقین اپنے اپنے قیدیوں کو رہا کردینگے۔ لطف یہ ہے کہ اس شق میں اکوئی لیوس کا نام اسطرح لیا گیا گویا کہ وہ اسوقت زندہ تھا! نیز ایشیائی یونانیوں کو جو بادشاہ سے مل گئے تھے عام معافی دیدی جائے گی ارخے لاؤس کو اسکا پورا یقین تھا کہ مہرداد اس صلحنامے کی توثیق ضرور کریگا، چنانچہ اسنے اس سے پہلے ہی خالکس اور اپنا بیڑا سولا کے حوالہ کردیا۔ رومنوں نے اسے یوبیہ میں ایک جاگیر بطور انعام کے دی اور ساتھ ہی اسے یار دولت رومیہ کا خطاب عطا کیا۔ اسوقت تک تو ممکن ہے کہ وہ خفیہ طور پر رومنوں کا ساتھ دیرہا ہو لیکن کچھ مدت کے بعد وہ علی الاعلان رومنوں کی طرف چلا گیا۔ باوجود اسکے مہرداد نے اسکے بعد بھی اسپر اعتبار کیا اور سولا کے ساتھ مزید گفت و شنود کا کام اسی کے سپرد رہنے دیا۔

اس دوران میں فمبریا بادشاہ پر زبردست دباؤ ڈال رہا تھا۔ فمبریا مہرداد اصغر کو ملتے توپولس پر (جو دریائے رہینداکوس پر واقع ہے) شکست دیکر ذرا جنوب کی طرف چلدیا اور اس خبر کو سنکر خود بادشاہ پرگامم چھوڑ کر ساحل کی طرف کو فرار ہوگیا۔ جسوقت فمبریا اسکے لشکر کا محاصرہ بحری شہر پتانے میں کر رہا تھا اسوقت لوکولوس کچھ جہاز لیکر آموجود ہوا اور فمبریا نے لوکولوس سے کہا کہ دونوں ملکر حملہ کریں

باب ۲۶

اور بادشاہ کو گرفتار کرنے کی کوشش کریں؛ اسکا لوکولوس نے یہ جواب دیا کہ میں تم جیسے اٹھائی گیروں سے کسی قسم کے تعلقات نہیں رکھنا چاہتا اور یہ کہہ کر چلدیا۔ ظاہر ہے کہ اس کے معنے یہ تھے کہ دونوں کے درمیان جھگڑا ہو جاتا اور فمبریا یقیناً لوکولوس کے جہازوں کو گرفتار کرلیتا۔ الغرض بادشاہ بال بال بچ گیا اور پتی تنہ جاکر وہاں اپنے لشکر کا باقیماندہ حصہ جمع کیا۔ جب ارخے لاؤس آیا کہ سولا کے ساتھ جو شرائط صلح قرار پائی تھیں انکی بادشاہ سے توثیق کرائے تو مہرداد نے اس سے کہا کہ تم کسی طرح سے رومن سپہ سالار کی اور میری ملاقات کراؤ، چنانچہ دونوں حریف کے مابین دردانوس کے مقام پر (جو ابی دوس کے جنوب میں واقع ہے) ملاقات ہوئی اور ذرا سے پس و پیش کے بعد مہرداد نے ارخے لاؤس کا دستخط شدہ عہد نامے کی توثیق کر دی اور جہازوں کی معینہ تعداد کو حوالہ کرنے کے بعد گھر واپس چلا گیا۔

لیکن اس صلح نامہ کا مرتبہ ایک التوائے جنگ سے زیادہ نہ تھا اور رومن مجلس سینات نے اسکی کبھی بھی توثیق نہیں کی؛ اُس وقت اسلئے نہیں کہ مجلس سینات سولا کے مخالف تھی؛ اور بعد میں اسلئے نہیں کہ سولا نے کبھی سنجیدگی کے ساتھ اس عہد نامے پر زور نہیں دیا۔ اب سولا کیلئے یہ کام نسبتہً آسان تھا کہ ایشیا میں فمبریا کو زیر کر دے۔ اس کام کے لئے کسی جنگی مہم کی مطلق ضرورت نہیں پڑی اسلئے کہ فمبریا کے سپاہی جوق جوق اس سے آملے اور آخر کار موسم خزاں ۸۵ ق م میں فمبریا نے پرگامم میں اپنے ہاتھوں اپنی جان لے لی۔ اب بجز چند جزائر کے جو کچھ مدت تک ہتھیار اٹھائے رکھے اور بجز بحری قزاقوں کے جنھیں سولا نے چھوا بھی نہیں، تمام ایشیائے کوچک نے فاتح کے سامنے اپنے ہتھیار ڈالدیئے۔ بحری قزاق تو پہلے سے بھی زیادہ جری ہو گئے، چنانچہ انھوں نے کلازومے نائے، ساموس اور ساموتھریس کو اپنے چھاپوں سے شدید نقصان پہنچایا لیکن سولا نے ان واقعات پر مطلق توجہ نہیں کی۔ اسے فطرت نے ایک ایسی صفت ودیعت کی تھی جسکے زور سے وہ کسی خاص موقعہ پر سب سے اہم نقطے کا تعین کر سکتا تھا اور اپنی تمام قوت اسی ایک چیز پر صرف کر کے باقیماندہ امور کو بالکل نظرانداز کر دیتا تھا اسوقت صرف ایک ہی چیز اہم نظر آتی تھی؛ وہ یہ کہ فوج والوں کو روپیہ اور آرام

باب ۳۶

مل جائے تاکہ کچھ عرصے بعد وہ اپنے سپہ سالار سمیت اٹلی جائے اور وہاں کے عمومیوں کو شکست دے۔ اسکا خیال تھا کہ اگر یہ مطلب حاصل ہو جائے تو اس دوران میں بحری قزاقوں کو ہاتھ بھی نہیں لگانا چاہیے۔ ایشیائے کوچک کے آرام دہ مسکنوں میں ہر مہمن شہری کو اپنی تنخواہ کا پانچ گنا یعنی سولہ درہم روزانہ شہریوں سے ملتا تھا اور نہ صرف یہ بلکہ اسکی خوراک بھی مفت تھی اور وہ چاہتا تو اپنے دوستوں کو بھی مفت مدعو کر سکتا تھا انکے علاوہ سنتوریوں کو پچاس درہم روزانہ ملتے تھے۔ اگر لشکر چھ ماہ پڑا رہتا تو اسے تقریباً ساڑھے باسٹھ کروڑ روپیہ ہوا۔ اسکے علاوہ ایشیا والوں کو ہرجہ و خرچہ جنگ کے طور پر روما (یعنی سولا) کو ایک معتد بہ رقم ادا کرنی پڑتی تھی۔ اسمیں یہ بات ضرور اچھی تھی کہ یہ روپیہ مالیاتی ٹھیکہ داروں کے وساطت سے نہیں جاتا تھا۔ الغرض منفصلہ ذیل شہروں کو روما کے وفاداری کے بدلے میں آزادی مل گئی:۔ الیوم خیوس میگنیشیہ بدریائے سپی لوس استراتونیکیہ تاباے بلاد کاریہ نیز رہوڈز کو کاونوس اور بعض چھوٹے چھوٹے جزیرے مل گئے۔

سنہ ۸۴ ق م کے موسم گرما میں سولا پرائیوس کی طرف چلا اور اپنے پیچھے ویلے ریوس والی لیجن کو لی کی نیوس موریناؔ (پروپریٹور) اور لوکولوس (کوئسٹور) کے ماتحتی میں چھوڑ دیا۔ اس نے پہلے تو یوبیہ کے شہر ایڈیپسوس میں غسل کے ذریعے اپنی گٹھیہ کا علاج کرایا اور اسکے بعد ایتھنز سے بعض فنی شاہکار اور کتابیں لیتا ہوا سنہ ۸۳ ق م میں ۴۰ ہزار آدمیوں کے ساتھ پاترائے و دیراخیوم ہوتا ہوا اٹلی گیا۔ روما پہونچکر اسنے عمومیوں کی حکومت کا خاتمہ کرایا اور روما کو ایک جدید دستور دیا جو تجربے سے نہایت قلیل الحیات ثابت ہوا۔

باب بست و ہفتم

مہرداد و تگران ولوکولس و پومپی کے خلاف

مہرداد کی موت

سلطنت سلیوکیان کا خاتمہ

سنہ ۷۳ ق م تا سنہ ۶۳ ق م

مہرداد کو ابھی خود اپنی سلطنت میں بہت کچھ کرنا تھا[1]۔ اسنے اپنے ہم نام بیٹے کو جو اس سے پہلے کولخس میں نائب شاہ تھا، واپس بھیجا لیکن تھوڑی ہی مدت

---

[1] مہرداد کی سلطنت اور اسکا طرز حکومت۔ اس خاکے میں جتنے واقعات مندرج ہیں وہ سب کے سب رائناش: "مہرداد یوپاتور" Reinach : Mith. Eup. صہ ۲۱۳/۳۰۰ سے لئے گئے ہیں، لیکن میں نے اسکا مقابلہ سلطنت مصر اور سکندر سے جو کیا ہے وہ میرا اپنا خیال ہے۔

اس بادشاہ کی سلطنت بحری سلطنت تھی اور اسمیں بحر اقشین کے سواحل شامل تھے اور یہ وہ سمندر تھا جسے شاہی جہازوں نے تقریباً چالیس سال تک برابر اپنے قابو میں رکھا تھا۔ صرف مغرب ہی

باب ۲۷

کے بعد اسے بلاکر قید میں ڈالدیا جہاں اس کا خاتمہ ہوگیا۔ ملوکیت بوسفوروس نے علم بغاوت بلند کردیا تھا، اور عین اسوقت جب بادشاہ ادھر کی طرف جانکلی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ ایسی سمت تھی جہاں دوسری مملکتیں موجود تھیں، مثلاً بتھی نیہ، ہرقلیہ اور بیزنطہ، لیکن ان سلطنتوں کا مقابلہ مہرداد کی سلطنت سے نہیں کیا جاسکتا۔ اس سلطنت کے تین حصے یعنی پونتوس، کولخس اور بوسفوروس تھے اور انمیں خرابی یہ تھی کہ انکے مابین صرف سمندر کے راستے سے تعلقات پیدا ہوسکتے تھے اسلئے کہ ان تینوں کے درمیان زنجیرۂ پیریادرس کے ڈھلوان دامن اور اس سے بھی زیادہ ناقابل عبور کوہ قاف حائل تھے، جہاں مہرداد کے قبضے میں صرف چند ہی منفرد قلعے مثلاً طرابزون و دیوسکوریاس ہی تھے۔

اس زمانے میں کریمیہ کی آبادی آجکل سے کہیں زیادہ گنجان تھی، اسلئے کہ جنگلات کو کاٹنے کی وجہ سے ملک کے ایک بڑے حصے کو ویرانہ کردیا ہے، اور اسمیں زیادہ تر کاشتکار اور ملاح رہتے تھے۔ یونانی شہروں میں پانتی کاپیوم (حالیہ کرچ) کا محیط ۳۰ استادیا (تقریباً ۲½ میل) کا تھا؛ فاناگوریہ میوتی قبائل کے سامان تجارت کا مرکز تھا اور تاناکس میں ہوکر شمالی اور مشرقی تجارت کا راستہ گذرتا تھا۔

کولخس سلطنت کا ایک صوبہ تھا۔ اسمیں اول تو کولخسی آبادی تھی، جنمیں سے بہت سے لوگ ایسے مکانوں میں رہتے تھے جنکی بنیاد سیدھی لکڑیوں پر تھی، دوسرے اسمیں دریائے فاسس کی وادی میں بعض ہرباد کار تھے جو اپنے آپکو مصری بتاتے تھے، تیسری جنوب میں بعض دوسرے اصل باشندے اور شمال میں بعض یونانی آبادکار تھے جو زیادہ تر دیوسکوریاس میں مقیم تھے اور جو ایبیریہ و البانیہ کے ذریعہ سے بحیرۂ اسود کے ساتھ تجارت کرتے تھے۔ اس ملک میں ستر بولیاں بولی جاتی تھیں اور صرف دیوسکوریاس میں تین سو ترجمانوں کی ضرورت پڑتی تھی۔

خاص ملک پونتوس کے تین منطقے سمجھنے چاہئیں، یعنی پہلا منطقہ تو ساحل کا، دوسرا اندرون ملک کے دریاؤں کا، جو پہلے تو ساحل کے متوازی بہتے ہیں اور اسکے بعد شمال کا رخ کرلیتے ہیں، اور تیسرے اندرون ملک کے کوہی زنجیرے (دیکھو اوپر باب ۱۲)۔ اس ملک کا سب سے زرخیز علاقہ وہ میدان تھا جسمیں ایریسا اور لیکوس جاکرل جاتے ہیں اور جنمیں کومانہ، اماسیہ اور کبیرہ کے شہر واقع ہیں۔ اس ملک میں شکار اور ماہی گیری (خاص کر ٹنی مچھلی کا شکار) اہم پیشے تھے۔ خالیبیس قبیلے، جنکے افراد فولاد کا کام کرتے تھے،

تیاری کر رہا تھا، روما کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ اسوقت ارخےلاؤس روما تھا، اور باب ۲۷
انکی صلاح پر ۸۳ ق م میں لی کی نیوس مورینا نے پونتوس پر حملہ کر دیا، اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کان کنی میں مشہور تھے۔ گو ملک کے بندرگاہ جیسے کیرزوس، کلازومے نے اور تیمیدوسس اور خصوصاً اسنوف کی دوہری بندرگاہ اچھی تھیں لیکن ساحل سے اندرون ملک کے راستے اتنے اطمینان بخش نہیں تھے اور نہ دریا جہاز رانی کے قابل تھے۔ تاہم اماسیہ اور کومانا تجارت کے اہم مرکز شمار کئے جاتے تھے اور قدیم ایرانی شاہراہ ابتک کومانا ہوکر جاتی تھی اور یہیں سے ارمستان کے سڑک نکلتی تھی۔ جو اشیاء ارمستان و عراق عربی سے کومانا جاتی تھیں اور بت خانے کے چاروں طرف رہنے والے کاریگروں کے ہاتھوں مکمل ہوتی تھیں وہ یہاں سے مغرب کی طرف امی سوس و اسنوف ہوتی ہوئی ایتھنز، دیلوس و رھوڈز چلی جاتی تھیں۔

تہذیب و تمدن کے اعتبار سے بھی پونتوس خاص کے باشندوں میں انتہا درجہ کا تنوع پایا جاتا تھا۔ یہاں ایسے قبیلے تھے جو اسوقت تک درختوں میں رہتے تھے (ہیپتاکومیتائے) ایسے بھی جنہیں ابتک یہ طریقہ چلا آتا تھا کہ بچہ پیدا ہونے پر باپ کو کئی روز تک پڑا رہنا پڑتا تھا (تبارینی) اور بعض قبیلوں میں زیادہ تر شکار اور گلہ بانی رائج تھی۔ کاپادوسیہ میں جاگیرداروں کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ اپنے سرفوں کو فروخت کردیں۔ میں اس سے پہلے ابواب ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ میں کاپادوسیہ و پونتوس کے تمدن کا ذکر کرچکا ہوں؛ یہاں میں اسبات کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ پونتوس و کاپادوسیہ کی سب سے بڑی دیبی یعنی ما کی دریائے ساروس والے کومانا اور دریائے اری رس والے کومانا دونوں میں پوجا کیجاتی تھی، اور پونتوس والے کومانا کے مہا پجاری کو سلطنت کا سب سے وقیع عہدہ دار سمجھا جاتا تھا۔ کومانا زمانہ حال کے مقام توکت کے قریب واقع تھا (جس کا نام یودوسیہ سے ماخوذ ہے) اور یہاں متعدد سڑکیں آکر ملتی تھیں۔ جو ایرانی پونتوس میں آباد تھے وہ اپنی عبادت بعض مقدس مقامات میں کرتے تھے جہاں مجوسی خانقاہیں واقع تھیں اور انمیں سب سے ممتاز حرم دریائے ایرس کے قریب شہر زیلا میں تھا۔

یونانی عنصر ساحل پر روز بروز اہم تر ہوتا جاتا تھا۔ یہاں اماسترس ایک نفیس شہر تھا۔ اور دو بندرگاہوں والا اسنوف بہت ممتاز مانا جاتا تھا۔ امی سوس کے ایتھنز کے ساتھ نہایت قریب کے تعلقات تھے بلکہ کچھ عرصے تک تو اسے پرائیوس بھی کہتے تھے (دیکھو ہیڈ، تاریخ مسکوکیات "۴۲۴"، سکوں پر اُلو کی تصویر)۔ اسکے قریب ہی یوپاتوریہ نامی بستی تھی جسکے چاروں طرف قلعہ بند فصیل تھی۔ طرابزوں کا

باب ۲۷

چونکہ صلح نامہ دردانوس کی مجلس سینات نے توثیق نہیں کی تھی اس لئے سورینا کو یہ کہنے کا پورا موقع تھا کہ اسکے اطلاع میں روما اور مہرداد کے مابین

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ ذکر بہت کم سننے میں آتا ہے۔ مہرداد قابل یونانیوں کی بہت کچھ قدر کرتا تھا اور اسکے ساتھیوں میں دوری لاؤس اور گایوس بھی تھے۔ دیوفانتوس، جسنے بوسفوروس فتح کیا، استوف کا رہنے والا تھا۔ ساتھ ہی مہرداد نے اندرون ملک کو بھی یونانی قالب میں ڈھال دیا۔ اسنے دریائے لیکوس اور دریائے ایرس کے سنگم پر شہر یوپاتوریہ آباد کیا۔ اماسیہ ایک یونانی شہر بن گیا؛ مقابلہ کرو استرابو ۱۲، ۳، ۱۶؛ رائناش ۲۴۹۔ اماسیہ کے جغرافیہ داں استرابو کے اجداد میں سے یونانی (دوری لاؤس)، ایرانی اور پفلاگونی سب نظر آتے ہیں۔ مہرداد کے عہد حکومت میں اندرونی شہروں میں تانبے کے سکے ڈھالے جاتے ہیں اور انپر یونانی کتبے اور شبیہیں بنائی جاتی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اس بارے میں مہرداد کا طرز عمل وہی تھا جو اس سے پہلے سکندر اور خاندان سیلوکوس کا رہ چکا تھا۔

پونتوس کو ایک قدرتی، قومی سلطنت نہیں کہا جا سکتا اور اسکا نام ہی جو ایپائروس کی طرح کسی مقام سے مشکل سے وابستہ ہے، اس امر کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن مہرداد نے اسے ایک وسیع بحری سلطنت بنا کر اس نام کو ایک مناسب معنے پہنائے اور اپنی سلطنت کو بطالسہ کے سلطنت سے مشابہ کر دیا اور جسطرح بطلیموسی سلطنت میں بحر روم کے ساحل کا جنوب و مغرب شامل تھا اسی طرح پونتوس میں شمال و مشرقی علاقے شامل ہوگئے۔ دونوں سلطنتوں کے دو توابع ایسے تھے جنسے جنکے ساتھ صرف جہازوں میں بیٹھ کر رسل و رسائل ممکن تھا، ایک کا سرینہ و قبرص اور دوسرے کا کولخس و بوسفوروس؛ اور ادھر پفلاگونیہ کے ساحل میں فنیقی ساحل کی مماثلت پائیجاتی ہے۔ یہ مشابہت بعض دوسری چیزوں میں بھی نظر آتی ہے سارا اپس استوف سے اسکندریہ آیا۔

نظم و نسق ۔ مجالس مملکت میں نام نہاد اعزہ واقارب شامل تھے (رائناش، ۲۵۲، حاشیہ) وزرا: ہم ایک وزیر جنگ، ایک وزیر عدل اور ایک معتمد مملکت کا نام سنتے ہیں۔ مہرداد مختلف مذاہب سے اتنا بالاتر تھا کہ اسنے دوری لاؤس کو کومانا کا مہا پجاری بنا دیا۔ صوبے: ۔ دو طرح کے تھے، یعنی ایک تو استراتیگیائے اور دوسرے ایپارخیائے؛ تاہم بعض شہر ایسے بھی تھے جنمیں شاہی حرس رہتا تھا لیکن جو دوسرے معاملات میں خودمختار تھے (رائناش ۲۵۶) میترودوروس کچھ مدت کے لئے میر مجلس عدالت عالیہ تھا۔ مالیات کا انتظام اتنا ہی اچھا تھا جتنا حکومت بطالسہ میں، اور ہم دیکھتے ہیں کہ مسلسل جنگوں کے

باب ۲۷ اسوقت تک جنگ جاری ہے۔ بلاشبہ بادشاہ نے مورینا کو ہالیس پر سنہ ۸۲ ق م میں شکست دی اور رومنوں کو کاپادوسیہ سے نکال باہر کیا لیکن اسکی سیاسی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ باوجود سنہ ۶۶ ق م جیسے قریب زمانے میں مہرداد کے خزانے میں تقریباً دس کروڑ روپیہ تھا اور یہ پچھتر قلعوں میں منقسم تھا۔

مہرداد سکے سونے اور چاندی دونوں کے تھے؛ تانبے کے سکے بنانے کا اختیار اپنے شہروں کو دیدیا تھا اور امی سوس خاص طور پر نہایت افراط سے سکے بناتا تھا جن پر بادشاہ کا نشان بنا ہوتا تھا (بارہ شہر، رانہاش، ۲۶۰) پانتی کاپیوم، فاناگوریہ اور خرسونیز کو آزاد سمجھا جاتا تھا؛ چنانچہ ان شہروں کو سونا اور چاندی مسکوک کرنے کا بھی اختیار تھا۔ گیتستیس کے زمانے سے (جسکے ایک نادر نمونے کے لئے دیکھو رانہاش: "تین مملکتیں" Reinach : Trois royaumes ۱۶۲ تصویر x.2 شاہان پونتوس نے سونے کی تسکیک کو موقوف کردیا تھا؛ ہم اس سے اچھی طرح سے واقف ہیں کہ سلیوکیوں نے سونا چاندی مسکوک کرایا، اور مہرداد یوپاتور نے بھی سنہ ۸۸ ق م کے بعد، جب وہ اپنے آپکو ایشیا کا مالک سمجھنے لگا، اسی اصول پر عمل کیا۔ یہ بات ابھی تک حل طلب ہے کہ آیا سنہ ۸۲ ق م کے بعد اسنے سونے کے سکے بنانا موقوف کردیئے تھے؛ دیکھو رانہاش ۲۶۱، اور "تین مملکتیں" ۱۹۸۔ اسکے سونے کے سکے، جو پونتوس اور پرگامم میں مسکوک ہوئے، اٹیکائی معیار کے ہیں؛ انکا وزن دو درہم تھا اور انکی قیمت بیس نقرئی درہموں کے مساوی تھی۔ سب سے عام نقرئی سکہ اٹیکائی معیار کی چودرہمی تھی۔ مہرداد نے فوجی پڑاؤں میں بھی سکے ڈھلوائے، مثلاً سنہ ۸۸ ق م میں ارخےلاؤس کے ذریعے سے یونان میں، سنہ ۸۷ ق م میں اریاراتھیس کے ذریعے سے مقدونیہ میں؛ سنہ ۸۲ ق م میں خود اپنے آپ پاریوم میں (رانہاش ۲۶۲)۔ اسکی چودرہمی پر خود اسکی شبیہ بنی ہوئی تھی جسے سنہ ۸۸ ق م کے بعد سکندر اعظم کی شبیہ کے مماثل کردیا گیا اور اسے یونانی سکہ سازی کا آخری شاہکار سمجھنا چاہئے۔ اس سکے کے الٹی طرف پیگاسوس اور (پرسیوس - ایرانی) چاند تارا بنے تھے جو شاہی نشان سمجھے جاتے تھے اور جو (اسی ترتیب سے) بالآخر سلطنت عثمانیہ کے نشانات بن گئے۔ سنہ ۹۶ ق م کے بعد پیگاسوس کے چاروں طرف بیتوں کا ایک گھیرا نظر آتا ہے؛ اسکی مماثلت کستوفوری سے ہے (دیکھو اوپر، باب ۲۱، حاشیہ ۴۔ اندرون ایشیا کی فتح کے بعد پیگاسوس کی جگہ بارہ سنگا نظر آتا ہے، جب ارتمیس کا خاص جانور سمجھا جاتا تھا۔ سنہ ۹۶ ق م کے بعد سے سکوں پر سنہ ۲۹۷ ق م والا سنہ

بقا کا مسئلہ اب مشتبہ ہو چکا تھا اور ہورینا کے جانشین کائی نیوس کے زمانے میں بھی بجنسہ یہی صورتِ حال جاری رہی۔ سولا کے حیات میں مہرداد کو بار بار

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ درج ہے؛ دوسرے سنین کے لئے دیکھو اوپر، باب ۲۶۔ ان سکوں میں مقدونوی مہینوں کا اتباع کیا گیا ہے۔

پونتوس کے ابتدائی حکمرانوں کے فوج میں دیسیوں کے علاوہ یونانی اور غالسطی اجیر سپاہی بھی ہوتے تھے۔ مہرداد یوپاتور نے شمالی قبیلوں یعنی اسکیتیوں، سارماتیوں، کلٹوں اور تھریسیوں کو بھرتی کیا، علاوہ ازیں اسکی فوج میں بہت سے اطالوی بھی تھے اور آخر کار انکا ایک پورا رسالہ بنا دیا گیا۔ اسکے بہترین مہندس تھسالوی نکوندیس اور کالی ماخوس ساکن امی سوس تھے۔ اسنے ایک بڑا بیڑا ترتیب دیا جسکے لئے اسنے اشیاء استعمال تو اپنے ملک ہی سے مہیا کیں اور رہبر یا تو فینیقیہ سے بلائے ورنہ بحری قزاقوں میں سے منتخب کر لئے۔ سنہ ۷۳ ق م میں اسکے پاس چار سو سہ طبقہ یا پنج طبقہ جہاز تھے اور اسکے علاوہ بہت سی دوسری کشتیاں بھی تھیں۔ اپنی حکومت کے دوران میں مہرداد نے ایشیائی فوجی نظم کے بجائے مقدونوی نظم کو رائج کیا اور اپنی حکومت کے آخری زمانے میں وہ رومن نظم کو اپنے ملک میں رائج کرنا چاہتا تھا جس سے اسکی تیز فہمی کا پتہ چلتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سولا، لوکوسوس اور پومپی جیسے عظیم الشان سپہ سالار اسے مٹا نہ سکے اور وقت آیا تو خود اسی نے اپنا خاتمہ کر لیا۔

میں اس سے پہلے ہی مہرداد کے غیر معمولی فطری قابلیت کا ذکر کر چکا ہوں۔ وہ عظیم الشان تن و توش کا انسان تھا اور مستعدی اسمیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، چنانچہ ایک مرتبہ اس نے چوبیس گھنٹوں میں گھوڑے کی پیٹھ پر ڈیڑھ سو میل کا سفر کیا۔ اپنی زندگی کے آخری سال میں (جب اسکی عمر ۶۹ سال کی تھی) وہ پورے ہتھیاروں سمیت کود کر زین پر سوار ہو سکتا تھا۔ وہ اپنے پیشروں کے برخلاف ایک خوبرو انسان تھا (امہوف: "یونانی شبیہیں" mhoof : Griech. Portraet. اور رانائش: "بین ملکتیں" تصویر ۱۰)۔ وہ چالاک، مستعد، خطاب اور تیزی سے بھرا ہوا تھا اور اگر اسے کامیابی کی بال برابر بھی امید ہوتی تو کبھی نا امید نہ ہوتا۔ دوسرے ممالک کے بعض ممتاز علما اسکے دربار کو بھاگ گئے، جیسے دیودوروس ساکن ادرامیتیوم، جو اکادمی کا رکن اور مدبر تھا، میترودوروس ساکن اسکیپسس، میتر دردمایوس جسے مہرداد نے "ابو الملک" کا خطاب

باب ۲۷

صلحنامہ دردانوس کی توثیق کی امید لگی رہی لیکن جب ۷۸ ق م میں اس آمر یعنی سولا کا انتقال ہوگیا تو مہرداد نے یہ اندازہ کرلیا کہ اسکے بعد کسی قسم کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ دیا تھا (شاہی خطاب، رائناش ۲۶۲) اور جو میر عدل مقرر ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اس سے ناخوش ہوگیا اور وہ اپنی علیحدگی کے تھوڑے ہی عرصے بعد مرگیا۔ مہرداد نے طب اور سمیات کا خاص طور پر مطالعہ کیا تھا اور اس موضوع پر اپنے زمانے کے بہترین اطباء سے رسل و رسائل رکھتا تھا، جیسے زکاریاس ساکن بابل اور اسکلے پیادیس ساکن پروسیاس سے بعض علاج بھی دریافت کئے جنہیں مجموعی طور پر "مہردادیات" کہتے تھے اور جو اسکے بعد بھی برابر رائج رہے۔ اس کا طبیب خاص، پاپیاس ساکن امی سوس عدالت مرافعہ کا رکن بھی تھا؛ واضح ہو کہ بطالسہ اور شاہان پرگام اطبا کو حکومتی امور کے انجام دہی پر بھی مقرر کیا کرتے تھے۔ مہرداد فنون لطیفہ کا بھی سرپرست تھا۔ (رائناش ۲۸۶) ۔ وہ خوبصورت اسباب خانہ داری کا شائق تھا؛ اس کا تخت شاہی اور اسکے سرکاری پلنگ سونے کے بنے ہوئے تھے؛ اور جب اسکے تالاورہ والے توشہ خانے کی فہرست بنانے کی ضرورت پیش آئی تو تیس ایک مہینہ لگ گیا؛ اس توشہ خانے میں منجملہ دوسری چیزوں کے سنگ سلیمانی کے ۲۰۰۰ طباق تھے جو سونے میں جڑے ہوئے تھے۔ مہرداد نے ڈلفیس، نیمیہ اور ایلفی کو چڑھاوے بھیجے اور افی سوس کے ارتمیس اور بوستوروس کے دیمیتر کی تعظیم و تکریم کی۔ لیکن جو وقعت اسکے دل میں اہورامزدا کی تھی وہ کسی دیوتا کی نہ تھی۔ ۸۱ ق م میں اسنے ایک قلعہ کوہی پر اسکے نام پر بہت بڑا چڑھاوا چڑھایا جسکے شعلے ڈیڑھ سو میل سے نظر آتے تھے۔ اسکے محلات شاہی اسنوف، امی سوس، فارناکیہ اور یوپاتوریہ میں اور ایک گرمائی محل جبل سنی فانی پر تھا، اور اسکے خاندان کے خالی مقبرے اسوقت تک اماسیہ میں نظر آتے ہیں۔

مہرداد کے حالی موالیوں میں غلام، آزاد کردہ غلام، مسخرے، طبیب، ارکان حرس شاہی سب ہی ہوتے تھے، اور بہت سے شریف یونانی اور رومن اور جلاوطن بادشاہ اسکے دربار میں موجود تھے۔ زندگی خوشیوں اور مسرتوں سے لبریز تھی؛ اور شکار، ناٹک، ورزش، دعوتیں اور انہیں موسیقی، بہترین پینے والے گانے والے اور کھانے والے کو انعام یہ سب چیزیں دربار مہردادی میں عام تھیں۔ کھانے پر بیٹھنے سے پہلے وہ ہمیشہ تریاق کھالیا کرتا تھا اور کبھی اپنے پرتلے سے تلوار کو الگ نہیں کرتا تھا۔ اسکا خاندان بہت وسیع تھا اور وقتاً فوقتاً وہ اپنی بیویوں اور بچوں کا صفایا کیا کرتا تھا۔ اسکی بیویوں میں سے ہم صرف انکے ناموں سے

باب ۲۷ سپاہی نو تیق نہیں ہوئی؛ چنانچہ اب اسنے از سر نو جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اگر باوجود اسکے بھی جنگ کا آغاز پانچ برس تک نہیں ہوا، تو اسکی وجہ یہ تھی کہ اول تو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ واقف ہیں جو یونانی نژاد تھیں اسلئے کہ انہی میں کیرکٹر ظاہر ہوتا ہے۔ ان یونانی بیویوں کے نام منیمہ (از استراتونیکیہ)، برنیس (از خیوس)، استراتونیس (از پونتوس)، ہیپسکراتیہ (جو گویا امیزنوں کے قالب میں ڈھلی ہوئی تھی) ہیں۔ اسکے ان بیٹوں میں سے جو اسکی جائز اولاد تھے یعنی منکوحہ عورتوں کے بطن سے تھے، ہم اپنے بیان میں مہرداد اور اریارتھیس کا ذکر کر چکے ہیں، جنھیں غالباً بادشاہ نے خود مروا ڈالا؛ انکے علاوہ ماخارس اور فارناکیس کا بھی ذکر آچکا ہے جنمیں سے اول الذکر نے خودکشی کر لی اور دوسرے نے باپ ہی کا خاتمہ کر دیا۔ اسکے ایک ناجائز بیٹے مہرداد والئے پرگامم نے یولیوس قیصر کے زمانے میں کافی امتیاز پیدا کیا۔ سنہ ۶۵ ق م میں ہم مہرداد کے چار باقی ماندہ اولاد سے دوچار ہوتے ہیں؛ ان سب کے فارسی نام ہیں اور لڑکیوں کے یونانی نام، جنمیں سے کلیوپاترا نے تیگران سے نکاح کیا؛ کہتے ہیں کہ اتھے نائس کی نسبت حکمران کاپادوسیہ کے ساتھ اور مہردادہ و نیسہ کی نسبتیں شاہان مصر و قبرص کے ساتھ ہو گئی تھیں، لیکن ان آخری دو کا کام اپنے باپ کے ساتھ تمام ہو گیا۔ مہرداد کی بیٹیوں میں سے یوپاترہ اور اورسابارس پومپی کے فاتحانہ جلوس میں شریک تھیں۔

سکندر اعظم اور مہرداد دونوں میں دو چیزیں دلچسپ نظر آتی ہیں؛ ایک تو خود ان دونوں کی شخصیتیں اور دوسرے ان دونوں کے حوصلے۔ شخصی حیثیت سے مہرداد میں سکندر کے بہت کم خصائص نظر آتے ہیں، گو سکوں کی شبیہوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی شکل ایک دوسرے کی سی تھی (نیز دیکھو اوپر، باب ۲۶ حاشیہ ۶) مہرداد میں بربری عنصر بہت کچھ ممتاز ہے؛ اعتدال اس کے پاس سے ہو کر نہیں پھٹکا: اسکی خواہش بس قانون کے مترادف ہے اور جو کوئی اس سے سرتابی کرتا ہے وہی ختم کر دیا جاتا ہے [لیکن مقابلہ کرو سکندر کا دعوئ الوہیت۔ اور اسکے نتائج۔ مترجم اردو]۔ اگر کوئی شہر جسے خود اسنے قائم کیا ہے، بغاوت کر بیٹھتا ہے تو وہ اسے برباد کر دیتا ہے اور خود اسکا کوئی بیٹا بغاوت کرتا ہے تو وہ جان سے مار ڈالا جاتا ہے۔ تاہم اسمیں تشکر و امتنان کے خصائص ضرور پائے جاتے ہیں اور کبھی کبھی وہ دوسروں پر اعتبار بھی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ سکندر میں عظمت اسلئے تھی کہ وہ کوئی برا کام کرنے کے بعد پچھتاتا تھا، لیکن مہرداد میں اس صفت کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا۔ اب حوصلوں کو لیجئے۔ یہاں ان دونوں کے خصائص میں بہت کچھ مماثلت پائی جاتی ہے، خصوصاً اس بات میں کہ دونوں کے حوصلوں کی

باب ۲۷

خارجاً اسکی کوئی ضرورت نہیں تھی اور دوسرے اس زمانے میں روما کو تین دوسرے دشمنوں کو زیر کرنا تھا یعنی تھریسی قوم، ہسپانیہ میں سرتوریوس اور بحری قزاق ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ کوئی حد نہیں تھی، اور جسطرح سکندر مشرق اقصےٰ کو مغلوب کرنا چاہتا تھا اسی طرح مہرداد مغرب اقصےٰ کے اندرونی حصوں میں جانا چاہتا تھا۔ اور پھر ان مہمات کے نتائج میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ سکندر میں انسانیت کا جذبہ موجود تھا، چنانچہ اسکے سپاہیوں نے پہلے تو اسکے احکام سے سرتابی کی لیکن اسکے بعد وہ برابر اس سے وابستہ رہے؛ مہرداد ایک ظالم یونانی تھا چنانچہ اسکی قوم اس سے غداری کرتی ہے اور جب وہ غیر معلوم ممالک میں مہم سر کرنا چاہتا ہے تو اسکا خاتمہ کر دیتی ہے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ سکندر کی طرح مہرداد ایک قومی بادشاہ نہیں تھا، اور (بالخصوص اسکی حکومت کے اختتام پر) اسکی فوج محض اجیر سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ سکندر کی طرح مہرداد مشرق و مغرب کو ایک کر دینا چاہتا تھا، صرف فرق یہ تھا کہ وہ ایران سے نکلا اور سکندر یونان سے۔ لیکن اس فرق کے باوجود مہرداد کو یونانی قومیت کے تحافظ کے حیثیت سے سکندر پر فوقیت ضرور حاصل تھی، لیکن اس کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ تھی کہ اسکا مد مقابل روما تھا۔ اس تنازع میں روما اصول آزادی کا قائم مقام تھا، اور یہ قاعدہ ہے کہ متمدن اقوام میں ذاتی حکومت کے مؤیدوں کو ہمیشہ نیچا دیکھنا پڑتا ہے۔ نپولین صرف اسوقت تک کامیاب رہا جبتک وہ آزادی کا مؤید بنا رہا، اور کرامویل کا بالکل ٹھیک موقعہ پر خاتمہ ہو گیا۔

مہرداد نے ایشیا میں یونانی تمدن کو فروغ دیا، اور اس حیثیت سے یونانی تاریخ یونان میں اسکا ایک خاص رتبہ ہے۔ اگر وہ کامیاب ہوتا تو ممکن ہے کہ زمانہ آئندہ کی "سلطنت بزنطہ" کی کئی صدی قبل پیش بندی کر دیتا۔ یہ بات یقینی ہے کہ ایسے شہنشاہوں میں جیسے لیو سوم (جو کوماگینے کے شہر ازوریہ میں پیدا ہوا تھا) اور نیکوفوروس (جو پسیدیہ کے شہر سلیوکیہ کا باشندہ تھا) مہرداد سے کہیں کم یونانی تمدن کے اثرات تھے، اور شہنشاہان بزنطہ کے سلطنت بھی ملوکیت پونٹوس کی طرح بحر اسود کے چاروں طرف واقع تھی۔

ایک لحاظ سے مہرداد نے سکندر کے کام کی تکمیل کی، وہ یہ کہ اسنے عین ان ہی مقامات پر حکومت کی جو سکندر کے سلطنت سے باہر رہ گئے تھے۔ یونانی سکندر نے سلطنت ایران کے بیشتر حصے کو فتح کر کے اسے یونانی قالب میں ڈھالنا چاہا؛ ایرانی مہرداد نے سلطنت ایران کے اس حصے پر قابو پا لیا جسے سکندر نے چھوا نہیں تھا اور اسکے شمال اقصےٰ میں جو یونانی آباد تھے انھیں اپنی سلطنت میں ملا لیا اور انھیں بربریوں کے دباؤ سے آزاد کر دیا، اسنے اپنی سلطنت کے چاروں کونوں کو یونانی بنا دیا لیکن وہ روما کا

باب ۲۷ غیر مطمئن لوگوں اور ہر طرح کے تارکان وطن کے وجود کے باعث بحری قزاقوں کی تعداد میں بہت کچھ اضافہ ہو گیا تھا۔ اب ان قزاقوں کے قبضے میں سلاح خانے، بحری قلعے، اور پہاڑی گڑھیاں آگئی تھیں اور یہ آزادانہ رسل و رسائل کے لئے بڑی بھاری سدِ راہ بنے ہوئے تھے۔ آخر کار روما انکی سرکوبی کے لئے مجبوراً تیار ہو گیا۔ مورینا نے سلطنت کبیریہ کا (جو ان قزاقوں سے ملی ہوئی تھی) خاتمہ کر دیا، اور سنہ ۷۵ ق م میں پ. سرویلیوس واتیہ نے، جو کلیکیہ کا پروپریتور تھا، لیکیہ، پمفیلیہ اور ازوریہ میں بہت سی ریاستوں کا خاتمہ کر دیا جس سے اسے "ازوریکوس" کا خطاب حاصل ہو گیا۔ ان واقعات کے باوجود بھی وہ سمندر پر پہلی ہی سی طرح طاقتور بنے ہوئے اور انکی قوت میں یہ واقعہ بھی ممد و معاون ہوا کہ سوریہ کی آزاد مملکت اب باقی نہیں رہی تھی، اور یہ ملک باضابطہ ارمنستان کے بادشاہ کا تابع بن گیا تھا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ شام کا ازلی دشمن مصر تھا، لیکن ادھر تو سلیوکی ایک دوسرے سے دست و گریباں رہتے تھے، اور ادھر مصر کی حالت روز بروز زبوں ہوتی جا رہی تھی۔ سنہ ۸۱ ق م میں بطلیموس لاتھیروس کے انتقال کے بعد اسکا بھتیجا اسکندر دوم تخت پر بیٹھا، لیکن اسکندر زیادہ دن تک زندہ نہیں رہا، اور آخر کار اسے عوام الناس نے قتل کر دیا۔ گو اسکے بعد ایک وصیت نامہ برآمد ہوا جسکی رو سے اسنے اپنی تمام

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مقابلہ نہیں کر سکا، جو خود یونانی قالب میں ڈھل گیا تھا اور شخصی حکومت کی یونانی تہذیب کو جمہوری حکومت کے یونانی تمدن کے سامنے نیچا دیکھنا پڑا۔ قالب رائناش بالکل صحیح کہتا ہے کہ مہرداد کے خصائص سے کسی روسی فرمانروائی یاد تازہ ہوتی ہے، اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں تو یہ بات خاص طور پر قابل لحاظ معلوم ہوتی ہے کہ سلطنت روسیہ کا مؤسس ولادیمیر اوّل سنہ ۹۸۹ء یا سنہ ۹۹۰ء میں کریمیہ والے خرسونیز میں عیسائی ہوا۔ رائناش (مہرداد ص xiii) کہتا ہے کہ ولادیمیر کے بپتسمے کے دن "گویا کہ مقدس روس کی روح نے جنم لیا؛ اسی روز گویا صدیوں اور نسلوں کے قعر کو پر کر کے مہرداد کی روح نے پیٹر اعظم کی روح کے ساتھ معانقہ کر لیا وہ پیٹر جس کے خصائص میں مہرداد کی بہت سی صفتیں پائی جاتی ہیں"۔

باب ۲۷

سلطنت کی روما کے نام وصیت کی تھی، تاہم لاتھی روس (۲۳) کے دو نام نہاد ناجائز بیٹے یعنی بطلیموس اور تیتیس اور ایک دوسرا بطلیموس مصر و قبرص پر قابض ہو گئے چونکہ اس قسم کے لوگوں کو غیر ملکی مہمات سر کرنے کی اہلیت نہیں ہوتی اسلئے اسوقت یہ فرض کرنا قرین انصاف تھا کہ اگر سلیوکی سلطنت کا خاتمہ ہونے کو ہے تو انکی جگہ پارتھی لے لیں گے۔ پارتھی رفتہ رفتہ ہیکاتومپی لوس سے ہمدان تک ہمدان سے تخت کسریٰ تک بڑھ آئے تھے، اور ان سے مہرداد اعظم بھی مرعوب ہو گیا تھا اسوقت مہرداد فرمانروائے پونتوس کا پھریرا تمام ملک ایشیائے کوچک پر اڑتا تھا اور اسکا پائے تخت پرگامم بنا ہوا تھا لیکن مہرداد اعظم کے انتقال پر بساط بالکل پلٹ گئی۔ ہم انیسویں باب میں دیکھ چکے ہیں کہ اس سے پہلے ہی اسکیتھیوں نے یونانی باختری سلطنت کو زیر کر لیا، اور اسکے بعد انھوں نے آگے بڑھ کر پارتھیا فتح کیا لیکن عجب بات ہے کہ اس ملک کے تخت پر انھوں نے اسی برس کے ایک شخص سیناتروکیس کو بٹھا دیا اسکیتھیہ کے اثرات کی وجہ سے پارتھیا کی قوت کم از کم فی الوقت کم ہو گئی اور تیگران شاہ ارمنستان کو، جو خود بین اور ناقابل اعتبار ہونے کے ساتھ ہی ساتھ بہادر اور جری بھی تھا، یہ موقعہ مل گیا کہ اپنے کارناموں سے دنیا کی نظر کو خیرہ کر دے اور ساحل سوریہ تک برابر اپنی سلطنت کے حدود پھیلا دے۔ شمالی عراق عربی، میگدونیہ اور اذر روئے پارتھیوں سے لینے کے بعد وہ آگے بڑھ کر میدیہ میں گھس گیا۔ اسنے ہمدان کا محل جلا کر خاکستر کر دیا اور اپنا اثر اتنا بڑھایا کہ البانیہ، ایبیریہ، اتروپاٹینے اور میدیہ عظمیٰ، گوردوئے نے اور ادیابینے کے بادشاہوں کو اپنا مطیع و منقاد بنا لیا۔

بعد ازاں سنہ ۸۳ ق م میں اسنے علاوہ سلوکیہ بر ساحل بحر و انطاکیہ کے باقی تمام بالائی سوریہ کو زیر کر لیا اور یہاں کے لئے ایسے سکے ڈھلوائے جنپر اسکی شبیہ بنی ہوئی تھی پھر تقریباً سنہ ۷۴ ق م میں اسنے بطلیمائس سمیت فنیقیہ کے بیشتر حصے پر قبضہ کر لیا۔ اسنے کاپادوسیہ کو مغلوب کیا اور شہر مزاکا اور آرمینی سرحد کے گیارہ دوسرے شہروں کے باشندوں کو لیکر اسنے اپنے پائے تخت تیگرانوکرتہ آباد کیا۔ یہاں تک رومیوں نے اسکی ترقی میں کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اسکی بیوی کلیوپاترہ نے یونانی تمدن کو فروغ پہونچایا اسکے ارمنی دربار میں ایک مصنف میترودورس ساکن اسکپسس رہتا تھا اور تیگرانوکرتہ میں

دیونی سوسی اداکار یونانی ناٹک کے کھیل کرتے تھے۔ خود بادشاہ کا بیٹا ارتاواسدیس اوّل نے یونانی زبان میں کتابیں لکھیں۔

ظاہر ہے کہ تیگران کے فتوحات اسکے خسر مہرداد کے کمال مسرت کا باعث ہوئیں، خاص کر اسلئے کہ مہرداد کے دماغ میں اسوقت بہت سے خیالات بھرے ہوئے تھے۔ اسنے اپنی دو بیٹیوں کی شادی کے لئے دونوں بطلیموسوں سے پیام سلام کرنے شروع کردیے تھے۔ علاوہ ازیں بحری قزاقوں سے اسکے تعلقات بہت اچھے تھے، اور جب اسنے دیکھا کہ صوبہ ایشیا کے باشندے پھر محاصلی ٹھیکہ داروں کے پھندے میں پھنس گئے ہیں تو اسنے انکے ساتھ بھی نامہ و پیام شروع کیا، اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ سرتوریوس کے ساتھ اسپین میں ایک معاہدہ کرلیا، جو روما کے لئے یقیناً مضر تھا۔ اسطرح چونکہ اطالویوں نے اب روما کے ساتھ صلح کرلی تھی اسلئے اسنے ماریوس کے فرقے کے ساتھ اچھے تعلقات پیدا کرلئے۔ سرتوریوس نے مہرداد کو بتھی نیہ، کاپادوسیہ، پفلاگونیہ اور غلاطیہ کا الحاق کرنے دیا اور ساتھ ہی اسکے پاس مارکوس ماریوس جیسا قابل سپہ سالار بھیجدیا۔ اسکے معاوضے میں بادشاہ نے سرتوریوس کو تین ہزار تالنت اور چالیس جہاز بھیجدئے۔ ان سب باتوں سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ مہرداد جنگ کی تیاریاں کررہا ہے۔

رومنوں کو صورت حالات کا پوری طور سے علم تھا، لیکن حسب معمول وہ جنگ کی ابتدا کرنی نہیں چاہتے تھے گو سنہ ۷۴ ق م میں بتھی نیہ کے واقعات کی وجہ سے جنگ آخرکار چھڑ ہی گئی۔

سنہ ۷۴ ق م کے اختتام پر یہاں کے نامعقول بادشاہ نکومدیس فلوپاتور کا انتقال ہوگیا۔ اپنے دادا کی طرح وہ بھی اپنے آپکو رومن قوم کا آزاد کردہ غلام کہتا تھا، اور جب وہ مرا تو اسنے اپنی تمام سلطنت انکے نام وصیت کردی۔ چونکہ اسکا ایک لڑکا موجود تھا اس لئے رومنوں کو اسکا وارث بننے سے انکار کردینا چاہئے تھا، لیکن محاصلی ٹھیکہ دار اپنی ترکیبوں کے لئے ایک نیا میدان چاہتے تھے، چنانچہ نکومدیس کے لڑکے کو فی الفور ناجائز قرار دیدیا گیا لیکن مہرداد ہرگز اس بات کو پسند نہیں کرتا تھا کہ رومن پوسفوروس اور ہلیس پونت دونوں پر قابض ہوجائیں اور جب رومنوں کو اسکا یہ ارادہ معلوم ہوا تو انھوں نے جنگ کی تیاریاں کرنی

باب ۲۷

شروع کردیں۔ جنگ کے اغراض کیلئے کلیکیہ لوکولوس کے سپرد کردیا گیا اور علاوہ دو لیجنوں کے جو پہلے ہی سے وہاں موجود تھیں اسے وہ دو والے ایانی لیجنیں بھی دیدی گئیں جو فمبریا کے آخری ایام میں اسکے پاس رہی تھیں۔ دوسرے کانسل مارکوس اوریلیوس کوتا کو بھی بتھنیہ روانہ کیا گیا۔ جنگ کی ابتدا مہرداد نے ہی کی اور پہلے ہی وار میں خالکیدون کے مقام پر کوتا کو شکست دیکر کیزیکوس کا محاصرہ کرلیا۔ مہرداد جزیرہ نمائے ارکونے سوس میں تھا، چنانچہ موقع پاکر لوکولوس اپنے ساتھی کی مدد کے لئے آپہونچا اور بادشاہ کو جزیرہ نما میں بند کردیا۔ آخر کار مہرداد کو دشمن کی صفیں چیر کر نکلنا پڑا اور بہت کچھ نقصان اٹھا کر لڑتا لڑتا واپس اپنی سلطنت میں پہونچ گیا۔

اب صورت حالات اسکے مخالف ہوگئی تھی مارکوس ماریوس لیمنوس کے قریب جزیرہ نیائے میں قتل ہوگیا، اور سنہ ۷۲ ق م میں سرتوریوس کی موت کے بعد مہرداد کے پاس دیار مغرب میں کوئی مؤید باقی نہیں رہا۔ خود اپنے ملک میں بھی اسے جنگ میں زکیں اٹھانی پڑیں اور جب اسکے سوارے کا ایک حصہ لڑائی میں کام آگیا تو آخر کار اسنے ارمنستان صغیر کی طرف ہٹ جانے کا تہیہ کرلیا لیکن کوچ کرنے سے پہلے شاہی مصاحبوں نے خزانے کو ایک محفوظ مقام پر جمع کرنے سے فوج والوں نے دھوکے اور فریب پر محمول کیا اور غدر کرایا جس کی وجہ سے بادشاہ کو دوہزار سوار اور خزانہ ساتھ لے کر فرار ہونا پڑا۔ واضح ہو کہ یہ واقعہ اگاتھوکلیس کے حالات کی یاد تازہ کرتا ہے (دیکھو باب ۷) اور ویسے بھی اسپر اور مہرداد کے مظالم اور مستعدی دونوں میں ایک بڑی مماثلت پائی جاتی ہے۔ اب اس خاندان کا آبائی وطن یعنی پونتوس بھی ہاتھ سے جاتا رہا، بادشاہ کی خواہش یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح اس ملک پر از سرنو قابض ہوجائے لیکن فی الوقت اسنے دنیا پر ظاہر کرنا چاہا کہ ملک بدر ہونے پر بھی مشرقی بادشاہ کو اپنی عزت اور خودداری کا کسقدر احساس ہوتا ہے، چنانچہ اس نے اپنے زنان خانے کے افراد کو فاتحوں کے قبضے میں جانے کے بجائے فارناکیہ کو احکام بھیجے کہ انمیں سے ایک ایک کو قتل کردیا جائے منجملہ دوسروں کے اسکی بہنیں

باب ۲۷

روشناک واستاتیرہ اور اسکی بیویاں برنیس و منیمہ بھی (موسم گرما سنہ ۷۱ ق م میں) ملک عدم ہو پہنچا دی گئیں، اور صرف چند ہی ایسی بیویاں رہ گئیں جو اسکے ساتھ بچ نکلیں۔ تیگران کے پاس پانچ لاکھ کی عظیم الشان فوج باقی تھی چنانچہ اب مہرداد اپنے داماد کے پاس بھاگ گیا۔ لیکن ابتداءً شاہ ارمنستان نے بے پروائی کا اظہار کیا اور دور دراز کے ایک قلعہ میں اسے اتر جانے کا حکم دیدیا۔ مہرداد تو اس قلعہ میں بیٹھا تھا، اور اسکی سلطنت کے بلدیات یکے بعد دیگرے لوکولوس کے قبضے میں جا رہے تھے۔ گو اماسیہ امی سوس اور اسنوپ کے طویل مدافعت سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اپنی یونانی رعایا میں غیر مقبول نہیں تھا۔ گو رومنوں نے اپنے مقبوضہ شہروں کے بعض حصص کو جلا دیا تاہم انھوں نے انکے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اور باشندوں کے ساتھ نسبتاً اچھا سلوک کر کے محاصلی ٹھیکہ داروں کو ناراض کر دیا۔ لوکولوس نے اپنے نسبتی بھائی اپیوس کلاودیوس کے ذریعے سے تیگران کے پاس پیام بھیجا کہ مہرداد کو فوراً حوالہ کر دو لیکن تیگران نے اسے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے برعکس مہرداد کے بیٹے مخارس نے، جو کیمیری بوسفوروس کا صوبہ دار تھا، ایک ہزار تالنت کا ایک گہر لوکولوس کے پاس تحفۃً بھیجا، جسپر اسے رومن قوم کے دوستی کا مستحق قرار دیا گیا۔ اسکے بعد موسم بہار سنہ ۶۹ ق م میں جب تیگران نے سنا کہ لوکولوس دریائے فرات کو عبور کر کے ارمنستان پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو اسے مہرداد کے ساتھ مفاہمت کر لی۔ اسپر لوکولوس تیگرانو کرتہ کی طرف بڑھا اور جب تیگران مہرداد کو چھوڑ کر اسکی مدافعت کرنے کے لئے آیا تو اسے دریائے دجلہ کے کنارے شکست دیدی۔ کہتے ہیں کہ لوکولوس نے سولہ ہزار کی فوج سے ڈھائی لاکھ کے لشکر پر حملہ کیا اور جنگ میں اسکے صرف پانچ اور دشمن کے ایک لاکھ کام آئے۔ آخرکار تیگرانو کرتہ یونانی اور کلیکیہ والے حریس نے رومنوں کے حوالہ کر دیا۔ علاوہ بے شمار مال غنیمت کے رومنوں کے ہاتھ آٹھ ہزار تالنت تو صرف مسکوک روپیہ آیا اور ہر رومن سپاہی کو آٹھ آٹھ سو درہم ملے۔ اسکے بعد کوماگینے پر بھی رومن قبضہ ہو گیا اور انطاکوس ۱۳ جو انطاکوس ۱۰ اور کلیوپاترہ سلینہ کا بیٹا تھا شام کے تخت پر بیٹھا، گو وہ بھی بہت جلد قتل ہو گیا۔

باب ۲۵ سنہ ۶۹ ق م میں تگران اور مہرداد نے اپنے اپنے لشکروں کو از سر نو منظم کیا۔ اب لوکولوس نے ٹیسیفون پر حملہ کرنا چاہتا تھا، لیکن اسکی فوج نے اس کا اتباع کرنے سے صاف انکار کردیا۔ اسپر وہ ارمنستان کے قلب کی طرف بڑھا اور دریائے ارسانیاس پر اپنے دونوں دشمنوں کو شکست دی، لیکن جب اسنے وادی اراکسیس کے شہر ارتکساتا جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو اسکے سپاہیوں نے آگے بڑھنے سے انکار کردیا۔ اب وہ عراق عربی واپس آیا اور راستے میں نصیبین لے لیا۔ مگر والیریائی لیجن بیس برس تک برابر (سنہ ۸۶ ق م) فوجی خدمت انجام دے رہی تھی، اور اب لوکولوس کے چھوٹے نسبتی بھائی پب۔ کلوڈیوس کے بھڑکانے سے اسنے آگے بڑھنے سے قطعی انکار کردیا جسکی وجہ سے آخر کار مہرداد نے اپنی آبائی سلطنت کو از سر نو فتح کرلیا۔ ادہر روما میں عوام الناس کا جام صبر لبریز ہو رہا تھا۔ لوکولوس کو کامیابی پر کامیابی ہو رہی تھی تاہم دشمن ویسا کا ویسا ہی تھا۔ الغرض اسکی جگہ مارکوس ایکیلیوس گلابریو مقرر کیا گیا۔ اب لوکولوس نے مجلس سینات کا حکم ماننے سے انکار کردیا اور برابر اپنے عہدے پر قائم رہا لیکن چونکہ سپاہیوں نے خود اسکا حکم ماننے سے انکار کردیا اس لیئے اس چال سے کسی کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ الغرض وہ تو ایشیا کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا اور سپاہی کسی قسم کا مہم سر کرنا نہیں چاہتے تھے چنانچہ آخر کار وہ تردمیوں کے ملک میں چلا گیا اور ادھر مہرداد نے پونتوس اور تیگران نے کاپاڈوسیہ پر قبضہ کرلیا۔ آخر کار جب روما سے دس مامور لوکولوس کے مفتوحہ علاقہ کو منظم کرنے کی غرض سے روما سے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ علاقہ بھی غائب ہے اور فوج بھی، اسلیئے کہ فوج کا ایک حصہ تو گلابریو کے پاس اور دوسرا واپس روما چلا گیا تھا۔

اب بظاہر مہرداد کے اقبال کا ستارہ پھر اوج پر تھا اسلیئے کہ بادشاہ نے اپنے ملک پر از سر نو قبضہ کرلیا تھا، اور گلابریو خاموش پڑا ہوا تھا لیکن جلد ہی ایک عظیم الشان تبدیلی ہوئی۔ اول تو تیگران نے پھر اسکا ساتھ چھوڑ دیا، پھر سنہ ۶۷ ق م میں اسکے دوست اور حلیف یعنی بحری قزاقوں کا خاتمہ ہوگیا۔ انھیں اسقدر ہمت ہوگئی تھی کہ وہ اناج کے ان جہازوں کو بھی پکڑنے لگے جو روما جاتے ہوتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ روما اسکا روادار نہیں ہوسکتا تھا۔ اب عموم روما کی آنکھ کے تارے

باب ۱۲

کئے یوس پومپی کو قانون گابی نیہ کے ذریعے سے بحر و بر دونوں پر تین سال کیلئے وسیع اختیارات دیئے گئے اور صرف تین مہینے کی قلیل مدت میں اسنے ایکہزار تین سو جہاز گرفتار کرکے اور تیس ہزار بحری قزاقوں کو قتل کرکے اس قصے کا ہی خاتمہ کردیا، اور انہیں سے بہت سوں کو ایسے اضلاع میں (مثلاً اکائیہ والے وہیے اور اور کلیکیہ والے سولی میں جسکا نام اب پومپیو پولس رکھا گیا) آباد کیا گیا جنکی آبادی گنجان نہیں تھی۔ مہرداد کے لئے اس سے بھی نقصان رساں بات یہ تھی کہ جنوری سنہ ۶۶ ق م میں قانون مانی لیہ نے پومپی کو، جو اسوقت تک کلیکیہ میں تھا، صوبہ جات بتھی نیہ کلیکیہ اس حکم کے ساتھ حوالہ کئے کہ وہ مہرداد و تیگران کیساتھ جنگ جاری رکھے۔ مہرداد نے اب پارتھیوں سے مدد کا طلبگار رہا، لیکن انکے بادشاہ فراتیس نے یہ مناسب سمجھا کہ اپنے داماد یعنی مہرداد کے باقی بیٹے نوجوان تیگران کا ساتھ دے، اور فوراً ارمنستان پر حملہ کردیا۔ لوکولوس تو اب روما میں اپنے فاتحانہ جلوس کا (جو آخر کار تین سال بعد نکالا گیا) منتظر تھا، پومپی نے ساٹھ ہزار سے زیادہ پیدل اور تین ہزار سواروں کا ایک لشکر تیار کیا جسمیں والیریوس والے سپاہی نہایت خوشی سے بھرتی ہوئے جہاں یہ مشہور تھا کہ لوکولوس بدقسمت ہے اور دوسروں کو بھی بدقسمت بنا دیتا ہے وہاں پومپی نہایت خوش قسمت مشہور تھا۔ ہمارے نزدیک وہ اٹلی میں ان لوگوں کی پہلی مثال تھا جو اپنے آپکو بچا کر اپنے دوستوں کو مبتلا کردیتے ہیں۔ مہرداد پومپی کی فوج سے نصف لشکر ہی جمع کرسکا اور جب اسنے اس سپہ سالار کے ساتھ گفت و شنود جاری کی تو اسکا یہ خطرناک اثر پڑا کہ اسکی فوج میں جو اطالوی مفرور تھے وہ اسکے مخالف ہوگئے۔ اسنے نہایت سخت سزائیں دیکر بدامنی کو دور کیا لیکن اس سے اسکے سپاہیوں میں اور بھی بے چینی پیدا ہوگئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اسمیں سپہ سالارانہ خصائص موجود تھے لیکن وہ پہلے ہی سے بدقسمت تھا۔ آخر کار ایک روز رات کے وقت پومپی اسپر جا پڑا اور اسکی فوج کو کامل طور سے شکست دیدی۔ جسکے بعد وہ اپنی بیوی ہیپ سکراتیہ کے ساتھ ارمنی سرحد کے پہاڑی قلعہ سنوریہ کو بھاگ گیا۔ یہاں پہونچکر اسے معلوم ہوا کہ تیگران نے اسکے سر کا انعام ایک سو تالنت مقرر کردیا ہے اسمیں شبہ نہیں کہ تیگران اصغر پومپی سے جا ملا تھا، لیکن شاہ ارمنستان نے اسکا

باب ۲۷

جو الزام مہرداد پر رکھا تو یہ اسکی بڑی بھاری بے وقوفی تھی۔ الغرض مہرداد نے بہت جلد اپنی تدبیروں کو پلٹ دیا، اور اب وہ مٹھی بھر فوج لیکر ضلع ارض روم کو عبور کرتا ہوا وادی اکاپسس ہوتا ہوا ساحل پہونچا اور وہاں سے کولخس کے شہر دیوسکوریاس کا رخ کیا جہاں اسنے البانیوں اور ایبیریوں کو (جو وادی کور میں رہتے تھے) اپنا طرفدار بنالیا۔ یہ دونوں قبیلے کسی زمانے میں ارمنستان کے تابع تھے لیکن اس سلطنت کے کمزور ہونے پر آزاد ہوگئے تھے۔ تیگران اصغر کو لے کر پومپی ارتکساتا گیا اور وہاں بوڑھے بادشاہ نے وفاشعاری کا اعلان کر کے ساٹھ ہزار تالنٹ پومپی کے حوالے کئے جسکے معاوضے میں اسے رومن قوم کے دوستوں کے حلقے میں شامل کر لیا گیا۔ لیکن اس واقعے کے بعد تیگران اصغر اور پومپی میں جھگڑے پیدا ہوگئے اور رومن سپہ سالار نے بڈھے بادشاہ کے ساتھ بدسلوکی کرنی شروع کی۔ اسپر البانیوں نے وادی کور میں پومپی پر وار کیا لیکن خود ہی شکست کھائی اور اسکے بعد رومنوں نے ایبیریوں کو بھی نیچا دکھایا۔ ان سب واقعات سے مہرداد کے دل پر یہ اثر پڑا کہ اب اسے دیوسکوریاس کا تخلیہ کر دینا پڑے گا، چنانچہ وہ ساحل ہوتا ہوا ایک تنگ راستے سے کیمیری بوسفوروس گیا، اور جب مخارے نے یہ دیکھا کہ اسکا باپ اسپر کسی قسم کا رحم روا نہ رکھے گا تو اسنے خودکشی کر لی۔ اسکے بعد پانٹی کاپیوم نے ہتھیار ڈالدیئے۔ الغرض جب سنہ ۶۵ ق م میں پومپی نے سنا کہ مہرداد نے پھر ایک سلطنت پیدا کر لی ہے تو اسنے جنوب کا رخ کیا، ارمنستان کبیر میں بادشاہ کے پہاڑی قلعے فتح کئے اور امیسوس میں موسم بہار سنہ ۶۴ ق م میں مفتوحہ علاقوں کا انتظام کر دیا۔ انہیں سے بعض تو شخصی حکمرانوں کے سپرد کئے گئے مثلاً فرناکیہ و طرابزون غالطی دیوتاروس کو اور کوماناً نوجوان ارخے لاؤس کو؛ باقی ماندہ علاقہ قدیم و جدید بلدیات کے سپرد کر دیا گیا۔ مفصلۂ ذیل کو علاقے مل گئے: دریائے ہالیس کے مغرب میں پومپیوپولس جو دریائے امیناس پر نیا شہر تھا؛ پھر ہالیس و ایرس کے مابین نیاپولس جسکا قدیم نام فازے مون تھا؛ اسکے بعد آبایہ زیلا و میگاپولوس (قدیم سباستیہ حالیہ سیواس) بالائی ہالیس پر؛ دریائے لیکوس کے طرف میں دیوسپولس (کبیرہ جسکا بعد میں قیصریہ جدید نام پڑا) اور ماگنوپولس

باب ۴۷

(یوپاٹوریہ جسے مہرداد ہی نے آباد کیا تھا اور اسی نے برباد کیا)؛ ساحل پر اسنوپ و اماستریس۔ یہاں پھر قدیم یونانی اصول بلدیہ کا دوبارہ ایک بڑے پیمانے پر انطباق کیا جا رہا تھا۔

اب مہرداد نے پومپی سے صلح کی گفت وشنود شروع کی لیکن پومپی نے اسے یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ بادشاہ کو اپنے آپکو رومنوں کے حوالہ کر دینا چاہئیے۔

اسکے بعد رومن سپہ سالار سوریہ کی طرف چلا اور چلتے وقت اسنے کہا کہ میں اب مہرداد کو خود اپنے آپ سے زیادہ مہیب دشمن، یعنی قحط، کے رحم پر چھوڑے دیتا ہوں۔ پومپی کا یہ قول عجیب وغریب تھا قحط، اور وہ بھی کمیریا بوسفورس میں! لیکن حقیقت یہ ہے کہ بہت جلد مہرداد نے خود اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مار لی۔

سنہ ۶۴ ق م کے اختتام سے پہلے اسنے ۳۶ ہزار آدمیوں کی ایک نئی فوج اور ایک نیا بیڑا جمع کر لیا تھا۔ اب وہ یہ چاہتا تھا کہ اسکیتھیہ و پانونیہ ہو کر ہنی بعل کی طرح اٹلی پر آن پڑے اور اسکا خیال تھا کہ راستے میں سارماتی، باسترنی اور غالوی اس سے ملجائیں گے ہم کاتی لین کے سنہ ۶۳ ق م والی سازش سے یہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس زمانے میں اٹلی میں بد امنی پھیلی ہوئی تھی، چنانچہ یہ بات امکان سے بعید نہ تھی کہ اگر اسکے سپاہی وفادار رہیں تو اسے کامیابی حاصل ہو جائے۔ لیکن یہ شرط پوری نہ ہو سکی، اور اسکے ایک منظور نظر یعنی کاستورساکن رھوڈس نے فاناگوریہ میں بغاوت کر دی۔ تھیوڈوسیہ، نیم فایوم اور خرسونیز باغیوں میں شامل ہو گئے، اور آخرکار بادشاہ کا بیٹا فرناکیس نے جسے حال ہی میں اسکے باپ نے اپنے اصول کے خلاف ایک سازش کرنے کے بعد معاف کر دیا تھا، پانتی کاپیوم میں جہاں بادشاہ مقیم تھا اپنے سپاہیوں سے دوبارہ بغاوت کرا دی۔ جونہی مہرداد سڑک پر بغاوت فرو کرنے کے لئے جا رہا تھا، باغی اسپر ٹوٹ پڑے اور وہ نہایت مشکل سے اپنی جان بچا کر شاہی محل پہونچ سکا۔ وہاں پہونچکر اس نے اور اسکے بیٹیوں یعنی مہردادہ اور نیسہ نے زہر پی لیا لیکن اس کا اثر صرف عورتوں پر ہوا جب مہرداد نے دیکھا کہ میں بچا جاتا ہوں تو اسنے اپنے غالوی محافظ بتوئت کو حکم دیا کہ میرے بدن میں تلوار بھونک دو۔ دوسرے لمحے باغی گھس آئے اور بادشاہ کی لاش پر

اپنا تمام غیظ و غضب نکال لیا (سنہ ۶۳ ق م)۔

پومپی کو مھرداد کی موت کی خبر شام میں ملی۔ اس خبر سے روما اور رومن فوج دونوں میں گویا گھی کے چراغ جل گئے اور مارکوس تولیوس سسرو کے تحریک پر روما میں دس روز کی عید منائی گئی۔ جب پومپی امی سوس واپس آیا تو وہاں اسے فرناکیس کی ایک سفارت ملی جسکے ساتھ بوڑھے بادشاہ کی لاش بھی تھی، جسے اسنے اسنوپ کے شاہی قبرستان میں دفن کرا دیا۔ فارناکیس کو ملکیت بسفورس ملی، اور مھرداد کے دوسرے اولاد اور عہدہ دار فاتحانہ جلوس میں شرکت کے لیئے روما روانہ کر دیئے گئے۔

اب ہم سنہ ۶۴ کی طرف دوبارہ لوٹ کر شام میں پومپی کے فتوحات کا بیان کرتے ہیں۔ اس حصۂ دنیا میں بادشاہوں اور شہروں کے باہمی قصے قضیے بالکل لاانتہا ہی تھے۔ ایمیسہ کے حکمران کے ہاتھوں انطاکوس کے مارے جانیکے بعد پومپی نے خاندان سلیوکیان کو معزول کر کے سوریہ کو ایک رومن صوبہ بنا دیا اور یہودیوں کی بے چینی کی وجہ سے پومپی کو یروشلم بھی فتح کر کے اپنے یہودی ملوکیت کو یہودی قوم کے حدود تک محدود کر دیا۔

سنہ ۶۳ ق م کے بعد ایشیا میں جو ممالک رومن اقتدار کے ماتحت ہو گئے تھے انکی حسب ذیل تنظیم کر دی گئی: صوبے یعنی وہ قطعات جن پر روما کی حکومت چلتی تھی یا جن پر انکی نگرانی تھی ایشیا، بتھی نیہ، پونتوس، کلیکیہ اور سوریہ تھے۔ ملوکیتیں: کاپادوسیہ؛ اسکے شمال میں غالطی دیوتاروس کا ملک جس میں حصص غالطیہ و فرناکیہ و طرابزون شامل تھے؛ جنوب میں کوماگینے جس پر ایک دوغلا خاندان حکمران تھا جسکے آبا و اجداد باپ کی طرف سے قدیم ایرانی قبیلوں کے اور ماں کی طرف سے سلیوکیوں کے جانشین تھے۔ میں یہاں چھوٹی چھوٹی ملوکیتوں کا ذکر صرف یہی کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ انمیں سے بعض مذہبی تھیں، اور ان حالات کی طرف باب ۲۹ میں پھر رجوع کرونگا۔ تمدن کے لیئے بلدیات کی اہمیت بہت زیادہ تھی، اور لوکولوس و پومپی دونوں ہر طرح سے انکا دل بڑھاتے تھے چنانچہ پومپی نے ایشیا میں ۳۹ جدید شہر آباد کیئے[۱]۔

---

[۱] ازمنۂ وسطیٰ میں ارمنستان پھر خلیج اسوس تک آگیا؛ سلطنت "ارمنستان صغیر" پومپی کی تنظیم سوریہ؛

ایشیا اب ایک طرح کی "مقدس سلطنت روما" بن گئی تھی جسمیں دنیوی اور مذہبی
دونوں طرح کے حکمراں اور آزاد شہر پائے جاتے تھے، اور یہ کیفیت ملک کے لئے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ مارکوارٹ: "رومن ادارت سیاسی"، Koenigreich Kleinarmenien,
Die Organization durch Pompejus, Marquardt, Roemische Staatsverf
۴، ۱۳۹۔
کوماگینے ۔ موم سن: "خاندان کوماگینے" Th. Mommsen: Die Dynastie von
Kommagene رسالہ Athen Mittheil; ۱، ۲۷/۲۹؛ موم سن: "تاریخ روما" ۵، ۴۸۵؛ ہیومان
وپختشٹائن: "سفرنامہ ایشیائے کوچک و سوریہ شمالی": Humann & Puchstein Reisen in
Kleinasien & Nordsyrien برلن ۱۸۹۱ء۔ اس کتاب میں نمرود داغ کے عمارت کی تصویر اور
بیان دیا ہوا ہے، لیکن اس سے پہلے ہی حمدی بک نے اسے شایع کر دیا تھا۔ رائناش: "خاندان کوماگینے"
Reimach: La Dynastic des Commagenes "جریدۂ مطالبات یونان"
Revdes. Etedes grecpues سنہ ۱۸۹۰ء جلد ۳۶۲/۳۸۰ ۔

اس خاندان کا ابو الآباد چوتھی صدی کا ایک باختری نژاد اورونت تھا، جو ایرانی صوبہ دار تھا۔
اس خاندان کے آخری بادشاہوں کے سلسلہ کو، جسے بابلوں نے غیر مکمل چھوڑ دیا تھا ("شاہان سوریہ"؛
ccviii Babelon: Rois de Syrie وغیرہ) اسے اب رائناش نے مکمل کر دیا ہے لیکن
اسمیں ابھی تقین کا پہلو نہیں پیدا ہوا)۔ دیودوروس ۳۱، ۱۹ (الف) میں کوماگینے کے جس صوبہ دار بطلیمایوس
کا تذکرہ ہے اسکا تعلق اسی خاندان سے تھا۔ اسکا بیٹا ساموساتا کا آباد کرنے والا ساموسیس تھا جسکے سکے
ابتک موجود ہیں (بابلوں: (ccviii)۔ اسکے بیٹے مہرداد کالی نی کوس نے انطاکوس ہشتم گریپوس
کی بیٹی لاؤدیس کے ساتھ شادی کی جسکے بیٹے انطاکوس اوّل نے ملک پر سنہ ۹۹ ق م سے پہلے سے
کم سے کم سنہ ۳۶ ق م تک حکومت کی، اور یہی وہ بادشاہ ہے جسنے نمرود داغ کی شاندار عمارت بنائی۔
کوماگینے کے باقیماندہ فرمانرواؤں کا بیان بابلوں: "شاہان سوریہ" میں دیا ہوا ہے اور انھوں نے آخرکار
کلیکیہ اور لیکاؤنیہ کے حصوں پر حکومت کی۔ سنہ ۷۲ ق م میں ویسپازیان نے اس سلطنت کا خاتمہ کر دیا اور
آخری فرمانروا کا بیٹا ایتھنز چلا گیا جہاں وہ آرخن اپونیموس بن گیا۔ ایتھنز کے میوزخانے کی ویران عمارت
(جسکے کتبے ابھی تک موجود ہیں) اسی کا مقبرہ ہے۔ واضح ہو کہ اسکے جد امجد اورونت کو بھی ایتھنز کی شہریت

باب ۴۷

بہت ہی مفید تھی۔ اسمیں شبہ نہیں کہ ایشیائیوں کو بڑی بڑی رقمیں محاصل میں دینی پڑتی تھیں۔ پومپی نے رومن خزانے میں ۲۰ کروڑ سسٹرسیس (یعنی تقریباً ۲۶ کروڑ روپیہ) کا اضافہ کیا؛ اسکی فوج کو ۱۶ اسو تالنت (یعنی تقریباً ۵ کروڑ روپیہ) ملا؛ اور جو فاتحانہ جلوس پومپی کا ۲۸ ور ۲۹ ستمبر سنہ ۶۱ ق م کو نکلا وہ نہایت تابناک تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ حاصل تھی (مجموعہ نوشتجات ایلکا C. I. A. ۲، ۱، ۱۰۸) رائنالشن یہاں نہایت دلکش انداز سے کہتا ہے "قدیم ایرانی خاندان اپنے باختراوفی حوصلوں اور تلوّن کے تھپیڑوں سے کبھی سواحل بحیرۂ ایجئین اگرتا اور کبھی قلعہ جات کوہ طاروس جا پڑتا اور آخر کار وہ پالاکس ایتھنے کے مقدس چٹان کی ایک چوٹی پر آکر ٹھہر گیا۔ یہاں یہ بادشاہ آرام کر رہا ہے اور اسکی یاد ان سب فرمانرواؤں سے کہیں زیادہ ہے جنھیں خود اسکے تختہ ہائے شاہی پر انکی موت نے آگھیرا تھا، اسلئے کہ اسوقت تک جبتک خوبصورتی کے مسلک کا اتباع ہوتا رہیگا اور اسکے پیرو زیارت کے لئے یونان جاتے رہینگے اسوقت تک اکروپولس کی روشنی سے باختری اور ونت کا روضہ برابر منور ہوتا رہیگا"۔ اس فلوپاپوس سے اس کشش کا نہایت عمدہ ثبوت ملتا ہے جو شرقیوں کو یونان کھینچ لاتی تھی۔ واضح ہو کہ فلوپاپوس ایک رومن کانسل اور "برادران اروال" میں سے تھا (جنکے سپرد دیا دیا کے پوجا کا کام تفویض تھا)

سنہ ۳۲۲ ق م سے سنہ ۳۱ ق م تک یوروپی یونان کے حالات کے لئے میں ہرٹزبرگ ۱، ۳۸۶ وغیرہ کا حوالہ دونگا اور یہاں صرف چند امور بیان کرنے پر اکتفا کرونگا۔ رہنرن پرہی پولناس کے مار دہماڈ خیرونیہ میں؛ پلوٹارک : Cim: ۱، ۲۔ مقدونیہ کے پراپروپرتیور کالپرنیوس پیزو (سنہ ۵۷ ق م) کو سسرو اپنی تقریر پیزو میں ویریز ثانی بتاتا ہے جسنے دولابیلا کے ماتحتی میں سنہ ۷۹ ق م میں ایشیا کا اور اسکے بعد پروپرتیور کی حیثیت سے سسلی کا ستیاناس کیا۔

رومن رعوڈز میں بلاغت سیکھتے ہیں۔ اریوبارزان اول و سوم ایتھنز کی تزئین کرتے ہیں (ہرٹزبرگ ۱، ۴۳۶) پومپی ایتھنز کو ۵۰ تالنت شہر کے تزئین کے لئے دیتا ہے۔ پومپونیوس ایٹکوس ایتھنز کو فائدے پہونچاتا ہے اور سسرو کی طرح ایلیوسِس کے رازوں میں شریک کر لیا جاتا ہے۔ سسرو ایتھنز میں چھ مہینے رہتا ہے اور ہورِیس و ورجل بھی ایتھنز آتے ہیں۔ ایتھنز میں اریوپاگوس کے اقتدار میں وسعت خاص طور پر قابل لحاظ ہے اور اب کوتوالی، عدالت، تعلیمات اور مذہب پر اسکا اثر ہے (ہرٹزبرگ ۱، ۴۴۸)۔ معلوم ہوتا ہے کہ استحفاظ کی خاطر روما نے اس مجلس کے اقتدار میں اضافہ کیا ہو تاہم دیکھتے ہیں کہ ایتھنز روز بروز تمدن کا مرکز، اور مدینۃ الحکمت سمجھا جاتا ہے

باب بست و ہشتم

پومپی، قیصر، کراسوس

فارسالوس

قیصر مصر میں

فلپی

انتونی و کلیوپاترہ

مصر کی سیاسی حیثیت

سنہ ۶۳ ق م تا سنہ ۳۰ ق م

ہمارے قصے کا باقی بیان کرنے میں زیادہ وقت درکار

نہیں ہوگا[1] لیکن پومپی نے تو ایشیائی معاملات کو اپنے خیال اور خوشی کے مطابق طے کر دیا تھا، لیکن اس بندوبست کو قانونی جامہ پہنانے کے لئے اسکی ضرورت تھی کہ اسکی توثیق مجلس سینات میں کر دیجائے، اور یہ مجلس اس توثیق سے برابر گریز کرتی رہی چنانچہ اس فاتح نے عمومی رہبر قیصر اور دولتمند کراسوس سے اتحاد عمل کر کے اپنے مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس طرز کار کی وجہ سے پومپی نے اپنے خطرناک ترین مدمقابل قیصر کو (جو اس سے کہیں زیادہ ہوشیار اور کہیں زیادہ چالاک تھا) آگے بڑھنے میں مدد دی۔ قیصر نے آہستہ آہستہ تمام غالیہ فتح کر لیا، اور اسی ملک میں، جو روما سے کچھ ایسا دور نہیں تھا، ایک نفیس لشکر کھڑا کر دیا جو محض اسکی ذات سے وابستہ تھا۔ اسی دوران میں کراسوس کو مشرق میں حدود سوریہ پر پارتھیوں کے مقابلے میں کامیابیاں ہوئیں، لیکن ایدیسہ کے جنوب میں کارہائے کے مقام اسنے انکے ہاتھوں شکست کھائی اور اسکے بعد جب وہ ایک جھگڑے کے طے کرنے کے لئے (جو بلاشبہ پارتھیوں نے خاص طور پر پیدا کیا تھا) پارتھی سپہ سالار سورینا سے گفتگو کر رہا تھا تو اسے وہیں ملک عدم پہنچا دیا گیا (سنہ ۵۳ ق م)۔ جب تکسیفون میں شاہ پارتھیا کے سامنے یوری پدیس کے ناٹک باکھائے کا کھیل ہو رہا تھا تو اگاوے بجائے پنتھیوس کے کراسوس کا سر لئے ہوئے یونانی حاضرین کے سامنے نمودار ہوا اور اسکے دیکھتے ہی فتح و نصرت کے اس خونی ثبوت کو دیکھ کر داد و واہ اور مرحبا کے شور سے تماشہ گاہ گونج اٹھا۔ سنہ ۵۱ ق م میں فاتح خود سوریہ میں تو داخل ہوئے لیکن کایوس کاسیوس نے نہایت دانشمندانہ طور پر دشمن کی مدافعت کی۔ اب پومپی اور قیصر تنہا ایک دوسرے کے روبرو تھے۔ پومپی از سر نو اس فریق یعنی اعیانیوں سے جا ملا تھا جسکے ساتھ اسنے اپنی زندگی کے

باب ۵۴

---

[1] خانہ جنگی سے جس عہد کی ابتدا ہوتی ہے اس کے لئے علاوہ مستند تاریخ ہائے روما کے متعلقہ ذیل کتابوں کا مطالعہ سودمند ہوگا:- یوڈائخ: "قیصر مشرق میں" Judeich: Cæsar in Orient لائپزگ، ۱۸۸۵ء، خصوصاً گارڈتھاوزن: "آگستوس اور اس کا عہد" Gardthausen: Augustus und seine Zeit ۱، ۱ و ۲، ۲ لائپزگ ۱۸۹۱ء۔

باب ۲۵ ابتدائی ایام بسر کئے تھے، اور قیصر کا مقصد بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ عمومی سردار کی جگہ تمام مملکت کا سردار بن جائے۔ الغرض دونوں شخصوں کے درمیان سنہ ۴۹ ق م میں تنازع برپا ہوگیا۔ قیصر نے روما پر قبضہ کرلیا، پومپی کے پیرؤں کو ہسپانیہ میں بمقام الردہ شکست دی اور خود کو آمر مطلق بنوالیا، اسکے بعد وہ مشرق کی طرف چلا اور سنہ ۴۸ ق م میں فارسالوس کے مقام پر خود پومپی کو شکست دیدی۔ اسطرح سلطنت روما کے اس عظیم الشان بحرانی کیفیت کو فرو کرنے کے لیے مشرق کی یونانی دنیا کو ایک خاص اہمیت حاصل ہوجاتی ہے۔ اسی میں سب سے اہم مناظر پیدا ہوتے ہیں، اور اسی میں پہلے قیصر کے مخالفوں، پھر ثلاثیہ کے مخالفوں اور آخر میں قیصر کے متبنی کے مخالفوں کو میدان عمل ملجاتا ہے۔ لیکن مغرب ہی نے آخر پلڑے جھکائے۔ اور اگر یونانی اصولاً قیصر اور اوکتاویانوس کے خلاف تھے تاہم انکے حریفوں یعنی پومپی، قاتلان قیصر اور انتونی کی سفیہانہ کارروائیوں کیوجہ سے انکی معاندانہ روش کو بدلدیا۔

دیراخیوس سے پومپی امفی پولس متی لنہ، اٹالیہ (بملک پمفیلیہ)، اور قبرص ہوتا ہوا مصر پہنچا۔ مصر میں بطلیموس اولیتیس کے ۲۱ سالہ بیٹی کلیوپاترہ ہفتم اور ۱۳ سالہ بیٹا بطلیموس چہاردہم جن کا پومپی کسی زمانہ میں اتالیق رہا تھا حکمران تھے۔ اولیتیس آخری بطالسہ کی طرح ایک ظالم اور بے اصول شخص تھا جسنے رومیوں کیساتھ اور جسکے ساتھ رومیوں نے بے پرواہی کا برتاؤ کیا تو ان بھائی بہن کی آپس میں نسبت ہوگئی تھی لیکن دونوں میں جھگڑا ہوجانے کی وجہ سے بطلیموس کے ساتھیوں نے کلیوپاترہ کو ملک سے نکال دیا تھا اور شام کی سرحد پر اس سے برسر پیکار ہوگئے تھے۔ پومپی کا خیال تھا کہ جب وہ مصر پہونچے گا تو اسکے شاگرد اسے خوش آمدید کہیں گے لیکن جب اسکی کشتی پیلوزیوم کے قریب کوہ کاسیوم کے بندرگاہ میں لنگر انداز ہوئی اور اس نے بطلیموس کے پاس پیام بھیجا تو مصری وزرا پوتھی نوس و اکیلاس نے نوعمر بادشاہ کو صلاح دی کہ تمام مشکلات سے نکلنے کی بہترین تدبیر یہ ہوگی کہ پومپی کا کام تمام کردیا جائے، چنانچہ پومپی سے کنارے پر جانے کیلئے ایک کشتی میں بیٹھنے کے لئے کہا گیا اور اسکے بیٹے سیکستوس اور اسکی بیوی کے سامنے (جو جہاز پر ہی رہ گئے تھے) اسے قتل کردیا گیا۔ ادھر

باب ۲۴

قیصر پیلیسیں پونٹ ورہوڈز ہوتا ہوا اسکندریہ پہونچا، اور جب اسے پومپی کا سر دکھایا گیا تو (کنتے سی فولن کے واقعہ کے بالکل برعکس) اسپر اسکا بیحد اثر پڑا۔ مصریوں کو امید تھی کہ وہ ملک سے فوراً چلا جائے گا، لیکن دو چیزوں نے اسے مصر چھوڑنے سے باز رکھا، ایک تو روپیہ جمع کرنے کی خواہش اور دوسرے کلیوپاترہ کا دلفریب حسن، اور چونکہ اسکے پاس بہت کم فوج تھی اسلئے مصری وزرا نے بھی اسکے قیام کو مناسب ہی سمجھا تاکہ وہ آسانی سے اسکا کام بھی تمام کردیں۔ انھوں نے اسکندریہ کے باشندوں اور رومن حرس سے (جو ۵۵ ق م سے وہاں مقیم تھا) بغاوت کرادی، اور بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ ثلاثیہ کے تیسرے رکن کا خاتمہ بھی مشرق ہی میں ہوجائے گا۔ ایک مرتبہ تو اسے ایک ڈوبتے ہوئے جہاز میں سے کنارے تک تیرنا پڑا، اور اسے شہر کے ایک چھوٹے حصے پر قابو رکھنے اور سمندر سے اسکے رسل و رسائل جاری رکھنے میں بڑی مشکل پڑی۔ اسمیں شبہ نہیں کہ جس بغاوت کا اسے سامنا کرنا پڑا تھا اسے رومن سپاہیوں کی مستعدی سے بڑی مدد ملی تھی۔

بہر حال، اسکی اسی وقت گلو خلاصی ہوئی جب مہرداد اعظم کا بیٹا مہرداد ایک فوج لیکر مصر پہونچا اور پیلوزیم پر قبضہ کرکے دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر ہوکر آگے بڑھا۔ اب قیصر نے اپنے لشکر کو جہازوں پر سوار ہونے کا حکم دیا، وہ فاروس کا دور کرکے اسکندریہ کے مغرب میں اترا اور ماریوتی جھیل کا چکر لگا کر مہرداد سے مل گیا۔ آخر کار متحدہ افواج نے مصریوں کو شکست دیدی اور لڑائی میں خود شاہ بطلیموس ڈوب کر مرگیا۔ اب قیصر نے تمام اسکندریہ پر قبضہ کرکے مصر کو زیر کرلیا حکومت مصر کلیوپاترہ اور اسکے دوسرے بھائی بطلیموس کے سپرد کرنے کے بعد اسنے شام کا رخ کیا، جہاں اسنے انطاکیہ، بطلیمائس، کبالہ، لاؤدیکیہ بہ ساحل بحر اور روسوس کو انکی وفاداری کا انعام دیا اور رومن حرس و محاصل سے یہودیوں کو جو آزادی حاصل تھی اسکی توثیق کی۔ اسکے بعد اسنے ایشیائے کوچک جاکر مہرداد اعظم کے بیٹے اور قاتل فارناکیس کو زیلا کے مقام پر شکست دی (واضح ہو کہ یہی وہ لڑائی تھی جسکے بعد اسنے مجلس سینات کو وہ مشہور تین لفظ "میں آیا، میں نے دیکھا، میں نے مغلوب کیا،" لکھ کر بھیجے تھے) فارناکیس کو خود اسکے ہی صوبہ دار اساندر نے

بوسفوروس میں جان سے مار ڈالا۔ اب قیصر نے ایشیائے کوچک کی تنظیم میں چند تبدیلیاں کیں، اور قبرص کو، جسے رومن حمایت میں آزادی حاصل تھی، دو بطالسہ کے حوالہ کرنے سے دیار مشرق میں انتونی کے غیر رومیانہ طرز عمل کی گویا ابتدا کر دی۔

یہاں ہم خانہ جنگی اور قیصر کے کامیابیوں کا ذکر نہیں کر سکتے اور تھاپسوس و منڈا کا بھی اس موجودہ تاریخ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہاں ہم ان تدابیر پر بھی بحث نہیں کرینگے جو سلطنت روما کے تنظیم کے لئے اسکے دماغ میں تھیں اور جنمیں سے بعض کو وہ پورا کر سکا اور بعض کو نہیں، اگر ان تدبیروں سے وہ سلطنت کا شخصی حکمران بن جاتا، جیسا بعض کا ایک حد تک صحیح خیال ہے، تو اسمیں شبہ نہیں کہ اس دستور کو اتنا استقلال نصیب نہ ہوتا جیسا اسکے بھتیجے کے سیاسی نظم سے روما کو میسر ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ عدیدیت کو (جو بالکل ناکارہ ہو گئی تھی) زیر کرنے کی تو بیحد ضرورت تھی لیکن ساتھ ہی بے میل مطلق العنانی اسکی جگہ کو پر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کم از کم اسمیں تو شک کی گنجائش نہیں کہ قیصر کی مجلس سینات کو (جو اسوقت تک صاحب اقتدار رہ چکی تھی) محض مجلس شوریٰ بنا کر ذلیل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں اس دوراندیشانہ تدبر کا مادہ نہیں تھا جو بعض مصنف اسکے ساتھ منسوب کرتے ہیں، اور اگر ہم اس واقعے کو ان خیالات کے ساتھ ملائیں جو اس زمانے میں عام تھے تو پھر ہم اس کے قتل کی ماہیت اور اہمیت کو اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں یعنی اسوقت جب یہ خودسرا ایک دوسرے سکندر کے مانند سلطنت پارتھیا کو فتح کرنے کی فکر میں تھا، اسکے دشمنوں نے یونانی انداز سے اسکا خاتمہ کر دیا[1]۔

---

[1] کاسیوم کا محل وقوع: بیڈیکر: "مصر" Bæd.: Aegypten ۱، ۴۵۲۔

گبالہ؛ ہیڈ، ۶۵۹؛ بیڈیکر: "فلسطین" ۲۸۶۔

قیصر بطلیموسی شہزادوں کے حوالہ قبرص کر دیتا ہے؛ دیون کاسیوس ۴۲، ۳۵۔ مجھے اس کا علم نہیں کہ آیا موم سن اس واقعہ کو اپنی کسی کتاب میں بیان کیا ہو۔

قیصر۔ موم سن نے قیصر کی ایک نہایت تابناک تصویر کھینچی ہے اور اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ قیصر کا مقصد اعلیٰ یہ تھا کہ اپنے قعر ذلت میں گرے ہوئے ملک اور اس سے بھی زیادہ ذلیل ہمسایہ

وہ جنگیں جو قیصر کے قتل کے بعد برپا ہوئیں اور برابر آخری بندوبست سلطنت تک جاری رہیں وہ زیادہ تر مشرقی ممالک اور دنیائے یونان میں لڑی گئیں۔ قیصر کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ — یعنی یونانی قوم کے سیاسی، فوجی، ذہنی اور اخلاقی نشاۃ ثانیہ کو فروغ پہونچائے" (تاریخ روما" ۴، ۱۳۱۵)۔ پھر صفحہ ۵۵۲ پر وہ کہتا ہے کہ "جس بے خطا قابلیت کے ساتھ اسنے رومن مملکت کو ایک نئے قالب میں ڈھالا اسی سے اُس نے یونانی قوم کے احیاء کا ذمہ لیا اور سکندر اعظم نے جس کام کی ابتدا کی تھی اُسے از سر نو شروع کر دیا"۔ اگر یہ سب درست ہے تو پھر قیصر کی شخصیت تاریخ یونان میں بھی ایک نمایاں شخصیت بن جائے گی لیکن میرے پاس اسکا کوئی ثبوت موجود نہیں کہ یہ اسکے اعلیٰ وارفع مقاصد تھے اور اسکے کارناموں کے ایسے درخشاں نتیجے نکلے اور جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ موم سن کی کتاب کے گیارھویں باب کا وہ حصہ جس میں قیصر کا کردار بتایا گیا ہے اب جرمانی مدارس کے کتب نصاب میں داخل ہو گیا ہے تو پھر میں پہلے سے بھی زیادہ اپنے خیال کا اعادہ کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ میرے نزدیک موم سن نے اپنی رائے کا ثبوت نہیں دیا اور اسکی ضرورت ہے کہ ہم اس عدم ثبوت کا پوری طور پر اندازہ کرلیں۔ موم سن نے قیصر پر جو حکم لگایا ہے اس سے بعض دیگر مورخین نے بھی اختلاف کیا ہے، لیکن میرا خیال ہے کہ اگر موم سن کے صغرٰے کبرٰے (یعنی قیصر کے انفرادی کارناموں) کو پیش کیا جائے اور پھر یہ ثابت کر دیا جائے کہ ان سے وہ نتیجے نہیں نکل سکتے جو موم سن نے نکالے ہیں، تو پھر ہم اس قصے کو اپنے اصلی رنگ میں دیکھ سکیں گے اور اس زمانے کے رومنوں اور یونانیوں کے متعلق ایک صحیح تر رائے قائم کرسکیں گے اور اس رائے پر زور دے سکیں گے کہ قیصر نے جس سیاسی دستور کا نفاذ کرنا چاہا اسکے وہ مستحق نہیں تھے۔ موم سن کے بیان میں پہلا نمبر بلدی کی توالی کے تنظیم کا ہے۔ یہاں بلاشبہ قیصر کی اصلاح سودمند ثابت ہوئی۔ اسکے بعد موم سن اس خراب معاشی حالت کو تفصیل سے بیان کرتا ہے جس سے قیصر اٹلی آنے پر دوچار ہوا (ص ۵۷۹/۵۹۱)۔ وہ کہتا ہے کہ "اس مرض کی بنیاد ناقابل علاج تھی اور جو کچھ ادویہ اسکے لئے استعمال کیجاتی تھیں انکا منبع و ماخذ خود عوام ہو سکتے تھے یا مرور ایام کے اثرات۔ واقعہ یہ ہے کہ ہوشیار سے ہوشیار طبیب کی طرح سے عقیل حکومت بھی خون فاسد کو خون صالح میں تبدیل نہیں کرسکتی یا اس سے زیادہ نہیں کرسکتی کہ ان نقائص کا انسداد کرے جو فطرت کے شفا بخش قوتوں کو روکتے ہیں"۔ اسمیں شبہ نہیں کہ قیصر نے اپنے اصلاحات کو عمل کا جامہ پہنایا اور ان تمام حدود کے ساتھ جو موم سن نے شمار کئے ہیں اسے بہت کچھ کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ روما اور اٹلی کے بعد صوبوں کی باری آئی۔ یہاں موم سن کہتا ہے کہ قیصر سے

باب ۲۵ تاملوں کا، اور پھر انتونی کا دارومدار مشرق پر، اور سکستوس پومپی کا دارومدار یونانی سسلی پر ہے۔ قیصر کا ارادہ تھا کہ بروتوس کو مقدونیہ کا اور کاسیوس کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ پہلے روما میں عام خیال پھیلا ہوا تھا کہ صوبے رومن قوم کی گویا جاگیریں ہیں، لیکن قیصر نے اس خیال کا ازالہ کر دیا" (ص ۵۰۴)۔ یہ رائے موم سن کی اس رائے سے مختلف ہے، جسکا اسنے دوسری جگہ اظہار کیا ہے۔ ہم باب ۱۹، حاشیہ ۵ میں دیکھ چکے ہیں کہ نہ صرف اپنی "تاریخ روما" میں بلکہ رومن قانون عامّہ پر اسنے جو کتاب لکھی ہے اسمیں بھی یہی رائے ظاہر کی ہے کہ "جاگیر" کا نظریہ کایوس گراکھوس سے کایوس تک تسلیم کیا جاتا تھا۔ اب میں اسے مطلق باور نہیں کرتا (باب ۱۹ حاشیہ ۵) کہ اس نظریہ کی ابتدا کایوس گراکھوس سے ہوئی تھی، یا یہ کہ قیصر نے اس خیال کا ازالہ کر دیا تھا، لیکن ظاہر ہے کہ موم سن خود یہ نہیں کہہ سکتا تھا، ورنہ پھر یہ نظریہ کایوس کے زمانے میں دوبارہ کیسے نکل سکتا تھا۔ یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ قیصر کے ارادوں کے برعکس امپراطوریہ کے عہد میں یہ خیال از سر نو رائج ہو گیا، لیکن اسکا کیا ثبوت ہے کہ قیصر نے اس خیال کا ازالہ کر دیا تھا۔ اپنے قول کے ثبوت میں موم سن صرف یہ واقعہ پیش کرتا ہے کہ قیصر نے اطالویوں کو صوبوں میں لیجا کر آباد کر دیا تھا، اور سوال یہ ہے کہ اس سے صوبوں کے حالات میں بہتری پیدا ہوئی یا اس سے انکی مرفہ الحالی میں کمی ہوئی۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ موم سن قرطاجنہ کی آبادکاری کو خاص طور پر اپنے خیال کے ثبوت میں پیش کرتا ہے (۵۱۱، ۵۱۳) اور کہتا ہے، (ص ۵) کہ یہاں قیصر کایوس گراکھوس کے اصول پر کاربند ہوا، لیکن ہم دیکھ چکے ہیں کہ خود موم سن ("تاریخ روما" ۲، ۱۱۱ (۱۲۰) ج) کے قول کے مطابق جب کایوس گراکھوس نے افریقہ میں رومن نوآبادی کی بنیاد ڈالی تو اسنے یہ نیا نظریہ پیش کیا کہ ماتحت علاقوں کی اراضی مملکت کی "خانگی ملک" ہے۔ یہی تو پرانی "جاگیر" کا نظریہ ہے اور اسمیں وہی طلب زر ہی تو مضمر ہے۔ جب قیصر اسی کا اعادہ کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اسنے یہ سب سلطنتی پہلو کو لئے ہوئے کیا، لیکن ہمارے نزدیک یہ قرین قیاس نہیں۔ صرف یہی بات اوپر کے واقعات سے عیاں ہے کہ قیصر نے صوبوں کے ساتھ بعینہٖ وہی سلوک کیا جو کایوس گراکھوس نے کیا تھا اور اس نے کسی نسبتہً کم لطف و کرم کے خیال کا ازالہ نہیں کیا۔ موم سن اسکے بعد سلطنت روما کے عام قانونی اصلاحات پر بحث کرتا ہے اور دکھاتا ہے کہ قیصر نے اس شعبہ میں بھی کچھ نہ کچھ اصلاحات کئے۔ لیکن یہاں بھی جو کچھ ہوا اسکے

باب ۲۸ سوریہ کا صوبہ دار مقرر کیا جائے، اور اب اس کے انتقال کے بعد یہ دونوں ایتھنز گئے جہاں ہارمودیوس و ارسطوگی تون کے مجسموں کے قریب ان کے بت نصب

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اعتبار سے قیصر کی ذرا مبالغہ آمیز مدح سرائی کی گئی ہے اسلئے کہ موم سن "ایک جدید ضابطے کے خاکے" کو قیصر کی طرف منسوب کر کے اور اسے مختلف امور کو طے کرنے کے لئے ضروری قرار دیکر اسکی ذرا مبالغہ آمیز مدح سرائی کرتا ہے۔ لیکن اول تو قیصر کا ارادہ کبھی پورا نہیں ہوا، اور "ضروری" اصطلاحات کبھی منظور نہیں ہوئے اور دوسرے اسکا قابل تعریف پہلو صرف موم سن کا خیال ہی خیال ہے اسلئے کہ وہ خود کہتا ہے کہ "چونکہ قیصر کا یہی ارادہ ہوگا اسلئے ضرور اسکا یہ ارادہ تھا"۔ بدقسمتی سے لوگ اپنے ارادے کو عمل میں لانے سے مجبوراً باز رہتے ہیں، لیکن ہم کسی شخص کی طرف صرف وہی امور تو منسوب کر سکتے ہیں جو یا تو پورے ہو گئے ہوں یا ازکم ازکم جنکا ارادہ ظاہر کیا گیا ہو، اور محض یہ کہہ کر کہ "فلاں بات ضرور فلاں شخص کا ارادہ ہوگا" اس شخص کے ساتھ واقعتاً اس ارادے کو منسوب کرنا تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ آخر میں موم سن کہتا ہے کہ سکہ سازی میں جن اصلاحات کی "ابتدا کی جا چکی تھی" قیصر نے انہیں جاری رکھا، اور جنتری میں بھی اصلاح کی۔ ان سب باتوں کو مدنظر رکھ کر موم سن اپنی اس رائے کا اظہار کرتا ہے کہ قیصر نے ایک "ایسا ایوان تعمیر کیا جسمیں کسی قسم کی خامی نظر نہیں آتی" اور جسکا "ہر ایک پتھر قیصر کے غیر فانی بنانے کے لئے بالکل کافی ہے"۔ لیکن ہماری دانست میں دوسروں کے خیالات پر عمل کر کے (جیسے سکوں کی اصلاح کا مسئلہ تھا) کوئی شخص غیر فانی نہیں بن سکتا اور "ہر پتھر" ہمارے نزدیک اس انعام کے لئے "کافی" نہیں تھا۔ الغرض چونکہ قیصر نے صوبوں کے ساتھ تقریباً ویسا ہی سلوک کیا جیسا اسکے پیشرو کرتے آئے تھے، اور چونکہ اس کے طرز کار کی ماہیت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا، اور چونکہ اٹلی میں اسنے صرف باد مخالف کو روک دینے پر اکتفا کیا، اس لئے ہمارے نزدیک اسکا کام صرف کوتوالی، بلدی، تسکیکی اور تقویمی اصلاحات تک محدود تھا۔ ہم خود کہتے ہیں کہ یہ سب نہایت کار آمد اصلاحات تھیں، لیکن محض انسے وہ اس قصیدہ خوانی کا مستحق نہیں بنتا جسکی اسپر بارش کیجاتی ہے۔ اب میں ایک اہم معاملے کی طرف ناظرین کرام کی توجہ مبذول کرونگا جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ یہ سب تعریف و توصیف قطعاً نامناسب ہے۔ سوال یہ ہے کہ قیصر سلطنت روما کے لئے کس قسم کا دستور بنانا چاہتا تھا؟ موم سن کہتا ہے (صفحہ ۴۵/۱۵۴) کہ وہ قدیم بادشاہوں کی طرح واحد حاکم اعلیٰ بننا چاہتا تھا، جسکے یہ معنے ہوئے کہ اسکی آرزو آمر مطلق بننے کی تھی۔ بلاشبہ وہ قانون سازی کے اختیارات میں عموم کو بھی شریک کار

باب ۸۲

پہنچے گئے؛ وہاں سے انھوں نے مشرق کی راہ لی جہاں وولاجیزا کو شام میں شکست دیکر لاؤدیکیہ اور طارسوس کو ویران کیا۔ اسکے بعد کاسیوس ایشیائے کوچک میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ بنانے کا خواہشمند تھا لیکن خود موم سن کہتا ہے کہ یہ عمومی اقتدار ایک ایسے سائے کے مماثل تھا جس کی اصل نہ ہو" اور ایسا سمی مقتدر اعلیٰ" تھا جس کے ساتھ ہر قسم کی حکومت" آسانی کے ساتھ مفاہمت کر سکتی ہو"۔ قیصر کی مرضی یہ تھی کہ مجلس سینات کی نوعیت محض صلاح کار کی رہجائے لیکن یہ خاکسارانہ حصہ بھی کسی مادی بنیاد پر قائم نہیں تھا، چنانچہ "بعض مرتبہ مجلس سینات میں ایسی تجویزیں بھی منظور ہو جاتی تھیں جنکا کسی موجودہ سیناتی کو خیال تک نہیں ہوتا تھا (موم سن)

اس دستور کا گویا ماحصل یہ تھا کہ روما پر مطلق العنانی کے صاف اور صریح اصول پر حکومت کیجائے اور سیاسی مجالس سے مضحکانہ انداز سے ہو لی جائے کیا یہی وہ حکمت عملی تھی جسکے ذریعہ سے ان لوگوں کو نیا جنم دیا جانے والا تھا جو اخلاقی اعتبار سے قیصر سے کسی طرح کمتر نہیں تھے؟ کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ کوئی قابل شخص ان لوگوں کے ساتھ جنپر وہ اپنے لطف و کرم کی بوچھار کرے انہیں اپنے سے کمتر درجہ کا سمجھنے میں حق بجانب ہے، اور کیا اسکی اصلاحات خوددار انسانوں کی واقعی اخلاقی اصلاح کے لئے کافی ہو سکتی ہیں؟ خود موم سن کی یہ رائے ہے (۲، ۱۰۹) کہ کسی ملک کیلئے مطلق العنانی ایک بڑی بھاری مصیبت کے مترادف ہے"، لیکن موم سن یہ بھی کہتا ہے کہ یہ مصیبت اتنی بڑی نہیں جتنی کہ کسی عدیدیت کی مطلق العنان حکومت" جس سے ہم یہ استنتاج کر سکتے ہیں کہ اسکے نزدیک قیصر کا وجود مملکت کے لئے ایک بڑی مصیبت تھا" لیکن اس مصیبت کا درجہ ذرا کم تھا۔ مطلق العنانی عدیدیت میں حکام میں سے ایک حاکم دوسروں پر قابو حاصل کر سکتا ہے (جیسا فرصیلیہ میں ہوا) لیکن اگر حاکم ایک ہی ہو اور وہ ہی اپنی عقل کھو بیٹھے تو پھر مشکلات سے نکلنا نہایت ہی دشوار ہو جائے گا۔ اس قسم کا دستور رہنا ناویسا ہی ہوگا جیسا ملک الشیاطین کا چھوٹے چھوٹے عفریتوں کو نکال باہر کرنا، اور یہ کارروائی نہایت سودمند ہو لیکن اس سے ملک الشیاطین کی نیکی کا ثبوت ہرگز نہیں ملتا۔ موم سن کہتا ہے کہ قیصر کے معبود بننے کے خواہش سے اسکے قول اور فعل دونوں میں اعلیٰ درجہ کا استقلال پایا جاتا ہے اور اسی سے ہم اسکے ذہنی زاویہ نگاہ کا پتا چلا سکتے ہیں۔ میری یہ رائے ہرگز نہیں ہے کہ قیصر کی یہ خواہش کو اسکے دوسرے افعال کا لازمی نتیجہ کہا جاسکتا ہے، بلکہ میرے نزدیک اس قسم کے ارادے سے اسکی (اور اس کے پیشرو سکندر کی) سخت بے ربطی ظاہر ہوتی ہے (دیکھو جلد ۳، باب ۲۵، حاشیہ ۴۹) لیکن اگر (موم سن کے قول کے

باب ۲۸ میں بڑھ گیا اور رھوڈز کو تاراج کیا۔ بروٹس بھی ایشیا گیا لیکن وہاں لکیہ کے پہاڑ باشندوں کو زیر کرنے میں اتنا وقت لگا دیا کہ اسکی وجہ سے اس صوبے والے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مطابق) اس قسم کے دعوے سے قیصر کے استقلال کا اظہار ہوتا ہے تو یہ استقلال خلل دماغ پر مبنی تھا۔ اس قسم کا استقلال آخری شہنشاہوں کے ساتھ بھی منسوب کیا جاتا ہے، اور اگر قیصر کو بھی یہی مرض تھا تو پھر ہمارے نزدیک لانگے کا نظریہ جو اسنے "قدیمیات روما" Lange:Rœm-Alt ۳، ۲۰۵ میں پیش کیا ہے یعنی یہ کہ آخری زمانے میں قیصر کا دماغ خراب ہو گیا تھا، بالکل درست ہوگا۔ اگر اس طرح کے شخص کے ساتھ رومنوں اور یونانیوں کے "سیاسی، فوجی، ذہنی اور اخلاقی احیاء" کے مقصد اعلیٰ کو منسوب کیا جاتا ہے تو اول تو قیصر کے انفرادی کارناموں سے اس مقصد کا ثبوت ہی نہیں ملتا، اور دوسرے کم سے کم اسکے دعوئے الوہیت کا تو اس سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ یونان و روما کے معبودوں کی طرف علی العموم احیاء صفات انسانی کا کام منسوب نہیں کیا جاتا تھا، اور خود سکندر بھی محض اسلئے معبود نہیں بنا کہ اسے اس طرح کسی خاص انسان کے بہتر بنانے کی خواہش تھی۔ صرف ایک بات قیصر کے بابت صاف ظاہر ہے، وہ یہ کہ وہ اپنے آپکو رومنوں اور انکی سلطنت کا بلا شرکت غیرے مالک بنانا چاہتا تھا، اور چونکہ موجودہ جمہوریت کے قطعی ضرر رسانی کی وجہ سے یہ تبدیلی سلطنت کے لئے بالواسطہ سودمند ہوتی اسلئے اسنے ایک طرح پر سلطنت کے فوجی اور سیاسی احیاء کی طرف قدم اٹھایا؛ لیکن ہمیں اسکا مطلق علم نہیں کہ اس احیاء کا (خود قیصر کے ذہن میں) لوگوں کے ذہنی اور اخلاقی کیفیات پر کسطرح مفید اثر پڑ سکتا تھا۔ یہاں ہم ایک دوسری بات بھی کہیں گے۔ اقوام کے ذہنی اور اخلاقی بہتری بڑے بڑے مقننوں (مثلاً سولون) کا مطمع نظر رہی ہے لیکن قیصر اور سولون کے مابین بڑا بھاری بُعد تھا اسلئے کہ اسمیں ایک چیز کی کمی تھی یعنی ایک سولون بننے کیلئے جس اخلاقی خوبی کی ضرورت ہے وہ اسمیں کافی مقدار میں موجود نہ تھی۔ ہمارے اس قول کے ثبوت میں کسی دلیل کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس مسئلے پر موم سن صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتا ہے کہ اسنے کلیوپاترہ کے ساتھ جو ناجائز تعلق پیدا کیا وہ محض سیاسی حکمت عملی پر مبنی تھا! اگر یہ واقعہ بھی ہے تو پھر اسنے اسے روما کیوں بلایا۔ ہمارے نزدیک اس تعلق کی بنیاد اسقدر سیاسی حکمت عملی نہ تھی جتنی عیش و عشرت۔ اسنے اسکے چھوٹے بھائیوں کو ایک مختصر سی ریاست کا لکھوتا

باب ۴۸ اس مخالف اور اس سے بدظن ہوگئے۔ الغرض قیصر کے قتل کے بعد کا جوش مشرق میں برابر گھٹ رہا تھا، اسکا سیاسی واقعات پر بہت کم اثر پڑا اور آخرکار

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ دیدیا تھا، تو کیا اس سے قبرصیوں کے اخلاق کی درستی مقصود تھی؟ موم سن کہتا ہے کہ قیصر طبعاً ملنسار اور خشک مزاج تھا، اور ہم اس سے اس بارے میں متفق ہیں؛ لیکن ان صفات کا شخص کبھی کسی قوم کو ذہنی اور اخلاقی اعتبار سے کسی قوم کو منقلب کرنے کا اہل نہیں ہوتا، اور اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ اگر انقلاب ممکن بھی ہے تو اس کے ذریعے سے وہ عمل میں نہیں آ سکتا، بلکہ اسکے لئے جن صفات کی ضرورت ہے وہ جوش اور مطلمحیت ہیں۔ موم سن قیصر کا مقابلہ فارقلیس وگراکوس سے کرتا ہے، لیکن ان دونوں میں کسی طرح خشک مزاجی نہیں تھی۔ ہمارے نزدیک موم سن نے قیصر کی جو تصویر کھینچی ہے اسکے نفسیاتی اعتبار سے غلط ہونے کی یہی ایک دلیل کافی ہے۔ الغرض اس سے ہمارے اس حاشیہ کا مقصد پورا ہو جاتا ہے کہ قیصر کا نہ تو یہ مدعا تھا کہ یونانیوں کا احیاء کرے نہ واقعاً انکا احیا ہوا۔ اب اگر ہم منفی سے مثبت کی طرف پھریں تو دو چیزیں ایسی ہیں جنپر ہمیں غور کرنا پڑے گا، ایک تو اسکی شخصیت اور دوسرے اسکے کارنامے۔ ذاتی طور پر اسمیں جذب وکشش کا مادہ ہے۔ وہ خوش مزاج ہے اور اسمیں انسانی جذبات بھی ہیں، وہ عمل میں آزاد ہے اور جو کرتا ہے فوراً کرتا ہے، وہ تنظیم کا ماہر ہے اور میدان جنگ میں اسکی عظمت میں کلام نہیں بحیثیت ایک فرد کے وہ سکندر کے برابر ہے اور ان دونوں میں جو فرق ہے وہ یہی کہ قیصر کے اخلاق سکندر سے زیادہ پست ہیں اور اسمیں مطلمحیت کا نام نہیں۔ جب وہ اپنی شخصی نظریوں کو عمل میں لانا چاہتا تھا تو اسوقت وہ فطرت انسانی کا مطالعہ چھوڑ چکا تھا، یا کم از کم یہ کہئے کہ اسے بنی نوع انسان کے خصائص کے مطالعہ کی پروا نہیں رہی تھی؛ اگر یہ واقعہ نہ ہوتا تو پھر وہ خود اپنے ظاہری دوستوں کے ہاتھوں مارا نہ جاتا۔ اس کا تدبر ایک حد تک مفید اور کامیاب تھا اور ایک حد تک ناکام؛ سلطنت کا سکون اور اصلاحات کی ابتداء یہ دونوں کام مفید تھے؛ ناکامی اس کی اس کوشش کو ہوئی کہ ایک ایسی مطلق العنان حکومت قائم کرے جسمیں (موم سن کے قول کے مطابق ص ۴۵۳/۴۵۴) وہ آقا بنے اور اسکے ہم جلیس اسکے مددگار (جنھیں "ساتھیوں" کا رتبہ تک حاصل نہیں ہوتا) گویا اسکے غلام ہوں جو اسکی جاگیر میں کام کرتے رہیں۔ ہمیں یہاں اسکی ضرورت نہیں کہ رومن شہریوں کے لئے اس نظم میں جو جگہ باقی رہتی اسپر غور کریں۔ یہ تلخ ہی اسکے خاتمے کا باعث ہوا۔ اگسٹوس اس سے بالکل مختلف تھا۔ اسمیں دور اندیشی پائی جاتی تھی اور خود اسمیں اور دوسروں میں جن جن باتوں کی کمی تھی انسے وہ واقف تھا اور

باب ۲۸

جیت اسی کی رہی جسکے ہاتھ میں تلوار تھی چنانچہ ان مسائل کو فلپی کے میدان میں قرار ملا، جہاں جمہوری رہبروں کی حماقت اور انکے مخالفوں کی شجاعت دونوں نے ملکر معاملات سیاسی کو ہموار کر دیا (۴۲ سنہ ق م)۔ کاسیوس کے اپنے آپ کو بلاوجہ ہلاک کر دیتے کے بعد اب اعیانی گروہ کا واحد رہبر سیکس توس پومپی تھا جسنے اب سسلی میں ایک طرح کی قزاقانہ ملوکیت قائم کر لی۔ کچھ مدت تک سیکس توس کی قسمت نے اسکا ساتھ دیا اور اسکی قوت برابر ترقی کرتی رہی، تاآنکہ اسنے سامان رسد روما جاتے سے بالکل روک دیا اور اسطرح رومنوں کی ذہنیت پر براہ راست اثر ڈالا۔ چنانچہ ۳۶ سنہ ق م میں اوکتاویانوس اور انتونی دونوں کو اسکی خود مختاری کو تسلیم کرنا پڑا لیکن ۳۶ سنہ ق م میں اگریپا نے سسلی کے شہر نولوخوس کے قریب اُسے ایک بحری لڑائی میں شکست دیدی جس سے اسکی آزادی کا خاتمہ ہوگیا۔ اور وہ آخر ایشیا بھاگ گیا جہاں اسکا انتقال ہو گیا۔ سسلی ہی میں ثلاثیہ کا تیسرا فرد لیپی دوس اپنی حماقت سے اپنا اقتدار کھو بیٹھا اور اب اوکتاویانوس کا دیار مغربی میں کوئی بھی مد مقابل نہیں رہا۔

مشرق میں سیاسی صورت حال پر مدت دراز تک مارک انتونی قابو یافتہ تھا۔ یہ شخص نہایت بہادر اور نہایت تجربہ کار تھا لیکن ساتھ ہی اتنا ہی کھلنڈرا تھا جتنا پولیبور کی تیس بلکہ بے اصولے پن میں تو اس سے بھی آگے بڑھا ہوا تھا، چنانچہ پلوٹارک

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ یہ جانتا تھا کہ اس کمی سے کیسے کام لیا جائے۔ وہ اس اصول سے خوب اچھی طرح سے واقف تھا کہ ایک ایسی قوم میں خالص شخصی حکومت زیادہ دن تک نہیں چل سکتی جہاں رعایا کا تمدن حاکم کے تمدنی کیفیت کے مساوی ہے۔ چنانچہ وہ مجلس سینات کو جو عہد بدیت کی پرانی قائم مقام ہے اپنے ساتھ حکومت کے کاموں میں سہیم و شریک کرتا ہے اور اس "دوعملی" کی ابتدا کرتا ہے جو اس وقت سلطنت روما کے حالات کے عین مطابق ہے۔ قیصر نے کبھی کسی مخالف کو جان سے نہیں مارا بلکہ ہمیشہ اعیانیت کی جگہ مطلق العنان حکومت کو قائم کرنے کی کوشش کی چنانچہ اعیان ہی نے اسکا کام تمام کر دیا۔ اسکے برعکس آگستوس نے اپنے ہزاروں مخالفوں کا خون کیا۔ لیکن ساتھ ہی اعیانیوں کو حکومت سلطنت میں اپنا سہیم و شریک بنالیا اور اس چالاکی اور ظلم کے امتزاج کی وجہ سے وہ ایک بڑی عمر پاکر آرام سے فطری طور پر مرا اور اسکے بعد اسکا کام باقی رہا۔

قیصر اور یہودی قوم؛ موم سن د - ۱۰۵

ان دونوں کا ایک دوسرے سے موازنہ بھی کرتا ہے۔ اسنے اپنا اقتدار قائم رکھنے کے زرین مواقع کو ہاتھ سے نکل جانے دیا اور ایک بدنام اور اوچھی عورت کے ہاتھوں اپنے آپکو احمق بننے دیا جتنا شاید کبھی اتنے ذہنی اثر اور مستعد شخص نے نہ بننے دیا ہوگا۔ کلیوپاترہ نے سنہ ۴۱ ق م میں اُسے طارسوس میں پکڑ لیا پھر سنہ ۴۰ ق م میں جب اسمیں اور اوکتاوین میں مفاہمت ہوگئی اسوقت چند روز کے لئے اُسے چھوڑکر ازسرنو سنہ ۳۷ ق م میں عین اس وقت اسے واپس بلا لیا جب وہ پارتھیوں کے خلاف چلنے ہی والا تھا، اور اسوقت تک برابر اس کھلونے سے کھیلتی رہی جبتک اُسنے اسے توڑ نہ دیا۔ سنہ ۴۰ ق م میں نہ صرف سوریہ بلکہ لاؤدیقیہ تک ایشیائے کوچک بھی پارتھیوں کے قبضے میں چلا گیا تھا، لیکن اسکے بعد انتھنیں وین تی دیوس باسوس کے ہاتھوں شکست ملی تھی اور وہ واپس ہٹ جانا پڑا تھا۔ اب انتونی چاہتا تھا کہ انہیں پوری طور پر زیر کردے، لیکن اسنے نہایت بدسلیقگی کے ساتھ اس کام کو انجام دینا شروع کیا۔ وہ پہلے تو شمال کی طرف سے ارمنستان ہوکر اتروپاتینے آیا اور فراسپا (یعنی موجودہ تخت سلیمان، جو جھیل ارمیہ کے مشرق میں ہے) کے محاصرہ میں بہت دیر لگائی اور جب مغرب سے اسکے رسل و رسائل منقطع کردیئے گئے تو بڑے بھاری نقصانات اٹھاکر اسی پھیر کے راستے سے واپس شام کی طرف ہٹ گیا۔ اسنے بالکل جھوٹے اعلانات روما روانہ کئے جنکی بنا پر اور اوکتاویان کی تحریک پر اسے مجلس سیناٹ نے معمولی اعزاز کا مستحق قرار دیا۔ اگر اوکتاویہ کیساتھ مفاہمت کرنے کے بعد انتونی کو اوکتاویان کی یہ دلجاقی تو شاید وہ جنگ جاری رکھتا، لیکن اسنے سنہ ۳۵ ق م میں اوکتاویہ سے قطعی کنارہ کشی اختیار کرلی اور اسکندریہ میں محض فاتحانہ جلوس نکالنے پر اکتفا کیا۔ یہ فاتحانہ جلوس اس خوشی میں نکالا گیا کہ اسنے اپنے مفروضہ غیر وفادار حلیف ارتاوسدیس والئے ارمنستان کو گرفتار کرلیا تھا، اور اسکے بعد جو واقعہ سب سے عجیب و غریب ہوا وہ یہ تھا کہ "ملکہ شاہان" کے خطاب سے کلیوپاترہ کا اعلان کیا گیا اور اسکا قیصر سے جو بچہ قیصاریون تھا اسے اسکا ہم جلیس یا متولی بنایا گیا۔ اسکا انتونی سے جو لڑکا اسکندر نامی تھا اسے ارمنستان ملا اور دوسرے مصری شہزادوں کو اسی طرح سے مختلف ممالک ملے۔ آخر میں انتونی نے قطعی طور پر

اوکٹاویہ کو طلاق دیدی۔

ان ذلیل واقعات کی خبر سنکر رومنوں کے دل برداشتگی کی حد نہ رہی لیکن انتونی نے انھیں یہ امید دلا کر کہ اوکٹاویان کا خاتمہ ہونے والا ہے اور عنقریب جمہوریہ کا احیا کر دیا جائیگا۔ انھیں دوبارہ اپنی طرف کرلیا۔ ان دونوں کے مابین جنگ میں کسی قسم کا شبہ نہیں رہا تھا، اور اوکٹاویان نے ازراہ چالاکی کلیوپاترہ کے ساتھ جنگ کی ابتدا کرکے گویا پانسہ پھینک دیا۔ اسکے کہنے سے انتونی اپنے تمام عہدوں سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اسنے اپنا قیمتی وقت ساموس اور ایتھنز میں کلیوپاترہ کے ساتھ عیش وعشرت کی زندگی بسر کرنے میں صرف کردیا۔ کلیوپاترہ کے غداری سے جنگ اکتیوم (۲ ستمبر ۳۱ ق م) کی فیصلہ کن شکست اور اسمیں انتونی کا ذلیل طرز عمل یہ سب ایسے تاریخی واقعات ہیں جنکے اعادے کی اس جگہ ضرورت نہیں۔ گو اب ان دونوں میں آشتی نہیں تھی تاہم یہ اکٹھے رہے گئے، انتونی تو اپنے مقدر کا انتظار کرنے کے لئے اور کلیوپاترہ مزید غداری کے تیاری کرنے کے واسطے۔ آخر اسنے پیلوزیوم اوکٹاویان کے حوالہ کر دیا، اور یہ خیال کرکے کہ انتونی کا بہترین انجام خودکشی ہی مناسب ہے، اسنے خود اپنی وفات کی خبر پھیلادی تاکہ انتونی اپنے ہی ہاتھ سے اپنا خاتمہ کرلے۔ یہی ہوا یعنی انتونی نے خودکشی کرلی، اور اب کلیوپاترہ نے چاہا کہ جیسے اسنے انتونی کو لبھالیا تھا ویسے ہی اب اوکٹاویان کو لبھائے گی لیکن ادھیڑ عمر کی مصرانی کا جادو سرد مہر نوجوان سپہ سالار پر نہیں چلا چنانچہ اسنے خود اپنے ہاتھوں اپنی جان لے لی جو ہمارے دانست میں واحد قابل تعریف کام تھا جو اس سے کبھی سرزد ہوا ہوگا[1]

---

[1] کلیوپاترہ۔ گارٹ ہاوزن ا، ۵۳۵/۵۵۵ مع حواشی۔ وندرہ کی تصویر ہے، جسے گارٹ ہاوزن نے شایع کیا ہے (۱۰۲، ۲۲) اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی ہے کہ وہ خوبصورت نہیں تھی، لیکن سکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصویر اصل سے ذرا اچھی ہوئی ہے گو صفات اصلی ہی نمایاں ہیں۔ اسکی لمبی مصری ناک اسکی رشتہ دار کلیوپاترہ تھیا سے بالکل مختلف ہے (دیکھو اوپر، باب ۲۶) اسلئے کہ اسکی ناک اوپر کی طرف کو اٹھی ہوئی ہے بعض سکوں پر (امہوف "سکوں کی شبیہیں" Imhoof; Portrætk. ۱۵/۸) وہ اپنے

باب ۲

مصر اب ایک رومن صوبہ بن گیا لیکن اس سے اس قانونی رتبہ میں بہت ہی کم کمی واقع ہوئی۔ اور اس قسم کی کمی کی ضرورت بھی نہ تھی اس لئے کہ اس ملک میں اشام کی طرح مختلف اقوام یا ملتیں آباد نہیں تھیں اور چونکہ پہلے ہی سے مصریوں کو کسی قسم کے حقوق حاصل نہیں تھے اسلئے ظاہر ہے کہ انھیں کسی حق سے دست بردار ہونا ہی نہیں پڑا۔ یہ ملک پہلے بھی ایک بڑی زمینداری کے مماثل تھا اور آئندہ بھی اسکی یہی حیثیت رہی؛ فرق صرف اتنا تھا کہ زمیندار اب اسکندریہ نہیں رہتا تھا بلکہ اسکا مستقر روما تھا، اور دوسرا فرق یہ تھا کہ اسکا انتظام بطالسہ کے انتظام سے بہتر ہو گیا۔ یہ زمیندار ہمیشہ خود امپراطور تھا اور عامل ہمیشہ ایک رومن مبانہ ہوتا تھا۔ سینا ٹیوں کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ عاشق انتونی کے تقریباً ہم شکل نظر آتی ہے۔ ملکہ کے خطاب کا اسوقت تک اتنا اثر ہے کہ اسی سے مرعوب ہو کر امیوکر (۳، ۱۸، ۶) اسے ایک ایسی عورت بتاتا ہے جسمیں بہت سے ملوکانہ خصائص نمایاں تھے۔ لیکن یہ عیاں ہے کہ کم از کم وہ ان خصائص کو ملک پر حکومت کرنے میں کام میں نہیں لائی۔ پھر یہ بھی نہیں بتایا جاتا کہ آخر یہ خصائص تھے کونسے۔ اسکی اخلاقی برائیاں اسقدر زبان زد خاص و عام ہیں کہ انکا اعادہ اس مقام پر بے سود ہوگا۔ علاوہ ازیں وہ ظالم و سفاک بھی تھی مثلاً اسنے خود اپنے چھوٹے بھائیوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ بے وفا بھی تھی (جیسے انتونی کے ساتھ) اور انتہائی عیاری کی وجہ سے اس سے سفیہانہ افعال بھی سرزد ہو جاتے تھے، جیسے اکتیوم کے مقام پر اس کا فرار ہو جانے سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسکی زندگی نہایت ناشائستگی سے بھری ہوئی تھی اور اس معاملے میں اسنے اپنے سنہ ۲۲۰ ق م کے بعد کے پیشروؤں کی سنت ہی ادا کی لیکن اسکی موت کا واقعہ اسکے عام عادتوں سے مختلف طور پر پیش آیا۔ وہ صرف ایک ضمن میں دوسروں سے بڑھی ہوئی تھی یعنی بہروپیہ پن میں لیکن یہاں بھی اگستوس اسکا استاد تھا۔ فیرانی اپنی کتاب "سلطنت" (۴، ۷۶) اکتیوم کے مقام پر کلیوپاترہ کے طرز عمل پر بعض نہایت لطیف نفسیاتی آراء کا اظہار کرتا ہے۔ وہ یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہے (ص ۲۴۵) کہ بد کلیوپاترہ (جسے ص ۲۵۵ پر وہ خوبصورت بلا کے نام سے مخاطب کرتا ہے) اپنی اجداد کلیوپاتراؤں اور ارسی نوؤں سے ایسی زیادہ بدتر نہیں تھی۔ اس سے میری اس رائے کی توثیق ہو جاتی ہے کہ سنہ ۲۸۰ ق م سے برابر بطلیموسی عورتیں اول درجہ کی بدکار تھیں۔

مصر ایک رومن صوبہ بن جاتا ہے کہ۔ گاڈٹ ہاورن ص ۲۴۶۔ میں نے اس بات میں جو تفصیل دی ہے وہ سب اس کتاب میں ملے گی۔ اس نے جغرافیہ کا بھی غائر مطالعہ کیا ہے اور

باب ۲۸

کو کبھی مصر میں قدم رکھنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ اس تبدیلی کے بعد ملک کی مرفہ الحالی میں اضافہ ہوا، اپنے اجداد کی طرح کلیوپاترہ کے زمانے میں ملک میں اتنی بدنظمی پھیلی تھی کہ یہاں خود اپنے خرچ کیلئے بھی کافی اناج پیدا نہیں ہوتا تھا اور اسکے وزرا نے دریائے نیل کے سیلاب کو منتظم کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی تھی۔ ذہنی اعتبار سے بھی مصر کی حالت میں زیادہ تبدیلی نہیں ہوئی۔ میوزخانہ برابر قائم تھا، گو چونکہ اب تعلیم و تدریس کے مواقع بہ نسبت اسکندریہ کے روما میں زیادہ تھے اس لئے اب یہ علوم و فنون کا مرکز نہیں رہا۔ اسکے برعکس اسکندریہ میں روز بروز ایک فطری ادب نے ترقی کی اور رومن عہد میں ایک مشرکانہ یہودیانہ اور عیسویانہ فلسفے کو فروغ پہونچا۔

اس معرکے کے کچھ ہی بعد اوکٹاویان نے سلطنت روما کو وہ دستور دیا جو مدت دراز تک برابر قائم رہا۔ اس نے قیصر کے سیاسی جدت طرازیوں کے ساتھ خذ ما صفا ودع ما کدر کے اصول پر عمل کیا، اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اسنے سینات کو حکومت کے کام میں بہت وافر حصہ دیدیا لیکن ظاہر ہے کہ حکومت میں سب سے زیادہ حصہ اسکی ذات ہی کا تھا۔

اب ہم اپنی کہانی کے خاتمے پر پہونچ گئے ہیں، اور ہمارا کام صرف یہ باقی رہگیا ہے کہ جسوقت یونانی قوم بالآخر کلیۃً رومن اقتدار کے سامنے سرنگوں ہوگئی ہے اسوقت کے اسکی سیاسی حالت کو بیان کریں اور اسکی ذہنی کیفیات پر سرسری طور پر نگاہ ڈالیں۔

یادداشت متعلق باب ۲۸

اسمیں تو شبہ کی گنجائش نہیں کہ دنیائے یونان اپنی اسوقت کی حالت پر قائم

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ متعدد نقشے بھی دیئے ہیں جیسے انتونی کی مہم کے لئے تفصیل ارمیہ کا نقشہ ۱۲، ۱۵۵، خلیج امبرسیہ کا منظر ۱، ۳۶۹ اور جنگ اکتیوم کا نقشہ۔

باب ۲

نہیں رہ سکتی تھی۔ اگر اسے کچھ تھوڑی بہت مدت کے لیئے باقی رہنا تھا تو پھر اس تنظیم کے علاوہ جو آگسٹس نے قائم کی سلطنت روما کی کوئی دوسری تنظیم ناممکن العمل تھی اور فی الجملہ یہ حکم لگایا جا سکتا ہے کہ خود سلطنت کے لئے بھی بہترین تنظیم یہی تھی۔ ہم اپنے اس نتیجے کو منفصلۂ ذیل امور پر مبنی کرتے ہیں۔ (۱) یونانی شہروں کے لئے یہ ناممکن تھا کہ خواہ اپنے آپ یا مقدونوی حکمرانوں سے مل کر کسی طرح کا عام دستور سیاسی نافذ کریں، چنانچہ اگر انھیں خرابی سے بچنا ہی تھا تو اسکا علاج باہر سے یعنی روما ہی کی طرف سے ممکن تھا۔ (۲) قیصر نے جو دستور تجویز کیا تھا اس سے اس مرض کا علاج ناممکن تھا، اسلیئے کہ خود روما کے لئے وہ ناقابل قبول تھا۔ مومسن کہتا ہے (ص ۴۵۶) کہ قیصر روما کو سلطنت کے بہت سے بلدیات میں اولین رتبہ دینا چاہتا تھا یعنی اسے اسی سطح پر لے آنا چاہتا تھا جس پر پیلر، ایتھنز اور انطاکیہ تھے؛ اسکی خواہش یہ تھی کہ وہ اعیانیوں کو کالسلوں وغیرہ کے عہدے دیکر محض روما کی حکومت اسکے سپرد کردے اور ہر انفرادی عضویہ جیسے بلدیات، اقوام اور لیگوں پر اپنے "مددگار" غلاموں یا آزاد شدہ لوگوں کے ذریعہ سے قابو حاصل کرے۔ اسمیں اسنے سکندر کی نقل اتاری تھی، لیکن اسمیں کامیابی قطعی ناممکن تھی اسلیئے کہ عوام الناس نے، جو حقیقی آلۂ حکومت تھے، سکندر کے لئے تو مشکلات ہی پیدا کیں اور قیصر کے ساتھ تعامل کرنے سے قطعًا انکار کر دیا۔ سکندر مقدونیوں کا مقبول عام بادشاہ تھا، تاہم اسکے راستے میں مقدونوی اور صرف مقدونوی ہی حائل ہوئے؛ اور قیصر تو روما میں غاصب سمجھا جاتا تھا۔ قبائل کورنیلیہ، کلاؤڈیہ ولیویہ کے افراد کسی طرح سے اتنے ذلیل نہیں بن سکتے تھے کہ محض بلدیۂ روما کے عہدہ دار رہ جائیں اور ان کا کام صرف یہی باقی رہے کہ بدررؤں کی دیکھ بھال کریں، سڑکوں کو صاف رکھیں۔ اور بت خانوں کے دروازوں پر قلعی کرا دیا کریں۔ (۳) اسکے برعکس آگسٹس نے جس دستور کا نفاذ کیا وہ اپنا کام مدت دراز تک انجام دیتا رہا۔ آگسٹس کی تدابیر سے منفصلۂ ذیل نتائج مستنبط ہوتے ہیں (الف) اسنے سلطنت کے توحد کو قائم رکھا اور فوج اور عام نگرانی خود اپنے ذات سے وابستہ کر کے امن عامہ میں ممد و معاون ہوا۔ (ب) اسنے روما کو سلطنت کا ممتاز ترین شہر بنے دیا اور اسکے بڑے بڑے گھرانوں کو سلطنت کے

باب

انتظام میں سہیم و شریک بنا کر انکے سپرد صرف روما ہی نہیں کیا بلکہ عہدوں میں بھی بہت سے عزت و اقتدار کے کام انکے سپرد کر دیئے (مجلس سینات)۔ اسپر بھی وہ قانع رہتے لیکن احکام سزائے موت نے انکی آنکھیں کھول دیں۔ اسنے صرف یہی نہیں کیا کہ قیصر کے اصول کا اتباع کرکے یونانی بلدیات کو سیاسی حق عطا کرے یا انکے بڑے بڑے شہریوں کو شہنشاہ کے ماتحتی میں سلطنت کی خدمت کرنے کی اجازت دے بلکہ اسنے ایک واقعی ذی اثر مجلس سینات کی رکنیت انکے لئے کھول دی اور اسطرح انھیں بھی انتظام سلطنت میں اپنا شریک بنا لیا۔ ان تمام طریقوں سے اس نے (نمبر ۱) تمام سلطنت کو (نمبر ۲) سلطنت کے مرکزی شہر کو اور (نمبر ۳) ماتحت قلموں کو حتی الامکان مطمئن کر دیا۔ (۳) اس واقعہ سے کہ اس دستور کے نفاذ کے بعد یونانی شہری زندگی کو مزید ترقی ہوئی، یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ دستور تاریخ یونان ہی کے اصول کے مطابق تھا، بلکہ ہمارا تو یہ خیال ہے اسے گویا تاریخ یونان قدیم کا ایک نہایت مناسب منتہائے کمال کہنا چاہیئے۔

باب بست و نہم

ابتدائی قیصریۂ روما میں یونانیوں کی سیاسی کیفیت

عام طور پر مورخوں کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ آگستوس اور اسکے جانشینوں کے عہد میں یونانیوں کی سیاسی کیفیت کا ذکر بیان کرتے ہوئے بنسبت حقیقت حال کے اظہار کے وہ قانونی حیثیت کا زیادہ لحاظ کرنے لگتے ہیں۔ اس موضوع پر بحث کرنے میں ہم رومن سلطنت کے تنظیم بیان کرینگے اور خاص طور پر ان صوبوں کی کیفیت بیان کرینگے جنمیں یونانیوں کی آبادی تھی ۔

تقریباً ہر شخص اس بات سے واقف ہے کہ ۲۷؁ ق م کے بعد سلطنت روما کے صوبوں میں سے وہ صوبے جن کو امپراطور اور اسکی فوج کے حمایت کی خاص طور پر ضرورت تھی وہ تو براہ راست اسکے ماتحت ہوگئے اور باقی پر مجلس سینات کا اقتدار قائم رہا۔ ۲۷؁ ق م میں جن سرحدی علاقوں کا سلطنت میں الحاق ہوا وہ سب کے سب امپیری صوبے بن گئے" اور قدیم صوبوں میں سے شام اور مصر کی بھی یہی حیثیت ہوگئی۔ سیناتی صوبہ داروں کا رتبہ بڑا تھا، لیکن امپیری صوبہ داروں کا اقتدار

زیادہ وسیع تھا اور انھیں اول الذکر سے زیادہ فوجی اختیارات حاصل تھے۔

سب سے قدیم صوبہ جسمیں یونانیوں کی بڑی تعداد آبادی تھی جزیرہ سسلی تھا، اور اسکے بعد مقدونیہ کا نمبر آتا تھا۔ قیصر کے عہد میں تھسالیہ کے علاقے کا زیادہ تر حصہ غالیہ نربونیہ میں شامل ہوگیا۔ سنہ ۲۷ ق م میں اکائیہ اور عیسوی سنہ کے ابتدائی سالوں میں مزید دو رومن صوبے بن گئے۔ ایشیائے کوچک میں ملوکیت پرگامم کا الحاق کر کے اسکا نام ایشیا (سنہ ۱۳۳ ق م) رکھا گیا، اسکے بعد سنہ ۱۰۳ ق م میں کلیکیہ ملا (دیکھو اوپر باب ۲۵)، سنہ ۷۴ ق م میں نکومیدیس کے وصیت سے بتھینیہ مل گیا اور سنہ ۶۴ ق م میں ملوکیت پونتوس کے مغربی حصے کا بھی الحاق ہوگیا۔ صوبہ غالطیہ سنہ ۲۵ میں منظم ہوا، اسمیں پسیدیہ اور ایزانوی تک مشرقی افروجیہ شامل تھے اور بعد میں پفلاگونیہ و پونتوس کے شہروں کا بھی اسی میں الحاق کرلیا گیا۔ سنہ ۱۷ء میں کاپادوسیہ کے خاندان کا خاتمہ ہوگیا اور اسے پونتوس کے ساتھ ملا دیا گیا۔ سنہ ۴۳ء یعنی کلاودیوس کے عہد تک لیکیہ رومن نہیں بنا اور اسی سنہ میں پمفیلیہ بھی سلطنت روما میں ملا لیا گیا۔ صوبہ ایشیا میں جزائر ایجین بھی شامل تھے، اور کلاودیوس نے رھوڈز کو بھی اسی میں ملا دیا۔ ہم پڑھ چکے ہیں کہ سنہ ۶۴ ق م میں شام پر رومیوں کا قبضہ ہوگیا؛ اسمیں یہودیہ بھی شامل تھا لیکن سنہ ۶ء میں اسکا ایک جداگانہ صوبہ بنا دیا گیا۔ اس بیان سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صوبوں کی حیثیت میں برابر تبدیلیاں ہوتی رہیں، بلکہ سچ پوچھئے تو انکے علاوہ بھی رد و بدل ہوتے رہے جنکا ذکر یہاں نہیں کیا جاسکتا۔ صوبوں کے رقبے کم کئے جاتے تھے، بڑھائے جاتے تھے، نئے صوبے بنائے جاتے تھے، دوسروں سے ملائے جاتے تھے، غرض ہر طرح سے انکے رقبوں اور حیثیتوں میں رد و بدل ہوتا رہتا تھا، اور چونکہ انکی کیفیت ایسے اضلاع کی تھی جنپر روما کی نگرانی ہی نگرانی تھی اس لئے اس قسم کی تبدیلیاں کرتے رہنا ایسا دشوار نہ تھا جتنا اس صورت میں ہوتا اگر یہ سب واقعاً روما کے براہ راست زیر انتظام ہوتے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں صوبہ داری خدام سلطنت کا کوئی باضابطہ عملہ نہ تھا بلکہ صوبہ دار اسکے مددگاروں کی حیثیت سے عہدہ دار برابر آتے جاتے رہتے تھے اور روما صوبوں کے مختلف حصوں کو زیادہ سے زیادہ آزادی دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا تھا۔ میں اس موضوع پر اسکے بعد پھر قلم اٹھاؤنگا

باب ۲۵ اور یہاں ان ممالک کے کیفیات کا ایک خاکہ کھینچوں گا جنمیں رومن زندگی کو فروغ پہونچتا رہا تھا۔

جب ؁۴۹ ق م میں قیصر نے مسالیہ[1] کو مغلوب کیا تو اسکے علاقے کے ایک حصے کا تو رومن سلطنت میں الحاق کر لیا گیا لیکن اسکی آزادی برابر قائم رہی اور اسنے کچھ مدت تک اپنے یونانی تمدن کو برابر محفوظ رکھا۔ اٹلی میں شہر نیپلز میں یونانی تمدن اس سے بھی زیادہ زوردار تھا۔ بلاشبہ اس شہر میں ایک رومن نوآبادی قائم ہو گئی لیکن اس میں یونانی زبان اور مختلف عہدوں کے یونانی نام برابر رہے، مثلاً یہاں ٹربیون کو ’’دیمارخ‘‘ کہتے تھے۔ رومنوں نے سسلی کو لاطینی قالب میں ڈھالنا چاہا۔ کہتے ہیں کہ قیصر یہاں کے باشندوں کو لاطینی شہریت اور انتونی مکمل رومن شہریت دینا چاہتا تھا، لیکن انکے ارادے پورے نہیں ہو سکے۔ آگسٹس نے جزیرے کے مختلف شہروں میں رومن نوآبادیاں بسائیں۔ تاہم ان سب باتوں کے باوجود سسلی میں یونانی تمدن نے اپنا گھر بنا لیا، اور جب بزنطی سلطنت نے اسپر قبضہ کیا تو اس سے اسکو پہلے سے بھی زیادہ قوت پہونچی۔

خاص یونان میں دو شہر یعنی اسپارٹا اور ایتھنز برابر آزاد رہے، اور ایتھنز کو تو اسکی بھی اجازت دی گئی کہ اپنے خراج گزار علاقوں یعنی جزائر اسکی روس، لیمنوس، امبروس و دیلوس کو برابر اپنے ماتحت رکھے۔ انکے علاوہ دوسری یونانی ملتیں بھی برابر خودمختار رہیں اور انھیں خود اپنے قوانین نافذ کرنے کا اختیار رہا۔ صرف ان میں اور ایتھنز و اسپارٹا میں صرف یہ فرق تھا کہ ان میں گورنروں کے منشا کے مطابق دستوری تبدیلیاں ذرا جلد جلد ہوتی رہتی تھیں۔ مشرقی یونانی اضلاع میں سے بہت سے اضلاع

---

[1] مسالیہ: موم سن ج ۳، ۶۶۹۔ لیوشکے نے اپنے مضمون ’’فنی عناصر دریائے رہائن کے کنارے‘‘ Loeschcke: Elemente in der kunst des Rheinlandes' جو برلن کے ’’ہفتہ وار جریدۂ لسانیات‘‘ Berl. phil. woeh نمبر ۳، ؁۱۸۹۳ء میں طبع ہوا ہے یہ ثابت کیا ہے کہ مسالیہ کے ذریعہ سے یونانی تمدن کو ممالک رہائن پر فروغ ہوا۔

باب ۲۹ کسی طرح مغربی یونان میں مختلف علاقوں (مثلاً اکائیائیوں کو باہم متحد ہو جانے کی اجازت تھی۔ اگستوس نے تو امفکتیونی لیگ کو بھی ازسرنو منظم کیا اور اکتیوم کے مقابل میں نکوپولس کا شہر آباد کرکے اسے مستحکم کر دیا۔ آخر میں تھسلی وایپائروس بھی صوبہ اکائیہ میں ملا دیئے گئے۔

مقدونیہ میں رومنوں نے تھسالونیکہ، امفی پولس اور دیراخیوم کی خود مختاری تسلیم کر لی گو انہیں سے پہلا شہر رومن پرو پریتور کے مستقر ہونے کی وجہ سے خاص طور پر روما کے زیر نگرانی تھا۔

تھریس میں رومنوں نے ابدیرا، آئے نوس، بیزنطہ اور ساموتھریس کو خود مختار مان لیا۔ خرسونیز پر اگریپا کا قبضہ ہو گیا اور آخر وہ امیری جاگیر بن گیا۔ اندرون ملک میں بھی بہت سے مقامات (مثلاً فلپوپولس میں بعض مرفہ الحال یونانی ملتیں نظر آتی ہیں۔

میزیہ کے ساحل پر قدیم زمانے سے یونانی شہر چلے آتے تھے، اور اب ایکے عقب میں رومنوں نے یونانی زبان بولنے والی اقوام کی نوآبادیاں قائم کیں یہاں کے صوبے داروں کو بحر اسود کے شمالی ساحل والے شہروں کی بھی نگرانی کرنی پڑتی تھی۔ ان شہروں کی ایک خاص حیثیت تھی اسلئے کہ اندرونی اعتبار سے تو وہ خود مختار تھے، لیکن انہیں سارماتی حکمرانوں کو خراج ادا کرنا پڑتا تھا[۵۴]

ایشیائی صوبوں کے اندرونی معاملات میں بہت بڑا تنوع پایا جاتا ہے۔ علی العموم رومنوں نے قدیم ادارات میں مداخلت نہیں کی اور اسطرح شہروں کی اندرونی خود مختاری

---

[۵۲] ایتھنز، موم سن (Staatsr.) ۳، ۶۶۸۔ تی بیریوس کے زمانے میں بھی ایتھنز ایک "حلیف" ہی رہا۔ ایتھنز کے مقبوضات، موم سن: "تاریخ روما" ۵، ۲۵۴۔ اگستوس کے عہد میں ایتھنز کی ترقی، کرتیوس $\frac{۲۵۴}{۲۶۱}$ مرمری دروازہ اور میدان $\frac{۲۵۵}{۲۵۷}$؛ اگری پسوم اور اگریپا کا مینار، ۲۵۷؛ شاہ ہیرود، ۲۶۰۔ اتحادات، موم سن: "تاریخ روما" ۵، ۲۴۳۔

امفکتیونیس، موم سن: "تاریخ روما" ۵، ۲۳۳؛ ۷، ۲ تا ۲۷۳۔ ایک عہدہ دار "ہیلادارخیس" اور ایک "پان ہیلی نیس" کا یونان میں ذکر سننے میں آتا ہے۔ یونان میں گداگری، ایضاً ۵، ۲۵۵؛ حکومتی مامور Correctores ابتدا ہی میں یونان پہنچ جاتے ہیں؛ ۲۵۶۔

[۵۳] مقدونیہ، موم سن ۵، $\frac{۲۷۴}{۲۷۶}$ تھریسیا، مارکوارٹ ۴، ۱۵۶؛ موم سن ۵، $\frac{۲۷۷}{۲۷۹}$؛ فلپوپولس،

باب ۲۹

کو برابر قائم رکھا، اور پومپی نے شہری ملتوں کو پہلے سے بھی زیادہ اہمیت دیکر یونانی عنصر کو تقویت پہونچائی۔ صوبہ ایشیا میں شاہان پرگامم ہی نے محاصل کی ادائگی میں اسی طرح وحدت پیدا کردی تھی جیسے سسلی میں ہیرون اور اہل قرطاجنہ نے، اور رومتوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ اسطرح حکومت پر براہ راست قابو حاصل کریں بلکہ کایوس گراکھوس کے ضرر رساں قوانین کے ذریعے میں اسمیں نقائص بھی پیدا کردیئے، چنانچہ گو آخر کار محاصل ٹھیکہ داری کا طریقہ منسوخ کردیا گیا لیکن اس سے یونانی ملتوں کے خودمختاری میں جو کمی ہوئی تھی وہ ہوگئی۔ صوبہ ایشیا میں عدالتی اضلاع کا طریقہ رائج تھا جنکے مستقروں میں پرو کانسل کچہری کرتا تھا۔ اس عدالتی اقتدار سے اول تو پرو کانسل کے عہدے کی ابتدائی ماہیت سمجھ میں آتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکا اقتدار نظر ثانی کرنے اور غیر انتظامی امور کو سر کرنے پر مشتمل تھا، اور دوسرے اس سے پرو کانسل کو مختلف ملتوں کے معاملات میں اپنا پورا اثر ڈالنے کا موقعہ ملتا تھا لیکن یہ طریقہ ہر صوبے میں رائج نہیں تھا، مثلاً شام میں اس قسم کے اضلاع کا ذکر سننے میں نہیں آتا۔ باوجود ان مشکلات کے جو صوبہ ایشیا پر پڑتی رہتی تھیں اس کے مشہور شہروں کی آسودگی اور اہمیت اب بھی قائم تھی۔ بتھنیہ میں بھی بعض قابل لحاظ شہر نظر آتے ہیں جنمیں نکومیدیہ اور خالکدون ممتاز ترین ہیں، اور یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ تمام ملک شہری اضلاع میں منقسم تھا۔ یہی کیفیت پومپی کے زمانے سے پفلاگونیہ و پونتوس کی تھی، جہاں اسنوف، اماسترس امیسوس اور دریائے امنیاس پر پومپیو پولس بڑے بڑے شہروں میں شمار کئے جاتے تھے لیکن غلاطیہ اور کاپادوسیہ کی حالت ذرا مختلف تھی اسلئے کہ ان صوبوں میں دیہاتی زندگی کو تفوق حاصل تھا، چنانچہ غلاطیہ میں قدیم قبائلی دستور برابر رائج تھا اور کاپادوسیہ مختلف انتظامی اضلاع میں منقسم تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - مومسن ۵/ ۲۸۲؛ شمالی ساحل کے شہر، مارکوارٹ ۴، ۱۵: مومسن ۵/ ۲۹۲-۲۹۴ -

باب ۲۹ جنہیں سے ہر ایک پر ایک ایک استراتےگوس حکومت کرتا تھا۔ زمانہ مابعد میں یعنی اسکندر سیویرس اور قسطنطین کے درمیانی عہد میں یہاں کے استراتیگیوں کے بجائے شہری اضلاع قائم ہوگئے اس لئے کہ ان حصوں کے یونانی شہروں کی تعداد برابر بڑھ رہی تھی اور یونانی عنصر روز بروز زیادہ قوت پکڑتا جاتا تھا۔ یہاں کے خود مختار شہروں کے نام تیانہ، مزاکہ (جس کا نام بدل کر پہلے تو یوسے بیہ اور پھر قیصریہ ہوگیا) اریاراتھیہ اور ارکے لائس ہیں۔ غالطیہ میں کوئی خود مختار شہر نظر نہیں آتا اور ہیں میں جو کچھ بھی شہری زندگی ہے وہ اسکے پسیدیہ والے حصے کے شہروں یعنی ترمیسوس و ساگالوسوس تک محدود ہے۔

لیکیہ کی کیفیت خاص ہے۔ اس ملک نے مہرداتی کے خلاف رومنوں کا ساتھ دیا تھا اور اسکے بعد پروتوس کی بہادرانہ مقاومت کی تھی، چنانچہ اسے کلاڈیوس کے عہد تک برابر آزادی حاصل ہوئی۔ اس میں ۲۳ شہروں کی ایک لیگ تھی اور ان شہروں کو رائے دہی کے اختیارات حاصل تھے، اور انکے قائم مقاموں کو (جو تعداد میں ایک ایک یا دو دو یا تین تین ہوتے تھے) سالانہ جمعیتوں میں مجتمع ہونے اور لیگ کے صدر یعنی لیکیارخیس کو منتخب کرنے کا اختیار تھا۔ ایسے شہروں کی تعداد جنہیں جمعیت میں تین تین قائم مقام بھیجنے کا اختیار تھا چھ تھی، اور اس شق میں پتارہ، اولیمپوس، میرا، تلوس، زانتھوس اور پنارہ شامل تھے۔ رومنوں نے اس تنظیم میں مطلق مداخلت نہیں کی۔ پمفیلیہ کے اہم ترین شہر سیدے، پرگے اور اسپندوس تھے۔ کلیکیہ میں (جسمیں ازوریہ شامل تھا) چھ خود مختار بلدیات تھے، یعنی طارسوس، انازاربوس (قیصریہ)، کوریکوس، موپسوس سلوکیہ بدریائے کالی کادنوس اور ایگئے۔ اسکی مجلس عام طارسوس میں مجتمع ہوتی تھی، اور اسکا صدر کلیکیارخیس کہلاتا تھا۔ آگسٹس نے کلیکیہ کے دو ریاستوں کو یعنی اولبیا اور زارکوندی موتوس کو جو زنجیرہ امانوس میں تھیں، آزاد چھوڑ دیا۔ قبرص والوں کی بھی صدر مجلس تھی اور پافوس قبرص کا مقدس مستقر اعظم تھا۔ سرنہ کو کریٹ میں ملا دیا گیا اور یہاں بھی ایک صدر مجلس اور کریتارخیس کا ذکر سننے میں آتا ہے[۴۵]۔

---

[۴۵] اتحاد، اور صوبہ داری بلدیات؛ پافلی، ۱،۶، ۱۴۵، ۱۴۷؛ ۳۲، ۶۵۔ مارکوارٹ ۳۶۵۔

باب

پومپی نے شام کے ملک کی شہروں اور ریاستوں کا جو تقسیم کی تھی وہ برابر قائم رہی۔ شمالی سوریہ میں ضلع سلیوکس کے چار شہروں اور کیرہوس سے راپوس، ہیرویہ، ایپی فانیہ، بالانیہ (بنی یاس، بیڈیکر ۳۸۵) اور ذرا جنوب کی طرف مشہور فینیقی شہروں اور یافہ، عسقلون اور غزہ اور اندرونی ملک میں دیکاپولس وسامریہ کو خود مختاری حاصل تھی۔ ایک مشہور کتابچہ میں خود مختاری کے اس رعایت کو روما کے انتظامی تدابیر کے طرف منسوب کیا گیا ہے اور یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ رومنوں کا اس سے یہ مطلب تھا کہ انہیں اپنے صوبہ داری عہدہ داروں کی تعداد بڑھانی نہ پڑے۔ ہمارے نزدیک جو بات واقعات پر مبنی ہے وہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ ہمارے نزدیک رومن اپنے اس اصول پر برابر قائم رہے کہ ہر چیز کو اپنے حال پر چھوڑ دینا ہی زیادہ مناسب ہے اور جن شہروں سے انکے تعلقات اچھے تھے انکی خود مختاری میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی اسی لئے بہت سے عہدہ داروں کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔ واقعہ تو یہ ہے کہ رومن لوگ صوبہ داری عہدہ داروں کے ماہیت سے زیادہ مانوس ہی نہیں تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ شام میں بہت سی ملتیں ایک دوسرے کے دوش بدوش امن و امان سے زندگی بسر کر رہی ہیں درانحالیکہ ان میں سے بعض میں رومن عہدہ دار نہیں پائے جاتے، جس سے شامی شہروں کے باشندوں کے اعلیٰ صفات کا پتہ چلتا ہے اور ہمیں صرف شامیوں کے عشرت پسندی پر اور ان کے ضدی مزاج ہی پر زور دینا نہیں چاہئے بلکہ انکی اس صفت کو بھی ممتاز کرنا چاہئے۔ حال ہی میں یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ اغلباً شامی شہروں میں یونانی خانگی قانون رائج تھا چنانچہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایشیا کے یونانی اپنے اصول میں پکے تھے۔ شام کے آزاد ریاستوں میں سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ — دورہ کرنیوالے پروکانسل کی وہی حیثیت تھی جو جرمانی قیصر کی تھی اور یہ اسی کی طرح ناظر اعلیٰ اور ثالث اعلیٰ تھا۔

بتھی نیہ میں شہری اضلاع؛ مارکوارٹ ۲، ۱۹۸، ۱۹۹؛ غلاطیہ؛ مارکوارٹ ۲۰۰ تا ۲۰۷؛ موم سن ۳۱۱/۳۱۵، پادوسیہ، مارکوارٹ ۲۰۴؛ موم سن ۵، ۳۰۷۔ کلیکیہ شاہی خاندان؛ مارکوارٹ ۲۲۱/۲۲۲؛ موم سن ۵، ۳۰۷۔ قبرص؛ مارکوارٹ ۲۲۳۔ کریٹ؛ ایضاً ۲۹۸/۳۰۴۔ سرنہ میں یہودیوں کی سیاسی حیثیت جداگانہ تھی۔

باب ۲۹

منصلۂ ذیل کچھ زمانہ تک برابر خود مختار رہیں: کوماگینے ہیں ایرانی النسل نمود پسند فرمانروا حکمراں تھے جنکا تمدن یونانی تھا (دیکھو باب ۲۷، حاشیہ ۲)؛ کوہ لیبان میں خالکس کے شاہی خاندان کی حکمرانی تھی (لیبان = حالیہ انجان)؛ جو بیروت و دمشق کے درمیان واقع ہے؛ بیڈیکر، "فلسطین" ۳۰۵)؛ خالکس کے مشرق میں ابیلہ؛ اریتھوزا و ایمیسہ (دیکھو اوپر، باب ۲۰، حاشیہ ۱۴)؛ دمشق پر کچھ مدت تک یعنی ۱۰۶ء تک برابر نباطیوں کا خاندان حکومت کرتا تھا اور اس کا پائے تخت پترا تھا؛ یہودیہ میں ۳۷ ق م میں مشہور اور ذی ہوش بادشاہ ہیرود تخت نشین ہوا؛ یہ انتی پاتر کا بیٹا تھا اور مکابی ہیرکانوس کا وزیر اعظم رہ چکا تھا۔ اس ہیرود نے یونانی تمدن کو فروغ دیا اور بہت سے شہر آباد کرکے انھیں یونانی طرز پر سواراج کے حقوق عطا کیے؛ ان شہروں میں سے ایک "فلسطینی قیصریہ" تھا جسے پہلے استراتونس تُرِس یا مینارہ استراتون (دیکھو اوپر، باب ۲۰، حاشیہ ۱۷) کہتے تھے۔ پالمیرہ خود مختار تھا۔ ان ریاستوں کے متعلق مارکوارٹ اسی رائے کا اظہار کرتا ہے جو اس نے شہروں کے بابت پیش کی ہے؛ وہ یہ کہ روما ان کے ذریعے سے اسوقت تک محاصل وصول کرتا رہا جب تک وہ صوبۂ شام میں ان کا ادغام کرنے کے قابل بنا۔ یہاں ہم یہ صاف دیکھتے ہیں کہ روسی طرز عمل کا اس مورخ کو کتنا غلط اندازہ ہے؛ اور اگر ہمیں تاریخ کے ایک نہایت ہی اہم واقعے یعنی اس لاثانی مملکت کے اندرونی تنظیم کے بابت ایک فاش غلطی میں نہیں پڑنا ہے تو ہمیں اس خیال کا فوراً ہی آزاد کردینا لازمی ہے۔ مارکوارٹ کہتا ہے کہ رومنوں کا خیال تھا کہ ریاستوں کو کسی روز صوبے میں مدغم کردیا جائے؛ لیکن خود مارکوارٹ کے نزدیک ان ریاستوں کے علاوہ صوبۂ شام کا باقی ماندہ حصہ بھی تو ایسے شہروں ہی پر مشتمل تھا جن کو سواراج حاصل تھا! اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اگر رومنوں کا مقصد یہ تھا کہ ریاستوں کا صوبے میں الحاق کردیا جائے تو اس سے صرف یہ ہوتا کہ جن ریاستوں پر بالواسطہ حکومت ہوتی رہی تھی ان کی وہی حیثیت کردی جاتی جو دوسری ایسی ریاستوں کی تھی جنپر ان سے زیادہ براہ راست حکومت نہیں کیجاتی تھی؛ اور اسکے دوسرے معنے یہ ہوئے کہ اس طریقے سے ملوکی ریاستوں کو جمہوریتے

باب ۲۹

بنانے کی تجویز تھی رہے محاصل، تو انکی کیفیت بالکل وہی رہتی جو پہلے تھی۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ "مکمل ادغام" کے الفاظ بالکل ہی بے معنی ہیں۔ تمام ممالک میں شام ہی سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ آجکل کے زمانے میں "صوبے" کے لفظ سے جو معنے لئے جاتے ہیں وہ اس ملک پر منطبق نہیں پاتے تھے۔ روما کا شام میں صرف یہ کام تھا کہ معاملات کی نگرانی کرے اور محاصل وصول کرے۔ ممکن ہے کہ صوبہ ایشیا میں صورت حال اس سے مختلف ہو حقیقت یہ ہے کہ سلطنت روما (یا آجکل کے زمانے میں سلطنت برطانیہ) کی بنیاد محض نظریات پر نہیں سمجھنی چاہیے[5]۔

---

[5] یہودیہ اور ہمسایہ ممالک میں یونانیت؛ شیورر، ۲، ۹ تا ۶۴۔ یہودیوں نے یونانی طرز بیان کو اختیار کر لیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انپر یونانیت کا کسقدر اثر تھا؛ شیورر، ۲، ۳۰ وغیرہ۔

سوریہ میں ایک سوریائمیس؛ مارکوارٹ، ۳، ۲۷۳۔ شام کے ساتھ رومنوں نے جو سلوک روا رکھا اسمیں انکے اصلی مقاصد کیا تھے؛ ایضاً، ۲، ۳۸ و ۲۹۔ اگر مارکوارٹ کا واقعی یہ خیال ہے کہ رومن چاہتے تو شام کی بلدی خود مختاری کو مٹا کر اور حکمرانوں کو معزول کر کے اس ملک پر براہ راست رومی حکومت قائم کر دیتے تو ہمارے نزدیک وہ زمانہ حالیہ کے خیالات کو قدیم زمانہ میں منتقل کر رہا ہے۔ ہماری دانست میں نہ تو ان لوگوں کے ذہن میں یہ بات آئی تھی اور نہ یہ ممکن ہی تھا۔

خالکس؛ مارکوارٹ، ۳، ۲۴۳؛ شیورر، ۲، ۹۱/۹۴۔ اس زمانے کے خالکس اور ابیلا کے حکمرانوں کے ناموں میں لفظ "لیسانیاس" نظر آتا ہے اور یہ سب سے پہلے ۱۲۰ سنہ ق م میں اسی نواح میں ملتا ہے (پولی بیوس ۵، ۹۰)۔ اسی طرح سے تقریباً ۷۰ سنہ ق م میں خالکس میں ایک بطلیماؤس ولد منائیوس (Jos Ant. ۱۴، ۱۲، ۳) اور ابیلا میں ۲۲۰ سنہ ق م میں ایک منائیوس ملتے ہیں۔ (پولی بیوس ۵، ۷۱) ان ممالک میں شاہی خاندانوں نے مدت دراز تک اپنی حیثیت برقرار رکھی۔ مقابلہ کرو شیورر، ۱، ۵۹۲/۶۰۸۔

دمشق؛ مارکوارٹ، ۲۴۶؛ شیورر، ۲، ۴۸؛ ۱، ۶۰۹/۶۲۲؛ شاہان نباطی کی تاریخ۔

شام میں یونانیت؛ مارکوارٹ، ۲۷۰؛ کون: "ادارات بلدی" (Kuhn: Stædtevenf.) ۲، ۳۱۴ وغیرہ؛ شیورر، ۲، ۵۰/۱۴۴۔

سوائے مصر کے باقی سلطنت روما کے ہر حصے کے یونانی مختلف بلدیات میں منظم نظر آتے ہیں، اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر انکی سیاسی حیثیت کیا تھی۔ اصولاً تو انکی سیاسی حیثیت وہی ہے جو تیسری صدی ق م میں تھی (دیکھو باب ۵) یعنی وہ خود مختار ہیں، لیکن جسطرح تیسری صدی ق م میں بادشاہ اپر اثر ڈالتے تھے اسی طرح اب وہ روما کے زیر اثر ہیں اور وہ جتنا دباؤ چاہتا ہے اپر ڈالتا ہے۔ صرف ایک فائدہ انہیں ضرور ہے وہ یہ کہ اب وہ مسلسل برسرپیکار بادشاہوں کے حرص و آز کا شکار نہیں بنتے۔ کسی بلدیے کے اہم قراردادوں کی صوبے کے والی کے ذریعے سے توثیق لازمی ہے اور وہی اسکے طے کرنے کا مجاز ہے کہ کونسی بات اہم ہے اور کونسی غیر اہم۔ شہروں میں اب بھی خود انہی کے قوانین کا نفاذ ہوتا ہے اور تعمیرات، کوتوالی، تعلیم اور مذہبی عبادت یہ سب انہی کے نگرانی میں ہیں، بلکہ اگر روما انکی اجازت دے تو وہ محاصل بھی وصول کرتے ہیں۔ پلوٹارک کے ایک رسالے سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری صدی عیسوی جیسے آخری زمانے میں بھی یونانیوں کے زعم میں انہیں سوراج حاصل تھا۔ واضح ہو کہ یہ اختیارات آزاد بلدیات کو بھی حاصل تھے اور ان شہروں کو بھی جو روما کو خراج ادا کرتے تھے۔

شہروں کو ایک دوسرے کے ساتھ اتحاد کرنے کا بھی اختیار حاصل تھا۔ ہم ان اتحادوں کا کئی مرتبہ ذکر کرچکے ہیں، انکے حالات کو مبالغہ آمیز انداز سے جو مرتب کیا گیا ہے اور جو غلط خیالات پھیل گئے ہیں وہ ان خیالات کے حامل ہیں جنکی اوپر تردید کیجا چکی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا کام صرف مذہبی فرائض ادا کرنا تھا۔ بلاشبہ جو قراردادیں محفوظ ہیں انکا تعلق زیادہ تر اعزاز دہی اور تہواروں سے ہے، لیکن اس سے یہ استنتاج نہیں کیا جاسکتا کہ انکے علاوہ دوسرے قراردادیں منظور کرنے کا حق نہیں تھا۔ اول تو لیکیہ والے اتحاد سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ سلطنت روما میں اس قسم کے اتحادوں کو سیاسی حقوق حاصل تھے۔ مارکوارٹ کہتا ہے (۴، ۲۲) کہ رومن عہد میں لیکیہ کا قدیم وفاقی دستور برابر نافذ رہا، صرف فرق یہ ہوا کہ اب معاملات خارجہ اور تحصیل محاصل کا کام اس وفاقیہ سے سلب کیا گیا۔ ہمارے نزدیک پہلی تحدید اغلباً

باب ۲۶

درست نہیں اور دوسری قطعاً غلط ہے۔ اگر لیگ قائم رہی تو دوسرے اقوام اور ریاستوں سے اسکے تعلقات بھی ہو نگے اور ہمارے پاس اسکی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ یہ تعلقات براہ راست نہ رہے ہوں۔ ظاہر ہے کہ لیگ جنگ نہیں کرسکتی تھی، گو قانوناً اسے اسکے لئے بھی کوئی امر مانع نہ تھا۔ پھر لیگ اپنے اندرونی معاملات کو بغیر روپیہ خرچ کئے ہوئے انجام نہیں دیسکتی تھی اور اسمیں شبہ کی گنجائش نہیں کہ وہ شہروں سے روپیہ لیکر اسے وفاقی انتظامات میں خرچ کرتی ہوگی۔ آجکل کے زمانے کے انتظامی اضلاع کو خود اپنے مالیات پر قابو ہوتا ہے حالانکہ آجکل کی حکومتیں سلطنت روما سے کہیں زیادہ مرکزیت لئے ہوئے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایشیائے کوچک کا بیشتر حصہ لیکیہ سے بہت زیادہ روما کا تابع تھا، اور اس سے ہم ان اتحادوں کے اندرونی اختیار کا پتہ لگاسکتے ہیں۔ ابتدائی عہد امپراطوریہ میں امیری صوبوں کو نکال کر باقی ماندہ ایشیائے کوچک میں صرف پانچہزار امدادی فوج تھی، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حفاظت عامہ کا دارومدار خود باشندگان ملک پر تھا۔ اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ باشندگان ملک کا اپنی کوتوالی انتظام ہوگا اور انتظام ملک میں حکومتی عہدہ داروں کے ساتھ ساتھ شہروں کا بھی حصہ ہوگا۔ علاوہ ازیں ان اتحادوں کے سپرد بہت سی سڑکیں اور پل بھی تھے۔ انھیں یہ بھی اختیار تھا کہ رومن صوبہ دارونکی شکایت صدر میں کریں ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں عیدوں اور تہواروں کے انتظامات اور خطابات واعزاز میں اضافہ کرنے سے کہیں زیادہ اختیارات حاصل تھے[1]

---

[1] مختلف شہر اپنی قرار دادوں کو گورنر کے سامنے توثیق کے لئے پیش کرتے ہیں؛ موم سن ۵، ۲۲۱؛ لیکن خود اپنے قوانین کا نفاذ کرتے ہیں؛ ایضاً ۲۳۲۔

سلطنت روما میں یونانی ملتوں کی حیثیت پر موم سن نے اپنی کتاب "قانون مملکت" کی تیسری جلد میں رومن قانون کے پہلو سے بحث کی ہے، اور اس بنیاد پر اسنے ان ملتوں ونیز ان سب ملتوں کی تقسیم کرنے کی کوشش کی ہے جو سلطنت روما میں پائی جاتی تھیں وہ انکی دو قسمیں

باب ۲۹

الغرض امپراطوریہ روما کے زمانے میں یونانی بلدیات کو توالی، تعمیرات، پرستش عامئہ، تعلیم اور روزمرّہ کی قانونی کارروائیوں کا انتظام خواہ انفرادا و رند

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - بیان کرتا ہے یعنی ایک تو خود مختار رعایا (۳، ۶۴۵) اور ماتحت رعایا، جو در اصل خود مختار تھے لیکن جنکی خود مختاری رومنوں کے رحم پر مبنی تھی۔ لیکن یہ تقسیم صرف اس حالت میں درست کہی جا سکتی ہے اگر اس قسم کے اختیارات یا تو ظاہر ہوں ورنہ انکا قانون روما سے استدلال کیا جا سکے اور ساتھ ہی اگر انسے انفرادی ملتوں کے واقعی حالات سمجھ میں آسکیں لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا انکے وجود کا قانون روما میں کہیں پتہ لگتا ہے؟ موم سن کہتا ہے (ص۱۷): "اگر ماتحت و فاقیہ کے اندر دو متضاد خیالات ایک دوسرے میں مخلوط ہو جاتے ہیں تو تابعداری کی حیثیت اس سے بھی زیادہ دوغلی اور پیچیدہ ہے"۔ اسکے معنے یہ ہوئے کہ یونانی شہروں اور روما کے باہمی تعلقات، جنھیں موم سن "ماتحت وفاقیتوں" اور "تابعداری" کے خطابات دیتا ہے انکا قانون روما سے کسی طرح کا تعلق نہیں تھا۔ لیکن یہ مسئلہ اس سے بھی زیادہ پیچیدہ بن جاتا ہے۔ موم سن کہتا ہے (ص۲۳) کہ "خود مختارانہ ماتحتی سے بھی زیادہ غیر مشروط ماتحتی کے لئے اس سے بھی سادہ اور کافی و وافی تعریف کی ضرورت ہے اسلئے کہ صریح قانونی تعلق ان مبہم اور نیم متضاد الفاظ سے بجائے صاف ہونے اور بھی زیادہ پردہ خفا میں چلا گیا ہے"۔ اسکے دوسرے معنے یہ ہوئے کہ رومن ان یونانی ملتوں کے لئے جو کلیتہً انکے قبضے میں تھیں جو الفاظ استعمال کرتے تھے انکے معنوں سے اصل مطلب حاصل ہونے کے بجائے اصل مطلب کے بالکل عکس کا اظہار ہوتا تھا۔ اس طریقے سے موم سن (ص۶۵) دونوں طریقوں یعنی "دستوری" اور "اصطلاحی" خود مختاری کے مابین فرق کرتا ہے اور کہتا ہے کہ رومنوں نے اصلیت واقعات پر پردہ ڈال دیا تھا۔ لیکن ص۶۵ پر وہ لفظ "خطابی" "اصطلاحی" کے لئے نہیں بلکہ "دستوری" کے لئے استعمال کرتا ہے۔ ص۶۶ پر وہ "بزدلانہ سرکاری طرز بیان" کا ذکر کرتا ہے۔ ان سب باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اول تو رومن اپنے ماتحت ملتوں کے لئے جو لفظ استعمال کرتے تھے وہ انکی قانونی حیثیت کا اندازہ لگانے کے لئے کافی نہیں اور دوسرے یہ کہ اس قانونی حیثیت کا سرے سے اندازہ لگایا ہی نہیں جا سکتا، اور اگر یہ کہا جائے کہ خود ان ملتوں کے افعال سے حقیقت حال معلوم ہو سکتی ہے تو موم سن اس کا نفی میں جواب دیتا ہے اور کہتا ہے کہ رومن "رواداری" کے اصول پر کاربند تھے! الغرض ہم انفرادی ملتوں کے روما کے ساتھ "ان صریح تعلقات" کا پتہ نہیں لگا سکتے جو موم سن فرض کر لیتا ہے۔ لیکن کیا موم سن کے

باب ۲۵ اجتماعاً خود ہی کرتے تھے تو پھر وہ کسی سوئیزرستانی صوبے یا شمالی امریکہ کی ریاست یا جرمنی کے علاقے سے کس طرح کم تھے؟ حقیقت یہ ہے کہ انہیں اور حال کے کسی وفاقیہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ خیال کے مطابق اس قسم کے صریح قانونی تعلقات کا وجود بھی تھا؟ ہماری رائے میں انکا وجود نہیں تھا۔ اگر "ماتحت وفاقیتوں" سے "دو متضاد قانونی خیالات کا اظہار ہوتا ہے" تو پھر یہ تعلقات "صریح قانونی تعلقات" نہیں ہو سکتے، اور کل تابعداری کی حالت میں بھی یہی حکم لگایا جاسکتا ہے، بلکہ اسمیں اس سے بھی زیادہ ابہام کی گنجائش ہے (دیکھو اوپر)۔ رومن قانون کے اعتبار سے "ماتحتانہ خودمختاری" میں دوغلا پن ہے، چنانچہ "قانوناً اسکا کوئی وجود نہیں" یا کم سے کم اسمیں کسی طرح کی "صراحت" نہیں پائی جاتی۔ اگر "ماتحتانہ خودمختاری" کے معنے کو (جیسے صد XVII) پر "خودمختارانہ ماتحتی" کا نام بھی دیا گیا ہے) عام لوگ سمجھ سکتے تو یہ نظریہ قابل قبول ہو سکتا لیکن واقعہ اسکے خلاف ہے اسلئے کہ جب نوع اور جنس کو اپنی خوشی سے ایک دوسرے کی جگہ رکھا جاسکے تو پھر یہ بیچارے عامانیوں کے سمجھ سے باہر ہو جاتا ہے۔ ان سب واقعات سے جو چیز عیاں ہو جاتی ہے وہ حقیقت حال ہے یعنی یہ کہ رومن جس بات کے ساتھ جیسا چاہتے برتاؤ کرتے۔ الغرض اس تنقید کا ملخص (جسے اور وسعت دی جاسکتی ہے مثلاً صفحہ ۶۵۵/۶۵۶) یہ ہے:- موم سن کہتا ہے کہ مختلف شہروں کے روما کے ساتھ مختلف قسم کے تعلقات تھے، اور ان تعلقات کو وہ بیان کرتا ہے اور انکی تحدید کرتا ہے، لیکن اسکے نزدیک چونکہ ان تعلقات کا قانون روما میں کہیں پتہ نہیں اس لئے رومنوں نے ان تعلقات کو قانون کے تحت لانے کی غرض سے ایسے ادارات پیدا کئے جو "دوغلے" تھے یعنی رومن اصول سے مغائر تھے۔ علاوہ ازیں انھوں نے ایسی اصطلاحات استعمال کرنی شروع کیں جن سے انھوں نے جان بوجھ کر اصل واقعات کو غلط پیرائے میں بیان کیا اور اس طرح روشنی کی ان کرنوں کو چھپا دیا جنکی وجہ سے شائد یہ تعلقات آشکارا ہو جاتے۔ ہم اس نظریہ پر صرف یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ اسمیں غالبیت کا پہلو نہیں ہے گو یہ سب ممکن ضرور ہے۔ ایسی تقسیم سے کیا فائدہ جسکا ذکر کسی قدیم کتاب میں نہیں ہے، جسکی کبھی کوئی تشریح کی گئی ہے اور نہ جسمیں کسی قسم کی صراحت نظر آتی ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ خود موم سن نے "ممکن" اور "غالباً" جیسے اظہار شک و شبہ کے جو الفاظ استعمال کئے ہیں اس سے اپنے تمام بیان کو محض مفروضے اور قیاس سے زیادہ وقعت نہیں دی، اور ممکن ہے کہ اس نے اپنے قیاس سے اس لئے کام لیا ہوگا کہ وہ ان تعلقات کو کسی رومن قانونی اصول کے تحت نہیں لا سکتا تھا لیکن پھر کیا اسکے لئے اس قسم کے مفروضے کی ضرورت بھی تھی؟ ہمارے نزدیک اُسے اس قسم کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ واقعات یہ ہیں کہ

کے ریاست میں فرق صرف اتنا تھا کہ آجکل کوئی گورنر یا شہنشاہ ایسے معاملات میں مداخلت نہیں کرتا جن میں اسے مداخلت کرنے کا حق نہیں، درانحالیکہ اُس

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ یونانی ملتوں پر روما کے اثرات مختلف انداز سے پڑے اور اسکی مطلق ضرورت نہیں کہ ان اثرات کو کسی نہ کسی طرح توڑ مروڑ کر قانونی جامہ پہنا ہی دیا جائے۔ یہ ملتیں روما کے ساتھ یا تو مجبوراً ورنہ اپنی خوشی سے مل گئی تھیں۔ اوّل تو روما کو اختیار حاصل تھا کہ جیسا چاہے انکے ساتھ برتاؤ کرے اور وہ اسکے احکام کی پابندی کرنے پر مجبور تھے اور انکی غیر مشروط تابعداری کے لئے کسی قسم کے تعریف کی ضرورت نہیں تھی بلکہ یہ تعلق خود قوانین فطرت کا ایک لازمی جزو سمجھنا چاہئیے لیکن دوسری حالت میں کم وبیش صریح یا کم از کم مسلّمہ اقرار موجود تھا جسے یا تو صراحتاً ورنہ خاموشی کے ساتھ تسلیم کرلیا گیا تھا اور جو بہ نسبت فریق ثانی کے روما کیلئے زیادہ مُفید تھا۔ یہ قانون اقوام کا اساسی اصول ہے کہ ہر عہد نامے کے الفاظ میں بہت کچھ تنوع ہو سکتا ہے، اور یہ اُمید کرنا فضول ہے کہ اتنی مختلف النوع قانونی حیثیت کے قوموں کو ایک ہی شق یعنی رعایائے روما کے شق میں لایا جا سکے۔ ہر ایک کے ساتھ خود اسکے حالات کے اعتبار سے برتاؤ ہوتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حالات کے اعتبار سے بہت سے توابع کے حیثیت ایک سی ہوگی، لیکن اس تقسیم کا دار ومدار محض عمل پر تھا، اور انہیں رومن قانون کے کسی اصول کے تحت لانے کی کوشش بے سود ہوگی اور یہ بالکل بے کار ہوگا کہ خاص اس مقصد کے لئے قانون میں کسی نئی "دوغلی" شق کا اضافہ کیا جائے۔ ہم باب ۱۹ حاشیہ ۵ میں کہہ چکے ہیں۔ روما کے خانگی قانون کو چند خاص مسائل سے دوچار ہونا پڑا تھا اور "قانون ملکی" کے ساتھ جسکا انطباق صرف رومن شہریوں پر ہوتا تھا، ایک "قانون اقوام" کی بھی ضرورت پیش آئی تھی اور آخر کار دونوں کو ایک دوسرے میں مدغم کر دیا گیا تھا۔ یہی کیفیت رومن قانون عامّہ کی بھی ہے۔ قانون عامہ کا تعلق زیادہ تر حکم دینے اور حکم ماننے سے ہے، اور یہ ابتداً صرف رومن شہریوں کے لئے ضروری سمجھا جاتا تھا لیکن ابتدا ہی میں روما کے ساتھ دوسری ملتوں کے بھی تعلقات پیدا ہو گئے۔ جبتک صرف ایسی اطالوی ملتوں ہی نے روما سے تعلقات پیدا کئے جو یا تو لاطینی زبان ورنہ اسی خاندان کی کوئی زبان بولتی تھیں اسوقت تک تو اسنے یہ ترکیب چلی کہ بعض حقوق شہریت ان ملتوں کو دیدئیے اور بعض نہیں دیئے انکے بعد جب روما یونانی ملتوں سے دوچار ہوا اسوقت یہ محسوس ہوا کہ ایک طرف تو اس طرح کی نصف مراعات سے کام نہیں چلیگا اور دوسرے جانب رومنوں کا اس طرف میلان نہیں تھا کہ اتنے وسیع رقبے میں

باب ۲۹ زمانے میں اس قسم کی مداخلت غیر معمولی کارروائی نہیں سمجھی جاتی تھی۔ ساتھ ہی ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ مجلس سینات کے سامنے مختلف بلدیات کے جو تنازعات

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ محدود شہریت کے حقوق بھی دوسروں کو عطا کریں۔ ان اثرات کے تحت روما نے ان ملتوں کے ساتھ تعلقات کی بنیاد خالص بین الاقوامی اصول کو بنایا اور ہر ملت کے ساتھ جو تعلقات قائم کئے انکا دارومدار مخصوص حالات و واقعات پر رکھا۔ انہیں سے بعض تو بالکل روما کے رحم پر تھیں اور بعض ایسی تھیں کہ روما نے انکی خدمات کا تعین کر دیا تھا۔ آخر کار امپراطوریہ کے زمانے میں ان ناقابل درجہ بندی امتیازات کا بالکل خاتمہ کر دیا گیا اور رومن سلطنت کے تمام رعایا کے لئے ایک عام سیاسی قانون نافذ کر دیا گیا۔ حضرت عیسےؑ کی ولادت پر بھی سلطنت ایسے منفرد سیاسی ہستیوں کا مجموعہ بنی ہوئی ہے جو اپنے معاملات کی خود مختار ہیں اور ان سب کی نگرانی کا کام ایک منفرد سیاسی ہستی (یعنی روما) کرتی ہے۔

عام معلومات کے لئے دیکھو کون: "یوستی نیان کے زمانے تک سلطنت روما کے شہری و دیہاتی ادارات (Kuhn:Die stædtische und buergerl) Verfass. des roem.Reichs) ۲ جلد، لائپزگ، ۱۸۶۴-۶۵ء۔

خود مختار اور پابند شہروں کی سیاسی حیثیت تقریباً ایک سی ہی تھی: مارکوارٹ ۴، ۱۷۰/۱۷۱، ۲۵۷، ۲۵۲۔ ایشیائے کوچک میں افواج کی کمی: موم سن ۵، ۲۲۳۔

پلوٹارک اپنی کتاب "اصول حکمرانی" میں اس عہد کے جمہوریتوں کے ادارات کا بالکل اسی انداز سے ذکر کرتا ہے کہ گویا یہ عہد فارقلیس و اپانونڈ اس کا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "بلدیہ" کے خصائص میں ان صوبوں میں تبدیلی نہیں ہوئی تھیں۔

اتحادوں کے لئے موم سن (Staator.) ۳، ۴۴۷۔ عام طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وفاقیہ لیکیہ کو ابھی تک جنگ کرنے کا اختیار حاصل تھا اس بارے میں موم سن ۳، ۶۷۱ اسٹرابو ۱۴، ۶۶۵ کا اتباع کرتا ہے۔

دیونوئی (Duruy)، نے خاص طور پر اپنی کتاب تاریخ روما سلطنت روما کے شہروں کی خود مختاری پر زور دیا ہے۔

پیش ہوتے تھے وہ خاص طور پر اس مجلس کے قانونی حدود و اختیار کے اندر ہونگے۔ باب ۲۹
ایسے حالات میں روما کی حیثیت محض ایک پنچ یا ثالث کی سی تھی، اور اگر جنگ سے بچنا ہو تو پھر اس طرح کی ثالثی ناگزیر ہو جاتی ہے۔ اس سے قدیم تر زمانے میں غیر جانبدار ہمسایہ شہروں کو پنچ بنایا جاتا تھا (دیکھو اوپر، باب ۱۰)؛ اب انکے بجائے روما ایک مستقل پنچ بن گیا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ جسطرح ازمنۂ وسطے کے کسی شہر کی مجلس انجمن تجار کے حقوق میں مداخلت کرتی تھی اسی طرح روما نے انفرادی شہروں کے اختیارات کو "گھٹانے بڑھانے" کا حق محفوظ کر لیا تھا، اور اسکی طرف سے بلدی معاملات میں اکثر مداخلت ہوتی رہتی تھی لیکن دوسرے مقامات میں بھی اسطرح کے واقعات پیش آتے ہیں اور زمانے حال کے تحریری دساتیر کے دور میں بھی استرداد حقوق کے شکائتیں سننے میں آتی رہتی ہیں؛ الغرض ہم یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ ابتدائی قیصریت کے زمانے میں یونانیوں کے شہری اقتدارات اتنے کم نہ تھے جتنے سمجھے جاتے ہیں۔ بلاشبہ آجکل کے ایک نہایت مستند مورخ نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ یہ سوال پیش کیا ہے کہ جب انسان اپنے ملک کے لئے اپنی جان قربان نہیں کر سکتا تھا تو پھر ان کے لئے زمانہ ان کے لئے زندہ رہنے میں کیا لطف تھا؟[؎] ہماری دانست میں اس خیال میں

[؎] موم سن (۵، ۲۶۲) شہروں کی افسوسناک حالت پر بہت کچھ زور دیتا ہے اور کہتا ہے ہمیں یونانیوں کے ساتھ ہمدردی کرنی چاہئے اس لئے کہ انکی آزادی سلب ہو چکی ہے۔ اس بارے میں اول تو ہمیں یہ کہنا ہے کہ اطالویوں کو ان یونانیوں سے کچھ زیادہ آزادی حاصل نہیں تھی، بالخصوص گراکھی کے زمانے سے تو ان کا کوئی امتیاز باقی نہیں رہا تھا اور مملکت کے حکمت عملی صرف چند اشخاص کے قبضہ اقتدار میں رہ گئی تھی۔ صرف فرق یہ تھا کہ یہ چند اشخاص اطالوی تھے اور اس طرح انکا یونانیوں سے ذرا بالاتر درجہ تھا کہا جاتا ہے کہ یونانیوں کے لئے ایک طرح کی ترقی معکوس تھی اور یونانی آئندہ سیاسیات دنیا پر اثر نہیں ڈال سکتے تھے مثلاً فریمین ("سسلی" لندن، سنہ ۱۸۹۲ء، صفحہ ۳۲۳) کہتا ہے کہ "کسی زمانے ہر شہر کو مکمل آزادی حاصل تھی اور ہر شہر معاملات دنیا میں حصہ لے سکتا تھا" بیشک نظریہ کے اعتبار سے یہ شہر معاملات دنیا میں حصہ لے سکتا تھا لیکن عمل اس سے مغایر تھا، اور فریمین کا یہ حکم دراصل صرف ایتھنز اور اسپارٹا پر لگایا جا سکتا ہے ان شہروں سے باہر جو یونانی رہتے تھے وہ

ایک طرح کی دلفریبی ضرور ہے لیکن ساتھ ہی مبالغہ بھی کیا گیا ہے۔ کیا آجکل کے زمانے میں صورت حال اس زمانے کی کیفیت سے بہت زیادہ مختلف ہے؟ مرکزی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ اکثر و بیشتر اپنے خانگی معاملات میں منہمک رہتے تھے اور سلطنت روما میں الحاق کے بعد انکی حالت تقریباً ویسی ہی رہی جیسے پہلے تھی۔ اسمیں شک نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے ولادت کے وقت فوکس یا سکیون یا سینیہ کے کسی باشندے کا بڑے بڑے سیاسی مسائل پر اتنا اثر نہیں تھا جتنا تقریباً سنہ ۴۰۰ ق م میں لیکن اسکے اثر میں اس کمی کا باعث اتنا اسکی آزادی کا زوال نہیں تھا جتنا دوسرے واقعات حقیقت یہ ہے کہ یونانیوں کے ادارات میں اتنی تبدیلی نہیں ہوئی جتنا ادارات عالم میں بھر یونانیوں کی دنیا میں بہت کچھ وسعت پیدا ہو گئی تھی۔ جب سکیون والے کی نظر صرف رھوڈز سے کورکائرا تک محدود تھی تو وہ اسمیں حصہ لے سکتا تھا لیکن جب انکی دنیا ستون ہائے ہرقل (جبل الطارق) سے اسکندریہ تک وسیع ہو گئی تو انکی اہمیت یقیناً کم ہو گئی۔ سیاسی اعتبار سے یونانی برابر اسی جگہ رہے جہاں پہلے تھے، اور اسی وجہ سے وہ دنیا کے تبدیل شدہ کیفیات کا مقابلہ نہیں کر سکے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اس تبدیلی کیوجہ سے انفرادی یونانی بلدیات کے آزادی میں بہت کچھ خلل واقع ہو گیا اور ہمیں اس سے انکار کرنے کی ضرورت نہیں کہ فوجی خدمت کے موقوف ہونے کی وجہ سے بعض نتائج ضرور مستنبط ہوئے ہونگے یا پرانے زمانے میں شہریوں کے اس احساس سے کہ ہم میدان جنگ میں اپنے شہر کی حفاظت کر سکتے ہیں اسے اپنی خود داری کا زیادہ احساس رہتا ہوگا لیکن جنگ آزمائی کے حق کی یہ کیفیت ہے کہ ان سب لوگوں کو جو کسی عظیم تر ادارے کے ارکان بننا چاہیں اس سے کبھی نہ کبھی ضرور دست بردار ہونا پڑتا ہے جسکی ایک مثال جرمانی ریاستوں سے ملتی ہے۔ ایسی حالت میں فرد کو دو قسم کے مفاد مل سکتے ہیں جنمیں سے ایک قدمائی قسمت کا تھا اور دوسرا حال کے قوموں کو ملا سلطنت روما میں شہریوں کو برابر اپنے اندرونی معاملات پر پورا قابو حاصل رہا اور انھیں اپنے بلدی دستوروں کو تبدیل کرنے کا بھی حق رہا لیکن معاملات عظمیٰ کے تعیین میں انکا کوئی حصہ نہیں رہا اور واقعہ یہ ہے کہ وہ اسکی ماہیت کو سمجھتے بھی نہیں تھے۔ اس کے برعکس انتظامی یکسانی کیوجہ سے زمانہ حال کے مملکتوں کے شہریوں کو مقامی انتظامات میں آزادی میں بہت کچھ کمی ہو گئی ہے اور اس کے معاوضے میں انھیں بڑے بڑے معاملات اور قانون سازی میں حصہ لینے کا حق حاصل ہو گیا ہے لیکن یہ حق اول تو محض دھوکا ہی دھوکا ہے اور پھر قوانین کے متعلق انھیں نہایت ہی کم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ

باب ۲۹ دفتریت اور مرکزی قوانین (مثلاً پروشیہ میں "بلدی قوانین") کے وجہ سے آجکل لوگ اپنے شہر کے اتنی بھی خدمت نہیں کرسکتے جتنی پہلی صدی عیسوی میں الابندہ یا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ انکی حیثیت قدیم زمانے والوں سے بڑھ کر اسلئے کہ حال کے طریقے سے بڑے بڑے مسائل میں انہیں دلچسپی پیدا ہوجاتی ہے۔ لیکن اس سے یہ استنتاج نہیں کیا جاسکتا کہ سلطنت روما کے بلدیات کی حالت قابل حقارت تھی اور ان کے باب کم از کم یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ بہ نسبت آجکل کے انہیں بے ریائی کی بڑی خصوصیت حاصل تھی۔

ہیڈ نے سکوں سے شہروں کے خطابات کا ملخص دیا ہے ("تاریخ سکوکیات" "رہبر" "ناقابل تاراجی" وغیرہ (دیکھو اوپر باب ۲۰ حاشیہ ۱۸) "محصول سے آزاد" "ایشیا کا ساتواں خود مختار شہر" (مگنیشیہ بر دریائے میاندر) "آزاد و مستقر" (یہ نام صوبہ ایشیا کے بہت سے شہروں کا تھا جو غالباً بعض مخصوص میلوں کے مرکز تھے) "مرکز بحری" (نکوپولس، لوحی، سیدے، کوریکوس، سیباستے، اے گسے، دوراسیدون، تری پولس) "جاروب کش بتکدہ" (نیز "دوہرا" "تہرا" "چوہرا") "اولین" ۔ بتھی نیہ کے "اولین" شہر کے رتبہ کے لئے نقیہ و نکومیدیہ کے مابین اور ایشیا میں سمرنا اور افیسوس کے مقابلہ تھا، اور جہاں سمرنا اپنے آپ کو "اولین شہر ایشیا" کہلاتا تھا وہاں افیسوس نے اپنے آپکو "تمام ایشیا میں اولین اور سب سے اہم شہر" کا لقب دے رکھا تھا۔ اسطرح متی لینہ "اولین شہر لسبوس" "ساموس" اولین شہر ایونیہ" اور ترالیس "اولین شہر یونان" پکارے جاتے تھے، اور پمفیلیہ میں سیدے، پسیدیہ میں سگالاسوس، پونٹوس میں اماسیہ اور شام میں لاوذکیہ ساحل بحر "اولین" شمار کئے جاتے تھے۔ ان شہری مقابلوں پر ہمعصر مورخ دیوان ہنستا ہے اور اس کا اتباع کرکے خود موم سن بھی طعنہ آمیزی سے پرہیز نہیں کرسکتا۔ یہ تضحیک صرف اسوقت حق بجانب ہوسکتی ہے اگر اس سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ اس زمانے کے ایشیائی ہر ملک اور ہر زمانے کے انسانوں سے زیادہ بیوقوف یا قابل مضحکہ تھے۔ آجکل اگر کوئی شہر کسی ملک میں اولیت کا دعوے کرکے اور ساتھ ہی اسی ملک میں دوسرے شہر بھی اسکے مقابل موجود ہوں تو انکی کیفیت بھی ان شہروں کی سی ہوگی۔ یہ بات واقعاً مضحکہ خیز ہے کہ سمرنا اپنے آپکو ایشیا کا اور افیسوس "تمام ایشیا کا اولین شہر" کہلوائے، لیکن آجکل بھی ایسے شہر ہیں جو یہی کرتے ہیں اور وہ بھی غایت سنجیدہ ممالک میں انگلستان میں یارک کا صدر اسقف "انگلستان کا لاٹ پادری" ہے اور کنٹربری کا صدر اسقف

ترالیس کا کوئی باشندہ ۔ بلاشبہ ہمیں اس کا معاوضہ سیاسی حقوق کی شکل میں مل جاتا ہے اور سلطنت روما کے شہری کو اس قسم کے کوئی حقوق حاصل نہیں تھے، لیکن یہ بات خوب اچھی طرح سے معلوم ہے کہ ایسے ملکوں میں بھی جو دستوری اعتبار سے دوسری کے لئے گویا نمونہ ہیں اور جہاں عمومی نیابت کے ذریعہ سے حکومت پر ظاہری نگرانی رکھی جاتی ہے وہاں بھی مملکت کے بڑے بڑے اہم امور کی کارفرمائی تھوڑے سے بڑے بڑے رہبروں کے قبضے میں ہوتی ہے۔ اس زمانے میں آجکل کی نسبت ذرا کم رسمی منافقت پائی جاتی تھی؛ اس زمانے میں لوگ بلدیے کے ایسے حالات پر بحث کرتے اور ان پر قرارداد منظور کرتے جن سے وہ اچھی طرح سے واقف تھے اور جن سے انکا براہ راست تعلق تھا۔ اگر ہم ہر چیز کو مدنظر رکھیں تو ہم اس نتیجے پر پہونچینگے کہ الابندہ یا ترالیس کے کسی شہری کی سیاسی اہمیت آجکل زمانے میں شہر ٹینبلز کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ "تمام انگلستان کا لاٹ پادری" ہے اور اسیطرح صدر اسقف ڈبلن "ایرستان کا" اور صدر اسقف آرماہ "تمام ایرستان کا" لاٹ پادری مانا جاتا ہے ہم یہ سن کر مسکراتے ہیں کہ شریف ایشیائی ایک سال تک آزیارخ رہنے کے بعد بھی اپنے آپکو اسی لقب سے ملقب کرتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ آجکل بھی ہمارے جمہوریت پسندوں کے لئے القاب "میر بلدیہ" "قنصل" یا "کرنل" میں ایک خاص کشش ہے پہلی صدی ق م میں ایشیائیوں میں خطابات والقاب کی جو خواہش پائیجاتی ہے اس سے یہ ہرگز نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ انہیں آجکل کے زمانے کے سوئیٹزرستانیوں یا امریکیوں سے کمتر درجے کی صفات پائی جاتی تھی۔

ان شہروں کے سکوں سے انکی مرفہ الحالی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ہوم سن کہتا ہے "تاریخ روما"، ۵، ۳۰۲) کہ "تمام ملکوں میں سب سے زیادہ ایشیائے کوچک بلدی تفاخر کا مسکن اسلئے بنا ہوا تھا" اور سکوں کے تکنیک کا اصلی باعث یہ امر تھا۔ رومن حکومت نے ان شہروں کو اس بارے میں آزادی دیدی تھی" لیکن جب ہم اوپر دیکھ چکے ہیں پہلی رائے کا تو ثبوت ہی نہیں دیا جا سکتا خصوصاً اس لئے کہ زمانہ حال کے تاریخی تفحص سے یہ معلوم ہوگیا ہے کہ تھریس میں بھی اسی قسم کے اعلیٰ درجہ کے سکے ڈھالے جاتے تھے؛ چنانچہ مناسب ہوگا اگر ہم اس بارے میں بھی تفاخر کی صفت کو اتنی ہی اہمیت دیں جتنی انسانی کاروبار میں ہر جگہ اسے حاصل ہوتی ہے۔

کسی شہری کی اہمیت سے زیادہ تھی ۔

باب ۲۹

عام طور پر ابتدائی امپر اطوریۂ روما پر ایک شریف رومن کے زاویہ نگاہ سے غور کیا جاتا ہے، اور اگر ہم اسکے برخلاف یونانی قوم کے ایک شہری کے نقطۂ نظر سے غور کریں تو یہ یقیناً باعث دلچسپی ہوگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس سلطنت کے مشرقی حصے میں بہت سی شہری ملتیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک میں تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ کم و بیش اعیانی دساتیر رائج ہیں اور ساتھ ہی ہر صوبے میں ان ملتوں کی ایک طرح کی وفاقیتیں قائم ہیں جو اپنے اختیار سے مختلف النوع مسائل زندگی پر نگرانی رکھتی ہیں لیکن ساتھ ہی جن کے معاملات میں رومن پروکانسل کبھی کم کبھی زیادہ مداخلت کرتے رہتے ہیں۔ ان ملتوں کے ضروریات صرف محاصل کے ادائی میں سے پورے نہیں ہوتے بلکہ دولتمند و مرفہ الحال شہری بھی معتد بہ رقوم دیکر انکے خزانے پُر کرتے ہیں اور انکے معاوضے میں انکے اعزاز میں اضافہ بھی کیا جاتا ہے۔ "خدمت عامہ" کا پرانا طریقہ اسوقت تک رائج چلا آتا ہے۔ جن ممتاز اور امیر شہریوں کو رومن حقوق مل گئے ہیں وہ اپنے بیٹوں کو رومن طرز کی تعلیم دیتے ہیں اور یہ تعلیم یافتہ یونانی بچے دفتری زندگی میں قدم رکھ کر آخر کار رومن سیناتی بن جاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ تعلیم یافتہ اور آسودہ یونانیوں کو دونوں قوموں کے حقوق حاصل ہیں ۔

یوروپی یونان مادی مرفہ الحالی میں ذرا پیچھے تھا لیکن ہمیں کوئی شبہ نہیں کہ اسوقت یا کسی دوسرے زمانے میں مشکل سے کوئی ایسا ملک ہوگا جو اس عہد کے ایشیائے کوچک یا سوریہ کی برابر دولتمند ہو اور نہ صرف سکوں سے بلکہ شہروں کے باقیات سے بھی اس کا پورے طور پر اندازہ ہوجاتا ہے۔ یونانیوں میں بعض خصائص ضرور ایسے ہیں جن کی وجہ سے اس تابناک تصویر میں ذرا تاریکی پیدا ہوجاتی ہے، مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف بلدیات میں انفرادی حقوق کے متعلق آئے دن جھگڑے ہوتے رہتے ہیں اور اس سے بلدی تدمخ کا اظہار ہوتا ہے۔ میں نے اس مسئلے کا ایک حاشیے میں حوالہ دیا ہے۔ لیکن اسکے علاوہ ایک بات اور ہے جس سے تصویر بالکل تاریک ہوجاتی ہے اور وہ امپر اطور کی پوجا کا مسئلہ ہے۔[شہ]

[شہ] ایتھنز میں روما اور اگستوس کی پوجا؛ کرتیوس، "تاریخ بلدی" Curtius : Stadgeschichte

باب ۲۹ اگستوس نے ایشیا و بتھی نیہ کے صوبہ داری جمعیتوں کو اس بات کی اجازت دے دی کہ اس کے نام کے تبخانے بنائیں اور اس کے ساتھ معبودی اعزاز و اکرام وابستہ کریں۔ یہ مرض بہت جلد دوسرے صوبوں میں بھی پھیل گیا، اور (جب مومسن ٹھیک کہتا ہے) سلطنت کی صوبہ داری تنظیم کا سب سے بڑا اصول یہ ہو گیا کہ مذہبی اور انتظامی ادارات کو ایک دوسرے میں بالکل مدغم کر دیا جائے۔ امپراطور کے ہر ایک معبد میں ایک مہا پجاری ضرور ہوتا تھا، لیکن اس کی پوجا کے معاملات (مثلاً بعض تہواروں کے انتظامات) کا کام صوبہ داری جمعیت کے صدر (یعنی ازیارخیس، لیکیارخیس وغیرہ) کے ہی سپرد تھا۔ ابتدا میں رومن شہریوں سے یہ امید نہیں کیجاتی تھی کہ زندہ امپراطور کی پوجا کریں، اس لئے کہ روما میں صرف غیر ملکیوں کی زندگی میں ان کی پوجا ہو سکتی تھی (دیکھو اوپر باب ۶ حاشیہ ۱) اور واقعہ یہ ہے کہ یونانی بلدیات نے اپنی شہری خود مختاری کا یہی ملعون معاوضہ ادا کیا کہ وہ امپراطور کی پوجا کریں۔ ہمیں یونانی مذہب کی لغویت اس بات سے نظر آتی ہے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ ۲۵۵ - عام طور پر امپراطور کی پوجا؛ ڈریگسلر کا مضمون روشر ۲ ۹۰۱/۹۱۹ میں۔

پ۔ گارڈنر نے اپنی کتاب "ابواب جدید" (ص ۲۱۶) میں قدیم یونانی مذہب کے زوال کی نسبت صحیح رائے کا اظہار کیا ہے۔ نیز مقابلہ کرو خود میری رائے، اسی کتاب کی جلد ۳ باب ۱۳۔

ل۔ متائس نے اپنی کتاب "سلطنت روما کے مشرقی صوبوں میں حکومتی اور عمومی قانون"
L. Mitheis :Reichsrecht und Volksrecht in den Oestichen
des roemischen Reiches (لائپزک سنہ ۱۸۹۱) میں شامی شہروں میں یونانی قانون کے رواج کا ثبوت دیا ہے۔

ہندوستان پر یونانی تمدن کے اثرات؛ ویبر: "روداد اکاڈمی برلن" Weber:
Sitzunsber. d. Berl. Ak. سنہ ۱۸۹۰ء، ص ۹۰۱/۹۳۳؛ مہافی: "دنیائے یونان محکوم روما" Mahaffy:
(Greek World under Roman Sway) باب ۲؛ گارڈنر: "ابواب جدید" ص ۳۴۴/۴۳۵

لکتانتیوس نے (تقریباً سنہ ۳۰۰ء) میں دفتری اقتدار کے عروج پر نوحہ خوانی کی ہے۔
De mort persec: ، جس کا مارکوارٹ نے ۴، ۲۲۴ پر اقتباس دیا ہے۔

اسکے پیرو کمال خوش دلی کے ساتھ لیساندر کے زمانے سے سکندر اور جانشینان سکندر کے عہد میں ہو کر رومن امپراطوروں کے زمانے تک اسطرح کے زندہ انسانونکی پوجا میں کچھ مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔

سلطنت روما میں براہ راست نیابت کا طریقہ رائج نہیں تھا لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ سینات کے واسطہ سے صوبوں کے ممتاز شہری حکومت میں حصہ لے سکتے تھے۔ یہ مجلس خود اپنے نقائص کو ایک حد تک دور کرتی رہتی تھی۔ یہ ایک ایسا ایوان تھا جسکے علاوہ روما میں کوئی دوسرا ایوان نہیں تھا لیکن ساتھ ہی اسے آجکل کے ابتدائی ایوانوں سے کہیں زیادہ حکومتی اقتدارات حاصل تھے۔ سینات کو مجلس ملل نہیں کہہ سکتے بلکہ خود امپراطور کی طرح اسمیں وحدت سلطنت کا گویا مظاہرہ ہوتا تھا۔ تاہم یہ بات قابل لحاظ ہے کہ مصر جیسے ملکوں کی جنمیں کسی طرح کی آزادی کا پتہ نہ تھا، نیابت مجلس سینات میں نہیں ہوتی تھی جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مجلس آزادی کے عناصر کی گویا قائم مقام تھی۔ امپراطوروں کا کام یہ تھا کہ سلطنت کے مختلف حصوں کی حفاظت کریں، اور اس مقصد کے حصول کے لئے انھوں نے ایک دفتری طبقے کا بیج بویا جو رفتہ رفتہ ایک تناور درخت کے مانند ہوگیا، اور جس نے شہروں کی خود مختاری کو بہت کچھ گزند پہنچایا۔ آخر میں جب بلدی وظائف کے ذریعہ سے ہر شہر کا خراج لیا جانے لگا تو وہ خود بلدیات کے لئے ایک بار گراں بن گئے۔

عیسوی مذہب کی ابتدا میں اسکے پیرؤں نے شہنشاہ کی پوجا کی سخت مخالفت کی اور اسکے باعث آخرکار قدیم بت پرستی کا ازالۂ کلی ہوگیا جو فی نفسہٖ ایک نہایت ہی اچھا کام تھا لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ سلطنت روما کے لئے اس میں بھی ایک تاریک پہلو تھا اس لئے کہ جب سلطنت نے لوگوں کے عقائد میں ڈھیل ڈالنے سے انکار کیا اور ساتھ ہی جب رفتہ رفتہ عیسوی مذہب رواج پاتا رہا تو آخرکار اسکا سرکاری مذہب عیسویت ہوگیا، اور اسکے بعد کی تاریخ تین قسم کے آفات سے پر ہے، ایک تو شخصی حکومت، دوسرے سرکاری کلیسا، اور تیسرے زائد از ضرورت دفتریت۔ یہی تین بلائیں برابر سلطنت بنیز نطہ پر امنڈتی رہتی ہیں اور ہمارے نزدیک انکے ہوتے ہوئے سلطنت ہرگز اس مدح سرائی کی مستحق نہیں جو آجکل اسکی کی جاتی ہے۔

باب ۲۹ ابتدائی امپراطوری حکومت میں یونانیوں کی ذہنی کیفیات کو چند ہی لفظوں میں بیان کرنا کافی ہوگا۔ ایتھنز کی اہمیت برابر قائم رہتی ہے اور خود رومن بھی اسے تسلیم کر لیتے ہیں۔ یہاں بروتوس، کاسیوس اور ہوریس رہتے تھے، اور یہ شہر تمام سلطنت کے اولین مدرسۂ فلسفہ کا مستقر تھا۔ اپنے مدرسۂ خطابت کی وجہ سے رھوڈز نے بھی بہت بڑا اثر ڈالا، اور ہم باب ۲۸ میں اسکندریہ کی اہمیت کا اندازہ کر چکے ہیں۔ لیکن خاص روما میں بھی یونانی حکمیات کو ترقی ہوئی۔ صقلوی دیودوروس نے اپنی "تاریخ عالم" یہیں بیٹھ کر لکھی، اور ہمارے نزدیک سلطنت روما کے پہلی دو صدیوں میں یونانی ادبیات و فنون نے اپنے خاتمے سے پہلے گویا ایک طرح کا سنبھالا لیا۔

ایک اور بات نہایت اہم ہے، وہ یہ کہ فلسطین، سوریہ، اور طارسوس کے ساتھ ملکر اسکندریہ نے مذہب کے ذریعہ سے دنیا کے اخلاقی احیاء کا بیج بویا، اور سامی سرزمین سے جن عمیق خیالات کی ابتدا ہوئی تھی وہ یونانی زبان ہی کے ذریعہ سے بنی نوع انسان تک پہونچے۔

ان تمام واقعات پر غور کر کے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہونگے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت پر سیاسی حیثیت سے یونانی بالکل فنا نہیں ہوگئے تھے، بلکہ جہاں تک فنون لطیفہ کا تعلق ہے ان میں وہ پرانی بات اب بھی قائم تھی اور ادبیات و فلسفے کے میدان میں انہیں از سر نو امتیاز حاصل ہو رہا تھا۔

اب میں اس کام کے انجام کو پہونچ گیا ہوں جو میں نے ابتدا میں اپنے پیش نظر رکھا تھا، لیکن مجھے اسکا اچھی طرح سے اعتراف ہے کہ میں نے اس کام کو کماحقہ انجام نہیں دیا ہے۔ بعض مرتبہ جو کچھ مجھے کہنا تھا وہ اپنے مناسب مقام پر نہیں کہا گیا اور میں نے اسے حذف کرنا ہی بہتر سمجھا لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ تاریخ یونان پر قلم چلانے والے کیلئے اس لاثانی قوم کے ہر ایک کارنامے کی مکمل تصویر پیش کرنا بالکل ناممکن ہے۔ اس کتاب میں کم از کم یہ دکھانے کی ضرور کوشش کی گئی ہے کہ یونانیوں نے کس طرح مملکت اور ملت کے خیالات کو ایک دوسرے سے منطبق کیا؛ یہ خیال قدیم زمانے کے ساتھ مخصوص ہے اور زمانۂ حالیہ میں صرف جرمنی میں اور ایک حد تک چند روز کے لئے اٹلی کی تاریخ میں نظر آتا ہے۔ یونانی مملکت میں شہری اپنے تمام قوائے انسانی کو تمام قوم

باب ۲۹ کے لئے وقف کر دیتا ہے اور اسطرح اپنی ملکات کو اور خود اپنے آپکو گویا ایک فنی شاہکار بنا دیتا ہے۔ بڑے بڑے آدمی نئے نئے انداز سے خدمت کرنا اپنا فخر سمجھتے ہیں، لیکن اسکے برعکس اکثر قوم کو اپنے رہبروں پر تفوق حاصل ہوتا ہے۔ سلطنت روما میں جلدیہ کو روزافزوں اہمیت حاصل ہوتی ہے، اور یونان مظفر و منصور روما کو نہ صرف اپنے فنون و ادبیات کے ذریعے سے بلکہ اپنی جلدی فراست کے ذریعہ سے بھی مغلوب کر لیتا ہے۔

پھر یونانی زندگی کا خاتمہ کسی طرح ستمہ قوم میں بھی نہیں ہوتا لیکن یہ ایک ایسی حد ہے جسے عبور کرنا مناسب نہیں۔ اوّل تو یونانیوں کی قومی زندگی اس حد تک قائم رہی کہ اسکے بعد تھوڑی ہی مدت بعد بحیثیت سلطنت سیاسی اعتبار سے بھی یونانی ہی بن گئی، اور جب قسطنطین اعظم نے بزنطہ کو قسطنطنیہ بنایا تو یہ شہر ایک جدید یونانی سلطنت کا پائے تخت بن گیا جو برابر ایک ہزار سال تک جاری رہی۔ دوسری بات یہ ہے کہ یونانی تمدن دنیا پر اس سے بھی زیادہ طویل زمانے تک برابر اثر ڈالتا رہا، اور جب بزنطہ نے اپنے جواہر ریزوں کی حفاظت کرنا چھوڑ دیا تو مغرب نے حتی المقدور انھیں چن لیا اور مغرب خود بزنطہ سے بھی زیادہ انکے اثر میں آگیا۔ یونانی مشرق کے کندھوں پر غلامی کا ایک بار گراں رکھ جاتا ہے جو انیسویں صدی عیسوی کے ابتدا تک ہلکا نہیں ہوتا، اور اسکے بعد یونان از سر نو تماشہ گاہ عالم پر نمودار ہوتا ہے۔ یونان کی جدید زندگی سیاسی اعتبار سے ہی اہم نہیں بلکہ ذہنی اعتبار سے بھی اہم ہے اور ذہنی کیفیات میں وہ جہانتک ہوسکتا ہے اپنی گذری ہوئی روایات سے اپنے آپکو وابستہ کرتا ہے۔ بلاشبہ سیاسیات کے میدان میں اسکی حالت ذرا مختلف ہے اسلئے کہ اسمیں فرانس، اٹلی، اسپین، رومانیہ وغیرہ کی طرح پارلیمنٹی حکومت رائج ہے اور یہی وہ قیمت ہے جو اسنے اس وحدت کی ادا کی ہے جسکی قدیم زمانے میں اتنی ضرورت تھی۔ لیکن اسکے علاوہ دوسرے معاملات میں وہ زمانہ قدیم کے بہت کچھ مشابہ ہے۔ یونانیوں کا ساحل ایجیئن اور اس کی دوسری طرف منتشر ہو جانے سے چھٹی صدی ق م کی یاد تازہ ہوتی ہے اور ان نوآبادیوں کے سیاسی ارتقا میں جو امور سد راہ ہیں وہ بھی اسی زمانے کے جیسے ہیں۔ آجکل کے ترک قدیم ایرانیوں کے

باب ۲۹ حائل ہیں، لیکن آج کے یونانیوں کو ترکوں کی جگہ لے لینا قدیم یونانیوں کے ایرانیوں کو مغلوب کرنے سے زیادہ مشکل ہے اسلئے کہ آجکل مملکتوں کا ایک ایسا مجموعہ پیدا ہو گیا ہے جو موجودہ صورتِ حال کو قائم رکھنا چاہتا ہے اور اگر ترکی سلطنت میں زندگی باقی ہے تو اسے بھی قائم رکھنے کا خواہاں ہے۔ بلاشبہ اس سلطنت کے برابر حصے بخرے کئے جارہے ہیں، لیکن اگر یہ طرزِ عمل جاری بھی رہا تو اس سے ہمیشہ یونانیوں ہی کو فائدہ نہیں پہونچے گا، اسلئے کہ آجکل چھوٹی سے چھوٹی مملکت بھی بڑی سے بڑی کے برابر حقوق طلب کرتی ہے۔

الغرض اگر یونان جدید اپنی منتشر اولاد کو یکجا کرنا چاہے تو اسے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، لیکن اسمیں شبہ نہیں کہ بالآخر اس سلطنت میں بہت سے جزیروں اور ساحلی آبادی کا الحاق ہو جائے گا، صرف شرط یہ ہے کہ یونان میں تمدن و تہذیب انسانی کو فروغ ہوتا رہنا چاہئے اور یہ وہ چیز ہے جو یونان قدیم کی لافانی عظمت کا راز اور یونان جدید کی عزت و وقعت کے تاج کا سب سے چمکدار ہیرا ہے۔ جہاں ذہن کی رسائی ہو وہاں فتح و نصرت بھی غلام بن جاتی ہیں۔

تتمۂ کتاب

اس عہد کے تمدن کی بابت چند خیالات

(۱) ادبیات

(الف) عام خصوصیات:- ہر قوم کے ادبیات میں ہمیشہ دو عناصر ہوتے ہیں۔ ہر قوم کے ادیبوں میں بعض تو ایسے ہوتے ہیں جو اپنے ہمعصروں کے جذبات کا اظہار کرنے کامیابی حاصل کرتے ہیں، اور بعض ان کے برعکس خواہ بالکل جدید خیالات کے علمبردار ہوتے ہیں ورنہ ایسے گذرے ہوئے زمانے کی یاد کو تازہ کرتے ہیں جسے وہ زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ دوگونہ ادبی رَو اور اس عہد کی کتابوں میں صاف نظر آتی ہے جو اسوقت ہمارے پیش نظر ہے، اور ہم اس کا اندازہ خاص طور پر ان دو مقامات کے مصنفوں کے شاہکاروں سے کرتے ہیں جہاں اس ادب کا سب سے زبردست مظاہرہ ہوا۔ ایتھنز میں تو سردیہ کے ذریعے سے اکثریت کے خیالات کا اور فلسفے کے ذریعے سے ترقی آفریں تخیلات کا اظہار کیا جاتا ہے؛ اسکندریہ کے اکثر شعراء روایات ماضیہ کے پیرو نظر آتے ہیں اور دربار کو اپنے خیالات سے محظوظ کرتے ہیں، اور جب تھیوکریٹوس اپنی جدت آفرینی سے سننے والوں پر اثر پیدا کرنا چاہتا ہے تو اسے اپنی کوشش میں مایوس ہونا پڑتا ہے اور اسے بادشاہ انعام واکرام کا مستحق نہیں سمجھتا طبقۂ علماء میں سے ہیں ہو الید ثلثم

تمتہ کتاب

کے ماہروں کو جدت طرازی کے میدان میں نحویوں سے آگے رکھنا پڑے گا اور حقیقت تو یہ ہے کہ مصر کے بدترین بادشاہوں کو صرف ونحو کا مطالعہ بطور ایک دلخوش کن مشغلے کے ہاتھ آگیا تھا۔

(۲) اس عہد میں یونانی ادبیات کے زوال کے اسباب:-

ایتھنز و اسکندریہ میں (سنہ ق م تک) ادبیات کی ترقی کے بعد ایک انقلاب رونما ہوتا ہے۔ پرگامم تو کبھی ادبیات کا گہوارہ نہیں بنا اور تقریباً سنہ ۱۵۰ ق م میں پولی بیوس ہی ایک ایسا مصنف تھا جسے ہم ممتاز کہہ سکتے ہیں اور ترتیب مضامین کے اعتبار سے اسمیں بھی بہت کچھ نقائص پائے جاتے ہیں۔ وہ ایک ارتقائی دور کے ادبیات کا قائم مقام ہے جن میں یونانی قوم کے پرانے استقرار اور اسکے ذہنی علو کے بعد یعنی سیاسی ذِلت بلدی میں ایک طرح کی مایوسی کی سی کیفیت تھی۔ اسکے ارکین کو منطقی واقعات سے متاثر ہو کر بہت سی امیدوں اور آرزوں کو خاک میں ملانا پڑا تھا اور روما کی سیادت کی وجہ سے انھیں جو ماتحتانہ رتبہ حاصل تھا اس پر قناعت کرنی پڑی تھی۔ پولی بیوس در اصل اپنے ہم ملکوں کے سامنے انکی نکبت و زوال کے اسباب بیان کرتا ہے۔ سنہ ق م تک صورت حال بالکل غیر معین رہتی ہے۔ اول تو یونانیوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ آخر روما کا ان کی نسبت کیا ارادہ ہے اور انھیں سے یہ اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کہ سیاسی و معاشرتی تحریکات بالآخر کیا شکل اختیار کرینگی۔ کم سے کم گراکھیوں کے اختلالوں اور غلاموں کے جنگوں سے تو یہی معلوم ہوتا تھا کہ شاید جملہ موجودہ ادارات ایک ساتھ منقلب ہو جائیں گے۔ ان سب واہموں کے باعث لوگوں کی توجہ ادبیات سے بالکل ہٹ گئی اور بہت ہی کم تصانیف شایع ہو سکیں۔ ادبیات کو اس وقت تک فروغ نہیں پہنچا جب تک مہرداد ایشیا اور یورپ سے نکال نہ دیا گیا۔ لوگوں کو اب یہ معلوم ہو گیا کہ معاشرہ اپنے پرانے راستوں پر برابر چل رہا ہے اور گو روما آمریت کا دعویدار ہے لیکن ذہنی اثر رومن یونانی تمدن کے روز بروز زیادہ معترف ہوتے جا رہے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے ہمت کر کے از سر نو ادبیات اور حسن صوری کو ترقی دینی شروع کر دی۔ ہم اس تبدیلی کا اندازہ اسوقت کر سکتے ہیں جب ہم پولی بیوس کے صحیح واقعات

تتمۂ کتاب

اور غلط اسلوب کا اسکے نفیس اور خوش مزاج جانشین پوسیدونیوس سے مقابلہ کرتے ہیں یونانی شعر و شاعری کا تو خاتمہ ہوگیا ہے اور اس کی صرف چھوٹی چھوٹی شاخیں (جیسے چٹکلے) ابتک باقی ہیں۔ یہ ایک کلیہ ہے کہ قومی زندگی کے جذبات و احساسات کا مظاہرہ جس نزاکت سے نظم میں ہوتا ہے اتنا نثر میں نہیں ہوتا، اور روما کو تفوق حاصل ہونے کے بعد اِن جذبات عالیہ کا خاتمہ ہوگیا جن سے نظم متاثر ہوتی رہتی تھی اس کے علاوہ ادبیات کے زوال کا ایک دوسرا سبب بھی تھا۔ اگر رومن یونانی شاعری میں اپنی دلچسپی کا اظہار کرتے تو غالبًا یونانی برابر نظم لکھتے رہتے لیکن رومن ایک عمل پسند قوم تھی۔ انھوں نے خود یونانی نمونوں کے مطابق ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا ادب تیار کیا تھا اور انھوں نے یونانی شاعری کے ساتھ جو دلچسپی دکھائی اس میں ان کی یہ خواہش پنہاں تھی کہ وہ لاطینی زبان کے قالب میں اس کی نقل اتار سکیں۔ اس طرح یونانی شاعری کے لئے جو میدان تھا وہ اتنا وسیع نہ تھا۔ نثر کی کیفیت مختلف تھی اور اس قسم کے خیالات اس کے ارتقا کے راستے میں حائل نہیں تھے، چنانچہ پہلی صدی ق م کے وسط سے یونانی نثر میں ایک نیا تیج پیدا ہوا اور تاریخ و فلسفۂ اخلاق میں (جن میں سنجیدہ اور مزاحی دونوں پہلو موجود تھے) بہت سی تصانیف میدان میں آئیں۔

(۲) انتظام سیاسی

(الف) پولِس یا بلدیہ کی اصلیت :۔

ہماری دانست میں قدیم مملکت، خواہ وہ منفرد بلدیوں پر مشتمل ہو یا مختلف ریاستوں کے مجموعے کی شکل میں ہو، آجکل کی مملکت سے زیادہ انسان کے فطری حالات کے مطابق ہے۔ آجکل کی مملکت ایسی سلطنتوں کی شکل میں نمودار ہوئی ہے۔

تتمۂ کتاب

جنمیں پارلیمنٹی حکومت اور تحریری دستور رائج ہیں، اور یہ روز بروز ایک طرح کی میکانیکی شکل اختیار کر رہی ہے۔ ہمیں بس اسکا افسوس ہے کہ انسان دھات کے بنے ہوئے پہیے نہیں ہیں۔ آجکل کی مملکت اور قدیم مملکت میں جو فرق ہے وہ یہی ہے کہ آجکل کی مملکت کا کام اوپر سے نیچے کی طرف اور قدیم مملکت کا کام نیچے سے اوپر کی طرف انجام پاتا ہے۔ قدیم مملکت میں اور آج کی مملکت میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ اول الذکر میں اتنے زیادہ انتظامات کی حاجت نہیں بلکہ فرد جو چاہتا ہے کرتا ہے، لیکن جونہی وہ کسی دوسرے کے حقوق میں مداخلت کرنے لگتا ہے اسی وقت فوراً پولس یعنی بلدیہ کا سب سے بڑا افسر یعنی عادل بیچ میں آجاتا ہے۔ مملکت، جو بلدیہ کے مترادف ہے۔ خانگی امن و امان اور بیرونی حفاظت کی ذمہ دار ہے۔ آخر میں ان سب شہری مملکتوں میں سے سب سے بڑی انفرادی مملکت یعنی روما اس تمام رقبے میں امن و امان کا ذمہ دار بنتا ہے جسمیں یہ شہری ریاستیں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ طرز حکومت بالآخر ناکام ہو جائے، لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اساسی اعتبار سے غلط تھا۔ آجکل جو انتظامی مرکزیت مقبول عام ہے اسمیں بھی تو امید کے مطابق کامیابی نہیں ہوئی ہے اور آخر وہ مملکتیں اتنی مرفہ الحال نہیں ہیں جن پر فرانس کی پارلیمنٹ اور انتظامی مرکزیت کے نمونے پر حکومت ہوتی ہے بلکہ وہ مملکتیں کہیں زیادہ آسودہ ہیں جنھیں مختلف حصوں کی اپنے اپنے امور کو انجام دینے کی سیاسی آزادی حاصل ہے۔ ہمارے نزدیک پولس یا بلدیہ کی ایک ایسی حکومت تھی جس سے ہم خود بہت سے سبق لے سکتے ہیں۔

(۴) قدیم زمانے میں جو سیاسی ترقی ہوئی اس کا اندازہ مختلف بلدیوں کے باہمی اتحاد کی خواہش سے ہوتا ہے۔ ہر "بلدیہ" آزاد ہے تاہم ہمسایہ ملوکیتوں سے بچنے کے لیے مختلف بلدی ملتیں کوشش کرتی ہیں کہ آپس میں کسی طرح کا اتحاد قائم کر لیں۔ سوال یہ ہے کہ کس چیز کو اتحاد کی بنیاد قرار دیا جائے، کیا مذہب ان بلدیوں کو آپس میں ملا سکتا ہے؟ ایسی کوشش ایمفکٹیونیس کے ذریعے سے کی جاتی ہے لیکن اس میں ناکامی ہوتی ہے اس کے بعد ایتھنز اور اسپارٹا ظاہری یا پس پردہ سیادت کے ذریعے سے اس میں کوشاں ہوتے ہیں لیکن یونانیوں کے جذبات اس سے مشتعل ہو جاتے اور وہ اسے برداشت

تتمۂ کتاب ب

نہیں کرتے۔ اس کے بعد اکائیائی اور ایتولی یہ اصول پیش کرتے ہیں کہ ہر ایک کو مساوی حقوق ملیں اور ان جماعتوں میں جن میں کسی نہ کسی طرح کی نیابت کا قاعدہ رائج ہے، وہ اکثریت کے اصول پر قرار دادیں منظور کرتے ہیں۔ لیکن اس میں بھی کامیابی نہیں ہوتی اور کم سے کم اکائیائی لیگ اپنے ارکین کو بلا جبر و اکراہ یکجا نہیں رکھ سکتی۔ اب روما تماشہ گاہ عالم پر نمودار ہوتا ہے اور اصول" ولایت" کے مطابق اتحاد کی کوشش کرتا ہے۔ وہ مختلف ملتوں کو خود اپنے معاملات طے کرنے کی اجازت دیتا ہے اور علی العموم ان سے روپیہ یا فوج کا مطالبہ نہیں کرتا لیکن اس کا حکم ہے کہ وہ آپس میں امن و امان سے رہیں۔ پھر چونکہ اب ذی اقتدار بادشاہ ہی باقی نہیں ہے اس لئے امن عامہ کا قیام نسبتہً آسان ہو گیا ہے۔ روما کی حکومت قدیم ایتھنزی طرز حکومت کے ترقی یافتہ شکل تھی۔ اور ایتھنز کے راج میں رھوڈز اور خیوس کو جو آزادی حاصل تھی اس سے ذرا زیادہ آزادی رومن راج میں خود ایتھنز کو حاصل ہے۔ تاریخ کا یہ حصہ پیچ کی طرح دائروں میں گھومتا نظر آتا ہے۔ رومن سلطنت ایتھنزی سلطنت سے زیادہ پائدار ثابت ہوئی، اور اگر اس میں زندہ انسانوں کی مشرقی یونانی پوجا کو پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ رائج نہ کر دیا جاتا تو اس سے بھی پائدار ثابت ہوتا۔ وہ دائرہ جو لیساندر کے زمانے میں چھوٹا سا تھا، سکندر اعظم کے عہد میں بہت بڑا ہو گیا، اور شہنشاہی عہد میں اس کا حجم اتنا بڑھ گیا کہ کسی عظیم الجثہ اژدہے کی طرح اس نے ہر ایک بڑھتی ہوئی ہستی کا گلا گھونٹ دینا چاہا۔

(ج) قصبات و دیہات۔

بلدیات کے مدمقابل دیہات ہیں اور مقدونیہ و ایران کی مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شدت سے ملوکیت کی موئد ہیں۔ عہد مقدونیہ میں دیہات کا پلہ بھاری معلوم ہوتا ہے لیکن یہ دھوکا ہی دھوکا ہے اور اصل میں پولس ہی کو فتح ہے چنانچہ اس کی مثال سوئزیہ سے ملتی ہے جہاں بلدیات ملوکیت کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔ پھر روما اس صورت حال کو قائم ہی نہیں رکھتا بلکہ مغرب میں بھی جہاں پہلے قبائل ہی قبائل تھے، اسی طریقے کو رائج کرتا ہے۔ ازمنۂ وسطےٰ کی ابتدا میں رد عمل شروع ہو جاتا ہے اور

تتمۂ کتاب

دیہات کا بول بالا ہو جاتا ہے یعنی دیہاتی آبادی پہلے سلطنت کے خدام کی حیثیت سے اور پھر اس کے آقا کی حیثیت سے نمودار ہوتی ہے تاآنکہ جرمانی طوکیتوں کا دارومدار اسی دیہاتی آبادی پر ہو جاتا ہے اور اسی سے جاگیریت کی ابتدا ہوتی ہے جس کی بنیاد وفاداری پر ہے۔ تاہم شہری زندگی کا خاتمہ نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس کی اہمیت بڑھتی جاتی ہے اور شہر ازسرنو آزاد ہو جاتے ہیں۔ یہ صورت حال طاقتور افراد مثلاً شہنشاہوں، بادشاہوں اور اسقفوں کی وجہ سے پیدا ہوئی اس لئے کہ انھوں نے خود اپنے اقتدار میں اضافہ کرنے کی غرض سے ان کی حمایت کی تھی، اور اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ازمنۂ وسطیٰ کے آزاد بلدیات خارجی اعتبار سے جرمانی ادارات سے پیدا ہوئے تھے لیکن داخلی اعتبار سے ان میں اصول کا پرتو نظر آتا ہے اور اس میں وہ جذبۂ بغاوت مضمر ہے جو دیہاتیوں اور ان کے آقاؤں کے خلاف پیدا ہو گیا تھا۔ ہمارے زمانہ میں شہروں کی بے اندازہ بالیدگی کی وجہ سے ان کے اور دیہات کے باہمی تعلقات میں اتنی پیچیدگی پیدا ہو گئی ہے کہ اس مضمون پر ایک بالکل جدید زاویۂ نگاہ سے غور کرنا پڑے گا، لیکن یہاں بھی قدیم یونانی اور رومن تاریخ کا مطالعہ خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

تحریر ختم

از مترجم اردو

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس کتاب کا ترجمہ جو دس برس ہوئے شروع کیا گیا تھا، آج ختم ہو گیا۔ یہ اردو میں ہی نہیں بلکہ اصل جرمن زبان اور انگریزی ترجمے کی شکل میں بھی اپنی نوع کی ایک لاثانی کتاب ہے اور اسمیں اسکے فاضل مؤلف پروفیسر اڈولف ہولم نے اپنی انتہائی قابلیت کا پورا مظاہرہ کیا ہے۔

یوں تو تاریخ یونان پر یوروپی زبانوں میں بیشمار کتابیں موجود ہیں لیکن اسکی خصوصیت یہ ہے کہ باوجودیکہ یہ صرف چار جلدوں پر مشتمل ہے لیکن اسمیں جو تنقیدی پہلو ہے وہ تقریباً اتنا ہی غالب ہے جتنا اس سے کئی کئی گنے حجم کی کتابوں میں ہوتا ہے۔

پھر مؤلف نے صرف یہی نہیں کیا کہ قدیم یونانی و لاطینی کتابوں سے مواد حاصل کر کے اس موضوع پر لکھ دے بلکہ نہ صرف "یونان کبیر" یعنی جنوبی اٹلی اور جزیرہ سسلی میں بلکہ خاص ارض یونان میں خود جا کر اپنی آنکھ سے تاریخی مقامات کا مشاہدہ کیا ہے اور اسکے بعد یہ کتاب لکھی ہے۔ اسکے ساتھ ہی اڈولف ہولم کی نظر اتنی وسیع ہے کہ جب میں نے ان کتابوں کی فہرست بنائی جن کے صفحات و ابواب کا اس کتاب کی دوسری جلد کے ساتویں باب سے آخر تک حوالہ دیا گیا ہے تو انکی تعداد ۲۰۲ نکلی اور اس فہرست

کے لئے ۲۲ صفحات درکار ہوئے۔ الغرض یہ کتاب بجا طور پر اپنی نوع کی واحد کتاب تسلیم کی گئی ہے اور اسی لئے شاید ہی یورپ کی کوئی زبان ہو جس میں اسکا ترجمہ نہیں کیا گیا۔

اس کتاب کے ترجمے میں مجھے بیشمار دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اول تو یہ کہ خود انگریزی ترجمہ جس کا اردو ترجمہ اب ناظرین کرام کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، نہایت درجہ ناقص تھا اور خصوصیت سے ساتھ پہلی تین جلدوں کے ترجمہ کے بعض فقروں کی تو انگریزی ہی غلط تھی۔ افسوس ہے کہ میرے دسترس میں اصل جرمن کتاب نہیں تھی ورنہ اتنی دقت پیش نہ آتی۔ ساتھ ہی یونان کی تاریخ، اسکے مذہب، اسکے معاشرے، اسکی لڑائیوں کے حالات کچھ ایسے غیر مانوس ہیں کہ اسنے اردو زبان کی سلاست پر غیر معمولی بار پڑنے کا اندیشہ لگا رہتا ہے اور یہ مشکل اعلام کے املا کا مسئلہ طے کرنے کے بعد بھی صرف ایک حد تک ہی حل ہوتی ہے۔ اعلام کے املا کا سوال ابتدا میں نہایت پیچیدہ تھا۔ جب ناظرین کرام کو معلوم ہوگا کہ خود انگلستان ہی میں لاطینی و یونانی اعلام کے تلفظ کے دو مختلف طریقے رائج ہیں، ایک کے تحت تو الفاظ کا تلفظ انگریزی زبان کے قواعد کے مطابق کیا جاتا ہے یعنی جو تلفظ کہ مختلف حروف صحیحہ و حروف علت کا انگریزی میں ہے بس اسی کی نقل اتاری جاتی ہے۔ برعظم یورپ کے ممالک میں اس کے برعکس یہ کوشش کی جاتی ہے اصل تلفظ کا اتباع کیا جائے۔ لاطینی اور یونانی جنوبی زبانیں ہیں اور اسی لیے انہیں ایسے درشت تلفظ کی برداشت نہیں جیسے ڈ اور ٹ کا ہوتا ہے بلکہ آجکل بھی ان زبانوں کے جانشین اطالوی اور یونانی جدید میں بھی یہ تلفظ بالکل مفقود ہے اور انکی جگہ D, T کو "د" اور "ت" کرکے ہی بولتے ہیں۔ پھر جہانتک حروف علت کا تعلق ہے خود انگلستان میں بھی ایک مسلک ایسا پیدا ہو گیا ہے جس میں ہر قدیم زبان کا تلفظ اسی کے حروف کی اصلی آواز کے مطابق کیا جاتا ہے۔ انہی اصول کے مدنظر میں نے ہر جلد کے اختتام پر اعلام مذکورہ کے تلفظ کی ایک فرہنگ منسلک کر دی ہے اور مجھے امید ہے کہ نہ صرف تاریخ یونان کے پڑھنے والے ہی اس سے فائدہ اٹھائینگے بلکہ وہ لوگ بھی اس سے محظوظ ہونگے جو مغربی یورپ کی کرخت آوازوں کے اردو میں لانے کے مؤید نہیں۔ ظاہر ہے کہ بعض اعلام اصل سے ہٹ کر ہماری زبان کا جزو بن گئے ہیں جیسے ایتھنز، سکندر، قیصر، وغیرہ انہیں میں نے حسب حال رہنے دیا ہے۔

اسی طرح غیر مانوس اصطلاحات کی ایک ایک فرہنگ ہر جلد کے اختتام پر منسلک کر دیگئی ہے اور چونکہ تاریخ کے حدود نہایت وسیع ہیں یعنی اس کتاب میں حکمیات، جمالیات، سیاسیات، معاشیات، ادبیات، فلسفہ، منطق غرض بیشتر علوم یونان پر بحث کی گئی ہے اس لئے یہ اصطلاحات عام طالب علم کے لئے بھی مفید ہونگی ان میں سے اکثر تو دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ کی موضوعہ ہیں لیکن بعض ایسی بھی ہیں جو مجلس اصطلاح سازی میں پیش نہیں ہو سکیں اور میری ہی مخترعہ سمجھنی چاہئیں۔

نصاب جامعہ کے اعتبار سے سب سے پہلے جلد ۲ باب ۷ کا، اسکے بعد جلد ۱ و جلد ۲ باب ۱ تا ۶ کا پھر جلد ۳ و ۴ کا ترجمہ کیا گیا، اور ایسی دقیق کتاب کے ترجمہ کو جس قسم کی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا وہ نقش اول کے مطالعہ سے عیاں ہو جائے گی۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ مشکلات رفتہ رفتہ آسان ہوتی گئیں تا آنکہ جلد ۳ و ۴ کے ترجمہ میں انکا احساس بھی نہیں ہوا۔

آخر میں ان تمام کرمفرماؤں کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنھوں نے کسی نہ کسی طرح سے مجھے اس میں مدد دی ہے بالخصوص نواب حیدر یار جنگ بہادر طباطبائی مرحوم اور جناب جوش ملیح آبادی کا ممنون ہوں کہ انھوں نے سرکاری طور پر ان جلدوں پر نظر ثانی فرمائی اور خود اپنی اہلیہ کا بھی معترف ہوں کہ انھوں نے باوجود اپنی طویل و شدید علالت کے جلد ۲ و ۳ کے بہت سے ابواب پر نظر ڈالی۔ آخر میں جناب مولوی عنایت اللہ صاحب سابق ناظم دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ کا بھی شکرگذار ہوں کہ انھوں نے وقتاً فوقتاً اس ترجمے کے متعلق اپنی ماہرانہ اور قیمتی رائے سے مستفید کیا۔ افسوس ہے کہ کوشش بلیغ پر بھی ہر جلد کے اختتام پر طول طویل صحت نامے کی ضرورت پڑی لیکن اول تو انوکھا مضمون اور انوکھے نام اور پھر پتھر کا چھاپہ۔ تعجب تو اس امر کا ہے کہ ان فہرستوں نے اس سے زیادہ طول کیوں نہیں کھینچا۔

بہر نہج مجھے اس کا اعتراف ہے کہ مجھ سے اس ترجمے میں بہت سی فرو گذاشتیں ہوئی ہیں لیکن نوعیت کتاب کو ملحوظ رکھ کر مجھے امید ہے کہ ناظرین کرام انھیں اپنے لطف و کرم سے نظر انداز فرمائیں گے۔

آخر میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالی ہمارے آقائے ولی نعمت

اعلیٰحضرت سلطان العُلوم خسروِ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ کے زیر سایہ ہم سب کو اپنے اپنے فرائض بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق دے اور انکی خسروانہ سرپرستی میں جو مواقع انتشار علم کے ہمیں میسّر ہیں ان سے پورا فائدہ اٹھانے میں ہمارا مُمد و مُعین ہو ۔ آمین

ہارون خاں شروانی

صدر شعبۂ تاریخ جامعۂ عثمانیہ

حیدرآباد دکن
۲۶ اسفندار سنہ ۱۳۴۱ ف
مطابق یکم رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۰ ھ

فہرست اعلام

تاریخ یونان قدیم جلد چہارم

A

ابدیرا	Abdera
ابیلہ	Abila
ابانتی دیس	Abantides
ابروپولس	Abrupolis
ابی دوس	Abydos
اکارنانی	Acarnanians
اکے	Ace
اکائیوس	Achaius
اکائیائی	Achaiean
اکائیائی لیگ	Achaiean League
اکی لیس	Achilles
اکی لیوس	Acilius
اکرائے	Acræ
اکراگاس	Acragas
اکروکورنتھس	Acrocorinthos
اکروتاتس	Acrotatis
اکوزی لوخوس	Acusilochus
ادیابنے	Adiabne
ادونس	Adonis
ادرامی تیوم	Adramyttium
اڈریاٹک	Adriatic
ادولے	Adule
ایاکی دیس	Aeacides
ایدیپسوس	Aedepsus
اے گئے	Aegæ
اۓ گین	Aegean
اۓ گیوم	Aegeum
اۓ گینہ	Aegina
ایملیانوس	Aemelianus
ایمیلیوس	Aemilius

ایمیلوس پولوس	Aemilius Paullus
اےنوس	Aenus
ایولس	Aeolis
ایتولیہ	Aetolia
ایتولوی	Aetolian
آفر	Afer
اگاسیاس	Agasias
اگاتھوکلس	Agathocles
اگاوے	Agave
اگے لاؤس	Agelaus
اگے ساندر	Agesander
اگے سی لاؤس	Agesilaus
آگس	Agis
اگرون	Agron
اینے	Aene
ایاکس	Ajax
اکامپسس	Akampsis
الابندہ	Alabanda
البانیہ	Albania
الکبادیس	Alcibiades
الکسامینس	Alexamenes
اسکندر	Alexander
اسکندریہ	Alexandria
اسکندروی	Alexandrian
اماسترس	Amastris
امبریسیہ	Ambracia
امبراکوس	Ambracus
امیکوس	Amicus
عمون	Ammon
امنیاس	Amnias
اموریم	Amorium
لیگ ہمسائگاں	Amphictionic League
امفی لوخس	Amphilochus
انازرزاربوس	Anarzarbus
انقرہ-انگورہ	Ancyra
اندریسکوس	Andriscus
اندرونی کوس	Andronicus
اندروس	Andros
انی کیوس	Anicuis
انتاگونیس	Antagonius
انتالکی دیس	Antialcides
انتی کیرا	Anticyra
انتی گونیہ	Antigonia
انتی گونوس	Antigonus
انتی لیبان (جبل الشرق)	Antilebanon
انتی ماخس	Antimachus
انطاکیہ	Antiochia
انطاکیس	Antiochis
انطاکوس	Antiochus
انتی پاتر	Antipater

انتیوم	Antium
انتونیوس	Antonius
انتونی	Antony
اپامیہ	Apamia
اپامیہ کبوتوس	Apamiacibotus
اپاتوریوس	Apaturius
اپےلیس	Apelles
افرودی سیاس	Aphrodisias
اپوکلے توئے	Apokletoi
اپولونیہ	Apolonia
اپولودورس	Apollodorus
اپولوندیس	Apollonides
اپولونس	Apollonis
اپولونیوس	Appollonius
اپیلی کون	Appellicon
پیان	Appian
اپیوس	Appius
اکوئی لیوس	Aquilius
عربستان - ملک عرب	Arabia
عرب الحجر	Arabia-petræ
اراخوزیہ	Arachosia
ارادوس	Aradus
ارکیڈیہ	Arcadia
ارکےسی لاؤس	Arcesilaus
ارخےلائس	Archelais
ارخےلاؤس	Archelaus
ارشمیدس	Archimedes
ارےتھوزا	Arethusa
اریوس	Areus
ارگایوس	Argaeus
ارگوی	Argive
ارگوس	Argos
ارگی راس پدائے	Argyraspidæ
آریہ	Aria
اریارامنس	Ariaramenes
اریاراتھیہ	Ariarathea
اریارتھیس	Ariarthes
اریو بارزانیس	Ariobarzanes
اریوستو	Ariosto
ارسطارخوس	Aristarchus
ارسطیاس	Aristias
ارسطیون	Aristion
ارسطی نوس	Aristippus
ارسطو ماخوس	Aristemachus
ارسطومینس	Aristomenes
ارسطومیکوس	Aristomicus
ارسطونوس	Aristonous
ارسطاطالیس - ارسطو	Aristotle
ارمنستان	Armenia
ارمنی	Armenian

Armenia Major	ارمنستان کبیر
Armenia Minor	ارمنستان صغیر
Arrhideus	ارہی دیوس
Arsinœ	ارسی نوئے
Arsaces	ارشک
Artavasdes	ارتاواسدیس
Artaxata	ارتکساتا
Artaxias	ارتکسیاس
Artetarus	ارتی تاروس
Asander	اساندر
Asarhapi	اسارہاپی
Asbama	اسبامہ
Ascalon	عسقلون
Asclepium	اسکلے پیوم
Asclepius	اسکلے پیوس
Asia	ایشیا
Asia Minor	ایشیائے کوچک
Asiarches	ازیارخس
Aspendus	اسپندوس
Astacus	اسٹاکس
Atabyrius	اتابیریوس
Athamania	اتھامانیہ
Athanadorus	اتھانودورس
Athenaeus	اتھے نایوس
Athens	ایتھنز
Atintania	اتن تانیہ
Atrax	اتراَکس
Atropatene	اتروپاتنے
Attalia	اتالیہ
Attalids	اتالوسی
Attalus	اتالوس
Attica	اٹیکا
Attis	اتس
Audoleon	اودولیون
Augustus	اغسطوس، اگستوس
Auletis	اولے تس
Aurelius	اوری لیوس

B

Baalbec	بعل بک
Babylon	بابل
Babylonia	بابلستان
Bactria	باختر
Bactrian	باختری
Balanea	بالانیا
Balas	بالاس
Bambyce	بامبی کے
Barsina	برسینہ، بارسینہ
Bas	باس
Bastaznee	بستازنی

Basternae	بسترنی
Beggoritis	بگوری تس
Bel	بل
Berenice	بری نیس
Beroea	برویہ
Berosus	بیروسوس
Berytis	برےتیس
Biton	بیتون
Bituit	بی ٹوئٹ
Bitys	بتیس
Balyndus	بلندوس
Blossus	بلوسوس
Boeotia	بیوتیہ
Boeotian	بیوتی
Bolis	بولس
Bosphorus	بوسفورس
Boteiras	بوتیراس
Boule	بولے
Brachylas	براخی لاس
Bretti	برتی
Bruchium	بروخیوم
Brundisum	برونڈی زیم
Brutti	بروتی
Brutus	بروتوس، بروٹس
Bryaxis	بریاکسس
Buzus	بوزوس
Byzantium	بیزنطہ
Byzes	بی زیس

C

Cabiri	کبیری
Cadi	کادی
Caesar	قیصر
Caecilius	کئے کی لیوس
Caicos	کائےکوس
Caius	کائیوس
Calchas	کالخاس
Calchedon	کالخیدون
Caliope	کالیوپے
Calinicus	کالی نکوس
Calycadnus	کالی کادنوس
Calynda	کالندہ
Callicrates	کالیکراتس
Callimachus	کالی ماخوس
Callixenus	کالکسےنوس
Cumæ	کیمے
Camitrus	کامتروس
Campania	کمپانیہ
Canæ	کانائے
Candine Forks	خارہائے کودین

کانوپوس	Canopus
قسطنطین	Canstan tine
کانیائے	Caphyæ
کاپی تول	Capitol
کاپادوسیہ	Cappadocia
کاردیہ	Cardia
کاریہ	Caria
کارستوس	Carystos
کرمان	Carmania
کارنی دیس	Carnedes
کارھائے	Carrahæ
قرطاجنہ	Carthage
قرطاجنہ	Carthago Nova
کارس توس	Carystus
کاساندر	Cassander
کاساندریہ	Cassandria
بحیرۂ خزر	Caspain
کاسیوس	Cassius
کاسیوم	Casium
کاستور	Castor
کستابالا	Castabala
کاتو	Cato
قفقاز	Caucasus
کیستر	Cayster
کلٹ	Celt
کیرامی کوس	Ceramicus
کیرانوس	Ceranus
کیراسوس	Cerasus
خیرونیہ	Chaeronia
خالکدون	Chalcidon
خالکس	Chalcis
خاؤنیہ	Chaonea
خراسین	Characene
خاریس	Chares
خیروینہ	Charonia
خیوس	Chios
کبیرہ	Cibyra
کلیکیہ	Cilicia
کلیکیارخیس	Ciliciarches
کلیکیہ اسپرا	Cilicia Aspera
کمبری	Cimberi
کیمری	Cimmerii
کستوفوری	Cistophori
کیوس	Cius
کلاؤدیوس	Claudius
کلازومینائے	Clazomenæ
کلیانتھس	Cleanthus
کلیارخوس	Clearchus
کلیومبروتوس	Cleombrotus
کلیونی میس	Cleonymis

کلیوپاترا۔ قلوبترہ	Cleopatra
کلی نیاس	Clinias
کلودیوس	Clodius
کولخس	Colchis
کولوفون	Colophon
کولوسائے	Colossæ
کولوسوس	Colossus
کومانا	Comana
کوماگینے	Commagene
کونسن تیہ	Consentia
کیلے سوریہ	Coelesyria
کوراکے زیوم	Coracesium
کورکائرا	Corcyra
کورکائری	Corcyrian
کورنتھ	Corinth
کورنیلیہ	Cornelia
کورنے لیوس	Cornelius
کورنکانیوس	Coruncanius
کوری کوس	Corycus
کوس	Cos
کوتا	Cotta
کوتیورہ	Cotyora
کوتیس	Cotys
کراگوس	Cragus
کیراسوس	Crassus
کراتی رس	Craterus
کراتی	Crates
کراتے سی پولس	Cratesipolis
کراتے سکلیہ	Cratesiclea
کریٹ	Crete
کریتی	Cretan
کریتارخس	Cretarches
کریمیہ	Crimea
کری تولاؤس	Critolaus
کری تون	Criton
کتے سی فون۔ طیسفون	Ctesiphon
کیوریول ایڈیل	Curule Aedile
کی بیلے	Cybele
جزائر مدوّر	Cyclades
کیدونیہ	Cydonia
کیدنوس	Cydnus
کیندہ	Cyinda
سنانہ	Cynane
کینوس کیفالے	Cynoscephalæ
کین تھیہ	Cynthia
کین تھیوس	Cynthius
کین تھیوس	Cynthius
قبرص	Cyprus
سرنہ	Cyrene
کیرہیستیکے	Cyrrhestice

کیرہوس	Cyrrhus
کیزیکوس	Cyzicus
کیزیچے نیس	Cyzicenes
کیزیچے نوس	Cyzicenus

D

دافنے	Daphne
دردانی	Dardani
داردانوس، در، دانیال	Dardanus
دیسیوس	Decius
دئیداروس	Deidarus
دیلفی	Delphi
دیمتریاس	Demetrias
دیمیورگی	Demiurgi
دیمتریوس	Demetrius
دیمقراطیس، دیمقریتوس	Democrites
دیموفانتس	Demophantes
دیادوخی	Diadochi
دیایوس	Diaeus
دیاغورس	Diagoras
دیاغورسی	Diagoridea
دکیارخوس	Dicearchus
دودال سوس	Didalsus
دینوکراتیس	Dinocrates
دیوکلیس	Diocles
دیودوتوس	Diodotus
دیوجی نیہ	Diogenea
دیوجانس	Diogenes
دیوفانتس	Diophantus
دیوسکوریاس	Dioscurias
دپیلون	Dipylon
دیوم	Dium
دوکی سیوم	Docimium
دودونا	Dodona
دولابیلا	Dolabella
دولوپی	Dolopes
دوریانی	Dorian
دوری ماخوس	Dorimachus
دوری لاؤس	Dorylaus
دیمائے	Dymae
دیمے	Dyme
دیراخیوم	Dyrrachium

E

ابرہ	Ebro
ہمدان	Ecbatana
ایک دیموس	Ecdemus
ایدیسیہ	Edessa
اگناتیہ	Egnatia
ایلایہ	Elaea

ایلایوس	Elaeus
ایلیوسس	Eleusis
ایلیازار	Eleazar
ایلس	Elis
ایلوسنی	Elusinian
ایلی یوس	Elymaeus
ایلی ائس	Elymais
ایمیسہ، حمص	Emessa
اینوس	Ennus
ایپافرودیتوس	Epaphroditus
ایفی سوس	Ephesus
ایپی خارموس	Epicharmus
ایپی خارموسی	Epicharmian
ایپی کیدیس	Epicides
ایپی دوروس	Epidaurus
ایپی گنیس	Epigenes
ایپی فانیس	Epiphanes
ایپی فانیہ	Epiphania
ایپائروسی	Epirote
ایپائروس	Epirus
ایراتوس تھنیس	Eratosthenes
ایرخ تھونیوس	Erechthonius
ایرخ تھیوم	Erechtheum
ارگی نوس	Erginus
یوبیہ	Euboea
اقلیدس	Euclid
یوکراتی دیس	Eucratides
یودیموس	Eudemus
یوئرگی تیس	Euergetes
یوہے میروس	Euhemerus
یومی نیہ	Eumenia
یومینس	Eumenes
یونوستوس	Eunostos
فرات	Euphrates
یوریقلیدس	Euryclides
یوری دیس	Eurydice
یوری پونتی	Eurypontidæ
یوسے بیہ	Eusebia
یوسے بیس	Eusebes
یوسے بیوس	Eusebius
یوتی خدیس	Eutychides
افشین	Euxine

F

فابیوس	Fabius
فیلکس	Felix:
فمبریا	Fimbria
فلامی نیوس	Flaminius
فلاویوس	Flavius
فل ویوس	Fulvius

G

Gaballa	گبالہ
Gabinius	گابی نیوس
Gadera	گادیرہ
Gætæ	گیتائے
Galatæ	غالطی
Galatia	غالطیہ
Galli	غالی
Gallia	غالیہ
Gallia Nerbonesus	غالیہ نربونیہ
Gatalus	گتالوس
Gauls	غالوی
Gaza	غازہ ۔ غزہ
Gedrosia	مکران
Gela	گیلا
Gentius	گینتیوس
Genucius	گینوکیوس
Gergis	گرگس
Glabrio	گلابریہ
Glycon	گلی کون
Gonatas	گوناتاس
Gordius	گوردیوس
Gortyna	گورتی نا
Græco-Macedonian	یونانی مقدونی
Gracchus	گراکھوس
Grammateus	گراماتیوس
Grypus	گری پوس
Gydnus	گیدنوس

H

Hades	ہادیس
Halicarnasus	ہالی کارناسوس
Halys	ہالیس
Hannibal	ہنی بعل
Hasdrubal	ہسدروبعل
Hecatombæum	ہرکاتوبیوم
Hecatomphylus	ہرکاتومفی اوس
Hegesianax	ہیگیے سیاناکس
Heliocles	ہلیوکلیس
Heliodorus	ہلیودوروس
Heliopolis	ہلیوپولس
Helios	ہلیوس
Hellespont	ہلیس پونت
Helorus	ہلوروس
Hephæstus	ہفائستوس
Heraclea	ہرقلیہ
Heraclides	ہرقلی دیس
Hersæa	ہرائیہ
Hermes	ہرمیس

Hermias	ہرمیاس
Hermione	ہرمیونے
Hermus	ہرموس
Hierocles	ہےروکلس
Hieropolis	ہیروپولس
Hierapytna	ہےراپیتنا
Hierax	ہیراکس
Hieron	ہےئرون
Hieronymous	ہےرونیموس
Hipparch	ہپارخ
Hipparchus	ہپارخوس
Hippocrates	بقراط
Hippomedon	ہپومیدون
Hortensius	ہورتن سیوس
Hostilius	ہوستی لیوس
Hyrcanus	ہیرکانوس

I

Ialysus	یالی سوس
Iapyges	یانی گیس
Iberi	ایبری
Iconium	اقونیوم
Idumæi	ادومی
Ilium	الیوم
Illyrian	الیریائی
Imbros	ایمروس
Ionia	ایونیہ
Ipsus	اپسوس
Iris	ایرس
Isauria	ازوریہ
Issa	ایسا
Issus	اسوس
Istrus	استروس
Italy	اٹلی
Italian	اطالوی
Itanus	اٹانوس
Ithome	اتھومے

J

Jason	یاسون
Jaxertes	سروریا
Jehovah	یاہووہ
Jerusalem	یروشلم
Jesus	یسوع
Jew	یہودی
Johanna	یوحنا
Jollas	یولاس
Jonathon	یوناتھن
Joppa	جافہ
Jordon	اردون
Jubellius	یوبیلیوس
Judas	یہوداہ

Judea	یہودیہ
Julius	یولیوس
Justinus	یوستی نوس
Juventius.	یوونتیوس

K

Katpatuka	کت پتوکا
Koina Sunodos	کوئے سونودوس

L

Labio	لابیو
Laches	لاخیس
Lactantius	لکتانتیوس
Lachares	لاخاریس
Lælus	لئےلوس
Lænas	لئےناس
Lævinius	لائے وینوس
Lamia	لامیہ
Laocoon	لاؤکون
Laodicea	لاؤدیکیہ
Laodica-Catacæaumene	لاؤدیکیہ کاتاکیکومنے
Laomedon	لاؤمیدون
Laosthenes	لاؤس تھنس
Larissa	لارسہ
Lathyrus	لاتھیروس
Latin	لاطینی
Latium	لاطیوم
Lebanon	لیبنان، لیبان
Lemnos	لیمنوس
Leonnatus	لیوناتوس
Leontes	لیون تس
Leontini	لیون تینی
Leontus	لیون توس
Leosthenes	لیوس تھنس
Leto	لیتو
Leucæ	لیوکائے
Leucas	لیوکاس
Leucoptera	لیوکوپترا
Libanus	لیبانوس
Licinias	لیکی نیوس
Liguria	لیگوریا
Lindus	لندوس
Lipara	لپارہ
Livius	لی ویوس
Lochias	لوخیاس
Locri	لوکری
Locris	لوکرس
Lucani	لوکائی
Lucretius	لکرےتیوس

لوکولوس	Lucullus
لیکائیوس	Lycaeus
لیکاؤنیہ	Lycaonia
لیکون	Lycon
لیکوفرون	Lycophron
لیکورتاس	Lycortas
لیخنی تس	Lychnitis
لیکیہ	Lycia
لی کیوم	Lyceum
لیدیہ	Lydia
لیدیادیس	Lydiades
لی سیاس	Lysias
لی سپوس	Lysippus
لیسماخیہ	Lysimachia

M

ما	Ma
مقدونیہ	Macedonia
مقدونوی	Macedonians
مخانی داس	Machanidas
مخار	Machares
ماگاس	Magas
مگنشیہ	Magnesia
مالاکوس	Malacus
خلیج مالوس	Malian Gulf
مالوس	Malus
مامرتی نی	Mamertini
مانے تھو	Manetho
مانگریلیہ	Mangrelia
مانلیوس	Manlius
مارکیلوس	Marcellus
مارکیوس	Marcius
مارکوس	Marcus
خراسان	Margian
ماریوس	Marius
مارون	Maron
ماریوتس	Mariotis
مسالیہ	Massalia
مسالوی	Massaliots
متاتھیاس	Mathathias
ماکسی موس	Maximus
مزاکا	Mazaca
مزاکا یوسے بیہ	Mazaca-Eusebia
میاندر	Meander
مدیہ	Media
مے دیوم	Medium
میگالوپولس	Megalopolis
میگارا	Megara
میلانتھوس	Melanthus
میلانوفوری	Melanophori

ملیاگروس	Meleagrus
مناندر	Menander
منالکی داس	Menalcidas
منے کلس	Menecles
منے لاؤس	Menelaus
منے پوس	Menippus
مری کوس	Mericus
مرمنادی	Mermnads
مسینیہ	Messenia
میتوروس	Metaurus
میتے لوس	Metellus
میترودوروس	Metrodorus
میکیون	Micion
میکیوم	Micium
ملطی	Milesian, Miletian
ملیاس	Milyas
مینیون	Minnion
مہردادی	Mithridatic
مہرداد میتھری داتس	Mithridates
مزیہ	Moesia
مولون	Molon
مولوسی	Molossi
مولوتس	Molottis
منعمہ	Monime
موپ سوس	Mopsus
موری مینے	Morimene
مورونیہ	Moronea
مورزیوس	Morzius
موکیانوس	Mucianus
موکیوس	Mucius
مندا	Munda
مونی خیا۔ مونی خیہ	Munychi
موریِنہ۔ مورینا	Murena
موتی نیس	Mutines
میگدونیہ	Mygdonia
میلاسہ	Mylasa
میونے سوس	Myonnesus
مین دوس	Myndos
میرا	Myra
میرلا	Myrla
میوس	Myus

N

نباطیانی	Nabatan
نابس	Nabis
نکراسہ	Nacrasa
نیئے ویوس	Naevius
ناسیکا	Nasica
ناؤارخ۔ امیر البحر	Nauarch
نولاخوس	Naulachus

Naupactus	نیوپاکتوس
Neanthes	نیان تھس
Neapolis	نیاپولس
Neeton	نیتون
Neai	نیائے
Neon	نیون
Neoptolemus	نیوبطلیموس
Nicaea	نقیہ
Nicanor	نکانور
Nicator	نکاتور
Nicatoris	نکاتوریس
Nicocles	نکوکلیس
Nicolaus	نکولاؤس
Nicomedes	نکومیدیس
Nicomedia	نکومیدیہ
Nicopolis	نکوپولس
Nile	نیل
Niobe	نیوبے
Nobilior	نوبی لیور
Nola	نولا
Notium	نوتیوم
Novius	نوویوس
Nymphaea	نیمفائیہ
Nysa	نیسہ

O

Octavia	اوکتاویہ
Octavian	اوکتاویان
Octavius	اوکتاویوس
Oeniadæ	اوئےنیادائے
Oeta	ایتہ
Olympias	اولمپیاس
Olympiodorus	اولمپیودوروس
Olympus	اولمپوس
Olba	اولبہ-اولبا
Olbia	اولبیہ
Ophellas	اوفیلاس
Oppius	اوپیوس
Oropus	اوروپوس
Orontes	اورونتیس
Orophernes	اوروفیرنز
Orestes	اوریس تیس
Osiris Apis	اوسی رس آپیس
Osroene	اوزروئنے
Oscani	اوسکانی

P

Pæonia	پایونیہ
Pætus	پیئےتوس

پلاکوس	Palacus
فلسطین	Palestine
پالادیوم	Palladium
پمفی لیہ	Pamphylia
پمفی لوس	Pamphylus
پان	Pan
پان ایتولیکون	Pan Aetolikon
پنائے تیوس	Panaetius
پانیوم	Paneum
پنتالیون	Pantaleon
پانتی کاپیوم	Panticapeum
پانتوخس	Pantochus
پفلاگونیا	Paphlagonia
پافوس	Paphos
پاپیاس	Papias
پاروپامی سادے	Paropamisadæ
پارتھے نیوس	Parthenius
پارتھیا	Parthia
پاسیاس	Pasias
پاسی تیلس	Pasiteles
پتارہ	Patara
پاٹلی پترا	Patliputra
پاترائے	Patræ
پٹروکلیس	Patrocles
پاترونومی	Patronomi
پولوس	Paul
فیثون	Peithon
پیلیون	Pelion
پیلا	Pella
پیلے نے	Pellene
پیلتائے	Peltæ
پیلوزیوم	Pelusium
پن تھیوس	Penthius
پردکاس	Perdiccas
پرگام	Pergamum
پرگے	Perge
پرپنا	Perpenna
پرسیوس	Perseus
اصطخر	Persepolis
ایران	Persia
ایرانی	Persian
لارستان	Persis
پیوکستاس	Peucestas
فالیروم	Phalerum
فاناگوریہ	Phanagoria
فارائے	Pharæ
فریسی	Pharisees
فارناکے	Pharnace
فارناکیس	Pharnaces
فاروس	Pharos

فارسالوس	Pharsalus
فاسس	Phasis
فگالیہ	Phigalia
فیلہ	Phila
فلادیلفیہ	Philadelphia
فلادیلفوس	Philadelphus
فلے تائریہ	Philetaeria
فلے تائروس	Philetærus
فلے تاس	Philetas
فیلقوس	Philip
فلپی	Philippi
فیلیوس	Philius
فیلہلن	Philhellen
فلومیتور	Philometor
فلوپوئے من	Philopoemen
فیتوتس	Phithiotis
فوکیون	Phocion
فنیقیہ	Phoenicia
فنیقی	Phœnician
فراتیس	Phraates
افروجیہ	Phrygia
پنارہ	Pinara
پسی دیہ	Pisidia
پتانہ	Pitane
پلوٹارک	Plutarch
پلوتوس	Plautus
پلس تارخوس	Pleistarchus
پوگون	Pogon
پولےمون	Polemon
پولیہ رکی تس	Poliorcetes
پولیاراتوس	Polyaratus
پولی بیوس	Polybius
پولی پرخون	Polyperchon
پولس پرخون	Polysperchon
پولیکسے ینداس	Polyxeindes
پوپی	Pompeii
پوپیو پولس	Pompeiiopolis
پوپی	Pompey
پونتوس، افشین	Pontus
پوپلیوس	Popilius
پورکیوس	Porcius
پوسیدون	Poseidon
پوسی دونیوس	Posidonius
پوستھومیوس	Posthumius
پرائی سوس	Praesus
پروتوگنیس	Protogenes
پروسیاس	Prusias
پسوفس	Psophis
بطلیمائیوم	Ptolmaeum
بطلیموس	Ptolmaeus Ptolemy

بطلیمائس	Ptolemais
بطالسہ	Ptolemies (The)
پبلیوس	Publius
پیدنہ	Pydna
پیلائے منیس	Pylaemenes
پیراموس	Pyramus
پرہوس	Pyrrhus
پی تھیاس	Pytheas
فثیہ	Pythia

Q

کوئنک تیوس	Quinctius
کوئن تیوس	Quintus

R

را	Ra
رافیہ	Raphia
رہاکوتس	Rhacotis
رہامنوس	Rhamnus
رہیا	Rhea
رہےگیوم	Rhegium
رہیزون	Rhizon
رہوڈے	Rhode
رہوڈز	Rhodes
رہوڈزی	Rhodian
رہی تیوم	Rhoetium
رودوگونے	Rodogune
رومایوس	Romaeus
روما	Rome
رومن	Roman
روسوس	Rosus
روشنک	Roxana
روکسولانی	Roxolani
روفوس	Rufus
روتیلیوس	Rutilius.

S

صدوقی	Sadduces
ساگالاسوس	Sagallasus
سالامس	Salamis
سالاسی	Sallassi
ساموس	Samos
ساموتھریس	Samothrace
ساراپس	Sarapis
سردانیہ	Sardinia
ساردس	Sardes
سارماتی	Sarmatae
ساروس	Saros
ساؤماکوس	Saumacus
اسکائی وولا	Scaevola

Scarphia	اسکارفیہ
Scepsis	سکیپ سس
Scerdilaides	اسکردی لائڈاس
Scipio	سی پیو
Scodra	اسکودرہ
Scopas	اسکوپاس
Scoutussa	اسکوتوسا
Scylurus	اسکی لوروس
Scylletium	اسکی لیتیوم
Scymnos	اسکیم نوس
Scythian	اسکیتی
Selene	سلینہ
Seleucia	سلیوکیہ
Seleucid	سلوکی
Seleucids	سلیوکیاں
Seleucis	سلیوکس
Seleucus	سلیوکوس
Sellasia	سیلاسیہ
Sertorius	سرتوریوس
Severus	سیوے روس
Sextus	سکس توس
Sicily	سسلی
Sicyon	سکیون
Sidates	سداتس
Side	سدے
Sidon	سیدا
Sila silva	سیلا سلوا
Simion	شمعون
Sindi	سندی
Sinope	اسنوف
Sipylos	سپی لوس
Smyrna	سمرنا
Sogdiana	سغدین
Soli	سولی
Sophene	صوفینے
Sosibius	سوسی بیوس
Sosicrates	سوسی کراتس
Soter	سوتر
Soteria	سوتیریہ
Spardocidæ	اسپاردوکیان
Spartocus	اسپارتوکوس
Sphærus	اسفائروس
Statius	استاتیوس
Stephanus	استیفانوس
Strægus	استرائے گوس
Straton	استراتون
Stratius	استراتیوس
Stratonice	استراتونیس
Stratonica	استراتونیکہ
Stymphalus	استیم فالوس

Sulla	سولا
Sulpicius	سلپی کیوس
Sulpicius Galba	سلپی کیوس گالبا
Sunedrion	سوینڈریون
Susiana	سوسیانا
Synnade	سینادہ
Syracuse	سرقوسہ
Syria	سوریہ، شام
Syrux	سی روکس

T

Tabæ	تابائے
Tænarum	تئے ناروم
Tamias	تامیاس
Tanais	تانائس
Tanis	تانس
Taras	تاراس
Tarcondimotus	تارکوندی موتوس
Tauchira	توخیرا
Tauria	توریہ
Tauromenium	تورومے نیوم
Tauriscus	توریسکوس
Tarssus	طرسوس، طارسوس
Tean	تیئانی
Teana	تیانہ
Teuthrania	تیوتھرانیہ
Tectosagas	تکتوساگیس
Telchines	تلخی نیس
Telmessus	تل میسوس
Temesa	تیمے سا
Tempe	تیمپئے
Terentius	تیرنتیوس
Teridates	تری داتس
Tetrapolis	تترا پولس
Teucer	تیوکر
Teuta	تیوتہ
Teutones	تیوتونس
Thalassa	تھالاسہ
Thapsus	تھاپسوس
Theocritus	تھیوکری توس
Theodorus	تھیودوروس
Theodosia	تھیودوسیہ
Theophrastus	تھیوفراستوس
Theopompus	تھیوپومپوس
Theoxene	تھیوکسے نہ
Therapeutæ	تھراپیوتائے
Thermopylæ	تھرموپلی
Thessalonice	تھسالونیکے
Thibron	تھبرون
Thrace	تھریس

Thracian	تھریسی
Thrasybulus	تھراسی بولوس
Thule	تھولے
Tibirius	ٹی بیریوس، تیبے ریوس
Tigranes	تیگران، تیگرانیس
Tigranocerta	تیگرانوکرتہ
Tigris	دجلہ
Timarchus	تمارخوس
Timæus	تمایوس
Timocrates	تموکراتیس
Timoleon	تمولیون
Timon	تمون
Timoxenus	تموکسے نوس
Titus	تیتوس
Tius	تیوس
Tleptolemus	تلپ تولیموس
Tlos	تلوس
Tomi	تومی
Tolistoboii	تولستوبوئی
Tralles	ترالیس
Trasimene	تراسی مین
Trebizond	طرابزون
Triphylia	تری فیلیہ
Tripomium	تری پومیوم
Triptolemus	ترپتولیموس
Tritæa	تری تائیہ، تری تیہ
Trocmi	تروکمی
Troglodic	تروگلودی
Trogus	تروگوس
Tryphon	تری فون
Tyana	تیانہ
Tyche	تیوخے
Tyras	تیراس
Tyre	صور

U

Umbria	امبریہ
Urha	اورھا
Urmia	ارمیہ
Uscana	اسکانا

V

Valerius	والیریوس
Veii	ویائی
Venase	وینائے
Villius	ویلیوس
Viriathus	وریاتھوس
Vulso	ولسو

X

Xanthus	زانتھوس

زینو	Xeno
زینودوتوس	Xenodotus
زینوفیلوس	Xenophilus

Z

زابی ناس	Zabinas
زاکنتھوس	Zacynthus
زاگروس	Zagrus
زاما	Zama
زاریادیس	Zariades
زاریاسپا	Zariaspa
زینوبیوس	Zenobius
زیوگما	Zeugma
زیوس اماریوس	Zeus Amarius
زیوس عمون	Zeus Ammon
زیوس سوتر	Zeus Soter
زیئےلاس	Zielas
زیپوئےتس	Zipoites

فہرست اصطلاحات

تاریخ یونان قدیم جلد چہارم

(۱) تاریخ و سیاسیات و قانون

حقیت مستقل	Allodium
دفتریت	Bureaucracy
کمپو	Camp
میرعدل	Chief Justice
سنویت	Chronology
تجارت	Commercium
ماموریہ	Commission
مامور	Commissioner
استحفاظ	Conservatism
قنصلیہ	Consulate
تعامل	Co-operation
عالمیت	Cosmopolitanism
دفاعی محالفہ	Defensive Alliance
تابع	Dependency

آمر مطلق	Dictator
جانشینان سکندر اعظم	Diodochi
تادیب	Discipline
دو عملی	Dyarchy
قبضۂ اراضی	Egktesis
تابعین سکندر اعظم	Epigoni
"ہویدا نشان"	Epiphanes
مبارزہ	Equites (Knights)
"محسن الملک"	Euergetes
معافی دوامی	Fee
پردیسی	Foreigner
حرس	Garrison
شمشیر باز	Gladiator
یرغمال	Hostage
تحکم، فوجی اختیارات	Imperium
احکام امتناعی	Interdict
عادل	Judge

قانون اقوام	Jus gentium
قانون فطری	Jus naturale
لیگ	League
فوجی رسالہ	Manipulum
یونان کبیر	Magna Græcia
بلدیاتی	Municipal
دیسی	Native
جراحی محالفہ	Offensive Alliance
اعیان	Optimates
فالگاہ	Oracle
ہیکل آلہیہ	Pantheon
ولدیت	Patrocinium
جتھا	Phalanx
مادر پسند	Philometor
پدر پسند	Philopator
خراج	Phoros
مہاپجاری	Pontifex Maximus
حمایت	Protection
محمیہ	Protectorate
دولت حامیہ	Protective Country
حامی	Protector
صوبہ	Province
نیابتی ادارات	Representative Institutions
حق ثانویت	Secundo-geniture
سینات	Senate
جنگ حلفا	"Social War"
معاشرہ	Society
"محافظ الملک"	Soter
اسپارٹی	Spartan
اسپارٹائی	Spartiate
لوح	Stele
ایوان پیقلیون	Stoa poikile
علاقہ	Territory
فاتحانہ جلوس	Triumph (Roman)
ثلاثیہ	Triumvir
مہردادی جنگ	Mithridatic war
حق تصرف	Usufruct
غاصب	Usurper
مالگزاری	Vectigal

(۲) ادبیات، فلسفہ، جمالیات

علامت لہجہ	Accent
سنگیت، اداکار	Actor
جمالیاتی	Aesthetic
اسکندروی نظم	Alexandrine poetry
گول گھر	Amphitheatre
کاریز	Aqueduct
تعمیر کار	Architect

فن کار	Artist
دعاوی	Assertions
ذراتی	Atomic
اسلوب تزئینی	Barocco style
بند	Canto
مجسماتی ستون	Charyatid
سروریہ	Comedy
تصورِ خیر	Conception of the Good
کلبی	Cynic
اشخاصِ تمثیل	Dramatis personæ
انانیت	Egoism
عاشقانہ	Eistic
مرثیہ	Elegy
ابیقوری	Epicurean
وجود	Existence
پیش منظر	Foreground
مثالیت	Idealism
تصورات	Ideas
تصویری نظم	Idyll
مزماری	Lyric
قصیدہ	Ode
رجائی	Optimistic
مورچہ	Parapet
مشائی	Peripatetic
فنونِ پیکر پذیری	Plastic Arts
بندش	Plot
ڈیوڑھی	Portico
اغلبیت	Probability
نظمِ مکانی	Raumpœsie
خطابت	Rhetoric
مسلکِ ارتیابیہ	Sceptic school
تشبیہ	Simile
ترخیمِ لفظی	Spiritus
رواق	Stoa
اسلوب	Style
جوہر	Substance
تعطلِ حکم	Suspension of judgement
دردیہ	Tragedy

(۳) حکمیات

نقطۂ اعتدالِ ربیعی	Autumnal equinox
صورتِ گیسوئے برنقیہ	Constellation Coma Berenice
غیر نامیاتی	Inorganic
ترچھا	Oblique
نامیاتی	Organic
حکمیات	Science
حکمیاتی	Scientific

(۴) عام اصطلاحات

اقدام	Anabasis
نوادر خانہ برطانیہ	British Museum
وقت نگار	Chronographer
عرشہ	Deck
عرشہ دار کشتیاں	Decked Boats
نسلیات	Ethnography
زعیم	Herald
ناقابل تنقیص	Inviolable
مہندس	Machanician
مجوسی	Magian
معدنی	Mineral
میوزیم خانہ، نوادر خانہ	Museum
تذکرہ نویس	Narrator
سکہ شناس	Numismatist
رنگ کاری	Painting
لسانیاتی	Philological
پولستان	Poland
پولستانی	Pole
ترسول	Trident

صحت نامہ

تاریخ یونان قدیم جلد چہارم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱	۵	Sohuerct	Schuerer
۱۲	۱۰	یوری پڑلیس	یوری پڈلیس
؍؍	۱۳	ایسی	ایسے
؍؍	۱۵	چھوڑ دیا جاتا ہے	چھوڑ دیا جاتا'
۱۳	۵	Chrish	Christ
۱۹	۱۹	منظم	منتظم
۲۰	۱۱	آئندہ	آیندہ
۳۳	۲۰	جسے	جیسے
۳۴	۷	اُراُسے	اُسے
۳۷	۱۵	کیا	کر دیا
؍؍	۲۴	ہاتوں	ہاتھوں
۳۸	۵	ہوا	ہو
؍؍	۱۳	دشمن کا	دشمن
۵۰	۳	تو تیروں	تیروں
۵۵	۴	فروحرہ	فروجر
۵۸	۲۵	نے اپنی	کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۹	۱۴	Journey Asia Minor	Journey in Asia Minor
"	۱۵	wolf	Wolf
"	۱۶	ہیکس	ہکس
"	۱۷	Inscaption	Inscription
۶۲	۱	ہیرو	مرکز
"	۱۶	Ptolermies	Ptolemies
۶۷	۱۱	منون	مُنَوَن
۸۴	۱۹	چو ورہموں	چَو درہمیوں
۹۰	۴	اکروکوانتھوس	اکروکورنتھوس
۹۱	۲۰	اڈیک	راڈیک
۹۲	۲۵	الیسوس	الیپسوس
۹۷	۹	متولی	متوّلی
۱۰۴	۱۱	توان	اِن
۱۰۵	۱۶	نو	تو
۱۲۰	۲۵	پراختلافی	پُراختلال
۱۳۸	۱۹	کی"	کی تفسیر"
۱۴۱	۱۲	یوتانی	یونانی
۱۴۵	۱۸	Guillanme	Guillaume
۱۵۰	۲۳	ا، ورنیز	اُوزینیز
۱۵۵	۲۰	اشارے	اشارئے
۱۶۱	۱۴	بن کر	بن گیا
"	حاشیہ	×	باب ۴

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۹	۶	سکندر والا	سکندر ولد
۱۷۰	۳	صفحہ ۳۶۵	باب ۲۶
۱۷۴	۲۲	Raidet	Radet
۱۸۴	۱۸	iud	Jued.
۱۸۵	۱۹	Reichsreeht	Reichsrecht
۱۸۷	۱	ہیین واکسس	رہیین واکوس
۲۰۴	۱۰	Puly	Pauly
"	۲۳	یاپیروسس	یاپیروس
۲۰۵	۵	Petre	Petrie
"	۲۰	Ptolemæcr	Ptolemæer
۲۲۱	۱۱	مسیا	مسینیا
۲۴۱	۲۲	پربلیر	پرپلیر
۲۴۲	۴	œmischen	Rœmischen
۲۴۶	۲۲	یوری پریس	یوری پڈیس
۲۴۹	۱۴	پاوٗس	پاوٗلی
۲۶۴	۲۳	فرڈی شنڈ	فرڈی ننڈ
۲۶۶	۲۳	توروے یزم	توروے نیوم
۲۷۱	۸	وابے	والے
۲۸۰	۶	ہپوسیپ	ہپوکامیپ
۲۸۱	۱۹	Ancient	Ancients
۲۸۹	۲	الفقیوم	الفیوم
۲۹۳	۹	XXIX بطلیموس	XXIX بطلیموس میں لکھاہے کہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۶	۱۶	گرگرزموس	کوزموس
۳۰۹	۹	اسی	اس
"	۱۶	پیٹروکلیس	پیٹروکلیس نے
۳۲۶	۵	ففیقیہ	فنیقیہ
"	۲۱	والی	والئے
۳۳۶	۲۲	میں	اشاعت سوم میں
۳۳۸	۱۹	Buemtes	Bundes
۳۴۱	۲۴	بادجودو	باوجود
۳۴۹	۲	اسپارٹیوں	اسپارٹائیوں
۳۵۰	۲۱	ایٹولیہ	لقونیہ
۳۵۱	۲۴	خلی دوفس	خیلی دونس
۳۵۳	۲۴	ڈھرکنے	دھڑکے
۳۵۹	۹	Gehlers	Gehlert
۳۶۹	۲۲	درمیان اب	درمیان
۳۸۳	۲۰	Dentsche	Deutsche
۳۹۳	۱۵	Achaeen	achaéene
"	۱۶	Brandstætter	Brandstaetter
"	۱۷	Desaito	des
۳۹۵	۲۱	پانتوکیس	پانتوخیس
۳۹۷	۳	سونیدریوں	سی نیدریون
۳۹۸	۳	سی نیدروئی	سی نیدرونی
"	۲۳	اجزائے	اجزا
۴۰۰	۲۳	اتبولی	ایتولی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۰۳	۹	آخری	×
"	۱۹	ہے	ہے کہ
۴۰۷	۲۱	صوبہ واری	صوبہ واری
۴۰۸	۳	=	..
۴۱۵	۲۱و۲۲	بتونیس	تبونیس
۴۱۸	۸	کولوتون	کولوفون
۴۱۹	۲	اینتوکیوں	اینتولیوں
"	۱۷	کے	کی
۴۲۸	۱۹	کہتے تھے	تھا
۴۳۳	۸	استیقان	استیفان
"	۲۲	Mel	Mel. numism.
۴۳۴	۷	خری ساوری	خری زاوری
"	۱۴	ترالیس	ترالیس
۴۴۱	۱۸	پہلا	پہلے
۴۴۲	۸	قشوم	خشوم
۴۴۶	۱۰	بیوی	بیویوں
۴۴۷	۲۳	ct	et
۴۶۰	۱۰	It muses	Il museo
۴۶۱	۱۶	بولوں	بولیوں
۴۶۵	۱۲	disdivinites of	des divinite's d''
۴۶۷	۲۳	کتابخانئہ	کتابخانہ
۴۶۸	۲۳	sons	sous

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۷۰	۲۳	قواعد	تواحد
۴۷۴	۹	نویس	نویسیوں
۴۷۵	۲۰	پیاپی روس	پاپی روس
〃	۲۱	کولیاپی	کولیامبی
۴۷۶	۱۵	Gesesllschaft	Gesellschaft
〃	۱۶	ڈینز	ڈیلز
〃	۲۳	یاکھوسی	باکھوسی
〃	۲۴	Bacrhica	Racchica
۴۸۷	۳	فرمانرویان	فرمانروایان
۴۹۲	۲۲	فارقلپس	فارقلیس
〃	۹	پتابانچا	تیاپانچا
〃	۱۴	Neroutzos	Neroutzos: L' Anc. Alex
۴۹۵	۶	فوراً	
۴۹۷	۲۱	Obernummer	Oberhummer
۴۹۸	۳	ایتولوں	ایتولیوں
〃	۲۰	ایس	ایلیس
۴۹۹	۲۳	قدیم	قدیمہ
۵۰۰	۱۸	توہین آمیز تھا	توہین آمیز تھی
۵۰۲	۱۰	رروبعل	ہسدروبعل
۵۰۳	۱۹	اوقی گرہ	اورتی گیہ
۵۰۴	۵	اسی سال میں	اسی سال
〃	۲۳	اجبر	اجیر
۵۰۵	۴	ہسدروبال	ہسدروبعل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۰۶	۱۲	اُراتوس	اراتوسس
〃	۲۱	فارن	تحون
〃	۲۴	ہی	ہیں
۵۰۷	۱۴	یہ دونوں	ان دونوں
۵۱۲	۱۸	جہانی	مہانی
〃	۲۳	پسے فرما	پسے فزما
۵۱۳	۸	گناہ کاری	گناہ گاری
۵۱۵	۶	ار	اور
۵۲۸	۱۳	سنیات	سینات
۵۳۳	۶	خیلی ودینائے	خیلی ودنیائے
۵۳۶	۵	کاپاروسیہ	کاپادوسیہ
۵۳۷	۱۶	امیناندروالی	امیناندروائی
〃	۲۰	براہ راست	×
۵۳۸	۱۷	لیکن	گو
۵۳۹	۸	دیمقرتیوس	دیمقرتیوس
۵۴۰	۱۳	یونافی	یونانی
۵۵۰	۱۸	گورتی نانے	گورتینانے
۵۵۱	۱۴	کھائی اور	کھائی؛
〃	۲۲	ترِےسوس اور	ترےسوس
۵۵۴	۱۲	میوار	میولر
〃	۱۶	ایڈوے ڈبن رِی	ایڈورڈبن بری
〃	۱۸	Solhby	Sotheby
〃	۲۳	ہفاسیتا	ہفائستیا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۵۴	۵	وار	ولد
۵۵۷	۹	سنیات	سینات
۵۵۸	۲۳	سینے	سپینے نے
۵۵۹	۱۶	فرض نہیں تھا	فرض نہیں تھا کہ
〃	۲۳	دوسری دفعہ یہ ہے	دوسری دفعہ یہ کہ
۵۶۰	۲۱	اپنے	اینے
۵۶۵	۱۴	زوما	روما
〃	۱۷	سروانیہ	سروانیہ
۵۶۸	۶	کہ یہ	کہ ۔
〃	۱۵	سکتی	سکی
۵۶۹	۲۰	وہ	اس میں
۵۷۰	۲۲	یوئرگی تیس	یوئرگی تیس ۲ فیسکون ۱۴۶/۱۱۷ ق م
۵۷۱	۱	فیسکون، ۱۴۶/۱۱۷ ق م	×
۵۷۳	۱۲	۲ لاودیکائس”	“لائودیکائس”
۵۷۴	۹	Ein	×
۵۷۶	۱	ہے	×
〃	۲۱	پسیوس	لپسیوس
۵۷۹	۴	نے	×
۵۸۳	۵	دار	وار
〃	۶	ایشیا کے ملوکتوں	ایشیا کی ملوکیتوں
۵۸۵	۲۳	ابتولیول	ایتولیول
۵۸۶	۸	کے لئے کہا	کی استدعا کی
〃	۲۲	جوہتی	جوں ہی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۸۷	۱۰، ۱۱	یہ کہنا کہ یومنیس پر یہ الزام نہیں لگایا جاسکتا کہ وہ روما کی ناکامی سے اپنا بھلا چاہتا تھا	اِس کہنے سے کہ یومنیس روما کی ناکامی سے اپنا بھلا چاہتا تھا اسپر کوئی غلط الزام نہیں لگتا۔
〃	۲۱	وستنر	وستر موین
۵۹۰	۶	بلدیات دیہات	بلدیات و دیہات
〃	۷	واقعہ یہ ہے کہ	×
۵۹۲	۸	تیھنزی - تیھنز	تھبنزی - تھبنز
〃	۱۳	سرگروہ	سرگروہوں
۵۹۳	۱	ہوئی تھی	ہوا تھا
۵۹۴	۳	روپیہ	رویّہ
۵۹۵	۱۶	پہونچ گیا تھا	پہونچ گیا تھا اور
۵۹۶	۱۷	پولی لیوس	پولی بیوس
۵۹۷	۱ و ۵		
۵۹۶	۲۴	انطاکوس چہارم ؟ فیلومیتور پر حاوی ہوگیا	انطاکوس چہارم فیلومیتور پر حاوی ہوگیا۔
۶۰۶	۹	انکے	اُسکے
〃	۱۳	اب	×
۶۰۷	۱۰	(مبارزوں)	(مبارزوں)
۶۰۹	۱۰	تھینز	تھبنز
۶۱۰	۸	کیا	منظم کیا
۶۱۴	۱۱	جب	جیسا
〃	۱۲	؛	کہ
〃	۲۰	جو رومنوں کے سطح پر	جو کم وبیش رومنوں کے سطح پر
۶۲۰	۹	**Slaal**	**Stadt**

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۲۴	۱۷	Enquir	Enquiry
〃	۲۳	کاہیلی رئیس	کاسکی ریس
۶۳۰	۱۵	کی سرجامہ	کا سرجامہ
〃	۲۰	ایشائیل	ریشائیل
۶۳۱	۱۶	سرداناپابوس	سرداناپاکوس
〃	۱۸	خنئیس	خینوس
۶۳۲	۲	تھا۔	پڑگیا۔
〃	۴	ہسٹری	مٹری
۶۳۴	۲۳	شبت	ثبت
۶۳۵	۲۵	سفدین	سغدین
۶۳۶	۱	مملکت	مملکتوں
〃	۲۳	اگر	اگرچہ
۶۳۷	۲۲	حامیہ	عائہ
۶۴۱	۱۴	۱ہ	۲ہ
〃	۲۱	Ludwich	Ludwhich
۶۴۳	۱	۷۷۶۰	۷۷۶
۶۴۴	۱۲	کوئے	کوئٹے
〃	۲۲	سنہ ۲۱۹۰ء	سنہ ۱۸۹۰ء
۶۴۵	۸	تھا	تھے
۶۴۷	۱۷	فلاوریلقوس	فلادیلفوس
〃	۱۸	سان	بیان
۶۴۸	۱۷	کئے	لئے
۶۴۹	۱۹	اوروسس	اورونتیس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۴۹	۲۲	میود	بیولر
۶۵۶	۱۷	یہ	پہ
〃	۱۹	بلیک	بمالک
۶۵۹	۲	ترتیپویولس	ترتیپولیمولس
۶۶۰	۳	ہنے رایوس	ہیے راپولس
〃	۱۸	کالی کانوس	کالی کادنوس
۶۶۱	۱۷	کیشی پولس	اسکیشی پولس
〃	۱۹	شیوار	شیورر
〃	۲۰	سایہ	سماریہ
〃	۲۱	طبریہ	طبریہ
۶۶۲	۵	اس	اسی
〃	۷	ہکیس	ہکس
۶۶۳	۹	چونکہ	جسکے
۶۶۴	۲۱	Bybliona	Babylonia
〃	۲۳	Babglonia	Babylonia
۶۶۵	۲۵	تقابل	مقابل
۶۶۶	۱۷	مسئلے	مسئلہ
۶۶۸	۴	برنینی	بوروینی
۶۷۱	۱۸	میکانیجی	میکانیکی
〃	۲۱	برلوکنر	بریوکنر
۶۷۲	۲۴	کنبہ	کتبہ
۶۷۳	۲	چوٹی کے	چوٹی کے مجسمے
〃	۲۴	کے	کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٦٧٤	١٣	بہوہوگیا	ہوگیا
〃	١٩	تھا	ہیں
٦٧٥	١٤	ص	ص ٦٦٢
٦٧٦	١٨	anla	aula
〃	٢٠	Cesen	Gesch.
〃	٢١	bhandl.	Abhandl.
〃	٢٢	Couze	Conze
٦٧٧	٢١	Dio	Die
٦٧٩	٢٤	His am	Historiam
٦٨١	٤	محریں	محرابیں
〃	١٦	جرم	حرم
٦٨٢	٢٣	منایا	بتایا
٦٨٣	٣	کے	کی
٦٨٤	١٤	واسیوں	نواسیوں
٦٨٥	٣	سلہ	سکہ
٦٨٥	٥	راتھ Wreth	روتھ Wroth
〃	٦	ص	ص xxviii
〃	١٣	Eryt :	Erythræ
〃	١٤	اوُل	اوّل
٦٨٦	٣	نہ	نہ تھے،
	١٩	I N cropole de My	Le Necropole de Myrina
〃	٢٠ و ٢١	Slaluettes derreenite dan lantıp te	Pottier, Les Statuettes de terre cuite dansl's antiquité

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۸۷	۱۲	Hioschfield	Hirschfeld
״	۱۴	Ent yick	Entwickel
۶۸۹	۲۲	دولی دیہ	دولی دیہ
״	۲۳	لوپولوس	اپولونس
۶۹۱	۲	رہ	دہ
״	۶	مینزیہ ایک	مینزیہ میں ایک
۶۹۵	۱۸	اونجا	اونچا
۶۹۹	۲۰	سکونیات	سکوگیات
۷۰۳	۱۳	جزیرہ رہو colteret	جزیرۂ رہوڈز Cotteret
۷۰۵	۵	مصرو فیوس	مصرو خیوس
۷۰۶	۷	نشانی تھا	نشانی تھی ۔
״	۸	ظاہر ہوا تھا	ظاہر ہوئی تھی ۔
۷۰۷	۵	پر	×
۷۱۰	۴	کا	کے
۷۱۲	۶	ارلی مینزیہ	ارقی مینزیہ
״	۱۶	اسلئے	اس لئے کہ
۷۲۲	۲	جاتے ہیں	جاتے ہیں کہ
״	۱۷	Kochler	Kœhlar
		Althens	Athens
۷۲۳	۱۴	کی	کئے
۷۲۹	۷	ائمہ رواقیئن	اور رواقین
۷۳۵	۴	مین	میں ۔
״	۱۲	اس	ایک

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۳۷	ہر جگہ	ویلوس	دیلوس
۷۴۲	۲۲	Mahoffy	Mahaffy
۷۴۵	۲۲	Romonorum	Romanorum
〃	۲۳	Smicis	amicis
۷۴۷	۹	ملباقوں	کھاتوں
۷۵۰	۲۳	کالایری	کالابری
۷۵۲	۱۷	قانون قطری	قانون فطری بھی
۷۵۴	۵	پرتیوروں	پرتیوروں
〃	۱۸	"قانون سلطنت"	"قانون سلطنت" mittheis
〃	۲۰	Vorgt	Voigt
۷۶۱	۲۳	میوتخ	میوتخ
۷۶۴	۲	موڑتے ہی	موڑتے ہی اسکیشوں نے
〃	۱۱	کو	کی
۷۶۵	۱۰	ہل من مزید	"ہل من مزید"
۷۶۸	۲	یورپ	یورپ یورپ
۷۷۲	۱۵	ویلھو	دیکھو
〃	〃	Dois	Rois
۷۷۵	۲۴	قلوبترہ کے	قلوبترہ کی
۷۷۸	۱۷	Mithir	Mithri
۷۸۵	۲۳	ے	ہے
۷۸۶	۲۲	مراح	مزاح
۷۹۱	۲	ولوکولوس	لوکولوس
۷۹۵	۱۰	سلیونیوں	سلیوکیوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۹۶	۲۰	·mhoof	Imhoof
۸۰۰	۱۸	قالب	×
۸۰۱	۱	(۳)	×
۸۰۲	۱	کا بیٹا	کے بیٹے
〃	۱۷	سنہ ۴	سنہ ۲
۸۰۳	۲	والے اپانی	والے ریانی
〃	۵	پوہپوپوکس	پومپیوپولس
〃	۱۲	Revdes. Etedes greeprues	Rev. des études grecqes
۸۱۸	۱۷	ج	×
۸۳۲	۲۱	Elemente	Griechische Elemente
۸۳۳	۲	ہ۱	ہ۲
۸۳۴	۱۸	یفلاگونیہ	پفلاگونیہ
〃		امیاس	انیاس
۸۳۵	۶	پوسے بیہ	یوسے بیہ
۸۳۸	۱۰	سئوریادخیس	سئوریارخیس
〃	۲۲	Slædtvenf	Stædtverf
۸۴۳	۱	کے ریاحت	کی ریاست
〃	۱۵	کہہ چکے ہیں	کہہ چکے ہیں کہ
۸۴۴	۱۱	پوستی نیان	یوستی نیان
〃	۲۲	دیوروائی	دیورٔدئی
۸۵۰	۳	جب	جیسا
۸۵۲	۲	رہنی	رہتی
۸۵۳	۱	رہنا	رہتا
۸۵۵	۱۱	سردیہ	سروریہ

تمت

पुस्तकालय
गुरुकुल कांगड़ी

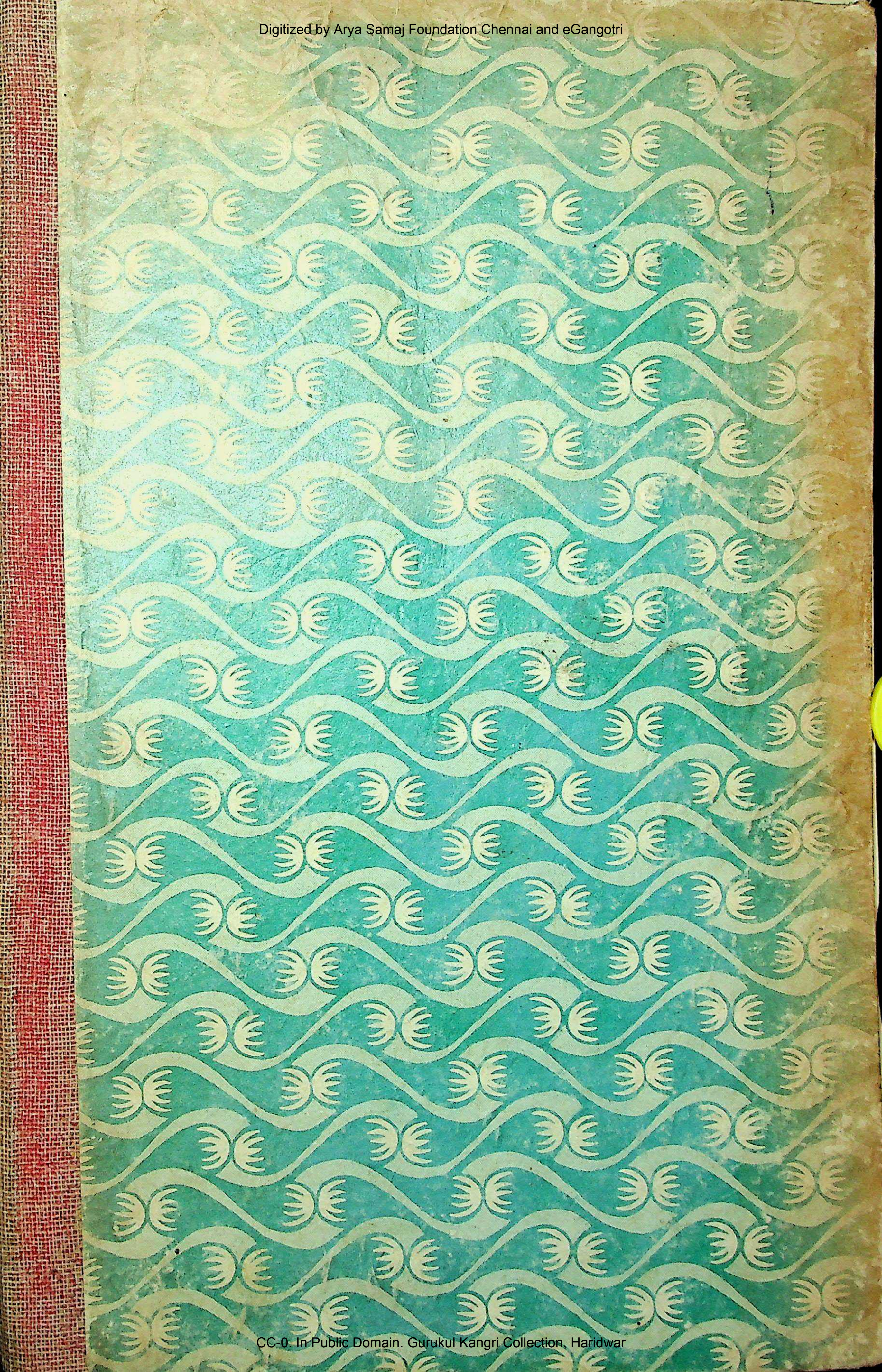Entered in Database
13/3/06
Signature with Date